TIGHT BINDING

TEXT PROBLEM WITH IN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188005

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۳۸ Accession No. ۴۲۴۴۰

Author ـــ ـ ـ ـ

سلسلۂ نصابات علوم معارف عثمانیہ

تاریخ یونان

مؤلفہ

اڈولف ہولم

(انگریزی ترجمہ کی دوسری جلد کے ساتویں باب سے آخری باب تک)

ترجمہ

محمد ہارون خاں شروانی صاحب ایم۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

پروفیسر تاریخ کلیۂ جامعہ عثمانیہ

۱۳۴۳ھ م ۱۹۲۴ء

دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

یہ کتاب میکملن کمپنی کی اجازت سے جن کو حق کاپی رائٹ حاصل ہے
طبع کی گئی ہے

تنقید ناظرِ مذہبی

ناظرین کتاب اس میں بت پرستی کے بعض مضامین پڑھیں گے۔ بت پرستی کے جو کچھ خیالات اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں وہ قدیم یونانیوں کے خیالات ہیں۔

صفی الدین

ناظر مذہبی کتب درسیہ جامعۂ عثمانیہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	ساتواں باب - اسپارٹا اور ایتھنز ۴۷۹ سنہ ق م کے بعد	۱
۲	آٹھواں باب - ایتھنز بماتحتی کیمون اور جنگ دریائے یوریمیدون کا بیان	۴۲
۳	نواں باب - اسپارٹا اور ایتھنز کی مشکلات کیمون کے اخراج تک	۴۹
۴	دسواں باب ایتھنز کا خارجی طرز عمل جنگ اوٹونوفیتہ تک	۵۸
۵	گیارھواں باب ایتھنز کی اندرونی تاریخ کیمون کی واپسی تک	۶۷
۶	بارھواں باب - ادبیات علوم وفنون کیمون کے زمانے میں	۷۲
۷	تیرھواں باب - ایتھنز کے حالات کیمون کی وفات تک	۹۰
۸	چودھواں باب - فارقلیس کے حالات تیس سال کے صلحنامہ تک	۹۷
۹	پندرھواں باب - فارقلیس کے حالات جنگ ساموس کے اختتام تک	۱۰۳
۱۰	سولھواں باب - ایتھنز بماتحتی فارقلیس انتظام بلدہ	۱۱۱
۱۱	سترھواں باب - ایتھنز بعہد فارقلیس - لیگ کے اراکین	۱۲۷
۱۲	اٹھارھواں باب - ایتھنز بعہد فارقلیس - یونان کی رہبری کا مسئلہ	۱۵۸
۱۳	اُنیسواں باب - ایتھنز بعہد فارقلیس - امور خارجہ اور تدبّر	۱۶۶
۱۴	بیسواں باب - ایتھنز بعہد فارقلیس - ادبیات وفنون یونان	۱۸۴
۱۵	اکیسواں باب - گوزکار، ایپوتی دیہ، پلاٹیہ	۲۳۴
۱۶	بائیسواں باب - جنگ پیلوپونیز کا بیان فارقلیس کی وفات تک ۴۳۱ سنہ ق م تا ۴۲۹ سنہ ق م	۲۶۳
۱۷	تیئیسواں باب - جنگ پیلوپونیز کا حال صلحنامہ نکیاس تک	۲۸۷
۱۸	چوبیسواں باب - یونان کے حالات ۴۲۱ سنہ ق م سے سسلی کی مہم تک	۳۴۳

۱۹	پچیسواں باب - اٹلی اور سسلی کی سیاسی تاریخ پانچویں صدی ق م میں	۲۵۸
۲۰	چھبیسواں باب - علوم جدیدہ	۳۷۲
۲۱	ستائیسواں باب - ایتھنزی سسلی میں	۴۱۹
۲۲	اٹھائیسواں باب - جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام	۴۳۶
۲۳	انتیسواں باب - جزیرۂ سسلی کے حالات ۴۱۳ سے ۴۰۴ ق م تک	۴۷۵
۲۴	تیسواں باب - تیس خودسروں کا دور دورہ اور ایتھنز میں اصول عمومیت کا احیاء	۴۸۶

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ یونان

ابتدا سے یونانی آزادی کے اختتام تک

مؤلفہ اڈولف ہولم

(جلد دوم باب ہفتم)

ساتواں باب

اسپارٹا اور ایتھنز ۴۷۹ ق م کے بعد

مشرقی اور مغربی فتوحات کے بعد یونانیوں کو نصف صدی کی مہلت مل گئی جس میں لڑائی جھگڑوں کی کمی کے وجہ سے وہ ایسے امور کی طرف متوجہ ہو گئے جو زمانۂ امن سے مخصوص ہوتے ہیں اور انہیں ترقی کے اس درجے پر پہنچے جو شاید کسی اور قوم کو نصیب نہ ہوا ہو۔ یہ زبردست دماغی تحریک اس حالت میں بھی برابر جاری رہی جب دیگر لڑائیاں جن میں خصوصیت کے ساتھ خانہ جنگی کا سلسلہ قابلِ ذکر ہے نمودار ہوئیں۔ یونانیوں کے پانچویں صدی ق م کے علمی ترقی کا بیان ہم تین مختلف

فصلوں کے ضمن میں بیان کرینگے جو اس زمانے کے سیاسی تاریخ کے تین حصّوں کے مطابق ہیں جسطرح کیمون اور اسکے بعد فار قلیس کی شخصیت نے اس دور کی سیاسیات کو خاص طور پر ممتاز کیا' اور جیسے صدی کے آخری ایام میں افراد اور فرق کے اختلافات بتدریج بین ہوتے گئے' ایسے ہی عقلی نقطۂ نظر سے پہلا دور انس خیلس کا ہے' دوسرا سوفوکلیس کا اور تیسرا یوریپڈیس' ارسطوفانیس اور سقراط کا۔ ہم اس عالی شان علمی ترقی کا بیان سیاسی واقعات کے اتمام کے بعد قلمبند کرینگے ؎

ایتھنز ان وطن پرست ریاستوں میں سے تھا جنکو لڑائی میں یونان کے اور خطّوں سے زیادہ نقصان پہنچا تھا۔ یہ شہر تاراج ہوگیا تھا' اسکے مندر جل گئے تھے' ہر عمارت از سر نو تعمیر کی محتاج تھی + اب ایک اور مشکل بالکل آفت ناگہانی بنکر نمودار ہوئی۔ ایتھنزی چاہتے تھے کہ شہر کی حفاظت کیلئے نئی اور عالی شان فصیل بنائیں۔ اسپارٹی یہہ طے کر چکے تھے کہ پیلوپونیز سے باہر کسی شہر پناہ کی ضرورت نہیں۔ ورنہ جیسے ایرانی ایتھنز کے شہر میں جگہ گرد شہر پناہ تھی گھس بیٹھے تھے اسی طرح فصیل والا شہر دشمن کا ماس بن جائیگا + اسلئے انہوں نے یہہ رائے دی کہ قرین مصلحت یہہ ہوگا کہ "نئے استحکامات موقوف کئے جائیں بلکہ پرانے استحکامات بھی منہدم کر دیئے جائیں اور کم از کم ایتھنز تو ضرور ہی بے شہر پناہ کے رہے"[1] یہ دراصل محض ایک بہانہ تھا۔ اصل واقعہ

[1] دیواروں کے واسطے دیکھو گرنیپس "تاریخ یونان" ۲، ۶، ۸۲۱۔ فون ولاموویٹز میولینڈورف یہہ کوشش کرتا ہے کہ ایتھنز کے خلاف اسپارٹی رویہ کو پسندیدہ قرار دے۔ مگر اسکی رائے غلط ہے۔ جیسا میولینڈورف کا خیال ہے "قلعے کی خود سرانہ تعمیر" اس قرار داد کی خلاف ورزی نہ تھی جو سرحد کے متعلق فریقین میں تھی۔ ایتھنز کو خود مختارانہ حقوق حاصل تھے اور وہ جیسی قلعہ بندی چاہتا کر سکتا تھا۔ اسپارٹا کا اس معاملے میں ایتھنز کے سد راہ ہونا اتنی ہی سنگین معاہدہ شکنی ہوتی جتنا ایتھنز کا طرز عمل اپنے حلیفوں کے ساتھ زمانۂ مابعد میں ہوا۔ مگر تھس طاکلیس کی چالبازی صرف اس صورت میں جائز تھی جب اسپارٹیوں کا ارادہ جبر کرنے کا ہوتا۔ طوسی دیدیس کی رائے اسکے خلاف ہے۔ اور مابعد کے مورخین بھی کوئی قابل وثوق سند نہیں پیش کرتے۔ ویلوورس ۱۱، ۳۹ سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسپارٹی سفرا نے دھمکی ضرور دی' مگر یہہ بیان قابل یقین نہیں۔ فقرہ بالا اس قیاس پر مبنی ہے کہ اسپارٹیوں نے دیواریں اٹھی ہوئی دیکھیں' مگر یہہ بیان چالیسویں باب سے مختلف ہے۔ اسمیں یہہ تحریر ہے کہ تھمستاکلیس اسپارٹا میں تھا تو اسنے دیواروں کی تعمیر سے انکار کیا۔ اگر اسپارٹیوں نے تعمیر اپنی آنکھ سے دیکھی ہوتی تو وہ کیسے انکار کر سکتا تھا۔ اسی وجہ سے یہہ فقرہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ میری قطعی رائے ہے کہ

یہ تھا کہ اسپارٹا چاہتا تھا کہ اس کے حلیف اس سے زیادہ قوی نہ ہو جائیں اور ہمیشہ اسکے ہی دست نگر رہیں ۔ ایتھنزی فطرۃً اس خواہش کو پورا کرنے کے خلاف تھے ۔ اسپارٹا کا اس قسم کا مطالبہ ایک آزاد ریاست کے سامنے پیش کرنا سمجھ میں نہیں آتا مگر اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسپارٹا ایتھنز کو اپنی لیگ کا ایک رکن قرار دیتا تھا + ایتھنز کیلئے صرف ایک سوال تھا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲) اسپارٹیوں کا ارادہ جبر کا نہ تھا اسلئے کہ وہ اپنے اس ارادے پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے تھے کیا انکی یہ خواہش تھی کہ وہ ایتھنز میں اس غرض کیلئے ایک لشکر رکھیں ؟ اس سوال کا جواب دینے کیلئے ہمکو اس عہد کے معاملات کی ایک ذہنی تصویر سامنے لانی چاہئے ۔ ایک طرف حلیف ہیں جنکا فتح میں مساوی حصہ ہے دوسری طرف ایتھنزی جنہیں اپنی فتح پر پورا بھروسہ ہے ۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھنے کے بعد ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنا پڑیگا کہ اسپارٹیوں کو ایتھنز کے مطیع کرنے کا خیال بھی نہ ہو سکتا تھا ۔ اسمیں شبہہ نہیں کہ اسپارٹا کو قلعہ بندیاں ناپسند تھیں اور اسکی عین خواہش تھی کہ ایتھنز کی قلعہ بندی نہ ہو ۔ خود اسپارٹا کی شہر پناہ نہ تھی اور اسپارٹیوں کو کسی دوسرے قلعوں پر فاتحانہ حملہ کرنے کا علم بھی نہ تھا ۔ مگر ایتھنز بالکل متضاد اصول پر کاربند تھا ۔ اسلئے اسکی ضرورت پیش آئی کہ اسے دھمکی دیجائے ۔ ایتھنز کا یہ کہدینا کہ وہ اپنی دیواروں کو تعمیر کرانا چاہتا ہے غالباً اسپارٹا کا منہ بند کر دینے کیلئے کافی ہوتا ۔ اگر اسپر بھی تھمسٹطاکلیس نے چال چلی تو غالباً اسکی وجہ یہ تھی کہ دورنگی اسکی خصلت میں داخل تھی ۔ دورنگی کے علاوہ تھمسٹطاکلیس کے اس کام میں ایک اور غرض بھی پنہاں تھی ۔ اسپر شبہہ کیا جاتا تھا کہ اسنے اسپارٹا کی بہبودی کیلئے ۴۷۹ ق م کی بحری لڑائی کو مشتعل کیا تھا اب وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی زبردست کارنامے کے ذریعے سے ایتھنزیوں میں پھر ہر دلعزیز ہو جائے ۔ اور اسنے سوچا کہ اگر اسپارٹی اختلاف کے باوجود دیواروں کی تعمیر جلد سے جلد عمل میں آجائیگی تو یہ ایک اہم ذریعہ ہر دلعزیزی حاصل کرنے کا ہوگا ۔ تھمسٹطاکلیس کے متعلق کوئی منصفانہ رائے قائم کرنے کیلئے ایک اور بات کا ذکر ضروری ہے ۔ اسمیں شبہہ نہیں کہ وہ چاہتا تھا کہ دیواریں جلد سے جلد بن جائیں ۔ اسپارٹا کے احتجاج سے اسے اس ارادے کی تکمیل کا موقعہ مل گیا ۔ اگر کوئی خاص تحریک انکو اشتعال نہ دیتی تو غالباً دیواروں کی تعمیر میں ضرور دیر لگتی تھمسٹاکلیس نے اسپارٹی احتجاج کو ایک مہیب شکل میں دکھا کر اس تحریک کو پیدا کر دیا اور دیواریں چشم زدن میں تیار ہو گئیں ۔ تھمسٹاکلیس ان لوگوں میں تھا جنکا دماغ تخیلات اور ارادوں سے بھرا ہوتا ہے اور جو خود بھی اپنے اصلی اور ثانوی مقاصد میں مشکل سے تمیز کر سکتے ہیں ؛

وہ یہ کہ انکار کی کیا صورت ہوگی۔ مشس طاکلیس نے رائے دی کہ یہ جواب دیا جائے کہ ایک وفد اسپارٹا بھیجا جائیگا۔ مشس طاکلیس نے اسپارٹا جانے کیلئے اپنے کو پیش کیا اور یہ التجا کی کہ وہ تنہا اسپارٹا جائے اور اسکی غیبت میں ہی دیوار کی تعمیر شروع کر دیجائے، اور اگر ضرورت ہو تو کام پر عورتیں اور بچے بھی لگا دئے جائیں تاکہ جلد سے جلد ایتھنز مدافعت کرنے کے قابل ہوجائے اسپارٹا پہنچنے پر اسنے دیوار کی تعمیر سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اسپارٹیوں کو شک ہو تو وہ اپنے سفرا دیکھنے کیلئے ایتھنز روانہ کر دیں تاکہ اس قول کی صداقت پوری طور سے ظاہر ہوجائے + اسپر اسپارٹیوں نے ایک وفد ایتھنز بھیجا جسکو ایتھنزیوں نے فوراً گرفتار کر کے قید کر لیا اور اسپارٹا خبر بھیجدی کہ مشس طاکلیس اور اسکے ساتھیوں آبروخس اور ارسٹیڈیش کی حفاظت کیلئے یہ لوگ بطور یرغمال رکھ لئے گئے ہیں۔ جب مشس طاکلیس کو یہ معلوم ہوگیا کہ دیوار کافی بلند ہوچکی ہے تو اسنے اسپارٹیوں سے حقیقت حال بیان کر دی۔ اسپارٹیوں سے اور تو کچھ نہ ہوسکا بجائے اظہار ناراضی کرنے کے اب یہ کہنے لگے کہ انکا مقصد تو ایتھنز کو محض ایک نصیحت کرنا تھا +

یہ مشتبہ امر ہے کہ یہ چال جو مشس طاکلیس نے ایسی خوبی سے چلی تھی اور جسمیں ایماندار ارسٹیڈیش کی بھی شرکت تھی آیا حقیقت میں ضروری بھی تھی۔ ایک طرف تو اس سے مشس طاکلیس کا اثر اسپارٹا میں بہت کم ہوگیا اور دوسرا اس سے بھی تاریک پہلو یہ ہے کہ دونوں ریاستوں کے تعلقات میں گونہ کشیدگی پیدا ہوگئی۔ مشس طاکلیس کی دیوار وں کا دور پرانی دیوار وں سے زیادہ تھا۔ پیکر و پولس کے جنوب و مشرق میں جو پہاڑ ہے + اسے عبور کر کے (یعنی رصد خانہ اور عجائب خانہ کے قریب ہوکر) شمال و مغرب کیرامیکس دپیلون دروازے کا جسکے آثار اسوقت تک موجود ہیں احاطہ کرتی تھی اور ایکروپولس قلعے کو ایک کافی وسیع دور میں چاروں طرف سے گھیر لیتی تھی۔ طوسی دیدیش کہتا ہے کہ بعضی جگہ دیوار میں قبروں کے تعویذ اور دیگر قدیم کتبے تک لگا دئے گئے ہیں۔ اور اس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ دیوار کی تکمیل بے حد سرعت کیساتھ عمل میں آئی ہوگی۔ اس کے بیان کی تصدیق آج بھی دپیلون دروازے کے مشاہدے سے ہوسکتی ہے باوجود ان تمام انتظامات کے ایکروپولس کے استحکامات کیلئے کچھ نہیں کیا گیا۔ مگر پرئی اس میں جو کام شروع کیا گیا تھا وہ برابر جاری رہا۔ مشس طاکلیس نے ایتھنزیوں کو اسکی اشد ضرورت بتادی تھی

اور کام بھی شروع کرادیا تھا' اور اسکی زندگی میں ہی پرتی اُس کے استحکامات کی تکمیل ہوگئی۔ یہہ سچ ہے کہ پرتی اُس کی دیوار اتنی بلندی تک نہ پہنچ سکی جتنا تخمینہ کیا گیا تھا + مگر عرض میں وہ تین ساٹھ ہے تین گز سے کم نہ تھی اور بلندی بھی مدافعت کیلئے کافی تھی ؛

اِسپارٹیوں کا پہلے یہ خیال تھا کہ ایران کے خلاف جنگ جاری رکھی جاوے۔ انہوں نے پیوسانیاس کو ایک مہم پر بھیجا جسکے تفصیلی حالات ہم تک نہایت غیر مکمل حالت میں پہنچے ہیں۔ مگر ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے بہت کچھ کر دکھایا۔ پیلوپونیزی اور ایتھنزی بیڑوں اور چند دیگر جہازوں کی مدد سے اسنے جزیرۂ قبرس کا بیشتر حصہ فتح کرلیا جو اس مہم کا نہایت اہم واقعہ تھا + جب ہم دیکھتے ہیں کہ قبرس' بحیرۂ روم کے ایک دور افتادہ حصے میں واقع ہے اور شام اور سیلیسیہ کے ساحلوں کیلئے ایک اعلیٰ درجے کی جولان گاہ بن سکتا ہے' تو پیوسانیاس کے کارناموں کی اہمیت اور بھی عیاں ہوجاتی ہے فتح قبرس کے بعد اسنے شمال کا رُخ کیا اور بابِ زنطہ پر' جو یونانیوں کے نزدیک قبرس سے بھی زیادہ اہم تھا' قبضہ کرلیا۔ مگر اب پیوسانیاس کا طریق عمل بالکل بدل گیا۔ بابِ زنطہ میں اسنے اتنی مطلق العنانی برتی کہ حلیف نہ صرف اس سے بلکہ اِسپارٹا سے بھی بدظن ہوگئے اور ایتھنز سے درخواست کی کہ وہ ہی ایران کے خلاف سربراہی کرے تو بہتر ہو۔[۲] ان حلیفوں میں پیلوپونیزی تو تھے ہی نہیں۔ وہ ہوتے تو اِسپارٹا کے خلاف خواہ کتنا ہی احتجاج کرتے' ایتھنز کے ماتحت رہنا کبھی گوارا نہ کرتے۔ بہرحال پیوسانیاس نے اندرہی اندر ایران سے پیام وسلام شروع کردیئے اسنے شاہی خاندان کے چند افراد کو بابِ زنطہ میں قید تھے' رہا کردیا۔ اور زرکسیز سے گونگیلس ساکن ایریتریا کے ذریعے سے گفت وشنود شروع کردی اور یہہ کہلوایا کہ وہ تمام یونان کو شہنشاہ کا مطیع کرنے میں مدد دیگا اگر اسکے صلے میں شہنشاہ کی لڑکی کیساتھ اسکی شادی کردیجائے۔ زرکسیز نے مناسب جواب دیا اور داسکیلیون کے ارتاباذو کو بات چیت پر مامور کیا پیوسانیاس ایرانی کپڑے تک پہننے لگا اور تھریس کے سفر میں مصری اور ایرانی محافظین برابر اسکے جلو میں رہتے۔ جب اِسپارٹا میں اسکے خلاف شکایات پہنچیں تو

---

[۲] یہ واقعہ بیوسولٹ (۲' ۳۴۴) کے نزدیک ۴۷۷ ق م کا ہے۔

ایفوروں نے اسے واپس آنے کے لئے حکم دیا۔ پوسانیاس نے فوراً تعمیل کی۔ اسپارٹا پہنچنے پر اسپر غداری کا الزام لگایا گیا مگر محض بے بنیاد ثابت ہوا۔ ان تمام واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پھر درۂ دانیال کو بطور اسپارٹی نمایندے کے نہیں روانہ کیا گیا اور اسکی بجائے ایک شخص دورسکس بھیجا گیا + اب مشکل یہ پڑی کہ حلیفوں نے دورسکس کا کہنا ماننے سے صاف انکار کر دیا اور بالآخر اسپارٹا کو مجبوراً ایشیائی معاملات سے دست بردار ہونا پڑا۔ اسپارٹیوں اور دیگر پیلوپونیزیوں کا ایشیا جانا بند ہوگیا۔ مگر پوسانیاس سے نہ رہا گیا اور وہ از خود ہیرمیونے سے بائی زنطہ گیا اور وہاں کا خود سر حاکم بن گیا۔ مگر ایتھنزی اسکو برداشت نکر سکے۔ اب تو پوسانیاس کی حیثیت اسپارٹی قائم مقام کی بھی نہ رہی تھی اور ایتھنزی اپنے آپ کو بائی زنطہ وغیرہ کا مالک سمجھنے لگے تھے۔ لہذا کوئی سات سال کے بعد انہوں نے آخرکار پوسانیاس کو بائی زنطہ جیسی مرکزی جگہہ سے نکال باہر کیا[۳] وہ وہاں سے کولوناء واقع ٹروئے چلا گیا اور وہاں پھر ایرانیوں سے نامہ و پیام شروع کیا۔ اسپر ایفوروں نے اس سے یہ کہلوا بھیجا کہ اگر وہ فوراً واپس نہ آیا تو اس سے دشمن کا برتاؤ کیا جائیگا۔ پوسانیاس نے اس حکم کی فوراً اس خیال سے تعمیل کی کہ وہ اپنے مخالفین کو رشوت دیکر قابو میں رکھ سکیگا۔ پہلے تو یہ قید خانے میں ڈال دیا گیا، مگر عدالت نے اسے تمام الزامات سے بری کر دیا جو اسکے خلاف عائد کئے گئے تھے۔ اور رہا ہونے کے بعد وہ بحیثیت ایک آزاد شہری کے زندگی بسر کرنے لگا۔ اب اسپارٹی اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ ہیلوتوں کو بغاوت کی اشتعالک دے رہا ہے۔ ممکن ہے کہ

[۳] جسٹن (۹، ۱) کے نزدیک پوسانیاس بائی زنطہ میں سات سال رہا۔ اسی برس بعد ایک اور اسپارٹی کلیارخس، پوسانیاس کے قدم بقدم چلا مگر اسے خود اسپارٹیوں نے معزول کر دیا اور وہ کنگزوو کے پاس بھاگ گیا۔ گونگیلس کو اسپارٹیوں نے گامبریم پائلے گامبریم گرینیم اور میرنا بطور موروثی جائداد کے دیدئے۔ اسطرح وہ دیمارائس کے گھرانے کا ہمسایہ ہوگیا جسکا قبضہ پرگامم بابی سرنا اور تیوتھرانیہ پر تھا کچھ عرصے کے بعد وہ شیطا کلیس کا بھی ہمسایہ ہوگیا۔ غیر ایٹنی حکومتیں جو تیس سال قبل ساحلی شہروں میں قائم تھیں اب اندرون ملک میں ہٹ گئیں اور ایران اور یونان کے درمیان گویا حاجی ریاستوں کا کام دینے لگیں۔ ممکن تھا کہ پوسانیاس، کولوناء پر قابض ہو جاتا اور اسطرح ان حکومتوں میں اضافہ کر دیتا۔ اگرچہ اس کی حرص کی پرواز اس سے بھی زیادہ بلند تھی مگر اسکی دور اندیشی اس معیار سے ہمیشہ نیچے رہی ؛

یہ سچ ہو مگر ایسی یقینی شہادت نہیں ملی کہ اسپارٹی اسکے خلاف کوئی کارروائی کرسکیں - یہ خبر دراصل آرگلس کے ایک باشندے نے پھیلائی تھی جسے کچھ عرصے پیشتر پوسانیاس نے ارتابازو کو ایک پیام لیکر بھیجا تھا - اس شخص نے ارتابازو کو پیام نہیں پہنچایا اسلئے کہ اسے یہ خبر ملی کہ جن لوگوں نے اس سے پہلے پیامبری کی تھی وہ واپس نہیں آئے تھے - اس بات کا اس کو یقین ہوگیا اور بجائے ارتابازو کو پیام پہنچانے کے پیام نامہ خود کھول لیا - اسمیں یہ لکھا تھا کہ پیامبر کو فوراً مار ڈالا جائے + یہ خط اسنے ایفوروں کو دیدیا - ایفور مقدمہ چلانا پسند نہیں کرتے تھے - انکا اصل مقصود یہ تھا کہ خود پوسانیاس سے اقبال جرم کرالیں - اسکے لئے انہوں نے یہ جال پھیلایا کہ آرگلس سے کہا کہ وہ محض ایک مدعی کی حیثیت اختیار کرے اور بے نام پہاڑ کے مندر میں پناہ گزیں ہوکر پوسانیاس کو اپنے پاس طلب کرے + جب پوسانیاس کے پہنچنے کا وقت ہوا تو ایفور برابر والے کمرے میں چھپ گئے اور باتوں ہی باتوں میں خود بادشاہ کے منہ سے اسکے جرم کا اقبال سن لیا + ظاہر ہے کہ وہ اسکے خلاف جو کارروائی چاہتے کرسکتے تھے - ایفوروں کی خواہش تھی کہ وہ اسے اسپارٹا ہی میں گرفتار کریں مگر پوسانیاس کو پتہ لگ گیا اور اسنے فوراً التھینے خالکیوئیکس کے مندر میں پناہ لی جہاں وہ بالکل مامون ہوگیا - مگر ایفوروں نے یہ ترکیب نکالی کہ مندر کے دروازے چن دئے چھت علیحدہ کردی اور (شاید موسم گرما ۴۶۸ ق م میں) اسے بھوکا مار ڈالا[۴] اسکی لاش کیٹاداس کے غار کے جوار میں جسمیں مجرم پھینکے جاتے تھے دفن کی گئی - موت سے ذرا پہلے یہ مندر سے نکال لیا گیا تھا - مگر بہرنوع اسکے ساتھ سختی کی گئی تھی اور اسپارٹیوں کو مجبوراً اسکے دوبت (کفارے کے طور پر) التھینے خالکیوئیکس کے مندر میں رکھنے پڑے -

جو واقعات قدیم روایات سے ہم تک پہنچے ہیں انسے پوسانیاس کے جرم میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا - اسکے تمام طریق عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے بہت سے ایسے ارادے کئے جنمیں وہ تکمیل کو نہیں پہنچا سکا - کامیابی کے وقت وہ متنبہ ہوجاتا اور جب اسپر کوئی شبہہ کیا جاتا تو اسکی رہی سہی عقل بھی زائل ہوجاتی اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ ارتابازو سے وہ سازشی

[۴] پوسانیاس کی موت کی تاریخ کیلئے دیکھو بیوسولٹ ۲ ' ۳۸۳ و ۴۰۰ اسی مصنف نے پوسانیاس کی زندگی کے آخری حالات پر تنقید کی ہے (صفحات ۳۸۰ سے ۳۸۳ تک) ؛

مراسلات کیا کرتا تھا تو یہ اسکی انتہائی حماقت تھی کہ ایلچیوں کی قسمت کا فیصلہ ایک ہی خط میں کردیا کرے + ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایک عمدہ سپہ سالار تھا یا نہیں ۔ پلاٹیہ میں لڑائی کی باگ اسکے ہاتھ میں نہ تھی ۔ اس نے صرف مدافعانہ تدبیریں اختیار کیں اور اسی میں نام پیدا کیا + اسکی موت اسپارٹا اور یونان کے لئے ایک شمہ بھر نقصان کی بھی باعث نہیں ہوی ہو[۵]

مگر پئوسانیاس کے زوال سے ایک بہت بڑے آدمی کو نیچا دیکھنا پڑا ۔ اسپارٹی یہ چاہتے تھے کہ اس ناگوار واقعے سے انکو کچھ نہ کچھ سیاسی مفاد حاصل ہو جائے ۔ اگر انکی عزت میں کچھ بٹہ لگا تھا وہ یہ چاہتے تھے کہ وہ کسی اور کو بھی اپنے ساتھ قعر میں گھسیٹ لے جائیں ۔ انہوں نے ایتھنز سفیر روانہ کئے اور تمسٹوکلیس پر یہ الزام لگایا کہ وہ بھی پئوسانیاس کی سازشی کارروائیوں میں شریک حال تھا ؛

جنگ ایران کے بعد تمسٹوکلیس ، ایتھنز اور تمام یونان میں ایک بہت بڑا آدمی بنگیا تھا ۔ مگر اس جنگ کے بعد اسنے سوا ایتھنز اور پیرئی اس کے استحکامات کی تکمیل کی اور کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا ۔ سچ تو یہ ہے کہ اسے کچھ کرنے بھی نہیں دیا گیا ۔ کچھ عرصے کے بعد شاذ ۴۷۴ ق م میں اسکے خلاف اخراج کا فتویٰ صادر ہوا ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک طویل مدت تک اسکے روشن دماغ میں طرح طرح کی اہم تدابیر آئی ہونگی جنکی تعمیل پر وہ قادر نہ تھا ۔ مگر نہ تو ہمیں ان تدابیر کا علم ہے اور نہ اسکے ان سیاسی مخالفوں کے طرز عمل کا جو انکی تکمیل میں مزاحم ہوئے ؛ ایتھنز کے فرقی سیاسیات کے متعلق زمانہ مابعد کے مورخین کے خیالات اکثر ناواجب ہیں ۔ اور موجودہ زمانے میں جو انکی تاویلیں کی جاتی ہیں وہ خلاف قیاس ہیں ۔ روایات مابعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیمون اور اریسٹیڈیش ، تمسٹوکلیس کے

---

[۵] پئوسانیاس کی زندگی اس حوصلہ مند شخص کی مثال ہے جسے نہ تو اپنی ابتدائی تعلیم ملی ہو جو اپنے عہدے کی اس کرسی پر جو اسکی اکتسابی نہ تھی آرام سے بیٹھ سکے اور نہ اسکو کافی عقل یا استقلال اس نقص کی تلافی کے لئے دیا گیا ہو ۔ اسپارٹی تربیت سے لوگوں میں عیش پسند جیوں میں زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہیں پیدا ہوئی تھی ۔ اور جب پئوسانیاس جیسے شخص کا انسے واسطہ پڑا تو اسکا دماغ پھر گیا ۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اگر پئوسانیاس کے سوا اور بہت سے یونانیوں پر سیدھی سادھی یونانی تہذیب کے ساتھ مشرقی تعیش کے تعلق کا اثر پڑ جاتا + ہمکو یونانیوں کی قدر کرنی چاہئے کہ ان میں اعلیٰ حیثیت کے لوگ بہت کم تھے جنکی قسمتوں نے ایسی گردش کا پلٹا کھایا ہو ؛

رقیب تھے[۶] اسکے سیاسی میلان کو اس تقویت سے تعبیر کیا گیا ہے جو تقویت اس سے پہنچی اور جسکا مخالف ارسطیدش فرض کر لیا گیا ہے۔ مگر اس خیال کے ثبوت میں کوئی شہادت پیش نہیں کیجاتی۔ اسکے برخلاف یہ واقعہ ہے کہ ارسطیدش کے ایتھنزی عمومیت کے مرقع کی آخری رنگ آمیزی کی۔ اسلئے اس قول کے ثبوت میں صرف ایک ہی عام مقبولہ رائے پیش کی جاسکتی ہے کہ جو مدبر اپنے ملک کی بحری قوت میں ترقی دیتا ہے وہ اس شخص سے زیادہ عمومیت کی حمایت کرتا ہے جو محض فوجی قوت کو زیادہ اہم خیال کرتا ہے۔ یہ وہی تخالف ہے جو ہوپلیت اور ملاحوں میں ہے اور یہی زمانہ قدیم میں ارسطیدش اور مسطا کلیس کی مخالف آرزوؤں کو مشخص کرنے میں استعمال کیا گیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ بحری قوت میں ترقی اور عمومیت دو مختلف النوع باتیں ہیں جنکو ایک دوسرے سے کوئی سروکار نہیں۔ انگلستان کے بحری اقتدار نے اس ملک کی عمومیت کو فروغ دینے میں ذرا بھی مدد نہیں کی اور اسکے برعکس عمومیت پسند شمالی امریکہ کے پاس کوئی بڑا بیڑہ نہیں ہے۔ عام طور پر ملاحوں کو سیاست سے کچھ زیادہ لگاؤ نہیں ہوتا۔ بدیں وجہ پہلے تو ہمکو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ بحری معاملات کی طرف ایتھنزیوں کی توجہ مبذول کرنے میں مسطا کلیس کا ایک مقصد ملاحوں کو پہلے سے زیادہ سیاسی اختیار دینا تھا۔ صرف اس ثبوت کے بعد ہی ہم بیڑے کی طرف اسکی توجہ کو عمومیت کی پرداخت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ مگر ہمیں اس طرز عمل کا پتہ بھی نہیں ملتا[۷]

قدیم مورخوں نے جو وجوہ مسطا کلیس کے اخراج کے بتائے ہیں ان کی محض ایک عام حیثیت ہے، انہوں نے اس پر محض متکبر اور حریص ہونے کے الزام پر

---

[۶] پلوٹارک "کیمون"۔ ۱۰) کا بیان ہے کہ کیمون اور ارسطیدش نے مسطا کلیس کی مخالفت عمومیت پسندی کی وجہ سے کی تھی۔ ڈنکر (۸، ۹۸ وغیرہ) نے اسے تفصیل کیساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ مفروضہ مثبت دعویٰ ہوتا اگر مصنفین مابعد کا یہ خیال ٹھیک ہوتا کہ ارسطیدش اعیانیت پسند تھا۔ مگر زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسی خیالی حیثیت سے اعیانیت پسند تھا جو پلوٹارک نے "فار کلیس" ۹ میں فرض کی ہے۔ یہ سچ ہے کہ کیمون اور ارسطیدش، مسطا کلیس کے مخالف تھے مگر اسلئے نہیں کہ وہ عمومیت پسند تھا

[۷] ڈنکر (۸، ۴۸۔ ۷، ۱۸۷) یہ کہتا ہے کہ مسطا کلیس نے "عام جبریہ بھرتی" کو رواج دیا۔ واقعات اس بیان کی تائید نہیں کرتے اسلئے کہ اس سے بہت دنوں پیشتر سے ہی ایتھنز میں عام طور سے فوجی بھرتی جاری تھی ؛

اکتفا کیا ہے[۸] واقعہ یہ ہے کہ اس کے اخراج کی اصل وجہ کیلئے ہم کو اسکی روش کی طرف غور کرنا چاہئے جو ایتھنز کے دشمن صرف مضحلہ یا عام طریقے سے الزام رکھ سکتے تھے نہ کہ کسی خاص سیاسی مطمح نظر کی بنا پر جو دوسرے سیاسی رہنماؤں کے اصولوں سے مختلف ہو۔

مشطا کلیس کی آرزو یہ تھی کہ وہ حکمرانی کرے اور وہ حکومت کرنا خوب جانتا تھا۔ اس کے اپنے خود چند مستحکم اصول تھے جنکو وہ ایتھنز کی سیاست کا بہترین منبع سمجھتا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ایتھنز کا سب سے اچھا خارجی طرز عمل کیا ہے مگر مشکل یہ تھی کہ شہر میں کوئی ایسا فریق نہ تھا جسپر وہ مستقل طور پر اعتماد کر سکے۔ واقعات اور اسکے عادات دونوں ایسی فریق بندی کے مانع تھے + خاندان پی سس ترا تس کے زوال اور ایسا غورث کی موت کے بعد جب اعیان کے استبدادی فریق کی اہمیت نہیں رہی تو اسوقت ایتھنز میں صرف دو فریق رہ گئے جو دو بڑے خاندانوں کے زیر اثر تھے۔ چھٹی صدی ق۔م کے وسط میں تین خاندان باقی گھرانوں سے ممتاز تھے یعنی دیاکری بی بسرگردگی پیسیس ترا تس پی ویائی ای بسرگردگی ملتیادیس و لیکرس اور پرالی جسکا سردار میگا کلیس تھا[۹] ق م کے بعد صرف دو فریق رہ گئے تھے ایک تو پے ویائی ای بسرکردگی کیمون ابن ملتیادیس ثانی اور دوسرا پرالی جسکے رہنما میگا کلی کلیس بھینس کا دوست ارسطیدیس اور کلیس تھینس کا نسبتی بھتیجا زانتھی پس تھے۔ باقی دو فریق عمومیت کی طرف کچھ آگے بڑھ چکے تھے۔ جیسے ملتیادیس کا گروہ چھٹی صدی زیادہ شرفا پرست تھا ایسے ہی کیمون کا فریق بھی اشرافیت کا دلدادہ تھا۔ اور الکمونی خاندان جنکے قائم مقام اب ارسطیدیس اور زانتھی پس تھے اب وسط سے بائیں جانب بڑھ رہے تھے[۹] جب مشطا کلیس اپنے

---

۸ ڈنکر (۸، ۹۶) نے ان الزامات کا ملخص دیا ہے۔ بیوسولٹ بھی تسلیم کرتا ہے کہ ہم طوسی دیدیس کے اصلاحات کی حقیقی ماہیت سے پوری طور پر آگاہ نہیں۔ اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اصلاحات کا وجود محض تھیوپومپس کے دماغ میں تھا اور بس۔

+ وسط سے بائیں جانب کے معنی ہیں کہ وہ پہلے سے زیادہ انتہا پسندی کی طرف مائل تھے۔ مترجم

۹ اسی قسم کے حالات انگلستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض مرتبہ وگ اور ٹوری گروہوں کے سیاسی نصب العین میں بہت ہی کم فرق رہا ہے مگر اسکے باوجود خاص خاص خاندان دونوں کے پیشرو رہے ہیں۔ وگوں میں تو ٹیمپل

ذاتی اصول کی پابندی اندرونی معاملات میں کرنا چاہتا تھا تو اسکے لئے اب کیا باقی تھا؟ کیا اسکے لئے یہ بہتر تھا کہ وہ اس عمومی میلان کو اختیار کرے جسکا پی سس ٹراٹس اسقدر دلدادہ تھا؟ مگر اسمیں کئی رکاوٹیں تھیں۔ اول تو پی سس ٹراٹس کے اصول کو الکمونیوں نے گویا اپنے علم پر چسپاں کر لیا تھا دوسرے پی سس ٹراٹس کا فریق غیر مرتب حالت میں تھا۔ اور تیسرے جہاں تک ہم کو معلوم ہے مسطا کلیس کا دوستانہ یا عزیزدارانہ تعلق کسی مقتدر خاندان کے ساتھ نہ تھا۔ بدیں وجوہ نہ تو کوئی فریق اسکا ساتھ دینے کے لئے تیار تھا اور نہ کوئی فرقی اصول مرتب کرنے کی اسمیں اہلیت تھی + یہ سچ ہے کہ وہ لیکومی خاندان کا ایک فرد تھا[۱۰] وہ ایک نو دولتا تھا اور اسکے ساتھ ہی خود رائے بھی تھا جو شخص حکومت کا بھی آرزومند ہو اور اسکے عزیزوں کا کوئی گروہ بھی اس کی پشت پناہی کیلئے نہ ہو تو اسکا خدا ہی حافظ ہے۔ خاصکر ایسی صورت میں کہ وہ محض اصول پرست ہو اور ذرائع کے انتخاب میں بھی بے پروا ہو مسطا کلیس کی بعینہ یہی حالت تھی۔ اسکی فضیلت کی وجہ سے بہت سے ایسے لوگ اسکے دشمن بن گئے تھے جو اپنے خاندانی تعلقات کی بنا پر مختلف فریقوں کی رہنمائی کرتے تھے اور اسکے غیر محتاط ہونے کی وجہ سے ایسے لوگ بھی اس سے بدظن ہو گئے تھے جو ان سرگروہوں سے کم عقل رکھتے تھے۔ اسکے برعکس ارسطیدس میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جنسے انسان کسی گروہ کو زینت دیسکتا ہے۔ اسمیں اتنی ایمانداری اور دیانت داری تھی جتنی ایک مدبر میں ممکن ہے۔ وہ الکمونیوں کا جانب دار تھا۔ جہاں تک ممکن تھا وہ اپنی ذات سے درماندگی نہیں کرتا تھا اور اسکی اشراف پسندی کی شہرت محض اس بنا پر تھی کہ وہ عوام میں مقبول نہ تھا +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰) پلہم رسل (بیڈفرڈ) اور کیوینڈش (ڈیونشائر) ہی رہنما رہے ہیں اور آخرالذکر کا تو اب بھی وہی پایہ ہے۔ انگلستان میں بھی کسی خود مختار نو دولتے کو لوگوں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ اسکی مثال کے لئے برڈم کی وزارت کے اختتام کی یاد بالکل کافی ہے۔ انگلستان اور ایتھنز دونوں میں آزادی پسند گروہ یہ چاہتا تھا کہ اعلیٰ طبقے کے لوگ اسکی رہنمائی کریں۔ مسطا کلیس اسی لئے علیحدہ ہونے پر مجبور ہوا کہ وہ آزادی پسند اشراف کے قدیم اقتدار کو ماننے کیلئے تیار نہ تھا +

[۱۰] بیوسولٹ (۱۸۰۵) یہ فرض کرتا ہے کہ میرون ساکن فلیا جسنے کیلونی واقعے کا الکمونیوں پر الزام لگایا تھا ایک لیکومی تھا۔ دیکھو پلوٹارک "تمسطا کلیس" ۳۔ بہرحال یہ ضرور ہے کہ محض خاندانی تعلقات کی بنا پر کسی بڑے گروہ کو مسطا کلیس اپنا نہیں کہہ سکتا تھا +

ایتھنز کی قوت کے مسائل سے مشطا کلیس کو ایک خاص دلچسپی تھی اور خارجی معاملات میں تو اس سے زیادہ کوئی واقف کار ہی نہ تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ وہ ہمیشہ سے حیلہ بازی میں مشاق تھا۔ اس کی سکینس کی دو سفارتوں سے (جنمیں سے پہلی سفارت کے متعلق تو کوئی شبہ نہیں) اور جس طریقے سے اسنے فیصیل ایتھنز کی تعمیر کر کے نزاع اسپارٹا کا خاتمہ کر دیا یہ امر صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اسکے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان کچھ نزاع تھی اسنے اسپارٹی بیڑے کو برباد کرنے کی تدبیر سوچی تھی[11] اغلب یہ ہے کہ اندرونی معاملات اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ تعلقات میں اسنے دیانتداری کا برتاؤ نہیں کیا اور اسی وجہ سے عوام الناس ایسے شخص سے فی الجملہ آزردہ ہو گئے ہونگے جسکے اثر کا انحصار محض اسکی ذاتی قابلیت پر تھا۔ اسپر بندۂ درم ہونے کا الزام لگایا گیا اور اسمیں شبہ نہیں کہ وہ بڑے بڑے امرا کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ ۴۵۸ ق م ہی میں اسنے انوکھے تعلقات ایران کے ساتھ ایسے نہ تھے جو کسی جمہوریہ میں ہونے چاہئیں یا جنسے ایتھنزیوں کے دل میں اسکی وقعت بڑھ سکتی۔ اسکا اپنی لڑکیوں کو سائیبرس اور اطالیہ کے نام سے موسوم کرنا فی نفسہ ایک ہلکی سی بات تھی مگر ممکن ہے کہ اس سے بھی اختلاف بڑھ گیا ہو[12] قصہ مختصر یہ ہے کہ یہ ممتاز شخص جو بہت سے تعصبات سے بالاتر تھا نہایت آسانی کے ساتھ بدنام ہو گیا اور اسکے تنزل میں خاصکر اسوجہ سے کوئی اور

---

[11] مشطا کلیس کا ارادہ یونانی بیڑے کی بربادی کا تھا اور اس موقع پر ارسطیدیش کی ایمانداری نمایاں ہے۔ پلوٹارک۔ "ارسطیدیش"۔ ۲۲۔ "مشطا کلیس"۔ ۲۰۔ مقابلہ کرو تفصیلی بحث D U ۸، ۶۵۔ ۶۷۔ مشطا کلیس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسنے خلیج پیگا سے میں اسپارٹی بحری بیڑا جلا دینے کا ۴۶۷ ق م میں ارادہ کیا تھا جب وہ لیونی خیدیس کی ماتحتی میں تھسلی سے لڑ رہا تھا۔ نیز دیکھو گرتیس ۶، ۸۲۷۔ مشطا کلیس بننے ارتمس ارسطو بوے کیلئے ایک مندر تعمیر کیا (پلوٹارک "مشطا کلیس" ۲۲۔) اور تولیون جسکا خیال تھا کہ اسکی کامیابی اوتوماتیا کی وجہ سے ہوئی دو متضاد شخصیتیں ہیں۔

[12] مشطا کلیس کے تعلقات بیرونی ممالک سے نہایت وسیع تھے اور ان ممالک میں ایران اسپارٹا آرگوس کورنتھ اٹلی اور شاید سسلی بھی شامل تھے۔ اسیوجہ سے مشطا کلیس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسنے چھٹی صدی ق م کے ایتھنزی طرز عمل کو جاری رکھا اور دراصل وہ ہی فارقلیس اور الکیبیاڈیس کا پیشرو ہے۔ طوسی دیدش (۱، ۱۳۸) نے اسکے اوصاف کا خاکہ کھینچا ہے۔ طوسی دیدش کو

رکاوٹ نہ رہی کہ ایک طرف تو ایتھنز میں اسکا کوئی اور ہم خیال نہ تھا اور دوسرے اسپارٹا والے اس سے متنفر تھے ۴۸۰ سنہ ق م کے بعد وہ پھر سپہ سالار مقرر نہیں کیا گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یہ محض اسوجہ سے نہ تھا کہ امن کے زمانے میں دوسرے بھی اس عزت اور وقار کی تمنا کرنے والے موجود تھے بلکہ غالبًا اسکی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو یہ یقین نہ تھا کہ مسطا کلیس ایران کے ساتھ ایسے تعلقات رکھیگا جنمیں محض ایتھنز کی ہی بہتری مدنظر ہوگی۔ اسلئے جب دونوں فریق اس سے ناراض ہوگئے تو ایسی صورت میں اسکا جلاوطن کیا جانا کچھ زیادہ تعجب کی بات نہیں۔ مگر نہ تو اسکا ثبوت ہے اور نہ یہ قرین قیاس ہے کہ اسنے پیوسانیاس کی طرح غداری کی ہو۔ ایتھنز سے اخراج کے بعد پوسانیاس اکثر آرگوس میں رہا جو اسپارٹا کی عداوت کا گویا مرکز تھا اور وہاں سے اسنے پیلوپونیز کی بعض دیگر ریاستوں کا سفر کیا۔ اسکے بعد اسپارٹیوں نے اپنے ایلچی ایتھنز روانہ کئے اور مسطا کلیس پر یہ الزام لگایا کہ چونکہ یہ پوسانیاس کے ساتھ غداری میں شریک تھا اسلئے اسکو سزا دینی چاہئے۔ الکمیون کے بیٹے لیوبوتاس کی تحریک کے بموجب[۱۳] ایتھنزیوں نے مسطا کلیس کو واپس بلانے کیلئے اسپارٹی سفیروں کے ساتھ چند ایلچی روانہ کئے۔ مسطا کلیس نے خیال کیا کہ اسوقت راستے سے ہٹ جانا ہی مناسب ہے اور جزیرہ کورکیرا کو روانہ ہوگیا جو اسکا پہلے سے مرہون منت تھا۔ مگر کورکیرا کے باشندوں نے بھی اسے اسپارٹیوں سے بچانے کی جرأت نہیں کی، اسلئے وہاں سے وہ ایپیرس چلا گیا جہاں اسنے مولوسیوں کے بادشاہ ادمیتس کی پناہ مانگی۔ باوجودیکہ ایک مرتبہ مسطا کلیس نے اسکے حصول مقصد میں دراندازی کی تھی لیکن اسے اس حاکم کی مہربانی پر پورا وثوق تھا۔ ادمیتس نے اسے دشمنوں کے حوالے نہیں کیا بلکہ شاہ سکندر کے پاس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) غالبًا پوسانیاس کی سازش کی جو اسنے اسپارٹی آئین کے خلاف کی تھی اطلاع ہوگئی ہوگی۔ پلوٹارک ("کیمون" ۱۰) کے مطابق کیمون اور ارسطیدیش مسطا کلیس کے مخالف تھے اس سے یہ ظاہر ہے کہ اسکے خلاف استبدادی اور آزاد خیال دونوں تھے۔ ہمارے پاس اس قول میں شبہ کرنے کی نہ کوئی اندرونی وجہ ہے نہ خارجی۔

[۱۳] یہ کراتیرس کی رائے ہے جو میولر، ۱۱ میں منقول ہے۔

پیدنا روانہ کردیا جہاں سے وہ جہاز میں بیٹھکر ایشیا چلا گیا۔ جزیرۂ ناکسوس پہنچکر سے پھر خطرات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہاں اسے معلوم ہوا کہ ایک ایتھنزی بیڑہ جزیرے کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا ہے طوفان کی وجہ سے اسکا جہاز مجبوراً وہاں لنگر انداز ہوا۔ اب تمسطاکلیس کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اگر طوفان میں اسکا جہاز بیڑے کے قریب پہنچ گیا تو اسکو بیڑے والے پہچان لینگے اسلئے اسنے جہاز کے کپتان پر اپنے تئیں ظاہر کردیا اسنے کسی ترکیب سے جہاز کو بیڑے سے دور ہی رکھا۔ تمسطاکلیس جب اس خطرے سے بچ گیا تو وہ اطمینان سے ایفی سس گیا اور اردشیر کی تخت نشینی کے چند روز بعد ہی سوس پہنچا [۱۴] اسنے شہنشاہ کو وہ خدمات یاد دلائیں جو اسنے زرکسز کیلئے کی تھیں اور یہہ درخواست کی کہ اسے ایک سال کے بعد شرف باریابی عطا کیا جائے تاکہ اس عرصے میں وہ فارسی زبان میں پوری مہارت حاصل کرلے۔ اردشیر نے یہ منظور کرلیا۔ بالآخر وہ بادشاہ کا منظور نظر ہوگیا اور شہنشاہ کو یونان کے ایرانی صوبہ بنانے کی بڑی بڑی امیدیں دلانے لگا۔ ایران میں ممتاز غیر ملکی غداروں کی ہمیشہ نہایت خاطر و تواضع کی جاتی تھی اور بلاشبہ تمسطاکلیس میں یہ صفت موجود بھی تھی۔ تین شہروں کی آمدنی اسکے جیب خرچ کیلئے مقرر کیگئی۔ یعنی شراب کیلئے ملیاکوس۔ گوشت اور سامان رسد کیلئے می اس اور روٹی اور سامان سکونت کیلئے دریائے میاندر والا مگنیشیہ۔ اسکا صرف روٹی کا خرچ سالانہ چالیس تالنت تھا* مگنیشیہ کے سکہ پر اسکا نام ہونے سے

[۱۴] طوسی دیدش (۱، ۱۳۷) کے مطابق اسنے اردشیر سے خط و کتابت بھی کی تھی۔ نیوسولٹ (۲، ۳۹) کی رائے ہے کہ مورخین مابعد بجائے اردشیر کے زرکسز کا نام محض اعتبار بڑھانے کیلئے لیتے ہیں۔ اسکا خیال ہے کہ اگر تمسطاکلیس، ایفی سس ۴۶۷ ق م میں آگیا۔ اور اس نے اردشیر کے ہی زمانے میں سوس کے ساتھ تعلقات قائم کئے ہونگے۔ اسلئے کہ اردشیر ۴۶۵ ق م میں تخت پر بیٹھ چکا تھا۔ بہرحال یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ کریوگر کے خیال کو کہ زرکسز نے ۴۶۷ ق م میں وفات پائی اب تمام مورخوں نے رد کردیا ہے۔ نیز دیکھو کرتیس ۲، ۶۲ — ۸۲۵، ۲۶ ؛

* ایک تالنت = قریب ۲۴۴ پونڈ = ۳۶۶۰ روپیہ۔
+ ۴۰ تالنت = ۱۴۶۴۰۰ روپیہ۔ مترجم

یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دراصل اس شہر پر مطلق العنان حاکم تھا[۱۵]

خود **طوسی دیدش** کے زمانے میں ہی اسکی موت کے مختلف وجوہ بیان کئے جاتے تھے۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہوکر اپنی موت سے مرا۔ مگر بعض کا یہ قول تھا کہ چونکہ وہ اس وعدے کو جو اسنے شہنشاہ کے ساتھ کیا تھا کہ وہ یونان کو ایرانی سلطنت میں شامل کرا دیگا پورا نکر سکا اسلئے اسنے ایک بیل کا خون پی کر خودکشی کرلی اسکی موت کے سال کا ہم کو علم نہیں۔ فرض کیا جاتا ہے کہ وہ ۴۵۸ ق م میں مرا ہوگا۔ **مگنیشیہ** کے بازار میں اسکا ایک بت نصب کیا گیا اور اسکے عزیزوں نے اسکی ہڈیاں اسکے جنم بھوم **اٹیکا** میں لاکر دفن کر دیں[۱۶]

مسطا کلیس یونان کے عظیم الشان لوگوں میں سے تھا۔ اسنے یونان کیلئے بہت کچھ کیا اور جہاں تک ہم کو علم ہے نقصان نہیں پہنچایا۔ اسکی شخصیت کچھ دلفریب نہ تھی مگر یہہ بات عموماً بڑے مدبروں میں پائی جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اسمیں بہت سے نقص بھی تھے جنکا اسے آخر کار خمیازہ بھگتنا پڑا۔ **مسطا کلیس** جیسے شخص کیلئے **مگنیشیہ** کے حاکم کا مقیش کچھ خوشی کا باعث نہ ہوسکتا تھا' اور اگر یہ سچ ہے کہ اسنے ہمیشہ اسی خیال میں اپنی زندگی بسر کی کہ اس سے یونان کو ایک ایرانی صوبہ بنانے کا مطالبہ کیا جائیگا تو ایسے عیش سے اسے کوئی تسکین قلبی میسر نہیں آسکتی تھی اور دراصل اسکی حالت **سیسنٹ ہیلینا** کے قیدی سے بھی بدتر ہوگئی۔[۱۷]

---

۱۵ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساحلی شہر لمپاکس اور می اُس اسوقت آزاد نہ تھے۔ بیوسولٹ اور کیوہلر دونوں کی رائے یہ ہے کہ وہ آزاد تھے اور انکی تفویض کا اصل مقصد صرف مسطا کلیس کو ایرانی جانبدار بنانے کیلئے طمع دینا تھا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ دراصل لمپاکس پر قابض نہ تھا تو پھر تیسری صدی ق م تک وہاں اسکی یاد زندہ کیسے قائم رہی۔ بیوسولٹ ۲' ۳۹۵ میں لولنگ ۶' ۱۰۳ کا تتبع کیا گیا ہے

۱۶ مسطا کلیس کی موت کیلئے دیکھو طوسی دیدش ۱' ۱۳۸۔ بیل کا خون پینے اور اسکی وجہ سے مرجانے کا قصہ سب سے پہلے Arist ۸۳' ۸۴ میں بیان کیا گیا ہے۔ بیوسولٹ ۲' ۳۹۵۔ ۳۹۶ میں اہم واقعات کا ملخص دیا ہوا ہے۔ وہ یہہ فرض کرلیتا ہے کہ مسطا کلیس کی موت قریب قریب ۴۵۸ ق م میں واقع ہوئی ہوگی جب کہ مصر کی بغاوت کے بعد اردشیر نے یونان کے مقابلے میں ایرانیوں کو مسلح کرنا شروع کیا۔ اگر ہم ایرانی لڑائیوں کا جنگ ٹرائے سے مقابلہ کریں تو مسطا کلیس یونانیوں کا

مملکت ایتھنز اسی دوران میں دونوں بڑے بڑے گروہوں کے قائم مقاموں یعنی کیمون اور ارسطیدیش کی نگرانی میں برابر ترقی کرتی رہی اور یہ دونوں امور عامہ کا انتظام یک جہتی کے ساتھ کرتے رہے۔ پہلے تو ارسطیدیش نے جو کیمون سے عمر میں بڑا تھا اندرونی اور خارجی معاملات میں رہنمائی کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ اسنے آخر اپنے ہی نام سے عمومی تنظیم کی تکمیل کرائی اور ایک قانون منظور کرایا جسکی رو سے ہر شخص یہاں تک کہ معیار مالیت کے چوتھے طبقے کے افراد بھی آرخن مقرر ہو سکتے تھے[۱۷] چند مورخوں کا خیال ہے کہ اس موقع پر آرخنی کیلئے قرعے کے ذریعے سے انتخاب کا طریقہ رائج کیا گیا۔ اور ڈنکر بھی اسی خیال کی تائید میں اسکی توجیہ یہ کرتا ہے کہ اس قرعہ اندازی کا سبب یہ تھا کہ اشراف کو عمومیت کی توسیع کا کچھ معاوضہ مل جائے۔ مارانھون کے لڑائی کے سنہ میں ہی ہیروڈوٹس نے لکھا ہے کہ پولیم ارخ کا انتخاب قرعے کے ذریعے سے ہوا تھا۔ اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر اس طریقے کا رواج ارسطیدیش یا ایفیالتیس کے زمانے میں ہوا تو ہیروڈوٹس کو اسکی کیوں خبر نہ تھی۔ خود طریق انتخاب بذریعہ قرعہ نہ تو عمومی ہے اور نہ اعیانی۔ اسکا مقصد صرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) اوڈی سیس سمجھا جائیگا ہیروڈوٹس اور طوسی دیدش کا جو خیال مشطا کلیس کے متعلق ہے اس سے مشطا کلیس اور ارسطیدیش کی سیاسی حیثیت کے متعلق میری صحت رائے کا ایک اور قرائنی ثبوت ملجاتا ہے۔ فروشر فارسی کا طوسی دیدش کبھی انکو برا نہیں کہتا' ہیروڈوٹس جسکی بابت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عمومی حکومت ایتھنز کا مؤید تھا ہمیشہ اسکے حسب زر کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ارسطیدیش عمومیت پسند تھا اور اسکی مزید تصدیق ارسطاطالیس کی کتاب "ایتھنزی دستور" باب ۲۳ سے ہوتی ہے۔

[۱۷] پلوٹارک "ارسطیدیش" ۲۲ - بیوسولٹ ۲، ۳۳۷ - ۳۳۸ + پیولہان نے اپنی کتاب "تاریخ یونان" میں (جو میولر کی کتاب "علوم قدیمہ" ۳، ۴۰۴ میں شامل ہے) اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ فنک (بابت مشطا کلیس" مطبوعہ ۱۸۴۹ء) کا خیال ہے کہ حق رائے دہی کی وسعت کی بنیاد مشطا کلیس ہی نے رکھی تھی۔ پیولہان بالکل سچ کہتا ہے کہ یہ درست نہیں ہو سکتا۔ مگر ارسطیدیش کے طرز عمل سے تبدیل آراء کا ضرور اظہار ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ میرے نظریے سے جو اسناد کے تحقیقی تفحص کا نتیجہ ہے اس واقعے کی آسان ترین تشریح ظاہر ہوتی ہے۔

یہ ہے کہ افسروں کے انتخاب میں غیر جانبداری پر امیدواروں کے تمام امکانی اوصاف قربان کیئے جائیں اسی وجہ سے قرعہ ان عہدوں کیلئیے زیادہ موزوں ہے جنمیں کسی خاص قابلیت کی ضرورت نہو۔ جب آرخنی کی ذاتی اہمیت مفقود ہوگئی تو پھر قرعے کے ذریعے سے انتخاب میں کچھ حرج نہیں رہا۔ اسکی ابتدا کلئیس تھنیس سے ہوئی جسنے استراتی گوز اور پرتانیس کو حقیقی عمّال کی حیثیت دیدی تھی۔ اسکے ساتھ ہی قرعی انتخاب کو یونانی نظر سے ایک اور خصوصیت حاصل تھی جسے نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ چونکہ انکے نزدیک دیوتا تمام معاملات قرعے ہی کے ذریعے سے طے کرتے تھے اسلیئے اس طریقے کو برتنے سے منتخب شدہ اشخاص میں برگزیدگی الٰہی کا بھی اظہار ہوتا تھا۔[۱۸]

جب کیمون یہ بتلا دیتا تھا کہ ایتھنز اور اسکے کسی خاص حلیف میں کس قسم کا برتاؤ ہونا چاہیئے تو ارسطیدیس ہی ایتھنز اور اس حلیف کے معاملات طے کرنے میں خاص حصّہ لیتا۔[۱۹] ایتھنزی لیگ در اصل اس زبردست مخالف ایران یونانی لیگ کا سلسلہ اور شاخ تھی اور جو خود پیلوپونیزی محالفہ سے نکلی تھی جسکا سرگروہ اسپارٹا تھا۔ ایتھنز نے ۴۷۸ء قوم

[۱۸] مصنّفین ماقبل (بوسخ۔ شیومان "یونان قدیم" ۱، ۳۵۶ وغیرہ) کی رائے میں قرعے کے ذریعے سے افسروں کا انتخاب در اصل کلئیس تھنیس کا اختراع تھا۔ ڈنکر اور میولر سٹربونگ کا خیال ہے کہ ارسطیدیس، اور ۱، میولر اور لوگیبل اور بیوسولٹ ("تاریخ یونان" ۲، ۱، ۴) کے نزدیک ایفیالتیس ہی کا موجد تھا۔ گلبرٹ صرف کلئیس تھنیس کو مستثنےٰ کرتا ہے۔ ہیروڈوٹس (۶، ۱۰۹) یہ طریق انتخاب کلئیس تھنیس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اسکے خلاف صرف ایک سوال پیش کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ باوجود قرعی انتخاب کے ابتک عین وقت پر مسطا کلیس جیسے بڑے بڑے لوگ آرخن منتخب ہوسکتے تھے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ قرعے کیسے ترتیب دیئے جاتے تھے۔ جس شخص کے نام کی گولی کلسے میں نہیں ڈالی جاتی تھی اسکا انتخاب ہونا محال تھا اور اگر صرف ایک ہی گولی ڈالی جاتی تھی تو ظاہر ہے کہ ایک ہی نکلتی تھی۔ اس طریقے کو مضحکہ انگیز سمجھنا بالکل بیکار ہے۔ قرعی انتخاب کا انتظام بالکل ویسے ہی کیا جاتا تھا جیسا ازمنۂ وسطےٰ میں شہر فلورنس میں۔

[۱۹] پلوٹارک "کیمون" ۱۱ اہمیت سے خالی نہیں۔ کیمون راستہ بتاتا تھا۔ اس دور میں ہر ایک حلیف سے علیحدہ علیحدہ برتاؤ کا طریقہ عام طور پر رائج تھا۔

میں ہی اس سرگردہی کو تسلیم کر لیا تھا اور ۴۸۰ء ق م اور ۴۷۹ء ق م میں اسنے قطعی طور پر مان لیا تھا مگر جونہی لڑائی یورپی یونان سے ایشیا اور ہیلیس پونٹ کو منتقل ہوئی اسپارٹا سے سرکردگی کی اہلیت جاتی رہی۔ اور اسکے علاوہ اسپارٹی اور پیلوپونیزی ان حصّوں میں لڑائی سے تھک گئے۔ جب اسپارٹا ایشیائی یونانیوں کو ایران سے نہ بچا سکا تو انھوں نے ایتھنز سے پناہ مانگی۔ ایتھنز نے انکی سرگردہی کو تسلیم کر لیا اور اسکو اپنے ہی اختیار میں رکھا۔ اس تحریک کے اوّلین مدارج کا علم مثل اسی قسم کے اور بہت سے معاملات کے ابتدائی حالات کے ہمکو بہت کم ہے[۲۰] صرف یہ تیقّن کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جب ایتھنز نے ایرانیوں کے خلاف رہنمائی اختیار کی تو اسکے نئے حلیفوں یعنی ایشیائی اور بزاری یونانیوں میں نہ کسی قسم کی ترتیب تھی نہ تنظیم۔ اور چونکہ اکثر کا یہ خیال تھا کہ ان میں جنگی قابلیت بالکل مفقود ہو گئی ہے اسلیئے وہ روپیہ دینا اور وقت پر جہاز اور سپاہی ایتھنز کے حوالے کر دینا اور باقی تمام ضروریات کو ایتھنز پر ہی چھوڑ دینا مناسب سمجھتے تھے۔ اسی لیئے اسکی ضرورت پیش آئی کہ ہر حلیف کے چندے کی مقدار مقرر کر دیجائے۔ اور یہ کام ارسطیدیس نے اپنے ذمّے لیا۔ اسکا طریق عام طور پر پسند کیا گیا اور ارسطیدیس کا مقرر کردہ فوروس یا خراج اس کی موت کے بہت دن بعد تک بھی بہترین تخمینہ قرار دیا گیا[۲۱] خزانہ دیلوسی ایولو کے سپرد کر دیا گیا جو ایونی محافظ دیوتا تھا اور اس کا انتظام ایتھنز کے نمایندوں کے ہاتھ میں

---

[۲۰] اس معاملے اور ہیلینی لیگ کے قیام میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے۔

[۲۱] ارسطیدیس کی موت کیلیئے دیکھو پلوٹارک "ارسطیدیس" ۲۶۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی موت کے مقام اور واقعات متعلقہ کی بابت تین روایتیں مشہور تھیں۔ ان میں سے اغلب وہ ہے جس کا بیوسولٹ نے ۲، ۳۶۹ اور ۳۹۰ میں ذکر کیا ہے کہ وہ پونتوس کے باضابطہ سفر میں ۴۶۷ء ق م یا اس کے بعد مرا۔ تعجب ہے کہ اتنے بڑے شخص کی موت کے متعلق اسقدر متضاد روایات ہوں۔ بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات کا تخمینہ:۔ ۴۷۶ء ق م ایران کے خلاف ایتھنز کی سرکردگی (بیوسولٹ ۲، ۳۴۴) ۴۷۴ء ق م۔ پوسانیاس کی موت (۲، ۳۸۳)۔ غالباً ۴۷۱ء ق م۔ تمستطا کلیس کا اخراج (۲، ۳۶۹)۔ غالباً ۴۶۷ء ق م تمستطا کلیس کی فراری (۲، ۳۸۹) شائد ۴۵۹ء ق م تمستطا کلیس کی موت (۲، ۳۹۶) ۴۶۷ء ق م کے بعد ارسطیدیس کی موت (۲، ۳۹۷)۔

رکھ دیا گیا۔ اسطرح حلیفوں نے ایتھنز کو از خود اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ اور اسکے بعد ایتھنز نے ہر ایک رعایت کو جو اسکو ایک مرتبہ دی گئی اپنا حق سمجھا۔ اور کسی حلیف کی مشارکت سے علیحدگی کی کوشش کو بغاوت قرار دیا۔ بدقسمتی سے بلحاظ یونانیوں کے اوصاف کے یہ طریق عمل انکے لیے کسیطرح پر بھی غیر ضروری نہ نکلا۔

اسناد

متعلق باب ہفتم

ہم اسوقت اس زمانے کی تاریخ کے ابتدائی سنین کا بیان کر رہے ہیں جسکو مورخوں نے "خمسینی" کہا ہے۔ مگر یہ مدت دراصل چہل سالہ مدت ہے جو ۴۷۹ ق م میں شروع ہوئی اور ۴۳۹ ق م تک رہی۔ اسی سال میں ساموسی لڑائی ختم ہوتی ہے اور پیلوپونیزی لڑائی کے پیش خیمے سامنے آتے ہیں اور اسناد اور تواریخ دونوں کیلیے ایک نیا تاریخی دور شروع ہوتا ہے۔ تاریخ تمدن کے سوا جسکے لیے بہت سے عظیم الشان نامکمل آثار اسوقت تک موجود ہیں اس چہل سالہ مدت کیلیے ہم تک نہایت کم اسنادیں پہنچی ہیں۔ کتبوں کے سوائے جنمیں سے بعض نہایت اہم ہیں مگر جو ہم تک غیر مکمل حالت میں پہنچے ہیں ہمارا علم محض قدیم تواریخ تک محدود ہے۔ یہ تواریخ دو حصوں میں تقسیم کیجا سکتی ہیں ایک تو کم و بیش سنوی وقائع اور دوسرے سوانح عمریاں طوسی دیدش اور دیودورس پہلی طرز کے اسناد ہیں اور پلوٹارک کی لکھی ہوئی مشطا کلیس، ارسطیدیش کیمون اور فارقلیس کے سوانح عمریاں دوسری شق میں آتی ہیں۔ نکیاس اور الکی بیادیس کی سوانح عمریاں دراصل پیلوپونیزی زمانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ منجملہ ان تمام اسنادوں کے طوسی دیدش ہی واقعات کا قریباً ہمعصر ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے اسکی بنا ذاتی واقفیت پر مبنی ہو سکتی ہے۔ اسکی تصانیف کے مطالعے سے اسبات کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے کہ اسنے اکثر سچ کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کی اور ایک حد تک وہ پہنچ بھی گیا۔ آجکل کے بعض مورخوں نے اسکے خلاف چند الزامات لگائے ہیں جنکے لیے انکیسویں باب کے حاشیے دیکھنے چاہئیں۔ جب مصنفین مابعد کو کسی امر میں طوسی دیدش سے اختلاف ہو تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان کو

طوسی دیدش سے بہتر معلومات بہم پہنچ سکتی تھیں؟ آیا انکی معلومات کا طوسی دیدش کے ذرائع سے بہتر قابل وثوق ماخذ تھا؟ یہ کافی نہیں کہ محض ان مصنفین کے نام بتا دیئے جائیں جن سے انھوں نے اقتباس کیا ہو اسلیئے کہ ممکن ہے کہ جو مصنف کتاب کا اصل ماخذ ہو اسی سے اقتباسات کم کئے گئے ہوں۔ اسلیئے ان اقتباسات کو نظر انداز کرکے ہمیں یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ کن کن اسنادوں کو استعمال کیا گیا اور کون سی اسناد کو وہ استعمال کرسکتے تھے اور کسطرح انھوں نے ان اسنادوں سے استفادہ کیا؟

اس پچھلی بات کے متعلق جسکی اہمیت بہت زیادہ ہے، عرصۂ دراز تک اہل علم کا یہ خیال رہا کہ دیودورس اور پلوٹارک نے اپنے اسناد کی نقل کرنے میں کورانہ روش اختیار کی ہے اور یہ نقول لفظ بہ لفظ پلوٹارک اور دیودورس کے تصانیف میں مل سکتی ہیں۔ لیکن یہ رائے اب تقریباً ناقابل قبول رہ گئی ہے اور کم سے کم پلوٹارک کے متعلق تو اب کوئی اس خیال کا مؤید نہیں رہا۔ ہر ایک قدیم مورخ کا طریقہ بھی ویسا ہی جدا تھا جیسا کہ اب ہمارا بعض تو صرف اپنے اسناد کے ساتھ ہی چلتے تھے اور بعض نفس مضمون پر روشنی ڈالتے تھے۔ پلوٹارک دہیاتی اور نقاش تھا، اور دیودورس سے زیادہ آزادی کے ساتھ تاریخی مواد پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ اسی وجہ سے یہ معلوم کرنا کہ کہاں ایک نئی سند کا استعمال ختم اور دوسری سند کا شروع ہوتا ہے پلوٹارک میں بہ نسبت دیودورس کے زیادہ مشکل ہے۔ اگر ہم یہ دریافت کرنا چاہیں کہ پلوٹارک یا دیودورس نے تاریخی مواد کا بہترین استعمال کیا اور اسکے مفہوم کو صحت کے ساتھ ادا کیا یا نہیں تو ہمکو فوراً یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ انکی صحت اس پائے کی نہیں ہے جسپر پورا اعتبار کیا جاسکے دیودورس نے اسلیئے غلطیاں کی ہیں کہ وہ اس ذخیرۂ اسناد کو نہ سمجھ سکا جو اسکے سامنے تھا۔ اور جیسا ہم تفصیلاً بعد میں بیان کرینگے پلوٹارک کو بہ نسبت فرداً فرداً ہر ایک واقعے کی صداقت کے نفس زندگی کی خاص اہمیت سے زیادہ بحث تھی۔ بدیں وجوہ پلوٹارک اور دیودورس دونوں کی تصانیف کے استعمال میں بہت سی مشکلات ہمارے سامنے آئینگی۔ انکے سلسلۂ بیان کی قدر اس وجہ اور بھی کم ہوجاتی ہے کہ سوائے طوسی دیدش کے باقی تمام قدیم اسناد جنکا انھوں نے اعتبار کیا ہوگا بلاشبہ قطعی بیکار ہیں۔

سوال یہ ہے کہ وہ کونسے مصنف ہیں جنسے ان دونوں نے حقیقتہً مدد لی ہوگی۔ موجودہ تحقیقات (جنکی بہترین مثال کیلیئے دیکھو ل، ہولم تصانیف "تحقیق متعلق تاریخ یونان

از ۴۸۹ سنہ ق م تا ۴۱۳ سنہ ق م"۔ لائبزگ (۱۸۸۹ء) سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ان کے اصل ماخذ ایفورس اور تھیوپومپس تھے۔ اور جن دوسرے مورخوں سے انھوں نے مدد لی وہ نہ تو ان دونوں سے زیادہ قدیم ہیں اور نہ ان سے زیادہ قابل وثوق ایفورس اور تھیوپومپس دونوں چوتھی صدی ق م میں تھے اور اسلیئے اسنیں اور "خمینی" کے واقعات میں ایک صدی سے زیادہ کا تفاوت تھا۔ ۴۸۰ سنہ ق م سے ۴۴۰ سنہ ق م تک کے جو واقعات انھوں نے لکھے ہیں انکے ماخذ محض ادبیات ہی ہوسکتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوا طوسی دیدش کے اور کوئی ایسی تحریر ان کے پاس موجود بھی تھی یا نہیں۔ اور کیا ایفورس اور تھیوپومپس کو قابلیت یا خواہش ان چالیس سال کے صحیح واقعات دریافت کرنے کی تھی بھی یا نہیں۔ موخرالذکر کی بابت تھیوپومپس نے اپنی "تاریخ فیلقوسی" کے دسویں مقالے میں اس مدت کا ذکر کرنے میں صرف اس غرض سے مضمون نگاری کی ہے کہ ایتھنزی عمومیت کے نقائص دکھائے اور اسکی پیچ کشی کرسکے۔ ایفورس کا مقصد ضرور اس عہد "خمینی" کی تاریخ لکھنا ہے۔ مگر پہلے تو فریکے وغیرہ سے ایک عرصۂ دراز تک اسے قابل اعتبار مصنف تسلیم کیا جاتا رہا (تحقیقات ماخذ ہائے تاریخ یونان کے متعلق نکیاس والکیبیادیس، لائبزگ ۱۸۶۹ء) لیکن آخر ان تحقیقات سے وہ قطعی ناقابل اعتبار ثابت ہوچکا ہے۔ بیوسولٹ نے اپنی "تاریخ یونان" کی دوسری جلد میں قطعی طور پر ثابت کردیا ہے کہ یہ مصنف کسی صورت سے بیجا نہیں مانا جاسکتا۔ بلکہ بعض مزعومہ تواریخ کا جھوٹ فریب کی حد تک پہنچ جاتا ہے (بیوسولٹ ۲، ۱۰۵ - ۱۰۶، ۱۵۲، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷ وغیرہ) ایفورس اور تھیوپومپس دونوں اہل بلاغت تھے اور مشہور سوفسطائی ایسقراطیس کے شاگرد تھے۔ انھوں نے تاریخ اظہار واقعات کیلیے نہیں بلکہ اپنی فصاحت دکھانے اور محض ادبی تعلیم کی خاطر لکھی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ انکا مقصد واقعات کو سلجھانا تھا تو بھی وہ سوا طوسی دیدش کے کہاں سے واقعات اخذ کرسکتے تھے؟ اول تو انکے زمانے میں سرکاری نوشتے مثلاً تجاویز عمومی، حسابات وغیرہ ضرور موجود ہونگے اسلیئے کہ انمیں بعض ہم تک بھی پہنچے ہیں، مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ انکا معتدبہ استعمال کیا گیا ہو۔ سب سے پہلا شخص جسنے ان ماخذ ہائے تاریخ کی طرف اس سیاسی تحقیقات کی خاطر جسکا اصلی موجد ارسطاطالیس تھا، توجہ کی وہ انتی گونس گوناتاس کا بھائی کراتیرس تھا۔ اسنے کتاب

"تجاویز ایتھینز" مرتب کی جسکا پلوٹارک میں بھی ذکر ہے۔ اسکے ساتھ چند اور مصنف گزرے ہیں جو عہد خمینی میں تھے اور جنکی تحریرات سے ایفورس اور تھیوپومپس نے اتنی ہی مدد لی ہوگی جیسے انہوں نے طوسی دیدش سے مدد لی۔ اور جیسا خود پلوٹارک نے کیا ہے۔ مگر ہر امر کا فی حیثیت سے انکی تحریرات کچھ کم مایہ تھیں۔ وہ تحریرات خیوسی ایلون نے اپنی کتاب ایپی ڈیمیائی میں دیئے ہیں اور سٹیسمبروٹس ساکن تھاسوس کی وہ کتابیں ہیں جو اسنے مشخاکلیس، طوسی دیدش اکبر اور فار قلیس پر تصنیف کی ہیں۔ یہ تصانیف دراصل محض تذکروں کے تحت میں آسکتی ہیں اور پلوٹارک نے انکے متعلق سوا انحمری فار قلیس میں جو رائے ظاہر کی ہے وہ بالکل درست ہے (فار قلیس ۱۳) ایلون نے تو اہم واقعات کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔ اور باوجود شمڈٹ کی کوشش کے ("دور فار قلیس" جلد ۲) سٹیسمبروٹس تاریخ یونان میں اس اہمیت کو نہیں پہنچا جو شمڈٹ اسکو دینی چاہتا ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ جیسا شمڈٹ کا خیال ہے اگر سٹیسمبروٹس ہی "خمینی" کیلئے پلوٹارک کا اصل ماخذ تھا اور اگر اسپر اعتبار کیا جاسکے تو ایسی صورت میں ۴۸۰ سنہ ق م سے ۴۷۰ سنہ ق م کے واقعات کے متعلق ہمارا علم قابل اطمینان ہو جائیگا مگر شمڈٹ یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہے کہ پلوٹارک نے اس مورخ سے کچھ زیادہ مدد لی تھی اور نہ وہ سٹیسمبروٹس کو اس الزام سے بری کرسکا ہے کہ اسنے محض بازاری گپ کو ضبط تحریر میں لانے پر اکتفا کیا تھا۔ نتیجہ یہ ہے کہ جن واقعات کا سرچشمہ سٹیسمبروٹس قرار دیا جاتا ہے وہ صحیح طور پر کچھ مشکوک سمجھے جاتے ہیں۔ (بیوسولٹ ۲ ۱ ۴۰۹) حال ہی میں حقیقت واقعی تک پہنچنے کا ایک اور راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ انگر، بیوسولٹ اور بعض دیگر مورخین کی یہ رائے ہے کہ ایفورس نے اپنی تصنیف کا ایک معتد بہ حصہ کسی ایٹکائی سے نقل کیا ہے۔ یہ قرار داد فی نفسہ اہم ہوتی اسلیئے کہ مقامی تجسس بہت سی نئی معلومات کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ مگر یہ بہ نسبت تاریخ کے قدیمیات کیلئے زیادہ قابل قدر ہے۔ دوسرے ایٹکائی وقائع نگار سنہ ق م کے بعد ہی اپنا کام شروع کر دیتے ہیں اسلیئے وہ ایفورس سے کچھ زیادہ اہم نہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان پر آجکل زیادہ اعتبار بھی نہیں کیا جاتا۔ اور بیوسولٹ (۱ ۳۶۳) کے نزدیک انکی تحریرات خود ستائی اور ناقابل وثوق تفصیل سے بھری ہوئی ہیں۔ سامسی دورس کے وقائع کے بھی (جو چوتھی صدی کے آخری حصے میں لکھے گئے تھے) ممکن ہے کہ مقامی اہمیت ہو۔ مگر ان تمام

مصنفین کے متعلق ہمارا صرف ایک سوال ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ انہوں نے اپنے ملک کے نام و نمود کیلئے ہر قسم کے واقعات کو بڑھا چڑھا کر اپنی تحریرات اسسے پُر کر دی ہوں، خواہ وہ واقعات سچے ہوں یا جھوٹے ؛

تبصرۂ بالا پر نظر کر کے ۴۸۰ ق م سے ۴۴۰ ق م تک کے تاریخ کے اسناد کی وقعت کا اندازہ مفصلہ ذیل ہے ؛

صرف طوسی دیدش ہی قطعی طور پر قابل اعتبار ہے۔ غالباً اسکی رائے ہیلانیکوس کا تتمہ لکھنے کیلئے سچ تھی اسلئے کہ اسنے بہت کم واقعات کا اعادہ کیا تھا (طوسی دیدش ۱، ۹۷)۔ مگر خود طوسی دیدش نے بھی ان واقعات کو جو ایتھنز کے عروج کا باعث ہوئے محض اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔ نوشتوں سے نہ صرف اسکے بیانات کا تکملہ کیا جا سکتا ہے بلکہ اسکی تصحیح بھی ممکن ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ دیو دورس، پلوٹارک یا دیگر مصنفین مابعد اسکے خلاف ہوں تو انھیں رد کر دینا ہی بہتر ہے۔ اور اگر آپس میں کوئی اختلاف نہ ہو تو پھر جیسا مصنف ہو اور جیسی اسکی تحریر کی حقیقی نوعیت ہو اتنا ہی اسپر اعتبار کیا جائے۔ ان مصنفین مابعد کی تصانیف سے اس حصہ "تاریخ" (مثلاً تاریخ تمدن) کو جسکا سنویات پر زیادہ انحصار نہیں، بہت مدد مل سکتی ہے۔ اور اسکی ایک مثال پلوٹارک کی سوانحعمری فار قلیس ہے ؛

مگر سنویات کیلئے ان مصنفین مابعد کی کوئی وقعت نہیں اور اسکے متعلق دیودورس اور پلوٹارک کو غلط اہمیت دی گئی ہے۔ اس وقت ہمارے زیر بحث دور "خمینی" کے سنویات کا سوال ہے جسکے واقعات پر حال میں مفصلہ ذیل مصنفین نے تنقید کی ہے:-

(۱) ک، و، کریوگر: "تاریخی اور لسانیاتی مطالعات" جلد ۱ ۔ ۱۸۸۳ء ؛

(۲) ا، شیفر: "واقعات بعد جنگ ایران من ابتدا لیگ سے ۱۸۶۵ء تک" ۱۸۶۵ء ؛

(۳) انگر: "ماخذ ہائے دیو دورس" جلد ۲ ۱۸۸۱ء ؛

(۴) وہ برسن: "طوسی دیدش کا بیان خمینی" کے واقعات کے متعلق" ۱۸۶۹ء ؛

(۵) فونکوارڈسن کی تصانیف سے اقتباسات بعد میں آئینگے ؛

(۶) دنکر "تاریخ قدیم" ۸ و ۹ ؛

(۷) بیوسولٹ: "تاریخ یونان" جلد ۲ جسمیں ہر ایک واقعے پر مدلل بحث کیگئی ہے ؛

مختلف علماء کے اخذ کردہ دلائل میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی عام طور پر مصنفین کا یہ خیال ہے کہ فردی واقعات کے متعلق قطعی نتائج پر پہنچنا ممکن ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں اسکے برخلاف یہ ثابت کرسکونگا کہ ہماری اسناد اس قسم کی ہیں کہ ہمارے لیئے محفوظ طریقہ یہی ہے کہ ہم سنوی نتائج کو قطعی ماننے کیلیئے تیار نہ ہوجائیں۔

طوسی دیدش میں بہت کم تاریخیں دی ہوئی ہیں، اسکے خلاف دیودورس ہر واقعے کی ترتیب سنین واقعے کے موافق کرتا ہے۔ اسپر ہرکس و ناکس یقین کرسکتا تھا اور عرصۂ دراز تک یقین کیا بھی گیا) کہ دیودورس کے سنویات تاریخ کی بنیاد قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ مگر فولکوآرڈسن (تجسسات متعلق ماخذ ہائے دیودورس" ۱۱-۱۶ کیل ۱۸۶۸ء) نے یہ قطعی طے کردیا ہے کہ ایفورس نے جسپر مشرقی یونان کی تاریخ کے لیئے دیودورس پورا اعتماد کرتا ہے بلا تقید سنین اپنی تاریخ لکھی تھی اور میں نے اپنی "تاریخ سسلی" میں اس واقعے کیلیئے تازہ شہادت جمع کی ہے۔ دوسرے حال کے دیگر محققین نے جو نظرئے دیودورس کے ابتدائی سنین کے متعلق قائم کئے ہیں انسے اسکی افادیت بطور سنوی مورخ کے اور بھی کم ہوجاتی ہے۔ خود انگر کے بھی عجیب و غریب مفروضے سے بھی کچھ مدد نہیں ملتی مگر اسکا بیان حال ہی میں کیا جائیگا۔

میرا خیال ہے کہ صفحات آیندہ میں یہ ثابت کردونگا کہ گو دیگر عہدوں کی سنوی تعین میں دیودورس صحت کی پابندی کرتا ہو (جنگ پیلوپونیز کے واقعات تو اسنے نہایت نگاہ کر پیش کئے ہیں حالانکہ اسکی امداد کیلیئے بہترین مواد موجود تھا۔ دیکھو فولکوارڈسن ۱۱۱) مگر اسنے "خمسینی" اور خاصکر ۴۷۹ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کے حصہ اولین کے واقعات کے متعلق ایک محض مصنوعی سنوی تسلسل قائم کرکے اپنی تاریخ کے پڑھنے والوں کو دھوکہ دیا ہے۔ وہ دراصل یہ چاہتا تھا کہ تاریخی زمانے میں اخباری طرز قائم رکھے اور ٹھیک اس جگہ پہنچ کر اسناد نے اسے کچھ مدد نہ دی۔ اسکی غلطی کا سب سے بیّن ثبوت جو اس سے باوجود اسکی بہتر علمیت کے سرزد ہوئی ہے ۱۱، ۶۰-۲ ۶ میں ہے جہاں اس نے کیمون کے تمام کارنامے ایک ہی سال میں دکھائے ہیں گو اسے یہ علم ضرور ہوگا کہ وہ سب واقعات ایک ہی سال میں ظہور پذیر نہیں ہوسکتے۔ دراصل دیودورس نے ۴۷۹ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کی تاریخ کی ترتیب مضامین کے اعتبار سے کی ہے اور اس کا اخباری ڈھانچہ

محض دھوکہ ہی دھوکہ ہے ؛

دیو دورس کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلہ ذیل ہے [اسمیں میں نے (الف) (ب) (ج) وغیرہ کو علاحدہ علاحدہ شقوں میں تقسیم کیا ہے اور مغربی یونان کے واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے جسکے لیئے دیو دورس اکثر تمامتیں کا تتبع کرتا ہے] :—

(الف) ۱۱، ۳۷۔ سستوس کی تسخیر۔ ۴۷۹ ق م ؛

(ب) ۱۱، ۳۹، ۴۹ ایتھنز کی دیوار دکنی تعمیر۔ ۴۷۸ ق م ؛

(ج) ۱۱، ۴۱۔ ۴۳۔ پرئی اس کے استحکامات۔ ۴۷۷ ق م ؛

(د) ۱۱، ۴۴۔ ۴۶۔ پئوسانیاس کا خاتمہ۔ ۴۷۷ ق م ؛

(ہ) ۱۱، ۴۷۔ ارسطیدیش کی تدابیر۔ ۴۷۷ ق م ؛ (۱۱، ۴۸ لیوقی خدیس کی موت کا بیان جو ۴۷۶ ق م میں واقع ہوئی، ایک اور محض سنوی ماخذ سے لیگیا ہے) ؛

(و) ۱۱، ۵۰۔ ایران کے خلاف سیادت سے اسپارٹا کی دست برداری ۴۷۵ ق م ؛

(ز) ۱۱، ۵۴۔ ۵۹۔ ٹسٹاکلیس کا زوال ۴۷۱ ق م ؛

(ح) ۱۱، ۶۰۔ ۶۲۔ کیمون کی تدابیر۔ ۴۷۰ ق م ؛

(ط) ۱۱، ۶۳۔ ۶۴۔ اسپارٹا کے جنگ میسینیا کے باغیوں کے خلاف ۴۶۹ ق م ؛

(ی) ۱۱، ۶۵۔ می کے نائے کی شکست۔ ۴۶۸ ق م ؛

(ک) ۱۱، ۷۰۔ ایتھنزیوں اور انکے حلیفوں کے تنازعات۔ ۴۶۷ ق م ؛

(ل) ۱۱، ۷۱، ۷۴، ۷۵، ۷۷۔ مصر کا بیان ایفیالتیس تک ۴۶۳ ق م تا ۴۶۰ ق م ؛

(م) ۱۱، ۷۸۔ ایتھنز کے کارنتھ، اپی دورس اور ایگینا کے ساتھ جھگڑے ۴۵۹ ق م ؛

(ن) میگارا ایتھنز کا ساتھ دیتا ہے۔ محاروندیس کی فتح ؛

یہ واقعات کی چودہ فہرستیں ہوئیں جنمیں ہر ایک بذاتہ مکمل ہے ؛ انمیں سے بارہ فہرستوں کو دیو دورس نے ایک ہی سال میں رکھا ہے ؛ ۱۱، ۶۴ میں دیو دورس کہتا ہے کہ میسینیا کی بغاوت (ط) دس برس متواتر رہی۔ ۱۱، ۶۴ کے مطابق اسکا اختتام چودھویں سال ہوا۔ اور یہاں اسکو ایک ہی سال میں ختم کر دیا گیا ہے ؛ صرف مصر کے ہی واقعات (ل) ایسے ہیں جنکو چار سال پر پھیلایا گیا ہے ؛ تسلسل واقعات در اصل مفصلہ ذیل تھا :—

۱۔ (ب) اور (ج) ممکن ہے کہ ایک ہی سال میں ہوئے ہوں۔ مگر یہ خلاف قیاس ہے ؛

۲۔ (د) اور (ہ) میں کئی سال لگے ؛

۳۔ (و) یعنی اسپارٹا کی دست برداری دراصل (د) اور (ہ) کے فوراً بعد آنا چاہیئے۔
مگر یہاں ایک سال کا وقفہ دیا گیا ہے ؛

۴۔ (ز) (ح) اور (ک) یعنی مسطا کلیس کا زوال، کیمون کی تدابیر اور
ایتھنز یوں کے تنازعات میں ایک ایک سال سے زیادہ عرصہ ضرور لگا ہوگا ؛

گویا بارہ فہرستوں میں سے یقیناً پانچ اور غالباً دو اور ایسی ہیں جنکو ایک ایک سال میں محدود کر دینے میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے ؛ اس سے ڈیوڈورس بطور ایک محقق سنویات کے بالکل غیر مفید ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اسبات پر اصرار کیا گیا ہے کہ واقعات کی صرف ظاہری صورت ہی اسکے خلاف ہے۔ اسمیں تو شبہ ہی نہیں کہ وہ مختلف واقعات کو ایک ہی سال میں شامل کر دیتا ہے اور (ط) میں تو وہ خود اسکا مقر ہے۔ اگر یہ سب اسنے کسی خاص اصول کو مدنظر رکھکر کیا ہے اور اگر یہ اصول کسی طرح معلوم ہو جائے تو یہ ممکن ہے کہ اسکے تسلسل واقعات سے ہمیں مدد مل سکے۔ انگر اور بعض دیگر مورخین کا یہ خیال ہے کہ وہ دراصل ان تمام واقعات کو جو کسی خاص سال میں شروع ہوئے ہوں اسی سال کے متعلق کر دیتا ہے اور اسکی پروا نہیں کرتا کہ بعض واقعات اس سال کے بعد بھی جاری رہے ہوں۔ مگر اس اصول کا تطابق اتنا مشکل ہے کہ فولکوارڈسن اور بیوسولٹ تو یہ کہتے ہیں کہ "ہر ایک مجموعہ واقعات کسی خاص واقعے کے سال کے تحت رکھا گیا ہے" (بیوسولٹ ۲، ۳۱۴)۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہمیں یہ کسطرح معلوم ہو کہ اسکے نزدیک وہ خاص واقعہ کونسا ہے۔ مثلاً وہ کونسا واقعہ ہے جو ۴۷۷ ق م میں پیش آیا اور جسکی وجہ سے پوسانیاس کا زوال اور ارسطیڈیس کی تدابیر اس سنہ میں رکھی گئیں۔ یوں تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اخیر واقعے سے ہی ڈیوڈورس نے تاریخ کا تعین کیا ہے (باب ۴۷، ۳۶)؛ میری رائے یہ ہے کہ ان تمام نظیروں کے تطابق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب غلط اور بیکار ہیں، اور مجھے یقین ہے کہ ڈیوڈورس نے ۴۷۹ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کے واقعات کی تحقیقات کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ جہاں ایفورس چھوڑ گیا تھا وہاں سے واقعات کو شروع کر دیا اور سلسلۂ بیان میں مختلف آرخنوں کے نام جہاں جی چاہا لکھ دیئے۔ یہ سلسلۂ بیان باقاعدہ اور مرتب ہے اور مفصلۂ ذیل ہے :-

ستوس کی تسخیر کے بعد جب جنگ ایران ختم ہو جاتی ہے :-

(الف) ایتھنز شہر کی دیواریں تعمیر کرتا ہے تاکہ وہ اپنی آزادی قائم رکھ سکے (ب)۔
اور ساتھ ہی پیرائی اُس کے استحکامات درست کرتا ہے (ج)۔
ایتھنز کی قوت بڑھ رہی ہے اور اسپارٹا کو پٹوسانیاس کے رویّے کی وجہ سے زوال ہو رہا ہے (د)۔
اسلئے ایتھنز ایک نئی لیگ کا اپنے آپ کو سرگروہ بناتا ہے (ہ)
اور اسپارٹا گویا بحری سیادت سے دست بردار ہو جاتا ہے (و)
مگر ایتھنز کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسلئے کہ ثمستاکلیس کا حشر بھی پوسانیاس کے مثل ہوتا ہے (ز)
یہ سچ ہے کہ ارسطیدیس نے ایک بحری لیگ قائم کر دی ہے مگر بجائے اسکے کیمون کے سر ہی فتح کا سہرا رہتا ہے (ح)۔
اسی دوران میں اسپارٹا کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ایک بڑے زلزلے کے بعد ہیلوٹ بغاوت کر دیتے ہیں اور میسینیا میں اسپارٹیوں کی مقاومت کرتے ہیں (ط)۔
آرگوس کو یہ موقع مل جاتا ہے کہ وہ اپنا اقتدار بڑھائے اور ہی کینائی کو برباد کر دے (ی)
ایتھنز کی مشکلات دوسری قسم کی ہیں۔ انکا اصل سبب اسکی بڑی قوت اور اپنے حلیفوں کے معاملات میں مداخلت اور بدنصیب مصری مہم ہے (ل)۔
پیلوپونیزی اسی موقع سے فائدہ اٹھا کر ایتھنز پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ (م۔ن)

مفصلۂ بالا ایک عمدہ اور باقاعدہ بیان ۴۷۹ء ق م سے ۴۵۹ء ق م تک کے واقعات کے ارتقا کا ہے۔ جزئیات کا اندراج صرف دو صورت سے ممکن تھا۔ یا تو اخبار کی طرز اختیار کی جاتی۔ مگر ایسی صورت میں اسپارٹی اور ایتھنزی واقعات کو ایک دوسرے میں مخلوط کرنا پڑتا اور کیمون اور پوسانیاس وغیرہ کے کارنامے اسی خلط آمیز طرز پر ترتیب دینے پڑتے۔ دوسرے یہ ممکن تھا کہ مصنف ان واقعات کو جو ایک ہی برس کے اندر گزرے ہوں ایک ساتھ نہ لکھے بلکہ ان واقعات کو مجموعی طور پر بیان کرے جنکا ایک دوسرے سے کوئی اندرونی تعلق ہو۔ مؤخر الذکر طریقے پر الیفورس نے عمل کیا ہے۔ اگر وہ سنین کو بھی بیان کرنا چاہتا تو ایک ہی سنہ کا مختلف تقسیموں کے تحت ذکر آتا۔ مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ الیفورس نے ایسا کیا ہو۔ اب دیودورس

کو لیجئے۔ اس کا منشا یہ تھا کہ تاریخی زمانے کے واقعات کو اخبار کی شکل میں لکھے مگر اسکی تحریرات کا اکیلا ماخذ ایفورس تھا۔ مگر ایفورس نے اس طریقے سے اپنی تصنیف مرتب نہیں کی تھی اور ایفورس ہی کی اس نے نقل کی تھی۔ پھر اسے وقائع کسطرح دستیاب ہوے؟ اس نے نہایت اطمینان سے مختلف سنین ایفورس کے مختلف سرخیوں کے سامنے رکھدیئے جنکو ایفورس نے تشابہ مطالب کے مطابق ترتیب دیا تھا۔ مفصلۂ ذیل تمثیلات سے یہ ظاہر ہوجائیگا کہ اسکی سنویت نہ صرف ناممکن ہے بلکہ ترمیموں کے بعد بھی قطعی بیکار ہے ++ اگر واقعہ (د) [پوسانیاس] ۴۷۶ ق م سے شروع ہوسکتا ہے جسکے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں (قبرس) تو پھر ایسی صورت میں ۴۷۶ ق م میں ہی واقعہ (ہ) (ارسطیدش) ممکن نہیں۔ اس لیئے کہ جو الفاظ ۱۱، ۴۶ میں استعمال کئے گئے ہیں اور جن میں پوسانیاس کی پبلک زندگی کے پہلے سال کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ اسی سال کے لئے کسی صورت سے استعمال نہیں ہوسکتے۔ بدیں وجوہ ارسطیدش کیواسطے دیوڈورس کی سنویت کا استعمال قطعی ناممکن ہے۔ ساتھ ہی یہ عام طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ واقعہ (ح) [کیمون کے تدابیر] ۴۷۶ ق م میں شروع نہیں ہوسکتا بلکہ اسے ۴۷۵ ق م میں شروع ہونا چاہیئے۔ اور یہ قول تو بالکل فضول ہے کہ کیمون کی پبلک زندگی ۴۷۶ ق م میں ختم ہوگئی ہوگی اس لئے اس سنہ کے متعلق کیمون کا کوئی کارنامہ اس وقت تک معلوم نہیں ہوا۔ اس کے سوائے تھاسوس کی فتح کے بعد (جو ممکن ہے ۴۶۴ ق م میں ہوگئی ہو) واقعہ (ک) میں ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں سے چند (مثلاً ائی گینا کی علحدگی) ۴۵۹-۴۵۸ ق م تک میں اور بعض (جیسے ایمفی پولس کا تصفیہ۔ بیوسولٹ ۲، ۴۱۴) ۴۶۶-۴۶۵ ق م تک ہوئے ہونگے۔ اگر ہمیں دوسرے ماخذوں سے نہ معلوم ہوتا کہ (ک) کے بعض واقعات دیوڈورس کے دیئے ہوئے سنین سے پہلے ہی ہوئے تھے تو اس قسم کے کسی شبہ کی گنجائش بھی نہ رہتی۔ دیوڈورس میں تو اسکے متعلق اشارہ بھی نہیں۔ آخرالامر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دیوڈورس اصلی نہیں بلکہ مصنوعی سنویت ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ تسلسل واقعات ترتیب مطالب پر مبنی ہے اور تسلسل سنین یا تو گمراہ کنندہ ہے ورنہ محض بیکار ہے۔

اب ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ دیوڈورس اور ایفورس ملکر موٹے موٹے واقعات کے متعلق اچھی خاصی معلومات ہم تک پہنچاتے ہیں مگر جہانتک سنین کا تعلق ہے بالکل بیکار ہیں۔

ہم کو ان ماخذوں کا بھی علم ہے جہاں سے ایفورس نے اپنے بیان کا ڈھانچہ لیا اور جسمیں اسنے ایک خاص تعداد سلسلہ وار واقعات کی بھر دی۔ اِس کا اصلی ماخذ طوسی دیدِش تھا اور خود طوسی دیدِش بھی سنین کی تخصیص نہیں کرتا۔ اگر ہم طوسی دیدِش کی فصلوں پر عربی حروف تہجی ڈالیں تو مفصلہ ذیل سلسلوں کا ایک دوسرے سے تطابق ظاہر ہو جائیگا:۔

(الف) = "الف"۔ طوسی دیدِش ۔ ۱، ۸۹ ؁

(ب) = "ب"۔ طوسی دیدِش ۔ ۱، ۹۰-۹۳ ؁

(ج) = "ج"۔ طوسی دیدِش ۔ ۱، ۹۳، ۳ ؁

(د) = "د"۔ ۱، ۹۴-۹۵۔ واقعات مابعد کے ساتھ ۔ ۱، ۱۲۸-۱۳۴ ؁

(ہ) = "ھ"۔ ۱، ۹۶ ؁

واقعہ (و) طوسی دیدِش میں علٰحدہ بیان نہیں کیا گیا بلکہ "د" میں شامل ہے۔ اِس کے ساتھ ہی اسکی ایک ذاتی رائے ۱، ۹۷ میں درج ہے جسکے بجائے ایفورس نے واقعہ (و) رکھدیا اور جسمیں اسپارٹی واقعات اور ہیتوئمار یدلیس کا بیان ہے ؁

(ز) کو طوسی دیدِش بہت بعد میں بیان کرتا ہے یعنی ۱، ۱۳۵-۱۳۸ میں ؁

(ح) کی ترتیب دیودورس نے ۱، ۹۸ اور ۱، ۱۰۰ کے ذریعے سے دی ہے۔ اور ان واقعات کی سنویت کا طوسی دیدِش نے زیادہ لحاظ کیا ہے ؁

(ط) = "ط"۔ ۱، ۱۰۱-۱۰۳۔ مگر ۲۰۲ میں تسلسل ٹوٹ گیا ہے ؁

واقعہ (ی) صرف دیودورس میں ہے اور اسکا بیان صرف اسلئے کیا گیا ہے کہ ۱۰۲ میں طوسی دیدِش میں محض آرگوس کا ذکر کر دیا تھا ؁

(ک) = "ك"۔ ۱، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱ ؁ یہاں یہ عیاں ہے کہ دیودورس نے اِن واقعات کو انکے ابتدائی سالوں کے تحت نہیں رکھا بلکہ انکے ترتیب کا طریقہ بالکل جداگانہ ہے ؁

(ل) = "ل"۔ ۱، ۱۰۴، ۱۰۹، ۱۱۰ ؁

(م) = "م"۔ ۱، ۱۰۵ ؁

(ن) = "ن"۔ ۱، ۱۰۵-۱۰۶ ؁

پس ظاہر ہے کہ دیودورس کی خواہ کوئی بھی سند ہو مگر وہ عموماً طوسی دیدِش کے

تسلسل واقعات کا تتبع کرتی ہے مگر سنویت کو نظر انداز کر کے واقعات کو انکے نفس مطلب کی بنا پر ہی ملانا کافی سمجھتی ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ کیمون کا ذکر کیوں سب سے پہلے ایسے بے تعلق فقرے میں ہے جو سنوی اعتبار سے بالکل بے میل ہے؛ دیودورس کو پہلے پیوسانیاس ارسطیدس اور شسطاکلیس کا خاتمہ کرنا مقصود تھا۔ اور چونکہ شسطاکلیس تماشاگاہ سیاسیات پر ۴۷۱ء ق م سے پہلے نہیں آسکتا تھا اس لئے کہ اس سے قبل ہی پیوسانیاس کا خاتمہ ضروری تھا اور کیمون کو ۴۷۰ء ق م تک انتظار کرنا پڑا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۴۷۵ء ق م سے ۴۷۱ء ق م تک کے سال خالی رہ گئے۔ مگر دیودورس نے انمیں سسلی کی تاریخ کے واقعات بھر دئے۔ غالباً اس کے لئے تمائیس سے جو سنوی اعتبار سے زیادہ باوقعت مصنف ہے واقعات لئے گئے ہیں۔ مگر ان سنین میں ایتھنز میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہوگا۔ ان تمام باتوں سے میرا وہ مفروضہ اور بھی زیادہ مستحکم ہو جاتا ہے کہ دیودورس نے واقعات ایفورس سے لئے جسنے انکی ترتیب محض تشابہ مطالب کے اعتبار سے دی تھی اور ہر ایک فصل کے شروع میں کم و بیش من مانی تاریخیں لکھ دیں؛

یہ سچ ہے کہ حال ہی میں انگر نے اپنی کتاب میں جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے دیودورس کی سنوی شہرت برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ انگر فرض کر لیتا ہے کہ دیودورس نے ان سنین کے اوائل کو بالکل چھوڑ دیا ہے جو ایفورس میں مذکور تھے اور اس طرح خود انگر کو بھی تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ دیودورس نے کئی کئی سال کی تاریخ ایک ہی سال میں جمع کر دی۔ مگر اس کی یہ قطعی رائے ہے کہ یہ مجموعۂ واقعات کے پہلے واقعے کا یہ سال ہے اسلئے دیودورس کی سنویت کسی قدر کارآمد ہے۔ مگر انگر کا کیمون کی سی اہم شخصیت کے حالات میں بالکل تتبع نہیں کیا جاتا۔ اور شاید ہی کوئی مورخ ہوگا جو اسکی اس رائے سے اتفاق کرتا ہو کہ آئی اون کی تسخیر ۴۷۶ء ق م تک عمل میں نہیں آئی۔ خود انگر بھی بہت سی باتیں ماننے کیلئے طیار نہیں۔ مگر انکے متعلق اسکا ایک نہایت عجیب و غریب نظریہ ہے۔ اسنے دیکھا کہ دیودورس کسی خاص سال کے واقعات کو اس سال سے پہلے کے موسم خزاں سے شروع کرتا ہے۔ لہذا وہ اس نتیجے پر پہنچا ایفورس نے (جس کا دیودورس نے ضرور تتبع کیا) دراصل مقدونوی سنہ کو جو موسم خزاں سے شروع ہوتا تھا اپنے وقائع کی بنیاد قرار دیا یہی خیال بیوسولٹ کا بھی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دیودورس ان مشرقی واقعات کا بیان جو ۴۷۹-۴۸۰ء ق م میں پیش آئے ان حالات سے شروع کرتا ہے جو

۷۹-۸۰-۴۸۱ ق م ہوئے۔ مگر اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ اسکی اصلی وجہ وہ تھی جو انگر نے فرض کرلی ہے خود انگر بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس طریقے پر سال کو شروع کرنے کا متواتر عمل نہیں کیا گیا۔ اور جب ہم ان واقعات کی اصلیت پر غور کرتے ہیں جنھیں دیلو دورس نے اصل سال کے بعد بیان کیا ہے تو ہم ایک بالکل مختلف نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ یہ واقعات اس قسم کے ہیں جنکا تعلق دراصل بحیثیت نفس مضمون اگلے سال سے ہے اور اسی لئے ایفورس نے انھیں آئندہ سال کے واقعات کے ساتھ رکھا ہے۔ مثلاً زرکسز کی مہم ۴۸۰ ق م میں ہی بیان کرنی تھی دیلو دورس کو کیا ضرورت تھی کہ مہم کی طیاریوں کو جنھیں وہ خوب جانتا تھا کہ ۴۸۱ ق م میں کی گئی ہونگی اصل واقعے سے علیحدہ کردے؟ اسطرح بہت سے واقعات جو نفس مضمون کے اعتبار سے کسی خاص مجموعی واقعات سے متعلق تھے نہایت آزادی کے ساتھ اصل سنہ سے ہٹاکر آئندہ کسی سال میں رکھ دئے گئے۔ یہ بات تیقن کے درجے کو پہنچ گئی ہے کہ ایفورس نے واقعات کو ان کے نفس مطلب کے اعتبار سے بیان کیا، در آنحالیکہ انگر کا خیال کہ انکی سنویت بھی درست ہے نہیں مانا جاسکتا۔ اگر اسے اس قسم کی صحت کا لحاظ ہوتا تو پھر اسکا طرز عمل کیا ہوتا؟ وہ غالباً زرکسز کی پیش قدمی کے بیان میں یہ کہتا: "اب مقدونوی سال شروع ہوتا ہے، زرکسز اپنی فوج کو جمع کرتا ہے۔ اسکے بعد موسم بہار شروع ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ"۔ اور اگر واقعات متوازی ہوتے (جیسے پوسانیاس اور ارسطیدس کے حالات) تو وہ غالباً مقدونوی سنہ کی ابتدا کا حال کئی مرتبہ کرتا اسلئے کہ مقدونوی سنہ ہر سال کے واقعات کے اختتام سے ذرا پہلے شروع ہوا کرتا تھا۔ میں اس معروضے کے ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں اور اس سے ایفورس کے لئے ایک ایسا طرز عمل اختراع کیا جاتا ہے جس سے وہ خود ہرگز واقف نہ تھا۔

اب ہم مختصراً دیلو دورس کی ۴۵۹ ق م سے ۴۳۹ ق م تک کی داستان بیان کرینگے (۱۱، ۷۹ سے ۱۲، ۲۸ تک):-

(س) ۱۱، ۷۹ = س۔ طوسی دیدش ۱، ۱۰۷۔ اس میں اس امداد کا ذکر ہے جو اسپارٹیوں نے ۴۵۸ ق م میں دورس کے باشندوں کو دی۔

(ع) ۱۱، ۸۰-۸۳ = ع۔ طوسی دیدش ۱۰۷-۱۰۸۔ جنگ تناگرا و جنگ اوینوفیتا ۴۵۷ ق م۔ (دیلو دورس کے بیان کیلئے دیکھو باب ۱۰۔ حاشیہ (۶))

(ف) ۱۱، ۸۳ = ص۔ طوسی دیدش ۱، ۱۱۱۔ ایتھنز فارسالس کے خلاف

۴۵۷ء ق م ؛

(ص) ۱۱، ۸۴ - ف - تولمداس کی مہلت اور واقعہ - گیتھیم ؛

(ق) ۱۱، ۸۵ = ق - طوسی دیدش ۱، ۱۱۱ - فارقلیس - اوئیناداے ۴۵۵ء ق م ؛ (اس کا ۱۱، ۸۸ میں دوبارہ مع اضافوں کے ذکر ہے) ؛

(ر) ۱۱، ۸۶ = ر - طوسی دیدش ۱، ۱۱۲ - سپوندے ۴۵۴ء ق م ؛ اسکے بعد سسلی کی تاریخ بیان کیگئی ہے ؛

(ش) - ۱۲، ۳ - ۴ = ش - طوسی دیدش ۱، ۱۱۳ قبرس - کیمون ۴۴۹ اور ۴۵۰ء ق م ؛

(ت) ۱۲، ۴ صلحنامۂ کالیاس - طوسی دیدش میں نہیں ہے - اسکی بجائے اس نے اسپارٹا کی محافظت دیکھی اور ایتھنز کی امداد فوکس کا ذکر کیا ہے اور ان واقعات کا حال دیودورس میں موجود نہیں ہے ؛ (طوسی دیدش ۱، ۱۱۲)

(ث) ۱۲، ۵ = خ - طوسی دیدش ۱، ۱۱۴ - مگارا کی بغاوت ؛

(خ) ۱۲، ۶ = ث - طوسی دیدش ۱، ۱۱۳ - کورونیا ۴۴۷ء ق م ؛

(ذ) ۱۲، ۷ = ز - طوسی دیدش ۱، ۱۱۵ - سپوندائے -

اطالوی لڑائیوں کے بعد جنکا اسکے بعد ذکر ہے، دیودورس ۱۲، ۲۷ - ۲۸ میں اور طوسی دیدش ۱، ۱۱۵ - ۱۱۷ میں ساموس کی جنگ کا بیان کرتا ہے - اسطرح دیودورس میں ہمکو پھر طوسی دیدش کے مطابق واقعات کا تسلسل ملتا ہے - مگر دیودورس نے اسمیں کچھ ردّوبدل کردیا ہے جس سے واقعات پہلے سے بھی زیادہ تاریک ہو گئے ہیں بجائے "ص" "ق" کے (ف) اور (ص) ہے اور بجائے "خ" "ث" کے (ث) اور (خ) رکھدیا گیا ہے - اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایفورس کے پاس طوسی دیدش کے سوائے کچھ اور سند ہوگی جسکا ہمیں علم نہیں - اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صرف دیودورس کے غلط مبحث کا نتیجہ ہو - مگر اس زمانے کے واقعات کے متعلق ایفورس طوسی دیدش کا اسقدر پیرو ہے کہ محض جگہہ پُر کرنے کی خاطر وہ ایسے فقرے کے بجائے جو طوسی دیدش میں ہو مگر اسنے نقل نہ کیا ہو کوئی اور واقعہ بیان کرنے میں غلط ملط نہیں کرتا - اسکی مثال کیلئے دیکھو (۹) - اگر ہم اسبات پر غور کریں کہ دیودورس نے اپنا فرض ۱۱، ۸۰ - ۸۳ میں کیا بُری طرح ادا کیا ہے اور اسکی ردّوبدل کسقدر بے سود ہے تو ہمیں مجبوراً اس نتیجے پر پہنچنا پڑیگا کہ تفصیل کے لئے دیودورس لغو محض ہے -

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں **دیو دورس** نے **طوسی دیدس** سے زیادہ تفصیل کے ساتھ واقعات بیان کیئے ہیں وہاں دراصل وہ **طوسی دیدس** کے مجمل بیان کی محض تفسیر کر رہا ہے تو ہمیں اس نظریئے کا مزید ثبوت مل جاتا ہے۔ مثلاً ۱۱، ۳۹۔ ۴۰ بظاہر **طوسی دیدس** کے بیان منجملہ ۱، ۹۰-۹۲ کی پر از خرافات مبالغہ آمیز توسیع ہے اور ۱۱، ۴۱۔ ۴۷ **طوسی دیدس** کے بیان متعلق **پیرئی اُس** و تعمیر شہر پناہ کے جسکا ۱، ۹۳ میں ذکر ہے خیالی اور میرے نزدیک محض لغو تکمیل ہے ؛

۱۱، ۵۴ - ۵۵ میں ہمیں **ثسطا کلیس** کے دو باضابطہ مواخذوں کا پتہ لگتا ہے جو بظاہر بے بنیاد ہیں اور جنھیں اب کوئی قابل توجہ نہیں سمجھتا۔ ۱۱، ۷۰ میں چند واقعات محض **ایتھنزیوں** کی طرفداری کیلئے گھڑ لیئے گئے ہیں۔ اُنگر بھی جسکا دل کبھی **دیو دورس** کے خلاف کوئی بات کہنا نہیں چاہتا اپنی کتاب کے دوسرے حصے کے صفحہ ۱۲۴ میں کسی اور اسناد کے وجود کو ثابت نہیں کر سکا۔ اور جو الزامات اسنے **طوسی دیدس** (۲، ۱۲۰) کے خلاف عائد کیئے ہیں وہ بے بنیاد معلوم ہوتے ہیں۔ صرف آخری جزو (۱۲، ۲۸) میں ایفورس واقعات سے آگاہ معلوم ہوتا ہے اور کار آمد ہے ؛

اب **پلوٹارک** کی قدر کا اندازہ کیجئے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اسکے وقائع کے عام اوصاف کیا ہیں۔ **پلوٹارک** کا مقصد یہ ہے کہ اسکی لکھی ہوئی سوانح عمریوں کے ذریعے سے لوگوں کی اخلاقی حالت درست ہو جائے۔ اور اسکی یہ کوشش ہے کہ ہر ایک سوانحعمری ایک علیحدہ ادبی حیثیت رکھے۔ ہر سوانحعمری میں ایک خاص طریق زندگی کی تصویر کھینچی گئی ہے اور سوانحعمریوں کے متوازی ہونے سے یہ طریق صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ **ثسطا کلیس** کا مقابلہ **کاملس** سے کیا گیا ہے اور اسے ملک کے آزادی دینے والوں کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ **ارسطیدیس** اور **کیٹو** دونوں ایماندار مدبر ہیں۔ نامور اور مالدار سپہ سالار **کیمون** کا موازنہ **لوکولس** سے کیا گیا ہے۔ **فابرقلیس فیبیس ماکسمس** کی طرح باریک بین اور دور اندیش ہے۔ **نکیاس** اور **کراسس** دونوں امیر ہیں مگر سیاست میں اکثر کمزور ثابت ہوتے ہیں اور دونوں کا خاتمہ نہایت افسوسناک طرز پر ہوتا ہے۔ **الکبیادیس** بگڑا ہوا، خود رائے، خود نما شخص ہے جسکی تدبیر اور اوصاف میں یک رنگی پائی جاتی ہے اور جسکے مقابلے کیلئے **کوریولانس** چنا گیا ہے۔ اسی تخیل کی بنا پر **پلوٹارک** نے ان واقعات کا انتخاب کیا ہے جنھیں وہ ضبط تحریر میں لانا چاہتا ہے اور انہی سے اسکا طرز بیان معلوم ہوتا ہے۔ صرف بعض بعض جگہ مثلاً

فارقلیس کے حالات میں اسکے نظریوں کا بطلان ہوجاتا ہے۔ مسطا کلیس کے لئے "باؤر" تنقید یا خذ ہائے سوانحعمری مسطا کلیس" (لائپزگ ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے۔ کیمون اور فارقلیس کیلئے مفصلۂ ذیل کتابیں اچھی ہیں:-

(۱) ریول: "پلوٹارک کی سوانحعمری کیمون کے ماخذ" ماربرگ ۱۸۶۷ء

(۲) "پلوٹارک کی سوانحعمری فارقلیس کے ماخذ"

(۳) ساؤپے کا مضمون گیوٹنگن کے انجمن علمیہ کے رسالے میں ۱۸۶۷ء

بہتر ہوگا کہ ہم ارسطیدش، کیمون اور فارقلیس کی سوانحعمریوں کی تنقید کریں۔ مسطا کلیس کے لئے باؤر کی تصنیف کا حوالہ کافی ہے۔

پلوٹارک ارسطیدش کی سوانحعمری اسکی غربت کے بیان سے شروع کرتا ہے (باب ۱) اسکے بعد وہ اسکا مسطا کلیس سے مقابلہ کرتا ہے اور اسکے مقابلے میں وہ اس کی خوبیوں کو ویسا ہی نمایاں کرتا ہے جیسا کہ یہ نمایش اسکے ہر واقعۂ زندگی میں پائی جاتی ہے (باب ۳-۵)۔ ماراتھون میں وہ پہلا شخص تھا جسنے سپہ سالاری کے معاملے میں سرخم کرنا پسند کیا۔ (ہیروڈوٹس میں اس واقعے کا ذکر نہیں) جنگ سلامس میں بھی یہی ہوا (باب ۶-۷-۸-۹)۔ دسویں باب میں اس کلفت کا ذکر ہے جو مہرنوش کی واپسی سے پہلے ایتھنزیوں کو ہوئی۔ یہاں پھر ارسطیدش کا تعارف کیا گیا ہے اور جو دردانگیز جواب ایتھنز نے اسپارٹیوں کو دیا اسکی تحریک بلاشبہ خلاف واقعہ ارسطیدش ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے (یہ بھی ہیروڈوٹس میں نہیں پایا جاتا)۔ اس جواب کے دو حصے کیئے گئے ہیں، اور ہیروڈوٹس کی تحریر کے خلاف ارسطیدش بطور ایک ایلچی کے سامنے آتا ہے۔ پلاٹیہ کی لڑائی کے بیان میں بھی ارسطیدش کی ہی عظمت مفصلۂ ذیل طرز پر نمایاں کی گئی ہے:-

باب ۱۱۔ ارسطیدش کے سامنے پیشینگویاں کی جاتی ہیں۔

باب ۱۲۔ تیگیا اور ایتھنز کے درمیان تنازعات جنکا تصفیہ ارسطیدش نہایت خوبی سے کرتا ہے۔

باب ۱۳۔ پلاٹیہ کی سازش کا ارسطیدش خاتمہ کردیتا ہے۔

باب ۱۴۔ جنگ میں ارسطیدش فتح پاتا ہے۔

باب ۱۵ - سکندر نمودار ہوکر ارسطیدش کو طلب کرتا ہے ؛
باب ۱۶ - فوج کے دستوں میں تبدیلیاں اور ارسطیدش کی شرافت ؛
باب ۱۷ - ۱۹ - جنگ - ارسطیدش دوبارہ اپنی شرافت کی مثال دیتا ہے ؛
باب ۲۰ - ۲۱ - بیوطیہ کی تاریخ اور ارسطیدش کی شرافت کی مزید تصدیق - ارسطیدش کی ایمانداری اخیر وقت تک قائم رہتی ہے ؛ (باب ۲۲) ؛
باب ۲۱ - ارسطیدش کی موت ؛

چونکہ تمام سوانحعمری میں **ارسطیدش** کی ہی عظمت کا راگ گایا گیا ہے اسلیئے ان تفصیلات میں جنکا **ہیروڈوٹس** میں وجود نہیں شبہ کرنے کی ضرور گنجائش ہے - ممکن ہے کہ امتداد زمانہ سے روایات ہی تاریخ کا جزو بن گئی ہوں اور **ادومی نیس** جو غالبًا بیشتر حصے کے لیئے **پلوٹارک** کی سند تھا کسی صورت سے قابل وثوق نہیں ہے - باب ۱۱ میں جس کاہن کا ذکر ہے اس کے متعلق **ڈنکر** (۷، ۳۴۰) کی رائے ہے کہ اسکا بعد میں اختراع عمل میں آیا - دراصل یہ اختراع **پلاٹیہ** کے متعلق کیا گیا تھا اور **ڈنکر** کا خیال کہ اسکا تعلق **دیلفی** سے تھا بالکل غلط ہے - اور **پلاٹیہ** نے ہی اپنی اراضی کا ایک جزو تحفۃً **ایتھنز** کو دیدیا تھا (مگر یہ استدلال بھی سکندر اعظم کے محض ایک جملے سے کیا گیا ہے (باب ۱۱) - **تسامی نیس** کے کاہن اور **ماسستیس** کا قصہ دونوں غلط موقع پر بیان کیئے گئے ہیں - سازش **پلاٹیہ** کا ذکر (باب ۱۳) قطعی خلاف قیاس ہے باب ۱۶ میں **پلوٹارک** خص **ارسطیدش** کی عظمت دوبالا کرنے کیلیئے بہت سی مشکلات پیدا کرتا ہے - باب ۱۹ میں **ہیروڈوٹس** کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے اور اسمیں **میگابازس** اور **فلیس** کا بھی تذکرہ موجود ہے - باب ۲۱ میں جس تجویز عوام کا بیان ہے اس کو خود **ڈنکر** نے رد کردیا (۷، ۳۵۶) یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پچیسویں باب میں **ارسطیدش** اپنی ایمانداری کی شہرت سے **ایتھنز** کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے خواہ اسکا طریقہ خلاف قانون ہی کیوں نہ ہو - غالبًا **ارسطیدش** کو لیگ کا خزانہ **ایتھنز** منتقل کرنے سے کوئی سروکار نہ تھا (باب ۲۵) آخر الامر میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو واقعات ایسے ہیں کہ **پلوٹارک** تو بیان کرتا ہے مگر **ہیروڈوٹس** انکا ذکر نہیں کرتا وہ یا تو بدیہی ہیں اور **ارسطیدش** کی کوئی خاص قابلیت نہیں ظاہر ہوئی ورنہ ناممکن ہیں - اور جہاں کہیں **پلوٹارک** کی سوانحعمری **ارسطیدش** کی **ہیروڈوٹس** سے مطابقت نہیں وہ قطعی بیکار ہے ؛

اب کیمون کی سوانحعمری لیجئے ۔ پہلے تین بابوں کی طویل تمہید کے بعد جسمیں پلوٹارک نے اسکی جائے پیدائش کی مفصل تاریخ لکھی ہے، وہ کیمون کے عادات واوصاف کا بیان کرتا ہے ۔ اسکے بعد وہ اسکی فوجی خدمت کا ذکر کرکے چھٹے باب میں پیوسانیاس کی بابت ایک لطیفہ بیان کرتا ہے اور ساتویں باب میں ایون کی تسخیر کی تفصیل بتاتا ہے جو دراصل چھٹے باب کے واقعات سے پیشتر ہی ہوچکی تھی ۔ آٹھویں باب میں تھے سیس کی ہڈیوں کا ایتھنز منتقل ہونے کا بیان ہے ۔ نویں باب میں سسٹوس اور بائی زنطہ کے مال غنیمت کی تقسیم کی بابت ایک لطیفہ درج ہے جسمیں کیمون اپنی دقیقہ سنجی کا بین ثبوت دیتا ہے ۔ دسویں باب میں پلوٹارک کیمون کی سیرچشمی اور ہردلعزیزی کا ذکر کرتا ہے اور گیارھواں باب دراصل اسکے حلیفوں پر حکومت کرنے کی طرز پر گویا ایک تبصرہ ہے ۔ بارھویں باب میں وہ یکایک جنگ ایران کا بیان کرنے لگتا ہے اور یوریمدون کی جنگ کا بیان کرکے (باب ۱۲ - ۱۳) باب ۱۴ میں میلیشیونت اور تھاسوس کے واقعات کا ذکر کرتا ہے اور باب ۱۵ میں بتاتا ہے کہ ایتھنزیوں نے کیمون کو بالائے طاق رکھکر ایفیالتیس اور فارقلیس کو بطور اپنے رہنماؤں کے چن لیا تھا ۔ کیمون لقونیہ کا ہمدرد تھا اور اسنے دومرتبہ اسپارٹیوں کو میسینیہ کے خلاف مدد دی (باب ۱۶ و ۱۷) ۔ آخرکار اسکا اخراج عمل میں آتا ہے مگر پھر بلالیا جاتا ہے ۔ (باب ۱۸) اور ایتھنز اور اسپارٹا میں سمجھوتہ کراکر ایران کے خلاف ایتھنزیوں کی رہنمائی کرتا ہے ۔ اسکی موت کے بعد یونانیوں کا ایران کے خلاف جوش بالکل ٹھنڈا ہوجاتا ہے (باب ۱۹) اور اگی سیلیوس کے کارنامے اسکے سامنے پیش ہیں ؛

اس سوانحعمری میں دو بڑی سنوی غلطیاں ہیں ۔ تیرھویں باب میں پلوٹارک نے نام نہاد صلح کیمون کو یوریمدون کی جنگ کے بعد رکھا ہے مگر اس صلح کے بعد بھی جنگ کی تواریخ برابر جاری رہتی ہیں ۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ چونکہ پلوٹارک نے مسطا کلیس کی سوانحعمری (باب ۳۱) میں ایک غلط واقعے کا اندراج کردیا تھا اسوجہ سے باب ۱۸ میں وہ اسکی موت کیلئے ۴۴۹ ق م تجویز کرنے پر مجبور ہوا ۔ ان وجوہ کی بنا پر اور بھی جو تاریخیں پلوٹارک نے کیمون کی سوانحعمری میں درج کی ہیں انھیں یونہی مان لینا نہ چاہئے ۔ یہ غلط ہے کہ سسٹوس اور بائی زنطہ کی تسخیر ایک ساتھ عمل میں آئی (باب ۹) اور یہ کہ یوریمدون کی جنگ کے بعد ایرانیوں کے ۱۳ جہاز، میلیشیونت میں موجود تھے ۔ کیمون کی

سوانحعمری دراصل اسکی عمر کے واقعات پر گویا ایک تبصرہ ہے اور سنوی اعتبار سے بالکل بیکار ہے۔ عام طور پر **ریئول** کا یہ خیال تسلیم کیا جاتا ہے کہ **کیمون** کی سوانحعمری کیلئے **پلوٹارک** نے **تھیوپومپس** سے مدد لی ہوگی جن سے اپنی "تاریخ **فیلقوسی**" کے دسویں مقالے میں ایتھنزی رہنماؤں عوام کے کارنامے بیان کئے ہیں اور اسی لئے اس کتاب کا نام "سرانبوہوں کے کارنامے" پڑ گیا ہے۔ اسلئے اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ **پلوٹارک** نے **تھیوپومپس** کی مدلل طرز اختیار کی تھی تو ہمیں اس نتیجے پر پہنچنا پڑیگا کہ **پلوٹارک** کی تصنیف تسلسل واقعات کے لحاظ سے کوئی سند نہیں ہے۔ اور چونکہ **تھیوپومپس** عمومیت کا مخالف تھا اسلئے **پلوٹارک** کی رائے جو اسنے بڑے بڑے ایتھنزی مدبروں مثلاً **مشطاکلیس** **ارسطیدش** **کیمون** اور **فارقلیس** کے اصول فریق بندی کے متعلق ظاہر کی ہے اسے ہم بلا کافی تحقیقات کے ماننے کیلئے طیار نہیں ہیں۔ **مشطاکلیس** **ارسطیدش** اور **فارقلیس** کے متعلق یہ اور بھی زیادہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے اسی لئے یہی اصول کتاب ہذا میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اسوقت تک **تھیوپومپس** کے غلط خیالات کو آنکھ بند کرکے منظور کرلیا جاتا تھا اسکے برعکس **کیمون** کے وہ حالات جو **ایون** اور **اسٹیسمبروش** سے اخذ کئے گئے ہیں اور بعض دیگر خاص خاص قصے ضرور قابل لحاظ ہیں۔

پانچویں صدی ق م کے متعلق پلوٹارک کی سب سے اہم سوانحعمری "حیات فارقلیس" ہے۔ اسمیں تاریخی مواد مفصلۂ ذیل طریقے سے ترتیب دیا گیا ہے:—

باب ۱ و ۲۔ تمہید۔

باب ۳۔ فارقلیس کا حلیہ۔

باب ۴۔ علوم وفنون کی تعلیم۔

باب ۵۔ فلسفہ کی تعلیم اور اسکا اثر فارقلیس کے اوصاف اور اسکے طرز خطابت پر۔

باب ۶۔ فارقلیس کی صفائی قلب۔

باب ۷۔ میدان سیاسیات میں آمد۔

باب ۸۔ فارقلیس کی سخیدگی کیمون کی مخالفت کی وجہ سے وہ انتہائی عمومیت پسند بن جاتا ہے۔

باب ۹۔ اریوپاگس کی مخالفت۔

باب ۱۰ - فارِقلیس اور کیمون میں من سمجھوتہ۔ کیمون کی موت کے بعد طوسی دیدش سے اختلاف اور فارقلیس کا ہردلعزیز بننے کی تدابیر اختیار کرنا ؛

باب ۱۱ - نوآبادیوں کا قیام ؛

باب ۱۲ و ۱۳ - آرائش بلدہ ایتھنز ؛

باب ۱۴ - طوسی دیدش کا اخراج - اب فارِقلیس ایتھنز پر تنہا حکومت کرنے لگتا ہے اور اپنا طرز عمل تبدیل کر کے شاہی وضع اختیار کر لیتا ہے ؛

باب ۱۵ و ۱۶ - فارِقلیس نہایت عمدگی سے حکومت کرتا ہے اور اپنے ذاتی معاملات کے انتظام میں وہ دوسروں کیلئے گویا ایک نمونہ بن جاتا ہے ؛

باب ۱۷ - فارِقلیس یونانیوں کو مذہب کے ذریعے سے متحد کرنے کی کوشش کرتا ہے ؛

باب ۱۸ - تولمیدیس کی شکست بمقام کورونیا (۴۴۷ ق م) - فارِقلیس میدان جنگ میں نہایت ہوشیاری سے فوج کی رہنمائی کرتا ہے ؛

باب ۱۹ - خرسونیسز (تاریخ نامعلوم) اور پلے گائے کی مہم (۴۵۴ ق م) ؛

باب ۲۰ - یہ مہمات ونیز افشین کے سفر (تاریخ نامعلوم) اور مصر اور سسلی کی بابت اس کی دور اندیشی قابل تعریف ہے ؛

باب ۲۱ - دیلفی کے معاملے میں اسپارٹیوں سے اختلاف - (۴۴۸ ق م) ؛

باب ۲۲ و ۲۳ - یوبیا کی بغاوت (۴۴۶ ق م) اور اسکے نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارِقلیس کا احتیاط کرنا حق بجانب تھا ؛

باب ۲۴ - ۲۸ - تیس سال کے امن کے بعد سامسی لڑائی ٹھن جاتی ہے ؛

باب ۲۹ و ۳۰ - جنگ پیلوپونیز کے وجوہ ؛

باب ۳۱ - بظاہر اس جنگ کا تعلق اس الزام سے تھا جو فدیاس پر لگایا گیا تھا ؛

باب ۳۲ - اسپاسیہ اور اناکسا غورث پر استغاثہ ؛

باب ۳۳ - جنگ کا آغاز ؛

باب ۳۴ - طاعون ؛

باب ۳۵ - ایپی دورس کی مہم - فارِقلیس کا مواخذہ ؛

باب ۳۶ - خاندانی صدمے اور رنجشیں ؛

باب ۳۷ - فارقلیس دوبارہ لوگوں کی نظر میں بڑھ جاتا ہے ؛

باب ۳۸ - فارقلیس کی بیماری اور موت ؛

باب ۳۹ - فارقلیس کی طرز زندگی پر پلوٹارک کی رائے ؛

یہ سوانحعمری **پلوٹارک** نے مفصلۂ ذیل اصول پر ترتیب دی ہے :-

(۱) تمہید - باب ۱ و ۲ ؛

(۲) فارقلیس کے اوصاف - باب ۳ و ۶ ؛

(۳) فارقلیس ایک سیاست داں مدبر کی حیثیت سے - باب ۷ سے باب ۱۷ تک ؛

(۴) فارقلیس ایک سپہ سالار کی حیثیت سے - باب ۱۸ سے باب ۲۸ تک ؛

(۵) جنگ پیلوپونیز - باب ۲۹ سے باب ۳۸ تک ؛

(۶) پلوٹارک کی رائے - باب ۳۹ ؛

اس تالیف میں نفس مضامین کے بیان کا لحاظ سنویت سے زیادہ کیا گیا ہے اور علیحدہ علیحدہ سرخیوں کے تحت میں بھی محض سنین کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی - مثلاً **طوسی دیدیش** کے اخراج کا تذکرہ چودھویں باب میں ہے مگر باب ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ میں بہت سے ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو دراصل اس اخراج کے بعد پیش آئے ؛ حسب تصریح متذکرۂ بالا باب ۱۸ و ۱۹ و ۲۱ کی ترتیب بھی سنویت کے اعتبار سے نہیں دی گئی - واقعات کا اعادہ اس جگہ کیا گیا ہے جہاں **فارقلیس** کے اوصاف بتانے کی ضرورت پڑی ہے - مگر ایک حیثیت سے مکمل "حیات" کی تقسیم مسلسل واقعات کے اعتبار سے بھی صحیح ہے اسلئے کہ **فارقلیس** مدبر پہلے ہی تھا - اسکے بعد سپہ سالار بنا ؛

یہ سوانحعمری نہایت اہم ہے - تفصیل کیلئے مفصلۂ ذیل حوالے کافی ہیں :-

باب ۱۱-۱۳ - نوآبادیاں اور امور عامہ ؛

باب ۱۷ - یونانیوں میں اتحاد پیدا کرنیکی کوشش ؛

باب ۱۹ و ۲۰ - خرسونیز اور افشین کا سفر ؛

مگر یہاں تفصیلی اقتباسات دینے کی گنجایش نہیں اسلئے کہ کتاب عمدہ تاریخی مواد سے بھری ہوئی ہے اور اسکا طرز بیان بھی اعلیٰ درجے کا ہے اور قدیم کتب تاریخی میں **فارقلیس** کی سوانحعمری کا پایہ نہایت بلند ہے - سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ **پلوٹارک** کو اتنا کارآمد مواد

کہاں سے مل گیا؟ ہم سے کہا جاتا ہے کہ پلوٹارک نے سنتسیمبروٹس (بیوسولٹ ۲، ۴۴۶) فلوخورس (بیوسولٹ ۲، ۵۵۸) اور تھیوپومپس سے مدد لی ہوگی (دیکھو بیوسولٹ ۲، ۴۳۶، ۳۷) - یہ ناقابل قیاس ہے کہ شمٹ کے خیال کے مطابق اتنا تاریخی مواد سنتسیمبروٹس سے لیا گیا ہو - امور عامہ کے متعلق حوالے یا تو فلوخورس سے لئے گئے ہونگے ورنہ کراتیپس کے سترھویں باب سے (بیوسولٹ ۲، ۵۵۸) - یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ پلوٹارک نے بجائے صحیح واقعات کے تھیوپومپس سے غلط بیانیاں اخذ کی ہوں - ہمیں فارقلیس کے سیاسی خیالات کی تبدیلیوں کو باور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی (باب ۹ - ۱۱) - بہرکیف فارقلیس کی سوانحعمری کے ماخذوں پر غور کرنے سے ہم ضرور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پلوٹارک نے عمدہ اسناد کو استعمال کیا ہوگا - غرض یہ ہے کہ اسکی "حیات کیمون" تو کیمون پر محض ایک مضمون کی حیثیت رکھتی ہے، اسکی "حیات فارقلیس" حقیقی معنوں میں ایک سوانحعمری ہے؛ غالباً جن اسناد کو پلوٹارک کام میں لاسکا انکی نوعیت کا یہ نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی "حیات ارسٹیڈیس" میں بہت ہی کم کارآمد مواد ہے، اسکی "سوانحعمری کیمون" غلط گوئیوں سے پُر ہے اور اسکا "تذکرہ فارقلیس" معلومات سے لبریز ایک اعلیٰ پائے کی تصنیف ہے - اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دور فارقلیس کیلئے ایک عمدہ ذخیرۂ اسناد موجود تھا - مگر یہ ضروری نہیں کہ یہ اسناد کتابیں ہی ہوں - جب ارسٹیڈیس کا ستارہ معراج کمال پر تھا تو ایتھنز میں بہت کم امور ضبط تحریر میں آتے تھے - کیمون کے زمانے میں تحریر کا رواج بڑھا اور دور فارقلیس میں ہر بات لکھی جانے لگی - ایون اور سنتسیمبروٹس نے اپنی تصانیف عہد فارقلیس تک ترتیب نہیں دیں - بدیں وجوہ فارقلیس کے متعلق گویا ایک روایت قائم ہوگئی جسمیں ضرور ہے کہ بہت سی کارآمد باتیں بھی ہونگی - اور چونکہ فارقلیس کا پایہ تاریخ تمدن میں بہت بلند ہے اسلئے یہ روایت محرران اٹیکا ضرور زمانۂ آئندہ کیلئے چھوڑ گئے ہونگے؛ بیوسولٹ نے ۲، ۵۶۵ میں اندوکیدیس کے حالات "خمسینی" کو ناقابل وثوق قرار دیا ہے - اسوجہ سے ہم اس دور کے اسناد کو تین شقوں میں تقسیم کرتے ہیں؛

(۱) ۴۷۹ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کیلئے اسناد سوائے طوسی دیدیش کے نہایت کم یاب ہیں؛

مصنفین مابعد صرف کیمون کے مہمات پر قناعت کرتے ہیں؛

(۲) ۴۵۹ ق م سے ۴۴۱ ق م تک کیلئے دیگر نوشتے ضرور موجود ہوں گے جنہیں الفورس (یا دیودورس؟) نے ایسا بری طرح استعمال کیا مگر پلوٹارک نے اپنی "حیات فارقلیس" میں انکی اچھی ترتیب دی ہے۔

(۳) فارقلیس کی حکومت اور جنگ پیلوپونیز کے اسباب طوسی دیدش اور پلوٹارک سے معلوم ہوتے ہیں اور انکے ماسوا دیودورس بھی ان پر روشنی ڈالتا ہے۔

تھوسولڈ (۲، ۶۰، ۴۷۲، ۴۵) اس زمانے کے متعلق جو نوشتے موجود ہیں انکا ملخص دیتا ہے۔ ان نوشتوں کی مفصلہ ذیل تقسیم کیجا سکتی ہے:۔

(۱) ایتھنزی نقصانات جنگ کی فہرست "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۴۳۲ (جنگ تھاسوس) و ۴۳۳ (قبیلہ آیریخ تھیئس)۔

(۲) ایتھنزی مالیہ کے متعلق نہایت اہم نوشتے: ایتھینا دیوی کا خراج۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۲۲۶ - ۲۷۲ - ان رقومات سے جو جنگ ساموس کیلئے قرض لی گئی تھیں ایتھینا دیوی کے خازن کی نہائی۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۱۰۰ - دیگر دیوتاؤں کے خازنوں کے حسابات مجموعہ نوشتہائے اٹیکا ۱، ۳۲ - حسابات تعمیرات۔

(۳) ایتھنزیوں اور انکے حلفا اور نوآبادیوں کے درمیان مراسلات و عوام کی تجویز بنا پر ایرتھرائے۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۹ - ۱۱ - کولوفون۔ ایضاً ۱۳ - ملطہ ۴، ۲۲ - بریا۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۳۱ - یوبیا کی دوبارہ تسخیر کے بعد جو اولمپیا ۸۳، ۳ میں ہوئی خالکدیسی "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۴، ۲۱ (الف)۔ ہستیائیا۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۳۰۔ ایتھنز کے تعلقات فوکس و اوئنیاڈ۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۔ ۴، ۲۲ (ب)۔ تجویز عوام متعلق ایلیوسس۔ ڈینسٹر گر ۱۳۔ اولمپیا میں لکے دیمونیوں کا چڑھاوا۔ "نوشتہائے یونان قدیم" ۵، ۱۲۶۔

آٹھواں باب

ایتھنز بماتحتی کیمون اور جنگ دریائے یوریمیدن و کابان

ایتھنز کی لیگ کا سپہ سالار کیمون تھا جو ملتیادیس اور ہیگے سپی لے کا بیٹا تھا۔ اسکی بہن ایلپی نکے کالپاس کی بیوی تھی جو ایتھنز کا ایک دولتمند شہری تھا۔ اور خود کیمون اسی رشتے کیوجہ سے وہ جرمانہ ادا کرنے کے قابل ہوگیا تھا جو اسکے باپ پر ہم پارس کی ناکامی کیوجہ سے عاید ہوا تھا[1] اسنے سلامس کی لڑائی سے پہلے مشطا کلیس کا ساتھ دیکر خود کو دور اندیش اور محب وطن ثابت کر دیا تھا۔ اسکی یہ روش اسلئے اور بھی قابل تعریف تھی کہ اسکے باپ نے بری جنگ میں فتح پائی تھی اور خود مشطا کلیس کا مدمقابل تھا۔ جب اسپارٹی ایشیائی یونانیوں کی رہنمائی کر رہے تھے تو وہ ارسطیدیش کے ساتھ سپہ سالاری کے معزز عہدے پر ممتاز ہوا تھا اور جب اسپارٹیوں نے جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی تو وہ ایتھنزیوں اور اسکے حلیفوں کے افواج کا تنہا سپہ سالار ہوگیا۔

نئے سپہ سالار کی پہلی ہی مہم میں تھریسی شہر ایون ۴۷۶ ق م میں فتح ہوگیا عجیب بات ہے کہ گو یہ شہر اسقدر بجانب مغرب واقع تھا ایران کے تقریباً تمام ساحلی مقبوضات نکل چکے تھے اور یورپ کے ان حصوں پر جو ایشیا کے قریب بھی تھے ایران اب قابض بھی نہ تھا تاہم ایون برابر ایران کا وفادار چلا آتا تھا۔ ایون کا ایرانی سپہ سالار بوکیس تھا اور جب اسے

---

[1] اب یہ باور کیا جاتا ہے کہ یہ کالپاس (پلوٹارک "کیمون" ۴ - نیپوس "کیمون" ۱ اور اسی نام کا داد و خس ("مشعلچی مجاور") دراصل ایک ہی شخص تھے۔ نیپوس کا قول ہے کہ کالپاس اتنا صحیح النسب نہ تھا جتنا مالدار تھا مگر نیپوس کی کوئی سند نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ داد و خس کالپاس کے علاوہ ایک اور مالدار کالپاس ایتھنز میں ہو جسنے اپنی دولت بھی شخص اول کی طرح سونے اور چاندی کے کانوں سے پیدا کی ہو جسکے کہ اسکو "لاکو پلیو توس" کا لقب دیا گیا ہے جس کے معنی "امیر معدنیات" کے ہیں۔

معلوم ہوا کہ شہر عنقریب مسخر ہونے کو ہے تو اسنے خود کو جلا کر خودکشی کرلی۔ کیمون نے اس فتح کی یادگار میں ہرمے کے بتخانے میں جو ایتھنز کے بازار میں واقع تھا اس دیوتا کے تین مجسمے مع کتبوں کے نصب کیئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ایون کی تسخیر میں کیمون کے ہاتھ بہت مال غنیمت لگا ہوگا۔

۴۷۲ء قم کے اولمپی کھیلوں کے موقع پر لوگ کیمون کی طرف اتنے ہی متوجہ ہوگئے جتنے وہ چار سال قبل مِسْطا کلیس کی طرف تھے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کیمون میں یہ قابلیت موجود تھی کہ وہ لوگوں کا میلان اپنی جانب کرے۔ طرفہ یہ ہے کہ دنیائے یونان کے لئے اسنے مِسْطا کلیس سے عشر عشیر بھی کام نہیں کیا تھا اور اسکی ہر دلعزیزی کا اصلی راز اسکی شخصیت، اسکا شریفانہ مزاج، اسکا خلق، اسکی سخاوت اور دریا دلی تھی۔ اسکے پاس دولت ایک تو ایون کے مال غنیمت سے حاصل ہوئی تھی اور دوسرے اسنے کلِس تھنیس کے بھائی کی پوتی اِلپسودیکی کے ساتھ شادی کی تھی اور اسکے جہیز میں ایک رقم خطیر اسے ملی تھی۔ اس رشتے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شہر کے سب سے ذی اقتدار خاندان سے ٹکر ریاست پر حکومت کرنے کا متمنی تھا۔ مِسْطا کلیس کے برعکس وہ یہ چاہتا تھا کہ اسپارٹا کے ساتھ ایک دیرپا معاہدہ قائم ہوجائے۔ اسنے اپنے ایک بیٹے کا نام اِیلیس اور دوسرے کا نام لاکے دیمیوں رکھا جس سے اسپارٹی مِسْطا کلیس کی لڑکیوں کے ناموں سے بھی زیادہ خوش ہوگئے! اسپارٹیوں نے اسے ایتھنز میں اپنا پروکسی نوس یا سفیر مقرر کیا۔ جس دور کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں یہ ممکن تھا کہ ایک ریاست کے ہمدرد دوسری ریاست کے شہری ہوں اور پروکسینوس کا عہدہ کسی شخص کو اسلئے دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے شہر میں دوسرے شہر کے باشندوں کا خبرگیراں رہے۔ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ پروکسینوس کی حیثیت آج کل کے سیاسی ایجنٹ

---

۲ پلوٹارک، "کیمون" ۷ - بیوسولٹ ۲، ۳۶۲ - دیو (۸، ۱۴۲) فرض کرلیتا ہے کہ ستوس کیطرح ایون کی تسخیر بھی دوبارہ ہی عمل میں آئی تھی۔ یہ نظریہ اسلئے غلط ہے کہ نہ تو دیودورس سے اس قسم کی کوئی بات اخذ کی جاسکتی ہے اور نہ تسلسل سنین کیلئے پلوٹارک کوئی سند ہے۔ اسکے ساتھ ہی بیوسولٹ ۲، ۸۷۳ دیکھنا چاہئے۔ دورِ سکس زمانۂ دراز تک ایرانی رہا (ہیروڈوٹس ۷، ۱۰۶) ۴۷۵-۴۷۶ء میں جب فائیدون آرخن تھا اسوقت دریائے اسٹرمیون پر ایک نوآبادی قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔

کی سی نہیں تھی ؛[۳]

کیمون اور ایتھنزیوں کے آئندہ چند سال کی جانبازیوں کا ہمکو بہت کم علم ہے۔ اغلب ہے کہ اسی زمانے میں پیوسانیاس دوسری مرتبہ بائی زنطہ گیا ہو اور اسکے اخراج میں خود کیمون نے معتد بہ حصہ لیا ہو۔ ہمکو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس واقعے سے متاثر ہوکر ہیلیسپونٹ کے کسی اور شہر نے بغاوت کی یا نہیں۔ غالباً ان حصص میں کیمون متواتر ایرانی افواج کے ساتھ برسرپیکار رہا ہوگا اور بہت سا مال غنیمت اسکے ہاتھ لگا، مگر ان مہمات کی تفصیل سے ہمیں قطعی واقفیت نہیں ہے۔ ایک اور کارنامے نے ایتھنزیوں کے قومی جوش کو حرکت دیکر اسکی شہرت کو دوبالا کردیا جب ایتھنز میں وبا پھیلی ہوئی تھی تو ایک کاہن نے ایتھنزیوں کو صلاح دی کہ وبا کا دفعیہ اسطرح ہوسکتا ہے کہ تھیسیس کی ہڈیاں (جو جزیرہ سکیروس میں مرا تھا) شہر میں ہی لاکر دفن کیجائیں جیسے اس سے پیشتر اوریستیس کی ہڈیاں اسپارٹا میں دفن کی گئی تھیں۔ اسی زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ "مجلس ہمسایگاں" نے دولوپی قزاقوں کو مجبور کیا تھا کہ وہ ایک جرم کے عوض تاوان ادا کریں۔ ابتدا میں تو وہ اس جرمانے کو ماننے کیلئے طیار ہوگئے مگر پھر دولوپیوں نے تاوان ادا کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ صرف وہ ہی افراد اسے ادا کریں جن سے جرم سرزد ہوا ہو۔ اس پر قزاقوں نے ایتھنز سے مرافعہ کیا۔ ملکت کی جانب سے کیمون نے دست اندازی کی اور آخرکار نہ صرف سکی روس کے تمام باشندوں کو تاوان ادا کرنے پر مجبور کیا بلکہ تمام قوم غلام بنالی گئی اور جزیرہ سکیروس پر ایتھنز نے قبضہ کرلیا۔ اسی دوران میں لوگوں نے ایک عقاب کو دیکھا کہ اپنے پنجوں سے ایک ہی جگہ متواتر کھرچ رہا ہے۔ جب عقاب اڑگیا تو وہ جگہ کھودنے پر ایک عظیم الجثہ انسان کا ڈھانچہ برآمد ہوا جسے ایتھنزیوں نے فوراً اسی تھیسیس کی ہڈیاں قرار دیا جسے ایتھنز میں دفن کرنے کی انکو ہدایت کی گئی تھی۔ اس ڈھانچے کو لوگ نہایت حشم وخدم سے ایتھنز لے آئے اور وہیں وہ دفن کردیا گیا ؛

قیاس کیا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں کیمون نے یونانی ناٹک کے مستقبل پر ایک خاص اثر ڈالا۔

---

[۳] چونکہ آجکل قدیم تمثیلات پر فخر کرنا اور انکا تتبع کرنا اچھا سمجھا جاتا ہے اسلئے یونانی پرکیپنوس (غیر ملکیوں کا محافظ) اور آجکل کے قنصل زیادہ تعجب نہیں کیا جاتا۔ اسکے متعلق مکمل تحقیقات کوپ "موسو نے اپنی کتاب "یونانی پروکیپنوسیاں" (پیرس ۱۸۸۶ء) میں جمع کردی ہے ؛

ناٹک کیلئے جو انعام مقرر تھا اسکے مقابلے میں دو شخصوں نے اپنے نام کا اندراج کرایا۔ ایک سوفوکلیس نے جو بالکل نوآموز تھا اور اس سے پیشتر کبھی اس قسم کے مقابلے میں شریک نہ ہوا تھا اور دوسرے ایسخیلس نے جسکی شہرت مسلمہ ہو چکی تھی۔ جسوقت آرخن ایسے فیون حاضرین میں سے ممتحن نامزد کرنے والا ہی تھا کیمون دوسرے سپہ سالاروں کے ساتھ تھیٹر میں حسب دستور ڈیونیسس کیلئے قربانی کرنے کیواسطے داخل ہوا۔ انکے آتے ہی آرخن نے باآواز بلند یہ کہکر کہ یہ ہی دس سپہ سالار جو دس قبیلوں کے قائم مقام ہیں ممتحن مقرر ہونے چاہئیں۔ آخر کار سوفوکلیس کو انعام مل گیا جس سے ایسخیلس کو اسقدر رنج ہوا کہ وہ ایتھنز چھوڑکر سسلی چلا گیا۔ اس قصے کو بہت سے مورخ ماننے کیلئے طیار ہیں مگر میں اسمیں شبہ ہے کہ آیا کیمون سکیروس سے واپس بھی آگیا تھا یا نہیں[۴]

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد کسی وجہ سے کارنتس ایتھنز کے خلاف ہو گیا اور ایتھنز کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ بالآخر وہ اتحاد پر مجبور کیا گیا اور اسطرح اس جبری طرز عمل کا آغاز ہوا جو ایتھنز نے دیگر یونانی مملکتوں کے ساتھ روا رکھا۔ طوسی دیدس ان واقعات کو اسی روشنی میں دیکھتا ہے اور پھر وہ نکسوس کے ایتھنز کی لیگ سے بغاوت اور ایتھنز سے جنگ کا حال بیان کرتا ہے[۵] ہم کو اسکا تو علم نہیں کہ اس مہم میں کیمون کا کیا حصہ تھا مگر ہم ان کارہائے نمایاں سے واقف ہیں جو اس سے ایرانیوں کے خلاف ہوئے۔ طوسی دیدس اسکا مفصل ذیل حال بیان کرتا ہے[۶]:-

---

[۴] پلوٹارک کے نزدیک اگر تھیسیس کا واقعہ کیمون کے سکیروس سے واپسی پر ہی ہوا ہو تو سکیروس کے واقعات فائیدون کی آرخنی سے اپسے فیون کے آرخنی تک (یعنی ۴۷۶ سے ۴۶۸ ق م تک) پیش آئے ہونگے۔ مگر پلوٹارک اسکو صاف طور پر نہیں تحریر کرتا کسی واقعے کی تاریخ کا تعین کرنے کیلئے دیودورس قطعی بیکار ہے۔ کرتیس (تاریخ یونان ۶۲ ۸۲۳) اور بعض دیگر مورخوں کی رائے ہے کہ کاہن نے ۴۶۹ ق م میں اپنی رائے دی اور اسی سال اس پر عملدرآمد بھی کر دیا گیا۔

[۵] طوسی دیدس ۱، ۹۸۔

[۶] طوسی دیدس ۱، ۱۰۰۔ بیوسولٹ (۲، ۴۰۰) کا یہ نہایت دلچسپ خیال ہے کہ پوسانیاس کی آخری سازشوں کا تعلق جو ۴۷۶ ق م تک (جو بیوسولٹ کے نزدیک اسکی موت کا سال ہے) ختم نہیں ہوتیں ایرانیوں کی اس خبگی سعی سے تھا جس کا نتیجہ یوریمیدون کی صورت میں نظر آیا۔ بیوسولٹ کے نزدیک یہ لڑائی ۴۶۷ ق م میں

"اسکے بعد ایتھنزیوں اور حلفا اور ایرانیوں کے درمیان ایک بحری اور بڑی جنگ پمفیلیا کی دریائے یوریمدون پر ہوئی اور خشکی اور تری دونوں پر ٹلٹیاڈیس کے بیٹے کیمون نے شکست فاش دیکر ۲۰۰ سہ طبقہ فینیقی جہاز ڈبو دیئے یا گرفتار کر لئے ہے" اس لڑائی کے متعلق اگر ہم کو مزید معلومات بہم پہنچ سکتیں تو بہتر ہوتا اسلئے کہ اس جنگ اور جنگ میکالے میں اسقدر مشابہت پائی جاتی ہے کہ ہیروڈوٹس تو ان دونوں کو جنگ میکالے کے نام سے ہی تعبیر کرتا ہے۔ متاخرین کے بیانات اس درجہ متضاد ہیں کہ ہمیں ان سے کسی قسم کی مدد نہیں مل سکتی۔ اس ضمن میں دیودورس نے کہیں کہیں شاید ایفورس کا تتبع کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کیمون دوسو سہ طبقہ جہاز پیرائی اس سے لیکر چلا اور سو جہاز وں کا اضافہ کر کے کاریہ کے یونانی شہروں کو اپنا جانب دار بنایا اور پھر ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) ہوئی تھی۔ اسکی مزید تفصیل کے لئے دیکھو دیودورس ۱۱، ۶۲۔ پولی آئینس ۱، ۳۴۔ یہ بالیقین نہیں بتایا جا سکتا کہ دونوں میں سے کسکو ایفورس کے سمجھنے میں کم غلطی ہوئی ہے۔ بیس ہزار قیدی دراصل سو جہاز وں کے ملاح اور انکے ساتھی ہونگے اور اسکا حساب حسب معمول فی جہاز ۲۰۰ آدمیوں کی نسبت سے لگایا گیا ہے۔ پلوٹارک ("کیمون" ۱۲۔ ۱۳) غالباً تھیوپومپس کا تتبع کرتا ہے مگر ساتھ ہی فانوڈیمس اور کاس تھینس کے اقتباسات بھی دیتا ہے موخر الذکر ہیوسولٹ (۲، ۴۰۵) کے نزدیک لڑائی کی اصلی سند ہے۔ ہیوسولٹ (۲، ۴۰۲) کا یہ بھی موجہ خیال ہے کہ ایون ساکن خیوس کا بھی اصلی سند کا رتبہ ہے۔ پلوٹارک میں جو نامعلوم نام ہیدروس ہے اسے بعض موخ کیسیروس (یا قبرس) پڑھتے ہیں۔ ڈنکر (۸، ۲۱۲) اسی کو اپیرس پڑھتا ہے اور یہ ہی درست بھی معلوم ہوتا ہے پیوسانیاس ۱۰، ۱۵، ۳ - ۵ اور دیودورس ۱۱، ۶۲ میں چڑھاووں کا ذکر ہے اور وہیں یہ بھی بیان ہے کہ ایرانیوں کے ساتھ ایک جنگ "قبرس" میں ہوئی تھی اور یونانیوں نے سو جہاز گرفتار کئے تھے۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ۴۴۹ ق م کی لڑائیوں کے ساتھ جزوی خلط مبحث ہو گیا ہے۔ مقابلہ کرو ہینڈورف کے مضمون "فحمند انتفینا کا مذہب" میں (جو روما کے انجمن آثار قدیمہ کے یادگاری نمبر ۱۸۷۹ء میں نکلا تھا) ایکروپولس کے انتفینا کے بت خانے اور فتح پور یمدون کے درمیان تعلق دکھایا گیا ہے۔ اس کے متعلقہ مسائل کے لئے دیکھو ہیوسولٹ ۲-۴۰۱ وغیرہ۔ صفحہ ۴۰۴ کے پہلے حاشیئے میں وہ لکھتا ہے کہ بجائے "ملک میں" کے "قبرس میں" پڑھنا چاہئے اور صفحہ ۴۰۶ میں اپنا خیال ظاہر کرتا ہے کہ چڑھاوے کا اصل مقصد ایتھنزیوں کے ہاتھوں ایرانیوں کی شکست کو دکھانا ہے۔ اور اسی موضوع کو غالباً اگلے ہوئے کھجور کے درخت کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

مقامات کی تسخیر کی جنہیں ایرانی یا دیسی باشندے آباد تھے۔ لیسیہ کے شہر ازخود اسکے جانب دار ہوگئے اسپر ایرانیوں نے ایک بری اور بحری فوج قبرس میں مجتمع کی جسکے سپہ سالار تھمراؤش مس اور فیرینڈاس مقرر ہوئے۔ کیمون نے بیڑے پر حملہ کیا اور اسے شکست دیکر سو جہاز ملاحوں سمیت اور دو سو خالی جہاز جنکے لوگ قبرس بھاگ گئے تھے گرفتار کر لئے۔ ایرانی لشکر دریائے یوریمدون کے کنارے پڑا ہوا تھا اور کیمون نے نہایت تیزی کے ساتھ اسکی جانب پیش قدمی کی۔ اسنے یہ چال چلی کہ یونانیوں کو ایرانی کپڑے پہنائے اور ایرانی گرفتار شدہ جہازوں میں بٹھا کر دریا کے راستے ایرانی فوج کی جانب لیجانے کا حکم دیا۔ ایرانیوں نے تو یہ سمجھ کر کہ وہ اپنے ہی آدمی ہیں انکا مقابلہ نہیں کیا۔ یونانی نہایت اطمینان سے ایرانی پڑاؤ پر پہنچ گئے اور وہاں ایک باقاعدہ قتل عام کے مرتکب ہوئے پھر بھی ایرانی انھیں پہچان نہ سکے اور یہ سمجھے کہ وہ پسیڈیا کے بحری قزاق ہیں۔ اسکے کچھ عرصے کے بعد کیمون نے اپنی تمام فوج کو آتشی اشاروں کے ذریعے سے واپس بلا لیا۔ ۳۴۰ جہاز اور ۲۰۰۰۰ آدمی گرفتار کر کے وطن کو واپس آیا۔

یہ بیان دیودورس کا ہے۔ پولی آئینس بھی یہی قصہ نقل کرتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ موخر الذکر لڑائی کا موقع دریائے یوریمدون اور کیمون کی چال کا مقام جزیرۂ قبرس بتاتا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ حقیقتہً پیش آیا ہوتا تو کیا یہ ممکن ہے کہ طوسی دیدس اسکا مطلق تذکرہ نہ کرتا؟ پلوٹارک کا بیان مفصلۂ ذیل ہے:۔ طوسی دیدس نے تو جہازوں کو پہلے سے زیادہ تیز رو بنا ہی دیا تھا۔ اب کیمون نے انکو زیادہ وسیع کر دیا اور اس قابل بنا دیا کہ انمیں بہت سے ہوپلیت بیٹھ سکیں۔ ایونیہ سے پمفیلیہ تک ایشیائے کوچک کا ساحل مسخر کرنے کے بعد وہ کنیدس گیا اور خیوسیوں کی مدد سے شہر فاسیلس کو اپنا جانبدار کر لیا۔ اس نے یہ خبر سنی کہ اریو ماندیس قبرس سے ۸۰ جہازوں کا منتظر ہے اور دریائے یوریمدون پر ۶۰ (یا موجب ایفورس ۳۵۰) جہازوں کا بیڑہ لئے پڑا ہوا ہے۔ کیمون نے فوراً حملہ کیا دو سو جہاز گرفتار کئے، بہت مال غنیمت لیا اور اسکے بعد ان ۸۰ جہازوں کو بھی جراست میں لے لیا جو میدروس چلدیئے تھے۔ اس بیان میں دیودورس والی عجیب و غریب چال ظاہر نہیں ہوتی اور اس سے دیودورس کا اعتبار اور بھی کم ہو جاتا ہے۔ جب دونوں لڑائیاں یوریمدون پر ہی ہوئی تھیں تو پھر چال کی ضرورت ہی کیا تھی؟

ایتھنزیوں نے اس فتح کے شکریے میں دیوتاؤں کے سامنے نہایت بیش قیمت بھینٹ دئے

ویلفی کے اپولو پر ایک تانبے کا پھلدار کھجور کا درخت چڑھایا گیا جسپر الھقینا کی مورت تھی۔ اسکے ایک اور چڑھاوے کا اس واقعے سے متعلق ہونے میں (جسکا دیودورس یوریمیدون کے سلسلے میں ہی ذکر کرتا ہے) بہت شبہ کیا جاتا ہے ؛

جنگ یوریمیدون سے ایتھنز اور ایشیائی یونانیوں کو جنوبی ساحل ایشیائے کوچک پر جسپر اسوقت تک ایران کا اثر باقی تھا سیادت حاصل ہوگئی اور اس سیادت کے حصول میں صرف خیوس لیسبوس اور ساموس کے باشندے ایتھنز کے شریک جنگ ہوئے تھے ؛

آخر میں یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ نہ تو ۴۷۹ء ق م کے بعد پلوسانیاس اور ۴۶۹ء ق م اور ۴۵۹ء ق م کے بعد ایتھنز ہی جزیرۂ قبرس کو فتح کرسکے۔ اور بالآخر یہ جزیرہ یونانیوں سے ہمیشہ آزاد ہی رہا ؛[1]

نوٹ متعلق باب ہشتم

کیمون کے لئے دیکھو فیشر "سوانحعمری کیمون" بازل ۱۸۴۷ء اور "مختصر تحریرات" جلد ۱ - لائپزگ ۱۸۷۷ء - اوکن "ایتھنز اور یونان" جلد ۱ (کیمون اور ایفیالتیس) لائپزگ ۱۸۶۵ء - گوکس "تاریخ یونان" جلد ۲ - لندن ۱۸۴۷ء ؛

پانچویں صدی کے بیشتر حصے کیلئے گوکس کے "حیاتہائے مدبران یونان" جلد ۲ - لندن ۱۸۶۰ء دیکھنی چاہئے ؛

[1] بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات :-
۴۶۹ء ق م یا ۴۶۸ء ق م - سکیروس کی تسخیر ؛
۴۶۸ء ق م - کارستوس کی تسخیر ؛
۴۶۷ء ق م - ناکسوس کے ساتھ جنگ ؛
۴۶۷ء ق م - جنگ یوریمیدون ؛

نواں باب

اسپارٹا اور ایتھنز کی مشکلات کیمون کے اخراج تک

جب ایتھنز اسقدر جلت پھرت دکھا رہا تھا تو اسپارٹا پر خاموشی طاری تھی۔ پیوسانیاس کے معاملے میں اسے نہایت تلخ کامی ہو چکی تھی۔ "سیاسیات عظمیٰ" کے خیال کا ضروری نتیجہ ایرانی تعیش کے ساتھ وابستگی تھی اور یہ تعیش اسپارٹی عادات واطوار اور اسپارٹی اوصاف کے بالکل متضاد تھا۔ اسپارٹا ان آزمائشوں میں ہرگز پورا نہ اترا اور اسنے آخر الامر یہ تہیہ کر لیا کہ ایشیائی معاملات کو دوسروں کے سپرد کر کے خود اپنی قدیم علیحدگی دوبارہ اختیار کر لے۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ اسپارٹا میں یہ بحث چھڑی کہ بحری سیادت کے اصول پر کاربند رہا جائے یا نہیں اور ایک شخص مسمی ہیمنوکارپیداس نے اسپارٹیوں کو یہ ترغیب دی کہ قیادت یونان کے خیال کو خدا حافظ کہکر پرانی لیگ پھر زندہ کی جائے۔[1] آخر کار اسپارٹا کو اپنے بلند پائے سے نیچے اترنا پڑا۔ اور چونکہ خیال یہ پیدا ہو چلا تھا کہ اسمیں وہ پرانی قوت باقی نہیں رہی تھی اسلیئے وہ اندرونی مشکلات کا سامنا کرنے پر مجبور رہا۔

گو اسپارٹا یونانی سمندروں کے قیادت سے مستعفی ہو گیا پھر بھی بری سرگروہی برقرار رکھنے میں اسے کوئی امر مانع نہ تھا۔ اسپارٹیوں نے سوچا کہ اتفاق "ہمسائگان" کے تجدید سے بری سیادت قائم رکھنا ممکن ہے۔ اور تحریک کی کہ جو مملکتیں ایران کے خلاف شریک محالفہ نہیں ہوئیں وہ اس لیگ سے نکالدی جائیں۔ مگر ہشطا کلیس نے پیلاگوروں (اراکین مجلس لیگ) کو یہ ترغیب دی کہ وہ اس تحریک کے خلاف رائے دیں۔ اسنے کہا کہ ۳۱ مملکتیں ایران کے خلاف جنگ میں شریک ہوئی ہیں مگر ان میں سے اکثر نہایت چھوٹی چھوٹی ہیں۔ اگر لیگ میں سوائے انکے کوئی اور مملکت شریک نہ رکھی جائیگی تو پھر دو تین زبردست مملکتوں کا

---

[1] دیودورس ۱۱، ۵۰۔ بیوسولٹ ۲، ۳۵۶ کے نزدیک دراصل یہ اپسوکراتیس کے محض تخیلات کے اختراعات کا نتیجہ ہے۔

پورا قابو چل جائیگا اور باقی کو اپنے حقوق سے دست بردار ہونا پڑیگا۔[۱]

اس واقعے سے جسکا راوی محض **پلوٹارک** ہے اور دیگر سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ **پلوٹارک** حقیقی واقعات بتا رہا ہے تو بھی اسپارٹا کی یہ کوشش ضرور قابل تحسین ہے کہ یونان کی ادھوری یکجہتی ڈھیلی ڈھالی ایک حقیقی مشارکت کی صورت میں تبدیل ہو جائے۔ اس سے قبل بھی اسپارٹا اسکے لیئے کوشش کر چکا تھا جب وہ آیونیائیوں کو ان شہروں میں آباد کرنے کا محرک ہوا تھا جو ایران کے ساتھ مل گئے تھے۔ اب اسکی یہ تجویز ہوئی اس قسم کے شہروں کی جو کچھ سیاسی حیثیت ہے وہی باقی رہے سوائے اسکے کہ انکے چند غیر متعین حقوق جو "لیگ ہمسائگاں" میں انھیں حاصل تھے ضبط کر لیئے جائیں اور یہ ظاہر ہے کہ

---

[۱] **پلوٹارک**: "ٹسٹاکلیس" ۲۰۔ یہ بیان نہایت مشکوک ہے اور اسکی صداقت میں شبہ کی بہت کچھ گنجائش ہے۔ سب سے زبردست اعتراض یہ ہے کہ جہانتک ہمیں علم ہے باشندگان بیوقیہ دوویس کو لیگ میں حق رائے دہی نہ تھا مگر تھیبز اور آرگوس کو تھا۔ بیوتی اور تھیبز ہی ایک ہی ہوں گردوسری اور آرگوسی تو ایک نہ تھے اور یہ ممکن کب تھا کہ آرگوسی اور تھیبزی لیگ سے علیحدہ کئے جاتے۔ اگر اسپارٹی تحریک منظور ہو جاتی تو لیگ سے محض آمانش اراکین مثلاً مالسی، فطیوطی آئی پنانی، دولوپی مگنیتی اور پرہمائے بی علیحدہ کر دیئے جاتے جو نہ صرف ایران کی طرفدار رہتے تھے بلکہ جنکا دروازہ ہمیشہ ایتھنز اور اسپارٹا دونوں کے اثر کے لئے کھلا رہتا تھا۔ بدیں وجوہ اسپارٹی تحریک کے اس بیان میں صرف اتنی بات واقعی کہی جاسکتی ہے کہ اسپارٹا کی عین خواہش تھی کہ پرانی لیگ کی جگہ نئی لیگ قائم کرے اور اسکے بعینہ وہی حقوق ہوں جو قدیم لیگ کے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر ایتھنز نے ان یونانیوں کے حقوق کی حفاظت کی جنھوں نے غداری کی تھی۔ اسنے "لیگ ہمسائگاں" کو حقیقی مشارکت کی صورت میں تبدیل ہونے سے اسلیئے باز رکھا کہ اسے خوف تھا کہ نئی لیگ میں اسکو اسپارٹا سے بہت نیچا درجہ اختیار کرنا پڑیگا۔ مگر اسپارٹی تحریک کے بجائے وہ کوئی اور تحریک پیش نہ کر سکا۔ اور اسنے جن مملکتوں کا ساتھ دیا انھوں نے تو اسکا شکریہ بھی نہیں ادا کیا مثلاً تھیبز نے فوراً اسپارٹا سے معاہدہ کر لیا۔ یونان کی بنیاد مضبوط کرنے کی کوشش کی ابتدا فتوحات ہی سے ہوتی ہے۔ اس موقع پر اسپارٹی مقاصد کو ایتھنز نے بالکل اسی طرح شکست دی جیسے زمانۂ مابعد میں اسپارٹا نے ایتھنز کے مساعی کی کامیابی میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ افسوس کہ انسانی فطرت اسی کے مقتضی ہے۔ دیکھو بیوسولٹ ۲، ۳۵۷۔

اس صورت میں لیگ پہلے سے زیادہ ذی اقتدار ہو جاتی۔ اسکے خلاف **مشنطا کلیس** کے اعتراضات نہایت کمزور تھے۔ واقعہ یہ تھا کہ حقیقی قوت دو یا تین مملکتوں کو تھی جو خود کو ایونیائی یا دوریائی کہتی تھیں۔ اگر لیگ کو از سر نو مرتب کر دیا جاتا تو اسمیں جس قسم کے قانون رائے دہی کی خواہش رہی ویسا ہی بن سکتا تھا اور ممکن تھا کہ لیگ میں **ایتھنز** کا اتنا ہی اثر پیدا ہو جائے جتنا اسکا حق تھا۔ تاریخ اسبات کی شاہد ہے کہ **ایتھنز** کے اعتراضات کی بنا پر لیگ میں اصلاح تو نہ ہوئی مگر **ایتھنز** کے اقتدار میں بھی پہلے سے کچھ زیادہ اضافہ بھی نہ ہو سکا۔ خود وہ مملکتیں جنھیں محض **ایتھنز** کیوجہ سے لیگ میں رہنے دیا گیا تھا اب **اسپارٹا** کے ہی ممنون شکور ہوئیں۔ اور عدم تجدید لیگ سے **ایتھنز** کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا۔

اسکے باوجود **اسپارٹا** اپنے ایک خاص مقصد کو پورا کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اسکی خواہش تھی کہ **تھسلی والوں** کو اسکی سزا دی جائے کہ انھوں نے یونانیوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ خود تھسلی پر مسلّط ہو جائے۔ **شاہ لیوتی خیدیس** اس کام کیلئے تھسلی روانہ کیا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اسنے وہاں پہنچ کر **الیووائے قوم** سے رشوت لے لی اور جیسا گیا تھا ویسا ہی واپس آگیا[1] واپسی پر **لیوتی خیدیس** مجرم گردانا گیا اور آخرکار اسے **تیگیا** بھاگ جانا پڑا۔ چونکہ شہر **اسپارٹا** کا پرانا حلیف تھا اسلیئے مروت میں اگر وہاں کے باشندوں نے بادشاہ کو حوالے کرنے سے قطعی انکار کیا۔ مختلف حصص یونان کا جذبۂ آزادروی جنگ ایران سے بہت ترقی کر گیا تھا۔ اور **تیگیا** نے یہاں تک جرأت کی کہ **اسپارٹا** سی ذی اقتدار مملکت کے خلاف **آرگوس** سے محالفہ کرے۔ گو ان حلیفوں کو **اسپارٹا** نے شکست دی مگر **تیگیا** کی حیثیت میں کوئی معتدبہ فرق نہ آیا[2]

پیلوپونیز کے دوسرے حصوں میں بھی جوش پھیلا ہوا تھا۔ **ایلس** نے ایک دستور اختیار کر کے جو عمومی اصولوں پر مبنی تھا متعدد مواضعات کو یکجا کیا اور اس کا نام شہر **ایلس** رکھا[3]

---

[1] ہیروڈوٹس ۶، ۷۲۔ پٹوسانیاس ۳، ۷، ۹۔ بیوسولٹ ۳۵۵۔ ۳۵۶

[2] ہیروڈوٹس ۹، ۳۵۔ پٹوسانیاس ۳، ۱۱، ۷۔ بیوسولٹ (۲، ۳۷۶) کے نزدیک یہ واقعہ ۴۷۳ ق م یا ۴۷۲ ق م کا ہے

[3] اسٹرابو ۸، ۳۳۶۔ بیوسولٹ ۲، ۳۷۲

آرکیڈیا نے بھی اسپارٹا سے علیحدگی اختیار کرلی اور بعض مورخوں کے نزدیک اسی زمانے میں مین ٹنیا کے اتحاد باہمی کی تہذیب ہوئی۔ مگر یہ بات تیقن کے پائے کو نہیں پہنچی[1] اسکے ساتھ ہی ہمیں یہ علم ضرور ہے کہ اس عظیم الشان جنگ میں جو اسپارٹا اور دیگر آرکیڈی شہروں کے درمیان ہوئی اور جسمیں شہر ویپیا کے قریب اسپارٹیوں کو فتح ہوئی مین ٹنیا شریک نہ تھا۔ بہرنوع اگر مین ٹنیا نے اسپارٹا کی عملاً مخالفت نہیں کی پھر بھی اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹا کو بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا[2] نہایت تعجب ہے کہ جنگ ایران کے بعد ہی وہ اسقدر کمزور ہوگیا ہو۔

اس ضمن میں ایک خاص واقعے کیطرف توجہ لازم ہے۔ دیودورس کے نزدیک آرگوسیوں نے میکے نائی اور ترنز دونوں کو ۴۶۸ ق م میں تاراج کیا[3] میکے نائی اور ترنز نے تو ایران کے خلاف کوشاں ہونے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ اور آرگوس دوران جنگ میں یونان کو ایران کے ہاتھ فروخت کردینے کیلئے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ باوجود اسکے ویلفی میں باشندگان میکے نائی و ترنز کی یادگار قائم ہونے سے دس سال کے اندر ہی آرگوس کو یہ دونوں شہر برباد کرنے اور انکے تمام باشندگان مذکور کو غلام بنانے دیا گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یونان میں بہت سے افراد ایسے بھی ہونگے جنکو اسبات سے نہایت تاسف ہوگا کہ ان یونانی مملکتوں کو جو ایران سے جنگ آزما ہوئی تھیں ایک مضبوط لیگ بنانے میں اسپارٹا کو ناکامی ہوئی۔ بہرنوع میکے نائی کی تباہی جو ازمنۂ قدیمہ سے اب تک نہایت باوقار شہر تھا عوام کی نظر وسیں ایک نہایت قبیح حرکت تھی اور یونان کی روایات کی قطعاً منافی تھی۔ بلاشبہ اسپارٹا کو اپنی ضروریات بھی مدنظر تھیں مگر ان ضروریات ہی کیلئے میکے نائی کا قیام لابد تھا۔ ان تمام باتوں سے صرف ایک نتیجہ نکلتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اسپارٹا نے میکے نائی کی حفاظت میں

---

[1] دیکھو جلد ۱ باب ۱، حاشیہ، خود بیوسولٹ (۲، ۶، ۳) یہ ثابت نہیں کرسکا ہو

[2] ہیرودوٹس ۹، ۳۵ ہیں اس لڑائی کے صحیح سنین کا علم نہیں۔ بیوسولٹ (۲، ۶، ۳۸۴) نے ۴۶۹ ق م تا ۴۶۸ ق م قرار دیا ہے۔ دیو (۸، ۴، ۱۳) کے نتائج درست ہوں مگر طریق استدلال صحیح نہیں معلوم ہوتا

[3] دیودورس ۱۱، ۶۵۔ اشٹرابو ۸، ۲، ۳۔ ۳، ۷، ۳۔ مقابلہ کرو ہیرودوٹس ۸، ۷۳ بیوسولٹ کا خیال ہے کہ میکے نائی کی فتح غالباً ۴۶۸ ق م میں ہوئی ہوگی۔ اس سے اسپارٹا کی عدم مداخلت کا طرز عمل سمجھ میں آسکتا ہے ہو

صرف اسوجہ سے ہاتھ نہیں ڈالا کہ وہ خود مصیبتوں میں گرفتار تھا بلکہ دیودورس کا تو یہ خیال ہے کہ اسپارٹا کی عدم مداخلت کا اصلی سبب **ہیلوتوں** کی بغاوت اور زلزلہ تھا۔ مگر ہمیں اسکی بابت کسی قسم کے اطمینان بخش معلومات نہیں ہیں[1]

زلزلے نے **اسپارٹیوں** کو عظیم الشان نقصان پہنچایا جنگ **آرکیڈیا** ختم ہی ہوئی تھی اور **اسپارٹا** سوچ ہی رہا تھا کہ **تھاسوسی** باغیوں کو اسپارٹا کے خلاف کس طرح مدد دے کہ ایک زبردست زلزلے نے شہر کو ہلا دیا جس سے **اسپارٹا** میں کھنڈر ہی کھنڈر باقی رہ گئے اس زلزلے سے قریب قریب بیس ہزار جانوں کا نقصان ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ تمام شہر میں صرف پانچ مکان کھڑے رہ گئے۔ مال و اسباب کے بہ نسبت جانوں کی حفاظت زیادہ اہم تھی اسلیئے شاہ **آرخی داموس** نے تنبہ کے علامات کے ذریعے سے شہریوں کو ایک جگہ جمع کیا اور سب کو ایک کھلے میدان میں لیجا کر بہت لوگوں کی جان بچائی[2]

اس واقعے کے بعد ہی **پیریوئکی** اور **ہیلوتوں** نے بغاوت کا علم بلند کر دیا کچھ عرصے پیشتر یہ شبہ ہو گیا تھا کہ **ہیلوت پٹوسانیاس** کے محض ایک اشارے پر باغی ہو جائینگے اور جب چند **ہیلوت تئیناری پوسیدون** کے ہاں کو بھاگ گئے تو اسپارٹیوں نے اسی شبہ میں انکو قتل کر ڈالا۔ اسپارٹا پر اس قتل کا مدت دراز تک دھبہ رہا۔ اور ایتھنزی وقتاً فوقتاً اسپارٹیوں کو یہ واقعہ یاد دلا دلا کر مطعون کیا کیئے[3]

طوسی دیدس کا بیان ہے کہ **پیریوئکی** کی بغاوت میں **تھوریئی** اور **ایتھائیا** کے باشندے اور قدیم **میسینیوں** کے ورثا شامل تھے۔ ابتدا ہی میں ان باغیوں نے قلعہ **اتھومے** پر قبضہ کر لیا اور ایک معرکے میں تین سو اسپارٹی بسرکردگی **اِمِنِسٹس** (قاتل مہرنوش) کام آئے اس جنگ کے طول کھینچنے سے اسپارٹی اقتدار میں گونہ فرق آگیا یہانتک کہ وہ اپنے پرانے حلیفوں سے امداد کا خواہاں ہوا جنمیں سے **ائی گینا** اور **پلاٹیہ** نے فوراً آمادگی ظاہر کی[4] مگر اسکا بھی کوئی

---

[1] دیکھو دیو ۸، ۱۳۳ وغیرہ۔ اور ۲۴۰۔ **پٹوسانیاس** (۴، ۲۴، ۵) کا خیال ہے کہ میسینیوں کی بغاوت اولمپیاد ۷۹، ۲ یعنی ۶۶۳-۶۶۲ ق م میں ہوئی ہوگی۔ مگر **بیوسولٹ** (۲، ۸۳۴) اسکے لیئے موسم گرما ۶۵۵ ق م تجویز کرتا ہے

[2] **طوسی دیدس** ۲، ۲۷۔ ۴، ۵۶۔ ۳، ۵۴۔ **بیوسولٹ** (۲، ۴۵۳) کے نزدیک کیمون میسینیہ موسم بہار میں گیا تھا۔ کیمون کی سوانحعمری (۱۵) میں پلوٹارک نے جو غلطیاں کی ہیں انکے لیئے دیکھو **بیوسولٹ** ۲، ۴۵۵

خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور اِتھومے تسخیر نہ ہو سکا۔ اَیتھنز کی تو شہروں کے محاصرے میں کامل دستگاہ رکھتے تھے مگر پیلوپونیزیوں کو محاصروں کا زیادہ تجربہ نہ تھا اسلیئے اِسپارٹیوں نے اب اَیتھنز سے مدد طلب کی۔ اگر اَیتھنز کی اسپارٹا کیلئے خون بہانے کو طیار نہ ہوتے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اسلیئے کہ انکو غالباً علم تھا کہ اِسپارٹا اسکے مدمقابل تھاسوس کو کمک بھیجنے والے ہیں۔ مگر کیمون کی یہ پالسی تھی کہ اَیتھنز اِسپارٹا سے تعلقات قائم رکھے اور اسکے اثر سے اَیتھنز کی اسپارٹا کو مدد بھیجنے کیلئے طیار ہو گئے اور خود کیمون ایک لشکر لے کر میدان جنگ کو گیا۔ مگر اَیتھنز کے اس آمادگی کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اِتھومے تسخیر نہ ہو سکا اور اِسپارٹیوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اَیتھنز کی باغیوں سے مل گئے ہیں اور خیال کرنے لگے کہ کیا عجب کہ محاصرین میں سے ایسے لوگ بھی ہوں جو محصورین کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے ہوں۔ آخر کار اس شبہ میں گرفتار ہو کر اِسپارٹا نے اَیتھنز کی فوج واپس کر دی۔ بلاشبہ یہ اَیتھنز کیلئے توہین تھی مگر اس توہین کا اصل باعث خود اسکا سفیہانہ اور لایعقلانہ طرز عمل تھا۔ عہد مِنسطا کلیس میں اِسپارٹا سے ہمیشہ عیاشانہ اختلاف سے کام نکالا جاتا تھا، اب کیمون کے زمانے میں اَیتھنز کا اِسپارٹا کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ محض ایتھنز کی عنایت آمیز سرپرستی پر مبنی تھا۔ یونان کی بہتری کیلئے اِسپارٹا کا میسینیہ کو اپنی ماتحتی میں رکھنا کسی طرح ضروری نہ تھا اسلیئے کیمون کے اس طرز عمل کے نتائج اور بھی مضر ثابت ہوئے۔ اب اس انتہا پسندی نے اور بھی گل کھلائے۔ اور اسی اَیتھنز نے جو حال ہی میں میسینیوں کو غلام بنانے کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے پر تلا ہوا تھا اب اِسپارٹا کے خلاف آرگوسیوں اور تھسالیوں کے ساتھ عہد و پیمان محالفہ کر لیا۔[1]

جنگ نے دس سال متواتر طول کھینچا مگر اخیر میں اِتھومے کو ہتھیار رکھ دینے پڑے اور فتح کا سہرا اِسپارٹیوں کے ہی سر رہا۔[2] اختتام جنگ پر فاتحوں نے محصورین کو

---

[1] طوسی ڈیدشس ۱، ۱۰۲۔

[2] کرٹیوگر، کلاسین اور بیوسولٹ (۲، ۵، ۴) کی رائے ہے کہ طوسی ڈیدشس ۱، ۱۰۳ میں بجائے "دسویں سال" کے "چوتھے سال" پڑھا جانا چاہیئے۔ اور یہی زیادہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔ بیوسولٹ (۲، ۵، ۴) کے نزدیک اِتھومے کی تسخیر ۴۶۲-۶۱ ق م میں عمل میں آئی ہوگی۔

پیلوپونیز سے چلے جانیکی اجازت تو دیدی مگر اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگادی کہ انمیں سے جس کسی کو کوئی پیلوپونیز میں گرفتار کریگا وہی اسکا مالک ہوجائیگا۔ اس قسم کے سخت شرائط میسینیوں کے شکست کا نتیجہ تھے مگر اپنے بچاؤ کیلئے اسپارٹیوں نے یہ مشہور کردیا کہ انکے عائد کرنے کی ایک کاہن نے ہدایت کی تھی۔ پیلوپونیز سے میسینی ایتھنز گئے جہاں ایتھنزیوں نے انکا خیر مقدم کیا اور نٹوپاکٹس میں (جسے حال ہی میں اوزولی لوکریوں سے چھینا تھا) رہنے کی اجازت دیدی۔ اسوقت سے ایتھنز کے یہ دوست ہی خلیج کارنتھ پر سنتری کی خدمت انجام دیتے رہے اور ایک ایسے بندرگاہ کے جو ایتھنز کیلئے نہایت اہم تھا متواتر حفاظت کرتے رہے۔[1]

اسپارٹا کو تو بہت سی مشکلات محض اسلئے پیش آرہی تھیں کہ اسکا طرز عمل دلیرانہ نہ تھا، اسکے برعکس ایتھنز کو اسی قسم کے مصائب کا اسواسطے سامنا کرنا پڑا کہ اسکی پالیسی حریصانہ تھی۔ اسپارٹا کے خلاف تو اسلیئے تو بغاوتیں ہورہی تھیں کہ اسکو کاہلی پسند تھی، ایتھنز کے خلاف اسوجہ سے شورشیں برپا ہورہی تھیں کہ اسمیں تکبر بھرا ہوا تھا۔ کیمون کی تسخیر ایٹون و شکیروس و کارسٹس کے بیان کے بعد طوسی دیدیس مفصلۂ ذیل قصے کا ذکر کرتا ہے:[2] "اب وہ باغی ناکسوسیوں کی طرف رجوع ہوئے اور انکا محاصرہ کرکے انکو شکست دی۔ ناکسوس پہلا حلیف تھا جسے ایتھنز نے تمام موجودہ قواعد کے خلاف اپنی تابعداری پر مجبور کیا۔ اسکی بغاوت کے بعد ایتھنز نے بجنسہٖ ہی برتاؤ دوسرے شہروں کے ساتھ بھی روا رکھا۔ ایتھنزی سلطنت کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ اسلیئے جاری ہوا تھا کہ حلیفوں نے خراج دینا یا زمانۂ جنگ میں ایتھنز کو اپنے جہازوں اور اپنی فوج سے امداد دینا قطعی انکار کے ساتھ موقوف کردیا تھا،

---

[1] کرٹیس (۲، ۶، ۱) کا خیال ہے کہ طوسی دیدیس (۱، ۱۰۳) کے الفاظ "لوکرسی لگان دیئے گئے" کی تشریح "نوشتہائے یونان قدیم" ص ۳۲۱ سے ہوجاتی ہے جسمیں لوکرسیوں کی نوآبادی نٹوپاکٹس کا ذکر ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس نوآبادی میں کورنتھی بھی شریک ہونگے اسلیئے کہ چند سکے پائے گئے ہیں جو کورنتھی طرز کے ہیں اور جنپر لفظ "لوکروں" کندہ ہے مگر حقیقت یہ زمانۂ بعد کے اطالوی لوکری کے سکے ہیں اگر ایتھنز اسپارٹا کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا برتاؤ اسپارٹا نے تھاسوس کے معاملے میں کرنا چاہا تھا تو میسینی غالباً آزاد ہوجاتے اور یہ یونان کیلئے بہرنوع مفید ہوتا۔

[2] طوسی دیدیس ۱، ۹۸، ۹۹۔

اور ایتھنزیوں نے یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ جو حلیف محض کاہلی یا عداوت کی بنا پر ایتھنزی مطالبات پورا کرنے میں تعویق کرتے انکو ایتھنز نہایت سختی کیساتھ جبراً پورا کراتا۔ اسکے ساتھ ہی ایک حکومت ناپسندیدہ تھی دوسرے یہ کہ وہ بغاوت نہایت آسانی کیساتھ فرو کر دیتے تھے۔ اکثر حلیف یہ چاہتے تھے کہ زندگی آرام سے بسر ہو اور جہاز مہیا کرنے کے عوض وہ ایتھنز کو روپیہ ہی ادا کر دیا کریں اسطرح ایتھنز کی قوت میں پہلے سے بھی اضافہ ہو گیا اور جب کسی حلیف نے بغاوت کی تو وہ ایتھنز کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا۔" یہ ہمیں نہیں بتایا گیا کہ ایسے حلیفوں کی کیا تعداد تھی جو بزور شمشیر مغلوب کیے گئے۔

اسی قسم کے ایک اور جھگڑے کا ہم کو علم ہے۔ باشندگان جزیرۂ تھاسوس ایتھنز سے اسلیے چشمک رکھتے تھے کہ ایتھنز تھاسوی ساحل پر برابر دست درازی کرتا رہتا تھا اور ہمیشہ تھاسوسیوں کو ساحلی کانوں پر قبضہ کر لینے کی دھمکی دیتا رہتا تھا[1] تھاسوس کی جو کچھ دولت تھی وہ ان ہی کانوں کی وجہ سے تھی اور انہیں سے اکثر ساحل ہی پر تھیں۔ موسم بہار ۴۶۵ ق م میں تھاسوس نے نہایت ہمت اور جرأت سے کام لیا اور ایتھنز سے باغی ہو گیا[2] ایتھنزیوں نے شہر تھاسوس کا محاصرہ کر لیا اور دس ہزار ایتھنزی حلیف دریائے استریمون کے ایک اہم موقع پر قبضہ کر کے وہیں بس گئے تاکہ براعظم پر تھاسوسی اقتدار توڑ دیں۔ یہ جگہہ دریا کے دہانے پر ہی تھی اور چونکہ اس جگہ نو سڑکیں مل جاتی تھیں اسلیے اسکا نام "اینیا ہوودوئے" یا "نو راہا" تھا مگر چونکہ دریائے استریمون نے اسے قریباً چار و نا چار طرف سے گھیر لیا تھا اسی مناسبت سے زمانۂ مابعد میں اسکا نام "امفی پولس" پڑ گیا[3] بہرحال اس نوآبادی نے کچھ زیادہ ترقی نہیں کی۔ تھریسیوں نے نہ صرف بسنے والوں کی مخالفت ہی کی بلکہ ڈرابسکس پر انھیں شکست ہی اس شکست کا ایک نتیجہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالباً ایتھنزیوں کو نو راہا چھوڑ دینا پڑا۔ یا

---

[1] طوسی دیدش ۱، ۱۰۰۔

[2] بیوسولٹ ۲، ۴۱۴۔ مقابلہ کرو کرتیس کی تاریخ یونان ۶، ۸۲۔ "مجموعۂ نوشتہائے قدیم" (۱، ۴۳۴) میں کسی قبر کے تکیے کے ایک ٹکڑے کا ذکر ہے جس پر ان ایتھنزیوں اور حلیفوں کا ذکر ہے جو تھاسوس میں مارے گئے۔

[3] طوسی دیدش ۱، ۱۰۰۔ دیو ۸، ۲۳۱ کا خیال بالکل درست ہے کہ تھاسوس دراصل اسی نوآبادی کی تجویز ہی کو سنکر بغاوت پر آمادہ ہوا تھا۔

کم سے کم دوبارہ بستی بسانے کی ضرورت پیش آئی ؛

خود تھاسوسیوں کے خلاف کیمون بھیجا گیا اور اپنے مقصد میں وہ پہلی مہم سے زیادہ کامیاب رہا۔ اسنے انھیں بحری شکست دی اور ایک طولانی محاصرے کے بعد بغاوت کے تیسرے سال تھاسوسیوں کو ہتیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ ادھر اسپارٹا کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسیطرح تھاسوس کی مدد کیجائے۔ مگر اسپارٹی امداد کا شہر تھاسوس میں پہنچنا بالکل ناممکن اور محال تھا۔ اس مہم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز نے تھاسوس کو مجبور کیا کہ وہ اپنی شہر پناہ مسمار کردے، اپنے جہاز اور ساحلی مقبوضات ایتھنز کے سپرد کردے اور آئندہ سے سال بسال خراج ادا کرتا رہے۔ اس خراج کی تعداد اولمپیاد ۸۳، ۲ (۴۶۳ ق م) میں تین تالنت تھی[1] اندرونی معاملات میں دوسرے حلیفوں کی طرح تھاسوس بھی خود مختار رہا ؛

گو کیمون نے تھاسوس فتح کرلیا تھا اور اس سے ایتھنزی سیادت ممالک شمال میں دوبارہ عود کر آئی تھی مگر اسکی ایتھنزیوں نے اتنی قدر نہ کی جتنا وہ مستحق تھا۔ اسکے مخالفوں نے اسپر یہ الزام لگایا کہ اسنے سکندر شاہ مقدونیہ سے رشوت لیلی ورنہ مقدونیہ کا فتح کرلینا کچھ مشکل نہ تھا۔ انھوں نے یہانتک کیا کہ اسپر باضابطہ مقدمہ قائم کردیں مگر تحقیقات سے کیمون تمام الزامات سے بری ہوگیا[2] ارسطیدیش کی موت کے بعد الکمیونوں کے معاملات کی نگرانی چند نوجوانوں کے ہاتھ میں آگئی تھی جنمیں ایک فارقلیس بھی تھا۔ اسکے باپ زانتھی پس پر ایک زمانے میں کیمون نے استغاثہ دائر کیا تھا اور اب یہ فارقلیس کیمون کے مخالفوں میں شامل ہوگیا تھا۔ کیمون سے قوم اسوجہ سے اور بھی نالاں تھی کہ وہ تو اسپارٹا سے دوستانہ طرز عمل برتنا چاہتا تھا اور اسکے جواب میں اسپارٹا نے بالکل برعکس رویہ اختیار کیا تھا ؛

حالات متذکرۂ بالا سے یہ ظاہر ہے کہ جنگ ایران کے بعد دس برس کے اندر اسپارٹا

---

[1] اولمپیاد ۸۳، ۳ میں کانوں پر تھاسوس کا پھر قبضہ ہوگیا تھا اور غالباً اسی لئے ایتھنز نے اسکے خراج کی مقدار تین تالنت کی جگہ تیس تالنت کردی ؛

[2] اس مقدمے کیلئے دیکھو پلوٹارک کی "سوانح کیمون" ۱۴ و ۱۵۔ کرتیس (۶۲، ۱۵۰) ڈیوڈورس تھنیس کی نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ کیمون پر ایتھنز کے "جدی تنظیم" بدلنے کا الزام بھی لگایا گیا تھا۔ مگر بعض مورخ "جدی تنظیم" کی جگہ "پاردوسی تنظیم" پڑھتے ہیں ؛

کی طرح ایتھنز بھی مشکلات میں پڑ گیا تھا مگر وہ اسپارٹا کی مشکلات کے برابر نہ تھیں[1]

دسواں باب

ایتھنز کا خارجی طرز عمل جنگ اوئنوفیتہ تک

گو ایتھنز کے راستے میں بہت سی مشکلات حائل تھیں مگر اسکا اقتدار برابر بڑھتا ہی گیا۔ اسکی سیادت کی ماہیت پر تو آئندہ بحث کی جائیگی۔ یہاں اسکی وسعت کے اندازہ کیلئے یہ کافی ہے کہ ایجئن کے تمام جزیرے اسکے شمالی ساحل کی تمام بستیاں، درۂ دانیال سے باسفورس تک کے شہر اور پمفیلیہ تک ایشیائے کوچک کی تمام ساحلی ریاستیں، یہ سب ایتھنز کو اپنا رئیس تسلیم کرنے پر طیار ہو گئے۔ یہ بھی خالی از علت نہیں کہ سوائے تھریسی خرسونیز اور سسپہ کے بیشتر حصے کے وہ براعظم یورپ یا ایشیا کے کسی جزو پر قابض نہ تھا بلکہ اسکی قوت صرف ان ہی خطوں تک محدود تھی جو شہری فرقوں کے زیر اثر ہوں۔ اور خود ایونیا اور ساحل کے بعض طبقات ایسے تھے جو اسوقت تک ایران ہی کے دست نگر تھے۔ اسکے برعکس بہت سے ممالک اور سلطنتیں ایسی بھی تھیں جو ایتھنز کے حلقۂ اثر میں آچکی تھیں۔ مثلاً تھریس اور

---

[1] بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات:۔

(۱) بہار ۴۶۵ ق م۔ بغاوت تھاسوس (۲، ۴۱۴) ؛

(۲) گرما ۴۶۵ ق م۔ زلزلہ اسپارٹا (۲، ۴۳۸) ؛

(۳) خزاں ۴۶۴ ق م۔ تسخیر تھاسوس (۲، ۱۴۱) ؛

(۴) بہار ۴۶۳ ق م۔ کیمون میسنیہ میں (۲، ۳۵۴) ؛

(۵) بہار ۴۶۲ ق م۔ کیمون کا اخراج (۲، ۱۷۱) ؛

مقابلہ کرو ہولشٹاپیل: معلومات تاریخ یونان میں اضافہ" صفحہ ۳۲۔ فیرکیس (تھیسر صہ ۱۲) کے نزدیک تھاسوس موسم بہار ۴۶۳ ق م میں فتح ہوا تھا ؛

مقدونیہ میں ایتھنز کا بہت اثر تھا اور گو تھسلی کی دوستی کا زیادہ اعتبار نہ تھا مگر کم از کم بظاہر تو تھسالوی دوست ہی تھے[1] یہ بھی تیقن کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز کے فوکس کے ساتھ کس قسم کے تعلقات تھے۔ کم از کم بیوتیہ پر تو ایتھنز کی اثر نام کو بھی نہ تھا۔ رہیں چھوٹی چھوٹی یونانی ملکتیں۔ انھوں نے ایتھنز سے ضرور معاہدے کر لیئے تھے مگر ان مخالفوں کا مقصد سوائے اسکے کچھ نہ تھا کہ وہ ایتھنز کی مدد سے اپنے دشمن ہمسایوں کو نقصان پہنچائیں۔[2]

اسکے سوائے میگارا اور ایتھنز میں محض قرب کی وجہ سے بھی دشمنی کی آگ بھڑکی ہوئی تھی[3] اور تاریخ میں صرف ایک مرتبہ جب کارنتھ اور میگارا میں مخالفت ہو گئی تھی میگارا نے ایتھنز سے محالفہ کیا تھا[4] اس طرف ایتھنزیوں کو میگارا پر اسلیئے اثر قائم کرنے کی ضرورت تھی کہ میگارا کی ارضی مشرق میں خلیج سارون تک اور مغرب میں خلیج کارنتھ تک پھیلی ہوئی تھی اور اسکے قبضے میں دو نہایت اہم بندرگاہ تھے۔ ایک نسائیا جو سالامس کے بالکل مقابل تھا اور دوسرا خلیج کارنتھ کا بندرگاہ پیگائے۔ میگارا پر پورا قابو حاصل کرنے کیلئے ایتھنزیوں نے شہر سے نسائیا تک دو مضبوط دیواریں قائم کر دیں اور جب اصول قلعہ بندی کا یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا تو اسی کی بنا پر خود ایتھنز میں اس پر عمل کیا گیا[5] دور دراز پیگائے میں یہ فصیل بندی ممکن نہ تھی اسلیئے ایتھنز نے

---

[1] مقابلہ کرو طوسی دیدش ۱، ۱۰۲ و ۱۰۷۔

[2] ہمسایوں کے آپس میں ایک دوسرے سے حسد کا تاریخ یونان پر نہایت زبردست اثر ہے۔ دیکھو میرا مضمون "تنازعۂ طویل" جسکو میں نے ۱، کرنتھس کے نام پر معنون کیا ہے۔ یہ یونان کیلئے سخت بدبختی ہے کہ یونانی خصلت کے ایتیوکلیس اور پولی نکیس بالکل صحیح شالیں ہیں۔

[3] طوسی دیدش ۱، ۱۰۳۔

[4] میگارا کی پوری فصیل کیلئے دیکھو طوسی دیدش ۱، ۱۰۳۔ ایتھنز کی فصیل کے متعلق طوسی دیدش ۱، ۱۰۷۔ جو واقعات طوسی دیدش نے باب ۱۰۷ میں بیان کئے ہیں وہ ضرور کیمون کے اخراج کے بعد پیش آئے ہونگے اسلئے جیسا طوسی دیدش سے ظاہر ہوتا ہے اگر ایتھنز کی فصیل کی تعمیر جنگ بائی زنس اور جنگ تنگرا کے بعد ہی شروع ہوئی تو ضرور ہے کہ فارقلیس نے اسکی تعمیر کی ابتدا ۴۵۸ ق م میں کی ہو۔ پلوٹارک اپنے "واقعات کیمون" (۱۳) میں یہ بیان کرتا ہے کہ ان دیوارو کی بنیاد کیمون نے ہی رکھی تھی۔

پیگا کے ان جہازوں کا جو خلیج کارنتھ میں گشت لگاتے تھے مرکز مقرر کر دیا اور ان خطوں میں بھی ایتھنز کا رنتھ کا گویا مدمقابل بن گیا۔ غرض یہ ہے کہ تیس سال کے امن کے سلسلے میں طوسی دیدش بیان کرتا ہے کہ ۴۴۶ ق م سے پہلے ہی ایتھنز خلیج کارنتھ کے جنوبی ساحل یعنے اکائیا کے بیشتر حصے پر قابض ہو گیا تھا لیکن یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اثر کس طرح پیدا ہو گیا ایتھنزی وہاں کے باشندوں کے ساتھ نہایت خلق سے پیش آتے تھے اور سوائے رنگروٹوں اور سامان رسد کے اور کسی قسم کی تکلیف انکو نہ دیتے تھے۔ اسکے برعکس خلیج کورنتھ کے شمالی ساحل سے وہ بہت کم واقف تھے۔ صرف مغربی بندرگاہ نوپاکتس پر انکا قبضہ تھا اور آرگولس کا شہر تروزین نے اُنسے محالفہ کر لیا تھا۔ ظاہر ہے کہ خلیج سارون اور خلیج کورنتھ کے شہروں کے ساتھ اسقدر مختلف النوع تعلقات قائم رکھنے کیلئے ایتھنز کو بہت جانفشانی اور دقت ریزی کرنا پڑی۔ اور یہ ایتھنز کا ہی کام تھا کہ اسکے باوجود وہ ایک عظیم الشان اور دور و دراز مہم سر کرنے کیلئے طیار ہو گئے۔ اور کوشش کی کہ مصر کو ایران سے علحدہ کر کے اپنے طرف لے آئیں اگر ایتھنز میں زمانۂ زیر بحث یعنی پانچویں صدی کے وسط میں ان رہنماؤں سے زیادہ قابل مدبّر نہ ہوتے۔ جنکے ہاتھ میں صدی کے آخری ایام میں ایتھنز کی باگ تھی تو یقین ہے کہ اس مہم کا نتیجہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) اگر یہ تعلیم کر لیا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ طوسی دیدش غلطی پر ہے۔ بہ نظر یہ درست معلوم ہوتا ہے کہ کیمون نے ہی ان فصیلوں کی تعمیر شروع کر دی ہو اور اسے ایک اور واقعے سے تقویت پہنچتی ہے کہ فارقلیس نے ایک تیسری اندرونی دیوار تعمیر کی تھی۔ فارقلیس کے نزدیک یہ اندرونی فصیل مدافعت کے لیئے دیگر فصیلوں سے زیادہ اہم تھی اور یقین ہے کہ وہ اسے ہی فالیرم کی فصیل سے پیشتر ہی تعمیر کرتا۔ منجملہ زمانۂ حال کے مورخوں کے ڈنکر (۵، ۱۲۴) کو اسبات کا یقین ہے کہ کیمون ہی نے دیواروں کی بنیاد رکھی۔ واخسمتھ اپنی تصنیف "شہر ایتھنز" (۱، ۵۵۷) میں ایک طرف تو اس نظریئے کے موافق بہت سے ثبوت تسلیم کرتا ہے اور دوسری جانب طوسی دیدش کو بھی نظر انداز کرنا نہیں چاہتا۔ واخسمتھ کو یہ یقین ہے کہ کیمون نے اپنا ذاتی روپیہ ان فصیلوں کی تعمیر میں نہیں خرچ کیا ہوگا۔ مگر میں اس خیال کے موافق نہیں ہوں اسلیئے کہ ان فصیلوں کی تعمیر بھی تو ایک شہر کی ایک عظیم الشان خدمت ہی تھی جسکے لیئے ایتھنز یونکو کبھی عار نہیں ہوا۔

۱ طوسی دیدش ۱، ۱۱۵۔

وہ ہی ہوتا ہے جو سلی کی مہم کا ہوا اور ایتھنز کو ایک بہت بڑی زک پہنچ جاتی ۔ مصری مہمات نے اکثر دول یورپ کو نیچا دکھایا ہے اور یہ مہم انہیں سب سے پہلی تھی ۔

شہنشاہ زرکسیز کے انتقال کے بعد مصر نے چاہا کہ ایرانی حکومت سے آزادی حاصل کرے اور جن لوگوں نے علم بغاوت بلند کیا ان میں سب سے پہلا شخص انارس حکمران لیبیا (طرابلس) تھا جو دولت ایران سے بغاوت کر کے مصر کا بادشاہ ہو گیا ۔ چونکہ ایتھنز دریائے شرق میں اول درجے کی طاقت تسلیم کیا جاتا تھا اسلیئے انارس نے ایتھنز سے مدد طلب کی اور ایتھنز نے فوراً (غالباً ۴۵۹ ق م میں) دو سو جہاز دلکا ایک بیڑا جو جزیرہ قبرس کے قریب پڑا ہوا تھا مصر روانہ کر دیا ۔ وہاں پہنچکر ایتھنزی دریائے نیل کے شہر میمفس تک برابر چلے گئے اور سوائے شہر کے ایک ثلث حصے کے جو عام طور پر "دیوار سفید" کہلاتا تھا دیگر حصہ پر قابض ہو گئے ایتھنزی تو جنگ میں منہمک تھے وطن کے قریب ایتھنز کے دشمنوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ اس شہر پر جس سے انکو دلی نفرت تھی حملہ کر دیں ۔

جب سے ایتھنز نے میگارا پر قبضہ کر لیا تھا اسی وقت سے کورنتھی ایتھنز سے نہایت ناراض ہو گئے تھے ۔ بظاہر اسپارٹا اور کورنتھ ایک تھے مگر چونکہ بین الاقوامی معاملات میں یونانی قواعد و قوانین کا اتنا خیال نہیں کرتے تھے اسلیئے اس نئی جد وجہد میں اسپارٹا بالفعل شریک نہیں ہوا ۔ غرض یہ ہے کہ موسم گرما ۴۵۹ ق م میں ایتھنزی آرگولس کے شہر ہالی ائس میں لنگر انداز ہوئے مگر جو لڑائی جو اس مقام پر ان میں اور کورنتھی اور ایپی دورس حلیفوں میں ہوئی اسمیں خود ان ہی کو شکست ہوئی بہر حال جب بمقام کیکری فالیا (جو ایپی دورس کے قریب ہی ہے) ایتھنزی فتحیاب ہوئے تو آئی گینا بھی خوفزدہ ہو کر جنگ میں شامل ہو گیا اسکا اثر جنگ پر سوائے اسکے کچھ نہیں ہوا کہ بحری لڑائی میں ایتھنزی نے غنیم کے ستر جہاز گرفتار کر لیئے اور خود جزیرہ آئی گینا میں اتر گئے ۔ ادہر کورنتھیوں نے ایک طرف تو ۳۰۰ ہوپ لیت آئی گینا کی کمک کیلئے روانہ کیئے اور ساتھ ہی یہ خیال دلمیں جما کر کہ ایتھنز نے اپنی فوج مصر تو بھیج ہی دی ہے اگر انکا خیال دوسری جانب منصرف کیا گیا تو یقین ہے کہ وہ آئی گینا سے ہٹ جائیں گے کورنتھ کے قریب کوہ گیرانیا پر قبضہ کر لیا ۔ کورنتھیوں کو یہ علم نہ تھا کہ آئی گینا سے قبضہ ہٹانے کے بجائے وہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کر دینے کیلیئے تیار تھے ۔ اور تمام ایتھنزیوں نے جنمیں بڑے اور چھوٹے سب شامل تھے میگارا کے

علاقے میں **می اوندیس** کی سرکردگی میں پیش قدمی کرکے **کورنتھیوں** کو واپسی پر مجبور کیا۔ اور جب **کورنتھی** واپس ہو رہے تھے تو انکو ایک زبردست شکست دی جسے **طوسی دیدش** نے خلاف عادت نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ؛

اگر **مارا تھون** کی فتح پر نظر نہ کی جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ **ایتھنز** کی بحری اور برّی قوت اسقدر کمال کو کبھی نہیں پہنچی جیسے زمانۂ زیر بحث میں اسکا مفصل بیان **طوسی دیدش** کے علاوہ اس یادگار کے کتبے میں موجود ہے جو قبیلۂ **ایرختائس** کے ان ایتھنزیوں کی یادگار میں نصب کی گئی تھی جو **قبرس**، **ہائی ائس** اور **آئی گینا** کی لڑائیوں میں مارے گئے تھے۔ اس کتبے میں کل ۱۲۰ نام کندہ ہیں اور گمان غالب ہے کہ اس قبیلے کا کوئی فرد **کیکری فالیا** کی لڑائی میں نہیں مارا گیا ہوگا ورنہ کتبے میں اسکا بھی ضرور ذکر ہوتا۔ **ایتھنز** ان قربانیوں پر جو اسکے شہریوں نے کی اور اسکے سرگروہوں کی قابلیت پر جس سے **کیمون** کی غیر موجودگی میں انھوں نے انتظام مملکت کیا جسقدر فخر کرے بجا اور درست ہے[1]

جب بیرونی ممالک کے ساتھ جنگ وجدل کا سلسلہ بڑھ گیا تو اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہوگیا کہ شہر کی کماحقہ حفاظت کی جائے۔ غنیم کی فوج آسانی کے ساتھ **ایتھنز** اور **پی رے اس** کے درمیان حائل ہوسکتی تھی اسلیئے یہ لابد تھا کہ ان دونوں کے درمیان تسلسل

---

[1] "مجموعہ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۳۴۴۔ ڈٹنبرگر مع اپنی سنوی یادداشتوں کے ۳ ۔ ڈنگر، ۲۷۸۔ دیوڈورس کو ان واقعات کے سنین کا تعین کرنے میں جسکا اس کتبے میں ذکر ہے غلطی ہوئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مصری مہم اولمپیاد ۸۰، ۱ میں (۱۱، ۷۷) ہائی ائس اور آئی گینا کے واقعات ۸۰، ۲ میں (۱۱، ۷۰) اور میگارا کی جنگ ۸۰، ۳ میں (۱۱، ۷۹) واقع ہوئی گو حقیقی سنین کا تیقن نہایت مشکل ہے مگر یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ تفصیل کیلئے محض طوسی دیدش پر ہی بھروسہ کیا جاسکتا ہے، دیوڈورس کی کوئی وقعت نہیں۔ طوسی دیدش کے نزدیک مصری مہم (باب ۱۰۹ و ۱۱۰) میروندیس کی میگاری مہم (باب ۱۰۵) کے بعد پیش آئی۔ مگر دیوڈورس کے خیال میں میروندیس کی مہم کا میروندیس کی مہم سے دو سال پیشتر ہی خاتمہ ہوچکا تھا۔ دیوڈورس پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مصری مہم کی تاریخ اولمپیاد ۸۰، ۱ نہیں بلکہ اولمپیاد ۸۰، ۲ یا ۸۰، ۳ ہے اور ہیوسولٹ تو (۲، ۲۸۱ میں) اولمپیاد ۸۰، ۲ کو ترجیح دیتا ہے ؛

بلا مزاحمت قائم رہے۔ ایتھنز نے میگارا لنسیئہ کے درمیان فصیلیں تعمیر کردی تھیں مگر اسوقت تک ایتھنز اور پی رے اس تک کوئی فصیل موجود نہ تھی۔ کیمون نے اس فصیل بنانے کیلئے تجویز کی تھی اور اسی کے زمانے میں ہمہ قسم کی طیاریاں بھی ہوگئی تھیں مگر طوسی دیدیش اسکی تکمیل کا حال آئی گینا ایپی دورس اور کورنتھ کی لڑائیوں کے بیان تک نہیں کرتا۔ ان فصیلوں میں سے ایک تو فالیرم کی جنوبی حد تک اور شمالی اس جگہ تک جاتی تھی جہاں جزیرہ نما پی رے اس کا شمالی گوشہ شروع ہوتا ہے۔ گویا فالیرم کی حفاظت ہوگئی اب پی رے اس کی حفاظت کیلئے یہ رہ گیا کہ اسکے شمالی ساحل تک ایک اور فصیل تعمیر کی جائے۔ اسکی تعمیر کا کام ہو ہی رہا تھا کہ پیلوپونیز کی چند ریاستوں کے جھگڑے کے بجائے ایتھنز اور اسپارٹا میں عظیم الشان جنگ و جدل شروع ہوگئی۔

فوکس کے باشندوں اور دریائے کیفی سس کے بالائی وادی کے زرعی جمہوریہ دورس سے جھگڑا ہوگیا تھا اور اسپارٹیوں کے اس نام نہاد مرکز کے تین گاؤں میں سے ایک پر فوکسیوں نے قبضہ بھی کرلیا تھا۔ اس واقعے پر اسپارٹا نے مداخلت کی اور کلیومبروٹس کا بیٹا نکومونیس ۵۰۰ الکدمونیوں اور .... اہو پلیتون کو لیکر پلیستونا کس ولد پیوسانیاس کا قائم مقام بنکر شمال کی طرف گیا اور فوکس والوں کو دورس سے نکال دیا ایتھنزی اسوقت سلسلۂ جزیرہ گیرانیا کی حفاظت کر رہے تھے۔ جب انکو اسپارٹیوں کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو وہ فوراً پلٹ کر اسپارٹا راہ میں حائل ہوگئے۔ اسپارٹیوں کے بیوتیہ میں رہ جانے کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ انکا راستہ رکا ہوا تھا اور دوسرا سبب (جو دراصل اس مہم کا اصلی سبب تھا) یہ تھا کہ خود ایتھنز میں ایک فریق عمومیت سے بہت متنفر تھا۔ اور اسے اسمیں کچھ عار نہ معلوم ہوتا تھا کہ اسپارٹا کی امداد سے جو اسپارٹی فوج کے قیام بیوتیہ میں بآسانی میسر آسکتی تھی انقلاب پیدا کردے۔ لیکن ایتھنزی حکومت اس قسم کی ترکیبوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوئی۔ ایتھنز کے ہر ایک متنفس نے مدافعت کا تہیہ کرلیا اور حکومت نے تمام حلیفوں کو امداد کیلئے طلب کیا۔ ایتھنزی فوج میں جو اسپارٹیوں سے جنگ آزما ہونے کیلئے آگے بڑھی ... ۱۰۰۰ نفوس تھے جنمیں ایک ہزار آرگوسی بھی تھے۔ بدقسمتی دیکھو عین لڑائی کے دوران میں جو میدان تناگرا میں ہوئی تھسالوی سوار اسپارٹیوں سے جاکر مل گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کو شکست ہوئی۔ انہیں اسپارٹی فوج کیلئے راستہ چھوڑ دینا پڑا اور اسپارٹیوں نے زنجیرۂ گیرانیا کو عبور کرکے وطن کی راہ لی۔ اسپارٹی سپاہیوں نے اس مال غنیمت کی قیمت سے

جو جنگ تناگرا میں اسکے ہاتھ آیا تھا ایک طلائی وڈھال طیار کرائی اور اسے زیئس دیوتا کے بت خانے کی چھت کی زیبائش کیلئے چڑھایا[1] مگر باوجود اس خوشی کے اسپارٹیوں کی فتح کوئی دوٹوک فتح نہ تھی ورنہ اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹی ایتھنز کی فصیل تک بڑھ آتے یہ ایک ایسے لشکر کی فتح تھی جو اپنے ملک کو واپس جانا چاہتا تھا مگر جسکا راستہ روک دیا گیا تھا۔ زمانۂ مابعد میں تو ایتھنزیوں نے اس تناگرا کی لڑائی کو اپنی فتوحات میں ہی شمار کیا[2] اور حقیقت یہ ہے کہ اس جنگ کے صرف ۶۲ روز

[1] ہیوسولٹ ۲ ۴۹۱ ۴۔ اس کتبے کا ایک قصہ "نوشتہائے یونان قدیم" ۱۲۶ الف میں ہے۔ نکومدیس کی ہم فوکس کیلئے دیکھو ہیوسولٹ ۲، ۴۸۸۔ کرٹیس (۱۸۹۶، ۶۲) اور کرشہوف کا خیال ہے کہ جنگ اوئنوفیتہ سے پیشتر ایتھنز میں عمومیت کا دور دورہ تھا۔ گو یہ خیال تیقن کے حد کو نہیں پہنچا مگر اسکے خلاف بھی کوئی خاص ثبوت نہیں ہے اسلئے کہ عام خیال یہ ہے کہ یونانی ریاستوں میں عمومیت ہر جگہ ایتھنز کی طرفدار اور اشرافیت اسپارٹا کی جانب دار تھی مگر اس خیال میں سمجھنے کی بہت کچھ آمیزش معلوم ہوتی ہے۔

[2] گوٹولی ریڈیش (۱، ۱۰۸) اسپارٹی فتح کو تسلیم کرتا ہے مگر ایفورس کا بیان تاریک ہے اور دیودورس (۱۱، ۸۰-۸۳) قطعی ناقابل یقین ہے۔ ۱۱، ۸۰ میں دیودورس لکھتا ہے کہ آرخن بیون کے عہد میں یعنی اولمپیاد ۸۰، ۳ (۴۵۷-۴۵۶ ق م) میں لکڈمونیوں نے بیوتیہ تک پیش قدمی کی اور دو روز متواتر جنگ ہوتی رہی مگر آخر کار کچھ نتیجہ نہ نکلا اور ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان یہ طے پایا کہ چار ماہ کیلئے جنگ ملتوی رہے ۱۱، ۸۱۔ ۸۳ میں دیودورس بیان کرتا ہے کہ آئندہ سال سنے سی تھائیدیس کے آرخنی میں (یعنی اولمپیاد ۸۰، ۴ ۴۵۶-۴۵۵ ق م میں) اسپارٹی مع ایک زبردست لشکر کے تناگرا آئے۔ ایتھنزی بسرکردگی مرونڈیس گئے اور حملہ آوروں سے جنگ آزما ہوئے اور آخر کار ان ہی کو فتح ہوئی۔ مورخ نے مرونڈیس کی فتح کا حال نہایت مقفیٰ و مسجع عبارت میں بیان کیا ہے۔ اس فتح کے بعد وہ تمام بیوتیہ کو تاراج کر دیتا ہے اور (باب ۸۳) کچھ عرصے کے بعد اوئنوفیتہ کی لڑائی میں کامیاب ہوتا ہے۔ باستثنائے ایتھنز کے تمام بیوتیہ کو ہتھیار رکھ دینے پڑتے ہیں دیودورس کے بیان مندرجہ ۱۱، ۸۰ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ جنگ کتنی دیر رہی۔ اسکے بعد اسپارٹی فوج بالکل بے حس و حرکت پڑی رہتی ہے (۱۱، ۸۱) اور یہ بھی نہیں ظاہر ہوتا کہ بیوتیہ کی تاراجی سے قبل آخر وہ جنگ کہاں ہوئی تھی جسمیں مرونڈیس کو فتح ہوئی۔ اور جسوقت تک دیودورس ۱۱، ۸۳ تک نہیں پہنچا اسوقت تک اوئنوفیتہ کی لڑائی کا ذکر ہی نہیں۔ اصل یہ ہے کہ دو جنگوں کی تین بنا دی گئی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے بے بنیاد بیان کی ذرا بھی وقعت نہیں ہو سکتی۔

بعد ہی ایتھنزی فوج مروندیس کی سرکردگی میں دوبارہ بیوتیہ پہنچ گیا اور وہاں کے باشندوں سے پھر لڑنے کیلئے طیار ہوگیا۔ اس لشکر نے بیوتیوں کو بمقام اونوفیتہ شکست دی اور انھیں اپنے ساتھ محالفہ کرنے پر مجبور کیا۔ فوکس میں بھی جو حال ہی میں اسپارٹا کا جانب دار ہوگیا تھا ایتھنز نے یہی طرز عمل اختیار کیا۔ اور واپسی میں ایتھنزی اپنے ساتھ لوکرس اوئنتیہ کے ایک سو شہری بطور یرغمال کے لیگئے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس دور کے ایتھنزیوں کے کارنامے ضرور قابل تعریف ہیں اسلیئے کہ بہادر بیوتیوں کو نیچا دکھانا کوئی معمولی بات نہ تھی اور ان فوائد سے جو ایتھنزی حکومت کو اپنے غیریوں کی بہادری کے صلے میں حاصل ہوئے تھے جسطرح کام نکالا گیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے ایتھنزی مدبر نہایت قابل و باتدبیر تھے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس دور میں تمام وسطی ایتھنز کے زیر اثر آگیا تھا +

ایتھنز نے اب اپنی طویل فصیلوں کی تعمیر اختتام کو پہنچادی اور اگینا کو اپنی لیگ میں شامل ہونے پر مجبور کیا۔ اس سے بھی زیادہ جنوبی سرحد میں انھوں نے کارہائے نمایاں کر دکھائے۔ چند ایتھنزی جہازوں نے بسرکردگی تولمیدیس پیلوپونیز کے گرد چکر لگا کر گیتھیم کا سلاح خانہ جلادیا، کورنتھی نوآبادی ایتولوئی خالکس پر قبضہ کرکے خلیج کورنتھ میں اپنے حلقۂ اثر کو مزید وسعت دیدی۔ اسکے بعد ایتھنزی سکیون کے ساحل پر اترے اور جو باشندے انکی مدافعت کیلئے آئے تھے انکو شکست دی۔ غرض یہ ہے کہ اسپارٹی حکمت عملی کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ ایتھنز دنیائے یونان میں پیشتر سے بھی زیادہ ذی اقتدار ہوگیا +

مگر ایک اور خطے میں اسنے اپنی قوت بالکل بے نتیجہ صرف کی جس سے نہ تو ایتھنز کو فائدہ ہوا نہ اسکی شہرت میں کسی قسم کی ترقی ہوئی + مصری معاملات کی روش ابتدا میں تو بالکل حسب دلخواہ رہی اور شہنشاہ ایران کو اپنے جیروت پر اسقدر کم بھروسہ رہگیا کہ اسنے یہ مناسب سمجھا کہ ایتھنز کے خلاف ایک اور ریاست کو کمربستہ کرے۔ اور اسپارٹیوں کو ایٹیکا پر حملہ کرنے پر آمادہ کرنے کی غرض سے اسنے میگابازو کو مع کچھ روپے کے اسپارٹا روانہ کیا۔ اسپارٹا کے باشندوں نے روپیہ تو لے لیا مگر چپکے گھر بیٹھ رہے اور میگابازو کو ایشیا باقیماندہ روپیہ ساتھ لیکر واپس جانا پڑا + اب شہنشاہ نے اس سے بہتر طریقہ ایتھنز کو زک دینے کا اختیار کیا اور ایک شخص مسمی میگا بیزو ولد زوپیریس کو ایک کثیر لشکر لیکر مصر روانہ کیا + میگا بیزو نے تمام ملک فتح کرلیا، ایتھنزیوں کو میمفس سے نکال کر

جزیرہ پروسوپتس میں جو دریائے نیل میں واقع تھا انکو گھیر لیا۔ اور بہت کم محصورین کو لیبیا (طرابلس) اور کیرینے (برکہ) بھاگنے کا موقع دیا۔ گو ایک شخص امیرتائیس مصر زیرین کے دلدلوں میں برابر مدافعت کرتا رہا مگر اسکے بیٹے پوسپرس نے ایران کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا۔ اسکے بعد ایرانیوں نے اِنارس کو گرفتار کر کے صلیب پر چڑھایا اور گو اسکے بیٹے ابسامطیق اور اسکے بھائی تن نیراس نے اپنا اقتدار لیبیا میں قائم رکھا مگر آخر کار انکو بھی ایرانی سیادت قبول کرنی پڑی[۹] اور جب پروسوپتس کی تسخیر کے بعد ایتھنز والوں کا ایک امدادی بیڑہ جسمیں پچاس جہاز تھے دریائے نیل میں آیا تو اسے بھی ایرانیوں نے گرفتار کر لیا۔ یہ تھا نتیجہ اس عظیم الشان مصری مہم کا جسکا سلسلہ چھ سال متواتر جاری رہا تھا۔ افسوس ہے کہ جیسے طوسی دیدس نے سیراکیوز کے محاصرے کی تفصیل ہمارے واسطے چھوڑی ہے۔ ایسا کوئی مفصل بیان اس مصری مہم کا ہم تک نہیں پہنچا۔ ایسے بیان کیلئے ہیروڈوٹس کی سی نکتہ رس طبیعت اور طوسی دیدس کی سی صداقت کی ضرورت تھی۔ ایتھنز کی تاریخ کے اسی دور میں ہم یہ محسوس کیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس "خمینی" کے واقعات کے متعلق ہمیں کسقدر کم معلومات ہے۔ ایک طرف تو جتنی عظمت یونان کو سنین متذکرۂ بالا میں حاصل ہوئی اس سے زیادہ اور کسی عہد میں نہیں حاصل ہوئی ہوگی۔ دوسری جانب ہمارے ذرائع معلومات ٹھیک اسی دور کے متعلق نہایت درجہ کم ہیں[۱]

---

[۹] دیڈیان تاریخ مصر ۶۹۰ + بیوسولٹ ۲، ۵۱۰ + ہیں ان ایتھنزی سپہ سالاروں کے نام تک نہیں معلوم جنھیں مصر میں فتح یا شکست ہوئی۔ ہم طوسی دیدس کے نہایت ممنون ہوتے اگر بجائے لڑائیوں کی تفصیلیں بیان کرنے کے جنسے بہت سے باب مثلاً ۱۰۶ بھرے ہوئے ہیں وہ مصری مہم کے متعلق ہمارے لیئے کچھ زیادہ واقعات چھوڑ جاتا

[۱] بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات مفصد ذیل ہے:۔

۱ امداد کے لیئے اپیل ۴۵۹ ق م (بیوسولٹ ۲، ۴۸۰) ۲ بالی انس ۴۵۹ ق م + ۳ کیکری فالیا ابتدائے سرما ۴۵۹-۴۵۸ ق م + ۴ آئی گینا کی لڑائی ۴۵۸ ق م + ۵ میگارا کی جنگ ۴۵۸ ق م + ۶ تسخیر آئی گینا ۴۵۷ ق م۔ (۲، ۴۸۲) ۷ جنگ تناگرا۔ ستمبر ۴۵۷ ق م + ۸ جنگ اونوفیتہ نومبر ۴۵۷ ق م۔ (۲، ۴۸۸) +

فیرگیسن ("ایتھنز" صفحہ ۱۲) کا خیال ہے کہ جنگہائے تناگرا و اونوفیتہ ۴۵۷ ق م میں ہوئی تھیں۔

گیارھواں باب

ایتھنز کی اندرونی تاریخ کیمون کی واپسی تک

ایک طرف بیرونی ممالک میں ایتھنز کی اپنا حلقۂ اثر وسیع کر رہے تھے، دوسری جانب اندرونی معاملات میں اسکا قدم عمومیت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مگر ہمیں ان تبدیلیوں کا جو اس زمانے میں دستور ایتھنز میں ہوئی تھیں قطعی علم نہیں۔ طوسی ڈیڈش تو انکا ذکر بھی نہیں کرتا اور متقدمین مابعد محض لفاظی ہی لفاظی پیش کرتے ہیں +

ارسطیڈیش نے اپنی زندگی ہی میں عہدہ آرخنی پر کرنے کیلئے تمام ایتھنزیوں کو اجازت دیدی تھی اسکے انتقال کے بعد ارسطیڈیش کا دوست فارقلیس پیسزانتھی پس رہنمائے عموم ہوا اور اسکے عہد میں سیاسیات ایتھنز میں عمومیت نے بہت ترقی کی + اس کام میں اسے ایفیالتیس سے بہت مدد ملی جو گو مرتبے میں اس سے کم تھا مگر عمر میں اس سے بڑا تھا[1] انکی سیاسی اصلاحات کی بابت

[1] بیوسولٹ (۲/۵۰۴) پلوٹارک کی "حیات کیمون" (۱۵) کا حوالہ دیکر کہتا ہے کہ ایتھنز میں عمومی اصلاحات کی ابتدا اسی زمانے میں ہوئی تھی جب کیمون سپہ سالار گیا ہوا تھا۔ بیوسولٹ اور ریول دونوں کا خیال ہے کہ پلوٹارک کا ماخذ تھیوپومپس ہے۔ ایفیالتیس کے اصلاحات کیلئے مفصلۂ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں:

نوشتہ ہامر کی کتاب متعلق اصلاحات اریوپاگس مطبوعہ گیل ۱۸۲۲ء۔ شیومان "سولن کی ہیلی آیا اور ایفیالتیس کی حکمت ملی" رسالۂ انجمن فلسفہ ۹۳، ۵۸۵ وغیرہ + گلبرٹ "ندیمیات" ۱، ۱۴۸ + بیوسولٹ کا مضمون "تمہیدات" امیولر کے ذخیرے (۴/۱۲۴) میں۔

اسکے متعلق مفصلۂ ذیل فقرے خاص طور پر قابل غور ہیں:۔

ارسطاطالیس "سیاسیات" ۲/۹، ۳ + دیودورس - ۱۱، ۷۷ + پلوٹارک "کیمون" ۱۵ + پلوٹارک "فارقلیس - ۹ + (پلوٹارک کی ان دونوں تصنیفوں میں اکثر مقدمات کے اریوپاگس کی عدا ختیار سے باہر نکال لیے جانے کا بیان ہے +)

یہاں یہ ذکر بھی نامناسب نہ ہوگا کہ گو کیمبرج کے لغت میں لفظ "نوموفیولاکیس" کے تحت میں اسکے برعکس تحریر ہے

سوائے اس واقعے کے کہ اریوپاگس کے اختیارات پہلے سے محدود کر دیئے گئے دیگر اصلاحات کا ہمکو مفصل علم نہیں۔ مگر دستور کی صرف اسی ایک ترمیم سے انکے مجوزہ قوانین کی ماہیت سے بہت کچھ آگاہی ہوجاتی ہے۔ اریوپاگس دستور ایتھنز میں ایک شرفائی عنصر تھا اور اسکے اراکین عمر بھر کیلئے منتخب کیے جاتے تھے۔ اسلیئے اگر اسکے اہم عدالتی اختیارات سلب کر لیئے جاتے تو یقیناً یہ اشرافی عنصر بہت کمزور ہوجاتا۔ مگر اسکی ہم تک کوئی تفصیل نہیں پہنچی کہ اسکے اختیارات کم کر دیئے گئے ہوں، مورخین مابعد تو ضرور ایفیالتیس کی اصلاحوں کا حوالہ دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اسنے اریوپاگس کے عدالتی اختیارات نہایت محدود کر دیئے تھے۔ مگر قدما میں صرف ارسطاطالیس نے اسکے متعلق کچھ لکھا ہے اور وہ صرف یہ کہ اریوپاگس کے اختیارات فارقلیس اور ایفیالتیس نے کم کر دیئے، زمانۂ موجودہ کے بہت سے مورخ اسپر متفق ہیں کہ اریوپاگس کے محض عدالتی اختیارات دیگر مجالس کو منتقل کر دینے سے دستور کی نوعیت عموی نہیں ہوجاتی۔ اور یہ فرض کرنا پڑیگا کہ اریوپاگس سے وہ عام اختیار نگرانی دستور جو زمانۂ قدیم سے برابر چلا آتا تھا لے لیا گیا ہوگا اور ایسی صورت میں اصلاحات مذکور کا میلان ضرور عمومیت کے جانب ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ ان اختیارات کا جو اریوپاگس کو بطور ایک عام سیاسی نگران کے حاصل ہوں کوئی قطعی ثبوت ہی نہیں ہے اسلیئے یہ رائے ماننے کے قابل نہیں کہی جاسکتی +

یہ ممکن ہے کہ اس اقتدار کو کام میں لاکر جو اریوپاگس کو بحیثیت ایک عدالتی مجلس کے حاصل تھا وہ اپنے آپکی فرائض پورا کرتی ہو + وہ ایک ایسی مجلس تھی جسکے ارکان سال بسال تبدیل نہیں ہوتے تھے اور ساتھ ہی اسے شہریوں کی موت اور زیست کا کلی اختیار تھا۔ ایسی عدالتیں اکثر اپنے اختیارات کو عمل میں لاکر ہر تجویز کے ساتھ اپنی رائیں عام معاملات کی بابت جنکا اثر لوگوں کی زندگی پر پڑے، دیا کرتی ہیں اور اریوپاگس بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہ تھی + بعض ممالک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) مگر دراصل یہ "محافظان قوانین" ڈیمستریس ساکن فالیرم کی ہی ایجاد و اختراع معلوم ہوتے ہیں (گلبرٹ ۱۵۱ - ۱۵۳) - اسی طرح "نوموتھتے تائے" یا "مقننہ" بھی غلطی سے ایفیالتیس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں (گلبرٹ ۲۸۶) + اسی طرح "قانون تجاویز غلط آمیز" (گرافے پارانومون) ۴۱۰ ق م میں بھی موجود تھا اسلیئے ممکن ہے کہ یہ فارقلیس کے عہد میں ہی نافذ کر دیا گیا ہو (طوسی دیدش ۶۷۸) +

(مثلاً انگلستان میں) جہاں ججوں کی حیثیت بلند اور خود جج نہایت باعزت ہوتے ہیں وہ اپنے ہی اختیار سے ملک کے عام حالات کے گویا محتسب بن جاتے ہیں۔ مگر ایتھنز کے ہلی آیا کی صورت بالکل مختلف تھی۔ اسلیئے کہ اسکے اراکین کا قانونی اختیار صرف اس خاص مقدمے تک ہی محدود ہوتا تھا جو انکے سامنے بروقت پیش ہو۔ اسکی یہ حیثیت اریوپاگس کی حیثیت سے بالکل مختلف تھی۔ ایک طرف تو یہ سابق آرخنوں کی مجلس تھی اور دوسرے مذہبی نظام میں اسکا پایہ بلند تھا۔ اور جب اسکے سامنے فوجداری کے اہم مقدمات پیش ہوتے تھے تو اسکی تجاویز میں نصیحت آمیز الفاظ بھی ہوتے تھے جبکا مقصد قوم کی مجموعی حالت پر گویا نظر ثانی کرنا تھا[1] بدیں وجوہ اس میں شبہ کی کوئی وجہ نہیں کہ اریوپاگس کا ایتھنز میں وہی اثر تھا جو اسکی طرف بطور ایک عدالت کے منسوب کیا جاتا ہے اور اسے اس قسم کے موقعے حاصل تھے کہ شہر کی روایتوں اور شہر کے رسوم و رواج کی پشت پناہ اور محافظ بن سکے۔ جب اسکے اختیارات کم کردیے گئے تو ایتھنز کے ذی اقتدار شہریوں کو مملکت کی بہتری کیواسطے نیک صلاح دینے کی صورتیں بہت کم باقی رہ گئیں اور اگر ایفیالتیس اور فار قلیس کے اصلاحات سے اریوپاگس کے اختیارات میں کچھ کمی ہوگئی تو اسمیں شبہ نہیں کہ اس سے وہ روحانی بندش جو ایتھنزیوں کو آپس میں متحد کیئے ہوئے تھی اور انکے جوش و خروش پر گویا ایک روک تھی اب ڈھیلی پڑھ گئی ہوگی۔

ان اختراعات سے ایتھنز میں بہت جوش پھیل گیا اور تعلیم یافتہ طبقے نے جو پرانے دستور کی نہایت قدر کرتا تھا اس نقصان کو جو اریوپاگس کی اصلاح سے قدیم دستور کو پہنچا سب سے زیادہ محسوس کیا۔ آئسخیلس نے اپنے ناٹک سمی یومنڈیس میں جو سب سے پہلے ۴۵۹ ق م میں دکھایا گیا تھا اسی جذبے کی ترجمانی کی ہے اور ایفینے دیوی کی زبانی اس امید کا نہایت پر زور

[1] جو عدالتی حیثیت یہاں آریوپاگس کی طرف منسوب کی گئی ہے اسکے ثبوت میں یہاں پر پیٹر کی مثال پیش کرنیکی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ مگر مشرقی ممالک کے ججوں کا ذکر کچھ نامناسب نہوگا۔ آریوپاگس کے اراکین کے انصاف بالکل مذہبی عمائدین کے سے ہوتے تھے۔ اسکے برعکس ہیلیاستائی کے جیوری کے فیصلوں کی کوئی اخلاقی اہمیت نہ تھی۔ ایتھنز میں پجاریوں کا ایسا تو کوئی طبقہ نہ تھا جسے شہریوں کے اخلاق درست کرنے کا اختیار حاصل ہو اسلیئے یہ فرض اریوپاگس جیسی بااقتدار مجلس کو تفویض کردیئے گئے تھے کرٹیس (۶۲، ۱۰۶، ۱۵۴) نے فرض کرلیا ہے کہ اریوپاگس کو کونسل اور جمعیت کی کارروائی پر حق مانعت حاصل تھا۔ مگر مجھے اس حق کی کوئی مثال نہیں ملی۔

الفاظ میں اظہار کیا ہے کہ ایتھنزی اس عدالت کا احترام کریں گے جو اوریپتیس کے کفارے کے وقت اسلیئے قائم کی گئی تھی کہ اسکے ذریعے سے ایتھنز کی بہتری ہو، بری عادتیں رک سکیں اور ایتھنزیوں کو اعتدال اور نرمی کی تعلیم دی جائے۔ بہرنوع اس قسم کی تنبیہ سے کسی قسم کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا اور آرکن خیلس یا کمیون عمومیت کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔

جس بلند مرتبے پر ایفیالتیس اپنی ذاتی قابلیت اور اپنے سیاسی گروہ کی مدد کیوجہ سے پہنچ گیا تھا وہاں زیادہ عرصے تک وہ نہ رہ سکا۔ اور بقول ارسطاطالیس اسے چند لوگوں نے جن پر اسنے تغلب کا الزام لگایا تھا قتل کر دیا۔ اس واقعے کے متعلق چند مورخین کا خیال ہے کہ اس قتل کی سازش میں اشراف ایتھنز کا گروہ شریک تھا مگر ہمارے نزدیک یہ نظریہ اس لیئے بے بنیاد ہے کہ اس دور کے ایتھنزیوں میں اسقدر جوش ہرگز موجود نہ تھا کہ محض سیاسی مخالفت کی بنا پر کسی شخص کو قتل کیا جاتا جب اس سے کسی کو ذاتی خصومت نہ ہو[۳]

اس باب کے باقیماندہ حصے میں ایتھنز کے سیاسی طرز عمل میں جو تبدیلیاں جنگ پیلوپونیسس

---

[۳] ایفیالتیس کا ذکر پلوٹارک کی حیات فارقلیس (۷، ۱۰) میں ہے۔ اسکے قتل کے متعلق دو متضاد روایات ہیں۔ پلوٹارک (۱۰) تو یہ کہتا ہے کہ اودوسیس کے خیال میں ایفیالتیس کو فارقلیس نے قتل کرا دیا۔ اور ارسطاطالیس کا بیان ہے کہ اسے ارسطاوکیس ساکن تناگرا نے ان لوگوں کے کہنے سے جنھیں اسنے عدالت کے سامنے ملزم گردانا تھا قتل کر دیا۔ اگر ہم اس کریہہ الزام کو جو اودوسیس نے فارقلیس پر لگایا ہے نظر انداز کر بھی دیں تو بھی دونوں مورخین یعنے اودوسیس اور ارسطاطالیس کے درمیان موازنہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ بیوسولٹ کے نزدیک ایفیالتیس کیمون کے اخراج کے کچھ عرصہ بعد قتل ہوا۔ میولر سٹرلوبنگ اس سے متفق ہے اور کہتا ہے کہ ایفیالتیس نے کیمون کے اخراج میں حصہ لیا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایفیالتیس کی اہمیت محض داخلی معاملات میں ہی پائی جاتی ہے۔ اور پلوٹارک بیان کرتا ہے کہ اسے صرف ایک مرتبہ سپہ سالاری کا عہدہ تفویض ہوا تھا (پلوٹارک: کیمون ۱۳)۔ مگر صرف ایک مرتبہ سپہ سالار منتخب ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ فوجی معاملات میں یکتا ہی ہو۔ وٹنکر نے "تاریخ قدیم" جلد ۸ میں اسناد کے ان قلیل اجزا کی مدد سے جو ہم تک پہنچے ہیں ایک مسلسل و مکمل فہرست ایفیالتیس کے کارناموں کی طیار کی ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ مگر کرتیئس (۶۲، ۱۲۹ اور ۲۷ ۸ وغیرہ) محض واقعات کے اعادے پر ہی قناعت کرتا ہے۔

کے بعد ہوئیں انکا مختصر لب لباب بیان کیا جائیگا۔ جنگ تناگرا کے بعد کیمون جلاوطنی سے واپس بلالیا گیا، جب تک ایران کی جانب سے خطرہ رہا ایتھنز کے تمام سیاسی گروہ متفق رہے۔ اور اس زمانے میں بھی جب تھمسٹاکلیس جلاوطن کیا گیا ہے استبدادی اور ترقی پسندوں کے گروہوں میں اتفاق جاری تھا، کیمون استبدادیوں میں سے تھا اور ارسٹیڈیش ترقی پسندوں کا سرگروہ تھا۔ اور اس اتفاق و اتحاد کی عملی صورت یہ پیدا کیگئی کہ کیمون تو سپہ سالار بنایا گیا اور ارسٹیڈیش اکلیسیہ کا قائد اور شہر کا عامل اعظم مقرر کیا گیا، ارسٹیڈیش کے انتقال کے بعد عمومی گروہ میں کوئی اور شخص اسقدر تجربہ کار یا جہاں دیدہ نہ تھا اسلیئے ایتھنز کے مکمل طرز عمل کو تنہا کیمون کے سپرد کردینا پڑا جو میدان جنگ میں تو ضرور قابل تھا مگر بحیثیت مدبر اسقدر ہوشیار نہ تھا۔ اسی زمانے میں عمومی گروہ میں ایک نہایت قابل شخص پیدا ہوا جسنے ایفیالتیس کی مدد سے جو نیچ قوم کے طبقے کا ایک نہایت محنتی اور تندہ شخص تھا شہر کے اندرونی معاملات کا انتظام کرنا شروع کیا۔ یہ شخص فار قلیس ولد زانتھی پس تھا، اب اس گروہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب وقت آگیا ہے کہ عمومی اصولوں کو اپنے پیش نامے کے ابتدا ہی میں رکھ دیا جائے، اریوپاگس کے چند نہایت اہم اختیارات ضبط کرلیئے گئے، چند لوگوں کو جنکی بابت تغلب کا شبہ تھا ایفیالتیس نے سزا دلوائی، اور کیمون جسنے یہ عمومی تحریک روکنے کی کوشش کی اسکے پاداش میں جلاوطن کردیا گیا، یہ تمام واقعات اسپارٹا کی مہم دوریس سے پیشتر کے ہیں جبکا حقیقی مقصد یہ تھا کہ ایتھنزی اشرافیت پسند اسپارٹا کی فوج کی مدد سے جو قریب ہی موجود تھی ایتھنز کے عمومی دستور کو پامال کردیں، اس چال کو ایتھنز کے عمومی سمجھ گئے اور خود کیمون اس شبہہ کا شکار ہوا کہ وہ اور دیگر شرفا پسند اسپارٹی مہم کے درپردہ حامی دار ہیں، تناگرا کی جنگ سے پیشتر کیمون ایتھنزی لشکرگاہ میں گیا اور سپہ سالاروں سے التجا کی کہ اسے اسپارٹا کے خلاف لڑنے کی اجازت دیجائے گویہ امر مشتبہ تھا کہ محض اخراج کیوجہ سے کسی ایتھنزی کو اپنے شہر کے خلاف لڑنے اور اپنی جان قربان کرنے کا اختیار تھا یا نہیں، مگر کسی ایتھنزی سپہ سالار کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کیمون کو جنگ آزمائی کی اجازت دیتا۔ اور جب انھوں نے ایتھنز سے اسکے لیئے اجازت طلب کی تو وہاں بھی کوئی ایسا شخص نہ نکلا جو اکلیسیہ کے سامنے کیمون کی عرضداشت کی منظوری کی تحریک پیش کرتا، اس سے مایوس ہوکر کیمون کے پاس اسکے سوائے کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا کہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے دل بڑھائے تاکہ وہ دکھادیں کہ انکے لیئے زندگی کا سب سے

اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ وہ عمدہ ایتھنزی بن جائیں + اور میدان جنگ میں کیمون کے بہت سے دوستوں نے وطن کی خاطر اپنی جانیں دیدیں + بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر ایتھنزی کیمون کی تجویز کو مان لیتے اور اسے جنگ میں حصہ لینے دیتے تو ایتھنزیوں کو ہی فتح ہوتی ۔ مگر یہ قرین قیاس اسلیئے نہیں کہ اسکے پاس فوج کی کمان نہ تھی ۔ اور گو وہ ایتھنزی سپہ سالار وں میں سب سے زیادہ قابل تھا مگر تناگرا اور اونوفیتہ کی لڑائیوں میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ اسکے سوا بھی ایسے ایتھنزی موجود تھے جو فن سپہ سالاری میں کمال رکھتے تھے + تناگرا کے بعد ہی اسے ایتھنزیوں نے یہ سمجھ کر کہ اتنے قابل شہری کا شہر ہی میں رہنا مناسب ہے اسے واپس بلالیا اور واپسی پر کیمون نے شہر کی نئی فضا اور نئے حالات بخوشی قبول کر لیئے + وہ محض یونانی سیاسیات سے متنفر ہو گیا تھا اور اسنے یہ منظور کر لیا کہ ایتھنز کے اندرونی طرز عمل کا دارمدار فار قلیس اور دیگر مدبروں پر رہے اور اسے جنگ ایران کا منتظم بنا دیا جائے + اس انتظام سے شرفا پسند گروہ کی گویا کمر ٹوٹ گئی اسلیئے کہ بیتک کیمون زندہ تھا اسوقت تک کوئی شرفا پسند ایسی تحریکات کو کبھی شکست نہیں دیسکتا تھا جسکی کیمون نے مخالفت نہ کی ہو +

بارھواں باب

ادبیات، علوم وفنون کیمون کے زمانے میں

ایتھنز کے مختلف سیاسی فریقوں کے درمیان جو تنازعات اور جھگڑے تھے انمیں

کہ کیمون کے دائرۂ اثر کا رفتہ رفتہ محدود ہونا خالی از دلچسپی نہیں + ہمیں اسکا مفصل علم نہیں کہ اسنے ایتھنزی دستور کے عمومی سطح پر لانے کی کسطرح مخالفت کی ۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ ایفیالتیس کی کامیابی کیلیئے کچھ عرصہ ضرور لگا ہوگا + ابتدا میں تو کیمون ایتھنزی سیاسیات پر اسقدر حاوی ہے کہ وہ اسپارٹا کی امداد کیلیئے ایتھنزی فوج تک بھیجنے میں کامیاب ہوتا ہے ۔ مگر رفتہ رفتہ فار قلیس یونان میں اپنا زبردست اثر قائم کر لیتا ہے اور بیچارا کیمون محض یونان کے موروثی دشمن کے خلاف جنگ آزمائی کرنے پر قناعت کرتا ہے +

ایک قسم کا سکون پیدا ہو چلا ہے، اسلیئے بہتر ہے کہ سیاسی تاریخ کو آئندہ کیلئے ملتوی کر کے عموماً یونان کی تہذیب اور شائستگی کا ذکر کیا جائے اور اسی سلسلے میں ایتھنز کی علمی ترقی کا بیان ہو۔ اس کتاب کے ساتویں باب میں ان مدارج کا مجمل ذکر کر چکے ہیں جو علوم و فنون نے اصول جنگ ایران سے (جب ہر شخص کے سامنے سوائے جنگ کے کچھ نہ تھا) صدی کے آخری ایام تک طے کیئے۔ اب اسوقت ہم ان میں سے پہلے درجے کا بیان کرینگے۔

یوں تو ایتھنز اس ذہنی ارتقا کے تینوں دوروں میں ممتاز ہے مگر پہلے دور میں اسکی ترقی اتنی نمایاں نہیں جتنی دوسرے اور تیسرے دور میں۔ اور پانچویں صدی ق م میں آخر کار ایتھنز علمی دوڑ میں دیگر یونانی ریاستوں سے آگے نکل گیا۔ سسلی کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکی حیثیت بھی بلاد یونان میں بہت ممتاز تھی۔ مگر خود سسلی بھی ایتھنز کی برابری کا دم نہیں بھر سکتی کسی زمانے میں ایونیا نے ضرور دیگر یونانی مملکتوں کی دماغی قابلیتوں کے میدان میں رہبری کی تھی مگر اب ایونیا کی وہ حالت نہیں ہے۔ اور عظیم الشان لڑائیوں سے ایشیائے کوچک کے باشندوں پر یہ عیاں ہو گیا تھا کہ انکو اپنی حفاظت کیلئے اسکی ضرورت ہے کہ وہ کسی زبردست یونانی ریاست کے دست نگر ہو جائیں۔ ایسی یونانی ریاست جو انھیں انکے دشمنوں سے بچانے کی قدرت رکھتی تھی ایتھنز ہی تھی کسی ایسے باشندۂ ایشیائے کوچک کیلئے جسکے کارخانے اور آرزوئیں وسیع ہوتیں (خواہ اسکے حوصلے محض مشائیت کے دائرے تک ہی محدود ہوں) کسی بیرونی ملک کی طرف ہی نوٹ لگانی پڑتی، اور تمام یونانی ممالک سے زیادہ ایتھنز ہی میں علمی باتوں کی قدر و منزلت کی جاتی تھی۔ غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بہت سے ایونیائی جنھوں نے اپنے فن میں کمال حاصل کیا تھا اپنی زندگی کا ایک حصہ ایشیائے کوچک میں بسر کر کے ایتھنز ہی چلے آئے اور یہیں بود و باش اختیار کر لی۔ اور اسیطرح بہت سے باشندگان سسلی بھی (جو اپنے حال کے ورثہ کی طرح اپنے جزیرے کو دیگر ممالک سے بہتر و افضل سمجھتے تھے) اپنے اپنے شہر چھوڑ کر ایتھنز یا کسی اور یونانی شہر میں آکر آباد ہو گئے۔ اسکے سوائے گو سسلی کی شائستگی نہ صرف نہایت وسیع ہے بلکہ اسکا پایہ بہت بلند ہے، لیکن اسمیں وہ آزادی یا تعمق نہیں جو مشرقی یونان کی تہذیب میں پائی جاتی ہے۔ یہ تحریک گیلون اور ہیئرون کے زمانے میں ایک حد تک شاہی دربار ہی سے پیدا ہوئی تھی اور دو جمہوریہ میں سسلی سے بہت سے ایسے ثمر پیدا ہوئے جنسے یونانیوں کو سراسر نقصان ہی پہنچا۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گو بعض علمی شعبہ جات میں ابھی ایتھنز پیچھے تھا مگر عام طور پر دیکھا جائے تو وہ بلا دیونان کا رہبر بن گیا تھا۔ اسوقت تک ایتھنز میں مزماری نظم کو فروغ نہیں پہنچا تھا اور پندار کی نظموں کو ایتھنز سے اتنا ہی کم تعلق ہے جتنا دیگر حصص یونان سے۔ اسمیں بہ نسبت ایونیائی تمدن کے دوریائی عنصر کہیں زیادہ غالب ہے اور وہ دراصل یونان قدیم کا یعنی اس تمدن کا جو جنگ ایران سے پیشتر ملک میں رائج تھا قائم مقام ہے۔ یہ وہ تمدن تھا جو مختلف اقسام مذہبی اور عرفانی تخیلات سے پر تھا اور پندار ان تخیلات کا گویا ایک زندہ مجسمہ ہے۔ اس دور میں یونانی زندگی کے دو مذہبی مرکز تھے ایک ڈیلفی میں اور دوسرا ان زبردست کھیلوں میں جو مختلف حصص یونان میں ہوتے تھے اور جسمیں یونانیوں کی جسمانی اور عقلی تادیب ہوتی رہتی تھی۔ پندار نے ان جذبات کا جو ان کھیلوں میلوں کی وجہ سے پیدا ہوتے تھے نہایت خوبی سے اظہار کیا ہے۔ یوں تو فلسفیانہ اور مذہبی نظریے عوام الناس کے کانوں تک پہنچ نہیں سکتے تھے، پندار نے ان نظریوں سے اپنے تصانیف کو مزین کر کے لوگوں کے خیالات کو بالا کرنیکی کوشش کی ہے اور اپنی نظموں کو جو ان مقابلوں کے فتوحات کی شان میں یادگار کے طور پر لکھی گئی تھیں ایک مثالی جامہ پہنا دیا ہے۔ پندار بازیوں میں جیتنے والوں کے کارنامے محض سرسری طور پر بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے اسلیئے کہ اسکے قول کے مطابق بازی لیجانے والوں کا اگر کوئی کارنامہ ہے تو یہی کہ وہ اپنے گھوڑوں کو نہایت عمدہ طرز پر سدھائیں۔ اسکی بجائے وہ فاتح کا نسب نامہ اور اسکے شہر کی اہمیت بالتفصیل بیان کرنا زیادہ مناسب خیال کرتا ہے، نہ صرف یہ بلکہ وہ ان روایات اور افسانوں کا بھی ذکر کیئے بغیر نہیں رہتا جنکا تعلق فاتح کے آباؤ اجداد یا اسکے وطن سے ہو۔ اور ان قصوں سے وہ عمدہ عمدہ سبق اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور فن شاعری کو انتہائے کمال کو پہنچا دیتا ہے۔ اسکے نزدیک نیکی ایک نہایت عمدہ اور قابل قدر چیز ہے مگر اسپر جس چیز کا نیکی سے بھی زیادہ اثر ہے وہ خدا کا خوف ہے۔ اسی لیئے اسکے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ خدا کی طاعت محض ظاہری طرز پر کی جائے۔ اور چونکہ انسان کا دیوتاؤں سے تعلق بلا واسطہ ہے اسلیئے انسان کو چاہیئے کہ انکی طرف کسی قسم کی برائی نہ منسوب کرے اور ہومر کیطرح یہ خیال نکرے کہ دیوتاؤں میں بدی کرنے کی قابلیت بھی ہے

لہ ان مصنفین کے لیئے جنکا اس باب میں ذکر ہے ان تاریخہائے ادبیات کے سوائے جو ابتدا میں لکھی گئیں حال کے مورخوں کی تاریخیں مثلاً برگ، سٹل اور کرسٹ کی تصانیف قابل ذکر ہیں (میولر کے مجموعۂ تالیفات قدیمہ جلد ۱ غور دلچسپ ہے)

پنڈار سیاسیات کے ان مسائل سے جنھیں یونانی نہایت اہم خیال کرتے تھے قطعاً بے پروا ہے اور اسکے نزدیک تمام دساتیر اور آئین قریباً ایک سے ہی ہیں۔ یہانتک کہ اگر حاکم قطعی خود مختار ہو تو خود سری حکومت میں بھی چنداں ہرج نہیں اور کریسیس کا اسکی نظر میں وہی رتبہ ہے جو ارمنہ وسطی کے جبر من شاعروں (یعنی مینے سنگروں) کے نزدیک اس زمانے کے شرفا کا تھا۔ اسکی زندگی بالکل ویسی ہی تھی جو ترو باڈور یعنی فرانسیسی فرومی شعرا کی تھی۔ وہ ایک امیر کے گھر سے دوسرے امیر کے گھر اور ایک محل سے دوسرے محل جاتا تھا اور جہاں کبھی کوئی تہوار منایا جاتا وہاں اس تہوار کو وہ اپنی فراوانی مزاج میر سے آراستہ کرتا اور انعام اکرام لیکر گھر واپس آتا۔ گو پنڈار کو جنگ ایران کا زیادہ جوش نہ تھا مگر وہ بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا جسنے یونان میں ایک عام ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ اسکے ساتھ یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ شہر تھیبز کا باشندہ تھا جسکا طرز جنگ ایران کے زمانے میں غدارانہ نہیں تو نیم گرم تو ضرور تھا اور خود ڈیلفی نے بھی حب وطن کی کوئی اعلیٰ مثال قائم نہیں کی تھی۔

پنڈار کے خیالات خواہ کتنے ہی اعلیٰ ہوں، اسکی زبان خواہ کتنی ہی سلیس ہو، اسکی نظموں کا نفس مضمون ایسا ہے کہ اس سے صرف چند ہی لوگ کما حقہٗ استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو لوگ آجکل کے زمانے میں پنڈار کی نظمیں پڑھتے ہیں وہ صرف اسکے علمی مفہوم سے ہی حظ اٹھا سکتے ہیں۔ مگر جو اثر اسکی غزلوں سے اسکے ہمعصروں پر ہوتا تھا وہ دراصل اس لئے پر مبنی تھا جبکہ یہ غزلیں سنائی جاتی تھیں اور یہ آجکل ممکن نہیں۔ اگر یہ آواز بلند پڑھی جائیں اور پڑھنے والا اس اتار چڑھاؤ کا خیال نہ رکھے جو سٹروفے اور انتی سٹروفے* میں بار بار آتا ہے اور آخر ایپوڈوس* پر پہنچکر ختم ہو جاتا ہے تو غزلوں کا آدھا لطف جاتا رہتا ہے۔ اسکے سوائے ہم پنڈار کی غزلوں سے پوری طور پر اسلئے بھی محظوظ نہیں ہو سکتے کہ ہم اس موسیقی عنصر سے بالکل ناواقف ہیں جو انمیں موجود تھا اور جسکا غزلوں کے اوزان سے نہایت گہرا تعلق تھا۔ بوجوہ متذکرۂ بالا یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ زمانے کے بہترین ماہران یونانی بھی

* گیت کے اس حصے کو جو کورس کے اور کیتھرا کے دائیں طرف ناچنے کیوقت گایا جاتا تھا سٹروفے اور اس حصے کو جو بائیں جانب ناچنے کے وقت گایا جاتا تھا انتی سٹروفے کہتے تھے۔

* ایپوڈوس = بند۔ [مترجم]

اس اثر کے عشر عشیر کا اندازہ نہیں کر سکتے جو پندار کے ہمعصروں پر ہوتا ہوگا اس شاعر کے صرف تراانہائے فتح اور چند غزلیات کے بعض اجزا ہی ہم تک پہنچے ہیں۔ انکے سوائے اسکے وینھرامب (یا بکیس دیونا کی مدح میں اشعار) بھی کہے تھے اور یہ فن شعر گوئی کی وہی شق ہے جسے زمانۂ مابعد میں پیوطیون اور سکیونیوں نے ترقی دی اور جسمیں ایتھنز کے سپاس نے (جس کو ارسطوفانیس نے اپنی ہجو ملیح کا نشانہ بنایا ہے) اسقدر کمال پیدا کیا۔

پندار ۵۲۲ ق م میں پیدا ہوا اور ۴۴۸ ق م میں مرگیا[1]

سمونڈیس کے ظاہری حالات قریبا ویسے ہی تھے جیسے پندار کے اور وہ بھی یونان کے درباروں اور شہروں میں گشت لگاتا پھرتا تھا سمونڈیس ۵۵۶ ق م میں پیدا ہوا اور ۴۶۸ ق م میں مرگیا۔ اور گو وہ پندار سے عمر میں بڑا تھا مگر اسکی طرز تحریر موجودہ طرز سے کہیں زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ پندار کیطرح ایولی نہیں تھا بلکہ ایونی تھا اور کیوس کا باشندہ تھا جو ایتھنز کے قریب ہی ایک جزیرہ ہے۔ پندار کی طرح اسنے بھی مزاری نظمیں لکھی ہیں اور بچوں، وینھرامب اور قصائد فتح کہے ہیں اسی کی طرح وہ بھی خوب سمجھتا تھا کہ شہزادوں اور حکمرانوں کے درباروں کی پشت پناہی سے علوم و فنون کی ترویج میں بہت مدد ملتی ہے، اسی لیئے اپنی خدمات ایتھنز کے حاکم ہپارخوس پسسٹراٹس کے خاندان الیوادے اور سسلی کے حاکم ہیئرون کے سامنے پیش کردیں، گو جنگ ماراتھون کے وقت سمونڈیس کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی مگر اسنے ان جذبات کی جو یونان کی تاریخ کے اس دور میں ہمہ گیر تھے نہایت جوش و خروش کے ساتھ ترجمانی کی اور ان احساسات کا اپنی نظموں میں نہایت نفیس اور واضح طور سے اظہار کیا، اسوقت تک بعض پتھر جو جنگ ایران کے بعد بطور اظہار شکر یہ بعض مندروں یونانیوں نے نصب کیئے موجود ہیں اور انمیں سمونڈیس کے جو چٹکلے مندرج ہیں وہ اپنی طرز کے بالکل لاثانی ہوتے ہیں، سمونڈیس کی شیریں کلامی اور اسکی فراست نے اسکا رتبہ ہفت عقلائے یونان

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے چند شعرا نے قدیم طرز پر طبع آزمائی کی ہے مگر پندار کے اشعار کی کوئی اسوقت تک کامیابی کے ساتھ نقل نہیں اتار سکا۔ وینھرامبوں وغیرہ کے لیئے دیکھو کرسٹل کی "تاریخ ادبیات یونان" ۔ ۳، ۱۱۱ وغیرہ۔ بقیہ اور سکیون کے لیئے "تاریخ یونان جلد ۱ باب ۲۲ دیکھنا چاہیئے"

کے برابر کر دیا تھا۔ اسے اخلاقی اور رومانگیز مرثیہ مرتب کرنے میں جو اس زمانے میں نہایت ہر دلعزیز تھا کمال حاصل تھا، اور خود ہومر پس اسکی نظم کیانئی نیا کی تعریف کرتا ہے۔ سمونڈیس اپنی عمر کے آخری ایام میں مِنُے روان کے دربار میں، جسنے حال ہی میں یونانی حملہ آوروں کو نیچا دکھایا تھا، گیا اور اپنے بھتیجے باکی لیڈیس کا سیرا کیوز کے حاکم سے تعارف کرایا۔ اسمیں ایک بات قابل ذکر تھی وہ یہ کہ گو وہ جنگ ایران کے شجاعانہ کارناموں کا نہایت جوش سے ذکر کیا کرتا تھا مگر لوگوں کے عمومی خیالات سے اسے بہت ہی کم دلچسپی تھی۔ وہ پندار سے کہیں زیادہ دنیا پرست تھا، وہ پندار سے زیادہ اپنی غرض پوری کرنا چاہتا تھا اور جہانتک ہمکو علم ہے وہ لطف زندگی سے خوب اچھی طرح واقف تھا یہانتک کہ لوگوں کو یہ گمان تھا کہ وہ زر پرست بھی ہے۔ سمونڈیس نے اپنی عمر کے آخری ایام سسلی ہی میں گذارے۔

پندار اور سمونڈیس کے بعد ہم ایتھنز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جسنے اپنے احوال کی علوی کیفیت سے متاثر ہو کر فنون لطیفہ کی ایک شاخ (یعنی دردیہ) کو ترقی دی جس کا نشو نما خاک سرزمین اٹیکا ہی میں ہوا تھا اور اسمیں وہ کمال پیدا کیا جو کسی اور خطہ یونان کو حاصل نہ ہو سکا۔

دردیہ اور ہجوی ناٹک دونوں کا ماخذ دراصل دیتھرامب کا نغمہ تھا جو دیونیسس دیوتا کے واسطے گایا جاتا تھا اسلیئے دونو قسم کے ناٹک گویا تراجیڈی کے ہی توسیع سے نکلے ہیں۔ ہجوی ناٹک کا صرف ایک نمونہ یعنی یوریپڈیس کا ناٹک مسمی کیکلوپس ہم تک پہنچا ہے نیم افسانہ تھسپس ہیس کے بعد دردیہ کا سب سے پہلا استاد خوئے ریلس ہے جسنے جنگ پلاٹے کی آزادی خود اپنی آنکھ سے دیکھی تھیں۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ حقیقی ناٹک کا ایجاد کرنے والا فرینی کوس تھا

* ہفت عقلاء یونان:-

۱۔ سولن ساکن ایتھنز۔

۲۔ طالیس ساکن ملطہ۔

۳۔ پتاکوس ساکن متی لنہ۔

۴۔ بیاس ساکن پری اینے۔

۵۔ کلیوبولس خود سر حاکم لندس (روڈس)۔

۶۔ خیلون ساکن اسپارٹا۔

۷۔ پیریاندر خود سر حاکم کورنتھ۔ (مترجم)

ہی کو کہنا چاہیئے جسنے ماسوائے سنگت گرو کے ایک اور ایکٹر کو رواج دیا جو عورت مرد دونوں کا روپ بھر سکے اور اسطرح یہ ممکن ہوگیا کہ تماشہ گاہ پر ایکٹر آپسمیں گفتگو کریں۔ زمانۂ مابعد کے دردیہ نویسوں کے بہ نسبت فری نکوس ہمعصر واقعات کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ اسکا ناٹک "مغیر ملطہ" جسکی وجہ سے اسے ایک ہزار درہم جرمانہ ادا کرنا پڑا نہایت مشہور ہوگیا۔ اور اتنی ہی سنسنی اسکے ایک اور دردیہ "زنان فینیقیہ" نے پیدا کی جسمیں اسنے وہ اثر دکھایا تھا جو جنگ سلامس کی خبر سے دربار ایران پر پڑا ہوگا۔ یہ موخر الذکر ناٹک ایک اور وجہ سے بھی ممتاز ہے۔ ممکن ہے کہ یہ وہی ناٹک ہو جسکی بابت پلوٹارک کا بیان ہے کہ مشنطا کلیس ہی کی زندگی میں اسکی خواہش سے دکھایا گیا تھا اور جسپر انعام بھی تجویز ہوا تھا۔ نوشتے میں ذکر ہے کہ یہ نقل آدمی مانتس کی آخنی میں کیگئی تھی اور اسمیں مشنطا کلیس ساکن فرباری سنگت گرو تھا اور فری نکوس نے سنگتیوں کو تعلیم دی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۴۷۶ ق م میں پیش آیا۔

دردیہ کو آئس خیلوس نے حقیقی معنوں میں ایک فن بنا دیا۔ آئس خیلوس ایتھنز کے ایک شریف خاندان کے رکن یوفوریون کا بیٹا تھا اور ۵۲۵ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ وہ لڑکا ہی تھا کہ ایتھنز نے اپنے کندھوں پر سے خود سری حکومت کا جوا اتار پھینک دیا اور اسنے ماراتھون، ارتی میزیم، سلامس اور پلاٹیہ کی لڑائیوں میں شریک ہوکر اپنی نوجوانی کے ہی عالم میں یونان کو آزاد کرنے کیلئے اپنے ہم قوموں کا ساتھ دیا۔ اور ایک آزمودہ وطن دوست اور پختہ کار ماہر فن کی حیثیت سے فنون لطیفہ کی اس شاخ کو ترقی دینے میں منہمک ہوگیا جس سے ایتھنزیوں اور زمانۂ مابعد میں دنیائے یونان کو گہری دلچسپی پیدا ہوگئی۔ اس نے اندرونی اور خارجی اصلاحات کے ذریعے سے دردیہ کو ایک نمایاں خصوصیت دی۔ پہلے تو صرف ایک ہی ایکٹر کافی سمجھا جاتا تھا، آئس خیلوس ایک اور ایکٹر کو تماشہ گاہ پر لے آیا اور اسطرح مکالمے میں گویا جان ڈالدی۔ زمانۂ مابعد میں سوفوکلیس بلکہ خود آئس خیلوس بھی تین ایکٹر

تہ آئس خیلوس کے ناٹک کیلئے فون ولاموویٹز میولینڈورف کا مضمون جو ۱۸۸۶ء کے رسالہ ہرمس میں چھپا ہے دیکھنا چاہیئے۔ پانچویں صدی ق م کی تماشا گاہ کی ساخت کا مسئلہ معرض بحث میں آگیا ہے۔ اسکے لئے کاوے راو کا مضمون بیو میسٹر کی تصنیف موسومہ "تھاٹر" صفحہ ۱۸۳ وغیرہ قابل دید ہے اور شہر رائکاریا کے موقع کیلئے (جو دراما سے قریب ہی ہے) میر یام کے مرتب کردہ "روئداد رسالہ امریکن در ایتھنز" لاحظہ کیجئے

روا رکھتا ہے۔ تین سے زیادہ ایکٹر (سوائے چھوٹے چھوٹے غیر اہم رولوں کے) ایشکائی ناٹک میں نہیں پائے جاتے، گو اس ناٹک کا وہ مقصد نہیں ہے جو آجکل خصوصی ناٹک کا سمجھا جاتا ہے یعنی زندگی کا عکس اتار دینا، اور اس ناٹک کیلئے ایسے مقصد کی تکمیل ناممکن العمل تھی (جیسا باب ۲۰ کے مطالعے سے معلوم ہوگا) مگر ناٹک کی شخصیتوں سے لکھنے والے کا یہ مطلب ضرور تھا کہ ایک قسم کی نقل اتاری جائے۔ اور آئس خیلوس نے اپنی تمام کوشش اسی میں صرف کر دی۔ اس کیلئے آئس خیلوس نے متعدد تدابیر اختیار کیں۔ مصنوعی چہروں کا رواج تو پہلے ہی سے تھا، اسنے ایکٹروں کیلئے نفیس پوشاکیں تیار کرائیں، پس منظر اور پہلو منظر کو رائج کیا، بھوت پریت یا تو آسمان سے اترنے یا فرش میں سے نکلنے لگے۔ اور گو سنگیت کی اب بھی ناٹک میں ایک خاص اہمیت تھی، اور زمانہ آئندہ سے اسکا حصہ دخل ناٹک کے واقعات دکھانے میں کہیں زیادہ تھا مگر آئس خیلوس نے اسکے ساتھ ہی مکالمے کو پہلے سے کہیں زیادہ دلچسپ بنا دیا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ سنگیت کی تقاریر اور بالتعلق مکالمات کو ایسا یکجا جمع کیا جائے کہ ان سے کسی عظیم الشان واقعے کی تصویر نظر کے سامنے آجائے جس سے ناظرین کو جذبات انسانی اور خداوند عالم کی قوت گرانی کے باہمی تعلق کا عکس ظاہر ہو جائے۔ اسطرح اسنے تھیٹر کو گویا ایک تعلیم گاہ کی حیثیت دیدی۔ اسکے ناٹک کا ڈھانچہ تو ایسے خاندانی قصص ہیں جنکی ممتاز خصوصیات سے عوام آشنا تھے (مثلاً تھیبز اور آرگوس کے افسانے)۔ اور انکے ذریعے سے آئس خیلوس نے الوہی تنظیم عالم سمجھائی اور بتایا کہ انسان کو کیا کرنا چاہیئے اور کن کن امور سے احتراز کرنا چاہیئے۔ آئس خیلوس کے جو ٹریلوجی قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے ہر ایک میں تین دردیئے تھے اور ایک ہجویہ اور چاروں ایک ہی دن میں کھیلے جاتے تھے گو انکا ایک دوسرے سے تعلق تھا مگر یہ ظاہر ہے کہ ہجویہ کا تعلق دردیوں سے کم ہی ہوگا۔ یہ بھی ضروری نہ تھا کہ تینوں دردیئے بھی ایک ہی قصے کے مختلف حصے ہوں اسلیئے کہ بعض مرتبہ مختلف قصوں سے ایک ہی قسم کے حالات پائے جاتے تھے اور انھیں تین دردیوں کے پیرائے میں بیان کر دیا جاتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ایک ہی خاندان کے حالات تینوں دردیوں میں بیان کیے جائیں مثلاً "ہفت خلاف شہر تھیبز" دراصل "لایوس" "اوڈیپوس" اور "ہفت" کے تہ ناٹکا کا آخری دردیہ ہے جسکے بعد ہجویہ "ابوانھول" آتا ہے۔ آگے میمنون خوئے فوراے اور یورمنڈیس کا تہ ناٹکا بھی ہم تک پہونچا ہے جسمیں اس بددعا کا ذکر ہے جسکی وجہ سے خاندان اتریوس برباد ہو گیا اور جسمیں اتھینے کی دست اندازی اور اریوپاگس

اتفاق سے آخرکار ایک عمدہ نتیجہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ناٹک موسومہ "ملتجیان" کے ساتھ کے دردیئے ہم تک نہیں پہنچے جسمیں دانائیدیس کا ذکر ہے جو انی گپتوس کے بیٹے تھے اور جنکا آرگوس میں خیر مقدم کیا گیا تھا۔ الس خیلوس نے اپنے ناٹک دانائیدس میں قتل کا واقعہ دکھایا ہوگا پرومی تھیوس میں کسی شجاعانہ کارنامے کی تکمیل ہیں جو تکلیف ہوتی ہے اسکا دردی عنصر نہایت خوبصورتی کے ساتھ تلمیذ کیا گیا ہے۔ اسی طرح "زنان ایران" میں الس خیلیس نے اس اثر کی تصویر کھینچی ہے جو اس کے خیال میں جنگ سلامس کی خبر سننے کے بعد دربار ایران پر ہوا ہوگا اور اسطرح ناٹک نویس اس عظیم الشان فتح کو اور بھی زیادہ نمودار کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اس تہ ناٹکے کے اجزاء "فینیس" اور سمندر کا دیوتا گلاکوس کا تعلق "مردمان ایران" سے معلوم نہیں ہوتا اور ہم اس رشتے کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں جو پرومی تھیوس کو دیگر اجزاء کے ساتھ ہے۔

الس خیلوس کی زبان میں غیر معمولی تنوع پایا جاتا ہے۔ اسکے ناٹک موسومہ "زنان ایران" "ہفت اشخاص" اور پرومی تھیس کی سادہ بیانی کا مقابلہ اس جرأت آگیں دلیرانہ اور قریباً ناقابل فہم ترتیب الفاظ اور جملہ سے کیا جاسکتا ہے جو "اگا میمنون" میں پائی جاتی ہے۔ سالہا سال اپنے وطن کے معاملات میں گہری دلچسپی لینے کے بعد الس خیلیس نے پیرانہ سالی میں اپنے وطن کو خیرباد کہکر سسلی کی راہ لی۔ سوائے اسکے کہ وہ چند واقعات کو جو ایتھنز میں پیش آئے ناپسند کرتا تھا جیں اسکے ترک وطن کے اسباب کا علم نہیں۔ اغلب ہے کہ وہ ایتھنز کی نئی عمومیت سے خوش نہ تھا یا اسنے کسی مذہبی راز کے فاش کرنے کے جرم میں دیس نکالا دیا گیا ہو۔ بہرحال اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں ایتھنز دوست اور دشمن کی تمیز نہ کرسکتا تھا اور اپنے بیٹے ہی خواہ کی قدر کرنا نہ جانتا تھا۔ الس خیلوس نے ۴۵۶ ق م میں بمقام گیلا وفات پائی۔

ایک طرف تو ایتھنز میں ایک نئی قسم کی نظم ظہور میں آرہی تھی جو انسان کے دلی جذبات میں اسکا ہمنوا بنکر گہری دلچسپی پیدا کرتی ہے، دوسری جانب ایونی عظمت کے ساتھ ایونی تمدن بھی مفقود ہو رہا تھا۔ ایونی قوم نے حقیقی کائنات کے مطالعے میں کمال حاصل کرلیا تھا ایک زمانے میں ایتھنز ہی جغرافیہ، تاریخ، فلسفہ طبیعی اور تاریخ موالید کا مبدا اور منبع تھا اور ایشیائی ساحل پر بھی یہی علمی میلان پایا جاتا تھا۔ مگر جس درخت میں ایک عہد میں اس درجہ جوش نمو تھا وہاں اب صرف جہاں تہاں ایک آدہ کلی نظر آجاتی تھی۔ بڑے بڑے مشہور و معروف ایونیوں نے ایشیائے کوچک کی بود و باش چھوڑ دی تھی اور اس درخت علم کی ایک شاخ یعنی فلسفہ طبیعی تو

بہت ہی جلد مرجھا گئی۔

ایونی تمدن کا آخری قائم مقام ہرقلیطس تھا۔ ہرقلیطس کے اکثر پیشرو تو ملطہ کے باشندے تھے اور یہ شہر حقیقی علم کے تفحص اور تجسس میں ہمیشہ کوشاں رہتا تھا۔ مگر وہ خود ایفی سس کا رہنے والا تھا۔ ایفی سس کا تعلق سمندر پار کے ممالک کے بجائے اس مذہبی رو اور عام تہذیب سے تھا جو اندرون ایشیائے کوچک رائج تھی۔ وہ ۵۴۰ ق م میں پیدا ہوا اور ۴۸۰ ق م میں مرگیا اور اپنی زندگی میں وہ ہمیشہ سیاسیات سے الگ تھلگ رہا۔ قدما نے اسے "فیلسوف گریاں" یا "فنوطیوں کے سرتاج" کا لقب دیا تھا۔ جہاں تک ابتدائی عنصر کے نظریے کا تعلق ہے اس نے ان فلسفیوں کی جو اس سے پہلے ہو گذرے تھے پیروی کی مگر اسکے نزدیک یہ ابتدائی عنصر آگ تھی اور اس معاملہ میں اسکے اور اسکے پیشروؤں کے نقطۂ نظر میں کوئی فرق تھا۔ اسکا خیال تھا کہ آخرکار ہر چیز آگ میں حلول کر جاتی ہے مگر اس نظریے سے وہ دراصل اس تبدیلی کا اظہار کرتا تھا جو کائنات میں ہمیشہ ہوتی رہتی ہے اور وہ اس لفظ کو اسی مخفیانہ طرز سے استعمال کرتا تھا جیسے **فیثاغورث** لفظ "عدد" کو۔ ہرقلیطس کا عقیدہ ایلیاتیوں کے عقیدے سے مختلف تھا اسلیے کہ ان کے لئے تو ہستی" اور اسکے لیئے "حدوث" فلسفے کا حقیقی مرکز تھا۔ اسکا اور اسکے بعد ایمپی دوکلیس دونوں کا قول تھا کہ دنیا میں ہر ایک چیز کی اصل تنازع ہی ہے۔ اسے بعض مصنف "شخص تاریک" کا بھی لقب دیتے ہیں۔ اسکے مقولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ محض تجر علم ہی عقلمندی کی نشانی نہیں ورنہ ہسیود، **فیثاغورث**، زینوفانیس اور ہیکاتائیس ضرور عقلمند ہوتے۔ اس سخت کلامی کی اصل وجہ اسی وقت سمجھ میں آسکتی ہے جب یہ یاد رکھا جائے کہ ایک طرف تو ہرقلیطس محض تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا اور ان لوگوں کی یاد تازہ کرنا چاہتا تھا جنھوں نے اس دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور دوسری طرف جن لوگوں سے وہ متنفر تھا وہ ایسے تیز بین اور رازجو یونانی تھے جنھوں نے عالم حقیقت کا مطالعہ کیا تھا اور اپنے معصروں پر [illegible]

---

۱ ہرقلیطس کیلئے بنجملہ موجودہ زمانہ کے مندرجہ ذیل کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے:-

۱- شوشنتر: "ہرقلیطس ساکن ایفی سس" (روئداد انجمن فلسفہ لائپزگ جلد ۳ - ۱۸۷۸ء)

۲- بائی واٹر: "آثار ہرقلیطس ساکن ایفی سس" لندن ۱۸۷۷ء۔

۳- اپفلائیڈرز: "فلسفہ ہرقلیطس مخفی اسرار کی روشنی میں" برلن ۱۸۸۶ء۔

کوشش میں عمر بسر کی تھی۔ جو اہمیت اس نے آگ کو دی ہے اس سے ایرانی مذہب کا خیال آتا ہے۔ ہراقلیطس نے اپنی تمام تحریریں آرٹے مس کے مندر میں اسلیئے رکھ دیں کہ وہ اس دیبی کو کائنات کی قوتوں کا قائم مقام سمجھے ہوئے تھا۔

ایونیا کا آخری فلسفی تو ایلی مس کے کوہستان میں راہبانہ زندگی بسر کر رہا تھا، ادہر ایتھنز میں اسوقت تک فلسفے اور حکمت کے دور کی ابتدا بھی نہیں ہوئی تھی۔ پرانی طرز کے ایتھنزیوں کے لیئے تو سیاسیات اور فنون لطیفہ ہی گویا تمدن کی جان تھے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز کے ہر ایک شعبۂ زندگی پر مذہب کا اثر تھا، یہ ایک کلیہ ہے کہ مذہب محض اسی حد تک فنون لطیفہ اور تعلیم کے ساتھ رواداری سے پیش آتا ہے جو وقت تک وہ ان ہی جذبوں کا اظہار کرتے رہیں جنھیں وہ رواج دینا چاہتا ہے۔ مگر خالص حکمت ایسی مملکت میں جسکے ہر ایک رگ و ریشے میں مذہب نے حلول کر لیا ہو بالکل ناممکن ہے۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ شعر گوئی اور فنون لطیفہ تو انسانی جوش کو موجزن کرتے ہیں اور اسلیئے نہایت آسانی سے مذہبی خدمت لی جا سکتی ہے۔ لیکن حقیقی حکمت نقاد ہے اور اس سے ان جذبات میں جو مذہب کی اصل جڑ ہیں سخت ٹھیس لگتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکمت کسی آقا کے ماتحت ہونا گوارا نہیں کر سکتی۔ سقراط کے انجام سے یہ عیاں ہے کہ عرصۂ دراز تک مذہب ایتھنز کی رگ و پے میں سرایت کئے رہا اور ہمارے دور کی ایک صدی بعد تک اسنے کسی آزاد حکمی تعلیم کی قطعی رواداری نہ کی۔

اس دور سے پچاس سال بعد تو فنون لطیفہ کے میدان میں ایتھنز تنہا رہ گیا تھا مگر جس زمانے کا اسوقت ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں ایتھنز کے سوائے، دیگر مملکتیں سنگتراشی اور مصوری میں یونان کی رہبر تھیں، پولیو پونیز نے فن سنگتراشی میں جو ترقی کی اسکے دو سبب تھے۔ ایک تو کریٹ سے اسکا ایک خاص قسم کا تعلق تھا اور دوسرے خود اولمپیا میں جو رغبت انسانی جسم کے نشو و نما اور پختگی کی طرف دلائی جاتی تھی اس سے پولیو پونیز کے فنون لطیفہ میں بہت ترقی ہوئی، سنگتراشی در اصل ایک دوریانی فن تھا اور مدت دراز تک یہ دوریانی ہی رہا۔ سکیون میں اس فن کا استاد لسانخوس تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ اسی کی وجہ سے اس شہر میں سنگتراشی نے ترقی کی تو کچھ بیجا نہ ہوگا یہ وہی کنانخوس تھا جسنے ملطیوں کیلیئے دیدیمائی اپولو کا بت تراشا تھا، پولیو پونیز کی سنگتراشی کا ایک نہایت عمدہ نمونہ وہ بتوں کا مجموعہ ہے جو آئی گینا والی انھینا کے مندر کے دو سر مثلثوں پر تھا اور جو اسوقت تک میونخ میں موجود ہے[۵] دونوں سر مثلثوں میں

[۵] آئی گینا کے یادگاروں کے لیئے جن کا ذکر جلد ۱ باب ۲۸ میں کیا گیا ہے مفصل ذیل کتابیں

منبت کاری کے ذریعہ سے اصل قد انسانی سے ذرا چھوٹے مجسموں کے مجموعوں میں آلی گینی سورماؤں اور ٹروائے کے باشندوں کے درمیان لڑائی دکھائی گئی ہے۔ مشرقی میں تو تیلامون اور ہرقل ایشیائیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور مغربی میں ایاکس ولد تیلامون اور تیوکر دشمنوں سے ایک نعش کی حفاظت کر رہے ہیں جو یا تو اکیلیس کی ہے یا پیتروکلس کی۔ اور دونوں مجموعوں کے وسط میں انتھینا دیبی کھڑی ہوئی یونانی سورماؤں کی حفاظت کر رہی ہے۔ ان مجموعوں کی ترتیب میں تساوی اعضا کا خیال ضرور رکھا گیا ہے مگر افراد کے چہروں پر بجائے سختی کے حسب دستور مسکراہٹ نمایاں ہے۔ مورتیں حقیقت کے مماثل ہیں اور انکی حرکات میں (جنکی ماہیت نوعی ہے نہ کہ فردی) موزونیت اور مناسبت پائی جاتی ہے۔ عام طور پر مغربی سرشلش مشرقی سے بعد کا خیال کیا جاتا ہے۔ اور کیکولے کا قیاس ہے مشرقی سنہ ۴۸۰ ق م کے کچھ عرصے قبل اور مغربی کچھ عرصے بعد تراشا گیا ہوگا۔ اس میں شبہ کی گنجایش نہیں کہ ان سرشلنوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ دنیا کے سامنے آلی گینا کے باشندوں کے قومی جوش کی تصویر پیش کی جائے جو گویا ایتھنز سے ہمیشہ متنفر رہے مگر سنہ ۴۸۰ ق م کی جنگ میں تمام یونانیوں سے زیادہ بہادر شمار کیے جاتے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس جنگ میں ٹروائے کے مشرق اور مغرب کی لڑائی نے یونانیوں کے تخیل میں ایک خاص جگہ حاصل کر لی تھی اور آلی گینا کی بہادری کی تصویر اس جنگ کے ہی آئینہ میں دکھائی گئی۔ اس جزیرے میں بعض نہایت قابل سنگتراش موجود تھے اور ان سب میں سے زیادہ مشہور اونا تاس تھا جسنے نہ صرف اولمپیا اور دلفی کیلئے مجسمے بنائے بلکہ جسکی کاریگری کے نمونے تھاسوس، تارنتم اور فگالیا کی ریاستوں میں جہاں فنون لطیفہ کی قدر ہوتی تھی، اور دنیائے یونان کے خود سروں مثلاً دی نومنیس اور ہیرے رون کے درباروں میں پہنچتے تھے جہاں سب سے نمایاں انسانوں اور گھوڑوں کے مکمل مجموعے تھے۔ اس سنگتراش کو پیتل ڈھالنے میں بھی یدطولیٰ حاصل تھا اور کچھ بعید از قیاس نہیں کہ آلی گینا کے بیت خانہ ایتھنے میں جو مجسمہ ہے وہ اسی کی ساخت ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دیکھنی چاہئیں۔

برن "شاہ لڈوگ کے مجموعہ مجسمات میونخ کے حالات"

ک، ہ نگے: "آلی گینا کے مجسموں کی ترکیب" ۱۸۴۷ء۔ فریڈرش دولٹیرز "قدیم سنگتراشی میں پلاسٹر کا کام" برلن ۱۸۸۵ء ص ۳۲۔

اولمپیا میں مگاریوں کے خزانے کے سرشلثوں پر جو منبت کاری ہے[۶] اور سیلی نوس کے مندر "و" (F) سقفی حاشیے کے بت غالباً اسی دور کے یادگار ہیں + سوائے ایک سر کے باقی جتنے بت سیلی نوس کے مذکورۂ بالا بت خانے میں ہیں انکے صرف دھڑ ہی دھڑ رہ گئے ہیں یہ سر ایک نیم مردہ مفتوح دیو کا ہے اور اسکی وضع بالکل وہی ہے جو ائی گینا کی مورتوں کی عام طور پر ہوتی ہے، مندر "ک" (E) کی مورتیں غالباً زمانۂ مابعد کی ہیں مگر انمیں وہ تکمیل ساخت نہیں ہے جو فدیاس کے بتوں میں خصوصیت کی پائی جاتی ہے + ہمیں یہ معلوم ہے کہ سسلی کی نوآبادیوں کے تعلقات اپنے اصل شہروں سے بہت اچھے تھے + سیلی نوس مگارہ کی نوآبادی تھی اور اسمیں شبہ نہیں کہ پیلوپونیزی فنون لطیفہ کا سسلی پر اور خاصکر مگارا کا سیلی نوس پر ضرور اثر پڑا ہوگا +

زمانۂ حال کی کھدائیوں میں چند مجسمے دستیاب ہوئے ہیں جنسے اولمپیا کے مندر کی آرائش منظور تھی + مگر انسے وہ امیدیں پوری نہیں ہوتیں جو پئوسانیاس کے بیانات کے مطالعے سے ہوئی تھیں + پئوسانیاس کا بیان ہے کہ شرقی سرشلث کے مجسمے سنگتراش پایونیس ساکن مینڈے کے اور غربی شلث کے مجسمے الکامینس کے تراشے ہوئے ہیں جو فدیاس کے ایک مشہور اور ممتاز شاگرد وں میں تھا + پایونیس کا ایک نہایت خوبصورت مجسمہ "فتح" حال ہی میں اولمپیا میں دستیاب ہوا ہے شرقی سرشلث میں اتنا حسین بت کوئی نہیں ہے، اور جو مورتیں اونہوں نے اور پیلوپونیس کے رفقا دوڑمیں ہیں انکی سختی اور کرختگی صاف طور پر یہ کہے دیتی ہے کہ یہ شبیہیں اور

---

[۶] اولمپیا کیلئے جلد ۱ باب ۱۹ دیکھنا چاہئے + اسکے ساتھ مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ بھی فائدے سے خالی نہیں ہے۔ خزانۂ اولمپیا" برلن ۱۸۷۲ء مضمون "اولمپیا" بقلم اُفلاش جو بئوسیئر کے مجموعے میں ہے +
فلاش کی عام خیال کے خلاف یہ رائے ہے کہ اولمپیا کے سرشلث پایونیس اور الکامینس کی تعمیر کردہ ہیں + لیوشکے کی کتاب "اولمپیا کے مندر کا غربی مجموعہ سرشلث" (دورپت ۱۸۷۷ء) بھی دیکھنا چاہئے جس میں مصنف نے یہ رائے پیش کی ہے کہ مغربی سرشلث ایک اور الکامینس کا تعمیر کردہ ہے جو فدیاس کے شاگرد کا ہمنام تھا۔ مگر اس نظریے کی تردید فلاش نے برلن کے ہفتہ وار رسالہ فلسفہ ۴۲ ۱۸۸۸ء میں کی ہے، سیلی نس کے لئے دیکھو بین ڈورف کی کتاب "سیلی نوس کے سقفی حاشیے کے مجسمے"۔ برلن ۱۸۷۳ء +

[illegible] کی کاریگری نہیں رہی اسلیئے کہ "فتح" کی صفائی یا تناسب اعضا موجود تھی ہرگز نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح مغربی سرشلث میں پیرالی تھوس کی شادی کے موقع پر جو لڑائی لاپیتھون اور سنطوروں کے درمیان ہوئی تھی وہ دکھائی گئی ہے۔ مگر اسکی شبیہوں میں اس درجہ عدم آسائش عیاں ہے اور حرکات سے اسقدر تیزی ظاہر ہوتی ہے کہ ہم کسی صورت سے اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے کہ ان مجموعوں کا صناع پارتھنون کے سرشلثوں کے تراشنے والے کا شاگرد ہوگا۔ اب روایت اور حقیقت کا اختلاف رہ گیا جسکے لیئے مختلف مصنفوں نے بہت سے حل پیش کیے ہیں جنمیں سب سے قرین قیاس یہ ہے کہ پوسانیاس کو غلطی ہوئی اور درحقیقت پایونیس اور اسکا منیس کو ان سرشلثوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہوسکتا۔ واقعتہً یہ مجموعے کسی مقامی صناع کی دستکاری کا نمونہ تھے جسکے ذہن ہونے میں تو کلام نہیں مگر جو عام تناسب اعضا اور تفصیل کی بجاآوری میں اسقدر باشعور نہ تھا جو ہم اس دور کے بہترین صناعوں میں پانے کے عادی ہیں۔ ان سرشلثوں کے سوائے بعض مجسمے جو سنفی حاشیوں پر تھے اسوقت تک موجود ہیں جنمیں سے چند ان سرشلثوں سے بہت بڑھ صناعی کے نمونے ہیں۔

یونانی فن پیکر پذیری کی تاریخ میں سنگتراش فیڈیاس غورث[1] کا ایک خاص رتبہ ہے۔ یہ ساموس یا ریگیم کا باشندہ تھا اور گو وطن کے لحاظ سے ایونی تھا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ ریگیم میں مسینہ کا اثر پایا جاتا تھا اور اسکے فن میں دوریائی عنصر صاف طور پر ظاہر ہے۔ اسکی طرف متعدد اولمپی فاتحوں کے مجسمے منسوب کیے جاتے ہیں۔ اور اسنے ایک مجسمہ ترتیب دیا تھا جسمیں اسنے دو بھائیوں یعنی ایتیوکلیس اور پولی نکیس کو ایک دوسرے کو قتل کرتا ہوا دکھایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اصلکا ایک مجسمہ جو ایک لنگڑے آدمی کا ہے اور جو اسکے دیگر مجسموں سے زیادہ مشہور ہے دراصل فلوکٹیتس کی تشبیہ ہے اسکے سوائے بیسلی توس کے آخری مقفی حاشیے کے مجسمے اور کروتونا کے سکے جسپر اپولو اور اژدہے کی لڑائی کی تصویر بنی ہے اسی فیڈیاس غورث کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور ان سے اس سنگتراش اور صناع کی کاریگری کا نہایت اچھی طرح اندازہ ہوسکتا ہے۔

فنون لطیفہ کے مزید ارتقا کی تاریخ میں آرگوس کے گروہ کی ایک خاص اہمیت ہے۔

---

[1] اس فیڈیاس غورث کے متعلق والڈ شائن نے اپنے مضمون میں جو رسالہ مطالعات یونان ۱۸۸۸ء و ۱۸۸۹ء میں نکلا تھا بحث کی ہے۔ اسکے لیئے آرخس کی تنقید تحلیل یا تالیف اور مس برک ۱۸۸۵ء بھی دیکھنی چاہیئے۔

اس گروہ کا سب سے ممتاز رکن آگے لاداس تھا۔ اس زمانے میں مختلف دیوتاؤں کے چڑھاوں کیلیے بت بنانے کا عام دستور تھا اور خود آگے لاداس بھی اس میدان میں کچھ پیچھے نہ تھا۔ منجملہ دیگر کاریگریوں کے اسکا ایک مجموعہ گھوڑوں اور دیلفی کی گرفتار شدہ عورتوں کا تھا جو اسنے باشندگان تارنتم کی درخواست پر تراشا تھا۔ آگے لاداس اتنا مشہور اپنی صناعیوں کی بدولت نہیں ہوا بلکہ اسکا نام شہرۂ آفاق اسلیئے ہوا کہ جن سنگتراشوں کو قدما اپنے فن میں کامل کہتے تھے (یعنی میرون، پولیکلیٹس اور فدیاس) وہ سب اسی کے شاگرد تھے۔ ان تینوں میں سے آرگوس پولیکلیٹس نے اپنے فن کی روایات کو پیلوپونیز میں جاری رکھا اور میرون اور فدیاس کیوجہ سے ایٹکا سنگتراشی کے میدانیں انتہائے کمال کو پہنچ گیا۔

ان صناعوں کے بیان سے پہلے ایٹکائی صناعوں کے سلسلے میں کلامس کا بیان مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کلامس کی جائے پیدائش کا ہمیں علم نہیں صرف یہ معلوم ہے کہ اس نے نہ صرف ایٹکا کے لیئے اپنی صناعی کے نمونے تکمیل کو پہنچائے بلکہ دیگر یونانی ممالک اور یونانی حکام کیلیے بھی کام کیا مثلاً ہئیرون کے حکم سے اسنے ایک اولمپی چڑھاوا تیار کیا جسمیں ایک رتھ اور چار گھوڑے تراشے گئے تھے۔ اسکی سنگتراشی میں خاص بات یہ تھی کہ وہ صناعی کے قدیم حدود سے باہر نہیں نکلا اور اسپر بھی انسانوں اور حیوانوں کے

---

۵ ایٹکا کے اتقاء فنون لطیفہ کیلیے کرتیس کی "تاریخ یونان" ۶۲، ۳۱ دیکھنا چاہیئے۔ اس کتاب میں کرتیس کا بیان ہے کہ ایٹکا میں مٹی کے برتن بنائے جاتے تھے اور انپر تصویریں کھینچی جاتی تھیں، ششہ قرن سے سرخ تصاویر بنانے کا رواج ہوگیا تھا اور فنون لطیفہ کی اس شاخ میں خاک رلیوں، یوفرونیس، دوریس اور دیگر صناعوں نے گونہ کامیابی حاصل کی اور پولیگنوٹس اپنے وطن تھاسوس کو خیرباد کہکر ایٹکا آکر آباد ہوا اور وہاں عظیم الشان تاریخی طرز کو رواج دیا۔ اسی مصنف کے نزدیک مرمری عنبت کاری ایٹکا ہی کی ایجاد تھی اور پیلوپونیز میں سکیون ائی گینا اور آرگوس نے مکوں پر عورتوں کی تصاویر بنانے میں کمال حاصل کیا تھا اور یہ بھی ائی گینا کی سنگتراشی کی اصلی بنیاد معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد کرتیس، کلامس، میرون، پولیکلیٹس کے زمانے میں جو فنون لطیفہ کو انتہائے کمال حاصل ہوا تھا اسکا ذکر کرتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ ایٹکا میں نیموس اور حلقہ دار حزائر کے طرز کا رواج ہوچلا تھا اور فدیاس کا فن تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی صفحہ ۳۴۵ کا حاشیہ بھی دیکھنا چاہیئے جہاں بہت سا تاریخی مواد خلاصے کے طور پر دیا ہوا ہے۔

معمولی حرکات کی نہایت خوش اسلوبی سے نقل کرنے کی کوشش کی۔ خود لوسیئن نے اس کے سوسانڈرا کے بت کی مسکراہٹ کی تعریف کی ہے[۹] جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنی صنعت میں فطرت کا تتبع کرنا چاہتا تھا۔ میرون ساکن ایلیو تھیریٔ جو عمر میں فدیاس سے چند سال بڑا تھا کلاس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ اسکا اصل مقصد یہ تھا کہ انسانی حرکات کا مجسموں کی ہیئت میں ظاہر کرے اور اسمیں شبہ نہیں کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ اسکی مثال کیلئے کیکرو کے الفاظ بجنسہ نقل کر دینے مناسب ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ "اسکا کارنامایں یہ تھا کہ برہنہ دوڑتے ہوئے انسانوں کے تخیل کو مجسموں کی صورت میں ظاہر کرے۔ مثلاً نمیدہ دسکوبولس بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی تیر کمان سے نکل کر جارہا ہو۔ جب اتھینے یکایک ظاہر ہوکر مارسیاس کی بانسری میں زور سے ہاتھ مارتی ہے تو مارسیاس فرط خوشی میں ناچتے ناچتے چکر کھاکر ایک دم پیچھے کی طرف ہٹ جاتا ہے۔ جب لاداس دوڑ کے اختتام پر پہنچتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے گویا اسکا دم واپسیں اسکے لب پر آچکا ہے، اور پرسیس میدوسا کو زخمد نگاہ کر پکڑ لیتا ہے"۔ میرون نے گائے کا ایک مجسمہ طیار کیا تھا جو قدما میں بہت مشہور تھا اور جسپر طباعوں نے طبع آزمائیاں کی تھیں۔ الغرض میرون ہی صناع عصر تھا۔ اسکے دسکوبولس اور مارسیاس کے مجسموں کے قدیم نقول ہم تک پہنچی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ میرون نے تو اپنے فن کو حدود تکمیل تک پہنچایا، فدیاس اسے اس حرم کے اندر ہی لے آیا۔

جو روایات ہمارے پاس آئی ہیں انکا ماحصل یہ ہے کہ دور کیمون میں فن تصویر کشی کا قائم مقام پولیگنوٹس ہے مگر سوء اتفاق سے ہمیں اسکی بابت صرف یہ علم ہے کہ وہ اپنے زمانے میں نہایت ممتاز تھا اور تھاسوس کا باشندہ تھا۔ پانچویں صدی ق م کے تھرسی یونانی صنعت و علوم اور عام تمدن اور شائستگی میں ایونیائی اور دوریانیوں کا مقابلہ کرتے

---

[۹] اس مجسمے کی خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں قدیم یونانی صنعت کا وہ کمال نظر آتا ہے جو اس زمانے میں مسکراہٹ کی نقل اتارنے میں شکستہ اشوں نے حاصل کیا تھا۔ اس سے ہمیں یونان کے عام اوصاف معلوم ہوتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی عیاں ہوجاتا ہے کہ یونانی شرفا کے چہرے کی ساخت مجسموں میں دکھانے کی کس درجہ کوشش ہورہی تھی۔ حال ہی میں اس ڈھیر میں سے جس سے کیمونی عہد کے تعمیر کاروں نے قلعہ کی عمارات کا بھراؤ کیا تھا چند مجسمے ۸۰ ق م قدم سے پیشتر یعنی اکروپولس کی تباہی سے پہلے کے نکلے ہیں۔ ان مجسموں کی تصاویر ہیوٹی شر کی کتاب "اکروپولس" میں موجود ہیں۔

تھے۔ اور دمقریلس اور برو تاغورث ساکن ابدیرا کی تحریرات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تھریسی یونانیوں نے اختتام وجود تک کے مسئلے کیطرف اپنی توجہ مائل کی تھی۔ مگر اسکے متعلق بعد میں بحث کیجائیگی۔ مورخ ستسمبروش ساکن تھاسوس کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ تھریسیوں میں بہت سے ایسے بھی لوگ موجود تھے جنکو دنیا کے عام معاملات میں گہری دلچسپی تھی۔ ظاہر ہے کہ اگر ان ممالک میں تمدن کی سطح کافی بلند نہ ہوتی تو بقراط اور اسکی طرح بہت سے اور غیر ملکی آکر آباد نہ ہوجاتے۔ اسکے سوائے تھریسی باشندوں کے تعلقات ایتھنز کے ممتاز کنبوں مثلاً ملتیادیس اور طوسی دیدش کے خاندانوں سے پائے جاتے ہیں جس سے ہم انکی شائستگی کا اندازہ کرسکتے ہیں جو غالباً ساحلی شہروں کے اثرات کا نتیجہ ہوگا۔ تھاسوس کے باشندے نہ صرف مجسموں کے شوقین تھے بلکہ فنون لطیفہ میں خود بھی مہارت پیدا کرلی تھی۔ انھوں نے اونا تاس سے کئی مجسمے بنوائے تھے اور ہمارے پاس معتدد ثبوت فنون لطیفہ میں انکی مہارت کے موجود ہیں پایونیس ساکن بینڈے کے متعلق اس سے پیشتر کہا جاچکا ہے۔ اسکے سوا شمالی یونان کے مثبت کاری اور بینڈے، اولنتھوس، اینس، ابدیرا، تھاسوس اور مقدونیہ کے سکوں سے انکے شوق کا پتہ لگتا ہے۔ ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ممالک تہذیب و تمدن میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور جس شخص نے یونان خاص پر اسکا اثر ڈالا وہ پولیگنوٹس تھا جس نے اپنی قابلیت کے جوہر یونان کے مذہبی مرکز دیلفی میں دکھائے۔ اسنے دیلفی کے ایک وسیع کمرے کی دیوار پر دو تصویریں کھینچیں۔ ایک ٹروائے کی بربادی کا نقشہ اور دوسری عالم زیریں کی تصویر۔ پہلی تصویر تو دراصل بڑے بڑے شعراء کی نظموں کے بہترین مناظر کا مجموعہ تھا اور دوسری تصویر میں گنہگاروں کی سزایابی دکھائی گئی تھی۔ ان تصاویر کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ہومر ہی سے لے گئی ہیں یا انکی کتاب کے منظروں کی تصویریں ہیں درست نہ ہوگا۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ انکا تعلق اسکی کتاب "اوڈیسی" سے ہے اور دنیائے زیریں کی تصویر میں تو خود اوڈیسی اس بھوت پریت کو برآمد کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک اعتبار سے یہ تصاویر ہومر سے ضرور متعلق ہیں

منہ اس اثر کیلئے جو یونانی فنون لطیفہ پر شمالی یونان کا پڑا برٹن کا مضمون "پایونیوس اور شمالی یونان کے فنون لطیفہ" (رپورٹ اجلاسہائے میونخ ۱۸۷۶ء صفحہ ۳۱۵ وغیرہ) دیکھنا چاہیئے۔ وہ ثابت کرتا ہے کہ ایشیائے کوچک کی صناعی کا شمالی یونان پر بہت زبردست اثر ہے۔ اسکے لیئے فون روڈن کے مضمون کا بھی جو ہیرمیز کے مجموعہ میں شامل ہے مطالعہ بہتر ہے

اسلیئے کہ انہیں اسکی نظموں کا اخلاقی پہلو عیاں ہو جاتا ہے۔ پہلی تصویر میں تو الیاد کی شدید جنگوں کا اختتام دکھایا گیا ہے، دوسری میں انسانی زندگی کے آخری لمحے معہ تمام مسرتوں، رنجوں اور آرزوؤں کے پیش کیئے گئے ہیں جنکا اوڈیسی میں ذکر ہے۔ پولیگ نوٹس نے خود ایتھنز میں ٹروائے کے فتوحات کی تصاویر پر مبنی سیاناکتی کمرے میں جو چوک میں واقع تھا بنائی تھیں جنکی بنا ئہ مابعد میں کیمون نے تجدید کی اور اسکا نام پوئیکیلے ایوان یا قلموں رکھا تھا۔ اسکے سوائے اس نے دیوسکوری خاندان کے بت خانے کو بھی اپنی تصاویر سے آراستہ کیا اور اسکے دوستوں مکون اور پانائینس نے جنگ ماراتھون کی ایک تصویر پوئیکیلے میں کھینچی جسمیں ملتیادیس، کالی ماخوس اور کینے گیرس پہچانے جا سکتے تھے۔ پولیگ نوٹس کے ہی زمانے میں انس خیلیس اپنا ناٹک مسمی "مردان ایران" تماشہ گاہ پر لایا۔

غرض یہ ہے کہ دور مذکورہ بالا میں فنون لطیفہ نے نہایت دلیری سے ہمعصر واقعات پر بحث کرنا شروع کی۔ حقیقت یہ تھی کہ عظیم الشان کارنامے وقوع پذیر ہو چکے تھے اور لوگوں کو انکی تمثیلات دیکھ کر مسرت ہوتی تھی۔ اسکے برعکس جو لڑائیاں فارفلیس کے زمانے میں ہوئیں انکی اسقدر اہمیت نہ تھی اسلیئے کہ محض خانہ جنگی کو کبھی باعث فخر نہیں سمجھا جاتا اور بجائے اسکے کہ فوجوں کے تاریخی واقعات پیش کرنے کا موقع ملے فنون لطیفہ میں ایک دوسرے معنی میں تقلید پیدا ہو گئی۔

پولیگ نوٹس کی تصاویر کا ایک دھندلا سا عکس اس عہد کے برتنوں کی تصاویر میں پایا جاتا ہے اور اسی میں وہ سرخ مورتوں والے برتن بنائے گئے تھے جنکا تعلق اسی مصور سے اکثر دکھایا گیا ہے[1]۔

پولیگ نوٹس کی کیمون سے ذاتی واقفیت تھی وہ اس کا صلاح کار اور

---

[1] اسکے لیئے فون روڈن کا مضمون "برتن بنانے کا فن" بموئیسٹر کے مجموعے میں دیکھنا چاہیئے۔ پٹوسانیاس کا خیال ہے کہ پولیگ نوٹس نے امیدواروں کے اس قتل عام کی تصویر کھینچی ہے جسکا اوڈیسی اس ایتھنے آریا کے سند میں مرتکب ہوا تھا۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ لسبیہ میں جو نبت کاری گیول باشی کے مقبرے میں ہو رہی تھی اور جواب وانا میں موجود ہے اس سے پولیگ نوٹس کے طریقے کا پتہ چلتا ہے اور یہی اثر اس برتن کی ساخت سے ظاہر ہوتا ہے جسکی تصویر نمبر ۲۱۳۹ بموئیسٹر کے صفحہ ۱۹۹۴ پر درج ہے۔ پولیگ نوٹس کیلیئے کلائن "اطلاع متعلق آثار قدیمہ ونوشتہ جات آسٹریا ہنگری" جلد ۱۱ دیکھنا چاہیئے۔

پنڈلانے کا گویا فدیا اس تھا۔ اور پوٹنیلے کی نضا ویر میں اسنے ٹروجن عورت لاؤ دیکے کا بجنسہ وہی قیافہ بنایا جو کیمون کی بہن ایلپی نیکے کا تھا۔

غرض یہ ہے کہ ۵۰۰ ق م اور ۴۵۰ ق م کا درمیانی زمانہ زور، علویت، عظمت اور شان کا زمانہ ہے۔ ملیتا دیس اور کیمون، ائس خیلوس اور پولیگ نوٹس یہاں تک کہ میرون سب کا ایک ہی مطمح نظر ہے۔ سیاسی، ذہنی اور فنی حیثیت میں یکجہتی پائی جاتی ہے اور اس دور کے عام خصوصیات کا پیرایہ نہایت قابل اطمینان ہے۔

تیرھواں باب

ایتھنز کے حالات کیمون کی وفات تک

کیمون کی واپسی پر وہ اور فارنیلیس مملکت ایتھنز کی دوش بدوش رہبری کرنے لگے۔ کیمون نے تو آئندہ کیلئے یہ تہیہ کر لیا کہ وہ دستور ایتھنز کو عمومی شاہ راہ پر چلنے میں مانع نہ ہوگا اور فارنیلیس نے یہ وعدہ کیا کہ ایتھنز کی تمام قوت ایران ہی کے خلاف استعمال کیجائیگی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ آئندہ بھی ایتھنز نے اسپارٹا کی سیادت کو گوارا نہ کیا کہ ارض یونان میں اسپارٹا کی سیادت قائم ہوجائے اور وقتاً فوقتاً اسکی راہ میں روڑے اٹکائے۔ مگر اس قسم کی مزاحمت میں کیمون کو کسی قسم کا دخل نہ تھا۔

غالباً یہ کیمون کی واپسی کے بعد ہی کا واقعہ ہے کہ ایک شخص مسمی اوریتیس تھسلی سے ایتھنز آیا۔ اس شخص کے باپ نے شاہی خطاب اختیار کر لیا تھا اور وہ خود کم از کم فارسالس کا حکمراں ضرور تھا۔ اسے فارسالس کے باشندوں نے اپنے شہر سے نکال دیا تھا اور اب اسنے ایتھنزیوں سے التجا کی کہ وہ اسے بحال ہونے میں مدد دیں۔ اسکے جواب میں غالباً ۴۵۴ ق م میں ایتھنز کی چند بیوطی اور فوکسی سپاہی لیکر فارسالس گئے مگر وہاں ان کو

۱؎ طوسی دیدش ۱، ۱۱۱۔ دیودورس ۱۱، ۸۳۔

حسب دلخواہ کامیابی نہیں ہوئی اور اویرسٹیس کو واپس آنا پڑا۔ اسی دوران میں (غالباً ۴۵۳ ق م میں) ایک ہزار ایتھنزی خود فارقلیس کی سرکردگی میں مگارا کے بندرگاہ پیگاسے سے چلے سکیونی علاقے میں لنگر انداز ہوکر سکیونیوں کو شکست دی اور چند اکائیوں کو ساتھ لیکر اکارنانیا کے شہر اوینیادے پر حملہ کردیا، مگر جب اس مہم میں بھی کامیابی نہ ہوئی اور فارقلیس کو بلا حصول مقصد ایتھنز واپس جانا پڑا تو ایتھنزیوں سے سوائے اسکے کچھ بن نہ پڑا کہ اپنے دلوں کو یہ کہکر سمجھالیں کہ اس مہم سے کم سے کم خلیج کورنتھ میں ایتھنزی قوت اور جبروت کا مظاہرہ تو ہوہی گیا ہے[۲]۔

طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اس واقعے کے تین سال بعد یعنی ۴۵۰ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان پانچ سال کیلئے عارضی صلح ہوگئی[۳]۔ طوسی دیدش یہ بیان نہیں کرتا کہ فارقلیس کی مہم اور صلح کے درمیان کیا کیا واقعات پیش آئے اور غالباً کوئی ایسا اہم واقعہ پیش بھی نہ آیا ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایتھنز نے یونانی ریاستوں کے ساتھ تو جھگڑے طے کرلیے مگر ایران کے ساتھ جنگ جاری رکھی۔ نوشتوں سے بھی یہ عیاں ہوتا ہے کہ ایتھنز نے ۴۵۰ ق م میں خراج کی رقم ۶ تالنت کم کرکے ۷۰۰ تالنت رہنے دی[۴] جس سے یہ ظاہر ہے کہ اسکا مقصد خود یونانیوں سے جنگ آزمائی کا نہ تھا۔ کیمون کی حکمت عملی کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ اسپارٹا سے صلح و آشتی رہے، اب پچھلی مہم کے بعد جب ایتھنز پیلوپونیزیوں کے خلاف کوئی کارنمایاں نہ کرسکا خود فارقلیس نے بھی یہ محسوس کرلیا کہ ایسی دشمنی کو پالنا جس سے وقتاً فوقتاً ایتھنز کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو بیکار محض ہے۔

اسکے برعکس ایران کے خلاف جنگ پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے جاری رہی اور ۴۴۹ ق م میں کیمون دوسو جہاز لیکر قبرص چلا[۵]۔ افسوس ہے پلوٹارک اس مہم پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا، دیودورس حسب معمول خلط مبحث کردیتا ہے۔ اور طوسی دیدش اسکا بیان صرف چند فقروں ہی میں

---

۲ طوسی دیدش ۱، ۱۱۱۔ اس مہم کا دیودورس میں بھی دو جگہ پر یعنی ۱۱، ۸۵ اور ۱۱، ۸۶ ذکر ہے اور پلوٹارک کے "واقعات فارقلیس" میں بہت کچھ مدح سرائی کی گئی ہے۔

۳ طوسی دیدش (۱، ۱۱۲) تیس سال کے امن کی طرح اسے بھی مذہبی جامہ پہناتا ہے۔ اسکے لئے ملاحظہ ہو ۲، ۴، ۵۰ دیکھنا چاہیئے۔

۴ بیوسولٹ ۲، ۵۰۶ کا مقابلہ کیا جائے۔

۵ طوسی دیدش ۱، ۱۱۲۔ پلوٹارک ۱۰ کیمون ۱۸، ۴۔ دیودورس ۱۲، ۳، ۴۔

ختم کر دیتا ہے۔ طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اس بیڑے کے ساٹھ جہاز تو امیرتاس کی دعوت پر (جو مصر کے ولا لوں کا بادشاہ تھا) مصر چلے اور پس ماندہ جہازوں نے کیتیم واقع قبرس کا محاصرہ کر لیا۔ کیمون کے انتقال کے بعد سامان رسد میں کچھ کمی ہو گئی تھی اسلیئے انھیں کیتیم کا محاصرہ اٹھا دینا پڑا اور جب وہ سلامس واقع جزیرۂ قبرس کے قریب ہو کر گزر رہے تھے تو انھیں فنیقیوں اور سلیسیوں کے ساتھ لڑنا پڑا جسمیں ایتھنزیوں نے اپنے حریفوں کو شکست دی اور ایتھنز واپس چلے آئے، جو جہاز مصر گئے تھے انھوں نے بھی اسی قسم کے کارہائے نمایاں انجام دیئے"

بس یہی طوسی دیدش کا مکمل بیان ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسمیں نہ تو کیمون کی موت کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے نہ ان مشکلات کا علم ہوتا ہے جو ایتھنزیوں کو کیتیم میں پیش آئیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ جب بیڑا واپس ایتھنز جانا چاہتا تھا تو پھر اسنے مغربی راستے کے بجائے مشرقی راہ کیوں اختیار کی اور جب لڑائی میں ایتھنزیوں کو فتح ہو چکی تھی تو پھر قبرس تسخیر کیوں نہیں کیا گیا۔ خود سلامس کی فتح کی اہمیت سے ہم بالکل ناواقف رہ جاتے ہیں۔ اور ان مسئلوں کو حل کرنے کیلیئے ہمیں اپنے قیاس دوڑانے پڑتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سال ساحل ایجئن پر کاشت کی حالت اچھی نہ تھی اور غالبًا اسی وجہ سے محاصرین کی فرودگاہ میں قحط کے آثار نمایاں ہیں اور ایتھنزی مشرق کی جانب دشمن سے جنگ آزما ہوئے اور معاملات کا ایک بار تصفیہ کرنے کی غرض سے گئے ہونگے۔ قبرس کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایتھنزیوں کا ایران کے خلاف جوش اب کم ہو چلا تھا۔ زمانہ بدل رہا تھا اور پچھلے چند سال جنگ محض کیمون کی خاطر داری ہی سے جاری تھی ورنہ جو لوگ ماراتھون، سلامس اور یوریمدون پر لڑے تھے وہ یا تو اس دنیا کو خیرباد کہہ چکے تھے یا اسقدر ضعیف ہو گئے تھے کہ معاملات حالیہ پر اثر نہ ڈال سکتے تھے اور نئی نسل کے خیالات انکے خیالات سے بالکل مختلف تھے۔ اس جوش کے کم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پچھلی لڑائیوں کا نتیجہ ایتھنز کے حق میں کچھ ایسا مفید بھی نہ نکلا تھا[۱]

[۱] اسکے لیئے بیوسولٹ ۲ ، ۵۰۹ دیکھنا چاہیئے۔ ان واقعات کے کچھ عرصے کے بعد ابدے سون نے جو کیتیم یا صور کا باشندہ تھا یونان خاندان ٹیکوکری کو جزیرے سے نکال کر اسے پھر ایک مرتبہ ایران کے زیر اثر کر دیا اسکو کرتیس ۱۹۔ ۲۱، ۲۴، ۹۷، ۶۶ + دیڈورس ۱۳، ۹۸ +

اسکی ضرورت ہے کہ اب ایک نہایت اہم مسئلے پر غور کریں جو اس تاریک دور کے عظیم الشان مسائل میں سے ہے۔ چوتھی صدی ق م میں سننے میں آتا ہے کہ اس سے ایک صدی پیشتر (یعنی پانچویں صدی میں) ایک صلحنامہ ایرانیوں اور یونانیوں (بالخصوص ایتھنزیوں) کے درمیان ہوا تھا جس کا نام صلحنامہ کیمون تھا اور جسکا ذکر صلح انتالکدا اس کے مقابلے کی غرض سے کیا جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ

---

۱ دیودورس اس صلحنامہ کا ذکر ۱۲، ۴ میں کرتا ہے مگر اس ضمن میں کیمون کا نام نہیں لیتا۔ اسکا بیان ہے کہ ارتابازو اور میگابیزو نے بھی (جنھوں نے مصر کے ساتھ بھی صلح کروائی تھی) (۱۱، ۷۷) کالیاس کے ساتھ اس صلح کی تکمیل میں شریک تھے۔ دیودورس دونوں صلحنامے کیلئے ایک سے ہی الفاظ استعمال کرتا ہے اور دونوں صلحنامے خلاف قیاس ہیں۔ کالیاس کا بیان پلوٹارک کے "واقعات کیمون" (۱۳) میں ہے اور ہیروڈوٹس میں اسکے سفر کا حوالہ دیا ہوا ہے (۷، ۱۵۱) + صلحنامے کے لیئے ڈنکر ۹، ۴۴ دیکھنا چاہیئے جسکی پیروی بیوسولٹ (۲، ۵۱۲) نے کی ہے۔ صلحنامہ کیمون ڈالمان کی تحقیقات متعلق اقلیم تاریخ" (التونا ۱۸۲۲ء جلد ۱ وغیرہ) اور ک، و، کریوگر کے مطالعات فلسفہ تاریخ" (جلد ۱) کی اشاعت سے متواتر زیر بحث رہا ہے۔ اور ڈنکر کی کتاب میں اسکے متعلق حال کی تمام کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے + اس فہرست میں اُموت کی کتاب "صلحنامہ کیمون" (گیسنٹ ۱۸۸۰ء) کا بھی اضافہ کرنا چاہیئے جسکے مصنف کو یقین ہے کہ صلحنامہ کیمون فریقین کے درمیان واقعتہً ہوا تھا + چوتھی صدی والوں کیلئے صلحنامہ انتالکدا اس کے مقابلے کیلئے ایک ایسے صلحنامہ کی ضرورت تھی جسکی وساطت سے ایتھنزی جبر کا مقابلہ اسپارٹی غداری کے ساتھ کیا جا سکے۔ یہ روایات ایسوکراتیس ۱۲۸ میں درج ہیں ڈنکر کا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ اس مغالطے میں جو کراتیس نے پڑھا تھا اور جو پلوٹارک نے "حیات کیمون" (۱۳) میں مذکور ہے وہ شرائط ہوں جنپر ایتھنز صلح کرنے کیلئے تیار تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا اس قسم کی باتیں ضبط تحریر میں لائی بھی گئی تھیں + تھیوپومپس کے اجزا میں جو ہم تک پہنچے ہیں (۱۶۶، ۱۶۸) اور جسکے پڑھنے میں بوجہ الیونی حروف تہجی کے دقت پیش آئی ہے اس نام نہاد صلحنامے کا بیان نہایت تاریک ہے + خاص صلحنامے کے متعلق یہ کہنا پڑتا ہے کہ شہنشاہ کو اس قسم کی بالمخابطہ صلح سے کسی قسم کا فائدہ نہ پہنچتا تھا مگر طوسی دیدرش ۵۶، ۵۸ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں دونوں مملکتوں کے درمیان صورت واقعات ایسی ہی تھی جیسی صلحنامے میں درج ہے + ۵۶۸ میں مذکور ہے کہ تسافرنس نے درخواست کی کہ اسے بحیرۂ ایجئین میں جہاز رانی کی اجازت دیدی جائے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شہنشاہ اس سمندر سے دست بردار ہو چکا تھا۔ اسکے برعکس طوسی دیدرش ۵۸، ۵ میں یہ صاف تحریر ہے کہ ایرانی کبھی ایونیا کے خراج سے دست بردار نہیں ہوئے اور ساموسی جنگ کے

یہ صلحنامہ یونان کیلئے اتنا ہی باعث فخر تھا جتنا صلحنامہ انتالکداس اسکے لیئے باعث ذلت تھا۔ اسلیئے کہ اس صلحنامے نے تو ان یونانی بستیوں کو جو ایشیائے کوچک کے ساحل پر واقع تھیں ایران کے حوالے کر دیا اسکے برخلاف صلحنامہ کیمون کے متعلق یہ امر طے شدہ تھا کہ اسکی رو سے قرار پایا تھا کہ ایرانی فوج ساحل ایجئن سے کم از کم تین یوم کے کوچ کے مقام پر رہیگی۔ اور اسکا بیڑا سوائے فاسیلس اور خئی لدونی جزائر سے جنوب و مشرق، اور شمال میں بحر اسود کے سوائے بحیرہ ایجئن میں نہ آنے پائیگا۔ اس قسم کے صلحنامے کا طوسی دیدش کے مختصر بیان میں تو ذکر ہی نہیں ہے۔ دیودورس ضرور اسکا ذکر کیمون کی موت سے پہلے کرتا ہے اور اسکا یہ خیال ہے کہ اس صلحنامے کا اصل بانی کیمون ہی تھا۔ مگر طوسی دیدش کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کیمون کی وفات کے بعد بھی جنگ برابر جاری رہی اور ایک اور مرتبہ دیودورس کا بیان ہمیں یقین کے قابل نہیں نظر آتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴) واقعات سے (جنمیں ایک فینیقی بیڑے کا انتظار کیا جاتا ہے) میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایتھنز اور ایران کے درمیان ایسا کوئی عہدنامہ نہ تھا جسپر وہ اعتماد کر سکتا۔ اسمیں بھی شبہ نہیں کہ محض ساحلی جھگڑے بھی صلحنامے کا عدم ثابت نہیں ہونا اسلیئے کہ خود ایرانی صوبہ دار بھی چھوٹے چھوٹے تنازعات کا باعث ہو سکتے تھے۔ مگر جنگ ساموس کے حالات مختلف تھے، ایرانی بیڑہ براہ راست شہنشاہ کے ماتحت تھا اور اگر یہ خیال تھا کہ بیڑا ساموس آجائیگا تو اس سے یہ نتیجہ لازم ہے کہ ایتھنز کے پاس کوئی دستخطی عہدنامہ موجود نہ تھا۔ اس مسئلے پر ل، ہولتسا پفیل نے اپنے مضمون "ایتھنز اور ایران کے تعلقات ۴۶۵ تا ۴۱۲ ق م" (اضافہ جات بتاریخ یونان "برلن" کالواری ۱۸۸۳ء) میں بسیط بحث کی ہے۔ صفحہ ۴۴ پر وہ طوسی دیدش کے فقرہ مندرجہ ۱۰۸ پر تنقید کرتا ہے اور یہ ہی فقرہ نیولدکے کے "مضامین متعلق تاریخ ایران" (لائپزگ ۱۸۷۸ء) میں عہدنامے کے ثبوت میں جاکسن نے استعمال کیا ہے۔ ہولتسا پفیل (صفحہ ۳۰ وغیرہ) میں یہ فرض کر لیتا ہے کہ کالیاس ایران ۴۶۲ ق م میں بھیجا گیا تھا اور کراٹیرس نے معاصل اس عارضی صلح کے الفاظ محفوظ کیئے ہیں۔ جسپر اردشیر کی تخت نشینی کے وقت فریقین کے دستخط ثبت ہوئے تھے۔ اندوکلیس کی کتاب "حالات متعلق صلح" وغیرہ کا تتبع کر کے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ دارا (داریوش) دوم کی تخت نشینی کے بعد ۴۶۲ ق م کے اختتام پر اپی فلکوس نے ایک صلحنامے پر دستخط کیئے تھے جو اسوقت تک برابر قائم رہے جب ایتھنز نے امور مصر میں کودودی (طوسی دیدش ۱۰۸، ۲) میں اپنی تاریخ مرتب کرتے وقت ان صنعت آمیز قیاسات کا لحاظ نہیں کر سکا۔

اسکے بعد پلوٹارک اس تاریخی ابتری کو اور بھی زیادہ ابتر کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یا تو اس صلحنامے کا حقیقی باعث جنگ یورپیدون تھی ورنہ کم از کم اسپر اس لڑائی کے بعد دستخط ہوئے ہوں گے۔ پلوٹارک کے یہ دونوں نظریے خلاف قیاس ہیں۔ وہ خود ایک اور جنگ کا ذکر کرتا ہے جو کیمون نے ایران سے لڑی مگر یہ نہیں بتاتا کہ اس عجیب و غریب صلحنامے کو کس فریق نے توڑا۔ اس سے یہ عیاں ہے کہ اس صلحنامے پر ۴۶۶ ق م یا اسکے قریب کے زمانے میں دستخط نہ ہوئے ہونگے سوال یہ ہے کہ آیا اسپر کسی زمانے میں بھی دستخط ہوئے؟ کیا یہ قرارداد جنگ سلامس (قبرس) کے بعد ہوئی اور اسے کیمون کی طرف محض اسکے کارہائے نمایاں کے اقبال کے طور پر منسوب کیا گیا؟ بلاشبہ ہمارے پاس اسبات کی شہادت موجود ہے کہ صلح کیلیئے ایتھنز بہت کوشاں تھا۔ پلوٹارک دیودورس کا ہمزباں ہو کر کہتا ہے کہ کالیاس اس صلحنامے کا بانی مبانی تھا اور ہیروڈوتس کالیاس کی سفارت میں موجودگی تو بتاتا ہے مگر یہ ظاہر نہیں کرتا کہ کالیاس وہاں کس مقصد کیلیئے گیا تھا اور آیا وہ مقصد حاصل ہوا یا نہیں بیشک پلوٹارک کا دعویٰ ہے اسکے علم میں صلحنامۂ مذکور کراتیرس کے مجموعۂ تجاویز عوام میں موجود تھا مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ پلوٹارک کے اسناد غلطی پر ہوں یا جس دستاویز کو وہ صلحنامہ بتاتا ہے دراصل وہ کوئی ایتھنزی تجویز عوام ہو جسکی رو سے ملکت چند خاص شرائط پر شہنشاہ کے ساتھ صلح کرنے پر راضی ہو گئی ہو۔ بدیں وجوہ محض کراتیرس کے مجموعۂ تجاویز عوام سے کوئی ثبوت صلحنامۂ مذکور کے وجود کا نہیں ملتا۔ فی نفسہ خود اس صلحنامے کا وجود بھی دراصل خلاف قیاس ہے۔ اس سے قبل کوئی اور مثال اس طرز کے صلحنامے کی ہمکو نہیں ملتی اسلیئے کہ صلحنامہ اینتالکدا اس ایرانیوں اور یونانیوں کے درمیان صلح نہ تھی بلکہ خود یونانیوں ہی کے درمیان ایک عہدنامہ اور اسوقت ایران نے ایک ہمسایہ والی مملکت کی حیثیت سے معاملات میں دست اندازی نہیں کی تھی بلکہ اسکے احکام کی نوعیت وہ ہی تھی جو ایک شہنشاہانہ مملکت کے احکام کی ہونی چاہیئے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ۴۶۹ ق م میں شاہ ایران نے وعدہ کیا کہ وہ چند خاص خاص مواقع میں اپنی فوج نہ لے جائیگا مگر سوال یہ ہے کہ اس قسم کے وعدے وعید سے سوائے اسکے کہ ایران کی عزت میں بٹا آئے اور اسے کیا حاصل تھا؟ ان تمام وجوہ کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کراتیرس کے قبضے میں کوئی نوشتہ صلحنامے کی صورت میں تھا تو یقیناً وہ جعلی تھا اور "صلحنامہ کیمون" یا "صلحنامہ کالیاس" کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ بہرحال ان تمام باتوں کے ساتھ ہی یہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ان الفاظ سے جو صلحنامے کی طرف

منسوب کیئے جاتے ہیں ۴۴۹ سنہ ق م سے ۴۱۱ سنہ ق م تک کے ایران اور یونان کے حقیقی تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ اس چالیس سال میں ایران نے ایشیائے کوچک کے ساحلی شہروں میں کسی قسم کی مداخلت کی اور نہ بحیرۂ ایجئن میں اپنے جہاز روانہ کیئے اور دوسری جانب یونانی بھی ایران کے خلاف کسی قسم کے جھگڑے میں شریک نہوئے۔ غرض یہ ہے کہ اس چہل سالہ دور کے واقعات اس سے قبل کی نصف صدی کے واقعات سے بالکل مختلف قسم کے ہیں + بدیں وجوہ اگر نام نہاد "صلحنامۂ کیمون" سے یہ معنوی مفہوم سمجھا جائے کہ وہ ان کامیابیوں کا پتہ چلتا ہے جو کیمون کے ذریعے سے ایتھنز کو ایران پر ہوئیں تو اسمیں چنداں جرم نہیں۔ اور ممکن ہے کہ کالیاس ہی نے حکومت ایران سے یہ طے کیا ہو کہ دونوں مملکتیں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں اور اپنا دائرۂ اثر چند معین حدود کے اندر رکھنے پر قناعت کریں +

کیمون کی موت سے ایتھنز کا ایک عظیم الشان سپوت ضائع ہوگیا جو جری، آزاد دست، خوش خلق اور حقیقی معنے میں شرفا پسند تھا، اور جو ضرورت کے وقت نہایت تندہی سے کام کرنے کا عادی تھا اور جب ضرورت رفع ہوجاتی تو اپنے لیئے تفریح کے سامان مہیا کرنے میں کوئی دریغ نہ کرتا تھا اور اسکے ساتھ ہی عوام کی خوشنودی کے اسباب بھی اپنی جیب سے مہیا کرنے کیلیئے تیار رہتا تھا۔ اسکے باغات، اسکا دسترخوان، اسکی تھیل، یہ سب ہمیشہ غربا کیلیئے وقف تھے + یہ درست ہے کہ سیاسیات کے متعلق اسکی ذاتی رایوں سے ایتھنز کو شاید زیادہ نفع نہ پہنچا۔ مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فارقلیس کے عمیق تر دماغ نے ایتھنز کو کچھ زیادہ ترقی کے شاہراہ پر نہ ڈالا بلکہ شاید پہلے سے زیادہ ہی ابتری پیدا کردی + ایتھنز کبھی اسقدر قوی نہ ہوا جتنا دور کیمون میں۔ یہ سچ ہے کہ ایتھنز کے اقتدار کا باعث صرف کیمون ہی نہ تھا اسلیئے کہ می رونڈیس بھی اسی دور کا ایک فرد تھا، کیمون کی مثال سے عمدہ نتائج پیدا ہوئے، اسکے عہد اور دور فارقلیس میں یہ فرق ہے کہ اسکے زمانے میں تو مملکت میں دیگر قابل افراد کیلیئے بھی جگہ تھی درآنحالیکہ فارقلیس نے اپنے تمام معصروں کو ماند کردیا تھا۔ دونوں ایسے زمانے میں مرے جب ایتھنز معرض خطر میں تھا۔ فرق یہ تھا کہ کیمون کی موت کے وقت صرف فوج کو خطرہ تھا، فارقلیس کی موت کے وقت خود شہر ایتھنز میں زوال آرہا تھا + غرض تمام باتوں پر نظر کرکے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کیمون خوش قسمت تھا، فارقلیس بدقسمت +

پیرہویں باب

فارقلیس کے حالات تیس سال کے صلحنامہ تک

گو کیمون کی موت کے بعد اب یتیحضر تنہا فارقلیس کا دست نگر ہو گیا تھا مگر زمانہ دراز تک اسے کیمون کے ایک ساتھی طوسی دیدش ولد ملے سیاس سے جنگ زرگری کرنی پڑی۔ ان دونوں میں اچھے تعلقات اسلیئے ناممکن تھے کہ طوسی دیدش بھی فارقلیس کی طرح جمعیت عوام کی رہبری کرنا چاہتا تھا اور کیمون کیطرح اسکا میلان جنگ کی طرف نہ تھا[1]

ابتدا میں فارقلیس کو اپنی تمام تر توجہ خارجی معاملات کے طرف مبذول کرنی پڑی۔ اسی نے یہ تحریک کی تھی کہ کالیاس سوس بھیجا جاوے اور اس سفارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کے تمام مطالبات حاصل ہو گئے اور شہر ایتھنز نہ صرف دور فارقلیس میں بلکہ کلیمون اور نیکیاس کے عہد میں بھی امن چین سے رہا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک ایسا مدبر جسکا اصول یہ ہو کہ جنگ ایران کا خاتمہ ہو جائے اس سے زیادہ اپنے شہر کیلیئے کچھ نہ کر سکتا تھا اور یہ کہنا کہ "صلحنامۂ کیمون" فارقلیس کی ناکامیوں میں سے ایک تھا بالکل خلاف واقعہ ہے[2] اسکے ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کاشت فارقلیس درو کر رہا تھا

---

[1] پلوٹارک کی "حیات فارقلیس" (۹ - ۱۵) میں جن سیاسی اوصاف کا ذکر ہے وہ غالباً تھیوپومپس کے اختراع ہیں اور یہاں توجہ کے قابل نہیں۔ فارقلیس کی وہی تصویر وہاں پیش کی گئی ہے جو عام طور پر کھینچی جاتی ہے۔ یعنی ایک فارقلیس جو گویا فطرتاً اشراف پسند ہے (کرتیس ۲ ، ۴۲۰) جو سرانبوہی زینے کے ذریعے سے مقبول عوام ہو جاتا ہے اور جب اپنے مخالفوں کا خاتمہ کر دیتا ہے تو خود مصنوعی چہرہ اتار کر پھینک دیتا ہے اور شاہی طرز اختیار کر لیتا ہے۔ مگر یہ فارقلیس تاریخی فارقلیس نہیں ہے۔ وہ دراصل گویا عمومیت پسند ہی پیدا ہوا تھا اسنے اپنے گروہ کے اصولوں کی بلا تامل و تشویش تکمیل کی اور کبھی اس ذمہ داری سے گریز نہیں کیا جو اس پر بحیثیت سرگروہ کے عائد تھی۔ ہمارے پاس اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ ان اصلاحات کو جنھیں عام طور پر اسی سے منسوب کیا جاتا ہے (مثلاً خدمت ملکی کا معاوضہ) دل سے منصفانہ نہ سمجھتا تھا اور اسکے اعمال کی بنا پر ہم یہ کہنے پر مجبور نہیں ہو سکتے کہ وہ حکومت معتدل کا یکساں موید رہا ہے۔

[2] ڈنکر نے بالکل غلط فرض کر لیا ہے کہ فارقلیس کو یہاں ناکامی ہوئی ("تاریخ قدیم" جلد ۹ باب ۲)

اسکی تخم ریزی کیمون نے کی تھی کیتیم پر ایتھنزیوں کو شکست مل چکی تھی، اور سلامس کی فتح ان کے لیے ویسی ہی کارآمد تھی جیسے تناگرا کی فتح اسپارٹیوں کے لیے، اگر کیمون چند روز اور زندہ رہتا تو یقیناً جنگ جاری رہتی، مگر یہ طرز عمل فارقلیس کے فطری میلان کے خلاف تھا اور وہ جنگ کو ایک نیک مقصد کی تکمیل کیلئے ایک بالکل غلط راستہ سمجھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک خاص تدبیر سے ایتھنز کو ایک باسطوت مملکت بنا دے، اور اسکے نزدیک ایران کے ساتھ مسلسل مناقشے اسکے قطعی منافی تھے

یہ بادی النظر میں عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے کہ عین اسوقت یونان حقیقی مشکلات میں مبتلا ہو گیا، صورت حال ماقبل سے جسکو عام طور پر "صلحنامۂ کیمون" کا لقب دیا گیا ہے ایتھنز کا رویہ اور اسکے بہت سے شہریوں کی جانیں بچ گئیں۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ یونان میں ایک نہایت طاقتور مملکت بن جاتا۔ مگر حالات اسکے بالکل برعکس نظر آتے ہیں اسلیئے کہ اول پیلوپونیزیوں نے ایتھنز پر حملہ کر دیا اور سب سے تعجب خیز امر یہ ہے کہ انھیں اس حملے میں کو نہ کامیابی بھی ہوئی۔ ان امور کی سب سے بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کیمون اب موجود نہیں تھا، اسکی شخصیت کا تعلقات ایتھنز و پیلوپونیز پر دہرا اثر تھا، ایک تو وہ اسپارٹا سے دوستی رکھنا چاہتا تھا اور دوسرے پیلوپونیزی اس بات سے واقف تھے کہ وہ میدان جنگ میں نہایت قابل سپہ سالار ہے اور نہ صرف وہ اسے اچھا آدمی سمجھتے تھے بلکہ یہ جانتے تھے کہ اگر ایتھنز سے جنگ ہوئی تو کیمون ان کے لیئے ایک تازیانے کا کام دیگا، اسکی موت کے بعد ایک طرف تو ایتھنز کے تعلقات اسپارٹا سے ویسے نہ رہے جیسے پیشتر تھے اور اسپارٹی بھی اب اتنے خوفزدہ نہ رہے اسلیئے کہ نہ تو انھیں فارقلیس سے کسی قسم کی امید تھی اور نہ وہ اسکی مہارت حربی سے ڈرتے تھے۔ اسپارٹا اور ایتھنز میں یوں تو آئے دن جھگڑے پیدا ہوتے رہتے ہی تھے، اسپارٹا کو علم تھا کہ کیمون کی موت کے بعد دونوں مملکتوں میں کبھی نہ کبھی لڑائی ہونی ہے، وہ یہ چاہتا تھا کہ ایتھنز کی عظیم الشان قوت کو توڑ دے اور اس عزم میں وہ کامیاب ہوا +

تنازعات کی ابتدا غالباً ۴۴۸ ق م میں ایک نہایت معمولی واقعے سے ہوئی، اسپارٹیوں نے مذہبی حیثیت کی ایک مہم سر کی اور دیلفی کا بت خانہ فوکس کے باشندوں کے قبضے سے نکال کر خود دیلفی کے باشندوں کے حوالے کیا۔ مگر انکی واپسی پر ایتھنزی آگئے اور پرانا انتظام عود کر آیا[۳]

[۳] طوسی دیدش۔ ۱، ۱۱۲ + پلوٹارک "فارقلیس" - ۲۱ + مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ۔ ۴، ۲۲ (ب) +

مگر روز بروز معاملات الجھتے ہی گئے یہانتک کہ بالآخر صدائے جنگ بیوطیہ سے اٹھ گئی۔ بیوطیہ میں ایتھنزی فوج کی تعداد اسکے معاملات کی صحیح طور پر حفاظت کرنے کیلئے بالکل ناکافی تھی اور مختلف شہروں سے اتنے ایتھنزی نکل جانے پر مجبور ہو گئے تھے کہ اورخومینس اور خیرونیہ جیسے اہم مقامات پر بیوطیوں نے قبضہ کر لیا۔ آخر کار ایتھنزیوں نے تولمیدس کو مع ایکہزار ہوپلیتوں کے خیرونیہ بھیجا اور انھوں نے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگر واپسی میں انکی مڈبھیڑ خیرونیہ کے قریب اسی فوج کے ساتھ ہوئی جو مذکورۂ بالا شہروں پر قابض ہو گئی تھی اور اپنے حریفوں کے مقابلے میں جنکے ساتھ لوکرس اور یوبیہ کے جلاوطن باشندے بھی تھے ایتھنزیوں کو تحت شکست ہوئی۔ یوں بھی یہ شکست ایتھنز کیلئے ایک سخت ذلت تھی مگر چونکہ گرفتار شدہ سپاہیوں میں ایتھنز کے چند نہایت سربرآوردہ لوگ تھے اسلیئے اسکا اثر اور بھی دلخراش ہوا۔ اور ان قیدیوں کی واپسی کے عوض ایتھنز نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ بیوطیہ کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کریگا۔ اسکے ساتھ ہی بیوطیہ کے ان باشندوں کو بیوطیہ سے چلے جانے کی اجازت دیدی گئی جو ایتھنز کا دم بھرتے تھے۔

بیوطیوں کی اس حکمت عملی کی اس درخشاں کامیابی کے بعد اب ہمارا دوسرا منظر ہمارے سامنے آتا ہے۔ یوبیہ اور بیوطیہ کے چند باشندوں نے ایتھنز سی مملکت کے خلاف اسقدر کامیابی حاصل کر لی تھی کہ اب اسپر ایک عظیم الشان حملے کی تیاریاں ہونے لگیں اور سب سے پہلے تو یوبیہ نے بغاوت کر دی۔ یوبیہ کی بغاوت نے ایتھنز کے پہلو میں نشتر کا کام دیا اور ایک لشکر کو لیکر خود فارقلیس بغاوت فرو کرنے کیلئے اٹھا۔ مگر وہ یوبیہ پہنچا ہی تھا کہ اسے خبر ملی کہ میگارہ بھی آمادۂ بغاوت ہو گیا ہے اور سوائے نسائیہ کے باقی تمام میگاری شہر سے ایتھنزی نکال دئے گئے ہیں اور کارنتھی، سکیونی اور ایپی دورسی باغیوں کے مدد و معاون ہیں۔ ان تمام خبروں کے ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیلوپونیزی بڑے زور و شور سے اٹیکا کے حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ان واقعات کا علم ہوتے ہی فارقلیس ایتھنز واپس آیا مگر پلیئیس تو ناکس ولد پیوسانیاس میدان تھریاسس پر جو ایلیوسس کے قریب ہے قابض

لہ طوسی دیدش ۱، ۱۱۳۔ طوسی دیدش ۴، ۶، سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۴۵۷ ق م میں اتھی شہروں نے ایتھنز سے الحاق کی خواہش ظاہر کی۔ شاید دونوں فریقوں میں توازن ہوگا اور دونوں آسانی سے حکومت میں انقلاب پیدا کر سکیں گے قابلیت ہوگی۔

ہو چکا تھا اور گو بالفعل فارنیس نے اسکے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اسکے واپس آتے ہی سپارٹا پوسیز فوج اسپارٹا واپس چلی گئی + یہ خطرہ رفع ہوتے ہی فارنیس یوبیہ جانے کیلئے تیار ہو گیا اور وہاں پہنچتے ہی اسنے بغاوت فرو کر دی فارنیس نے سوائے ہستائیہ کے یوبیہ کے شہروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ مگر ہستائیہ کے باشندے جلاوطن کر دیئے گئے اور انکی اراضی ایتھنزی ہجرت کرنے والوں میں تقسیم کر دی گئی اور شہر کا نام بدل کر اوریوس رکھ دیا گیا[۵] طوسی دیدش لکھتا ہے کہ ان واقعات کے کچھ عرصے کے بعد ۴۴۵ ق م میں ایتھنزیوں، لاکے دیمونیوں اور انکے حلفا کے درمیان تیس سال کیلئے صلح ہو گئی اور ایتھنز نسائیہ، پیگائے، ترویزین اور اکائیہ سے دست بردار ہو گیا +

طوسی دیدش کی کتاب میں جس سے مذکورۂ بالا بیان اخذ کیا گیا ہے بہت سی ایسی باتیں ہیں جو قابل غور ہیں + یوبیہ اور میگارہ کی بغاوتوں، بیوطیہ کے ہاتھوں شکست اور پیلوپونیزی حملہ اٹیکا کے باعث ایتھنزی نہایت سخت شرائط صلح منظور کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور بیوطیہ اور میگارہ کے ملک ایک حصہ ارگوس آکتے اور اکائیہ سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ گو عام حالات میں واقعات مذکورۂ بالا کی وجہ سے بہت کچھ تبدیلی ہو گئی تھی مگر سوائے بیوطیوں اور میگاریوں کے باقی کوئی مملکت اس تبدیلی سے کلیتہً خوش نہ تھی۔ اور اسپارٹا میں تو اسقدر بے چینی پھیلی ہوئی تھی کہ شاہ پلیئس توانا کس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اسنے فارنیس سے رشوت لی ہے اور وہ بالآخر اسپارٹا چھوڑ دینے پر مجبور ہو گیا + اسکے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پلیئس توانا کس ضرور اپنی ہی ذمہ داری پر اسپارٹا سے واپس آیا ہو گا ورنہ اگر ایفوروں کی ہدایت سے واپس آیا ہوتا تو اسپر یکبارگی یہ الزام عائد نہ کیا جاتا۔ بہرنوع کم از کم رشوت ستانی کا قطعی ثبوت نہیں ہے + باوجود اظہار ناراضی کر اسپارٹی فوج ایک بادشاہ کی سرکردگی میں اٹیکا گئی اور یوبیہ کو مدد دینے کے بغیر جیسے خود اسپارٹا نے

---

۵ خالکس کے ساتھ جو عہدنامہ ہوا اسکے اجزا اسوقت تک موجود ہیں۔ انکے لئے "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۲، ۲۷ (الف) اور ڈٹن برگر۔ ۱۰ دیکھنا چاہیئے + جو برتاؤ ہستائیہ کے ساتھ کیا گیا وہ خالکس سے سخت تھا (پلوٹارک "حیات فارنیس" ۲۳) + بیوسولٹ (۲) ۵۵۵ کے نزدیک صلحنامے پر جو طوسی دیدش ۱، ۱۱۵ میں دیا ہوا ہے، موسم سرما ۴۴۶-۵ ق م میں دستخط ہوئے تھے +

بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلۂ ذیل ہے۔

لاکے دیمونی مہم فوکس ۴۴۷ ق م (۲) ۵۴۵ + جنگ کرونیہ ۔ ۴۴۶ ق م۔ (۲) ۵۴۶ +

بغاوت پر آمادہ کیا تھا واپس چلی آئی اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹی اپنی کامیابی پر کلیتہً غیر مطمئن نہ تھے ورنہ وہ شرائط صلح ماننے کیلئے طیار نہ ہو جاتے۔ اصل میں انکا کفارہ بیچارے یوبیہ نے ادا کر دیا تھا۔ اور گو پلیسٹوانکس کی تیزی اور مستعدی سے ممکن ہے کہ اسپارٹی فوج کو زیادہ کامیابی ہوتی مگر اسوقت بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے ناکامی ہوئی ہو۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ ایتھنز کے خلاف بغاوتیں عمدگی سے طیار کی گئی تھیں اور انھیں نہایت خوبصورتی سے انجام کو پہنچایا گیا تھا۔

فارقلیس کو اپنے فوجی جوہر دکھانے کا تو موقع ہی نہیں ملا مگر اسنے اپنی مدبری کی ایک عمدہ مثال قائم کر دی اور ایتھنز کا یوبیہ پر قبضہ اسکی ہی گفت وشنود کیوجہ سے باقی رہا۔ یہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اس بغاوت سے پیشتر اپنا فرض بحیثیت حاکم ایتھنز پورا کیا یا نہیں۔ کم از کم ایتھنز یوں کو ایسا انتظام کرنا چاہیے تھا کہ ایک ہی وقت میں مختلف اطراف سے اس پر زور نہ پڑے۔ دوسرے قرین قیاس صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اب ایتھنز کو اپنی قوت برقرار رکھنا اپنی اختیار سے باہر ہو گیا تھا اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ بالفعل تو ایتھنز کو فارقلیس نے ایک شدید مصیبت سے اپنے تدبر کو کام میں لاکر نجات دی، مگر یہ آئندہ کیلئے کوئی ضمانت نہ تھی اسلیئے کہ اسپارٹا کو نیچا دکھانے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا اور وہ یہ تھا کہ ایتھنز اپنے فوجی جاہ وحشمت کے بالاعلان نمائش کرے۔

آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کہ اگر بجائے پلیسیس توانکس کے ایتھنز کی کمان ایک براسی داس کے پاس ہوتی جو ضرورت کے وقت ایفوروں کو اپنا ہم خیال بنائے رکھتا تو ایتھنز کو ان پیچیدگیوں سے اتنی آسانی کیساتھ نجات نہ مل جاتی۔[1]

[1] یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس صلحنامے نے ایتھنز کو پیشتر سے زیادہ طاقتور کر دیا۔ اب اسکے پاس اندرون ملک میں کوئی مقبوضہ باقی نہ رہا تھا اور اسطرح اسے اس قسم کے شکایات سے نجات مل گئی جنکا اس باب میں ذکر ہے یہ بجائے اسکے اب وہ ایک محض بحری مملکت رہ گیا تھا اور اب اگر اسپر کوئی دیگر مملکت حملہ آور ہوتی تو اسے صرف دار العمدر کو محفوظ رکھنا کافی تھا اسلیئے کہ سمندر پر اسکا بیڑا ناممکن التسخیر تھا اور ہار کر غنیم کو ایتھنز کو اپنے حال پر چھوڑ دینا پڑتا۔ افسوس ہے کہ گو فارقلیس نے جنگ پیلوپونیز کے ابتدا ہی میں اسکا اظہار کر دیا تھا مگر اسے اکثر لوگ بالکل بھول جاتے ہیں۔ یہ بھی افسوس کا مقام ہے کہ خود فکست کی وجہ سے ایتھنز کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی۔ اب اس کا کسی کو خوف نہ رہا تھا اور وہ زمانہ جلد آنیوالا تھا کہ ایتھنز کی بحری سیادت پر بھی اعتراض کیا جائیگا۔ زمانہ مابعد میں ویٹس نے بھی اپنے بحری مقبوضات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اسلیئے کہ صرف ان ہی مقبوضات کی وجہ سے

نوٹ

حال میں فارقلیس اور اسکے دور کا مفصلۂ ذیل کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے:۔

(۱) اونکن: "ایتھنز و یونان"۔ دو جلد۔ لائپزگ ۱۸۶۵-۶۶ء۔ (جلد ۲) +

(۲) فلیول: "تاریخ دور فارقلیس"۔ ۲ جلد پیرس ۱۸۷۳ء (جرمن ترجمہ دیوہلر۔ لائپزگ ۱۸۷۴ء)

(۳) کوکس: "تاریخ یونان"۔ ۲ جلد۔ لندن۔ ۱۸۷۴ء +

(۴) وائلوڈ: "دور فارقلیس"۔ ۲ جلد۔ لندن۔ ۱۸۷۵ء +

(۵) اشمڈٹ: "دور فارقلیس"۔ ۲ جلد۔ لیپزگ۔ ۱۸۷۷-۷۹ء +

(۶) فون ولاموٹز میولینڈورف: "شہنشاہی ایتھنز" اسکی "فلسفیانہ تحقیقات" جلد ۱ میں۔

(۷) ڈنکر: "تاریخ قدیم" جلد ۹ +

(۸) ایگل ہاف: "تجزیہ تاریخ"۔ شٹٹگارٹ ۱۸۸۶ء +

(۹) اکرمیس: "تاریخ یونان"۔ جلد ۲ +

ان کتابوں کے سوائے شمڈٹ کے، دور "فارقلیس" میں فہرست کتب دیکھنی چاہیئے +

اسے ایسے معاملات میں دخل اندازی کرنی پڑی جنسے وہ علیحدہ رہ سکتا تھا +

اسکے لیئے مفصلہ ذیل کتاب دیکھی جائے:۔

ھ، ویلبرک: "اصول جنگ فارقلیس کا حال اور اسکا مقابلہ فریڈرک اعظم کے اصول جنگ سے" پروشیوی کتب سالانہ جلد ۶۲۔ حصہ ۳ و ۴ +

پندرھواں باب

فار قلیس کے حالات جنگ ساموس کے اختتام تک

فار قلیس پر غالباً یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ اسمیں جلبت پھرت اور تیزی نہیں ہے۔ اور وہ زمانہ بعید نہ تھا کہ اس کمی کا اثر اسکی زندگی پر پڑے۔ اشرافی گروہ ہمیشہ اسکی مخالفت پر کمربستہ رہتا تھا اور اسنے اکر و پولس کے تعمیرات کو خاص طور پر ہدف ملامت بنالیا تھا۔ گو فار قلیس نے طوسی دیدش کا اخراج غالباً ۴۴۵ ق م میں صلحنامے کی قرارداد کے وقت کرایا تھا اور اس اخراج سے اس نے اشرافیوں کی کمر توڑ دی مگر اسے اسپر بھی بہت ہی کم آرام لینا نصیب ہوا[1]۔ ایک تو ان ریاستوں کی فہرست سے جو خراج ادا کرتی تھیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل ۴۴۶ ق م میں ہی پچیس تیس شہر سلطنت ایتھنز سے علیحدہ ہو گئے تھے اور خراج کی مقدار ۴۳۴ تالنت کے بجائے (جسکا تخمینہ کیا گیا تھا) صرف ۶۰۰ تالنت رہ گئی تھی[2]۔ اسکے سوائے ایونیا کی صورت حال سے گونہ تفکر پیدا ہو گیا تھا اسلیئے کہ طوسی دیدش کے بیان کے مطابق تیس سال کے صلحنامے سے چھٹے برس ساموس اور ملطہ کے مابین بری اینے کی بابت ایک جھگڑا پیدا ہو گیا جس سے خود ایتھنز کو بھی تعلق تھا اور

---

[1] طوسی دیدش کے اخراج کیلئے پلوٹارک "حیات فار قلیس" ۱۴ و ۱۶ دیکھنی چاہیئے۔ اسکا بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد فار قلیس پندرہ سال تک یعنی غالباً ۴۴۵ ق م سے ۴۳۰ ق م تک استراتیگوس یا سپہ سالار تھا۔ میوسولٹ ڈنکر اور م، شتہ یونگ کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ واقعہ "بہار ۴۴۵ ق م" میں پیش آیا ہوگا۔ ڈنکر کے بیان (جلد ۹، باب ۸، صفحہ ۱۶۲ تا ۱۹۱) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مورخوں نے تاریخ یونان میں ایسے واقعات کے متعلق اپنے قیاسات چسپاں کر دیئے ہیں جنکے حقیقی حالات سے ہم قطعی آگاہی نہیں رکھتے۔ اس قسم کے حالات میں وہ کچھ ایسا افسانہ پھونک دیتے ہیں کہ پڑھنے والے کے دلمیں یہ خیال تک پیدا نہیں ہوتا کہ اسمیں چند ذاتی تخیلات بھی موجود ہیں جب ہم کرتیس (۲ ج ۶) ۱۸۶ میں یہ پڑھتے ہیں کہ پہلے تو شرفائی گروہ نے اخراج کی کل فار قلیس کے خلاف چلائی جاتی ہی اور پھر اسے طوسی دیدش کیطرف موڑ دیا جو ان ہی میں سے ایک تھا تو ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نظریے کی بنیاد گروٹ کی ایک رائے ہے اور پیس (۲۴۲ ج ۳)

[2] بوسولٹ ۲، ۵۵۴۔

جسکی وجہ سے اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا[1] اس لڑائی سے نہ صرف فارقلیس کے طرز عمل کے اچھے اور برے پہلو عیاں ہو گئے بلکہ اس سے وہ بیچینی ظاہر ہو گئی جو اس زمانے میں ایشیائے کوچک کے حلفائے ایتھنز میں پھیلی ہوئی تھی، چند نوشتوں کے اجزا اسوقت تک موجود ہیں اور اگر انکی تاویل میں غلطی نہیں ہوئی اور اگر انکا سلسلہ ان روایات سے صحیح طور پر مل جاتا ہے جو قدما سے ہم تک پہنچی ہیں تو ہم لامحالا اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس بیچینی کے آثار اس دور سے قبل ہی موجود تھے۔

جو مضمون ملکت ایتھنز کے متعلق زینوفون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس میں یہ دکھانے کیلئے کہ ایتھنز کی عمومیت نے حلیف ریاستوں کی اشرافی حکومتوں کا ساتھ دینے یا انکے ساتھ رواداری کا برتاؤ کرنے میں عقلمندی نہیں کی، ملطہ کے اعیان کے ہاتھوں وہاں کی جمہوریہ کی بربادی کا حال لکھا ہے۔ ۴۵۰ ق م یا ۴۴۹ ق م کے ایک کتبے کا ٹکڑا اسوقت تک موجود ہے جسمیں ایتھنز اور ملطہ کے آپس کے تعلقات کا ذکر ہے اور جسمیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ملطہ کے باشندوں نے یہ منظور کر لیا تھا کہ وہاں ایک ایتھنزی لشکر رہے[2] اس امر سے کہ گو ملطہ ایتھنز کا حلیف تھا موخر الذکر کو اس قسم کے انتظام کی ضرورت پیش آئی یہ ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہوئی ہو گی جس سے امن عامہ میں فرق آگیا ہو، اور کیا عجب ہے کہ اسکے باعث وہی واقعات ہوں جسکا فقرہ مفصلۂ بالا میں ذکر ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں یہ فرض کرنا پڑیگا کہ ملطہ میں ۴۵۰ ق م سے پہلے اشراف ایتھنز کے زیر سایہ حکومت کرتے تھے۔ اور جب انھوں نے ایرانی صوبہ داروں کی مدد سے

[1] جنگ ساموس کے متعلق پفلک ہارٹنگ کی کتاب "فارقلیس بطور سپہ سالار کے" (شٹٹگارٹ ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے۔ اسکے متعلق اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:—

تھوسی ڈیڈس ۔ ۱۱۵ - ۱۱۷ +

دیوڈورس ۱۲، ۲۷، ۲۸ (خاص قسم کے معلومات کیلئے) +

پلوٹارک، "حیات فارقلیس" ۲۵ - ۲۸ +

دیوڈورس غالبًا ایفورس کا تتبع کرتا ہے اور پلوٹارک نے اسکے ساتھ ہی دوریس باشندۂ ساموس سے واقعات حاصل کئے ہیں

[2] "جمہوریہ ایتھنز" ۳، ۱۱ +

"مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۴، ۲۲ (الف) (ملطہ)

"مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۹ - ۱۱ + (ایرینتھرائے) +

وہاں کے عوام کو شکست دیدی تو اس جذبے کو ایتھنزیوں نے دبا دیا اور ملطہ میں اپنی فوجی چھاؤنی قائم کردی، عہدنامۂ ملطہ سے بھی اچھی حالت میں وہ عہدنامہ ہے جو ایتھنز اور ایرتھرائے کے درمیان ہوا تھا۔ اس عہدنامے میں اس برتاؤ کا ذکر ہے جو ان باشندگان ایرتھرائے کے ساتھ ہونا چاہیئے جنھوں نے جاکر ایران میں پناہ لی تھی۔ ان دونوں مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایونیا میں مستقل ایسے لوگ موجود تھے جنکے ایران کیساتھ گہرے تعلقات تھے۔

طوسی دیدش کا بیان ہے کہ ملطہ اور ساموس کے آپس کے تنازعے میں ملطہ کو شکست ہوئی اور وہاں کے باشندوں نے ایتھنز سے آکر ساموسیوں کی شکایت کی۔ اسیطرح چند ساموسیوں نے جو عوامیت پسند تھے اپنے جزیرے کی اشرافی حکومت کے خلاف آواز بلند کی، اسپر ایتھنزیوں نے چالیس جہاز طیار کراکے اپنی فوج ساموس بھیجدی اور وہاں کی موجودہ حکومت ہٹاکر عوامیت قائم کردی۔ ایتھنزیوں نے اپنا ایک لشکر ساموس چھوڑ دیا اور اپنے ساتھ پچاس لڑکے اور پچاس مرد بطور یرغمال کے لیکر لیمنوس آگئے۔ بہرحال یہ تمام کارروائیاں قطعی بے سود ثابت ہوئیں، چند ساموسی ارض باعظم بھاگ گئے تھے۔ اور وہاں ایرانی صوبہ دار سارد پسوتھنیس ولد ہیستاسپیس سے مدد لیکر اور سات سو مسلح آدمیوں کو ساتھ لے راتوں رات ساموس آگئے۔ اسکے بعد انھوں نے جزیرے کی اشرافیہ پلٹ دی اور ایتھنزی سپاہی گرفتار کرکے پسوتھنیس کے حوالے کیا اور لیمنوس کے یرغمال کو کسی ترکیب سے رہا کراکر اور ملطہ کے خلاف طیاریاں شروع کردیں عین اسی زمانے میں ہیزنطہ ایتھنز سے باغی ہوگیا۔

بیان مندرجۂ بالا میں بہت سی باتیں غور طلب ہیں، اول تو لیگ کی کوئی باضابطہ تنظیم نہیں ہے اور دو حلیف ریاستیں ایک تیسری ریاست پر بے تحاشے کے واسطے باہم گرجنگ آزما ہیں۔ ایتھنز محض ایک فریق کی شکایت پر بلا کسی قسم کی پیشگی اطلاع دیئے ہوئے ایک حلیف ریاست پر حملہ کرا دیتے ہیں، اسمیں شبہ نہیں کہ ایسے طرز عمل کے بغیر وہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہوسکتے تھے اسلیئے کہ نہ تو وہ دونوں حریفوں کی جنگ روک سکتے تھے اور نہ انھیں ساموس کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا کسی قسم کا اختیار تھا۔ اسکے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ملطہ کی حکومت اشراف ایتھنز کے خلاف تھی اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلیئے ایتھنزیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۱۳، (کولوفون)۔

کیونکہ اسطے یہ ضروری تھا کہ وہ اسقدر تیزی سے اپنی قوت وسطوت کا مظاہرہ کریں کہ ملطیوں کو اس کا علم بھی نہ ہو سکے۔ متقدمین کی رائے تھی کہ ملطی عورت اسپازیہ کی ترغیب سے فارقلیس نے سامو س کیساتھ جنگ چھیڑ دی، خواہ یہ سچ ہو یا نہ ہو یہ بالکل ممکن ہے کہ اسپازیہ کے کہنے سے وہ اپنے سامو سی طرز عمل پر پہلے سے زیادہ جم گیا ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو فوائد اسے اس مداخلت سے حاصل ہوئے تھے اونکو وہ برقرار رکھ سکتا تھا یا نہیں؟ بر غمال اپنے قبضے میں کرنے سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا، مگر انکو غیر محفوظ مقام پر رکھنا صریح حماقت تھی۔ اسی طرح سامو س میں لشکر ضرور چھوڑنا چاہیئے تھا، مگر اس لشکر کو ہمیشہ ہوشیار رہنا از بس ضروری تھا۔ ان مثالوں سے یہ ظاہر ہے کہ خود فارقلیس فوجی معاملات سے قطعی نابلد تھا اور اسکے عہد میں فوجی معاملات کا حقہ تکر و تدبیر کے ساتھ طے نہیں ہو سکتے تھے۔ واقعہ یہ تھا کہ حکومت بادمخالف سے بچ ہی نہیں سکتی تھی، اور یوبیہ، میگارہ، سامو س اور لیمنوس میں گھبراہٹ محض چند افسوسناک اور ناگزیر واقعات کیطرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اسکے ساتھ ہی یہ ایتھنز کیلیئے باعث فخر ہے کہ سامو س کے سوا بجز باقی حلیفوں کے صرف بیزنطہ نے ہی بغاوت کی۔ یہ شہر فی نفسہ ایتھنز کا وفادار تھا اسلیئے وہاں ممکن ہے کہ اندرونی سازشیں متواتر کام کر رہی ہوں۔ اس امر سے کہ سوائے بیزنطہ کے دیگر شہروں نے بغاوت نہیں کی یہ عیاں ہے کہ ایتھنز اپنے ماتحت حلیفوں پر ظالمانہ طرز پسند نہ کرتا تھا اور عام طور پر خود مختار شہروں کی طرف سے آنکھ کھول کر خبردار رہتا تھا۔

سامو س اور بیزنطہ کی بغاوتوں کے بعد ایتھنز کی قوت پھر عود کر آئی اور جہانتک ہم کو علم ہے وہ پہلے سے زیادہ مقتدر ہو گیا۔ خود فارقلیس ایتھنز سے ساٹھ جہاز لیکر سامو س چلا۔ مگر راستے میں اسنے سولہ جہاز علحدہ کر دیئے تاکہ لیسبوس اور خیوس سے امداد آسکے اور ساتھ ہی فنیقی بیڑے کی اچھی طرح سے مدافعت ہو سکے جسکا ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا[۵]۔ باقی چوالیس جہازوں کو لیکر اسنے سامو س پر حملہ کر دیا۔ گو سامو سیوں کے پاس پچپن[۵۵] جنگی اور بتیس بار برداری کے جہاز تھے مگر خلیج لاتمیا کے دہانے پر جزیرۂ ترا گیا[۶] کے قریب سامو سیوں کو ہی شکست ہوئی۔ اب

---

۵ اسوقت تک ۴۴۱-۴۴۰ ق م کے سپہ سالاروں کی فہرست موجود ہے جنمیں ایک سو فوکلیس بھی تھا۔ اسکے لیئے بوئسولٹ ۲، ۲۹۷، ۲۹۷ دیکھنا چاہیئے۔

۶ ترا گیا کے موقع کیلیئے فون پفلگ ہارٹنگ ۱، ۱، صفحہ ۱۲۴ وغیرہ دیکھنا چاہیئے۔ اس لڑائی کے

ایتھنزیوں کے پاس کمک بھی پہنچ گئی جس میں چالیس جہاز تو خود ایتھنز کے تھے اور خیوس اور لیسبوس سے پچیس[۲۵] جہاز آئے تھے، ایتھنزی ان جہازوں کے ملاحوں کو لیکر جزیرے پر لنگر انداز ہوئے اور شہر ساموس کا محاصرہ کر لیا، مگر جب فارقلیس نے سنا کہ فینیقی بیڑہ آرہا ہے اور ساموسی ایتیساغورث پانچ جہاز لیکر انکے استقبال کو گیا ہے تو اسنے محاصرہ اٹھالیا اور ساٹھ جہازوں کو لیکر جنوب کیطرف چلدیا۔ گویا اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان چالیس جہازوں میں جو کمک کے طور پر آئے تھے وہ سولہ جہاز بھی شامل تھے جو ابتدا میں فارقلیس نے علٰحدہ کر دیئے تھے تو ان ایتھنزیوں اور علیفوں کے جہازوں کی تعداد جو جزیرہ ساموس کے مقابل پڑے ہوئے تھے صرف اسّی[۸۰] رہجاتی ہے، اب ان باقیماندہ جہازوں نے مورچہ بندی کر کے اپنی جائے قیام لنگرگاہ کو مضبوط کر لیا، دوسری جانب ہمکو ارسطاطالیس کے اقتباس سے جو پلوٹارک میں دیا ہوا ہے پتہ چلتا ہے کہ ساموسیوں کا رہبر ایک شخص میلی سوس تھا جو سیاسی رہنما ہونے کے ساتھ ہی فلسفی بھی تھا، ساموسیوں نے خوب سوچ سمجھ کر حملہ کیا پہلے تو انھوں نے ان جہازوں کو تباہ کیا جو باقیماندہ جہازوں کی حفاظت کیلئے کھڑے کئے گئے تھے اور پھر ان جہازوں کو جو مورچہ بندی کے حدود سے باہر نکلے شکست دیکر بندرگاہ کو بالکل صاف کر دیا۔ مگر اس موقع پر جہاں ایتھنزی جہاز پڑے ہوئے تھے کوئی حملہ نہیں کیا، یہ حالت متواتر چودہ روز تک جاری رہی اور اس دوران میں ساموسی برابر اپنے شہر میں سامان رسد بھیجتے رہے۔

فارقلیس جو ایتھنزیوں کو ساموس چھوڑ کر کاونس اور کاریہ چلا گیا تھا اب واپس گیا اسکا کسی مورخ نے ذکر نہیں کیا کہ راستے میں اسے فینیقی بیڑا ملا یا نہیں۔ یا تو اس نواح میں اس بیڑے کا وجود ہی نہ ہوگا ورنہ اسنے اپنے پڑاؤ سے نکلنے کی جرأت نہ کی ہوگی، اسکے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ فینیقی بیڑہ موجود تو ہو مگر فارقلیس سے خوفزدہ ہو کر بغیر جنگ آزمائی کیئے ہوئے واپس چلا گیا ہو یا جیسے پلیستوناکس کے حملے کے زمانے میں فارقلیس نے اپنے تدبر کے جوہر دکھائے تھے اسی طرح سے ایک بحری مظاہرے کے بعد اسنے غنیم سے گفت وشنود شروع کر دی ہو۔ یہ بھی امکان سے باہر نہیں کہ فینیقی امیر البحر اس خبر کا منتظر ہو کہ ساموسیوں نے ایتھنزی باقیماندہ جہازوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے شکست فاش دیدی ہے تاکہ وہ عین وقت نازک پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نتیجے کے متعلق طوسی ویدش اور ایفورس کی تو یہ رائے ہے کہ اس میں ایتھنزیوں کو فتح ہوئی مگر بعض دیگر مورخین جیسے ارسطاطالیس بھی ہے (پلوٹارک فارقلیس ۲۴) کہتے ہیں کہ اس ساموسی بیڑا لیکر سیلی سوس کو ہی فتح

آمو جود ہوا اور دوسروں کی محنت کا پھل اپنے آقا شہنشاہ ایران کیلئے حاصل کرلے۔ یا یہ کہ یہ تمام قصہ دراصل ساموسیوں کی ایک چال تھی تاکہ ایتھنزی بیڑے کا ایک بیشتر حصہ فنیقیوں کے آنے کی غلط خبر سنکر انکے تعاقب میں چلا جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر یہی انکا مطمح نظر تھا تو گو وہ اپنی چال میں کامیاب ہوگئے مگر ایسی صورت میں انکو ایک زبردست شکست ایتھنیوں کو دینا لازم تھا اور اسکی ناکامی کی صورت میں یہ تفریح ساموسیوں کیلئے کچھ سودمند ثابت نہ ہوا[1]

فارقلیس نے ایک عظیم الشان بیڑا جسکا ایتھنز کی آئندہ تاریخ میں ثانی ملنا محال ہے مجتمع کیا اور سمندر کی جانب سے شہر کی ناکہ بندی کردی اس بیڑے میں چالیس جہاز طوسی ویدش پاگنون اور فورمیون کی سرکردگی میں، بیس تلے پولیموس اور انتکلیس کی ماتحتی میں اور تیس جہاز ٹیچوس اور لیسبوس کے تھے اور ان سب جہازوں کی مجموعی تعداد ۹۰ تھی۔ ان کے سوا ۱۰۹ جہاز ساموس میں پیشتر سے موجود تھے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان میں سے چند ضائع ہوگئے پھر بھی اسوقت کم از کم ایک سو اسی ایتھنزی جہاز ساموس کے مقابلے کیلئے موجود ہونگے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ نہ صرف ساموسی بھی اس عظیم الشان نمائش سے لرز گئے ہونگے بلکہ اس سے تمام بلاد یونان میں حرکت پیدا ہوگئی ہوگی۔ ساموسیوں نے ایک آخری مرتبہ کوشش کی کہ سمندر پر اپنا اقتدار پہلے کیطرح قائم رکھیں مگر ایتھنزیوں کی کثرت اور قابلیت کے سامنے وہ کچھ نہ کرسکے اور بالآخر انکو اپنی فصیل کی حفاظت پر ہی قناعت کرنی پڑی۔ اب ساموس کی فصیلیں پولیکراتیس کے زمانے سے نہایت مستحکم کردی گئی تھیں اور گو ایتھنزیوں کو محاصروں میں ید طولیٰ حاصل تھا مگر ان استحکامات کی تسخیر کوئی آسان کام نہ تھا۔ بہرحال اس مرتبہ انھوں نے اپنی قابلیت اور کمال کی لاثانی جوہر دکھائے۔ دیودورس کا بیان ہے کہ کلازومینے کے انجینیر ارتیمون نے مختلف قسم کے آلات حیل جسسے محاصرے میں آسانی پیدا ہو مثلاً منجنیق، سقف نما اور دیگر آلات طیار کیئے تھے۔

[1] یہ بھی کچھ بعید از قیاس نہیں کہ درحقیقت ایک ایرانی بیڑا روبراہ ہو مگر فارقلیس نے اس کے امیر البحر کو پہلے صلح کرکے کالیاس یا دولایا مگر اس کا جواب ملا کہ اس صلحنامے پر باضابطہ دستخط ثبت نہ ہوئے تھے۔ اسکے بعد فارقلیس نے اس سے پہلے کے ایک اقرارنامے کا تذکرہ کیا جو شہنشاہ اور کالیاس کے درمیان ہوا تھا اور اسکے ساتھ ہی اپنے بیڑے کی قوت اور جسیوت کی طرف اشارہ کیا جو کسی صورت میں حقیر نہ تھا۔ قصہ مختصر آخرکار فارقلیس نے امیر البحر کو واپسی پر آمادہ کردیا۔

اور غالباً الٰہی سے، مرعوب ہوکر شہر والوں نے اپنے ہتھیار ڈال دئے۔ بغاوت کو اب نو مہینے گذر چکے تھے مگر اب بھی ساموس میں یہ قدرت تھی کہ وہ برابر مقابلہ کیے جائیں۔ اس موقع پر دو امور ایتھنزیوں کے ممد و معاون ہوئے۔ ساموسیوں کو یہ یقین تھا کہ اگر کوئی بیرونی کمک نہ پہنچی تو وہ کسی نہ کسی روز ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہو جائینگے اور دوسرے جو شرائط فارنبیس نے پیش کیے وہ نہایت نرم تھے۔ ساموسیوں کو ہدایت کیگئی کہ وہ اپنے استحکامات مسمار کر دیں، یرغمال ایتھنز کے حوالے کریں، ایتھنزیوں کو خرچۂ جنگ بالاقساط حوالے کریں اور اپنے تمام جہاز ایتھنز کے حوالے کر دیں۔[۹] یہ شرط نہیں لگائی گئی کہ ساموس اپنا دستور تبدیل کر دے یا عمومیت قائم کر دے اور ممکن ہے کہ بہت سے ساموسیوں نے اس شرط کو سن کر مزید مداخلت کا خیال ترک کر دیا ہو۔ غرض یہ ہے کہ ان شرائط سے ساموس ایتھنزی لیگ کا ایک ماتحت رکن بن گیا۔

خود ایتھنز کیلیے بھی یہ بہتر تھا کہ بغاوت جلد فرو کر دیجائے۔ یہ بالکل ممکن تھا کہ پیرنٹ کیطرح دوسرے حلیف شہر بھی باغی ہو جاتے یا پیلوپونیز بھی ایتھنز کے خلاف شریک جنگ ہو جاتا بلکہ پیلوپونیزی سینات میں تو اس امر پر بحث بھی ہوئی کہ ساموس کو امداد دیجائے یا نہیں[۱۰] اور زمانۂ مابعد میں کورنتھیوں نے یہ مشہور کر دیا کہ دراصل ان ہی نے پیلوپونیزیوں کو ایتھنز کے خلاف

۹۔ وثیقین کے تلخ تعلقات کا اس بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایتھنزیوں نے ساموسی قیدیوں کے جسم پر ایک الو کی تصویر اور ساموسیوں نے ایتھنزی قیدیوں کے جسم پر ایک ساموسی کشتی کی تصویر داغی۔ اسکے لیئے بوسولٹ ۲، ۲۵۹ دیکھا جائے۔ پلوٹارک (فارنبیس ۲۶) کہتا ہے کہ ایتھنزیوں نے بھی ساموسی کشتی کا نشان لگایا تھا مگر یہ قرین قیاس نہیں۔

۹۔ شرائط صلح کی تفصیل کیلیے ڈنکر ۹، ۲۱۱ وغیرہ اور بوسولٹ ۲، ۶۰۰ دیکھنا چاہیئے۔ بوسولٹ میں ان رقوم کا بھی تذکرہ ہے جو ایتھنز نے جنگ ساموس میں خرچ کیں۔ انکی تعداد ان ۱۲۰۰ تالنت سے زیادہ ہوگی جو ایتھنز نے دیبی کے خزانے سے لیئے۔ اسمیں بوسولٹ بقایا خراج کے ۸۰۰ تالنت کا اضافہ کرتا ہے۔

۱۰۔ طوسی دیدس ۱، ۴۰ و ۴۱۔ اس جنگ سے لیگ کے اندرونی تعلقات پر بہت اثر پڑا اور اسکے بعد کا یہ کے حلیف شہروں کی تعداد میں اسقدر کمی ہوگئی کہ اس ضلع کا ایونیہ کے ساتھ الحاق کر دیا گیا اور ۴۳۹ء میں ایتھنز نے ہر شہر کے خراج کی تعداد میں اضافہ کر دیا۔ (بوسولٹ ۲، ۶۰۲)۔ سی سالہ امن کے بعد

ہتھیار اٹھانے سے یہ دلیل پیش کرکے باز رکھا کہ ہر ایک مملکت کو یہ پورا اختیار حاصل ہے کہ کسی حلیف ماتحت کی بغاوت کو بزور شمشیر فرو کر دے۔ بہرحال غالبا یہ سب کچھ محض شیخی ہی شیخی تھی اصل میں پیلوپونیزی بیٹھے دیکھتے رہے کہ اب کیا ہوتا ہے۔ ایتھنزی جنگی تیاریاں ایک وسیع پیمانے پر تھیں، ساموس کی تسخیر میں کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور پیلوپونیزیوں نے یہ خیال کیا کہ اگر انھوں نے ایسے وقت میں لڑائی چھیڑ دی تو وہ نہ صرف ہدف مصیبت بنیں گے بلکہ معرض خطر میں پڑ جائینگے اور انھوں نے یہ طے کرلیا کہ ایتھنز پر اسی وقت کامیاب حملہ ہوسکتا ہے جب ساموس عرصۂ دراز تک متواتر مدافعت کرتا رہے۔ پہلے کیطرح اس مرتبہ بھی پیلوپونیزیوں نے علیحدگی ہی بہتر سمجھی اور منصوبے باندھنے شروع کیئے۔ اگر کورنتھیوں نے واقعی امن کی صلاح دی ہوگی تو صرف اسوجہ سے کہ اسے اور ایتھنزیوں سے کسی قسم کی پرخاش نہ تھی اور جب تک ایتھنز نے دیار مغربی میں دست اندازی نہ شروع کردی اسوقت تک دونوں کے تعلقات اچھے ہی رہے۔

یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ ایتھنز نے اپنی فتح کا بیجا استعمال کیا اسلیئے کہ جو شرائط اس نے ساموس پر عائد کیئے ان سے زیادہ نرم شرائط ناممکن تھے۔ اول تو تدبیر اور پیش بینی کا تقاضا ہی یہ تھا اور پھر اس زمانے میں فارقلیس کے برسر اقتدار ہونے کی وجہ سے بھی نرمی برتی گئی۔ فارقلیس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ کبھی اس قسم کے مظالم کا مرتکب نہیں ہوا جیسے اسکے بعد باشندگان متی لنہ، سکیونے اور میلوس کے ساتھ سرزد ہوئے۔

جو ایتھنزی جنگ میں مارے گئے تھے انکے لیئے رواج کے مطابق پبلک جنازے کا انتظام کیا گیا اور اسمیں فارقلیس کو خطبۂ عام پڑھنا پڑا جو نہایت پسند کیا گیا اور چونکہ اسی جنگ میں وہی ایتھنزیوں کا رہبر تھا اسلیئے عورتوں نے اسے پھولوں کے ہار پہنائے۔ مگر اس موقع پر بھی لیسپی نکی نے جو کیمون کی بہن تھی اسے ملعون کیا کہ اسنے خود یونانیوں ہی کو شکست دی، اسکے بھائی نے تو خیر غیروں کو نیچا دکھایا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) ایتھنز اور کورنتھ کے پرانے تعلقات جو دشمنی پر ہرگز مبنی نہ تھے پھر عود کر آئے تھے۔ اصل میں یہ دونوں کے درمیان بغض وعناد کی آگ اسوقت تک نہیں بھڑکی جبتک ایتھنز نے کورکائرہ کے معاملات میں دست اندازی نہیں کی۔

سولھواں باب

ایتھنز بہ تختی فار قلیس - انتظام بلدہ

واقعات اور حالات کا مزید تسلسل بیان کرنے سے پیشتر شہر اتھنیہ کے اندرونی انتظامات کا حال معلوم کرنا زیادہ مناسب ہے۔

فار قلیس کے زمانے کا ایتھنز ایک نہایت عجیب و غریب ہیولی ہے اور جو ندرت اسے تاریخ عالم میں حاصل ہے وہ نہ صرف اسکی شہرۂ آفاق ذہنی اور فنی ترقی کیوجہ سے ہے بلکہ اسکا ایک بہت بڑا سبب اسکی سیاسی حیثیت تر کیبی بھی ہے۔ دراصل جو نسلیں فار قلیس سے پہلے گزر چکی تھیں انھوں نے اپنے اپنے زمانے میں اس سیاسی عمارت کی تعمیر میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا اور آخر کار مکمل ایوان فار قلیس کے زمانے میں تیار ہوگیا۔ محض سطحی اور بیرونی نقطۂ نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فار قلیس نے اپنی طرف سے اس ایوان کی تعمیر میں کچھ افزائش نہیں کی، مگر جب اس پر نظر غائر ڈالی جائے تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسنے نہ صرف اسکے مختلف حصوں کو ایک خاص صورت میں ترتیب دیا بلکہ اسمیں ایک بالکل نئی روح پھونک دی۔

اس دور میں مملکت ایتھنز کا نظام ایک مکمل ترقی یافتہ عمومیت پر مبنی تھا اور جہانتک ممکن تھا اسمیں عوام ہی برسر اقتدار تھے اور ان میں وہ تمام افراد شامل تھے جن پر قدما کے نزدیک اس لفظ "عوام" کا اطلاق ہو سکتا تھا اسلیئے کہ ارسطیدیش نے تو ان بندشوں کا جو سیاسی اختیارات کے ضمن میں باقی رہ گئی تھیں خاتمہ کر دیا تھا اور ایفیالٹیس نے وہ تمام رکاوٹیں نکالدیں جو میقات عہدہ کے متعلق تھیں اور جب اسنے اریوپاگس کا اثر زائل کر دیا تو اسکے بعد کسی اہم عہدے کیلیئے ایک سال سے زیادہ کے واسطے انتخاب نہ ہوتا تھا۔ جس شخص کے والدین اراکین ملت تھے وہ سترہ سال کی عمر میں باشندگان دیمے کی رائے لیکے اپنے باپ کے دیمے میں شامل کر لیا جاتا تھا اور اسکے بعد وہ نہ صرف اپنے دیمے کے

۱؎ فار قلیس نے کئی ہزار اشخاص کو جنکے ناموں کی فہرست شہریاں میں غلط اندراج ہو گیا تھا نکال کر شہریوں کی تعداد

اندرونی معاملات میں بلکہ تمام قوم کے سیاسیات کے متعلق مباحثات میں آزادانہ طور سے شریک ہوسکتا تھا۔[۱] مگر اس سے قبل کہ وہ پبلک معاملات میں حصہ لے اسے فوجی تعلیم نہ صرف ایتھنز میں بلکہ دور افتادہ قطعات ملک میں حاصل کرنی پڑتی تھی اور اسکے ساتھ ہی اسپر لازم تھا کہ ان سرحدی لشکروں میں جو حلیفوں کے ممالک میں جگہ جگہ پھیلے ہوتے تھے فوجی خدمت انجام دے۔ سیاسی مسائل کے تین شعبے تھے یعنی معاملات دیہی (دیہات) معاملات قبیلوی (قبیلہ) اور معاملات پولس (شہری مملکت) ان میں سے دیہی کی تو محض مقامی اہمیت تھی۔ کلس تھنیس کے زمانے سے قبیلوی یا قبیلے کی محض مذہبی حیثیت باقی رہ گئی تھی اور اسکے ذریعے دیوتاؤں کے تہواروں کیلئے سنگتیں مہیا کیے جاتے تھے۔ اب رہی پولس یا شہری مملکت۔ ظاہر ہے کہ اسکے معاملات نہایت اہم تھے اور سوائے غیر معمولی جلسوں کے جو ضرورۃً منعقد ہوتے رہتے تھے ہر ۳۶ روز کے میقات صدارتی (پریتانی) میں چار معمولی جلسے ہوتے تھے گویا اس شہری کی معروفیت کا سامان

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تخفیف کردی۔ اسکے متعلق حال میں نہایت بابک بحث ہوئی ہے۔ فلوخوروس ان خارج شدہ شہریوں کی تعداد ۶۰، ۴ بتاتا ہے اور پلوٹارک اپنی "حیات فارِ قلیس" میں ۵۰۰ پر قناعت کرتا ہے۔ اسکے لیے ڈنکر "فارِ قلیس کا ایک نام نہاد قانون" (برلن اکاڈمی کی رپورٹ صفحہ ۹۳۶ وغیرہ) "تاریخ قدیمہ" (۹، ۱۰۰)، بیلوخ "یونانی اور رومن دنیا کی آبادی" (لائپزگ ۱۸۸۶ء صفحہ ۷۵ وغیرہ) اور بوسولٹ (۲، ۴، ۵ وغیرہ) دیکھنا چاہیئے۔ ابتداء میں تو فلوخوروس کا یہ بیان صحیح تسلیم کیا جاتا تھا کہ فارِ قلیس نے ایک قانون کا نفاذ کرایا جسکی رو سے صرف وہی لوگ ایتھنزی حقوق شہریت کے مستحق سمجھے جاتے تھے جنکے باپ اور ماں دونوں ایتھنزی شہری ہوں اور اسکے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ یہ قانون محض ایک قدیم قانون کی تجدید تھی۔ مگر غالباً یہ اپنی طرز کا تنہا قانون تھا جسکا مقصد محض یہ تھا کہ یہ اندازہ ہوسکے کہ ان لوگوں کے کیا کیا حقوق ہیں جو غیر معمولی حضرات خانہ کے خواستگار تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں اس سے زیادہ نتیجہ کن اور کوئی نہ ہوسکتا تھا کہ ان کے ماں اور باپ دونوں ایتھنزی شہری ہیں۔

[۱] دیہی کی طرز معاشرت کیلئے ہوسیوڈ لئے کی کتاب موسومہ "ایٹکا میں ملکی زندگی" (پیرس ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے۔ گو اس میں صرف چوتھی صدی ق م سے ہی بحث کی گئی ہے مگر اس سے پانچویں صدی ق م کے متعلق نتائج بھی اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

جو سیاسی امور میں دلچسپی لے ہر ہفتے مہیا ہوا کرتا تھا۔ جمعیت کے سب سے اہم جلسے میں عمّال کی **اپی خیرو تونیہ** تحقیقات ہوتی تھی جس میں یہ دریافت کیا جاتا تھا کہ کسی شہری کو کسی قسم کا اختلاف کسی عامل کی کارروائی سے تو نہیں یا کسی کو کوئی اعتراض انتخاب عمّال یا عمّال کی مالی رپورٹ یا مملکت کے طریق حفاظت یا کسی خاص شخص کے خلاف کسی کارروائی یا الزام الی سانگے لیا پر تو نہیں ہے۔ دوسرے معمولی جلسے میں ان محاصل کی تحریکات پر بحث ہوتی تھی جو حکومت عائد کرنا چاہتی تھی۔ تیسرے جلسے میں معاملات خارجی پر مباحثہ ہوتا تھا اور چوتھے میں مذہبی معاملات اور روئدادیں پیش ہوتی تھیں جمعیت عوام میں کسی تحریک کے پیش کرنے کا حق نہ صرف اراکین مجلس (کونسل) کو تھا بلکہ ہر ایک شہری کوئی تحریک جمعیت میں پیش کر سکتا تھا۔ مگر ہر ایک تحریک کو مجلس (کونسل) کے ابتدائی حکم (پرو بولیوما) کے ذریعے سے جمعیت میں رجوع کیا جاتا تھا اور وہ تحریکات جو محض تزییں نہ ہوتی تھی۔ پہلے مجلس (کونسل) میں پیش ہوتی تھیں، خود مجلس کیلئے یہ ضروری نہ تھا کہ ہر ایک معاملے میں اپنی رائے دے ہی دے بلکہ وہ معاملات پر رائے زنی کیئے بغیر ہی انکا تصفیہ جمعیت عوام کے سامنے پیش کر سکتی تھی۔ ہمیں پوری طور پر یہ نہیں معلوم کہ پانچویں صدی ق م میں **ایتھنز** میں قوانین کیونکر بنائے جاتے تھے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ قانون سازی کوئی آسان امر نہ تھا[۱] موجودہ قوانین کے خلاف جمعیت عوام کو کوئی تجویز منظور کرنے کا اختیار نہ تھا اور قبل اسکے کہ کوئی تحریک پیش کیجا سکے وہ ایک خاص مجلس ماتحت کے سامنے پیش ہوتی تھی۔ اس پر بھی زیادہ دباؤ یہ تھا اگر کوئی رکن جمعیت عوام کوئی تحریک پیش کرے اور وہ منظور ہو جائے تو ایک سال تک وہ اس تجویز کا تنہا ذمہ دار ہوتا تھا اور اس دوران میں اسپر خلاف ضابطگی (**پارانومون**) کا الزام عائد ہو سکتا تھا۔ جی تحقیقات معمولی جج یعنی **ہیلیاستائے** کرتے تھے۔ اس مدت کے بعد بھی اسپر الزام لگایا جا سکتا تھا مگر ایسی حالت میں اسکا اثر صرف یہ ہوتا تھا کہ تجویز منسوخ ہو جائے۔

علاوہ ان مقدمات کے جو ارپوپاگس کے سامنے پیش ہوتے تھے باقی تمام مقدمات **ہیلیاستائے** کے حد اختیار میں تھے اور ان کی تحقیقات کے دوران میں وہی

---

[۱] وضع قوانین کیلئے دیکھو بوسولٹ (میولر ۴، ۱۷۵)؛ گرافے پارانومون (مواخذہ خلاف ضابطگی) کیلئے گلبرٹ: "حکومت قدیم" ۱، ۲۸۱ - ۲۸۵ دیکھنا چاہیئے۔ بوسولٹ (میولر - ۴، ۱۷۴)

صدارت کرتے تھے۔ ہر ایتھنزی شہری جس کی عمر تیس سال سے تجاوز کر گئی ہو ہیلیا ئیا کا رکن ہو سکتا تھا۔ اسے آرخنوں کے سامنے جاکر حلف دینا پڑتا تھا اور اسکے نام کے اندراج پر اسے ہیلیا ئیا کے کسی جزو میں جسکے اراکین کی تعداد پانچسو ہوتی تھی شریک کر لیا جاتا تھا۔ اسکے سوا خاص خاص مقدمات کے فیصلے کیلیے مخصوص جیوریاں مقرر کیجاتی تھیں جنکے اراکین کی تعداد مختلف ہوتی تھی۔ ان جیوریوں میں دوسو ججوں سے لیکر تین ہزار تک سننے میں آئے ہیں۔ ہیلیا نستائے کو قانون کے مطابق فیصلہ کرنا پڑتا تھا اور اگر قانون نہ ہو تو ان پر لازم تھا کہ وہ اپنی ضمیر کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں۔ بہرحال انکا تصفیہ قطعی تھا اور اسکی نہ تو نظر ثانی ہو سکتی تھی اور نہ مرافعہ۔ جس مقدمے میں جو چاہتے فیصلہ دیدیتے اور کسی شخص کو انسے جواب طلب کرنے کا حق نہ تھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ عوام کی مطلق العنانی کی ایک زندہ مثال تھی۔ ایتھنزی فطرۃً مقدمہ باز تھے اور ذاتی مقدمات کے سوا ایتھنزی حلیفوں کے مقدمات اور تنازعات بھی اس عدالت کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ بدیں وجوہ عام طور پر اسکے ججہ نہایت مصروف رہتے تھے۔[1]

مجلس (کونسل) کے متعلق آخری امر جو قابل تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ اسکی رکنیت کیوجہ سے قوم کا ایک معتدبہ حصہ کام میں لگا رہتا تھا۔ اسکے انتخاب کے لیے ہر امیدوار کو پہلے اطلاع کرنی ہوتی تھی تاکہ اسے مدعو کیا جا سکے۔ اور ہر ایک قبیلے (فیولے) سے پچاس یولیوتائے یا نمایندے چنے جاتے تھے جنمیں سے ایک کا نمبر باقی نمایندوں سے ذرا برتر ہوتا تھا۔ چونکہ اس مجلس کا فرض یہ تھا کہ شہر کی حکومت کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہو اسلیے سو اتھوار وکے

[1] بہت سے سیاسی معاملات عموماً اور شخصی مسائل خصوصاً ہیلیا نستائے کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ اسکے لیے گرتیس کی تاریخ یونان (۶۲، ۲۱۹) دیکھنا چاہیئے۔ گر بلاشبہ گرتیس کا یہ قول کہ انکا فرض یہ بھی تھا کہ عہدناموں کی جانچ کریں اور انکو منظور کریں اور انھوں نے ہی خالکس کے عہدنامے کو اپنے حلف سے مستحکم کر دیا حقیقت حال سے بہت دور جا پڑتا ہے۔ اسلیے کہ ان عہدناموں کی تصدیق جو آئین کے مطابق طے پائے ہوں مجالس دستوری کا فرض تھا نہ کہ محض استحقاق۔ اور جن شہریوں نے نام نہاد صلحنامۂ نیکیاس کی تصدیق کی تھی انسے یہ سوال نہیں کیا گیا تھا کہ وہ اسے منظور بھی کرتے ہیں یا نہیں۔

ہیلیا ئیا خاص طور پر معاملات متنازعہ فیہ میں دست اندازی کرتی تھی۔ ڈنکر نے اسے "ایوان بالا" کا لقب دیکر اسکی اہمیت کو بڑھا دیا ہے

باقی ہر روز یہ مجلس نشست کرتی تھی۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی مجلس سے حکومت کے معمولی فرائض مثلاً امور عامّہ کی متواتر نگرانی رکھنا عمدگی سے ادا ہونا ناممکن تھا۔ اسی لیئے اسکے اراکین میں سے ایک مستقل ماتحت مجلس منتخب کیجاتی تھی جسکے ممبروں کو پری تانیس کہتے تھے جو ایک ہی قبیلے یا قبیلے کے نمائندے ہوتے تھے اور جو سال کے دسویں حصے یعنی ۳۶ روز تک ایوان پری تانیم میں مملکت کے خرچ پر رہتے تھے۔ اس ماتحت مجلس کا صدر ہر روز نیا منتخب ہوتا تھا اور وہی جمعیت عوام کی صدارت بھی کرتا تھا۔

گو ابتدا میں جماعت عالمہ کے افسر آرخن ہی تھے جو اقتدارات شاہی کے حقیقی وارث تھے مگر کلیس تھنیس کے زمانے سے انکے تمام واقعی اختیارات لے لیئے گئے تھے۔ اور جو کچھ تھوڑے بہت باقی رہ گئے تھے وہ ایسے تھے جنسے عزت تو ضرور تھی مگر اثر عشر عشیر بھی نہ رہا تھا۔ مثلاً وہ ان تمام رسوم میں جو انھیں حکومت کی طرف سے انجام دینی ہوتی تھیں مملکت کے قائم مقام سمجھے جاتے تھے اور بڑے بڑے تہوار و نکا انتظام اور حکومت کی طرف سے مذہبی قربانیوں کا اہتمام بھی انھی کے سپرد تھا۔ یہ فرائض اس مذہبی اقتدار کا بقیہ تھا جو قدیم بادشاہوں کو کسی زمانے میں حاصل تھا۔ عدالتی اختیارات میں سے اب انکے پاس صرف ہر ایک مقدمے کی ابتدائی تحقیقات اور عدالتوں کی صدارت باقی رہ گئی تھی مگر تجویز کا اختیار صرف جیوریوں کو تھا۔ تیسرے اہم شاہی منصب یعنی سپہ سالاری کے متعلق پہلے ہی ذکر آچکا ہے یہ عرصے سے استراتی گوئے کی مجلس کو تفویض ہو چکا تھا۔ آرخنوں کی بے اختیاری کا اثر مجلس اریوپاگس پر بھی پڑا جو آرخنوں ہی سے بنی تھی اور یہ مجلس بھی محض نمائشی اغراض کیلیئے استعمال ہونے لگی۔

مندرجۂ بالا واقعات محض ایک فطری ارتقا کا نتیجہ تھے۔ سولن کے دستور کو نفاذ ہوتے صرف چند ہی سال کا عرصہ ہوا تھا کہ ایتھنز کے حکومت کی باگ پیسی ستراتوس کے ہاتھ میں آگئی۔ اسکا اصول یہ تھا کہ جہانتک ہو سکے لوگ اسے مطلق العنان نہ سمجھیں اسی لیئے اسنے آرخنوں کو برقرار رکھا مگر پیسی ستراتوس یہ کرتا کہ اپنے کسی عزیز کو آرخنوں کی مجلس میں شامل کر دیتا اور فی نفسہٖ یہ مجلس بالکل بے اختیار ہو گئی تھی۔ اس خاندان کے زوال کے بعد ایساغورث نے جو آرخن اعظم تھا چاہا کہ جو اختیارات اسی مجلس کو قانوناً حاصل تھے وہ دوبارہ عود کر آئیں۔ اسی لیئے اصلاح پسند کلیس تھنیس نے

کوشش کی کہ آرخنوں کی قوت قانوناً بھی گھٹ جائے اور انکے مقابلے کیلئے اسنے دس فیولوں (قبیلوں) کے فوجی قائم مقاموں یا استراٹی گوع کا تقرر کیا اور انکی اہمیت کو بڑھانا شروع کیا۔ ابتدا میں اس نئے عہدے کے محرکوں کا یہ مقصد نہ تھا کہ یہ فوجی قائم مقام آرخنوں کے اختیارات پر قبضہ کریں۔ خود جنگ ماراتھون کے ایک واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پولیمارخ کے ماتحت ہونگے اسلیئے کہ جب ایسے معاملات میں جنمیں وہ متفق الرائے نہ تھے پولیمارخ نے اپنی رائے دی اور اسی پر عمل درآمد ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس لڑائی کے زمانے میں اس عہدہ دار کا کچھ نہ کچھ واقعی اقتدار باقی تھا۔ مگر یہ اپنی طرز کی آخری مثال ہے اور اسکے بعد نہ تو میدان جنگ میں اور نہ جنگ کی تیاریوں کے ضمن میں پولیمارخ کا نام سننے میں آتا ہے۔ بعینہ یہی صورت حال تاریخ یورپ کے آخری دور میں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر ارتقاء حالات ذرا مختلف ہے۔ جب یورپ میں جاگیرات کا دور دورہ تھا تو مختلف مملکتوں میں میر مجلس عدالت، سپہ سالار وغیرہ کے عہدے موروثی عہدے تھے۔ مگر جب حکمرانوں نے اپنے جاگیردار مستاجروں پر کافی اثر پیدا کر لیا تو ایک طرف تو وہ اپنے ہی اختیار سے بلالحاظ حق میراث ان عہدوں کو پُر کرنے لگے

---

* آرخنوں کی اہمیت میں کمی اور سپہ سالاروں کی اہمیت میں افزائش دراصل پئی سنستراتوس کے عہد ہی میں شروع ہوئی۔ مگر ایک جانب تو اس نے مطلق العنان کیطرح حکومت کی اور دوسری طرف آرخنوں کو اپنے اختیارات صرف ضابطہ بندی کے طور پر استعمال کرنے دیئے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے خود اپنے لیئے ضرور کوئی ایسا دائرۂ عمل مخصوص کر لیا ہوگا جسکے اندر وہ اپنی خواہش کے موافق عمل پیرا ہو سکتا تھا اور دیگر عمال پر بھی اپنا اثر قائم کر سکتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک سپہ سالار کی حیثیت سے ممکن تھا۔ ہم اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ خود پئی سنستراتوس کے عہد میں استراٹی گوس آرخن پولیمارخ سے آزاد ہوگا۔ فیساغورث نے تو عہدۂ آرخنی کی اہمیت بڑھانے کی کوشش کی تھی۔ اسکے بعد کلیسثنیس نے ایک طرف تو پئی سنستراتوس کا تتبع کرکے پولیمارخ کو گویا عضو معطل کر دیا اور دوسری جانب استراٹی گوع کی مجلس قائم کر کے گویا عمومیت کا رنگ چڑھا دیا۔ اس اصلاح کی ترویج کیلئے ۵۰۸ ق م یا ۵۰۷ ق م میں اور بھی سہولت پیدا ہو گئی ہوگی اسلیئے کہ ۵۶۰ ق م سے ۵۱۰ ق م کی پنجاہ سالہ مدت میں عوام الناس پولیمارخ کو لاشے محض سمجھنے کے عادی ہو چکے تھے باعتبار اپنے عہدے کے استراٹی گوس کے فاریلیس نہ صرف ظاہری اعتبار سے پئی سنستراتوس کی یاد تازہ کرتا تھا

اور نئے عہدہ دار پرانے بیرونوں کے فرائض انجام دینے لگے اور دوسری جانب قدیم نبلا کے قبضے میں پرانے عہدوں کے خطاب ہی خطاب باقی رہ گئے۔ یہ کلیہ فرانس کی مثال سے واضح ہو جائیگا وہاں جب شاہ فرانس نے اپنے بیڑے کی کمان ان قابل عہدہ داروں کے سپرد کردی جو اپنے فرائض منصبی کو بہ نسبت ہوروثی امیر البحر کے زیادہ سمجھ سکتے تھے اسوقت بھی وہ امیر البحر بعض انتظامی اور قانونی فرائض برابر انجام دیتا رہا + ایتھنز میں متواتر بیرونی مہمات کی وجہ سے نہ صرف فطرۃً اسٹراٹی گوس کی اہمیت بڑھ گئی بلکہ انمیں سے ایک باقی سب میں زیادہ با اختیار و با اقتدار ہوگئی گو اسمیں شبہ نہیں ملتیادیس، تھمسٹاکلیس اور کیمون کی قابلیت اور شہرت سے یہ جدید نظام پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور منضبط ہوگیا مگر اسکی تفصیل کا ہمکو کافی علم نہیں۔ اور یہ یقین کیساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ سال کے ابتدا میں کسی اسٹراٹی گس کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ اختیار دیا جاتا تھا یا نہیں یہ ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم کیمون اور فار قلیس کی حیثیت تو اپنے دوسرے ساتھیوں سے برتر تھی +[1]

[1] مضامین متعلق اسٹراٹی گوس کیلئے مفصلۂ ذیل تصانیف دیکھنی چاہئیں:۔

عہدے کی از سر نو تنظیم فون ولاموویٹز میولینڈورف کی کتاب "تحقیقات متعلق سیاسیات" جلد ۱ صفحہ ۲۶۳ و ۲۶۴

اسٹراٹی گوس کی حیثیت اور "رہنمایان عوام" یا سرعوموں کی عام حالت کا اندازہ:۔ گلبرٹ: اضافہ جات وغیرہ، صفحہ ۲۶۰

عام حالات:۔ اوویت بے نوا "ایتھنزی اسٹراٹی گوس" پیرس ۱۸۸۴ء۔ و بوسولٹ ۲ / ۳۳۳ +

بوسولٹ کا خیال ہے کہ کسی عام یونانی جنگ میں ایتھنزی کامیابی کیلئے اس بات کی ضرورت تھی کہ پہ سالاری کے مکمل اختیارات ایک ہی شخص کے سپرد کردیئے جائیں اور اسی لیئے اسٹراٹی گوس کی حیثیت اور اختیارات میں گونہ تبدیلی پیدا ہوگئی + بیلوخ نے اپنی کتاب "ایٹکائی سیاسیات بعہد فار قلیس" (لائپزگ ۱۸۸۴ء) میں صفحہ ۲۰۹-۲۱۰ پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان افسروں میں سے ہر سال ایک افسر اعلیٰ مقرر ہوتا تھا۔ اگر اس قسم کا کوئی باضابطہ قاعدہ ہوتا تو ضرور تھا کہ ہمارے مورخ اسکا صاف صاف ذکر کرتے + یہاں ایک امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے مجلس اسٹراٹی گوس کی صدارت محض ایک ضابطہ پر ہی تھی اور اسکے متعلق قواعد خواہ کچھ بھی ہوتے اصل اصول

[illegible] جا سکتا ہے۔

بہرحال رفتہ رفتہ اشتراقی گوغ کے ہاتھ میں نہ صرف میدان جنگ میں رہبری کا اختیار آگیا بلکہ وہ مختلف مہموں کی تیاری میں بھی نمایاں حصہ لینے لگے اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امور خارجہ بھی قانوناً نہیں تو واقعاً حد اختیار میں آگئے۔ ایفھنزیوں کا قاعدہ تھا کہ گو وہ قانون سازی کا اختیار ان لوگوں کو تفویض کر دیتے تھے جن پر انکو اعتماد تھا مگر جہانتک ہو سکتا وہ مختلف انتظامی امور کی نگہداشت خود ہی کرتے۔ اسی لیئے امور خارجہ کے متعلق بہت سی ایسی باتیں تھیں جو انھوں نے اپنے لیئے مخصوص کر دی ہوں۔ باقی ہر ایک کام کے متعلق اشتراقی گوغ ہی کو انتظام کرنا پڑتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایفھنز کے خارجی معاملات کی متواتر نگرانی کی ضرورت تھی اور ایفھنزی مدبروں کا کام صرف اتنا ہی نہ تھا کہ ان ممالک کیساتھ اچھے تعلقات رکھیں جنسے ایفھنز کے مراسم دوستانہ تھے، بلکہ ہر ایک ریاست کے حالات سے ہم پہنچانا انکا فرض تھا جسسے تعلقات پیدا ہو سکتے ہوں۔ بدیں وجوہ یہ امر کچھ تعجب انگیز نہیں ہے کہ ان مدبروں کو کبھی کبھی ایسے رقوم کی ضرورت لاحق ہوتی تھی جسکا وہ حساب نہ دے سکتے تھے۔ اور یہ اغلب ہے کہ اس قسم کے اخراجات جیسے وہ دس تالنت جو فارقلیس نے پلیستونا کس کے حملے اٹیکا کے وقت خرچ کیئے تھے بار بار پیش آتے رہتے تھے۔ فارقلیس کو یا جو شخص بھی ایفھنز میں برسر اقتدار ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مثلاً اسپارٹی ایفوروں اور رومن عمومی ٹریبیونوں کا کون صدر ہوتا تھا؟ ظاہر ہے کہ جب کوئی قومی مہم سر کیئے جانے پر بھیجے جاتے تو عموم ہی یہ فیصلہ کرتے کہ ان میں سے کون کون جائیگا اور ان کے ناموں کی ترتیب ہی سے گویا یہ معلوم ہو جاتا کہ کون صدارت کا مستحق ہوگا۔ ایفھنزی اشتراقی گوغ کی ایک نقل رومن فوجی ٹریبیونوں کی حالت میں پائی جاتی ہے۔ مگر رومنوں نے اس تبدیلی کو ناپسند کیا اور پھر قدیم انتظام عود کر آیا۔

۱؎ ان دس تالنت کا ذکر جو فارقلیس نے "بوجوہات ضروری" خرچ کیئے سب سے پہلے پلوٹارک (حیات فارقلیس - ۲۳) پلیستونا کس کے حملے کے واقعات کے ضمن میں بیان کرتا ہے۔ مگر تھوسیڈائڈس کے نزدیک جسکا حوالہ اسی فقرے میں دیا گیا ہے فارقلیس ہر سال اسپارٹا پر دس تالنت خرچ کر دیا کرتا تھا اگر یہ امر واقعہ ہے کہ کئی سال تک فارقلیس کو حصہ اخراجات کیلیئے دس تالنت سالانہ دیئے جاتے تھے تو بھی ظاہر ہے کہ تمام رقوم صرف اسپارٹا ہی کو نہ جاتی تھیں۔ بلکہ یہ در اصل تدبرانہ مقاصد کیلیئے گویا ایک سرمایہ کا کام دیتی تھیں۔

اسمیں شبہ نہیں کہ قائم مقام (پروکسے نوغ) بہت کچھ کرتے تھے۔ انکے لیئے مولسو کی کتاب

اسے کریمیہ سے نیپلز تک کے تمام شہروں کے حالات سے کما حقہٗ واقفیت حاصل کرنی پڑتی تھی اور وہ ان سازشوں کے حالات دریافت کرنے کیلئے جو ان میں سے کسی شہر میں ایتھنز کے خلاف ہو رہی ہوں محض کسی راز دار سیاح یا کسی ایسے ایتھنزی قائم مقام (پروکسی نوس) کی اطلاع کا انتظار (جسے خود مشکلات میں پڑ جانے کا ہر وقت اندیشہ رہتا تھا) نہ کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت کی طرف سے عمال کو مختلف ممالک کے حالات دریافت کرنے کیلئے سفر بھی کرنا پڑتے اور اس سے زیادہ کیا خلاف عقل کارروائی ہو سکتی تھی کہ اگر کوئی ایتھنزی شہری کے اخراجات کے لیئے جو حکومت کے کام کو تجارت وغیرہ کے بہانے کارنتھ یا تھیسز جاتا جمعیت عوام کو خاص تجویز منظور کرنی پڑے۔ اس سے تو یہ بدرجہا بہتر تھا کہ کسی معتبر شخص مثلاً قائد فلپس کے پاس خفیہ معاملات کیلئے ایک خاص رقم جمع کر دیجائے۔ ہم آجکل کے زمانے میں اس قسم کے اخراجات اور معاملات کا بہ نسبت قدما کے زیادہ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور دس تالنت کی رشوت والے قصے سے محض فائد فلپس کے دشمنوں کی مخالفت ظاہر ہوتی ہے اور بس۔

یوں تو استراتی گوس ایتھنز کے عام طرز عمل کی رہبری کرتے ہی تھے، قانوناً بھی انکی دستور ایتھنزی میں ایک خاص حیثیت تھی اسلیئے کہ انھیں کا یہ کام تھا کہ امور عامہ کے متعلق مختلف تحریکات پیش کریں۔ ایسی کوئی تجویز پر جسکی وجہ سے عموم پر بار پڑتا ہو حکم لگانے کی ذمہ داری خود جمعیت عوام پر تھی اور یہ لازم تھا کہ ایسی تمام تحریکیں اسکے سامنے بہت روشن اور مشرح پیش کی جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس لئے محرک کیلئے فن خطابت میں مہارت لازمی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ "یونانی قائم مقام" (پیرس ۱۸۸۶ء) دیکھنی چاہیئے۔ مگر اس پر قادر نہ تھے اسلیئے کہ ان کو ہر وقت یہ خطرہ رہتا تھا کہ ان ہی کے شہر والے انسے باز پرس نہ کر بیٹھیں۔ بعض مرتبہ خود قائم مقام روپیہ لینے میں تعارض نہ کرتے تھے۔ (مونو صفحہ ۹۶ و صفحہ ۱۱۳)

یونان میں جس قسم کی خفیہ کارروائیاں پانچویں صدی ق م میں ہوا کرتی تھیں انکی مثالیں ان بغاوتوں سے عیاں ہو جاتی ہیں جو جنگ کورونیہ سے پہلے ہوئی تھیں۔ سبب یہ ہمکو معلوم ہے کہ انکیس کے سپہ اکیوز سے تعلقات تھے تو پھر اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ وہ اس ضمن میں کبھی کوئی رقم خرچ نہ کرتا تھا۔

فائد فلپس نہ صرف مستقل استراتی گوس تھا بلکہ نگران امور عامہ اور انتھوتھیس یا منتظم تقریبات مذہبی بھی تھا اور اسطرح اسکو اپنا اثر ڈالنے کے متعدد موقع تھے۔ دیکھو گزیس "تاریخ یونان" ۷۲ ۲۲۸

اور لابدی تھی اور یہ ضروری تھا کہ اسٹراٹی گوعیں سے کم از کم ایک نہایت اعلیٰ درجے کا مقرر بھی ہو اور چونکہ اسکی مدد کے بغیر اسکے باقی ساتھی کچھ نہیں کر سکتے تھے یہی ان سب کا افسر شمار کیا جاتا تھا۔ چونکہ عمدہ تقریر ہی مجلس اسٹراٹی گوعہ اور حکومت میں امتیاز حاصل کرنے کا معیار ہو گئی تھی اسلیئے گو اسٹراٹی گوس کے نام سے فوجی عہدے کا اظہار ہوتا تھا مگر اسکے فرائض منصبی کا مرکز ثقل رفتہ رفتہ اندرونی سیاسیات کی جانب ہٹ گیا[1]۔ یہ صورت حال در اصل فارقلیس کے زمانے ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ گو اسکا اصول ہمیشہ یہ رہا کہ حتی المقدور جنگ میں کمی ہو مگر وہ سال بسال اسٹراٹی گوس منتخب ہوتا اور اسی حیثیت سے ایتھنز پر حکومت کرتا۔ فارقلیس، نکیاس اور الکبیادیس تینوں سپہ سالار بھی تھے اور رہنمایان جمعیت عوام بھی تھے اور بعض مرتبہ کلیون کو بھی سپہ سالار کا روپ بھرنا پڑتا تھا۔ مگر کلیون کے دور میں ہی دونوں عہدوں کے درمیان تفریق شروع ہو گئی اور کلیون حقیقت میں محض سیاسی رہنما اور "رئیس عموم" ہی تھا۔ مدبر اور فوجی مبصر کے عہدے جو نصف صدی سے اسٹراٹی گوس ہی کے اختیارات کے اجزا تھے اب علیحدہ ہونے لگے اور ہم چوتھی صدی ق م میں "رئیس عموم" اور سپہ سالار کے مناصب ایک ہی شخص میں نہیں پاتے۔ رہنمائے عموم عام طور پر کوئی خاص افسر نہیں ہوتا مگر یہ بھی جمعیت کے سامنے تحریکات وغیرہ پیش کیا کرتا۔ یوں تو ہر ایک شخص کو اختیار تھا کہ وہ اپنی صوابدید جمعیت کے سامنے پیش کرے اور حقیقت میں یہی ایک نکتہ ہے جو ایتھنز کے عمومی اصول کا مرکز ہے، مگر ان تحریکات کو کامیاب ہونے کیلیئے سوائے خطابت اور مستعدی کے مختلف امور کی معلومات بھی ضروری تھی۔ اور صرف وہی شخص جسمیں اوصاف بالا موجود ہوں ایسا[2] ۔۔۔ دیکھتا تھا جو مضحک نہ ہو۔ اسٹراٹی گوس کیلیئے رہنمائے عوام بن جانا اسلیئے مشکل نہ تھا کہ ایک طرف تو اسکے دفتری تعلقات سے اسے معاملات کا علم ہو جاتا تھا اور دوسری جانب اسکو اختیار تھا کہ جب کبھی وہ چاہے جمعیت عوام کو یکجا کرے۔

[1] پلوٹارک نیسیاس (۱، ۲۹، ۱۵) نے ایفیالٹیس کو "مقرر" کے نام سے خطاب کیا ہے جو "مدبر" کا مترادف ہے۔ ایتھنزی مدبر کا مقرر ہونا ضروری تھا۔ اس کی مثال خود انگریزی مدبر گلیڈسٹن تھا جو اپنے گروہ کا حقیقی رہبر صرف اس وجہ سے تھا کہ اس کا سب سے زبردست خطیب تھا۔

جہانتک مالیات کا تعلق ہے اِنشترا تیگوءِ کو اتنا اختیار تھا کہ وہ اس روپے کے خرچ کے ذمہ دار تھے جو جنگ کیلئے یا دیگر فوجی ضروریات کے لئے دیا جاتا تھا اور انکی رائے اس محاصل کے عائد کرنے کے وقت جو براہ راست لئے جائیں یا تری آرخیا (جہازی محصول) لگانے کے وقت لی جاتی تھی ایسے مالی انتظام کا پتہ جسکا تعلق خاص ایتھنز سے ہو اور لیگ سے کوئی واسطہ نہ ہو چوتھی صدی ق م میں تو پایا جاتا ہے مگر پانچویں صدی میں اسکا ذکر بھی نہیں۔ خود عموم حکومت کے ہر شعبے کی طرف یہانتک کہ مالیات کی جانب بھی متوجہ ہوتے تھے اور یہ طے کرتے تھے کہ کون کون سی رقم اخراجات کی کس کس مد میں صرف کی جائیگی۔[۹]

لیگ کی آمدنی کی دو شقیں تھیں۔ ایک براہ راست دوسرے بالواسطہ۔ بالواسطہ میں گرو رگیری کی آمدنی اور لاؤریون کی کانوں کے محاصل تھے اور براہ راست آمدنی میں صرف وہ محاصل تھے جو میتوئکوئی یا غیر ملکی باشندگان ایتھنز کو ادا کرنے پڑتے تھے۔ خود ایتھنز کی صرف غیر معمولی حالت میں صرف ایک ایک محصول براہ راست ادا کرتے تھے اور اس محصول کو انس فورا کہتے تھے۔ دولتمندوں اور امرا پر ایک طرف تو بحیثیت تری آرخوں کے جنگی جہاز

---

[۹] چوتھی صدی ق م کی طرح پانچویں صدی ق م میں مالیات کے افسر اعلیٰ کا وجود ادومے نیس میں جو اپنی کتاب میں کاشاگر دتھا اور جسنے سرانبوہوں کے متعلق کتاب لکھی تھی نہیں پایا جاتا۔ اسکے سوائے ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں اور خود اسکا حوالہ پلوٹارک کے خیالات اپنطیدیش (۳) میں دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ محض چٹکلوں کے جمع کرنے والے کو کسی خاص عہدے کے نام کی صحت کی بابت زیادہ تگ و دو کی ضرورت نہ تھی۔ پلوٹارک نے حیات اِرِنطیدیش (۳) میں اِرِنطیدیش کے متعلق وہی لکھا ہے جو اسنے حیات فارِ قلیس (۱۰) میں ایفیالتیس کے بارے میں لکھا ہے اور اسکا بیان ہے کہ موخر الذکر اپنی ذاتی حیثیت سے اسکا ہمیشہ کو شاں رہتا تھا کہ ایتھنز کو مالی نقصان نہ پہنچے۔ اسکے برعکس اپنطیدیش کو صاحب عہدہ بتایا گیا ہے مگر ممکن ہے کہ یہ عہدہ انشترا تیگیا ہی ہو۔ مورخ میور شترتوہنگ نے اس زمانے کے ایتھنزی طرز عمل کی بنیاد ایک عہدہ دار ناظم مالیات کو قرار دیا ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ اسکے لئے ہر چار سال کے بعد انتخاب ہوتا تھا۔ مگر اب اسکا کوئی دوسرا مورخ ہمزبان نہیں اور بوسولٹ کی رائے بھی (۳، ۲۴۵) اس کے خلاف ہے۔

تعمیر کرنا اور انکی نگہبانی کرنا اور مملکت کو بیڑہ رکھنے میں مدد دینا ضروری تھا اور دوسری جانب ان پر لازم تھا کہ بطور سنگت گروؤں کے مذہبی پوجا پاٹ کو برقرار رکھیں اسکے برعکس عوام ایتھنز کو حکومت سے وقتاً فوقتاً مختلف النوع منافع ہوتے اور ظاہر ہے انکا فائدہ اکثر غرباہی کو ہوتا تھا۔ سب سے پہلے تو یہ بات قابل لحاظ ہے کہ خدمات مملکت کے صلے میں معاوضہ دیا جاتا تھا[1] مثلاً مجلس خاص کے پانچسو اراکین کو ایک درہم (قریب ۱۰ر) یومیہ مجلس کی نشست کے دوران میں ملتا تھا جو عام طور پر غالباً ۳۰۰ روز رہتی تھی۔ اس رقم کی مجموعی تعداد قریب ۲۵ تالنت سالانہ ہوتی تھی۔ اسی طرح ہیلیاستائے کو بھی اجرت ملتی تھی اور فارقلیس کے زمانے میں اسکی تعداد کم از کم دو اوبول (قریب ۳ر) روزانہ تھی۔ اس کے سوائے فارقلیس نے تھیوریکون یا "ناٹک بھتہ" کو بھی رواج دیا جسے دی اوبیلیا کہتے تھے اور جو ہر ایتھنز شہری کو اس مالی نقصان کے معاوضے کے طور پر دیا جاتا تھا جو اسے ناٹک دیکھنے کیوجہ سے ہوا ہو۔ ایتھنزی اس محصول سے سب سے زیادہ چمٹے رہے۔ اسلئے کہ ایک طرف تو ناٹک کی حاضری ایک مذہبی رسم تھی اور دوسری جانب امتداد زمانہ سے ایتھنز یوں کے دیگر ذرائع آمدنی مسدود ہو گئے تھے۔ بدیں وجوہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تھیوریکون کی مسلسل ادائی ایتھنز یوں کے قومی تنزل کی وجہ سے تھی بلکہ اس سے چارہ کار ہی نہ تھا۔ چوتھی صدی ق م کی ابتدا میں ان لوگوں کو جو جمعیت میں نشست کرتے تھے روزانہ ایک اوبول (قریب ۱ر) ملتا تھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ خود فارقلیس کے دور میں انھیں یہ رقم ملتی تھی مگر اسکے متعلق کوئی امر یقین کیساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ ممکن ہے کہ فارقلیس کی عام سیاسی تنظیم میں یہ بھی شامل ہو مگر کم از کم زمانۂ مابعد میں یہ بات ظاہر نہیں کی جاتی کہ جمعیت عوام میں حاضری کی اجرت کی ابتدا فارقلیس نے کی ہو۔ ان تمام رقوم کے علاوہ ایتھنزی سپاہیوں اور ملاحوں کو

[1] طوسی دیدش (۸، ۶۷) کہتا ہے کہ یہ اجرت کا طریقہ در اصل عموم کیلئے رائج کیا گیا تھا اور جب چار سو کی مجلس مرتب ہوئی تو یہ منسوخ کر دیا گیا اور جس دستور کا طوسی دیدش اسقدر معترف ہے اسمیں اس قاعدے کو برقرار رکھنے کی صلاحیت نہ تھی۔ خدمات عامہ کے معاوضے کیلئے گلبرٹ "آئین قدیم" ۱، ۳۲۵ وغیرہ اور بوسولٹ (میئر ۲، ۱۹۸) دیکھنا چاہیئے۔ جمعیت عوام (ایکلیزیا) میں حاضری کی اجرت کے لئے ویلوز ٹز کی کتاب "اجرت اراکین جمعیت عوام" (۱۸۷۷ء) اور گرتیس "تاریخ یونان" (۶، ۸۳۵) دیکھنی چاہئیں۔

تنخواہوں کے سوا جب کوئی حلیف حکمراں ایتھنز کو تحفتہً غلہ بھیجتا یا جب سرفہ حکومت ہی اناج خرید کر کم قیمت پر فروخت کرتی اسوقت انکو غلے کی کثیر مقداریں ملتی رہتیں[۱۱] بڑی مذہبی تقریبات کے مواقع پر بھی شہریوں کی دعوت کی جاتی تھی اور ان اشخاص کے ساتھ جو جنگ یا اپنے کسی خاص کام کیوجہ سے ناتوان ہو گئے ہوں مدد اور بعض حالتوں میں پرورش بھی کی جاتی تھی مثلاً حکومت ہی ان یتیموں کی پرداخت کرتی تھی جنکے پالنے والے جنگ میں کام آئے ہوں۔

ایتھنز نے اپنی سیاسی حیثیت سے بیشتر حصہ یونان اور ساحل مشرق کی تجارت پر قبضہ کرنے کیلئے خوب فائدہ اٹھایا اور اسطرح بحیرۂ اسود، تھریس، ایونیا، فینیقیہ، مصر، سرنہ، سسلی اور اٹلی کی پیداوار پیرئیس اور ایتھنز میں اس قیمت سے کچھ ہی زیادہ پر فروخت ہوتی تھی جو خود ان دور دراز ممالک میں غلے کی تھی[۱۲]

غیر ملکیوں کو بھی ایتھنز میں آباد ہونے کی ترغیب دی جاتی تھی اور بہت سے غیر ملکی پیرئیس اور ایتھنز میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ایسے آبادکار ایک محصول یعنی "محصول حفاظت" ادا کرتے تھے مگر اگر انمیں سے کوئی ایتھنز کی کوئی نمایاں خدمت کرتا تو اسے ایتھنز کے "مساوی الحقوق" قرار دیا جاتا اور وہ اس محصول سے مستثنیٰ کر دیا جاتا[۱۳] اس عمدہ برتاؤ سے جو ایتھنزی ان کے ساتھ کرتے تھے انکے اعلیٰ تمدن اور شائستگی کا پتہ چلتا ہے۔

ان تعلقات کے بیان سے جو ایتھنز اپنے حلیفوں کے ساتھ روا رکھتا تھا اور اس طریقے کے اعادے سے جس سے وہ اٹیکا سے باہر اپنے شہریوں کی نگرانی رکھتا تھا ایک ایتھنزی کی عام زندگی کا نقشہ مکمل ہو جاتا ہے جو غالباً ہر وقت فارِ کلیس کے

---

[۱۱] اٹیکا کے خرچ کا اکثر اناج باہر ہی سے آتا تھا۔ اسکے لئے بوخ کی کتاب "مالیات ایتھنز" جلد ۱ حصہ ۱۵ دیکھنا چاہیئے یہ بھی قاعدہ تھا کہ اس اناج میں سے جو پیرئیس میں آتا تھا صرف ایک تہائی کی برآمد ہو سکتی تھی۔ اور اناج کی عام تجارت کیلئے قواعد مقرر تھے اور اسکا انتظام "نظمائے غلہ" کرتے تھے۔

[۱۲] کرتیس: "تاریخ یونان" ۲، ۲۶۸۔

[۱۳] اسکے لئے ٹمزر کی کتاب "غیر ملکیان اٹیکا" (مطالعہ جات وائنا) اور کرتیس کی "تاریخ یونان" (۲، ۱۶۴) دیکھنا چاہیئے۔ اس سے قبل ملطیوں کی اس بڑی آبادی کا جو ایتھنز میں تھی ذکر کیا جا چکا ہے جس سے ان خوشگوار تعلقات کا پتہ چلتا ہے جو ایتھنز اور ملطہ کے درمیان ہونگے۔

پیش نظر رہتا ہوگا۔

اسکی ضرورت ہے کہ ایک خاص امر پر جسپر کافی غور نہیں کیا جاتا یہاں زور دیا جائے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بظاہر تو ایتھنزی دستور کی شکل ایک مکمل عمومیت کی تھی مگر حقیقت میں فرق یہ تھا کہ عوام اسکے دعویدار نہ تھے کہ انھیں وضع قوانین کا کلیتہً اختیار ہے اور دوسرے وہ صرف ان تحریکات کو منظور کرنا پسند کرتے تھے جنکے متعلق محرک اپنی پوری ذمہ داری کرتا تھا۔ اس قاعدے کے برعکس (جو بلاپس دیش قانون سازی پر ایک بہت بڑی روک تھی) روما میں قانون سازی کا اصول موجودہ اصول سے بہت ملتا جلتا تھا اور وہاں کثرت رائے کی قرارداد کے بعد محرک کی کوئی ذمہ داری باقی نہ رہتی تھی[۱۴] اسکے ساتھ ہی یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایتھنزیوں کی یہ رائے کہ جو شہری کسی قرارداد کی منظوری کیلئے تحریک کرتا ہے جسکا مقصد مختلف افراد قوم کی بہتری ہو تو اسے محض اثبات یا نفی میں رائے دینے والے سے زیادہ ذمہ داری اٹھانے کیلئے تیار رہنا چاہیئے، یہ ایتھنزی سیاسیات کے بیشتر خصوصیات کی گویا کنجی ہے کہ ایسی عمومیت انکے فہم و ادراک سے بالاتر تھی جن میں کسی تجویز کے محرک پر دیگر اراکین جمعیت سے زیادہ ذمہ داری نہ ہو[۱۵]

---

[۱۴] رومن لیکس "یونانی نوموس سے مختلف اور یونانی پسیفزما سے مشابہ تھا۔

[۱۵] اس قسم کی ذاتی جوابدہی ایتھنز کی دولت عامہ کے ہر شعبے میں پائی جاتی ہے اور اس اصول کو مدنظر رکھ کر بہت سے ایسے واقعات ہماری سمجھ میں آجاتے ہیں جو اسکے بغیر سمجھے مشکل ہیں۔ مثلاً ملتیادیس پر الزام، بہت سے رہبر و نگاز وال، جلاوطنی، وغیرہ۔ اور اس ذاتی جوابدہی کے طریقے پر کاربند ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس محض تراشیدہ اور سیدھے سادھے طرز سے ذمہ داری کا اصول ایک مضبوط بنیاد پر قائم ہوگیا۔ اس نکتے کا ذکر سقراط نے اپنی مشہور آفاق تنقید عمومیت میں تو کیا نہیں مگر جیسے ایک اچھے شہری کو کرنا چاہیئے تھا اسنے اپنے ہمسر شہریوں کی محض مطلق العنان تجویز کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کردیا۔ لفظ "سرانبوہ" بھی جسے زمانۂ مابعد میں ارسطو فانیس اور دیگر مصنفوں نے خراب معنے پہنادئے در اصل ایک نہایت معزز فرض کا نام تھا۔ ہمیں اس سخت حکم میں رہنمایان قوم کی گران ذمہ داری کا لحاظ کرکے بہت کچھ ترمیم کرنا پڑیگی جو شیومان (۱۳۱ ۱۸۶) اور دیگر مورخ عمومیت پر لگاتے ہیں۔ گرتیس نے بھی جہاں یونانی قانون (Gesety) کی اسقدر تعریف کی ہے (۲ ۶ ۱۵۸) اور ایتھنزی عمومیت

فارقلیس کی تنظیم جس میں اشتراکی عنصر خاص طور پر نمایاں تھا اور جسکی نقل زمانۂ مابعد میں روما میں کیگئی تھی اسکے موجد کی موت کے بعد زیادہ دن تک قائم نہ رہ سکی۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ جس قوم کو اس حد تک سوراج کی خواہش ہو اسکے لیئے ضروری ہے کہ خود اپنی روک تھام کر سکے۔ اور ایتھنزیوں میں یہ قابلیت بالکل نہ تھی[۱۶] ان کی فروگذاشتیں اس وجہ سے اور بھی زیادہ نمایاں ہوگئی تھیں کہ لوگ اور انکی مال و دولت مشرقی بحیرۂ روم کے سیاسی اور تجارتی مستقر میں جمع ہونے کی وجہ سے امیر اور دولتمند اپنے عیش و عشرت میں پھنس گئے تھے۔ خود فارقلیس کے رشتہ دار الکمیاونیس کے حالات سے ہمیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس عہد میں نیکی اور بدی کس حد تک موجود تھیں۔ بہرحال یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز اپنے شہریوں کے زنانہ خصائل کی وجہ سے برباد ہوگیا۔ اسکی وجہ دراصل اور ہی تھی اور ہم عنقریب دیکھینگے کہ فارقلیس نے اسکے استیصال کی کیا کوشش کی اور وہ کیوں ناکام رہا۔

نوٹ

فارقلیس کے ایتھنز کے دستور پر آثار قدیمہ کی دو مشہور کتابوں میں تبصرہ کیا گیا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ذکر کیا ہے وہاں اس ذمہ داری کا کافی اندازہ نہیں کیا ہے جو کسی تجویز کے محرک پر عائد ہوتی تھی۔

[۱۶] افلاطون کی رائے جو اسنے "گورجیاس" ۵۱۵ وغیرہ میں فارقلیس پر لگائی ہے اکثر صائب قرار دی جاتی ہے مگر ہم اسے ماننے کیلیئے تیار نہیں ہیں اسلیئے کہ یہ فقرہ درحقیقت کچھ مجبوریوں سے ملو ہے۔ افلاطون کا قول ہے کہ ایک قابل منتظم ان جانوروں کو جو اسکے زیر تعلیم ہوں سدھاتا ہے۔ فارقلیس کے زیر تربیت ایتھنزی نہایت شریر ہو گئے اور بالآخر خود اپنے منتظم ہی پر مقدمہ قائم کر دیا گو کانکلیس مرد تسلیم کر لیتا ہے کہ انسانوں پر جانوروں کا حکم لگانا مناسب نہیں ہے مگر سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ افلاطون یہ بھول جاتا ہے کہ آدمی گھوڑے نہیں۔ دوسرے اگر گھوڑوں کے محافظ تعلیم کے دوران میں کوئی شخص خارج ہو تو گھوڑے بھی وحشی ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ہمکو معلوم ہے کہ فارقلیس کو بدقسمتی سے اپنے راستے پر نہیں چلنے دیا گیا، گو افلاطون کی یہ تنقید تاریخی نقطۂ نظر سے خفیف سی ہے مگر اس جگہ یہ اسوجہ سے یہاں بیان کی گئی ہے کہ

ایک گلیرٹ کی کتاب دستور قدیمہ" اور دوسری بوسولٹ کا تذکرہ (میولر کی وستی بیاض جلد ۲) اور ناظرین کو مختلف اقتباسات مطالعہ کرنے کیلیئے ان دو کتابوں کا حوالہ ضروری ہے۔ میں نے محرک تجاویز کی ذمہ داریوں پر اسلیئے زیادہ زور دیا ہے کہ عام طور پر انکی اہمیت واضح نہیں کی جاتی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ فارقلیس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس خود کا ایک عمدہ حکمراں بن جائے جو سقراط کا مقصود تھا۔

سترھواں باب

ایتھنز بعد فارقلیس لیگ کے اراکین۔

جو رتبہ ایتھنز کو لیگ میں حاصل تھا در اصل اسی پر اس کی تمام ترقوت وجبروت کا دارومدار تھا۔ اور ایتھنز نے اس رتبے میں مزید اضافہ کرکے گویا لیگ کی سیادت حاصل کرلی تھی گو اس کا سنگ بنیاد ۴۷۹ ق م کے بعد ہی رکھا گیا تھا مگر بیس سال کی قلیل مدت میں وہ اپنی معراج کمال کو پہنچ گئی ۴۴۲ ق م کے بعد جب تمام سلطنت

۱؎ لیگ کا نام ابتدا میں "ہے آتھے نائیون سیو مافیا" ("محالفہ ایتھنز") تھا مگر بہت جلد اسکی بجائے "ہے آرخے ہے آتھے نائیون" ("سلطنت ایتھنز") پڑ گیا اور مختلف حلفاء "بلدیات" کہلانے لگے۔ (تھوسولڈ ۲، ۱۸ ۴) ۲؎ ارسطوفانیس کہتا ہے کہ لیگ میں ایک ہزار شہر شامل تھے مگر بیان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ہمیں صرف ۲۸۰ بلدیات کا علم ہے جنکے نام کرشوف نے "مجموعہ نوشتہائے قدیم" جلد ۱ صفحہ ۲۲۶ وغیرہ میں اور کرٹیس نے "تاریخ یونان" ۶۲، صفحہ ۸۸۶ تا ۸۸۸ میں جمع کیے ہیں اور کرٹیس نے ایک نقشے کے ذریعے سے انکے مواقع بتائے ہیں ۳؎ اس موضوع کے لیے بوخ کی کتاب "مالیات ایتھنز" بھی مطالعہ کرنا چاہیئے ۴؎ جنگ دریائے یوریمدون کے بعد بھی ہالی کارناسوس پر لیگر اموس ہی حکومت کرتا رہا ہوگا اسلیئے کہ بالکل ممکن تھا کہ ایک شہر پر کوئی خود سر حکمراں بھی ہو اور ساتھ ہی وہ شہر ایتھنزی لیگ کا بھی رکن ہو۔ لیگ کے اراکین کی تعداد میں بظاہر کمی بیشی اسلیئے ہوا کرتی تھی کہ ہر سال بقایا وصول نہ ہوتی تھی اور بعض مرتبہ باقی دار حلیف کے تہدید میں عرصہ تک جاتا تھا (تھوسولڈ۔ میولر کے مجموعہ صفحہ ۲۱۲ میں) اور ساتھ ہی پونتوس کے شہروں کو بھی لیگ میں شامل کرنے کی کوشش برابر جاری تھی ۵؎ ایک اور وجہ تعداد کے کمی بیشی کی یہ تھی کہ بعض چھوٹے چھوٹے شہر بڑے شہروں کے ساتھ شامل ہوکر روپیہ ادا کرتے تھے اور بعض مرتبہ بطور خود مثلاً ۴۳۶ ق م میں

(سوائے ان بلدیات کے جن کا فرض جہاز مہیا کرنا تھا) پانچ صوبوں یعنی ایونیہ، ہیلسپونٹ،

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ حلقۂ ایونیا حلقۂ کاریا کے ساتھ شامل کر دیا گیا جسکی وجہ سے باجگزار ریاستوں کی تعداد میں کمی ہوگئی۔ (اس کے لیئے گرنیس کی رائے اسکی "تاریخ یونان" ۲ ۸۳۸ میں دیکھنی چاہیئے۔

سلطنت ایتھنز کی مردم شماری کا اندازہ یقیناً خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اس موضوع پر بیلوخ کی کتاب "یونانی اور رومن دنیا کی مردم شماری" نہایت پر از معلومات ہے (لائپزگ ۱۸۸۶ء) اگر چندے کی مقدار اور تعداد نفوس میں وہی مناسبت تھی جسکا بیلوخ نے حساب لگایا ہے تو ایتھنزی سلطنت کے شہروں میں ۹۰۰۰۰ سے ۱۰۰۰۰۰ تک کی آبادی ہوگی۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ساموس ملطہ کا مقابلہ کر سکتا تھا تو یہ قیاس بعید نہیں کہ دونوں کی آبادی قریباً مساوی ہوگی۔ بیلوخ (صفحہ ۲۳۲) کا یہ خیال ہے کہ ساموس ستر سہ طبقہ جہاز ایتھنز کے حوالے کر سکتا تھا اسلیئے اسکی آبادی تقریباً نو ہزار نفوس ہوگی۔ ملطہ دس تالنت ادا کرتا تھا اور اسکی آبادی کا اندازہ آٹھ ہزار کچھ زیادہ نہیں۔ اگر اسکے برعکس یہ فرض کر لیا جائے کہ بعض اراکین اس سے چوگنا خراج ادا کرتے تھے یعنی ہر دو ہزار شہریوں پر دس تالنت خراج لیا جاتا تھا تو اس مناسبت سے ۶۰ تالنت سے یہ مراد ہوگی کہ سلطنت ایتھنز میں نوے ہزار (۹۰۰۰۰) شہری آباد تھے۔ مگر غالباً یہ تخمینہ حقیقی آبادی سے بہت کم ہے۔ یہ امر یقین کے ساتھ نہیں بیان کیا جا سکتا کہ ایشیائی ساحل پر کتنے ایسے باشندے تھے جنکو حقوق شہریت حاصل نہ تھے۔ یہاں صرف بیلوخ کی رائے کا اعادہ کافی ہے کہ جزیرۂ خیوس میں جو جزیرۂ ساموس سے دوگنا ہے ایک لاکھ غلام اور بیس ہزار آزاد شہری آباد تھے اور اگر سلطنت ایتھنز کی آبادی کا بھی اسی مناسبت سے اندازہ کیا جائے تو بیس لاکھ نفوس کچھ بعید از قیاس نہ ہونگے۔ اسی مورخ کی رائے میں یوبیہ، جزائر اسپورادیس (انشاق) اور کیکلادیس (حلقہ دار) میں ایک لاکھ اور ایٹکا میں دو لاکھ تیس ہزار نفوس آباد تھے۔ مگر محض انسانی آبادی کے شمار سے سلطنت کی عظمت کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جبتک ذہنی اور علمی دولت کا بھی خیال نہ کر لیا جائے۔ اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ایتھنزی سلطنت اس دولت میں بھی ممتاز تھی اور اتنے شہروں کے اتحاد کی نظیر ملنی جو اس درجے دولتمند، متمدن اور ترقی پذیر ہوں نہایت مشکل ہے۔

جزائر، تھریس اور کاریہ میں تقسیم کردی گئی۔ ۴۲۵ء ق م کے چند نوشتے اسوقت تک موجود ہیں جن میں سے ایک تو ان باجگزار ریاستوں کی فہرست ہے اور دوسرے نوشتے میں اس نذرانے کی تفصیل درج ہے جو بقدر قریب ڈیڑھ فیصدی کے اتھینا دیبی کو نذر کیا جاتا تھا۔

سلطنت ایتھنز پانچ صوبوں میں منقسم تھی۔ صوبۂ جزائر میں سوائے دو یا تین جزیرۂ میلوس کے جو جنگ پیلوپونیز تک فتح نہ ہوا تھا مکمل مجمع الجزائر کیکلاڈیس (حلقہ وار جزیرے) شمال و مشرق میں امبروس اور لیمنوس اور ایتھنز کے قریب جزیرۂ آتی کینا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسمیں شبہ نہیں کہ سلطنت ایتھنز کے عام اراکین کو عموماً اور جزائر کو خصوصاً ایتھنز کے تجارتی طرز عمل سے جس سے وہ خود ایک تجارتی مرکز بن گیا تھا نقصان پہنچا۔ اور یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ جب کبھی بغاوت کی صدا بلند ہوتی ہے تو صرف جزائر سے مثلاً نائسوس نے ۴۶۷ء ق م میں، تھاسوس نے ۴۶۵ء ق م میں، ساموس نے ۴۴۶ء ق م میں لیسبوس نے ۴۲۸ء ق م میں، خیوس نے ۴۱۳ء ق م میں بغاوت کردی، اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض جزائر کے قبضے میں ساحلی اراضی تھی اور یہ بھی بہت سے جھگڑوں اور تنازعات کا باعث ہوا کرتی تھی۔ جیسے ساموس اور ملطہ میں محض ساحلی مقبوضات کے متعلق جھگڑا ہوا، ایسے ساحلی مقبوضات کی بہت سی مثالیں ملیں گی۔ مثلاً تھاسوس کی کانیں ساحل ہی پر تھیں، روڈس، لیسبوس یہاںتک کہ ٹینیڈوس کے قبضے میں ساحلی علاقہ تھا اور کم از کم ۴۱۳ء میں خیوس اور ایرتھرائے کے درمیان سیاسی اتحاد پایا جاتا ہے۔ براعظم کے ساتھ اس تعلق کی وجہ سے یہ جزیرے ایشیائی تجارت میں بھی حصہ لے سکتے تھے۔ مگر وہ خود صرف اس تجارت سے براہ راست مستفیض ہوسکتے تھے جو دو مقاموں کے درمیان ہو۔ اور اس پر ایتھنز نے اجارہ قائم کرنا چاہا اور اسکے اس طرز عمل سے ان جزائر میں بغاوت کی آگ مشتعل ہوگئی، گو تھریس کے شہروں میں بھی جمہوریت کے جذبات موجزن تھے اور ساتھ ہی دولت مند اور باثر دوست بھی تھے مگر ان کو ایتھنز سے اس درجہ شکایات نہ تھیں اور وہ اس کی مخالفت پر کمربستہ نہ ہوئے۔

شامل تھے۔ صوبۂ تھریس شہر ائی سون اور مے تھونے سے جو دریائے ہالیاکمون کے جنوب میں واقع ہے شہر ائی نوس تک (جو نہایت خوبصورت سکوں کی وجہ سے جن پر ہرمیس کی تصویر بنی ہوئی ہے مشہور ہے) پھیلا ہوا تھا اور اس میں ائی نیا سے پوتی دیہ تک کی تمام بستیاں، مینڈے (جہاں کے سکوں سے بالھوس دیوتا کی پرستش ظاہر ہوتی ہے)، سکیونے اور تھونس (جو دیموس تھنیس کے دور میں نہایت مشہور و معروف ہوگیا)، تورونے۔ سنگوس، اکرو تھوائس، اولونتھوس، غرض گنجان خالکدیس کے تمام شہر اس میں شامل تھے۔ اسی صوبے میں ارسطاطالیس کا مسقط الراس ستاگیرس آرگیلوس، دولتمند جزیرہ تھاسوس جہاں جمالیات کی بہت قدر ہوتی تھی مصروف کار ایڈیرا جو تمدن اور شائستگی میں نہایت ممتاز تھا، اور مارونیہ جہاں کی شراب بکتائے زمانہ تھی، شامل تھے۔ تیسرا صوبہ ہیلیسپونت تھا جسمیں خرسونیز کے تمام شہر تھے جن میں سب سے ممتاز سیستوس، بحیرہ مارمورا کے شمالی ساحل کے شہر مثلاً بسانتھے، پرنتھوس، سلیمبریا، اور خود بائی زنطہ، اور ایشیائی ساحل پر اسٹاکوس، کیوس، واسکلیون، کیزکوس، جزیرۂ پروکونے سس، پاریون، لمپاکوس (جسکے سکوں کے حسن کی اتنی شہرت تھی جتنی خود دیوی کی جسکے سکوں کی) پرکوتے، ابی دوس، سگیوم اور کیبرینے (جو دریائے سکامانڈر پر واقع تھا) تھے۔ صوبۂ الویتیہ شمال میں ایسوس سے شروع ہوتا ہے (جسے بعض مرتبہ آسوس بھی کہتے ہیں۔ یہ شہر اپنے بتخانے کیوجہ سے مشہور تھا)۔ اسکے بعد جزیرۂ لیسبوس کے شمال میں گارگارہ اور اشتیرا اور اسی جزیرے کے جنوب میں پتانے، کری نیوم اور میرینا (جو زمانۂ حال میں ان برتنوں کی وجہ سے نہایت مشہور ہوگیا ہے جو ماہرین آثار قدیمہ نے زمین سے کھود کر نکالے ہیں) اور چند دیگر نہایت نفیس بستیاں بھی اسی صوبے میں شامل تھیں جنکی اہمیت کا اندازہ یہاں نہیں کیا جاسکتا مثلاً کیمے، فوکائیہ، کلازومے نائے، آرتھرائے، رتیوں، کیمیدوس، کولوفون اور اس کا متعلقہ بندرگاہ نوتیون، ایفی سوس، پری اینے، می اوس، ملطہ

اور جزائر اکاروس، لیروس اور نسی روس، منجملہ ان بلدیات کے ملطہ اور ایفی سوس خصوصاً ممتاز تھے اور تیوس اور ایرتھرائے کا پلہ بھی ان دونوں سے کچھ ہی کم تھا۔ ایک بات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ سمرنا (جسکی ایک صدی سے مختلف محالوں میں تقسیم ہوگئی تھی) اور دونوں میگنیشیا اینیمنری لیگ کے اراکین نہ تھے، چوتھا اور آخری صوبہ کاریہ تھا۔ اسمیں اوّل تو وہ شہر تھے جو ملطہ کے مغرب میں واقع تھے یعنی ہیرومس، میلاسا اور پیداسوس جن کی تاریخ میں اتنی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ دوسرے یاسوس، کاریاندا، بیندوس، ترمیرا، ہالی کارناسوس، کنیدوس مع جزیرہ نمائے متعلقہ، اور جزائر کالیندا کوس، سیمے، کاریانتھوس، کاسوس، روڈس کا بڑا اور دولتمند جزیرہ جس کے مختلف شہروں کا اسوقت تک جزیرے کے صدر مستقر کے ساتھ الحاق نہیں ہوا تھا، لدیہ کے بیشمار بلدیات تھے اور فاسیلس لیگ کے مقبوضات میں جنوب و مشرق کی جانب سب سے آخر شہر تھا۔

یہ سب بلدیات خراج ادا کرتے تھے اور صوبے باجگزار صوبے تھے اسی لیئے فوروس یا خراج کی فہرستیں صوبہ وار مرتب کی جاتی تھیں[۲] اور ان بستیوں کا

---

[۲] کزشہوف (نوشتہائے قدیم جلد ۱ صفحہ ۲۲۶) کے نزدیک مفصلہ ذیل ان شہروں کی فہرست ہے جو اولمپیاد ۸۱، ۳ (۴۵۴ ق م) میں دو تالنت یا اس سے زیادہ خراج ادا کرتے تھے۔

۱۔ خراج صوبہ ایونیہ:۔

ہیئے ریونی* ایفی سوس کولوفون کیمے لیبے دوس ملطہ تیوس فوکیہ
۳ تالنت ۷ ت، ۳۰ درہم ۳ ت ۱۲ ت ۳ ت ۱۰ ت ۶ ت ۳ ت

ایرتھرائے
۷ ت

(* تیوس کے مغرب میں ایک شہر ایرائے تھا۔ طوسی دیدش (۸، ۱۹، ۲۰) کہتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو ہیئے ریونی کہتے تھے، اسکے لیئے کیپرٹ کا نقشہ مغربی ایشیائے کوچک (نقشہ ۷) اور روگے کا مضمون برلن کے ہفتہ وار "جریدہ فلسفہ" ۱۸۹۲ء

جو خراج کی بجائے جہاز اور ملاح مہیا کرتی تھیں یعنی جزیرۂ لیشبوس اور خیوس

بقیۂ صفحۂ حاشیۂ گذشتہ ۔ صـ ۲۳۹ ملاحظہ ہو) +

۲۔ خراج صوبۂ ہیلسپونٹ :۔

خالکدون کیزیکینے لمپساکوس پرنتھوس تینیدوس خرسونیز کے شہر

۹ ت ۳ ت ۱۲ ات ۱۰ ات ۴ ت ۳۰۰ درہم ۱۸ ات

ابی دوس ارسنیے بائی زنطہ کیزکوس پزوکونے سوس سلیمبریا

۴ ت ۲ ت ۱۵ ات تا ۲۱ ات ۹ ت ۳ ت ۵ ت

۳۔ خراج صوبۂ تھریس :۔

ابدیرا ائے نوس افیتہ قوم بوتیہ دکائیا تھاسوس تھرامبے اور شکیونے

۱۵ ات ۱۲ ات ۳ ت ۲ ت (۹) ۴ ت ۳۰ ت (ہیدلو لپیا ۴۸ ۳ ۶ ت

میندے پے پارے تھوس ساموتھریس سنگوس اکانتھوس

۸ ت ۳ ت ۶ ت ۴ ت ۳ ت

پوتی دیہ سرمیلے تورونے

۶ ت تا ۱۵ ات ۳ ت ۴ ت تا ۱۲ ات

۴۔ خراج صوبۂ کاریہ

کنیدوس باشندگان کیلندیا مرناسائے لندوس ترمیرا فاسیلس

۲ ت ۲ ت ۲ ت ۸ ت ۲۵۰ درہم ۲ ت ۲۰۰ درہم ۶ ت

قوم خرونی سی استی پالیا کوس باشندگان سیمہ یالی سوس کامیروس

۳ ت ۲ ت ۳ ت ۱۰ ات ۴ ت

(اسطرح روڈس تو ۴۲ تالنت دیتا تھا مگر ہالی کارناسوس سے صرف ایک تالنت صرف ات ۔ ۔ ۔ ۴ درہم وصول ہوتے تھے) {واضح ہو کہ یالی سوس، کامیروس لندوس جزیرۂ روڈس میں تھے ۔ مترجم} +

۵۔ خراج صوبۂ جزائر :۔

کارستوس ایلی گینہ اندروس لیمنوس کوریسوس سیریفوس

۷ ت ۳۰۰ و ۳۰ ۱۲ ۹ (جزیرۂ کیوس) ۲ ت ۱۵۰۰ و ۲ ت

اور ساموس کے مثل دولتمند جزیروں کے شہر شامل تھے کہیں ذکر نہیں + ہم ان اسباب کے متعلق جن کی وجہ سے اس نہایت مفید اصول سے (یعنی بجائے روپے کے جہاز مہیا کرنا) دیگر شہروں نے استفادہ حاصل نہیں کیا محض قیاس سے ہی کام لے سکتے ہیں + ابتدا میں تو یہ سب بالکل خودمختار شہر تھے جو محض ایران کے حملے کی مدافعت کے لیئے آپس میں متحد ہو گئے تھے۔ اسوقت تو ایتھنز کا یہ ارادہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب شہر بجائے اسکے کہ بنے بنائے جہاز ایتھنز کے حوالے کریں ایک رقم معینہ اسکی نذر کر دیا کریں۔ مگر امتداد زمانہ سے ان میں سے اکثر شہروں نے مختلف وجوہ سے رفتہ رفتہ جہازوں کی طیاری کا مکمل انتظام خود ایتھنز ہی پر چھوڑ دیا[۳] + اغلب ہے کہ ان میں سے بہت سے شہر تو ابتدا ہی سے جہاز مہیا کرنے کے قابل نہ ہونگے اور انھوں نے نہایت خوشی سے جہاز سازی کا کام ایتھنز ہی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ایریتریہ خالکس تھے را امبروس کیوس کیتھنوس ناکوس
۱۵ات ۱۰ات ۳ت ۲ت ۴ت ۳ت ۶ت...۴۰و

پاروس سفنوس تینوس +
۱۶ات..۱۲۰و ۳ت ۳ت

ظاہر ہے کہ خراج کا بار سب سے زیادہ جزائر ہی پر پڑتا تھا +

۳ پلوٹارک (حیات کیمون ۱۱) کی رائے ہے کہ کیمون کے سوائے دیگر ایتھنزی سپہ سالاروں نے بھی لیگ کے ان حلفا کو سزا دی جو خراج تو ادا کرتے تھے مگر "ملاح" اور "جہاز" مہیا نہ کرتے تھے۔ مگر کیمون نے ان حلیفوں کو جو لڑنا نہیں چاہتے تھے یہ اجازت دی کہ وہ محض خالی جہاز مہیا کرنے اور "صلاح نیک" دینے پر اکتفا کریں + اگر اس بیان کی صحت فرض کر لیجائے تو اس سے دو امروں کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ایتھنز میں یہ خیال کہ بہ نسبت جہازوں کے روپے لینے میں زیادہ فائدہ ہے غالب نہ تھا۔ اور دوسرے یہ کہ اس امر کا تصفیہ اکثر مختلف سپہ سالاروں پر ہی چھوڑ دیا جاتا تھا + ایتھنزی مدبروں نے اس کلیے کی بنیاد جسپر ایتھنز عام طور پر عمل پیرا ہو گیا بتدریج ڈالی اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسکا ہر جگہ ایک ہی طرز پر نفاذ ہوتا تھا، مثلاً طوطی دیدش کے

سپرد کر دیا ہوگا اور اسکے معاوضے میں روپے کی ایک خاص مقدار ادا کرنے لگے ہونگے اور یہی طریقہ برابر جاری رہا ہوگا۔ بعض حلیف ایسے بھی ہونگے جنھوں نے محض اپنے آرام اور سہولیت کے خیال سے ابتدا ہی سے سیاسیات کے پیچیدہ مسائل اور انتظام جنگ کو ایتھنزیوں پر چھوڑ دیا ہو۔ انکے سوائے ایسے بھی حلیف تھے جنھوں نے ابتدا میں تو جہاز ہی مہیا کیئے مگر ایتھنز کے خلاف بغاوت کے جرم میں انکو یہ سزا دیگئی کہ آئندہ بجائے جہازوں کے نقد روپیہ خزانے میں داخل کیا کریں۔ مشکل یہ ہے کہ ان تمام اسباب کو مدنظر رکھنے کے باوجود بھی وہ وجوہ صاف طور پر ظاہر نہیں ہوتے جنکی وجہ سے صرف لیسبوس، خیوس اور ساموس ہی ایسے حلیف رہ گئے تھے جو خراج نہ ادا کرتے ہوں۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ابتدا ہی سے ایتھنز نے یہ ترکیب چلی ہو کہ اراکین لیگ حتی المقدور روپیہ ہی ادا کیا کریں اور ظاہر ہے کہ حلفا میں سے بہت سے ایسے ہونگے جنھوں نے بلا جنگ آزمائی کیئے ہوئے بتدریج اس اصول کو تسلیم کر لیا ہو +

اسکے ساتھ ہی ہمیں طوسی دیدش کا یہ فقرہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لیگ کے آغاز ہی میں خود ایتھنزیوں نے جہاز مہیا کرنے والے اراکین کی ایک فہرست مرتب کر لی تھی اور خراج گزار اراکین کا تعین کر لیا تھا۔ اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے ایتھنز کو اپنے حلیفوں پر کافی اقتدار اور نئی عضویت کے ترتیب دینے کیلیئے اسے کافی اختیارات حاصل تھے جو بالکل ایسے قانون ساز کے اختیارات کے مساوی تھے جو یونانی سیاسیات کے میدان میں ذی اقتدار ہو + اسکے سوائے ایک اور امر کا اعادہ ضروری ہے۔ طوسی دیدش کا بیان ہے کہ خراج ادا کرنے میں تساہل کرنے کی پاداش میں حلیف ریاستوں کو جبراً مغلوب کیا گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تمام ریاستیں جنھیں خراج دینا پڑتا تھا کبھی نہ کبھی ضرور مغلوب ہی کیگئی ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ ایک فقرے سے (۵، ۱۸) یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ممکن تھا کہ ایک شہر خراج بھی ادا کرے اور ساتھ ہی اسے اندرونی معاملات میں اختیارات بھی حاصل ہوں +

حقیقت حال یہ ہے کہ محض ان ہی ریاستوں پر تشدد روا رکھا گیا تھا جنکی صورت حال اور واقعات انکے لیئے ناموافق تھے + نظر برایں امر ہم یہ کلیۂ عام پیش کر سکتے ہیں کہ باجگزار حلیفوں کے تعلقات مختلف نوع کے تھے، اور تمام شہروں کے متعلق ایک ہی رائے قائم کرنا کسی طرح سے درست نہیں ہے[۴] + مختلف حلفا کے خراج کے تعین کا کام ارسٹیڈیش نے اپنے ذمے لیا اور ہر ایک شہر کے خراج کی تعداد مقرر کردی طوسی دیڈیش[۵] کے نزدیک پہلے ہی سال میں خراج کی تعداد چار سو سات تالنت

---

[۴] محض خراج کی ادائی سے کوئی بلد یہ سپاہی مہیا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوتا تھا، اور یہ امر اور ہے کہ بہت جلد بری جنگ ایران کا خاتمہ ہوگیا اور ایتھنز کو سپاہیوں کی ضرورت اسقدر زیادہ نہ رہی اسکے لیئے میولینڈوزف کی کتاب "تحقیقات بابت مسائل لسانیات" جلد ۱ صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۳ دیکھنا چاہیئے جسمیں فاضل مورخ نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ ایک محدود دائرے سے باہر جو حلیف تھے وہ ہی سپاہی مہیا کیا کرتے تھے اسلیئے کہ غالباً اونکی حیثیت پہلے سے کم ہوگئی تھی + اسکے خلاف بوسولٹ کا نظریہ ہے (۲، ۳۵۱، ۴۲۷، ۴) +

[۵] طوسی دیڈیش (۱، ۹۶) کے نزدیک پہلے سال کے خراج کی مقدار ۶۰۰ تالنت تھی۔ مگر کرشنہوف کی تنقید کے بعد (ہرمیس ۱۱، ۳) منجملہ دیگر مورخین کے گلبرٹ (۳، ۳۹۳) اور بوسولٹ (۳، ۳۵۲) اسے غلط قرار دیتے ہیں اور بہت سے مصنفوں کا یہ گمان ہے کہ طوسی دیڈیش متذکرۂ بالا فقرہ در اصل زمانہ مابعد کا اختراع ہے + مگر بیلوخ طوسی دیڈیش کو صحیح سمجھتا ہے۔ اسکا خیال ہے کہ در اصل ارسٹیڈیش کے زمانے ہی سے اکثر اراکین لیگ میں شامل ہوگئے تھے اور انمیں سے ایک جزیرۂ روڈس بھی تھا، وہ یہ بھی کہتا ہے کہ لیگ کی جغرافی تقسیم سے (جو ۴۴۷ ق م یا اس سے پہلے ہی عمل میں آئی ہوگی) یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مختلف اراکین کب لیگ میں شامل ہوئے +

خراج کی مقدار کے متعلق طوسی دیڈیش (۲، ۱۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آغاز جنگ پیلوپونیز کے وقت حلفا سے ۶۰۰ تالنت سالانہ کی آمدنی تھی۔ مگر فہرست ہائے خراج سے ۵۰۰ سے کم ہی کا پتہ لگتا ہے + اسکے لیئے بوسولٹ کا (میولر ۴، ۲۱۶) مطالعہ کرنا چاہیئے + غالباً طوسی دیڈیش نے ساموسی چندہ بھی اپنی رقم مقررہ میں شامل کر لیا ہے +

سالانہ تھی۔ مورخین مابعد نے اس خراج کا نام "تشخیص ارسٹیڈیش" رکھا ہے۔ مگر اب اس تمام قصے کو خلاف حقیقت سمجھا جاتا ہے اسلیئے کہ بعض مورخوں کا قول ہے کہ جنگ دریائے یوریمدون کے بعد تک خراج کی مقدار اسقدر نہیں ہوئی۔

گو اس جنگ سے لیگ کے حلقۂ اثر میں گونہ اضافہ ضرور ہوگیا تھا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ خراج نہیں بڑھایا گیا۔ بہرحال اس سے یہ تو لازم نہیں ہوتا کہ اس لڑائی سے پیشتر مقدار میں کچھ کمی تھی۔ اغلب یہ ہے کہ جو کچھ خراج لیا جاتا ہوگا وہ ان جہازوں کی تعداد پر منحصر ہوگا جو حلفا کو ایرانیوں کے خلاف مہیا کرنے پڑتے تھے۔ یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ پانچویں صدی ق م میں ایک جہاز کی تیاری میں ایک تالنت صرف ہوتا تھا اور ٹری ارآخ (کپتان) کے سالانہ اخراجات بھی اسی قدر ہوتے تھے۔ فی ملاح چار اوبول یومیہ بطور تنخواہ و اخراجات طعام ملتے تھے۔ گویا اگر جہاز سال میں آٹھ ماہ برسرکار رہا تو قریب ۲۰۰ ملاحوں کو ۲۴۰ یوم تک یہ رقم ملیگی جسکی سالانہ مقدار ۳۲۰۰۰ درہم ہوتی ہے۔ اور اگر اس رقم میں ایک چوتھائی تالنت بطور سود قیمت جہاز اضافہ کیا جائے تو گویا کل سالانہ خرچ سات تالنت ہوا۔ بعض کو یا ۶۰ تالنت سے صرف ۶۶ سہ طبقہ جہازوں کا انتظام ممکن ہے اور جب یہ دیکھا جائے لیگ کا حلقۂ اثر جزیرہ کیوس سے بائی زنطہ تک اور بائی زنطہ سے ملطہ اور جزیرہ روڈس تک پھیلا ہوا تھا تو (گو بعض حلیف جہاز بھی مہیا کرتے تھے) یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ رقم کچھ زیادہ نہ تھی۔ ماسوائے جہازوں کے مہیا کرنے کے ایتھنز کو سپاہیوں کی خوراک اور وردی کا بھی انتظام کرنا پڑتا تھا اور ۵۰۰۰ سپاہیوں کے لیئے اکثر ۶۰۰۰ درہم روزانہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جنگ و جدال کے زمانے میں زیادہ روپے کی ضرورت تھی۔ مگر جب دائرۂ جنگ میں کمی ہوئی تو یقیناً حلفا کو شکایت کا موقع ملگیا کہ مقدار خراج کم نہیں کی گئی۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ ارسٹیڈیش کو تو ضروریات جنگ پوری کرنا تھا مگر اس کے جانشین محض جبر و تشدد پر تلے ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت اول تو قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ قریباً تمام اہم شہر ارسٹیڈیش کے زمانے میں ارکین لیگ نہ تھے۔ اور دوسرے ممکن ہے کہ جنگ دریائے یوریمدون کے بعد حلیفوں کو یہ امید ہوگئی کہ مقدار خراج کم کردیجائیگی مگر یہ امید پوری نہ ہوئی ہو اسکے لیئے گرٹیس "تاریخ یونان" ۲۰۲/۸/۶۲ دیکھنا چاہیئے۔

درکار ہوتے ہونگے جس کے حساب سے صرف فوج کے اخراجات کے لیئے سالانہ ۸۰ اتالنت درکار ہوئے + مگر ایتھنز اپنی جیب سے یہ رقم ادا کرتا تھا اور اسکے ساتھ ہی ۶۶ سہ طبقہ جہاز بھی تیار رکھتا تھا تو گویا اسکے ذمے باقی سب حلفا کے مجموعی خراج سے نصف عائد ہوا حالانکہ حلیف ابتدا میں ایتھنز سے چھ گنے زیادہ مالدار تھے اور یہی مناسبت حلیفوں اور ایتھنز کے آبادی میں تھی + اگر دریائے یوریمدون کی لڑائی کے بعد خراج کی مقدار میں اضافہ نہیں کیا گیا تو اس سے ایتھنز کی انصاف پسندی عیاں ہوتی ہے اس لیئے کہ اسنے اتنی ہی مجموعی رقم برقرار رکھی جو کسی زمانے میں اس نے ضروری سمجھی تھی اور اراکین لیگ سے انفرادی مطالبہ جات میں کمی کردی + اس کے سوائے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ مطالبہ جات نہایت قلیل تھے مثلاً ۴۳۶ ق م میں بائی زنطہ نے ایتھینا دیبی کو اپنے خراج کا ساٹھواں حصہ ادا کیا گویا اس خراج کی مجموعی مقدار ۸ اتالنت سے کچھ ہی زیادہ ہوگی ۔ اور بائی زنطہ حقوق تجارت کے معاوضے میں یہی قلیل رقم ادا کرتا تھا ۔ در آنحالیکہ اگر وہ خود انتظام کرتا تو یقیناً اس رقم سے تین جہاز بھی مہیا نہ ہو سکتے جو چھوٹی سے چھوٹی مہم کے لیئے بھی کافی نہ ہوتے اور قربانیاں مزید برآں ہوتیں اس کے برعکس ساموسیوں کو ۷۰ سہ طبقہ جہاز تیار رکھنے کی قدرت تھی اور انکے پاس مستقل طور پر ۳۵ جہاز تھے جن پر وہ سالانہ ۸۰ اتالنت خرچ کرتے تھے + بوجوہات متذکرہ بالا یہ کوئی انصاف کے خلاف امر نہ تھا کہ ایتھنز وہ روپیہ جو حفاظت عامہ سے پس انداز ہوتا تھا اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کرتا تھا + قریب ۴۵۴ ق م میں لیگ کا خزانہ دیلوس سے ایتھنز کو لیئے منتقل کر دیا گیا[1] کہ دیلوس جیسے مختصر اور غیر محفوظ مقام پر خزانہ رکھنا خطرے سے

---

[1] پلوٹارک "ارسٹیڈیس" ۲۵ ، "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۲۶۰ میں اس سال (۴۵۴ ق م) کا تعین کیا گیا ہے اور اسی کی تطبیق ساؤپے نے گیوٹنگن کے رسالہ انجمن علمیہ ۱۸۶۵ء میں اور کیوہلر نے اپنی تصنیف "نوشتہائے (ص ۱۰۲) میں کی ہے + انتقال مستقر کی تحریک ساموس کی جانب سے پیش کی گئی تھی +

خالی نہ تھا۔ اب اس خزانے کی محافظہ بجائے دیلوسی اپولو کے اتھینا دیبی ہوگئی اور اسکا اتھینا کا بت خانہ ہی اسکا مستقر بنا دیا گیا۔ ہر سال خراج کا ساٹھواں حصہ یعنی ہر تالنت پر ایک مینا اس دیبی کے نذر کیا جاتا تھا اور یہ رقم بطور ایک رقم محفوظ کے ایتھنز اور لیگ کی اغراض کیلئے جمع ہوتی رہتی تھی ؛ اگر ایتھنز پس ماندہ رقوم کو (جن کا اصل مقصد تو مصرف جنگ ضرور تھا مگر جسکی ضرورت نہ پڑتی تھی) اتھینا دیبی کی تزئین میں خرچ کرتا تھا تو ایسا کون سا یونانی تھا جو اس کا الزام ایتھنز پر لگا سکتا۔ اس لیئے کہ یونانیوں کے نزدیک تزئین اور تحسین تو مذہب کے گویا زر خرید لونڈیاں تھیں ؛

گو ایتھنز یہ نہیں چاہتا تھا کہ ان بلدیات کے اندرونی معاملات میں بھی، جو خراجگزار تھے، دست اندازی کرے مگر بالکل ممکن ہے کہ ابتدا ہی سے انھیں چند شرائط کی پابندی کرنی پڑی ہو جو ایتھنز اور لیگ نے عائد کیئے ہوں ؛ ایتھنز کی یہ عام خواہش تھی کہ ان شہروں میں عمومیت کا دور دورہ ہو، مگر اسکی یہ خواہش ہمیشہ پوری نہ ہو سکتی تھی۔ اس ضمن میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جو رسالہ "مملکت ایتھنز" کے موضوع پر ہم تک پہنچا ہے اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بعض مرتبہ ایتھنز اشرافیہ کا بھی طرفدار ہو جایا کرتا تھا اسلیئے کہ وہاں کے عموم کا کبھی کبھی یہ بھی خیال پیدا ہو جاتا تھا کہ مواقع پیش آسکتے ہیں جب بہ نسبت ایک انبوہ کثیر کے جسکی رائے میں مطلق

؎ زمانہ حال کے مورخ اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ آیا علاوہ بت خانے کے خزانے کے ایتھنز میں کوئی اور بھی مملکتی خزانہ تھا جسے لیگ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ (بوسولٹ ۲ ا ۴۲۳) ؛ اکثر مورخوں کی رائے ہے کہ ایسا خزانہ ضرور تھا اور کرشہوف اور بوسولٹ (میولر ۴، ۱۸۹) اس نظریہ کو تسلیم کرتے ہیں مگر بوئخ اور بیلوخ کی رائے خلاف ہے ؛ کرشہوف کی رائے اس کے مضامین رسالۂ برلن اکاڈمی ۱۸۶۲ء و ۱۸۶۴ء و ۱۸۷۶ء میں دیکھنی چاہئیں ؛ کرتیس (تاریخ یونان ۶۲، ۲۵۱ - ۲۵۲) کا نظریہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ساٹھواں حصہ مہیا کرنے کے بعد باقیماندہ روپیہ مملکت کا مملوکہ ہو جاتا تھا اور خود عامۃ القوم کے زیر انتظام آجاتا تھا مقدس خزانے سے جسمیں یہ ساٹھواں حصہ جمع ہوتا تھا حکومت صرف روپیہ قرض لیکر خرچ کرنیکی مجاز تھی ؛

؎ اگر مملکت کے خزانے کا روپیہ دار الملکت کی آذائش میں صرف کرنا پایا جائے تو یہ جرم نہ صرف ایتھنز سے سرزد ہوا

دیرپائی نہو وہ شرفا کے مختصر جماعت پر زیادہ بھروسہ کر سکتے تھے۔ ساموس کی مثال سے مطلب براری ہو سکتی ہے۔ وہاں ابتدا میں تو فارقلیس نے عمومیت قائم کی مگر ۴۱۲ء ق م میں اشرافیہ برسر اقتدار ہو گئی تھی[۹] بعض مرتبہ ایتھنز اپنے کسی حلیف کے محض اندرونی معاملے میں براہ راست دخل اندازی کرتا تھا اور بالآخر تمام معاملات کا تصفیہ ایک عہدنامے کے ذریعے سے عمل میں آتا تھا۔ اس قسم کے ان عہدناموں کے اجزا جو ایتھنز، ملطہ اور ایرتھرائے کے درمیان ہوئے ہم تک پہونچے ہیں۔ اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بلکہ ہر ایک دارالریاست سے سرزد ہوتا ہے۔

[۹] طومسن دیدش ۸، ۲۱۔ مجکو گلبرٹ (۱)، ۴۰۰ کی رائے سے اتفاق نہیں ہے اور میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا کہ باشندگان سلیمبریا کو تبدیلی دستور کی جو آزادی دی گئی تھی وہ کیوں مستثنیات سے شمار کیجائے۔ بوسولٹ (۲) ۴۲۶) اور دیگر مصنفین کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور ہر حلیف ریاست کے تعلقات جداگانہ تھے۔ یہاں یہ بیان کرنا بھی لازمی ہے کہ اشرافیہ اور عمومیہ کی حدبندی اسقدر صاف اور صریح نہیں ہے کہ ہم قطعی طور پر تصفیہ کر سکیں کہ ان میں سے کون طرز حکومت کسی خاص عہد میں رائج تھا۔ ایتھنز کیلئے تو سب سے زیادہ اہمیت اس فریق کے برسر اقتدار ہونے میں تھی جو ایتھنز کا ہمنوا ہو۔ اور اگر اسکے دوست تعداد میں تو کم تھے مگر تھے دولتمند تو اسکے لئے عددیت سے بہتر کوئی طرز حکومت نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں تھا کہ ہمیشہ طبقہ ادنیٰ کے افراد ہی ایتھنز کے مداح ہوں اور اسکے برعکس تجارتی بلدیات میں تو قرین قیاس یہ تھا کہ امرا ہی کے تعلقات ایتھنز سے ہونگے اس لئے اس کی حفاظت میں وہ بہ آسانی بحری تجارت کر سکتے تھے۔

تھسالوی معاملات کی حالت میں اسدرجہ یکسوئی نہ تھی جو بوسولٹ فرض کرلیتا ہے (۲، ۴، ۴) اسکی رائے ہے کہ طبقۂ امرا (جو قبائل الیواوئے اور شکوپاوئے کے زیراثر تھا) ایتھنز کے اقتدار کا دشمن تھا ممکن ہے کہ بوسولٹ کا استدلال حقیقت پر مبنی ہو مگر الیواوئے جو ہر نوع عمومیت پسند نہ تھے ایتھنز کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ غرض سیاسیات کی عام صورت حال اسوقت بھی وہی تھی جیسی اب ہے اور ملک کا سیاسی

ان سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ایتھنز اور اسکے حلفا کے تعلقات محض عام سیاسی اصولوں پر مبنی نہ تھے بلکہ وہ ہمیشہ واقعات متعلقہ اور ماحول کا اندازہ کرلیا کرتا تھا، واضح ہو کہ بجنسہ یہی حالت رومنوں کی تھی اسلیئے کہ رومانے اپنی سلطنت کے بعض صوبوں میں مختلف قبائل کو بالکل مختلف نوع کے اختیارات دے رکھے تھے،

ایتھنز نے حلفا کو سکے بنانے کی ایک حد تک آزادی دے رکھی تھی، اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انھیں محض رعایا نہیں سمجھتا تھا، سکوں کے عام مسئلے پر ہم نے ایک علیحدہ حاشیہ میں مفصل بحث کی ہے[۱]

اب عدالتی انتظامات پر غور کیجیئے، یہ امر ثابت ہے کہ اگر کوئی بلد یہ یا کوئی شخص ایتھنز کے خلاف غداری کرتا تھا تو اسے خود ایتھنزی عدالتوں کے سامنے پیش ہونا پڑتا تھا[۲] اور غالباً ایسے جرائم کی تحقیقات بھی جنکی سزا موت تھی ایتھنز میں ہی ہوتی تھی اور چونکہ حلیفوں کو بہ نسبت مقامی عدالتوں کے ایتھنزی عدالتوں سے زیادہ انصاف کی امید تھی اسلیئے اس ضابطے سے کسی کی کوئی خاص حق تلفی مقصود نہ تھی، اسکے سوا یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ دیگر معاملات میں مقامی عدالتوں کو کسقدر اختیارات حاصل تھے اور اسکی بابت قوانین وضوابط فرض کرلینا صریحاً غلطی ہے۔ اغلب تو یہ ہے کہ اول تو حلیف شہروں کی عدالتوں کے حد اختیار میں امتیاز تھا اور دوسرے امتداد زمانہ سے انکے اختیارات برابر کم ہی ہوتے گئے، خاص خاص ریاستوں کے حد اختیار کے متعلق ان عہدناموں سے پتہ چلتا ہے جو ہم تک پہنچے ہیں مگر عام حدود کی بابت صرف مختلف مصنفین کی تحریریں پیش کیجاسکتی ہیں جو ہرگز اس قدر وقیمت کے مستحق نہیں ہیں جو عام طور پر خیال کیجاتی ہے مثلاً مملکت ایتھنز

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اصول پرستی کے خیال سے نہیں بلکہ سودمندی کے لحاظ سے تیار کیا جاتا تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ خود اسوقت بھی دنیا میں عمومیت کا راج نہیں کہا جاسکتا،

حاشیہ نمبر ۱ طویل ہونے کی وجہ سے باب کے آخر میں لکھا گیا ہے۔

حاشیہ نمبر ۲ غداری کے مقدمات کے تصفیے کیلیئے اسطوفانیس کا ناٹک "صلح" ۶۳۹ وغیرہ دیکھنا چاہیئے اور اسکے ساتھ ہی گلبرٹ ۱۱ ۲۰۲ کا بھی مطالعہ کیا جائے،

نامی کتاب میں جو اس وقت تک زیر مباحثہ ہے یہ لکھا ہے کہ ہر ایک تجویز کے لیئے حلیف ایتھنز آنے پر مجبور تھے۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک معاملے کے تصفیے کے لیئے ہر ایک اہل معاملہ کا ایتھنز آنا قرین قیاس نہیں ہے۔ اور چونکہ اس وقت تک یہاں اس رسالے کے متعلق یہ طے نہیں ہو سکا کہ یہ قابل وثوق ہے یا نہیں اس لیئے یہ نہیں کہا جا سکتا حلفا کی بیشتر تعداد بھی ایسی تھی جنکے باشندوں کو تجویز مقدمات کیلیئے ایتھنز آنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور سوائے محض قیاس کے اور کوئی امر ہماری رہبری نہیں کر سکتا کہ وہ کون سے امور تھے جنکے تصفیے کیلیئے وہاں آنا لازم تھا۔ غالبًا وہ مقدمات جنمیں فریقین ایک ہی ریاست کے شہری ہوں اور مناظ نالش ایک خاص رقم سے تجاوز نہ کر گئی ہو انکو ایتھنز لانے کی ضرورت نہ ہو گی اور وہ معاملات جنمیں بنائے دعوی کوئی معاہدہ ہوتا غالبًا اسی جگہ ہوتے ہونگے جہاں معاہدے کی قرارداد ہوئی ہو۔ یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنزی خلاف الصاف تصفیہ کرتے اور اپنی سیادت کا بیجا استعمال کرنے پر تلے رہتے۔ نہ یہ صحیح ہے کہ حلیفوں کو ایتھنز جانے میں طرح طرح کی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ اس لیئے کہ ہر ایک حلیف زیادہ سے زیادہ دو روز میں ایتھنز پہنچ سکتا تھا۔ اس ضمن میں آخری امر جو قابل لحاظ ہے یہ ہے کہ ایتھنزی جیوریوں پر یہ لازم نہ تھا کہ انکو مختلف حصص سلطنت کے مقامی قوانین پر عبور ہی ہو اور ایسے معاملات میں وہ محض اپنی ضمیر اور ذاتی پسند کے اعتبار سے تجویز دیتے تھے۔ اسی لیئے فریقین کا فرض تھا کہ وہ ججوں کو تمام فراز و نشیب سمجھائیں۔ بہرحال یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اول تو ایتھنز جانا کچھ زیادہ تکلیف دہ نہ تھا اور اگر بالفرض فریقین وہاں جانا نہ چاہتے اور آپس میں سمجھوتہ کر لیتے تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا تھا اور حلیفوں کو اس سے شکایت کا کیا موقع تھا۔[۱۲]

[۱۲] تفصیل کے لیئے بوسولٹ (۲، ۴۳) مطالعہ کیا جائے۔ بعض مورخوں کی رائے میں "خود مختار" بلدیات کے حد اختیار میں کوئی کمی نہ تھی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لفظ "خود مختار" نہایت مبہم ہے اور محض اس لفظ کی بنا پر ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

اراکین لیگ ماہ ایلافی بولیون میں ایتھنز کو خراج مخصوص افسروں کو جنکا نام ہیلے نوتامی اے تھا ادا کرتے تھے + اسکی ادائی کی نگرانی مجلس خاص کرتی تھی اور اگر وقت پر خراج ادا نہ کیا جاتا تھا تو ایتھنز سے ایک عہدہ دار "محصل خراج" (زیکلوگائس) جنگی جہازوں میں باقی دار شہروں میں تحصیل خراج کے لیئے جاتے تھے + جملہ دعاوی متعلق خراج ایتھنزی عدالتوں میں ہی طے پاتے تھے + بہت سے شہروں میں ایتھنزی فوج مخصوص افسروں یعنی "فرلورآرخی" کے ماتحتی میں رہتی تھی اور انکے سوائے حکومت کے طرف سے ناظر بھی مقرر تھے جنکا سیاسی رنگ تھا - مگر ایتھنزی عدالتوں کے عملے میں کلے توریس ہلاے اور ایپی ملے تائی (منتظم) ہوتے تھے جنکا کام یہ ہوتا تھا کہ لیگ کے شہروں میں ایتھنزی سیادت کی حفاظت کریں یعنی مقدمات میں ترتیب دیں اور بوقت ضرورت خود بھی صدارت کے فرائض انجام دیں +[۱۳]

سال میں آٹھ مہینے ایتھنزی جہاز بحیرہ ایجین میں گشت لگاتے تھے تاکہ تمام ریاستوں کو معلوم ہو جائے کہ سلطنت اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی مدافعت کرنے کیلیئے مستعد ہے + عام طور پر ایتھنز مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرتا تھا - مگر لیگ میں امفکتیونی کو گویا ایک قسم کی خصوصیت حاصل تھی اور حلیف اسکے لیئے نذرانے لانے پر مجبور تھے ایتھنزی ایلیوسس کے دیوتاؤں کو بھی الہیہ لیگ سمجھتے تھے اور انکے سامنے حلیفوں کے نام سے چڑھاوے چڑھاتے تھے +[۱۴]

ابتدا میں تو مجالس لیگ جس میں حلیف شہروں کے قائم مقام ہوتے تھے دیلوس میں منعقد ہوتی تھیں - مگر یہ رفتہ رفتہ مسدود ہوگئیں[۱۵] - اور اس میں شبہ ہے

---

[۱۳] فرلورآرخوئے کیلیئے میولینڈورف کی کتاب تجسسات ۱ صـ ۳ وصـ ۴ دیکھنا چاہیئے - مناسب مقامات پر قلعے بنے ہوئے تھے جسمیں نوجوان ایتھنزیوں کی فوج رہتی تھی جسکی نگہداشت فرلورائے اور فرلوآرخوئے (محافظ اور صدر محافظ) کرتے تھے + آئیس کو پوئے (ناظر) کا تعلق ملکی انتظامات سے تھا - اسکے لیئے میولینڈورف صـ ۵، ۶ کا مطالعہ کرنا چاہیئے مثلاً پلوٹارک: "حیات فاقلیس" + اگر ایتھنزی لیگ کو ایتھنا دیمی کا اتحاد کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا +

[۱۵] طوسی ویدش ۱، ۹۶ - ۹۷ + ان مجالس کے جلسوں کے خاتمے کے وجوہ بالکل قرین قیاس ہیں + ہر حلیف کے ایتھنز کے ساتھ مختلف قسم کے تعلقات تھے +

جب طلسے ہوا بند ہو گئے تو ایتھنز نے ان شہروں سے جو جہاز مہیا کرتے تھے کبھی عام مسائل کے متعلق رائے لی یا نہیں۔ اسمیں تو شبہ نہیں کہ جب فلپ مقدونیس برسر اقتدار تھا تو اس زمانے میں کسی شخص کو لیگ کی مجلس طلب کرنے کا خیال بھی نہ آتا تھا۔

چونکہ ذہنی آزادی مذہب کے حدود کے اندر شمار کیجاتی تھی اور ایتھنز نے اپنے حلفا کو مذہبی معاملات میں مکمل آزادی دیدی تھی اسی لئے انکو ذہنی آزادی بھی حاصل تھی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اسنے اسکے برعکس اپنے لئے نہایت سخت مذہبی قوانین بنا لئے تھے اور ایتھنزی شہریوں کو قدیم مذہبی عقائد کی خلاف ورزی یا نئے دیوتاؤں کی پرستش کی مطلق اجازت نہ تھی۔ مگر دیگر شہروں کے مذہبی عقائد سے وہ کلیتاً علیحدہ رہتا تھا۔ یہ تو عیاں اور ناقابل انکار ہے کہ ایتھنز نے اپنے شہریوں کے لئے تو مذہبی آزادی محدود کردی مگر ساتھ ہی اسنے ناروا داری کی تبلیغ کا بیڑہ اپنی چار دیواری سے باہر کیلئے نہیں اٹھایا۔ اور وہ شخص جو مذہب میں آزادی پسند ہونے کی وجہ سے ایتھنز میں قیام نہ کرسکتا تھا لیگ کے ان شہروں میں نہایت اطمینان کیساتھ اپنے عقائد کی تبلیغ کرسکتا تھا جہاں کا قانون اسے اجازت دے۔ شہر اور مملکت بالکل ہم معنے تھے اور مذہب کا ان دونوں سے نہایت گہرا تعلق تھا اسی وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا کہ دور افتادہ ریاستوں کو شہری حقوق دیکر مملکت کو وسیع کیا جائے۔ غیر ملکی فرداً فرداً ایتھنزی بن سکتے تھے مگر بستیاں کی بستیاں ایتھنزی قومیت حاصل نہ کرسکتی تھیں۔ اور بائی زنطی بائی زنطی ہی رہے اور پاروسی پاروسی + مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بطور میتوئکی کے غیر ملکیوں کو خاص کر ایسی حالت میں خوش آمدید کہا جاتا تھا جب وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ + تعین خراج کا مسئلہ ایتھنز اور فرداً فرداً ہر ایک ریاست پر چھوڑ دیا گیا تھا، ایتھنز کا کوئی دستور بھی نہ تھا جو مابہ النزاع ہوسکتا، اور اگر مسئلہ جنگ ایران پر بھی ان مجالس میں بحث نہیں ہوئی تو پھر آخر کوئی معاملہ زیر بحث نہیں ہوسکتا تھا اور مجالس کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی تھی۔ ایسی حالت میں اگر لیگ اسمیں مباحثہ طے کرلیتی اور ایک خانہ جنگی اختراع کرلیتی تو یہ نہایت تعجب کی بات تھی۔ زمانۂ حال کے مورخوں کی رائے کیلئے بوسولٹ ۲، ۱۷۴ دیکھنا چاہیئے۔

بوجہ فضیلت دولت یا علم یا ہنر برتر ہوں، باوجود اس امر کے ملطہ، بائی زنطہ اور ہالی کارناسوس کے باشندے بہ نسبت اپنے شہروں کے ایتھنز میں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی بات میں کم ہوں۔ انمیں سے بعض تو اسقدر طاقتور تھے کہ انھوں نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور انمیں کامیابی حاصل کی، اور خود جزیرہ روڈس نے تو عین دوران جنگ پیلوپونیز میں اپنے صدر مستقر روڈس کی بنیاد ڈالی۔ اور ان حلیف شہروں نے جو براعظم کے کناروں پر آباد تھے باوجود ایتھنز کے دست نگر ہونے کے اپنے ان ہمسایوں کو جو تہذیب و تمدن میں انسے کم تھے برابر شائستگی اور تمدن کا سبق دینا جاری رکھا اور اپنا اقتدار گھٹنے نہ دیا۔ ان میں سے سب سے زیادہ کارہائے نمایاں تھمسٹی کلیز کے تھے۔ مگر جب ہم انکا مقابلہ ایتھنز کے حالات سے کرتے ہیں تو ہم پر یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ ہم انھیں کسی طرح سے ان روشنی کی شعاعوں سے تشبیہ نہیں دے سکتے جو ایتھنز کی فضا سے نمودار ہوتی تھیں۔

ایتھنز نے حلیف اضلاع میں اپنی سیادت اور اثر کو ایک اور طریقے سے تقویت پہنچائی۔ اس نے بجائے ایوبکیائے یا پرانی طرز کی نوآبادیوں کے کلیروخیاں یعنی نئی طرز کی نوآبادیاں قائم کرنا شروع کیا۔[۱۶]

---

[۱۶] کلیروخیوں کیلئے پلوٹارک کی حیات فارفلیس ۱۱ اور کرشہوف کی کتاب کلیروخیاں اور طریق تحصیل خراج (مضامین انجمن علمیہ۔ برلن۔ ۱۸۷۲ء) اور فوکارٹ کی کتاب پانچویں صدی ق م کے ایتھنزی نوآبادیاں" دیکھنی چاہئیں۔ بریا کی نوآبادی کا حال اسکے نوشتہ ضابطۂ آبادکاری (مجموعہ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۳۱) سے معلوم ہوتا ہے۔ مختلف کلیروخیوں کے حال کیلئے جنکا اس کتاب میں ذکر ہے بوسولٹ کے مفصلۂ ذیل اجزا کا مطالعہ بہتر ہے:۔

۲، ۳۶۴ (ائیون)۔ ۳۹۸ (سکیروس)۔ ۳۵۶ (خرسونیس)۔ ۵۳۸ (لیمنوس اور امبروس۔ ۵۴۰ اسنوے، امی سوس، استاکوس۔ اسکے لئے ۱، ۳۲۸ بھی دیکھنا چاہیئے)۔ ۵۴۲ (یوبیہ)۔ ۵۴۳ (ناکسوس، اندروس، بریا)۔

عام یونانی نوآبادیاں تو خود مختار شہر تھے مگر ایتھنزی اور رومن نوآبادیوں کی خصوصیت یہ تھی وہ بیرونی ممالک میں شہریوں کی بستیاں تھیں جنکے افراد متواتر مادر وطن کے دست نگر رہتے اور جنکے اصل حقوق شہریت میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوتی۔ ان کا ایتھنز سے بجنسہ وہی تعلق تھا جو سیسنہ کو اسپارٹا سے، سوائے اسکے کہ جغرافی نقطۂ نظر سے انکو مادر شہر سے اس درجے قرب حاصل نہ تھا بلکہ انکے ساکن دور و دراز مقامات پر رہتے تھے اور انکا مقصد رومن شہریوں کی طرح محض روزی پیدا کرنے کے بجائے اپنی سلطنت کی حفاظت کرنا بھی تھا۔ رومنوں کی طرح وہ بعض مرتبہ سلسلہ وار اضلاع میں جاکر آباد ہوجاتے اور وہاں سلطنت جمہوریہ ایتھنز کے اندر ایک ایسی ہی مملکت کی بنیاد ڈالتے جیسے زمانۂ مابعد میں بحرت اقوام کے دور میں جرمنوں نے رومن شہنشاہیت کے اندر قائم کرلی تھی۔ کلیروخیوں کا دستور بالکل جداگانہ تھا جسمیں ایتھنز ہی کی طرز پر آرخن، مجلس خاص، ایکلیزیا اور اسٹرانی گوئے تھے، مگر انکے خاص قسم کے مقدمات ایتھنز ہی میں طے پاتے تھے۔ اس طرز آبادکاری کا اختراع اسوقت ہوا جب چھٹی صدی ق م کے آغاز میں ہی ایتھنزیوں نے سلامس پر قبضہ کرلیا۔ مگر اسکا زمانۂ مابعد کے کلیروخیوں سے فرق یہ تھا کہ سلامس ایتھنز سے اسقدر قریب تھا کہ وہ گویا اٹیکا کا ایک حصہ شمار ہونے لگا۔ جن کلیروخیوں کا تعلق چھٹی صدی ق م کی تاریخ سے ہے وہ سب تھریسی شہر ایولن کے ۵۰۷ ق م کے ناکام حملے کے بعد

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ لیمنوس اور اندروس کیلئے بوشولٹ (۲) ۲۰) اور گرافٹ کی کتاب "تھریسی خرسونیز کے سیاسی حالات ۵۶۰ ق م سے ۴۱۳ ق م تک" (نیویارک ۱۸۷۷ء) دیکھنا چاہیئے۔

باوجودیکہ جب کسی جگہ کے باشندوں کو کلیروخی کیلئے اپنی اراضی حوالہ کرنی پڑتی تھی تو (کرشنوف کے قیاس کے مطابق) عام طور پر خراج کم کردیا جاتا تھا مگر اسکو اصلی باشندے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ یوبیہ کی بغاوت کا اصل سبب یہ کلیروخیاں ہی ہوں۔ امفی پولس اور تھورئی کی نوآبادیاں اس لئے ناکام ثابت ہوئیں کہ اس میں غیر ملکی عنصر بہت تھا اور یہاں کے نئے باشندوں کی سیاسی حیثیت

آتھم ہوئیں اور وہ مفصلہ ذیل تھیں:-

(۱) ایتھنز، سپارٹا، تھیبز

(۲) تھیسلی، خیلسیڈیز، امبراوس، لیوسیہ، ناکسوس، اندروس، بزمانۂ فلپ فلپس

(۳) تھیسلی بزمانۂ

(۴) اسٹولوف، امتی سس، استاکوس، جیسے ممالک انٹین میں ایتھنزی اقتدار بہت بڑھ گیا۔

(۵) لیوسیہ کی دوبارہ فتح کے بعد شہر ہستائیہ کی جگہ اوریوس کی بنیاد۔

دیگر کا نشیا ہے کہ اس سال تک جب گویا اسپارٹا نے ایتھنز کی سیادت کا خاتمہ کر دیا ... ۱۵ ایتھنزی اس قسم کے کلیروخیوں میں جا کر آباد ہو چکے تھے، جزائر سکیروس، امبروس اور لیمنوس میں ایتھنز کی ذاتی ملک قرار دئے گئے اور چوتھی صدی میں بھی جب ایتھنزی قوت بالکل زائل ہو چکی تھی یہ جزیرے برابر اسی کے ماتحت رہے اور خود رومانے بھی انھیں اسی حالت میں رہنے دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نصف صدی سے کچھ ہی زیادہ عرصے میں قریب ... ۱۵ ایسے شہریوں کو جن کی جائداد نہایت قلیل تھی، دیگر ممالک میں بھیج کر اراضی کا مالک بنا دیا گیا اور وہ کم از کم زیوگتائی بن گئے۔ خود اٹیکا میں ایتھنزی شہریوں کا اندازہ ... ۲۰ (یا بیلوخ کے نزدیک ... ۲۵) کیا گیا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ مذکورۂ بالا کلیروخیوں کی سیاسی حیثیت سے بالکل مختلف تھی۔ اس موضوع کیلئے گرتیس ۳۶۰، ۴۰۸ کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۔ بیلوخ ۱۹۱، ۴۲۳، اس تعداد کے ساتھ ہی اگر ... ۹ میٹوکی بھی ملائے جائیں تو آبادی ... ۵۴ شہریوں تک پہنچ جاتی ہے (۱۷ صد ۸۳)۔ آبادی کا اندازہ لگانے کے وقت بیلوخ ان کلیروخیوں کو جو بالکل حالت بیچارگی میں تھیں اٹیکا ہی میں شمار کرتا ہے۔

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ بہ نسبت ان محاصل کے جو زرکسز نے ایشیائی یونانیوں اور جزائر کے باشندوں سے وصول کئے تھے ایرانی محاصل کیلئے کتابند باب چہارم کا مطالعہ کیا جائے

اور اگر مملکت ان کے سوا [illegible] پر جو بیرونی ممالک میں پھیلے ہوئے تھے
بھروسہ کر سکتی تھی تو اس سے اس کی وقعت اور اقتدار میں گونہ اضافہ ہوا ہوگا۔ کلیرومینی
کے باشندے اسی قبیلہ اور دیہہ کے ارائین رہتے تھے جیسے وہ ترک وطن کرنے سے
پیشتر رکن رہتے تھے۔ چونکہ اولین رومن نوآبادیاں سلا کی آبادکاری کے بعد ہی قائم
ہوئیں اسلئے کہ قیاس کہ ان کا اثر رومنوں پر پڑا ہوگا کچھ غلط نہ ہوگا۔

اب یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ ایتھنزی کو کسقدر حظ اور فائدہ بحری ملاحت
اور لیگ کے دست نگر بلدیات وہ دورہ کرنے اور وہاں کے باشندوں کی وفاشعاری
کے اظہار سے حاصل ہوتا ہوگا۔

اسناد متعلق باب ۱۷

سب سے زیادہ اہم چند نوشتے ہیں جنکے اجزا ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ دو شقوں میں تقسیم
کیے جاسکتے ہیں۔ یعنی وہ فہرستیں جنمیں ان حصوں کا اندراج تھا جو خراج میں سے اقتضا دی پر
چڑھایا جاتا تھا ("مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۲۲۶)۔ اور [illegible] کے تشخیص محاصل ("نوشتہائے
قدیمہ"، ۳۰)۔ ان سب کو کرشہوف اور کیوہلر نے جمع کرکے اس قابل بنادیا ہے کہ انسے تاریخ
میں مدد لی جاسکے۔

اس موضوع پر خاص خاص کتابیں مفصلہ ذیل ہیں:—

(۱) کیوہلر: "نوشتہ جات وتحقیقات دربارۂ تاریخ مشارکت دیلوس واٹیکا"۔ انجمن علمیہ برلن۔
سنہ ۱۸۶۹ء۔

(۲) کرشہوف: دیلوسی اٹیکائی مشارکت اپنے حیات کے پہلے دس سال میں ہرمیس ۱۱، ۱
وغیرہ۔

(۳) کرشہوف: فہرستہائے خراج۔ اولمپیاد ۸۵، ۲ تا ۱۰۸، ۱۔ انجمن علمیہ برلن ۱۸۷۴ء

(۴) لیو: آغاز مشارکت دیلوس و اٹیکا - ویسباڈن ۱۸۷۶ء
(۵) فرانکل: ایتھنزی ایگ کے حالات - وغیرہ - لائپزگ - ۱۸۷۸ء +
(۶) شال: "مشارکت ایتھنز" - منشٹر - ۱۸۸۱ء +
(۷) بوئخ: "مالیات ایتھنز" - تیسری اشاعت +
(۸) گلبرٹ: "قدیمیات یونان" حصہ ۱ +
(۹) بوسولٹ: " " (میولر ۴، ۲۱۰ وغیرہ)
(۱۰) ژیرو: "شرائط حلفا" - وغیرہ - پیرس ۱۸۸۳ء +
(۱۱) بوسولٹ: "تاریخ یونان" جلد ۲ +
(۱۲) نرسیس: " " ۲ - خاصکر ص ۳۴۷ وغیرہ +

حاشیہ نمبر (۱۰) سب سے پیشتر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ایک اِستاتر کا وزن (جو مختلف یونانی سکوں کی گویا بنیاد ہے) مفصلہ ذیل تھا:—

آئی گینہ کے معیار کے مطابق	-	۱۹۴	انگریزی گرین
ایرانی "	"	۱۷۷	"
بابلی "	"	۱۶۹	"
یوبیائی - اٹیکائی "	-	۱۳۵	"
فنیقی معیار	"	۱۱۲	"

اور ایک استاتر کی قیمت مختلف مقامات میں اس درجے مختلف تھی کہ فنیقی استاتر آئی گینہ کے استاتر کے نصف سے کچھ ہی زیادہ تھا۔ اور گو ایک استاتر دو درہم کے مساوی ہی شمار کیا جاتا ہے مگر فنیقی استاتر بعض مرتبہ صرف ایک درہم کے برابر ہوتا تھا۔ بابلی اور ایرانی استاتر تقریباً ہموزن تھے اور دونوں آئی گینہ کے استاتر سے ذرا چھوٹے تھے۔ اس پیچیدگی کی وجہ سے خاص خاص مواقع پر یہ طے کرنا نہایت مشکل امر ہے کہ سکوں کا کوئی خاص سلسلہ کس معیار کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مطابق ہے، اسی لئے ہیڈ تو بعض سکوں کو اٹی گینہ کے معیار کے مطابق بتاتا ہے (صفحہ ۱۱۱۷) مگر دیگر مورخین کی رائے ہے کہ گو وہ وزن میں ایرانی معیار سے ذرا کم تھے مگر در اصل اسی معیار سے متعلق تھے، لطف یہ ہے کہ متعدد معیار مختلف شہروں میں یکے بعد دیگرے اختیار کئے جاتے تھے۔ اسی لئے اکثر مسئلوں کا تصفیہ محض ذاتی رائے پر چھوڑ دینا پڑتا ہے اور معیاروں کے اوزان سے مختلف سکوں اور بلدیات کی تواریخ کا تعین نہایت دشوار امر ہے۔

سلطنت ایتھنز میں سونے چاندی اور الکٹرون (مرکب نقرہ و زر) کے سکے ڈھالے جاتے تھے، سونے کا سکہ رائج الوقت ایرانی دارائی تھا (غالباً اس لفظ کا تعلق شاہ داریوش سے نہ تھا ("دارا" کے معنی محض شہنشاہ کے ہیں۔ آجکل بھی ایران میں ایک سکہ رائج ہے جسے "شاہی" کہتے ہیں۔ مترجم) الکٹرون ایشیائے کوچک میں مسکوک کیا جاتا تھا اور ایتھنز اور بہت سے اور شہروں میں چاندی کے سکے رائج تھے، اب ہم سلطنت ایتھنز کا مفصل حال بیان کرینگے اور ان شہروں کا شمار کرینگے جہاں ہمارے علم میں سکے ڈھالے جاتے تھے۔

ایتھنز میں ۱۰ درہم، ۴ درہم، ۲ درہم، ۱ درہم ۳ اوبول، ۱½ اوبول، اوبول، ½ اوبول چاندی کے تھے اور انکے ایک طرف ایتھینا دیبی اور دوسری جانب ایک الو کی تصویر تھی۔ اسی لئے انھیں کورائے ("زاغی") یا گلاؤکیس ("بومی") کہتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ فنون لطیفہ کی ترقی کی مناسبت سے ان تصاویر کی خوبصورتی میں ترقی نہیں ہوئی اور ایتھینا دیبی کی تصویر اپنی قدیم طرز پر بے ڈھنگی ہی رہی۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ سکوں کا عام انداز برابر وہ ہی رہا جو قدیم زمانے میں تھا۔ یہ سکے غالباً غیر یونانی اقوام میں بہت ہر دلعزیز تھے اور وہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی کی جائے۔ اس قسم کے تعصب کی مثال آجکل کے زمانے میں بھی مشرقی افریقہ میں مل سکتی ہے جہاں ماریا ٹیریزا کا ڈالر اسوقت تک رائج ہے، ارسطوفانیس کی ناٹک "غوکان" (۲۰) سے قدماء نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ جنگ پیلوپونیز میں ایتھنز ہی سونا ڈھالتے تھے۔ مگر ہیڈ (۳۱۳، ۳۱۴) کی رائے میں یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا، بہرحال اس دور میں سکے بنانے میں بے پروائی ہونے لگی اور ایتھینا کے سر کی وہ قدیم حالت قائم نہ رہ سکی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ یہ سکہ خصوص یونانی معیار پر صدہا برس سے رائج تھا اور اسی کو زمانہ مابعد میں ایتھنز اور دیگر ریاستوں نے بھی اختیار کر لیا۔ مگر سلطنت ایتھنز کے زمانے میں صرف تین شہروں یعنی کارنتھوس، خلکس اور ایجینا میں ٹکسالیں تھیں۔ اور جب یہ سلطنت سے علیحدہ ہوئے تو یہ ٹکسالیں بھی بند ہو گئیں۔

اس بغاوت کے فرو ہونے سے چونتیس سال تک ایتھنز نے اسکو سکے بنانے کی اجازت نہیں دی مگر ۴۱۱ ق م میں وہ دوبارہ باغی ہو گیا اور یونانی لیگ کی طرف سے علیحدہ سکے ڈھالنے لگے جو بلفظ "یونانی" کندہ تھا۔

موجودہ معلومات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جزائر ایجین میں صرف جزیرہ سفنوس ہی ایسا تھا جہاں ٹکسالیں تھیں اور اس جزیرے ہی میں سونے اور چاندی کی کانیں بھی پائی جاتی تھیں (ہیڈ ۱۹۴ - ہیروڈوٹس ۳، ۵۷)۔ اس جزیرے کے بعض سکے تو اٹیکائی معیار کے مطابق ہیں اور بعض آئی گینہ کے معیار سے متعلق، اور آئی گینہ کا معیار ہی نہ صرف جزائر میں بلکہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں سوائے کورنتھ کے باقی تمام ارض یونان میں رائج تھا۔

آئی گینہ میں بھی جو اس زمانے میں ایتھنز کا باجگزار حلیف تھا برابر اس کے مخصوص سکے "خیلونائی" رائج رہے (ہیڈ ۳۳۴)۔ جب ۴۱۱ ق م میں وہ باغی ہو گیا تو سکے ڈھلنا بھی بند ہو گیا۔

ہیڈ کی رائے ہے کہ جزیرہ نمائے خالکدیس میں اولنتھوس، پوتیدیہ، مینڈے، سکیونے اور اکانتھوس میں یونانی معیار کے سکے بنتے تھے۔ مگر ۴۲۳ ق م میں غالباً برا سیداس کی مداخلت کے بعد انھوں نے یونانی معیار کے فینیقی معیار اختیار کر لیا اور یہ ہی مقدونیہ میں بھی عام طور پر رائج ہو گیا اور پانچویں صدی ق م میں خود مقدونوی بادشاہ بھی اس کے مطابق سکے ڈھالنے لگے۔ دریائے اسٹرمون کے کنارے پر صرف ترآگی لوس (۹) ہی ایسا شہر ہے جہاں فینیقی اوزان کے چھوٹے چھوٹے سکے ڈھالے جاتے تھے (ہیڈ ۱۹۰)۔

تھریسی ساحل کے شہروں میں ابدیرا، وکائیا (جسکا ابدیرا سے دیرینہ تعلق تھا)، مارونیہ اور ائے نوس کے سکے اس وقت تک موجود ہیں جنمیں سے مارونیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ اور اے نوس کے سکے تو یو بیائی اٹیکائی معیار کے مطابق بتائے گئے ہیں اور باقی تین شہروں کے سکوں میں فینیقی معیار قائم رکھا گیا ہے۔ یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ ابدیرا اور مارونیہ کے سکوں پر عمال کے نام کندہ ہیں۔ یہ یونان میں اپنی طرز کی پہلی مثال ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندوں میں جمہوری احساس ضرور تھا مگر اشرافی حکومت کی طرف زیادہ میلان نہ تھا۔ فون سالیبٹ کہتا ہے کہ چونکہ اے نوس کے سکوں پر وہاں کے عمال کے نام کندہ ہیں اسلئے وہاں کی طرز حکومت عدیدیت لئے ہوئے تھی۔ مگر یہ لازم نہیں۔ (ہیڈ ۱۴۱)

اندرون تھریس کے اضلاع کا ایک چار درہم کا سکہ "سیپارادوکوس اول (ق م ۴۳۰ کے زمانے کا ہے (ہیڈ ۲۳۹) اور چند دو درہم کے سکے سیوتھیس اول کے (جنیز "سیوتھاکوپا یا سیوتھا آر کیریون" (سکہ سیوتھیس" یا "نقرہ سیوتھیس" کندہ ہے) موجود ہیں۔ یہ سکے اٹیکائی معیار کے مطابق ہیں اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ تھریس میں ایتھنز کا معتدبہ اثر ہوگا جزیرہ تھاسوس بابلی معیار کا تابع تھا اور یہ معیار ساحلی اضلاع پانگایا اور ایمفیتیا میں مروج تھا مگر اسکا استاتر نسبتاً ہلکا ہوتا تھا۔ استاتر کے وزن میں ایتھنزی سیادت کے زمانے میں متواتر کمی ہوتی گئی یہانتک کہ وہ بالکل اٹیکائی استاتر کے برابر ہوگیا۔ جب تھاسوس ایتھنز سے ۴۶۵ ق م میں علیحدہ ہوا تو اسنے خالکدیسی شہروں کی طرح فینیقی اوزان استعمال کرنا شروع کردئے۔ اور ہیڈ (۲۲۷) اس دور کے ایک تھاسوی سکے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے اسکی ساخت میں اتنی ہی مہارت دکھائی گئی ہے جتنی شاید خود فدیاس دکھاتا۔

یہ قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ تھریسی خرسونیز اور شہر خرسونی سوس کے بعض سکے اسی زمانے کے ہیں۔ جن سکوں کو میں ملتیادیس کی طرف منسوب کرتا ہوں انکے لئے اس کتاب کا باب ۱، حاشیہ ۱۱ دیکھنا چاہیئے۔

ابتدا میں اپولونیا (پونتوس) کی طرح سیلیمبریا کے سکے ایرانی معیار کے مطابق تھے مگر بعد میں اسنے اٹیکائی معیار اختیار کر لیا۔ اس کے برعکس خود پونتوس کے شہر میسمبریا میں ۴۵۰ ق م کے بعد اٹیکائی معیار کے مطابق سکے ڈھالے جاتے تھے۔

یانتی کاپیئم کے طاقتور شہر کا ایتھنز سے عرصہ دراز سے تعلق تھا اور چونکہ ممکن ہے کہ وہاں کے اسکیتھ قوم کو ایتھنزی سکے پسند آگئے ہوں اس لئے پانچویں صدی ق م تک ایتھنزی سکے ہی وہاں مروج تھے اور خود شہر میں مطلق سکے نہ ڈھالے جاتے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ تجارت کا مرکز اسنوف تھا اور اس شہر میں جو معیار قائم تھا وہ فینیقی یا ایگائی معیار سے ذرا کم تھا اور وہاں کے دو فینیقی درہم آئی گینہ کے ایک درہم کے برابر ہوتے تھے (ہیڈ ۴۳۴ تا ۴۴۴)

اب مغرب کی جانب چلئے اور ایشیائے کوچک کے شہر شمار کیجئے۔ افشینی ہر قلیہ میں ۵۱۵ ق م سے پیشتر سکے ڈھالے نہ جاتے تھے مگر اسکے بعد وہاں اسنوف کے سکوں کے ہم وزن سکے بننے لگے۔ خالکدون میں ایگائی معیار کے پانچویں صدی ق م کے جزو آخر میں بنے ہوئے سکے اسوقت تک موجود ہیں۔ شہر بائی زنطہ میں ۵۱۰ ق م سے پیشتر صرف لوہے کے سکے رائج تھے سونا اور چاندی اسوقت تک مسکوک نہ ہوا تھا (ہیڈ ۲۲۹)۔ اسٹرابو کا قول ہے کہ گو استاکوس میں ۵۲۳ ق م میں ہی ایتھنزی لوآباد قائم ہوگئی تھی مگر پھر بھی پانچویں صدی ق م میں اس کا معیار وہی ایرانی ہی رہا۔ ان تمام تمثیلات سے یہ واضح ہوگیا کہ باسفورس کے ایشیائی ساحل پر ایتھنزی اثر تھا تو ضرور مگر غالب نہ تھا۔

کی زکوس معاملات زر کے ضمن میں نہایت اہم شہر ہے۔ اس میں پانچویں صدی میں سب سے پہلے سکے ڈھالے گئے (ہیڈ ۴۲۹)۔ اسکے استاتر اور ہیکٹائے تو الکٹرون کے تھے اور سونے کے سکے کی جگہ خالص سونے کے ایرانی دارائیاں چلتی تھیں جو پانچویں اور چوتھی صدی ق م تک کے طلائی سکوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھیں اور اسوقت تک متواتر رائج رہیں جب فیلقوس شاہ مقدونیہ نے مقدونوی طلائی زر کو رواج دیا۔ یہاں کے سکوں کا ذکر اکثر ایتھنزی نوشتوں میں آتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت خوبصورت تھے اور مختلف طرز کے تھے۔ [illegible] بہترین تذکرہ کیمن گرین وال کی کتاب "کی زکوس کے الکٹرون کے سکے" [illegible] سے یہ عجیب و غریب واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندے اپنے سکوں پر دیگر بلدیات مثلاً گیلا اور پوسیڈونیا کی مہریں کھدواتے تھے۔ یہاں کے اور لیمبوس اور فوکائیا کے استاتر کا وزن ۲۵ گرین تھا مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایونیہ کے بہت سے شہروں کے قدیم الکٹرون کے سکے اور لیمپاکوس اور ابی دوس کے سکوں کے اوزان ان سے مختلف تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ لیسا کوس کے الکٹرون کے سکوں کا ابتدا میں تو وہ ہی معیار تھا جو ملطہ کا تھا (۲۲۰ گرین) مگر پانچویں صدی ق م میں یہ ۲۳۲ گرین کے ہو گئے (ہیڈ ۲۵۶) پیزکوس کی طرح اٹیکائی نوشتوں میں یہاں کے خوبصورت استانروں کا بھی ذکر ہے۔ اور درآنحالیکہ چاندی کے سکے ۵۰۰ ق م سے پیشتر کو فینیقی معیار کے مطابق مضروب کئے جاتے تھے مگر اسکے بعد ایرانی معیار ہی ملحوظ رکھا گیا +

چھٹی صدی ق م میں ابی دوس میں الکٹرون ملطہ کے معیار کے مطابق مضروب ہوتی تھی مگر پانچویں صدی ق م اسکے سکے ڈھلنے بند ہو گئے اسلئے کہ غالباً اس شہر کی اہمیت لیسا کوس سے کم ہو گئی مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس صدی میں چاندی ضرور ایرانی اوزان پر مضروب کی جاتی تھی +

ہیڈ (۴۷۰) کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بھی مثل چھٹی صدی ق م کے کیزیکس میں الکٹرون کے ہیکتائے ڈھالے جاتے تھے اور دارڈانوس میں (۴۷۱) الکٹرون کے ہیکتائے فوکائیا اور کیزیکوس کے اوزان پر اور استانر ملطہ کے معیار کے مطابق مضروب کئے جاتے تھے اور چاندی کے سکوں کیلئے ایرانی وزن کا خیال رکھا جاتا تھا + شکیپ سس میں چاندی کی کانیں تھیں اور وہاں چاندی کے سکے ڈھالے جاتے تھے جو غالباً ایرانی معیار کے مطابق ہوتے تھے (ہیڈ ۴۷۴)

متی لنہ اور فوکائیہ کے درمیان جو عہدنامہ موخرالذکر شہر کے سکوں کی بابت غالباً ۴۳۰ ق م میں ہوا تھا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لیسبوس اور فوکائیہ میں الکٹرون کے ہیکتائے مضروب ہوتے تھے (اسکے لئے لنورمان کی کتاب "سکہ جات قدیمہ" ۲، ۶۲ اور ہیڈ کی کتاب صفحہ ۴۸۴ دیکھنی چاہئیں + اسکے سوا متی لنہ میں چھوٹے چھوٹے چاندی کے سکے، میتھمنا میں یونیائی اٹیکائی درہم (ہیڈ ۴۸۸) اور لیسبوس میں ایسے سکے بھی ملے ہیں جنمیں صرف ۴۰ فیصدی چاندی ہے اور جو عام طور پر "کاسنے کے سکے" کہلاتے ہیں۔ یہ غالباً خوردے کیلئے استعمال ہوتے تھے (لینورمان ۱، ۱۹۷ - ہیڈ ۴۸۳) +

چھٹی صدی ق م میں ایونیہ میں الکٹرون کے سکے رائج تھے اور ملطہ انکا گویا مرکز تھا + یہاں کا استانر لدیہ کی معیار کے مطابق ۲۲۰ گرین کا تھا اور فوکائیہ لیسبوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور کینزکوس سے بقدر ۱۰۰ یا ۱۵ گرین چھوٹا تھا مگر کلازومے نائے ایریتھرائے خیوس، ایفی سوس، ساموس اور ایولیائی شہر دارد انوس اور کیومے اور ہالی کارناسوس کے سکوں کے ہموزن تھا۔ ہمارے پاس ۲۰۰ گرین کا ایک استاتر بھی ہے جو ائی گینہ کے معیار کے مطابق تھا اور یہ استاتر ہیڈ کی رائے میں ۶۰۰ ق م سے بعد کا نہ ہوگا۔ بہرحال پانچویں صدی ق م میں ملطہ کے الکترون کے سکے مضروب ہونا تو بند ہوگیا مگر فوکائیا میں ہیکتائے ڈھالے جاتے ہیں اور استاتر کا ذکر بھی پڑھنے میں آیا ہے۔ الکترون کے یہ تمام سکے استقہری مروج تھے جتنے کینزکوس کے۔

پانچویں صدی خاص طور پر ایونیائی شہروں کے چاندی کے سکوں کے لئے ممتاز تھی۔ اور صرف ملطہ ہی ایسا شہر تھا جسنے غالباً اس وجہ سے اسکے ایتھنز کے ساتھ نہایت عمدہ تعلقات تھے اس صدی میں کوئی چاندی کا سکہ نہیں ڈھالا۔ جن شہروں میں چاندی سکوک ہوئی مثلاً خیوس میں اور قریب کی ساحلی بستیوں میں مثلاً کلازومے نائے ایریتھرائے اور ایفی سوس میں فنیقی معیار کا خیال کیا جاتا تھا۔ اسی معیار کا خود ساموس میں بھی لحاظ تھا مگر اسکے سکوں کے چند خصوصیات ہیں جو دیگر بلدیات میں نہیں پائی جاتیں۔ کلازومے نائے میں اٹیکائی معیار کے مطابق سکے ڈھلتے تھے اور تیموس میں ابتدا ہی سے ائی گینہ کے معیار کے مطابق عمل ہوتا تھا اور ۴۰۰ ق م کے بعد فنیقی اوزان اختیار کر گئے۔ کولوفون اندرون ملک میں واقع تھا اور اسنے ایرانی نمونے کا تتبع کیا۔ خیوس کا دودرہم کا سکہ نہایت وزنی تھا یعنی اسمیں بجائے ۱۲ گرین کے ۱۲۳ گرین بلکہ بعض مرتبہ ۱۳۰ گرین تک چاندی ہوتی تھی۔ ساموسی سکوں کا وزن ساموس کیلئے ہی مخصوص تھا مگر پ، گاروز اپنی کتاب "ساموس اور ساموسی سکے" صہ ۵۲ میں بالکل صحیح لکھتا ہے کہ سوائے اسکے کہ یہاں بجائے ۲۰۲ گرین کے ۲۰۴ گرین کے سکے ڈھالے جاتے تھے باقی فنیقی معیار کا تتبع ہی لازم ہوگا۔ بہرحال ۴۳۹ ق م میں ساموس کو شکست ہوئی اور اسکے بعد ساموس کے سکے اٹیکا کے سکوں کے ہموزن بننے لگے۔ ان سکوں کی شبیہ سے ان کی تاریخ ضرب کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان پر زیتون کی شاخ بنی ہوئی ہے جنپر الفاظ "سا" اور "آتھنین" کندہ ہیں اور جنکا ذکر پہلی مرتبہ بوریل اور بعد میں کرٹیس نے اپنی "تاریخ یونان" (۲، ۲۹۶) میں کیا ہے۔ کارلوز کی تصنیف صہ ۴۶ دیکھنا چاہیئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسکی رائے ہے کہ مثل بہت سے اور سکوں کے یہ بھی دوسری مرتبہ مضروب ہوا تھا۔
کاریہ کے سکوں کے اقسام غالباً ایونیہ کے سکوں سے بھی زیادہ ہیں + جزیرۂ روڈس کے مقابل ساحل پر شہر استیرا میں بابلی معیار کی مطابقت کیجاتی تھی مگر وہاں کا استاتر بجائے ۱۶۹ گرین کے صرف ۱۵۹٫۵ گرین کا تھا (ہیڈ ۵۲۱) + کنیدوس اور اسکے سامنے والے جزیرہ سمامیں الگینہ کے اوزان کا تتبع کیا جاتا تھا۔ مگر جب ۴۱۲ ق م میں کنیدوس نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو اس نے فنیقی اوزان ہی اختیار کر لئے + شہر کامروس کے سکے بھی، جو روڈس کے مغربی ساحل پر واقع تھا الگینہ ہی کے نمونے پر ڈھالے جاتے تھے مگر بلدیات یامی سوس اور لندوس جو جزیرے کے شمال و مشرق میں واقع تھے، فنیقیہ کا تتبع کرتے تھے + ان ہی کی طرح ہالی کارناسوس نے بھی جہاں غالباً اس سے پیشتر چاندی سکوک نہ ہوتی تھی فنیقی اوزان اختیار کر لئے مگر جزیرۂ کوس میں اٹیکائی معیار کے مطابق سکے بنتے تھے اسلئے کہ اسکے تعلقات ایتھنز کے ساتھ نہایت گہرے تھے۔ یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ کاریہ اور تھریس دونوں میں ایتھنز سے علیحدگی کے موقعے پر فنیقی معیار اختیار کیا گیا اور اسے ہی فیلقوس اور سکندر اعظم نے خود مقدونیہ میں رواج دیا (ہیڈ ۱۹۶ - ۱۹۷) + ترمرا کے شاہی سکے غالباً پانچویں صدی کے ابتدائی حصے کے ہیں (ہیڈ - ۲۳۲)
لیسیہ کا شہر فاسیلس کے سکے جو ایتھنزی لیگ کے شہروں میں سب سے مشرق میں واقع تھا ایرانی معیار کے مطابق ہوتے تھے۔ مگر اسکے برخلاف خاص خطۂ لیسیہ کے سکے بابلی اوزان کے مطابق بنائے جاتے تھے مگر کہیں کہیں وہ یوبیہ کے معیار پر بھی اتر آتے تھے +

اس بیان کے آخر میں ہمکو یہ کہنا ہے کہ مسطا کلیس نے مگنیشیہ میں اٹیکائی دو درہم کا سکہ مسکوک کیا +

امور بالا کا لحاظ کر کے ہم مفصلۂ ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں:۔

(۱) سونے کے سکے تو زیادہ سے زیادہ صرف ایتھنز میں پائے جاتے ہیں اور وہ بھی نہایت درجے کمیاب ہیں +
(۲) فنیقی معیار کے مطابق الکترون کے سکے کیزیکوس، لیسبوس اور فوکائیا میں پائے جاتے ہیں۔ لمپساکوس کے اوزان ذرا مختلف ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (۳) چاندی کے مفصلۂ ذیل اقسام کے سکے پائے گئے ہیں۔
معیار اٹی گینہ:۔ اٹی گینہ، تیوس، کینڈوس، خرسونیز، کامروس،
معیار ایران:۔ پونتوسی اپولونیا، داردانوس، شکیپسس، لیپساکوس، ابی دوس، کولوفون، فاسیلس،
بابلی معیار:۔ تھاسوس، استیرا، لسبہ،
یوبیائی اٹیکائی معیار:۔ ایتھنز، خالکدیس، اٹی ٹوس، تھریس، تھاسوس، سیلیمبریا، خالکدون، بسبوس، کلازومے نائے، ۳۹۵ ق م کے بعد ساموس، کوس، لسبہ،
فنیقی معیار:۔ ماروسیہ، دکاپولیا، ابیرا، کلازومے نائے، ایرتھرائے، خیوس، ساموس، پاسوس، لنڈوس، خالکدیس کے شہروں اور تھاسوس نے بھی بغاوت کے بعد یہی معیار اختیار کر لیا تھا۔

ان سکوں کے سوا ایرانی دارائیاں بطور سونے کے رائج الوقت سکوں کے عام طور پر استعمال کی جاتی تھیں۔ تانبے کے سکے سب سے پہلے جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر ایتھنز میں مضروب کیے گئے (ہیڈ ۳۱۵) اور اسی زمانے میں غالباً مشرقی یونان میں رائج ہوئے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ سکوں کے اقسام غیر معمولی طور پر زیادہ نہیں ہیں۔ صرّاف ہر جگہ موجود تھے اور بٹہ لیکر ایک شہر کے سکوں کو دوسرے شہر کے سکوں میں تبدیل کر دیتے تھے۔ یہ عام کلیہ سمجھنا چاہیئے کہ ایتھنزیوں کی خواہش تھی کہ اپنے چاندی کے سکوں کو دیگر بلدیات میں رائج کریں۔ مگر انھوں نے کسی کا حق ضرب سلب نہیں کیا اسلئے کہ حلفاً [اندرونی معاملات میں] بالکل خود مختار تھے۔ اسکے ساتھ ہی یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر ذی اختیار ریاست کیلئے ضروری تھا کہ وہ سکے بھی ڈھالے اور ابتدا میں تو صرف وہی ریاستیں سکے ڈھالتی تھیں جنکے پاس چاندی کی وافر مقدار تھی اور ایسی ریاستیں تعداد میں بہت کم تھیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یوبیہ اور اٹی گینہ میں اسقدر چاندی کہاں سے آگئی کہ وہاں کے باشندے خود اپنے سکے مضروب کرنے لگے۔ اسکے متعلق ہم صرف یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ لٹیروں کا خطہ ایک طرف یوبیہ اور اٹی گینہ کے درمیان واقع تھا اور غالباً ان جزلوں کو وہاں سے بہ نسبت ایتھنز کے زیادہ چاندی ملتی ہوگی۔ چنانچہ کیکلاڈیس میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - صرف سفنوس ہی ایسا جزیرہ تھا جہاں دور سیادت ایتھنز میں چاندی کی کوک ہوتی تھی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہ نسبت ایشیائے کوچک اور تھریس کے یہ جزیرے ایتھنز کے زیادہ دست نگر تھے اور بظاہر محض ملطہ ہی ایسا جزیرہ تھا جو اپنے آپ کو بالکل ایتھنزی شمار کرتا تھا +

باب اٹھارہ

ایتھنز بعہد فار قلیس

یونان کی رہبری کا مسئلہ -

ایتھنز نے ایک ایسی شہنشاہی کی بنا کی تھی جو نہ صرف وسیع تھی بلکہ اس میں نفیس اور نادر بلدیات بافراط موجود تھے اور جسمیں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ اسکے مختلف اجزا کے درمیان دیگر ممالک حائل نہیں تھے بلکہ یہ سب بلدیات سمندر کے واسطے سے متحد ہو گئے تھے + یہ ممکن تھا کہ ایتھنز اپنی قسمت کی یاوری پر قانع ہو جاتا مگر ان مملکتوں کے جنکو اپنی طاقت اور قوت پر ناز ہوتا ہے ، اور جنکے لئے قدرت کوئی بیرونی سرحد متعین نہیں کرتی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی سرحد کو وسعت دینے کی کوشاں رہتی ہیں - اور چونکہ ہم کو یہ غلط خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ جیسے جیسے انکے حدود وسیع ہو جائینگے ویسے ہی شہنشاہی کی حفاظت بھی آسانی سے ہو سکیگی اس لئے جسقدر دشمن انکے سدراہ ہوتے ہیں اتنا ہی انکے شوق وسعت میں ترقی ہوتی ہے + یہ ہی وہ اسباب تھے جن سے ایتھنز ارض یونان میں اپنے حدود وسیع کرنے کے درپے رہتا تھا - مگر اسکو علم تھا کہ اگر براہ راست اسکی کوشش کی گئی تو اسکے مخالفین کے جوش کی آگ اور بھی زیادہ بھڑکے گی اور اسکی مطلب برآری نہ ہو سکیگی اور اگر وہ دوریانی مملکتوں میں (جو اسپارٹا کی جانب دار تھیں) غیر دوریانی عناصر پر اثر ڈالے گا تو یقیناً اسپارٹا کو خبر ہو جائیگی اور وہ اپنی حفاظت کیلئے مستعد ہو جائیگا + اسکے ماسواء پیوٹیہ کی طرح وہ مملکتیں جو دوریانی النسل نہ تھیں صرف ایسی حالت میں ایتھنز کی ہمنوا ہوتی تھیں جب انسے اسپارٹا سے صریح دشمنی ہوتی + ان تمام وجوہ کی بنا پر یہ ناممکن تھا کہ ایتھنز کبھی تمام یونان کا

سیاسی مستقر بن جائے ؛

؛ اس کتاب کے پڑھنے والوں پر عیاں ہوگیا ہوگا کہ اس میں عام یونانی طرز عمل یا قومی آرزوؤں اور امیدوں کے باب میں یا ان لوگوں کی تعریف و توصیف میں کچھ نہیں لکھا گیا جنکے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ارض یونان کو متحد کرنے کی کوشش کی ۔ اس ظاہری نظر اندازی کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے استدلال سے یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ سیاسی حالات اور واقعات و امکانات قدیم یونان سے وابستہ ہو جائینگے ۔ درآنحالیکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کا سیاسی تخیل شہری مملکتوں (پولس) سے آگے نہیں بڑھا ۔ انکے نزدیک زیادہ سے زیادہ "کسی پولس کے سیاسی اقتدار کی توسیع میں صرف یہ گنجایش تھی کہ وہ دیگر بلدیات پر قابو پا جائے مگر کسی ایسے بلدیے کو اپنی سیاسی شخصیت کا جزو بنانا قوی سے قوی شہر کیلیئے بھی بالکل ناممکن تھا ؛ اس قسم کا قابو ایتھنز کو حاصل ہوگیا تھا مگر جب اسپرٹیلو پونیزیوں کا حملہ ہوا تو یہ اقتدار قائم نہ رہ سکا ؛ اسکے برعکس سیلوپونیزیوں نے ایک لیگ بنائی جو دوسروں کو تو مغلوب کر سکتی تھی مگر خود اپنے بچاؤ کی قابلیت نہ رکھتی تھی ؛ بوجوہات ہذا اتفاق اور اتحاد کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ کیمون اور کالیکراتی دیس کی آرزو کے مطابق ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ایک محالفہ ہو جائے مگر مثل دیگر بین قومی معاہدوں کے یہ بھی دیرپا نہ تھا ؛ پائدار اور مضبوط بندش صرف اسطرح ممکن تھی کہ مفتوحہ شہروں میں جا بجا لشکر متعین کیئے جائیں ۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹا ایتھنز کو اسطرح قابو میں نہ رکھ سکا اور جب ایتھنز مغلوب ہوگیا تو اسپارٹا نے وہاں لشکر رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی ۔ غرض یہ ہے کہ جب تک یونانیوں میں یونانی خون موجزن تھا اسوقت تک یہ ممکن نہ تھا کہ ایتھنز ہی اس طرز عمل کا آغاز کریں اور سیلوپونیز کو اپنی مانحتی میں رکھیں ؛ ایک حقیقی متفقیت صرف اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جب مختلف مملکتوں کے وکلا کو مکمل سیاسی اختیارات سپرد کر دیئے جائیں، مگر پانچویں صدی ق م کی یونانی ریاستیں ایسے سیاسی بندوبست کو نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھتی تھیں جسمیں کوئی مملکت اپنے اختیارات قربان کر دے ۔ اور وکلا کی تجاویز اسوقت تک قابل نفاذ نہیں سمجھی جاتی تھیں جبتک کہ مختلف مملکتوں نے انھیں فرداً فرداً منظور نہ کر لیا ہو ؛ حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں نے کبھی ایسے اتفاق کی خواہش نہیں کی جسکی زمانۂ حالیہ کے قریب قریب ہر ایک قوم آرزومند ہے ۔ اور ہمیں یہ کلیہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ قدیم یونان میں قومی اتحاد صرف کسی بیرونی

مگر کیا کسی دوسرے طرز سے بھی ایتھنز یونان کا سردار نہیں بن سکتا تھا؟ اس کا جواب فار قلیس کے عہد میں اسوقت دیا گیا جب ایتھنز نے سیادت یونان حاصل کرنے کی کوشش کی جسے پلوٹارک مفصلۂ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"جب اسپارٹا کو ایتھنز کی روز افزوں قوت اور اقتدار ناگوار ہونے لگا تو فار قلیس نے چاہا کہ لوگوں پر ایتھنز کی اہمیت اور بھی زیادہ آشکارا ہو جائے اور اسنے عوام ایتھنز سے ایک تجویز منظور کرائی جسکا ماحصل یہ تھا کہ یورپ اور ایشیا کے تمام چھوٹی اور بڑی یونانی مملکتوں کے شہری اپنے اپنے نمائندے ایک کانگریس میں بھیجیں جو ایتھنز میں منعقد ہو اور ان سے ان معبدوں کی بحالی کے متعلق استفسار کیا جائے جو ایرانیوں نے برباد کر دیئے تھے اور ان قربانیوں اور چڑھاووں کی بابت مشورہ کیا جائے جنکی یونانیوں نے اسوقت منت مانی تھی جب ایشیائی حملہ آور سرزمین یونان میں موجود تھے + اسکے سوائے چونکہ یہ بھی ضروری تھا کہ یونانی بہ اطمینان کامل سمندر پر سفر کر سکیں اسلیئے فار قلیس نے یہ خواہش کی کہ جملہ بحری مال بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خطرے کے مقابلے کے وقت ممکن تھا۔ اس قسم کا خطرہ جنگ ایران کے سال ہا سال بعد تک نہیں پیدا ہوا اور نہ تو یونانیوں نے اتحاد کی کوشش وقت پر کی اور نہ اسکی کبھی تکمیل ہوئی +

سلطنت ایتھنز کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ لیگ شکست نہیں ہو سکتی اور جو ریاستیں اس سے علیحدہ ہونا چاہیں وہ غدار شمار کی جائیں مگر ظاہر ہے کہ سوائے ایتھنز کے کسی حلیف ریاست نے اس عجیب و غریب اصول کو تسلیم نہیں کیا + بجنسہ اسی قسم کا مسئلہ ریاستہائے متحدۂ امریکہ میں شمالی ریاستوں اور جنوبی (مشارکتی) ریاستوں کے درمیان مابہ النزاع تھا۔ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خود ہمارے زمانے میں ایک اتحاد کے اراکین نے جنکے حقوق بالکل مساوی تھے اور جنکی آرا کا ہر ایک معاملے کے تصفیئے کیلئے پورا لحاظ کیا جاتا تھا یہی نظریہ پیش نگاہ رکھا ہے کہ ہر ایک رکن کو اجازت ہونی چاہیئے کہ جب چاہے متفقیت کی رکنیت سے علیحدہ ہو جائے تو ہم نہایت آسانی سے یہ تصور کر سکتے ہیں کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ یکجا ہو کر ایک مملکت قائم کریں

اسی کانفرنس میں طے پا جائیں + ان امور کی قرارداد کیلئے اسنے دونوں براعظموں کی تمام بڑی چھوٹی مملکتوں کے وکلا ایتھنز میں طلب کیے اور اس مقصد کی تکمیل کیلئے بیس ایسے ایتھنزی سفیر اطراف یونان کو روانہ کیے گئے جنکی عمر پچاس سال سے متجاوز تھی + انمیں سے پانچ سو اہل جزائر آسیا پانچ ہیلیسپونٹ و تھریس مع بائی زنطہ پانچ بیوتیہ فوکس اور پیلوپونیز اور لوکرس اکارنانیہ اور امبریسیہ اور پانچ یوبیہ اوتیہ اور خلیج مالیہ اور فطیہ کے اکائیوں اور تھسالویوں کے پاس روانہ کیے گئے + مگر چونکہ پیلوپونیزی اس کانفرنس کے اصول ہی کے مخالف تھے اسلیئے اس تگ ودو کا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا + اس تحریک کے پیش کرنے میں ایتھنزی مدبروں نے نہایت ہوشیاری کی چال چلی تھی + ایتھنز کو اپنی پرہیزگاری اور اتقا پر ناز تھا اور اسی لیئے یہ تحریک مذہبی رنگ میں رنگی گئی تھی ظاہر ہے کہ اگر اسپارٹا اسے تسلیم کرلیتا تو تمام یونانیوں کا ایتھنز ہی کو اپنا مذہبی پیشوا مان لینا کچھ بیجا نہ ہوتا + افسوس ہے کہ اس واقعے کی صحیح تاریخ کا پتہ چلنا دشوار ہے - بعض مورخ کہتے ہیں کہ یہ تجویز ۴۴۴ ق م کے موسم خزاں میں منظور ہوئی تھی - مگر اس سنہ کے مان لینے میں یہ دقت پیش آتی ہے کہ ایسی تحریک صرف اسوقت کی جاسکتی تھی جب ایتھنز کو کافی اقتدار حاصل ہو اور بلاشبہ ۴۴۴ ق م میں ایتھنز کو اسدرجہ اقتدار ہرگز حاصل نہ تھا + پلوٹارک کے بیان مفصلۂ بالا کے ابتدائی الفاظ سے یہ ہرگز نہیں پتہ چلتا کہ یہ تیس سال کے امن کے بعد کا واقعہ ہے - اور اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ "ایتھنز کی روزافزوں قوت" محض ادبی مبالغہ امیز کا شگوفہ ہے پھر بھی تجویز کے الفاظ سے ہرگز ۴۴۴ ق م کا تعین نہیں کیا جاسکتا + تجویز سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت تک نہ تو معبدوں کی مرمت کی گئی تھی اور نہ وہ نذریں گزرانی گئی تھیں جنکی یونانیوں نے منت مانی تھی - اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور حقیقت تو یہ ہے کہ نہیں اس قسم کے اتحاد کی آرزو ہی نہ تھی + دراصل مقدونیہ کی فتح یونان اسی اصول کا نتیجہ تھا + میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ عدم اتحاد کی وجہ سے یونانیوں کو کوئی ایسا نقصان نہیں پہنچا جو اتحاد کی صورت میں نہ پہنچتا - مگر اس مسئلے پر یہاں تفصیل کیساتھ بحث نہیں کیجاسکتی +

یہ قیاس نہایت دشوار ہے کہ یونانی مملکتوں میں کوئی بھی ایسی ہوگی جو چھتیس سال متواتر اسقدر اہم نہ بھی معاملے کو معرض التوا میں ڈال رکھے۔ اور بحری حفاظت کا انتظام تو خود ایتھنز اور اسکے حلیف کر ہی چکے تھے + اگر بالفرض ۴۴۴ ق م میں ایتھنز ہی کوئی ایسی تحریک پیش کرتے تو اسکا جواب یقیناً یہ ہوتا کہ آپکی خواہش کی تعمیل تو ہو بھی چکی اور اسکی تعمیل تو خود آپ ہی کر چکے ہیں + بدیں وجوہ اغلب ہے کہ یہ واقعہ ۴۴۴ ق م سے پیشتر ہی کا ہو اور ممکن ہے کہ فارقلیس کے اقتدار کے ابتدائی زمانے یعنی قریب ۴۵۰ ق م کا ہو + خود نفس تجویز سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا پیش کنندہ ایک نوعمر شخص ہے جسکو ابھی تجربے نے یہ نہیں بتایا کہ کسی اہم معاملے کی تجویز اسوقت تک نہیں کرنی چاہیئے جبتک کہ اسکی تعمیل کم و بیش قابل یقین نہ ہو +

ماسوائے امور متذکرۂ بالا کے سفارتوں کی تقسیم بھی نہایت درجہ اہم ہے۔ اول تو دس سفرا ایتھنز کے بحری لیگ کے اراکین کے پاس روانہ کیئے جاتے ہیں۔ پانچ ان ریاستوں کو جنسے اسپارٹا کے خاص قسم کے تعلقات تھے اور باقی ماندہ پانچ لیگ "ہمسائیگان" کے شمالی ریاستوں اور یوبیہ کو + اگر یہ کانفرنس مجتمع ہوتی تو ممکن ہے کہ اسکی وجہ سے خاص خاص یونانی مملکتوں کے درمیان محالفے کی کوئی صورت نکل آتی جس سے لیگ ہمسائیگان کی اہمیت کم ہو جاتی۔ اسی وجہ سے میرا خیال ہے کہ ایتھنز کی یہ چال دراصل اس تحریک کے خلاف چلی گئی تھی جو اسپارٹا نے اپنی لیگ کی باز تنظیم کی تھی ہمیں یاد ہے کہ اسوقت اسپارٹا چاہتا ہے کہ ان تمام ریاستوں کو جنپر غداری کا الزام آسکتا ہے خارج کر دیا جائے۔ ایتھنز نفی میں جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمیں فیاض طبیعت اور صاحب ہمت ہونا چاہیئے اور پرانے نئے سب حلیفوں کو خوش آمدید کہنا چاہیئے۔ اس واقعے کا تذکرہ باب ۹ میں آچکا ہے۔ فارقلیس کی سفارتوں کی تقسیم سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز اپنی معلومات کے مطابق عملدرآمد چاہتا تھا۔ اور اگر ایتھنز کی چال چل جاتی تو آئندہ لیگ میں اراکین کی نصف تعداد تو ایتھنز کے حلیف ہوتے، ایک ربع اسپارٹا کے حلیف

اور باقی اراکین لیگ ہمسائیگاں سے لیئے جاتے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی عضویت اسپارٹا کے پسند نہ ہوتی اسلیئے کہ جب کبھی رائے لینے کا موقعہ آتا تو اسکا پلہ ہمیشہ جھکا رہتا۔ بہرحال ان تمام باتوں سے یہ بخوبی ظاہر ہے کہ جنگ ایران کے بعد اسپارٹا اور ایتھنز دونوں نے کوشش کی کہ تمام یونان کے لیئے ایک دستور مرتب کیا جائے خواہ وہ دستور کتنا ہی سست و ضعیف ہو۔ اسپارٹا یہ چاہتا تھا کہ اسکا مرکز بڑی قوت ہو اور اسے ایتھنز کی جانب سے زک پہنچے۔ ایتھنز کوشاں تھا کہ اسکا دارومدار اقتدار بحری پر ہو اور اسکا سد راہ اسپارٹا ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قدرت ہی نے تو ان کو ایسا بنایا تھا کہ انکی مملکتوں میں باہمی اتحاد و اتفاق ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

اس امر کے لیئے کہ فارقلیس یونانیوں پر ایتھنز کی اخلاقی سیادت قائم کرنا چاہتا تھا پلوٹارک کے سوائے کوئی اور سند نہیں ہے۔ ایلیوسس کے ایک نوشتے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقصد کے حصول کے واسطے ایک اور کوشش کی گئی۔ اسمیں اہالیان ایتھنز کی ایک تجویز درج ہے جسمیں سنہ تو دیا ہوا نہیں ہے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۴۴۶ سنہ ق م کے بعد کے اور جنگ پیلوپونیز سے پیشتر کی ہے۔ بعض مورخوں کا قیاس ہے کہ ۴۳۹ سنہ ق م کی ہے اور بعض ۴۴۳-۴۴۴ سنہ ق م کا بتاتے ہیں۔ اسمیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ایلیوسس کی دیبی کو ایتھنزی اور اسکے حلیف گیہوں کی پیداوار کا ۲۰۰ واں اور جو کی پیداوار کا ۳۰۰ واں حصہ بطور نذرانے کے پیش کریں اور اسکا جمع کرنا ایتھنز میں ہو تو دیہ رخوں اور دیگر بلدیات میں ایکلوئیس کے سپرد ہو (دیکھو باب ۱۷) مذکور احکام کے بعد مفصلۂ ذیل عبارت درج نوشتہ کی گئی ہے۔

اسکے ساتھ ہی مجلس خاص کو یہ ہدایت کیگئی کہ وہ دیگر یونانی مملکتوں کو بھی اس تجویز کی نقول روانہ کردے اور انکو مطلع کردے کہ ایتھنزی اور اسکے حلیف یہ چڑھاوا دیبی کے سامنے چڑھاتے ہیں مگر وہ یہ نہیں چاہتے کہ دیگر یونانیوں پر اسکا بار ڈالیں [یہ غالباً اسلیئے کہ اسکا جمع کرنا ناممکن ہوتا] مگر اسکے ساتھ ہی وہ درخواست کرتے ہیں کہ دیلفی کے کاہن کے قول کے مطابق

عمل درآمد کیا جائے اور تمام یونانی شہر ایتھنز کی طرح اپنی اپنی طرف سے نذرانے پیش کریں۔ اسکے ساتھ ہی نوشتۂ مذکور میں اسکا بھی ذکر ہے کہ ایتھنز ہی اپنے ہی اختیار سے چندے کا ایک جزو بطور چڑھاوے کے چڑھائینگے اور جس ریاست کیطرف سے غلہ وغیرہ آیا ہوا اس کا نام بھی مشتہر کر دینگے۔ اس تمام تجویز کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز کا مقصد تھا کہ تمام یونانی ایلیوسس کے بت خانے کو اپنے مقدس ترین مندروں میں سمجھیں اور اس ذریعے سے ایتھنز کا وقار بڑھ جائے۔ ہمیں اسکا علم نہیں اس تجویز کی کس حد تک تعمیل ہوئی۔ ایسوکراٹیس ضرور کہتا ہے کہ اکثر یونانی مملکتوں نے اپنے غلے کا ۱۰۰ واں حصہ ایتھنز روانہ کر دیا۔ مگر ممکن ہے کہ مثل دیگر فقروں کے ایسوکراٹیس نے یہ فقرہ بھی محض اثر پیدا کرنے کیلئے درج کر دیا ہو۔ اسلیئے کہ ایتھنزی تو یہ ہی چاہتے تھے کہ جسقدر توقیر ایلیوسس کے مندر کی یونانیوں کی نگاہ میں تھی اس سے زیادہ ظاہر کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایتھنز نے یونان کا رہنما بننے کی کوشش کی مگر وہ بارآور نہیں ہوئی۔ جو برتاؤ اسنے اپنے حلیفوں کے ساتھ کیا وہ ہرگز ایسا نہ تھا کہ اس سے بے تعلق یونانی اسکے طرف مائل ہو جاتے۔ چونکہ اسکی حکومت ایک خاص دائرے میں محدود تھی جسمیں وہ اپنا اثر قائم رکھتا تھا اسلیئے جو ریاستیں اس دائرے سے باہر تھیں انھیں اس سے مطلق ہمدردی نہ تھی بلکہ اسکے بجائے یہ اطمینان تھا کہ انکی قسمت ایک مطلق العنان شہر کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور انکے نزدیک تو ایتھنز سے اسپارٹا ہی اچھا تھا اسلیئے کہ وہ اپنے حلیفوں سے خراج تک وصول نہ کرتا تھا۔

نوٹ باب ۱۸

اس باب کیلئے اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:-

پلوٹارک: "حیات فارقلیس" فوکارٹ: "رسالۂ امور یونانی" ۴، ۲۲۵

جسمیں نوشتۂ ایلیوسس کا خلاصہ دیا ہوا ہے + "مجموعہ نوشتہائے قدیمہ ۱، تتمہ ۲۷ (ب) + ڈٹنبرگر - ۳۷

جس چال کا پلوٹارک (۱۷) نے ذکر کیا ہے اسکے لیئے "شمیڈٹ کی کتاب "دور فار قلیس ۱، ۴۷ کا مطالعہ کرنا چاہیئے جسمیں اس واقعے کیلیئے ۴۶۰ سنہ ق م تجویز کیا گیا ہے - مگر ڈنکر (۹، ۱۲۰) کا قیاس ہے کہ یہ ۴۴۴ سنہ ق م میں اور بوسولٹ کی رائے میں ("تحریک فار قلیس بنا بر اتحاد اقوام یونان) ۴۳۹ سنہ ق م میں ہوا ہوگا + تجویز محاصل کیلیئے ڈنکر ۹، ۱۲۶ دیکھنا چاہیئے + ایسوکرائیس کا بیان ہے کہ اکثر یونانی شہر اپنے اناج کا ۱/۲ ان حصہ ایتھنز بھیجتے تھے +

جس نوشتے میں محاصل کا ذکر ہے اسی میں پیلارگی کون کا بھی بیان ہے اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کیا خاص تعلق تھا؟ اسکے لیئے ہمیں یہ سب سے پہلے طے کر لینا چاہیئے کہ ایلیوسس کا مندر کس جگہ واقع تھا + یونانی مورخوں نے اسے شہر کے "نشیبی حصے میں" بتایا ہے اسلیئے یا تو وہ محلہ پیلارگی کون کے قریب ہوگا یا ممکن ہے کہ اس محلے کے اندر ہی واقع ہو + اس کے لیئے ملش ہوفر "ایتھنز" (بومیسٹر: "یادگارہائے" ص ۱۹۸) دیکھنا چاہیئے پیلارگی کون کے متعلق یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ اکروپولس کے مغرب میں واقع تھا - مگر کرٹیس کا خیال ہے کہ پیلارگی کون دراصل اکروپولس کی چار دیواری کا نام تھا اور اسی کے نزدیک ایلیوسس کا مندر واقع تھا - اس مسئلے کیلیئے بیوتی شر کی کتاب اکروپولس کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا + اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دمیتر دیوتا کی پوجا اور پیلارگی کون میں کوئی نہ کوئی قریب کا تعلق ضرور تھا اور اس کا تعلق یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ق م میں اس دیوتا کی پوجا شہر کے اس حصے میں جسے پیلارگی کون یا پیلاسگی کون کہتے تھے بحیثیت ایک پیلاسگی دیوتا کے ہوتی تھی +

انیسواں باب

ایتھنز بعہد فار قلیس

امور خارجہ اور تدبّر

اوراق بالا میں فار قلیس کے تدبّر اور ان تعلقات کا کہیں ذکر نہیں جو اسنے یونانی اور غیر یونانی اقوام کے ساتھ روا رکھے اسلیئے اس اثر کی تصویر جو فار قلیس کا ایتھنزی امور پر تھا محض ادھوری ہی رہ جاتی ہے + اس ضمن میں خود یونانی ریاستوں کے آپس کے تعلقات کا ذکر اس وجہ سے ضروری ہے کہ فار قلیس کی یہ خواہش تھی کہ اگر سب ریاستیں نہیں تو کم از کم وہ ہی ریاستیں جو اصولاً ایتھنز کے مدمقابل ہوں اسکے زیر اثر آجائیں +

سب سے پہلے تو مشرق کو لیجیئے + سلطنت ایتھنز کا رخ مشرق ہی کی طرف تھا اور اس کا قدرتی تعلق مشرقی ممالک ہی سے تھا - مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز کی شہنشاہی میں صرف ساحلی بلدیات ہی شامل تھے اور اسکے دائرۂ اثر سے باہر یا تو یونانی اشرافیتیں تھیں یا نیم یونانی یا غیر یونانی مملکتیں یا ایسے شہر تھے جو فاصلے کے سبب سے ایتھنز کے زیر اقتدار نہ آسکتے تھے +

تھسلی اور ایتھنز کے تعلقات میں ہمیشہ اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا تھا + ہم پڑھ چکے ہیں کہ ایتھنزی فوج میں ایک تھسالوی رسالہ تھا - مگر اسکے ساتھ ہی جنگ تناگرہ اور دیگر واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تھسالوی سپاہی ہمیشہ وفادار نہ رہے تھے (جلد ا صفحہ ۴۱۸) اور اس قوم پر ایتھنزی کلیتاً بھروسہ نہ کرسکتے تھے + اس تقیض کی دو وجہیں تھیں - ایک تو یہ کہ ایتھنز میں

عمومیت اور تھسلی میں اشرافیت کا دور دورہ تھا اور فطرتاً ایک دوسرے کے مقابل تھے اور دوسرے بیوتیوں اور فوکسیوں کی باہمی دشمنی تو تھی ہی تھسالوی عرصۂ دراز سے دونوں کے مخالف تھے اور فوکسی ایتھنزیوں کے دوست تھے اور چاہتے تھے کہ وہ دیلفی کاہن اور اسپارٹا کے گرند سے محفوظ رہیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ ایتھنز اور فوکس کے روابط کے بڑھنے سے تھسالوی ناراض ہوجاتے تھے۔ اسیوجہ سے ایتھنز اور تھسلی کے تعلقات عمیق نہ تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ ایتھنزیوں کو تھسلی سے صرف شمالی سرحد کی حفاظت کرانی مقصود تھی اور ظاہر ہے کہ تھسلی کو اسکی نگہداشت خود اپنی حفاظت کیلئے بہرحال کرنی پڑتی تھی۔

مقدونیہ میں صورت حال بالکل مختلف تھی۔ ایتھنز اور مقدونیہ کے تعلقات دیرینہ تھے اور جیسے شاہ سکندر کے آباو اجداد ایتھنزیوں کے رفیق تھے ویسے ہی وہ بھی انکا حلیف تھا۔ اور جنگ ایران میں اسکی کوشش ہمیشہ یہ ہی رہی کہ وہ ایتھنز کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم رکھے۔ اسکے تخت پر بیٹھنے سے پہلے خاندانی تنازعات کی وجہ سے سلطنت کے دو ٹکڑے ہوگئے تھے۔ مگر اس نے چوالیس سال (۴۹۸ ق م تا ۴۵۴ ق م) کے طول طویل عہد حکومت میں نہ صرف ملک کے مختلف حصوں کو اپنے ماتحت کرلیا بلکہ پاپونیوں، لنکستیوں اور اوستیوں سے اپنی سیادت تسلیم کرالی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ جسقدر شاہ سکندر مرکزیت پسند تھا اتنا ہی زیادہ عمائد ملک اور مقدونوی قوم میں نفاق کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ اور اسکی موت کے بعد سلطنت کے پھر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ مغربی حصہ جو رقبے میں دیگر حصص سے بڑا تھا پرو کاس کے پاس پہنچا اور مشرقی حصے کا مالک فیلقوس ہوگیا۔ باقی مغرب اقصیٰ میں قوم الیمیوتیوں کا حکمراں اُن دونوں کا چچازاد بھائی درداس بن گیا۔ یہ وہی درداس ہے جس سے فار قلیس اور اسکے بعد کے ایتھنزی مدبروں کو تعلقات قائم کرنے پڑے۔ مقدونیہ مغربی تھریس کے ان شہروں کے عقب میں واقع تھا جنکے ایتھنز سے دوستانہ مراسم تھے۔ اور مقدونوی فرمانرواؤں کا ہمیشہ یہ ہی میلان رہا کہ وہ سواحل کو اپنے دست نگر کرلیں۔ اسی وجہ سے دونوں ملکوں کے تعلقات خواہ دوستانہ ہوں خواہ دشمنانہ، ہمیشہ معروف و مصرح رہتے تھے۔

ایتھنز اور مقدونیہ کے تعلقات کی طرح وہ تعلقات بھی نہایت اہم تھے جو ایتھنز مقدونیہ کے شمالی ہمسایوں یعنی تھریسیوں کے ساتھ روا رکھتا تھا۔ یہ لوگ ابتداً یونانیوں ہی کے ہم نسل تھے مگر انکے اب کئی ٹکڑے ہو گئے تھے جنمیں سے اوڈریسی دیگر تھریسیوں سے زیادہ طاقتور تھے۔ ان اوڈریسیوں کے بادشاہ تیرس نے ایک بڑی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو دہانۂ دریائے ڈینیوب سے بجانب جنوب شہر سالمیدیسوس تک جو بحر اسود پر واقع تھا اور بجانب غرب جزیرۂ تھاسوس کے مقابل جبل رھوڈوپ تک چلی گئی تھی۔ مگر اس تیرس کے انتقال (۴۱۸ ق م) کے بعد اسکے بیٹوں یعنی ستالکیس اور سپارادوکوس نے سلطنت کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ بلاشبہ تھریسی اقتدار ان یونانی شہروں کیلئے باعث فکر تھا جو ابدیرا سے مشرق کی جانب واقع تھے (مثلاً مارونیہ، ایئوس، بلدیات پروپونتس تا شہر بائی زنطہ) مگر چونکہ تھریسیوں کا مطمح نظر یہ نہ تھا کہ وہ ساحلی علاقے پر قبضہ کریں اور نہ وہ اپنے ہمسایوں (مقدونیوں) کے برابر متمدن ہی تھے لہٰذا ان کی طرف سے یونانیوں کو اس خطرے کا زیادہ احساس نہ تھا۔

ایتھنزیوں نے یہ مناسب سمجھا کہ مقدونیوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کریں تاکہ انکی مدد سے وہ ان دشمنوں کا توڑ کر سکیں جو بوجہ قرب کے ان سے زیادہ خطرناک تھے، اور یہ سوچ کر انھوں نے پردِکاس سے مراسم پیدا کرنے چاہے۔ چونکہ فیلقوس سے انکو یہ خوف تھا کہ وہ قریب کے سونے کی کانوں پر قبضہ کریگا اسلیئے اس ضلع میں انھوں نے نوآبادیاں قائم کرنی شروع کیں جنمیں سے ایک شہر بریا بھی تھا اس شہر کے صحیح موقعے کا تو ہمکو علم نہیں مگر ایک نوشتے سے اس کی آبادکاری کا پتا چلتا ہے۔ پے در پے کوششوں کے بعد اسی علاقے میں ۴۳۲ ق م میں ہاگنون نے دریائے استریمون کے کنارے شہر امفی پولس اسی مقام پر آباد کیا جسے پہلے اینیا ہودوئے کہتے تھے۔[1]

---

[1] باب ۹۔ امفی پولس کے موقع اور آبادی کیلئے بوسولٹ ۲، ۱۰۱۴ وغیرہ اور کرتیس کی "تاریخ یونان" ۲ (۶)، ۲۶۰ اور ۱۴۸ دیکھنا چاہیئے۔

تھرسیں اور مقدونیہ کے اندرونی معاملات روز بروز زیادہ پیچیدہ ہوتے گئے جس سے ایتھنزیوں کو سخت تردد ہوا + سب سے پہلے تو ستالکیس اور سپارادوکس کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور موخرالذکر کو اسکیپشیہ بھاگ جانا پڑا جہاں اسکا بھتیجا اوکتاماساداس حکمران تھا۔ مگر چونکہ خود اوکتاماساداس نے اپنے سوتیلے بھائی سکیلیس کو تخت سے اتار کے تھرسیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا اسلیئے اسے سپارادوکس کو اسکیپشیہ میں بھی پناہ نہ ملی بلکہ ستالکیس اور اوکتاماساداس نے آپس میں ایک عہدنامہ کر کے اپنے اپنے پناہ گزیں کو ایک دوسرے کے حوالے کر دیا + ان ترکیبوں سے ستالکیس نہایت طاقتور ہوگیا اور طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اسنے اپنا دائرۂ اثر بائی زنطہ سے دریائے استرمون تک پھیلا لیا[۲] اور خود ایتھنزیوں کو اس سے مخالفہ کرنا پڑا۔ اسنے ابدیرا کی ایک یونانی عورت سے شادی کی تھی اور اسکا نسبتی بھائی جو اس کے دربار میں دیگر امرا سے زیادہ ذی اثر تھا، ہمیشہ تھرسیں اور یونان کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا کوشاں رہتا تھا +

بجنسہٖ اسی قسم کا سیاسی تموج مقدونیہ میں بھی پیدا ہوا جہاں پردکاس نے فیلقوس کو شکست دیکر دراس کی سلطنت الیمیوتس بھاگ جانے پر مجبور کیا + ابتدا میں تو پردکاس اور ایتھنز کے تعلقات اچھے تھے مگر جب اسنے فیلقوس کا ملک فتح کر لیا اور ایتھنزیوں کا ہمسایہ ہوگیا تو انھوں نے اسے اپنی راہ ترقی میں حائل سمجھکر اسکے لیئے خود مقدونیہ ہی میں مشکلات پیدا کرنے کا تہیہ کر لیا + مگر بمقابلۂ مقدونیہ تھرسیں میں اس قسم کی تدابیر آسانی سے کارگر ہوسکتی تھیں اور گو ابتدا میں تو نمفودوروس کے تعلقات ایتھنز سے شگفتہ نہ تھے مگر رفتہ رفتہ اسکا میلان طبع بدلگیا اور تھرسیں ایتھنز کا حلیف بنگیا[۳]

---

[۲] طوسی دیدش ۲، ۲۹، ۹۶ - ۹۸ +

[۳] ڈنکر ۹، ۹۹ کا خیال ہے کہ نمفودوروس ابتدا ہی میں ایتھنز کا طرفدار ہوگیا تھا مگر طوسی دیدش کہتا ہے کہ تھرسیں اور ایتھنز میں اسی وقت مخالفہ ہوا جب ایتھنز اور کورنتھ

چونکہ یونانی ساحلی بلدیات خشکی کی طرف سے قلعہ بند تھے اور بحری حملے کیلئے مقدونیوں اور تھریسیوں کے پاس خاطر خواہ بیڑا نہ تھا اس لیئے اونکو ان کی جانب سے بہت کم نقصان پہنچ سکتا تھا۔ تھریسی خرسونیز اور ایشیائے کوچک کے درمیان درۂ دانیال واقع ہے اور اس آبنائے میں ایتھنزیوں کی دلچسپی کے متعدد سامان موجود تھے۔ مثلاً افسثین کے غلّے کی تجارت میں اسکا بہت بڑا حصہ تھا اور انکو یہ پسند نہ تھا کہ اس سمندر کا پیش خیمہ یعنی پروپونٹس کسی اور دولت کے قبضے میں ہو۔ اور اسی وجہ سے سولن ہی کے زمانے میں اس بحری گذرگاہ کے ایشیائی ساحل پر سگیوم نو آبادی قائم کرکے اپنا اثر پیدا کر لیا تھا اور ملتیاڈیس فاتح مارا تھون خاندان کی سسٹر اتوس اور ایتھنزیوں کی اجازت سے خرسونیز کا خودسر حاکم ہوگیا تھا۔ بالآخر پانچویں صدی ق م میں یہ جزیرہ نما پھر سلطنت ایتھنز میں شامل ہوگیا اور اب ایتھنزی آبنائے میں ہوکر باطمینان تمام افسثین جاسکتے تھے جسکے دونوں ساحلوں پر یونانی نو آبادیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان میں سے اکثر کو ایتھنزی ملطی اور اپنا ہم نسل خیال کرتے تھے۔ چونکہ بحر اسود میں کوئی ایرانی بیڑا تھا ہی نہیں جسکی مقاومت کے لیئے ایتھنز کی بحری مدد درکار ہو، اور اندرونی دشمنوں سے تو ان شہروں کو بہرحال بلا امداد غیرے لڑنا ہی تھا، اسی سبب سے ان بلدیات نے ایتھنز کو خراج ادا کرنا فضول سمجھا اور ایتھنزی بحری لیگ سے یہ علیحدہ ہی رہے، خود ایتھنز نے بھی اسکی زیادہ پرواہ نہیں کی اسلیئے کہ اگر یہ شہر اسکی لیگ میں شامل ہوجاتے تو ایتھنز کو بحر اسود میں اپنے جہاز رکھنے پڑتے، مگر ساتھ ہی افسثین میں اپنی قوت وجبروت کا مظاہرہ کرنا بھی ضروری تھا اور ۴۷۹ ق م میں اس سمندر کو ایک بیڑا روانہ کیا گیا جسکا سپہ سالار ارسطیدیس تھا۔ بلکہ روایت ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے درمیان نقیض بڑھ گئے + ڈیوس تھینس (اشراقیات ۱۰۳) کے نزدیک ایتھنزیوں کا طرز عمل یہ تھا کہ غیر یونانی اقوام کو ایک دوسرے کے خلاف کرنے کی کوشش کی جائے +

اسی سفر کے دوران میں مر بھی گیا[۴] + اس واقعے کے بعد افشین کا ذکر بہت کم سننے میں آتا ہے اسلیئے کہ کیمون کی مصروفیت کیلیئے ان اطراف میں جہاں سچ مچ کی لڑائی جاری تھی بہت کافی مواد موجود تھا۔ مگر جب فارقلیس برسر اقتدار ہوا تو شمالی و مشرقی ممالک کی اہمیت پھر تازہ ہوگئی۔ اور اسکا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اسنے خرسونیز کو بیرونی حملہ آوروں کے دست برد سے محفوظ کرنے کے لیئے اول تو ۱۰۰۰ اکلیروخ آباد کیئے اور پھر تھریسی قزاقوں کے مدافعت کیلیئے خاکنائے کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک دیوار تعمیر کرکے اسے قلعہ بند کردیا[۵] + اسکے بعد افشین والوں کو مرعوب کرنے کیلیئے اسنے ایک موقع کا فائدہ اٹھاکر ایتھنز کی قوت و اقتدار کی نمایش کی + ہوا یہ کہ اسنوف کے چند باشندے اپنے خودسر حاکم تمسی لاؤس کے خلاف ایتھنز سے امداد کے خواہاں ہوئے اور انکی مدد کرنے کے لیئے فارقلیس بحر اسود گیا + واضح ہو کہ بہ نسبت بحیرۂ روم کے ایتھنز کیلیئے اس سمندر کا سردار اعلے بنناز یادہ آسان تھا اسلیئے کہ وہاں تو فاسس کے مشرق میں ایرانی جنگی جہازوں سے ملنے کا خطرہ تھا مگر یہاں ایرانی بیڑا تھا ہی نہیں + بہرحال اس مہم کا خاطرخواہ نتیجہ نکلا۔ فارقلیس کے ساتھ لاماخوس کچھ عرصے تک اسنوف میں رہا اور ۱۰۰۰ ایتھنزیوں کو وہاں اراضیات مل گئیں۔ زمانۂ مابعد میں شہر امی سوس کو (جو دریائے ہالیس کے دہانے پر واقع تھا) ایتھنزی نوآبادی بتایا جاتا تھا اور اسی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے اسی زمانے میں وہاں بھی ایتھنزی آباد کار پہنچ گئے ہونگے + چونکہ بحر اسود کے شمالی ساحل پر غلہ بافراط پیدا ہوتا تھا اسلیئے جنوبی ساحل کے معاملات اسقدر اہم نہ تھے جتنے شمالی ساحل کے معاملات اور اس غلے کی تجارت پر ہی اس کیلیئے نہایت اہم تھی + یوں تو وہاں کا ہر یونانی شہر غلے کی تجارت کا بازار بنا ہوا تھا مگر پانٹی کاپیوم

---

۴ پلوٹارک: "ارسطیڈیس" ۲۶ +

۵ پلوٹارک: "فارقلیس" ۱۹ اسکا ڈنکر ۹، ۱۰۹ اور ۸، ۳۶۰ سے مقابلہ کیا جائے +

(موجودہ کرچ) جو خاکنائے کریمیہ پر واقع تھا مدت دراز تک اس تجارت کا مرکز بنا رہا۔ ۴۳۷ ق م تک مٹی لنہ کا خاندان آرخیاناکتیان اسپر حکمراں تھا اور اسکے بعد اسپارتوکوس اور اسکا خاندان سریر آرائے حکومت ہوا۔ خود پانٹی کاپیوم میں ان حکمرانوں کا درجہ محض عمال کا تھا مگر شہر کی حدود سے باہر وہ بادشاہ کہلاتے تھے اور قوم اسکیث کے ملک کے ایک وسیع حصے پر حکومت کرتے تھے۔ پانٹی کاپیوم کے ذریعے سے قوم اسکیث کے ساتھ بھی ایتھنز کے تعلقات قائم ہو گئے۔ "شاہنامۂ پنج سالہ" سے ایتھنز کی خدمت میں ۳۰۰ اسکیث غلام تھے جن سے کوتوالی بلدہ اور جلادی کا کام لیا جاتا تھا۔ اور زمانۂ مابعد میں اس تعداد میں مزید اضافہ بھی ہو گیا۔ ایتھنز اور پانٹی کاپیوم کے تعلقات عرصۂ دراز تک نہایت گہرے رہے اور اس شہر نے ایتھنزیوں کو یہ اجازت بھی دیدی کہ بمقام نمفائیم جو اسکا مقبوضہ تھا خود اپنا بندرگاہ تعمیر کر لیں جس سے انکی آمدنی میں ایک تالنت سالانہ کا اضافہ ہو گیا۔ چوتھی صدی ق م کے ابتدائی ایام میں بھی اسپارتوکوس کے جانشین ساتیروس اور لیوکون دیگر یونانیوں سے زیادہ ایتھنزیوں کا لحاظ کرتے تھے۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ دونوں شہروں کے درمیان غلے کے سوائے دیگر اشیاء کی تجارت بھی جاری تھی مثلاً ایتھنز میں پانٹی کاپیوم سے مچھلی، چمڑے اور غلاموں کی درآمد ہوتی تھی اور موخر الذکر شہر کے تجار پرتی اس سے شراب، تیل، ظروف گلی اور دیگر مصنوعات لیجاتے تھے۔ بہت سے ایتھنزیوں نے پانٹی کاپیوم کو اپنا مسکن بنا لیا تھا اور جیسے ایک سال پیشتر انکے تعلقات تھریسیوں سے قائم ہو گئے تھے ویسے ہی اب اسکیثیوں کے ساتھ بھی شادی بیاہ کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ اور اگر طوسی دیدش نسلاً تھریسی تھا تو دیموس تھینس کی پردادی بھی ایک اسکیث عورت کی بیٹی تھی۔

۱؎ ایتھنز اور اس خاکنائے کے آپس کے تعلقات کیلئے بوسولٹ ۲/ ۵۳۸ تا ۵۴۲ دیکھنا چاہیئے۔
۲؎ انس ھیلوس ۱/۱۰۱۔ مقابلہ کرو تھریوں کے کریمیہ میں یونانی نوآبادیاں" نانسی صفحہ ۵۲

بحر اسود کی تجارت کی اہمیت کا اس واقعے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ۴۱۱ ق م میں الکبیادیس نے بحیثیت ایتھنزی سپہ سالار کے ان تمام جہازوں پر جو بحر اسود سے نکلتے تھے دس فیصدی کا محصول عائد کیا جو کالکدون کے مقبوضہ شہر کریسوپولس میں لیا جاتا تھا۔ مورخوں کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ یہ جدید محصول نہ تھا بلکہ زمانۂ دراز سے کریسوپولس میں ایتھنزی محاصل وصول کرتے تھے۔ مگر یہ امر قابل غور ہے کہ اسباب کی قیمت پر دس فیصدی بہت بھاری محصول ہے اور عام طور پر اس قدر محصول نہیں لگایا جاتا۔ پونٹس کا وہ غلہ جسکی بالی زنطہ میں درآمد ہوتی تھی اس قاعدے سے مستثنےٰ تھا اور اسطرح بالی زنطہ کو دیگر بلدیات پر ایک خاص فوقیت حاصل تھی۔

اب ایشیائے کوچک اور جنوب و مغربی بحیرۂ روم کو لیجئے۔ یہاں سب سے پہلے تو جزیرۂ قبرس ملے گا جسکے قبضے کی بہت سی ملکتیں متمنی تھیں اور جہاں کے باشندے بے شمار بولیاں بولتے تھے۔ ہمیں اسکا بہت کم حال معلوم ہے کہ فارقلیس کے زمانے میں ایتھنز اور قبرس کے تعلقات کیسے تھے اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ غالباً فارقلیس نے قبرس کے معاملات میں دست اندازی نہیں کی اور شاہ ایواغورث کے حالات سے ہمیں یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس جزیرے میں یونانی تہذیب برابر قائم رہی اور یونانی قومیت کے احساس میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔

مصر میں بھی فارقلیس نے ایتھنز کا اقتدار دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اسکا مطمح نظر یہ تھا کہ ایران سے عمدہ تعلقات پیدا ہوں اسلیئے وہ مصر میں کسی قسم کی ریشہ دوانیاں جائز نہ رکھ سکتا تھا۔ اور اسنے ایتھنزیوں کو مصر کی پیچیدگیوں میں الجھنے سے برابر باز رکھا۔ بہرنوع ان ممالک سے عمدہ تعلقات کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ۴۴۵-۴۴۰ ق م میں بسامطیق شاہ لیبیا نے ایتھنزیوں کو ۳۰۰۰۰ بشل* گیہوں کا نفیس تحفہ

---

* بوسولٹ ۱۲۔۱۰۔۵۱

† ایک بشل ۳۲ سیر کا ہوتا ہے اسطرح ۳۰۰۰۰ بشل = ۲۴۰۰۰۰ من (مترجم)

پیش کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ملکوں کے تجارتی تعلقات قابل لحاظ تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزیوں کو اس میں زیادہ نفع تھا کہ وہ مصر کو تجار کی حیثیت سے جائیں بہ نسبت اسکے کہ وہ بیکار ایران کی سلطنت کا حصہ چھیننے کی کوشش کریں + اسکا ثبوت ایرانی ایتھنز کے سیاسی کشیدگی کو ہمیشہ کمزوری ہی سے تعبیر نہیں کرتے تھے زوپیروس کے قصے سے پایا جاتا ہے + یہ زوپیروس اسی میگابیزوس کا بیٹا تھا جسکے ہاتھوں ایتھنزیو نے مصر میں شکست کھائی تھی اور اپنے ہمنام زوپیروس کا پوتا تھا جس نے محض اپنی جان نثاری کی وجہ سے داریوش کا شہر بابل پر قبضہ کرا دیا تھا۔ خود میگابیزوس کو شہنشاہ اردشیر نے معزول کر دیا تھا اور اب زوپیروس نے اسکے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا + مگر اسے ملک سے بھاگ جانا پڑا اور قریب ۴۴۰ ق م میں وہ ایتھنز آگیا[۹] + یہ واقعات ماقبل کا عجیب وغریب تضاد ہے کہ پہلے تو یونانی فرمانروا اور سپہ سالار ایران میں پناہ گزیں ہوتے تھے۔ مگر اس مرتبہ یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ طبقۂ اعلیٰ کا ایک ایرانی بھاگ کر اس امید پر ایتھنز آتا ہے کہ ممکن ہے کہ جمہوریہ ایتھنز پھر اسے برسر اقتدار ہو جانے میں مدد دے + اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور اسکی سلطنت کو بحیرۂ روم کے ساحلی ممالک ایران کا ہم پلہ سمجھتے تھے۔ مگر قسمت نے زوپیروس کا ساتھ نہیں دیا + وہ ایک ایتھنزی فوج سمیت کاریہ کے شہر کاونوس گیا جو ایتھنز سے باغی ہو گیا تھا اور وہاں لڑائی میں مارا گیا۔ اس واقعے سے

[۹] مصر کے معاملات اور غلے کے تحفے کے قصے کیلئے پلوٹارک کی "حیات فارقلیس" (۲۷) اور فیلوخورس (جزو ۹۰) اور ہیروڈوٹس (۳، ۱۶۰) اور تیسیاس ("ایرانیاں" ۴۰۔ ۴۳) سے مدد لی جائے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام بسامطیق نہیں بلکہ امیرتائیوس تھا + ڈنکر نے تمام اجزا کو یکجا کر کے ایک تصویر تیار کی ہے جو ایک نادر ایجاد کی حیثیت سے عجوبۂ روزگار ہے + جو سکے نوکراتیس میں پائے گئے ہیں انمیں ایک خاص تعداد پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کے سکوں کی ہے جس سے ایتھنز اور مصر کے گہرے تعلقات کا پتہ لگتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصر سے ایتھنز کو غلے کی برآمد ہوتی تھی

پتہ چلتا ہے کہ ایران اور ایتھنز کے درمیان محض جزوی معاملات پر جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔ مگر ان جھگڑوں سے عام فضائے امن میں خلل نہیں پڑتا تھا۔

اب مغرب کی طرف آیئے جہاں اٹلی ایتھنز کے اثر کا تماشہ گاہ بنا ہوا تھا۔ افسوس ہے کہ اسکے متعلق ہمارے پاس کافی ذخیرۂ معلومات موجود نہیں ہے اسلیئے کہ قدمانے اپنی عام طرز کے مطابق یا تو محض واقعات کے اعادے پر ہی اکتفا کیا ہے ورنہ ان سے محض خطابی اور اخلاقی نتائج اخذ کیئے ہیں۔ اور انکی تحریروں میں اس قسم کے معاملات مثلاً مختلف ریاستوں کے آپس کے تعلقات، تدبر و تدابیر، رسل و رسائل، عہد نامجات وغیرہ کا ذکر بھی نہیں جو مورخ کے لیئے نہایت اہم ہیں بلکہ وہ مختلف مملکتوں کے باہمی تجارتی تعلقات کا بیان بھی نہیں کرتے۔ اور ان کے متعلق معلومات کا تنہا ماخذ آثار قدیمہ اور چیدہ چیدہ بیانات ہیں۔ مثلاً ثسطاکلیس کی مشہور دھمکی سے کہ اگر ایتھنزی مغلوب ہو گئے تو سب کے سب سیبارس میں جاکر آباد ہو جائینگے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایتھنز اور اٹلی کے درمیان دیرینہ تعلقات تھے اور ان کا ثبوت اس اثر میں بھی پایا جاتا ہے جو ایتھنز نے نیاپولس میں پیدا کر لیا تھا۔ مثلاً جب ایتھنزی سپہ سالار دیوتی مس صقالیوں کے ساتھ برسرپیکار تھا تو اسنے نیاپولس میں ایک مذہبی میلے کی بنیاد ڈالی[1] گو عام خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ جنگ پیلوپونیز کے بعد کا ہے

[1] کاہ، ڈروائے سن: "ایتھنز اور دیار مغربی" برلن ۱۸۸۲ء۔

[2] تمائیوس (۹۹ م) جسکا اقتباس تزیتزیس کی تفسیر لیکوفرون میں درج ہے، واضح ہو کہ عہدہ لیپاد و ڈرومی صرف ایتھنز ہی میں پایا جاتا ہے (پوسانیاس ۱، ۳۰، ۲۔ مؤلف میسٹر "یادگار ہائے" زیر بحث "فاکیلن") مگر یہ مسئلہ کہ تمائیوس نے مبالغہ تو نہیں کیا ہے اسوقت تک زیر بحث ہے۔

[نوٹ: یہ اس تہوار کا نام تھا جسمیں پجاری ہاتھ میں مشعلیں لیکر دوڑتے تھے۔ اس لفظ کے لغوی معنی "مشعل دوڑ کے ہیں"۔ مترجم]

مگر اسمیں شبہ نہیں کہ نیاپولس پر ایتھنز کا عرصۂ دراز سے اثر ہوگا ورنہ محض ایک ایتھنزی سپہ سالار کا مقرر کیا ہوا تھوار اسقدر زمانے تک برقرار نہ رہتا۔ اسیطرح تھوریی کے سکوں کی طرح نیاپولس کے سکوں پر انتھینا دیبی کورنتھی خود کے بجائے ایتھنزی خود پہنے ہوئے نظر آتی ہے۔ ایتھنز اور مغربی ممالک کے تعلقات ابتدا میں تو محض تجارتی ہی تھے اور ایتھنز ظروف گلی کے عوض غلے اور ایٹروریہ کی دھات کی اشیاء کی درآمد کرتا تھا۔ مگر پانچویں صدی ق م کے وسط میں ایتھنزیوں نے تھوریی کی بنیاد ڈالکر اٹلی میں مستقل سیاسی قدم جمالیا۔ کوسیبارس قریب پچاس سال پیشتر ہی برباد ہوچکا تھا مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اسکے باشندوں کا جذبۂ قومیت بھی مفقود ہوچکا تھا۔ تاریخ عالم میں اس قسم کی مثالیں کثرت سے ملیں گی کہ ایک شہر یا ملک تو تباہ ہوگیا ہو مگر اس کے باشندوں میں احساس قومیت اور یکجہتی برقرار ہو مثلاً اسپارٹی قبضہ ہونے کے بعد بھی میسینیہ کے باشندوں میں برابر جذبۂ شہری قائم رہا۔ اور زمانۂ حال میں ملک پولستان کی مثال بدیہی ہے جہاں ملک کی تقسیم کے بعد بھی پولستانیوں کی قومیت مردہ نہیں ہوئی۔ غرض سیبارس کے اکثر باشندے بحیرۂ تیرینیہ کے ساحلی اضلاع مثلاً لاؤس، سکذروس، پوسیڈونیہ وغیرہ بھاگ گئے اور وہاں اپنے پرانے شہر کی فتح اور اسے دوبارہ آباد کرنے کے منصوبے کرنے لگے۔

۴۵۳ ق م میں ان جلاوطنوں کے ورثانے پرانے شہر کے موقع کے قریب ہی ایک نیا شہر آباد کیا، مگر کروتوں کے باشندوں نے انھیں وہاں سے بھی نکال دیا جب انھوں نے یہ دیکھا کہ اپنی کمزوری کی وجہ سے بلا امداد غیرے بیرونی حملوں کی کماحقہ مدافعت نہیں کرسکتے تو انھوں نے باہر کا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ اسپارٹا نے تو انکی صدا پر توجہ نہیں کی مگر ایتھنز نے وعدہ کیا کہ وہ انکے واسطے ایک نیا شہر آباد کرادیگا۔

ایتھنز میں اس قسم کی مہم سر کرنے کی خاص اہلیت تھی اسلیئے کہ شہر سیبرس میں جو اسپارٹا کے نزدیک ہی تھا پالاس دیبی کا بت نصب تھا اور ضلع سیبرس میں خصوصاً اور جنوبی اٹلی میں عموماً ایتھنز کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ اسکے سوا ملطہ اور

سیبارس کے آپس کے تعلقات نہایت عمدہ تھے اور طرطہ اور ایتھنز کا معاملہ گویا واحد تھا۔ ایتھنز کا تیسرا امتیاز یہ تھا کہ تجارتی معاملات میں اسے خاص فوقیت حاصل تھی اور وہ سیبارس سے شہر کی تجارتی اہمیت کو خوب سمجھ سکتا تھا۔ گو اسی زمانے میں اطالوی قبائل نے اپنی قوت کا اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا اور وہ پہلے سے زیادہ خطرناک ہو گئے تھے، اور ٹوکانیوں کی قوت بھی روبہ ترقی تھی مگر ان تمام مشکلات کے ساتھ ہی ایتھنز کی نظر میں سیبارس کا مستقبل نہایت اہم اور شاندار تھا اور اسنے اس شہر کی دوبارہ آبادکاری کا تہیہ کر لیا[۱۲] یہ امر مشکل سے سمجھ میں آسکتا ہے

[۱۲] اس کوشش کیلئے جو سیبارسیوں نے اپنے شہر کو دوبارہ آباد کرنے کیلئے کی دیودورس ۱۱، ۹۰ اور ۱۲، ۱۰ دیکھنا چاہیئے۔ نئے سیبارس کے سکوں کا حال (جنمیں سے بعض تو تنہا سیبارس اور بعض سیبارس اور پوسیدونیہ کے یکجائی تھے) ہیڈ کی "تاریخ سکہ جات" سے مل سکتا ہے۔ تھوریئی کی آبادکاری دیودورس کی رائے میں ۴۴۵ء ق م (عام خیال کے بموجب موسم بہار ۴۴۳ء ق م) میں ہوئی (نوسولٹ ۲، ۵۸) تھوریئی کیلئے ل شلر کی کتاب "معاملات تھوریئی" (گیوٹنگن ۱۸۳۸ء) اور ت، میولر کی کتاب "جمہوریہ تھوریئی" دیکھنی چاہیئے۔ اس شہر کے موقع کیلئے کالاواری کی نظریات درست نہیں (لینورمون "یونان عظمیٰ" ۱، ۲۶۳)۔

دس قبیلوں میں سے چار کے نام تو ایتھنز اور اسکی باجگزار ریاستوں کے نام پر رکھے گئے تھے (اتھینائس، یوبوئس، نیسیوتس، یاس) تین وسطی اور شمالی یونان پر (بیوتس، دوریس، امفکتیونس) اور تین پیلوپونیز کی ریاستوں پر (آرکاس، اکائس، ایلیا)۔ مگر اسپارٹا اور پیلوپونیزی دوریائیوں کا کہیں ذکر بھی نہیں اسلیئے کہ انھوں نے نوآبادی کے قیام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ قبیلہ اکائس ایتھنزیوں کا ملزم تھا اور آرکاس مذبذب تو ہم اس نتیجے پر پہنچینگے تھوریئی میں ایتھنزی فریق کی حالت کچھ قابل رشک نہ تھی۔

دیودورس (۱۲، ۱۱) کا بیان ہے کہ تھوریئی کے قوانین کو خارونداس نے ترتیب دیا۔ یہاں غالباً وہ تمائیوس کی جگہ ایفوروس کا تتبع کر رہا ہے اسلیئے کہ اتنی فاش غلطی کا

جب کروتون والوں نے اس مقام پر قبضہ کر لیا تھا تو اس کوشش میں ایتھنز کو کسطرح کامیابی حاصل ہو سکتی تھی مگر ان معاملات پر ذرا غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جن اصولوں پر ایتھنز کی کاربند ہوئے، جسطرح وہ ویلفی کی کاہنہ اور دیگر یونانی مملکتوں سے امداد کے خواستگار ہوئے اور ہر جگہ سے انھیں خاطر خواہ جواب بھی مل گیا، یہ سب طریقے دراصل ان ہی مشکلات کو رفع کرنے کے لیئے برتے گئے تھے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ اگر سیبارس کی مہم سر کرنا ضروری ہے تو اس سے صرف ایتھنز ہی کو نفع نہ پہنچے بلکہ تمام دنیائے یونان متمتع ہو۔

چونکہ دلو دورس ان واقعات کی تنہا سند ہے اسلیئے اسکا تتبع کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ مہم آبادکاری بھیجنے سے پیشتر ایتھنزیوں نے یہ عام اعلان کر دیا کہ جو شخص اس میں شامل ہونا چاہے وہ شوق سے شامل ہو۔ اور دس جہاز بسرکردگی زینوکرتیوس و لامپون بھیجے۔ روانگی سے پیشتر اپولو کی کاہنہ نے یہ ہدایت کر دی کہ شہر اس جگہ آباد کیا جائے جہاں سے پانی تو اوپر کرملتا ہو مگر روٹی کی ناپ تول کی ضرورت نہ ہو۔ جب آبادکار سیبارس کی حدود میں داخل ہوئے تو انھیں ایک چشمہ موسوسہ تھوریا ملا جو قدیم شہر سے کچھ دور نہ تھا۔ اور اس چشمے میں تانبے کا ایک نل لگا ہوا تھا جسے وہاں کے لوگ "مدمنوس" یا پیمانہ کہتے تھے۔ لامپون مذہبی قوانین سے خوب واقف تھا اور اس قسم کے معاملات میں ید طولے رکھتا تھا۔ اور اسنے فوراً یہ طے کر دیا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں پانی پیمانے میں ہو کر آتا ہے اور اسے تو شوت کی ضرورت ہی نہیں کہ اس ملک میں غلہ بافراط پیدا ہوتا ہے۔ بالآخر یہاں ایک نیا شہر آباد کیا گیا اور اسکا نام تھوریئی رکھا گیا۔ اسکے باشندے یونانی اور قدیم سیبارسی تھے۔ اور انھوں نے شہر میں سات سڑکیں تعمیر کیں چار طول میں اور تین عرض میں۔ اول الذکر متوازی سڑکوں کے نام ہرقلیہ، افرودیسیاس، اولمپیاس اور دیونیسیاس اور باقی ماندہ متوازی سڑکوں کے نام ہیروا،

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مرتب تمائیوس شکل ہی سے ہو سکتا ہے۔ بعض مورخوں کی رائے ہے کہ یہ ضابطہ دراصل پروتاغورث نے تیار کیا تھا اور بالکل ممکن ہے اسنے خارونداس کے قوانین سے مدد لی ہو۔

تھو، ریا اور تھو، ریناتھے۔ اس قسم کی متوازی سڑکوں کا موجد ملطی، ہپوداموس ہے۔ جس نے شہر پرتی اُس اور بندرگاہ جزیرہ روڈس تعمیر کیے تھے اور بہ نسبت زمانہ مابعد کے اس دور میں اس طرز تعمیر کا عام طور پر تتبع کیا جاتا تھا۔ مگر خود دیو دورس کہتا ہے کہ اس نوآبادی کے قیام میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور چند ہی روز شہریوں میں تنازعات پیدا ہونے لگے۔ اول تو قدیم سیبارسیوں نے یہ دعوے کیا کہ ان ہی کو بڑے بڑے عہدے ملنے چاہئیں اور نئے یونانی آبادکاروں کو محض چھوٹے چھوٹے عہدوں پر قناعت کرنی چاہیئے، اور یہ اصول پیش کیا کہ سیبارسی بیبیوں کو یونانی عورتوں پر سبقت حاصل ہے اور یہ کہ شہر کے قریب کی اراضی سیبارسیوں اور بعید اراضی یونانیوں کو دی جائے۔ جھگڑوں نے اس قدر طول کھینچا کہ کھلی لڑائی کی نوبت آگئی اور نئے آنے والوں نے بہت سے قدیم باشندوں کو مار کر باقی ماندہ کو شہر سے نکال دیا۔ ان جلا وطنوں نے دریائے تراُس پر تیسرا سیبارس آباد کیا جس کے چند سکے اس وقت تک موجود ہیں۔ فاتحوں نے یونانیوں سے مزید کمک طلب کی اور ایک عمومی دستور بنایا اور کرولتوں کے باشندوں کے ساتھ (جو سیبارس کی آبادکاری سے کچھ خوش نہ تھے) ایک سمجھوتہ کرلیا۔ اس نئی بستی میں دس قبیلے تھے:۔ آرکاس، اکائس، ایلیا، ہیولس، امفکتیونس، دورس، یاس، اتھیناس، یوبوس، نیسیوتس، سات سڑکوں کے باہمی اتصال سے بیس چوک بن گئے تھے۔ اور ممکن ہے کہ اس تقسیم کا کوئی تعلق دس قبیلوں سے ہی ہو۔ دیو دورس کا بیان ہے کہ اب یہاں کے باشندوں نے ضابطہ قوانین موضوعہ خارونداس اختیار کیا جو ان میں سب سے زیادہ عقلمند شہری تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ بیان قطعی بے بنیاد ہے۔ اس لیے کہ خارونداس کو مرے ہوئے عرصہ گذر چکا تھا۔ قبیلوں کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کی ہی اکثریت تھی اور اسپارٹا کی محض ایک ظلی حیثیت تھی۔ سڑکوں کے ناموں میں کہیں اتھینا دیی کا نام نہیں ملتا۔ مگر ممکن ہے کہ اس کا اصل سبب یہ ہو کہ وہ دوسری دیبیوں سے کہیں زیادہ ممتاز سمجھی جاتی تھی۔ تھو ریی پہلے تو تارنتم سے اور پھر خود ایتھنز سے برسرپیکار ہوا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ اس نئے شہر سے ایتھنز کو کسی قسم کا فائدہ ہوا ہے، کو نقصان ہی نقصان

پہنچا ہم خواہ مخواہ اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ ایتھنزیوں نے اس تنفر کو جو انہیں عام آبادکاری کے اصول سے تھا۔ خیرباد کہتے ہیں اور بجائے کلیر وخیال قائم کرنے کے آبادکاری کی ایک وسیع اسکیم ترتیب دینے میں بہت غلطی کی۔ خاص کر ایسی حالت میں جب بلاد دوسری قوموں کی مدد کے جو اس کا شکریہ تک ادا کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے وہ انہیں قائم نہ کرسکتا تھا۔ اور فارقلیس سے اس طرز عمل پر کاربند ہونے کی ہرگز امید نہ کی جاسکتی تھی۔ بہرحال تھوریوں نے بہت جلد مادّی اور ذہنی ترقی کی شاہراہ پر قدم بڑھایا۔ اور چونکہ ایسی نوآبادی کا تخیل بالکل نیا تھا جس میں تمام یونانی شہر حصہ لیں۔ اس لیئے وہاں بہت سے اہل فراست جمع ہوگئے اور واضع قوانین پروتاغورث، ہیروڈوٹس اور امپی دوکلیس نے وہاں بود و باش اختیار کرلی۔

شہر نارنتم تھوریئی سے بیزار تھا اور ہمیشہ قوم مسا پئی سے برسرپرخاش رہتا تھا جسنے اب ایتھنز سے عمدہ تعلقات قائم کرلیئے۔ سسلی کی جنگ کے زمانے میں ایتھنزیوں اور ارتاس شاہ مسا پیان نے اس محالفت کی پھر تجدید کرلی۔

جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے ریگیوم اور لیونتی نی کے ساتھ ایتھنز کے تعلقات دوستانہ تھے اور چونکہ فریقین یک جدّی تھے اس لیئے یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سسلی کے مغربی شہر سگستا میں بھی ایتھنز کا بہت اثر تھا۔

ایتروریہ کے باشندوں کے ساتھ بھی ایتھنز کا رویہ مخالفانہ نہ تھا۔ چونکہ مسینہ کی شاہراہ بحری سسلی اور زیرین اٹلی کے خالکدیسی یونانیوں اور سیراکیوزیوں کے قبضے میں تھا اور وہ تجارتی رقیبوں کو سخت ناپسند کرتے تھے اس لیئے ابتدا میں ایتھنز اور ایٹروریا کے تعلقات محض بری تجارت تک محدود تھے۔ پانچویں صدی ق م میں ایٹکائی ظروف گلی ایٹروریا، کمپانیا اور اڈریا میں پائے جاتے ہیں۔ اور زمانہ ماضیہ میں کیومے نے جو خالکدیسیوں اور کورنتھیوں کا گویا قائم مقام تھا۔ مغربی

---

[1] اولمپیہ میں ایک چڑھاوے کی تختی پائی گئی ہے جس پر تارنتم کے متعلق ایک نوشتہ ہے اسکے لیئے ڈٹن برگر ۳۵ دیکھنا چاہیئے۔

[2] طوسی دیدش ۱، ۲۳۔

اُلی کے بازاروں پر تسلط قائم کر لیا تھا۔

ہمیں ایتھنز اور قرطاجنہ کے باہمی تعلقات کا بہت ہی کم علم ہے[۱۵]۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ جس طرح ایتھنز کی قوت و اقتدار مشرق میں ممتاز تھے اسی طرح قرطاجنہ کی دھاک مغرب میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس عظیم الشان مملکت کے صحیح اثر اور طرز عمل کا پتہ لگانا فارقلیس کیلئے نہایت اہم تھا۔ یہاں ہمیں نوشتوں کی بے قاعدگی اور وہ کمی جو قدما کے وقائع میں اکثر پائی جاتی ہے صاف عیاں ہو جاتی ہے۔

دائرے کا محیط ختم کرنے کیلئے اب مشرق کی طرف آجانا چاہیئے۔ مغربی یونان میں سب سے طاقتور مملکت کورکیرا کی تھی جو ہمیشہ کورنتھ کا مخالف اور اریتریا کے تعلقات کی بنا پر ایتھنز کا دوست بنا رہتا تھا۔ تمسطاکلیس کورکیرا کا ہمیشہ ساتھ دیتا رہا۔ اور یہ فرض کرنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ اگر ایتھنز بحیرۂ یونان میں کورنتھ کا مدمقابل بننا چاہتا تو پہلے سے بھی زیادہ کورکیرا کی مدد پر انحصار کر سکتا تھا۔ مگر جب تک پیلوپونیز کے ابتدائی نازک زمانے تک دونوں مملکتوں کے درمیان کسی قسم کے محالفے کی نوبت نہیں آئی۔ ایتھنزیوں نے ارض یونان کے مغربی حصے پر بھی قدم جمالیے۔ لوکرس کے باشندے ہمیشہ ایتھنز کے مدمقابل رہتے تھے اور اب تولیدا اس نے انسے مولیکریم اور نوپاکتوس چھین کر میسنیوں کو یہیں آباد ہونے کی اجازت دیدی[۱۶]۔ اس نواح کی صورت حال میں سی سالہ امن سے کوئی تبدیلی ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ مگر جنگ پیلوپونیز سے پہلے ہی ایتھنز نے ان اضلاع کے پیچیدہ معاملات میں دستاندازی کر دی[۱۷]۔ بات یہ تھی کہ امفی لوکی آرگوسیوں نے امبراسیہ کے چند باشندوں کو اپنے شہر میں آنے دیا تھا۔ مگر موخرالذکر نے اپنے محسنوں ہی پر ہاتھ صاف کیا

---

[۱۵] ہولتسا پفل کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بھی روما کی طرح ایتھنز کے بھی قرطاجنہ سے براہ راست تعلقات تھے اسکے لیئے اس کتاب کا باب ۲۲ دیکھنا چاہیئے۔

[۱۶] طوسی دیدش، ۱۰۲۔ کورنتھ اور قرطاجنہ مدمقابل تھے اسلیئے دونوں کا اثر زائل ہو جاتا تھا اور ایتھنز نہایت اطمینان سے مغرب میں تجارت کر سکتا تھا۔ بحیرۂ تیرینیہ میں سیراکیوز بہت طاقتور تھا۔

اور انھیں شہر سے نکال دیا۔ اسپارٹن آرگوسیوں سے اکارنانیہ والوں سے مدد مانگی ان دونوں نے دست التجا ایتھنزیوں کے سامنے پھیلایا۔ ایتھنز نے فوریون تیس سہ طبقہ جہازوں کو لیکر امبراسیہ بھیجا گیا اور اسکی مدد سے امفی لوکیوں اور اکارنانیوں نے آرگوس کا محاصرہ کرکے اسے فتح کرلیا اور ان امبراسیوں کو جو اپنے محسنوں کو جلاوطن کرنے کے قبیح جرم کے مرتکب ہوئے تھے غلام بنالیا۔ اس واقعے سے پیشتر تو شہر امبراسیہ ہی ایتھنز کا دوست تھا، اب ایتھنز اکارنانیوں پر بھی نہایت وثوق سے اعتبار کرسکتا تھا۔

اب یہ امر واضح ہوگیا ہے کہ فارقلیس کے زمانے میں ایتھنز کے تعلقات مختلف مملکتوں سے بالکل مختلف النوع تھے اور انکا دارومدار یا تو محض سیاسی یا تجارتی اسباب پر تھا۔ اگر ایتھنز کی یہ خواہش تھی کہ ہر چہار طرف سے محفوظ و مامون رہے تو اسے ہمیشہ خبردار رہنا پڑتا تھا۔ اور اس حفاظت کی سب سے بڑی ضمانت یہ تھی اسکے حلیف اسکے دوست تھے اور اسکے رقیب اور دشمن صریحاً کمزور تھے۔ مشرق میں تھریسیوں اور مقدونیوں کے اندرونی تعلقات اور آپس کے تنازعات ایتھنز کیلئے مفید و کارآمد تھے اور تھریس اور مقدونیہ اپنی قوت و اقتدار میں کسی قسم کی ترقی نہ دیسکے۔ مغرب میں کورنتھ اور کورکیرا کے آپس کی دشمنی ایتھنز کیلئے ایک فال نیک تھی ورنہ اسے ان دیار میں اپنا دائرۂ اثر وسیع کرنے کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ فارقلیس کو ان تمام امور کا لحاظ کرنا پڑتا تھا۔ اور نہ صرف معاہدے وقت مناسب پر طے کرنے پڑتے بلکہ حاسد رقیبوں کی ترکیبوں کا توڑ کرنا پڑتا اور ان مقاصد کی یکسوئی کیلئے تمام یونانی اور غیر یونانی ریاستوں کے حالات جو پانٹس کا پیوم سے سگستا تک پھیلی ہوئی تھیں معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ موجودہ طرز کی سفارتوں کا سلسلہ تو تھا ہی نہیں۔ اور خود پروکسی نوس بھی (جسکا عام طور پر موجودہ قنصلوں سے مقابلہ کیا جاتا ہے) ان ہی مملکتوں کے شہری تھے جہاں انکی بود و باش تھی اور اسطرح ان ریاستوں کے شہریوں کی صرف حفاظت ہی کرسکتے تھے جنھوں نے انھیں مقرر کیا تھا مگر ان کے لئے ہر ایک معاملے میں ان کا قائم مقام بننا ناممکن

تھا[۱۴] + خواہ کوئی بھی ایتھنز میں برسر اقتدار ہو، فارقلیس ہو یا کوئی اور، اسے یہ لازم تھا کہ ہر ایک مملکت کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم رکھے اور در آنحالیکہ معلومات بہم پہونچانے میں حکومت اسکی بہت ہی کم مدد کرتی تھی مگر پھر بھی وہ اس گتھی کو سلجھانے کیلئے ایتھنزیوں کے سامنے جواب دہ تھا + زمانۂ قدیم میں بہت کم مدبر ایسے گزرے ہیں جنھوں نے اتنی مشکلات کے باوجود معاملات خارجہ کی اسقدر عمدگی اور توجہ سے نگرانی کی ہو اور معاملات کو اس خوبی سے طے کیا ہو جتنا فارقلیس نے[۱۵] اور ہمارا خیال تو یہ ہے کہ اسے ضرور اپنے ذاتی روپے کا ایک جزو ان مقاصد کی تکمیل کیلئے صرف کرنا پڑا ہوگا +

---

[۱۴] باب ۸ + ظاہر ہے کہ اگر پریکلس نوعِ آجکل کے قنصلوں کی طرح اس مملکت کے عام قائمقام ہوتے جسنے انھیں مقرر کیا تو انکو اکثر خود اپنے ہی شہر کے خلاف معلومات بہم پہنچانے پڑتے ہونگے۔

[۱۵] پلوٹارک ("فارقلیس" ۱۵) ایتھنز اور فارقلیس کا دائرۂ اثر بالکل مساوی قرار دیتا ہے +

یہاں یہ بتانا مناسب ہے کہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں عام طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ گو ایتھنز ذہنیات کا مرکز تھا مگر اسکی سیاسی شخصیت کا پایہ اسقدر بلند نہ تھا۔ اور گو اس نظریئے کی کافی بیخکنی ہو چکی ہے پھر بھی بعض مورخ اب بھی دل ہی دل میں اسے تسلیم کر لیتے ہیں + یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ مغلوں کی سی عظیم الشان سلطنتیں نہایت قابل تعریف ہیں۔ مگر اب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ بعض باتوں میں پانچویں صدی ق م کا ایتھنز ازمنۂ وسطےٰ کی بڑی بڑی سلطنتوں سے بھی زیادہ عظیم الشان تھا + لہذا اسلیئے ایتھنز کی سیاسی اہمیت پر زور نہیں دیتے کہ یہ اہمیت بہت دن تک قائم نہ رہی + مگر کم از کم پچاس سال تک تو ایتھنز اور ایران کی حیثیت مساویانہ تھی + غرض یہ کہ ۴۸۰ ق م سے ۳۲۳ ق م تک ایتھنز کا طرز عمل تاریخ کا ایک نہایت درخشاں ہیرو ہے اور ایتھنز مقدونیہ اور روما کا حقیقی پیش رو ہے +

بیسواں باب

ایتھنز بعہد فار قلیس

ادبیات وفنون یونان

دور فار قلیس میں ایتھنز کے ایک نہایت اہم شعبے کا ذکر ابھی باقی ہے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ آرائش بلدہ اور شہریوں کا سامان تفریح اور وہ طریقے جنسے ایک شخص اپنی زندگی فراخ دلی سے بسر کرسکتا ہے، یہ ہی وہ امور ہیں جو انسان کی ذہنی ترقی کا حقیقی معیار ہیں۔ قدما کا متفقہ بیان ہے اور خود فار قلیس کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسنے ان معاملات کی طرف خاص توجہ کی، ان باتوں کے ماسوا اسکی ایک خواہش اور بھی تھی جسکا اعلان کرنا اسنے مناسب نہ سمجھا۔ اور اس خواہش کا ذکر ہم قدیم مورخوں کی تصنیفات میں اسلیئے نہیں پاتے کہ ان کا یہ شیوہ رہا کہ اپنے تعصبات اور خیالات سے متاثر ہوئے بغیر کبھی کسی امر کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اس خواہش کا ذکر اس باب کے آخر میں کیا جائیگا۔ بہرحال فار قلیس نے جو توجہ آرائش بلدہ اور شہریوں کے سامان تفریح پر کی اسکے تو خود قدیم مورخ شاہد ہیں اور انکے بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایتھنز کی تاریخ کا یہ دور نہایت اہم اور درخشاں تھا۔ باب ہذا میں اسی ضمن میں یونان کی ذہنی ترقیوں کا حال بھی بیان کیا جائیگا۔

یونانیوں کا خیال تھا کہ جب خود مملکت فنون لطیفہ کی سرپرستی کرنے کیلیئے تیار ہو تو اُن فنون کو دیوتاؤں کی عظمت اور خدمت کیلیئے استعمال کرنا چاہیئے اور اسی اصول پر کاربند ہوکر فار قلیس چاہتا تھا کہ شہر کو زینت دیجائے اور زینت و آرائش کی بنیاد مذہب پر ہو۔

ایتھنز کی مربی دیبی پالاس اتھینا تھی اور گورس کی بود و باش اکروپولس میں تھی مگر دائرۂ اثر تمام سلطنت ایتھنز میں پھیلا ہوا تھا۔ اور جب لیگ کا خزانہ

دیلوس سے ایتھنز منتقل ہوا تو یہی دیبی اسکی حفاظت کی خاص طور پر ذمہ دار ہوگئی۔ خود اکروپولس کا چڑھاوا ایتھینا کی شان کے شایاں تھا اور جب اکروپولس کی تزئین اور آرائش کی گئی تو خواہ مخواہ فن پیکر تراشی کو بھی کمال حاصل ہوا +

کیمون نے ایتھنز کی آرائش میں کلی حصہ لیا تھا اور چونکہ فنون لطیفہ کے میدان میں فار قلیس نے کیمون کے ہی اصول کی پیروی کی[1] اسلیئے اس باب میں ہم سب سے پہلے کیمون کے کارہائے نمایاں کا ذکر کرینگے + کیمون اور فار قلیس میں یہ فرق تھا جہاں کیمون اپنے ذاتی روپے سے اخراجات بلدہ کا کفیل ہوتا تھا وہاں فار قلیس آرائش ایتھنز پر زر عامہ خرچ کرتا تھا، سچ تو یہ ہے کہ دونوں کا طریق اپنی اپنی جگہ درست تھا۔ اسلیئے کہ کیمون کو تو بڑی بڑی لڑائیوں میں مال غنیمت ملا تھا اور وہ ان امور عامہ میں اپنی ذاتی دولت باطمینان تمام صرف کرسکتا تھا مگر فار قلیس کو اس معنے میں کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اور چونکہ اسکے نزدیک ایتھنز کی زیبائش کا اصل مقصد یہ ہی تھا کہ ایتھنزی مذہب کا بول بالا ہو اسلیئے بہ نسبت افراد کے روپیہ کے مملکت کا روپے اس کار خیر میں لگتا ہی افضل و اولےٰ تھا۔

[1] پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کے متعلق معلومات میں زمانہ حال کی کھدائیوں سے معتدبہ اضافہ ہوا ہے اور مختلف مصنفوں کی تصانیف اور مباحث کے ذریعے سے ان کھدائیوں کے حالات چار دانگ عالم میں شائع ہو گئے ہیں + واخسموتھ کی تصنیف "شہر ایتھنز بزمانہ قدیم" (جلد ۱ ۱۸۷۴ء) میں بنیادی استاو پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی تھی مگر اس کتاب اور برشیان کے "جغرافیہ یونان" (۱۸۶۲ء) پر بہت معلومات کا اضافہ ہوا ہے + اس ضمن میں مفصلہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے:-

۱ ملش ہوفر: "ایتھنز" (بوئمیسٹر کا "مجموعہ یادگار ہائے قدیمہ" جلد ۱ ۱۸۸۴ء) +

۲ - لولنگ: "ایتھنز کا تفصیلی نقشہ" (میولر و "ریاض قدیمات" جلد ۳ ۱۸۸۸ء) +

۳ - بیڈیکر: "رہنمائے یونان" اشاعت دوم ۱۸۸۸ء +

۴ - بیوٹی شر: "ایتھنز کا اکروپولس" - برلن - ۱۸۸۸ء +

آخر الذکر کتاب میں فاضل مصنف نے نہ صرف آخر ترین تحقیقات کا ملخص دیا ہے بلکہ اپنی کتاب کو

اسکے برعکس کیمون دراصل اس طریقے کی ایک وسیع پیمانے پر پیش بندی کر رہا تھا جو مارسیلس اور فے بیس جیسے رومن سرداروں نے روا رکھا اور جنھوں نے روما کو مال غنیمت کے روپے سے معبدوں اور مجسموں سے آراستہ و پیراستہ کیا +

قدما سایہ دار مقامات پر خاص طور سے فریفتہ تھے جہاں وہ اپنا بیشتر وقت صرف کرتے تھے۔ اسی لیئے کیمون نے باغیچۂ اقادموس جو دیپلون دروازے کے سامنے تھا درست کرایا رفتہ رفتہ اسے لوگ جیم خانے کے طور پر استعمال کرنے لگے اور یہ نوجوانوں کا ورزش گاہ اور ضعیفوں کا فرودگاہ بن گیا + اسی مقصد سے اسنے اگورا میں درخت لگوائے اور ان ماہتابیوں کی تعداد میں اضافہ کیا جو اگورا کے ہر چہار طرف تھیں + کیمون کے ایک عزیز پبی سیاناکس نے شہر کے چوک میں ایک بہت بڑا ایوان تعمیر کرایا جسکی دیواروں کو خود پولیگنوٹس اور میکون نے مختلف تصاویر سے مزین کیا + اس ایوان کا نام پوئے کیلے یا "آشپانہ بوقلمون" پڑ گیا + جب کیمون تھے سیوس کی ہڈیاں جزیرۂ اسکیروس سے اٹھا لایا تو اسنے ان کے لیئے ایک مقبرہ بنوایا۔ مگر اس مقبرے کا محل وقوع اسوقت تک زیر بحث ہے۔ اور یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا یہ وہی خوبصورت عمارت ہے جو اس پھوٹی سی پہاڑی پر بنا ہے جو شمال و مشرق سے اریوپاگس اور دیپلون کے درمیان ہوتی ہوئی ہوا بازار تک چلی آتی ہے + اس تکدے کی طرز تعمیر سے یہ پتہ لگتا ہے یہ پارتھنون سے قبل کی عمارت ہے۔ اسکے مجسموں میں سے مشرقی اور ہر دو اطراف کی مورتی تختیاں اسوقت تک بدستور ہیں اور مشرقی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ بے شمار تصاویر سے مزین بھی کیا ہے +

پیوسانیاس نے ان تصاویر کے موضوعات اخذ کیے ہیں انکو اپنی کتاب میں تسلیم نہیں کیا +

۲ تھے سیوس امی بنانے کیلیئے جو میٹیریل کا مجموعہ دیکھنا چاہیئے جہاں پر گریف فن تعمیر اور مجسمہ سازی پر بحث کرتا ہے۔ اسی مضمون میں گریف نے مختلف تصانیف کے اقتباسات بھی دیئے ہیں + روایات کے بموجب یہ تھے سیوس ہی کا مندر تھا۔ زوس نے آریس کے متعلق خیال ظاہر کیا اور زیادہ مابعد میں ہرقل یا مغالستوس اور ایولو پاترواس کا نام پیش کیا گیا ہے +

تختیوں میں تو ہرقل کے کارنامے اور اطراف کی تختیوں میں تھے سیوس کے سوانح دکھائے گئے ہیں اور بعض مورخوں کا خیال ہے کہ یہ میرون کی دستکاری کے نمونے ہیں۔ اسیطرح اس عمارت کے صحن کے ہر چہار طرف جو حاشیہ تھا اسکا بھی ایک حصہ تاحال موجود ہے جسمیں لاپیتھون اور قنطورون کی باہمی جنگ دکھائی گئی ہے اور کے کولے کا خیال ہے کہ اس حاشیئے میں فدیاس کی صنعت کی علامات ہیں+ غرض یہ ہے کہ جہانتک طرز تعمیر کا تعلق ہے ہمیں یہ باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ مندر قریب ۴۶۰ ق م میں بنا ہوگا۔ مگر اس سے یہ ہرگز لازم نہیں کہ یہ ہی تھے سیوس کا مقبرہ یعنی تھے سیوم تھا+

کیمون نے اپنی توجہ اکروپولس کی طرف بھی مبذول کی اور اسکی قلعہ بندی کا خاص طور پر لحاظ کیا+ اسکا ہمیں پوری طور پر علم نہیں کہ ابتدا میں اسکی فصیل کی کیا حالت تھی۔ اس فصیل کا ایک حصہ تو پیلاسگی قوم کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور اسے اینیا پیلوس (نو درہ) یا پیلارگیکون یا پیلاسگی کون کہتے تھے+ جنگ ایران میں شہر کا ایک حصہ مسمار ہوگیا تھا اور جب ایتھنز ایران کے پنجے سے رہا ہوگیا تو شہر پناہ کے اس حصے کی مرمت کی گئی۔ فصیل کی تعمیر کیمون کے دور میں شروع اور عہد فارقلیس میں ختم ہوگئی اور بعض مورخوں کا یہ خیال درست نہیں معلوم ہوتا کہ شمالی دیوار مسطا کلیس کی تعمیر کردہ ہے+ جو اراضی جنوبی فصیل کی دوسری جانب تھی وہ پار تھے نون کیلئے مسطح کردی گئی تھی۔ اسی میں ٹیلے کی ڈھال کے دہنی جانب جنوب و مغرب کی طرف ایک برج تھا اور اسپر نیکے اپتیروس یا "فتحمند اتھینا" کا بتکدہ بنا ہوا تھا جسکا ذکر بعد میں آئیگا+

کیمون قلعے کی تزئین سے بھی غافل نہ تھا۔ اسنے قلعے میں نہ صرف چھوٹے چھوٹے مندر بنوائے اور اتھینا کے بتخانے کی بنیاد رکھی جسے بعد میں خود فارقلیس نے تکمیل کو پہنچایا اور جسکا پار تھے نون نام پڑا بلکہ اسنے "جنگجو اتھینا" کا تانبے کا ایک عظیم الشان مجسمہ فدیاس ولد خارمیدس سے بنوایا اور یہی اس مشہور سنگتراش کی درخشاں پبلک زندگی کی

ابتدا تھی [۳] جب غیر ممالک کے سیاح جہازوں پر بیٹھکر ایتھنز آتے ہوئے راس

[۳] ان مصنفوں کے علاوہ جنھوں نے برن، اوورنیک، ل۔ م۔ میل، مرے وغیرہ کی طرح یونانی فن پیکر پزیری پر علٰحدہ کتابیں لکھی ہیں، مفصلۂ ذیل مورخوں نے فدیاس کے حالات قلمبند کیئے ہیں:۔

۱۔ ل۔ دے رونشو: "فدیاس"۔ پیرس ۱۸۶۱ء۔

۲۔ ا۔ پیٹرسن: صنعت فدیاس۔ برلن۔ ۱۸۶۳ء۔

۳۔ والڈشٹائن: "فدیاس کی صنعت"۔ لندن ۱۸۸۵ء +

۴۔ والڈشٹائن کا مختصر مضمون بلومیسٹر کے مجموعے میں +

۵۔ کولی نیوں: "فدیاس"۔ پیرس ۱۸۸۵ء + فدیاس کی موت کے لیئے:۔

میولر شٹرلیونگ: "روایات بابت وفات فدیاس" (۱۸۸۲ء)۔

لیوشکے: "وفات فدیاس" (بون ۱۸۸۳ء) +

میولر شٹرلیونگ فیلوخوروس (جزو ۹۷) کی تصحیح کرتا ہے اور بجائے قدیم روایات کے جسکی صحت میں کلام ہے ایسا نظریہ قائم کرتا ہے جو ہمارے خیال میں بالکل درست ہے۔ مگر اسپر ہمارا ایک اصولی اعتراض ہے۔ میولر شٹرلیونگ کی عادت ہے کہ وہ ایسے واقعات مطلق نظر انداز کر دیتا ہے جنکا اسناد میں تو ذکر ہو مگر اسے عجیب و غریب معلوم ہوتے ہوں اور بعض مرتبہ تو محض اپنے مطلب کے خاطر فقرے کے فقرے تبدیل کر دیتا ہے (فدیاس۔ متی لنہ) ورنہ خود مصنف پر شک و شبہ رکھتا ہے (پلاٹیہ، کورکیرا) + ساتھ ہی یہ یاد رکھنا بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ اور اقوام کی طرح بعض مرتبہ یونانی بھی لغو بیانی سے کام لیتے تھے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انکے افعال ہمیشہ عقل کے مطابق ہوتے تھے + Sen Cortsor (۸'۲) کا بیان ہے کہ فدیاس پر ایک زمانے میں ایلیس میں تغلب کا الزام لگایا گیا تھا اسلیئے فیلوخوروس کے فقرے تبدیل کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی + ہم اسکا تعین کرنے سے قاصر ہیں کہ فدیاس کی عمارتیں کس ترتیب سے بنائی گئی تھیں اور جو کچھ نظریہ قائم ہو سکا ہے وہ محض قیاسات پر مبنی ہے۔ فیلوخوروس کے جزو متذکرہ بالا کی بنا پر

سونیوم کا دور کرتے تھے تو اس بت کے نیزے کی نوک ان عجائبات میں سے تھی جس پر سب سے پہلے انکی نظر پڑتی تھی ۔

اپنی پبلک زندگی کے ابتدائی دور میں ہی اسنے مار انھون کے مالِ غنیمت سے تیرہ تانبے کے مجسمے بناکر اس صنعت میں بھی کمال پیدا کیا ۔ ان میں سے ایک ملتیادیس کا مجسّمہ تھا جسکے ہر چہار طرف اپولو ، انھینا اور دس بڑے بڑے ایتھنزی سورما بیٹھے نظر آتے تھے ۔ ایلس کے باشندوں نے اولمپی زیوس کا بتخانہ تعمیر کیا تھا جسکے سر شلث اور مورتی تختیوں کا ذکر باب ۱۲ میں آچکا ہے ۔ اب انھوں نے فدیاس کو ایلس بلایا اور اسے زیوس کا سونے اور ہاتھی دانت کا مجسمہ بنانے کا حکم دیا ۔ زیوس قریب ۶۰ فٹ بلند تھا اسکے ایک ہاتھ میں فتح کی دیبی کا مجسمہ اور دوسرے ہاتھ میں عصائے سلطانی تھا ۔ اور یونانیوں کی نظر میں اسکے چہرے سے وہ تمام علامات ظاہر ہوتی تھیں جنھیں ہومر نے ابوالاٰلہ کی شخصیت کے ساتھ وابستہ کیا تھا + بعض مورخوں کا گمان ہے کہ اوتریکوئی کے زیوس کے مشہور سر سے فدیاس کے تخیل کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے ۔ مگر ہمارے نزدیک ایلس کے سکے اس سے بھی زیادہ فدیاس کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں + اولمپی زیوس کے تخت ، کرسی ، بنیاد اور جگلا غرض ہر چیز نہایت نفیس مجسموں سے مزین تھی اور ان بے شمار افسانوں اور روایات کی تصاویر دی ہوئی تھیں جنسے خدائے برتر کی عظمت و اقتدار صنف انسانی کے سامنے آشکارا ہو +

فدیاس کی واپسی سے پیشتر ہی کیمون کا انتقال ہوگیا تھا ۔ جب وہ ایتھنز آیا تو فارقلیس کی قوت شباب پر تھی اور اسنے لیگ کار و پیہ دیلوس سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ بہت سے مورخوں کا خیال ہے کہ فدیاس نے اولمپیہ کے زیوس کا مجسّمہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں تیار کیا تھا ۔ اس کے لیئے کرتیس کی تاریخ یونان ۲ (۶) ، ۵ ۸۴ و ۱ ۸۵ دیکھنا چاہیئے + رابرٹ اور بعض دیگر مورخوں کو اسمیں شبہ ہے کہ فی الواقع اگیلاداس فدیاس کا استاد بھی تھا +

ایتھنز منتقل کر کے قلعے کی دیبی کے خزانے میں بحفاظت تمام جمع کر دیا تھا۔ اب فار قلیس کو یہ خیال ہوا کہ اس روپے کا ایک حصہ (جو دراصل جنگ ایران کے انتظام کے لیئے جمع کیا گیا تھا) قلعے کی زینت پر خرچ کرنا چاہیئے۔ خراج ہر سال طلب کیا جاتا تھا اور وصول بھی ہوتا تھا مگر چونکہ جہازوں اور ملاحوں کی ضرورت نہ تھی اسلیئے اسکی رقوم ایتھنز کی زیبائش پر باطمینان کلی خرچ ہو سکتی تھیں اور ساتھ ہی حفاظت یونان کے اہم فرائض میں بھی کسی قسم کی کمی آنے کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ بلاشبہ خزانہ لیگ کی ہی ملکیت تھی مگر قلعۂ ایتھنز بھی تو اسی لیگ کی مربی دیبی کا مسکن تھا اور اگر یہ روپیہ اسکی تزئین میں خرچ کیا گیا تو یقیناً بیجا نہ تھا۔ اس معاملے پر اپنا حکم لگاتے وقت ہمیں قدما کے احساسات کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ یہ متعدد مرتبہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ابتدا میں یونانی اپنے مکانات نہایت سیدھی سادھی طرز کے بناتے تھے اور تمام صناعی پبلک ایوانوں پر صرف کر دی جاتی تھی۔ یونانی ایوان بلدیہ تک تعمیر نہ کرتے تھے اور یہ پبلک تعمیرات محض بتخانوں اور مندروں پر ہی مشتمل تھیں۔ اور اسمیں ہرگز مبالغہ نہیں کہ یونان میں فنون لطیفہ گویا یونانی مذہب کا جزو لاینفک تھے۔ کیمون نے اپنا ذاتی روپیہ لگا کر ہی ایتھنز کی عمدہ عمدہ روشیں اور نفیس ترین بالاخانے بنوائے۔ اسکے برعکس فار قلیس محض مملکت کا روپیہ ہی صرف کر کے مذہبی ایوان اور دیوتاؤں کے مجسمے تیار کراتا تھا اور لیگ کے اراکین کی شکایت کسی حالت میں انصاف پر مبنی نہیں ہو سکتی۔

فار قلیس کو ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اسکی فنی تجاویز کو راستے پر لائے اور جو اسکے مدبرانہ تخیلات کو ایسا بیرونی جامہ پہنائے جو صرف ایک صناع ہی پہنا سکتا تھا۔ اور فدیاس ان صفات کا حقیقی مجسمہ تھا۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ فدیاس ہر شعبہ کا مبدء بھی تھا اور نگران بھی۔ اسکی ماتحتی میں اس سے کمتر درجے کے بہت سے صناع کام کرتے تھے مگر اپنی شخصیت اور قابلیت کی وجہ سے وہ ان سب پر سبقت لے گیا تھا اور اسکی وہی حیثیت ہو گئی تھی جو پوپ لیو دہم کے دربار میں رافائل کی تھی۔ بلاشبہ اکثر ایسا ہوتا ہوگا

فدیاس اپنے مکان سے اکروپولس جارہا ہو اور اسکے ساتھ مصوروں، سنگتراشوں اور معماروں کی ویسی ہی فوج ہو جیسی خود رافائل کے ساتھ اسوقت ہوتی تھی جب وہ پاپائے روما کے محل کی طرف اپنے غیر فانی مجسمے تیار کرنے یا خود لیو کے سامنے اپنے نقشے اور خاکے پیش کرنے کیلیے جاتا تھا۔

جو عمارتیں فارقلیس کے حکم سے فدیاس نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائیں انمیں سب سے ممتاز پارتھنون تھا جو باکرہ دیبی ایتھینا کا مسکن تھا۔ زمانہ حال تک

۱؎ کرتیس کی تاریخ یونان (۲ (۶)، ۸۴۶) میں جو حواشی دیئے ہوئے ہیں وہ تاریخ فنون لطیفہ اور مفصل نقشہ کشی کیلیے قابل قدر ہیں۔

۲؎ اگر پارتھنون کے متعلق مزید معلومات کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے تو میکالس کی کتاب (لائپزگ ۱۸۷۱ء) کا مطالعہ کرنا چاہیے جسمیں فاضل مصنف نے اس تحقیقات کا ملخص دیدیا ہے جو اسوقت تک ہوئی تھی اور اسپر مدلل بحث کی ہے۔ ک، بیوٹی شر، پارتھنون کو ان بتخانوں میں شمار کرتا ہے جو دراصل عبادت گاہیں نہ تھیں بلکہ ایسی عمارات تھیں جو محض چڑھاوا چڑھانے کے لیئے بنادی گئی تھیں اور جنکا نام اسنے اگوئی "بتخانوں" کا نام رکھا ہے۔ اسی نظریئے کی خود کرتیس بھی تائید کرتا ہے ("تاریخ یونان" ۲ (۶)، ۸۴۶) مگر جولیس اور بعض دیگر مورخوں نے اسکے خلاف نہایت زبردست دلائل پیش کئے ہیں۔ اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ عمارت پارتھنون ایتھینا کے نام پر ایک عظیم الشان نذرانہ تھا اور مثل دیگر بتخانوں کے پارتھنون میں پجاریوں کا کوئی خاص سلسلہ نہ تھا۔ اسکے لیئے لولنگ (اسٹیولر ۳، ۳۴۰) اور فون سیبل (بیوٹیسٹر) کے مضامین دیکھنے چاہئیں۔ حال ہی میں ڈیورپ فیلڈ کی تحقیقات سے مختلف مندروں کے باہمی تعلق اور خاصکر پارتھنون سے پہلے کے مندروں کا مسئلہ بہت نمایاں ہوگیا ہے اور ڈیورپ فیلڈ اور پیٹرسن نے رسالہ انجمن آثار قدیمہ ایتھنز ۱۸۸۵ء میں ایک دوسرے کے مخالف دلائل پیش کئے ہیں۔ اسمیں شبہ نہیں کہ پی سستراتوس کا بتکدہ (جسکی تاریخ کا تعین اسوقت تک نہیں ہوسکا) ایرکتیوم کے جنوب میں تھا۔ اور گو ایتھینا کے نئے مندر کی بنیاد تو کیمون نے ہی رکھی مگر اسکی تکمیل فارقلیس نے اپنے خیالات کے مطابق کی۔ حال کی کھدائیوں سے ایتھینا پولیاس

اکثر مورخوں کا خیال تھا کہ موجودہ پارتھنون دراصل پی سٹراتوس کی ایک اور عمارت کے موقع پر استادہ ہے اور جو بنیادیں اسوقت تک ہیں وہ دراصل اسی قدیم عمارت کی باقیات ہیں۔ مگر حال ہی میں ایریکتیوم کے جنوب میں چند بنیادیں برآمد ہوئی ہیں اور اب اسمیں شبہ کی گنجایش ہی نہیں کہ یہ چھٹی صدی ق م کے ایک تبکدے کی بنیادیں ہیں۔ اسی لیئے پارتھنون کی بنیادوں کو کیمون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جسنے اس موقع پر اکروپولس کا ایک مندر بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ پارتھنون پندرہ سال تک زیر تعمیر رہا اور ۴۳۸ ق م تک مکمل نہ ہوسکا۔ فارقلیس کے زمانے میں اسکے میر عمارت اکتینوس اور کالیکراتیس تھے انھوں نے دوریائی طرز کی ستون دار عمارت تیار کی جسکے چاروں طرف ۴۶ ستون ہیں یعنی ۱۷ طول میں اور آٹھ آٹھ عرض میں۔ ہر ستون مرکز کی جانب ذرا منحدب ہیں اور ہر ستون میں بیس بیس نالیاں ہیں۔ ایونیائی طرز کے بموجب گردنے کو موتیوں کی لڑی منبت کرکے مزین کیا گیا ہے۔ اس بتخانے کے اندرونی حصے میں مشرق کی طرف پروناؤس یا برآمدہ تھا اور اسکے اور چاروں طرف ستونوں کی قطار کے درمیان صرف ستون ہی ستون تھے۔ عمارت کے وسط میں ناؤس یا عبادت گاہ اور اسکے مغرب میں اوپستھودوموس یا ظہری برآمدہ تھا جسکا رخ باہر کی طرف تھا۔ عبادت گاہ کے مغربی حصے کے چاروں طرف دیوار کھینچکر محدود کردیا گیا تھا اور اسی میں اتھینا اور مملکت ایتھنز کا روپیہ رکھا جاتا تھا۔ جیسے عمارت کے اندر کی طرف منبت کاری تھی ویسے باہر کی جانب بھی گلکاری اور پھول پتھریوں میں رنگ آمیزی کرکے اسکو اور بھی خوبصورت بنادیا گیا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ("مرمپیر") کے مندر کے مشرقی جانب قدیم شاہی قلعے کی فصیل برآمد ہوئی ہے اور یہ وہی عمارت ہے جسے ہومر ایریکتیوس کا مسکن بتاتا ہے ("جریدۂ لسانیات برلن"۔ ۱۸۸۸ء ۹) اور اس عمارت میں اور ترینز کے محل میں صریح یکسانی پائی جاتی ہے۔ "جریدۂ لسانیات برلن" ۱۵ کے مطابق اکروپولس کے عجائب خانے کے سامنے ۱۴ میٹر کے عمق پر تانبے کے برتن اور مکانوں کی دیواریں نکلی ہیں۔

اس مندر کا سب سے خوشنما اور خوبصورت زیور وہ مجسمے تھے جو سر مثلث، مورتی تختیوں اور اندرونی گردنے پر بنے ہوئے تھے۔ مشرقی سر مثلث میں اتھینا کی پیدائش کا واقعہ دکھایا گیا تھا اور مغربی سر مثلث میں اتھینا اور پوسیڈون کی باہمی جنگ کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ ان میں سے اکثر بت جو محض منبت کاری کے نمونے نہیں بلکہ مکمل مجسمے ہیں عجائب خانہ برطانیہ میں اسوقت تک موجود ہیں اور ان سے یونانی فن سنگتراشی کا انتہائے کمال ظاہر ہوتا ہے۔ جو اثر ان مجموعوں کے مفصل مطالعہ سے انسان کے دل پر ہوتا ہے وہ ان افراد کے اجسام اور لباس سے ہرگز زائل نہیں ہوتا جن پر یہ مجموعے مشتمل ہیں اور ان کے سکون میں کسی قسم کی سختی ہے نہ حرکات میں بے آرامی، دراصل ان مجسموں کی ہی مدد سے ہمیں یونانی صناعی کی ماہیت معلوم ہوتی ہے اور جب یہ مجسمے لندن آئے اور دنیا انسے واقف ہوئی تو بہترین اور بلند پایہ صناعوں اور دستکاروں نے ان کی مدح سرائی کی اور ان کا اثر ہمارے فنی تخیلات پر اسقدر پڑا کہ ان میں دفعتہً انقلاب پیدا ہوگیا، چونکہ مورتی تختیوں میں جو جگہ تھی وہ محدود تھی اسلیئے حسب معمول انمیں دیوتاؤں اور دیو ہیکلوں مثلاً لاپی تھیوں اور قنطوروں، ایتھنزیوں اور امیزنوں، یونانیوں اور تروپانیوں کی باہمی جنگ کے نقشے دکھائے گئے تھے۔ ان میں سے بعض مورتیں تو لندن میں ہیں اور بعض خود اکروپولس میں موجود ہیں، گردنوں کی منبت کاری میں بین اتھینائی جلوس کی ایک تخیل آمیز تصویر دی ہوئی ہے۔ اس تصویر میں جلوس اور اسکے ابتدائی مراحل کو مخلوط کر دیا ہے اور جلوس دیوتاؤں کے سامنے ہوکر گذرتا ہوا نظر آتا ہے، اس مجموعے میں متناسب اور عالی منشی کے حرکات خوب دکھائے ہیں۔ بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ بہت سے کھڑے ہوئے بہت سے گھوڑوں اور گاڑیوں پر سوار بعض ساکت اور بعض متحرک۔ اور لطف یہ ہے کہ جسقدر جگہ صناع کو میسر آئی ہے اسکا یہ انتظام کیا ہے کہ نہ تو کوئی جگہ خالی ہے اور نہ زیادہ اژدحام ہی معلوم ہوتا ہے اور ایک ہی قسم کی حرکت کے تواتر سے بھی کوئی سقم نہیں پیدا ہوتا۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو آجکل کے بھی بڑے بڑے

صناعوں میں مشکل سے پائی جاتی ہیں + غرض یہ ہے کہ پارتھنن کے سرمثلثی مجموعے نہایت اعلیٰ درجے کے مناظر سے بھرے ہیں۔ جنمیں ناٹک کی نفاست پائی جاتی ہے اور مورتی تختیوں میں چھوٹی چھوٹی متحرک تصاویر اور گردنوں میں مسلسل قصے دئے ہوئے ہیں جنمیں رزمیانہ انداز کا اثر چڑھاؤ پایا جاتا ہے + ممکن ہے کہ فدیاس نے گردنے اور تختیاں اپنے شاگردوں سے بنوائی ہوں مگر سرمثلثوں میں تو نہ صرف اسکا تخیل بلکہ خود اسکی دستکاری نظر آتی ہے اور اسمیں تو شبہ کی گنجایش ہی نہیں کہ مندر میں جو سونے اور ہاتھی دانت کا بت تھا وہ اسی کے ہاتھ کا بنایا ہوا تھا + یہ بت استادہ اتھینا کا تھا اور اسمیں دیبی کا ایک پیر ذرا پیچھے کی طرف ہٹا ہوا اور دہنا ہاتھ جسمیں پروازِ فتح کا بت تھا آگے کو بڑھا ہوا ایک چھوٹے سے ستون پر رکھا ہوا تھا اور بایاں ہاتھ ایک ڈھال پر رکھا ہوا تھا اور جسکے وسط میں ایک گورگون* کا سر بنا ہوا تھا + بت کے جوتے اور ڈھال اور اس ستون پر جسپر بت رکھا تھا سب پر مورتیں ہی مورتیں تھیں اور ڈھال پر مسلح عورتوں کی لڑائی کی تصویریں تھیں جنمیں فدیاس نے اپنی اور فار فلیس کی تصویریں بھی بنا دی تھیں۔ اس مجسمے کو ۴۳۸ ق م کے پین اتھینا کے میلے کے موقع پر حلیفوں اور غیر ملکیوں کے روبرو تحسین و آفرین کے نعروں میں بے نقاب کیا گیا۔

ع حال میں دو مجسمے برآمد ہوئے ہیں جنکی ساخت سے ہمیں فدیاس کے "اتھینا پارتھنوس" کا بہتر اندازہ ہوسکتا ہے۔ ایک تو وہ مجسمہ ہے جو لینورمون کے نام پر منسوب ہے اور جو پنکس کے قریب ۱۸۵۹ء میں ملا تھا اور دوسرا وہ اہم مجسمہ ہے جو واٹیکن میں ۱۸۷۹ء میں برآمد ہوا تھا۔ یہ دونوں بت ایتھنز کے مرکزی عجائب خانے میں موجود ہیں اور اول الذکر کی تصویر کولی نیون کے "فدیاس" میں صفحہ ۲۵ پر دی ہوئی ہے + پارتھنوس کے سر کے صحیح اندازے کیلئے اسپازیس کا جواہر (جواب واٹنا میں ہے اور جسکی تصویر اس کتاب کی جرمن اشاعت کے سرورق پر دی ہوئی ہے) اور کول اوبا (پٹرو گراڈ) کے طلائی تمغے قابل ذکر ہیں۔ ڈھال کیلئے سٹرنگفرڈ کی ڈھال (جواب عجائب خانۂ برطانیہ میں ہے) غور سے دیکھنا چاہئے لینورمون مجسمے کی ڈھال بھی منت کاری کی گئی ہے +

* گورگون وہ کریہہ منظر عورتیں تھیں جنکے سر پر بجائے بالوں کے سانپ لہراتے تھے (مترجم) +

اور قریب سات سو سال تک یہ مندر اس بت کا مسکن رہا۔ مذہب عیسوی کی تبلیغ پر لوگوں نے اسے گرجا بنا کر حضرت مریم کے نام پر منسوب کر دیا مگر ۱۶۸۷ء میں ایتھنز پر وینس والوں نے حملہ کیا اور اسکے بم سے اسکا وسطی حصہ اڑ گیا۔ انیسویں صدی کی ابتدا میں لارڈ الگن پارتھنون کے مجسمے انگلستان لے آیا اور انھیں برطانوی حکومت نے خرید کر عجائب خانہ برطانیہ میں رکھ دیا جہاں یہ اسوقت تک موجود ہیں۔

اکروپولس کی عبادت گاہ تو تیار ہوگئی اب اسکا صدر دروازہ بننا باقی تھا جو اسکی شان کے شایاں ہو۔

۱؎ فون ولاموویٹز میولینڈورف نے اپنی کتاب "تحقیقات لسانیات" کی پہلی جلد میں شہر پناہ اور قلعے پر ایک نہایت دلچسپ مضمون لکھا ہے اور اسمیں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پرانی شہر پناہ پی سسٹراتوس نے مسمار کر دی اور ۴۹۰ ق م میں اسکا وجود ہی نہیں رہا۔ میولینڈورف کے اس نظریہ کا کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ پی سسٹراتوس نے محض اسلیئے فصیل مسمار کرائی کہ یہ وہ غیر محفوظ شہر پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ مگر یہ بالکل ممکن ہے کہ اسنے ایسا ہی کیا ہو اور ۴۹۰ یا ۴۸۰ ق م میں یہ دیواریں باقی نہ رہی ہوں۔ پیلارگی کون یا پیلاسگی کون اور اسکے نو دروازوں کے متعلق مورخوں میں اختلاف ہے۔ گرتیس (۱۸۷۴ء) کے نزدیک یہ اس فصیل کا نام تھا جو قلعے کے گرداگرد کھنچی ہوئی تھی اور اسمیں نو دروازے تھے جنمیں باہر سے نوسڑکیں قلعے کے اندر جاتی تھیں۔ اور اسکا سطحی خاکہ بیوتی شر کی کتاب "اکروپولس" (نقشہ، صہ ۵) میں دیا ہوا ہے مگر جب سے شاہی محل برآمد ہوا ہے اسوقت سے وہ نظریہ دوبارہ پیش کیا گیا ہے جو گرتیس کے نظریئے سے پہلے مانا جاتا تھا اور وہ یہ ہے کہ دراصل قلعے کے اندر جانے کا راستہ تو ایک ہی تھا مگر اسکی حفاظت کیلیئے نو دروازے یکے بعد دیگرے تھے۔ غالباً پارتھنون کی تعمیر کیلیئے اراضی اسوقت مسطح کی گئی ہوگی جب کیمون نے جنوبی فصیل بنائی پیلارگی کون کیلیئے لولنگ کا مضمون (مجموعہ اٰمیولر) ۳، صہ ۳۳۵-۳۸ اور قلعے کے جغرافیے کے لیے صہ ۳۳۶ دیکھنا چاہیئے اور بیوتی شر کے نقشہ "اکروپولس" (۵) میں خاکوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ پینگاہ یا صدر دروازے کے مسئلے پر رابون نے اپنی تصنیف "پروپی لیا" (برلن ۱۸۸۲ء) میں مفصل بحث کی ہے اور ڈرم نے "جزیدۂ فن مصوری" میں اور ڈیوپ فیلڈ نے

کیمون کا مقصد تو یہ تھا کہ اس عمارت سے قلعہ کا کام بھی لے مگر چونکہ طولانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) "معلومات متعلق شہر ایتھنز" میں کی ہے + "فتح" کے مندر پر روس، شلو برٹ اور ہینسن نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے (برلن ۱۸۳۹ء) اور کیکولے نے جنگلے کی منبت کاری کا حال لکھا ہے (اسٹنگارٹ ۱۸۸۱ء) + ان تصانیف کے علاوہ لولنگ کا مضمون (۱، میولر ۳، ۱۴۱) کار آمد ہے۔ اور اسی مورخ کی تحقیقات اریکتیوم (میولر ۳، ۳۴۹) بھی قابل دید ہے جہاں اسناد کی فہرست دی ہوئی ہے اور فارقلیس کی عمارت اوویوم کے لیئے پلوٹارک کی حیات فارقلیس (۳) اور لولنگ (میولر ۳۲۶) کے خیالات کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔ اکروپولس کے حالات کے متعلق ا، ملشہوفر نے اخبار "نوئے پچے رنڈ شاؤ" (ماہ مئی ۱۸۸۸ء) میں ایک نہایت قابلانہ مضمون لکھا ہے جسکے چند فقرے اسقدر حسب حال اور مناسب ہیں کہ یہاں انکے نقل کرنے سے میں باز نہیں رہ سکتا۔ وہ لکھتا ہے:-

غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م سے یہ قلعہ گویا شہر کا تتمہ ہوگیا اور جسطرح اس کے نام (اکروپولس) میں لفظ "پولس" برابر قائم رہا اسی طرح وہ شہر اور اسکی بہترین عمارات کا منتخبہ تھا اور اسمیں استحکامات، حرم، خزانہ اور عجائب خانہ سب ہی چیزیں موجود تھیں چونکہ یہ اتھینا کا مسکن تھا جو ایتھنز کی محافظ تھی اسلیئے اسے ایسا بنایا گیا تھا کہ باہر سے قلعہ معلوم ہو۔ اسکے صدر دروازے کی ساخت بدلکر اب اسے پروپی لیا یا پیشگاہ کردیا گیا تھا + رواقوں سے باہر فتح کی دیبی اتھینا کا خوبصورت چھوٹا سا مندر تھا اور فصیل کی جگہ اب سنگ مرمر کی ایک دیوار تعمیر کردی گئی تھی اور اسکے شمالی حصے میں اتھینا کے قدیم بتخانے کے ستون اور حاشیئے چن دیئے گیئے تھے تاکہ ایتھنزیوں کو ایرانی حملے کے نقصانات اور اسکی کامیاب مدافعت کی یاد تازہ رہے + دراصل یہ قلعہ کا قلعہ ایک عظیم الشان حرم تھا اور اسکی ساخت بہت بڑی قربانگاہ کی سی تھی اور وہ گویا اتھینا، زیوس، پوسیدون اور دوسرے دیوتاؤں کے نام پر ایک چڑھاوا تھا + اس کی چوٹی پار تھے نون سے زرین تھی اور اریکتیوم گویا پالاس کے بت اور اسکے متعلق قدیم روایات اور باقیات کا مسکن تھا + خواہ اکروپولس میں خواہ اسکے نیچے کے محترم حدود کے اندر یونان کے سب سے بڑے

فصیل کی تعمیر سے ایتھنز میں کسی قلعے کی ضرورت باقی نہ رہی تھی اور چونکہ اسے یہ بھی خوف تھا کہ اکروپولس کے مزید استحکام سے ممکن ہے کہ لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوجائے کہ فارقلیس خود سر بننے کا آرزومند ہے اسلیئے اس نے اکروپولس کی قلعہ بندی کا خیال ہی چھوڑ دیا + ایتھینا دیبی کا مسکن خاص ہونے کی حیثیت سے خود مذہبی روایات ہی گویا اس کی محافظ تھیں اور کوئی امر مانع نہ تھا کہ بجائے قلعہ بند پھاٹک کے ایک عالیشان صدر دروازہ تعمیر کیا جائے۔ اسکا علم نہیں کہ اکروپولس کی چٹان کے نیچے کس قسم کی عمارت بنائی گئی مگر چٹان کی چوٹی کے قریب ایک کنارے پر میر عمارت منے سکلیس کی نگرانی میں غالباً ۴۳۷-۴۳۲ ق م میں پروپی لیا یا صدر دروازہ تعمیر کیا گیا + اس کے سامنے کے حصے میں چھ ستون تھے۔ باہر سے یہ بجائے خود ایک مندر معلوم ہوتا تھا اور اسکے اطراف کے ستون باہر کو نکلے ہوئے اور پیش گاہ کے بالکل مقابل تھے + شمالی حصے میں تصویر خانہ تھا اور یہ حصہ جنوبی حصے سے زیادہ چوڑا تھا اسلیئے کہ جنوب کی طرف پروپی لیا کے قریب ہی بازو دار نیکے (فتح) کا مندر تھا اور اس مندر کا دروازہ حائل ہونے کی وجہ سے جنوبی حصے کو مزید وسعت نہ دیجا سکتی تھی اس مندر کی عمارت نہایت مختصر یعنی طول میں ۵½ میٹر اور عرض میں ۵ میٹر تھی +

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دیوتاؤں اور دیبیوں کے نام پر نذریں چڑھائی جاتی تھیں اور بئورون کے ارتمیس، دمیتر "ام الارض" ہیفائستوس، دیونی سیوس (جسکی تماشہ گاہ اسوقت تک چٹان کے جنوب مشرقی حصے پر ہے)، اسکلے پیوس، افرودیت، کاری تیس، پان اور نمف۔ غرض اس قلعے میں دیوتاؤں کا مجمع تھا اور یہی اٹیکا کا "پان تھیون" (دیوآلیا) تھا + پان تھیون کے ساتھ ہی یہ قلعہ خزانے کا بھی کام دیتا تھا اور اسین ارکین لیگ کا خراج اور ایتھینا اور دوسرے دیوتاؤں کا مخصوص روپیہ بت خانے کے ظہری کمرے (اوپستھودوموس) میں رکھا رہتا تھا۔ اسمیں عجائب خانہ بھی تھا جسمیں مختلف طرز تعمیر کے نفیس ترین نمونے اور نذروں اور پیشکشوں کا ہجوم رہتا تھا جنپر اس دور کے بڑے بڑے صناعوں نے اپنی تمام صنعت صرف کردی تھی۔ اور ان سب خصوصیات کے سوا پروپی لیا میں تصویر خانہ بھی تھا۔

اس کے گرد نے کا بیشتر حصہ جس میں دیوتاؤں کے جلسوں اور باہمی جنگ و جدل کے مجسمے دئے ہوئے تھے اسوقت تک محفوظ ہے مگر وہ اتنے خوبصورت نہیں جتنی وہ منبت کاری ہے جو اس طرف کے کنگوروں پر کی گئی ہے جہاں فتح کی دیویاں فتح و نصرت کے نشانات قائم کرتی ہوئی قربانی کے جانور چڑھاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اگر کوئی مسافر فتح کے مندر کے مغرب کی طرف کھڑا ہو تو اسکے سامنے ایک وسیع بحری اور بری منظر ہوگا اور وہ الیوسس، سالامس، کوہستان میگارا، اکروکورنتھ، خلیج سارون، آئی گینا تک تمام ملک بلکہ آرگولی اکتے کے جنوب میں جزیرہ ہیدریا تک دیکھ سکے گا۔ اس موقع سے وہ تمام کارروائیاں نظر آتی تھیں جو ایتھنز کے دشمن اسکے خلاف کرتے تھے اور چونکہ یہاں سے "فتحمند" اتھینا اپنی محفوظ اراضی پر اچھی طرح نظر دوڑا سکتی تھی اور اپنے حریف کورنتھ کی دیبی افرودیت کو آسانی تمام دیکھ سکتی تھی اسلیئے اسکے مسکن کیلیئے اس سے بہتر جگہ ممکن نہ تھی۔

ہمارے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ اکروپولس کی چوتھی اہم عمارت یعنی اریکتیوم کی تعمیر فارقلیس ہی کے زمانے میں شروع ہوئی مگر باقیات سے یہ ضرور پتہ لگتا ہے کہ اسمیں کیمون کے دور کی جملہ خصوصیات پائی جاتی ہیں خواہ درحقیقت یہ اسکے بعد ہی بنا ہو۔ جس جگہ "مربیہ" اتھینا کے ساتھ اریکتیوس کی پوجا ہوتی تھی وہاں ابتدا ہی سے اسی قسم کی عمارتیں موجود تھیں اور پارتھنون کا اولین تبکدہ اسی جگہ بنا ہوا تھا۔ مگر ان عمارتوں کی ظاہری شکل و صورت کا ہمکو پتہ نہیں۔ قلعے میں اریکتیوم ہی سب سے قدیم عمارت تھی اور یہیں زیتون کا وہ درخت تھا جسے (نعوذ باللہ) اتھینا نے پوسئیدون سے جنگ کرتے ہوئے پیدا کیا تھا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اریکتیوم کی جو صورت آج نظر آتی ہے وہ جنگ پیلوپونیز کے بعد تک مکمل نہیں رہی تھی۔ یہ ایونیائی طرز کی عمارت ہے اور اسکا رخ مشرق سے مغرب کی طرف کو ہے اور اسکی شکل بے قاعدہ ہے۔ اسکی مغربی جانب ستونوں کی دو قطاریں شمال اور جنوب کی طرف نکلی ہوئی ہیں۔ اس عمارت کا سب سے مشہور وہ برآمدہ ہے جسکی چھت بجائے ستونوں کے کاریاتی دیبیوں یا عورتوں کے مجسموں پر استادہ ہے اور یہ عورتیں پتھر اور مٹی کے چبوترے پر

کھڑی ہوئی ہیں۔ (واضح ہو کہ یونانی فن تعمیر کے احیاء کے بعد اسی ارکتیوم ہی کے نمونے پر اطالویوں نے اکثر کمانچے تیار کئے ہیں) اس کے قریب ہی پوسئیدون، ہفائستوس بوتیس سورما، اور گگروپس کی بیٹیوں یعنی پندروسوس اور اگلاؤروس کی پوجا ہوتی تھی اور اگلاؤروس کے نام پر ایک چھتا بھی منسوب تھا جو اسوقت تک موجود ہے۔ ارکتیوم میں تو اتھینا دیبی کی خاص پجارن اور قریب کے مکانوں میں باقی پجارنیں یعنی آرفورے رہتی تھیں۔

جسطرح اکروپولس اور اسکی بڑی اور چھوٹی عمارات اور مجسمے (جنمیں سے بعض کا ذکر کیا گیا ہے اور بعض کا نہیں کیا گیا) گویا ایتھنزیوں کی طرف سے ایک نذرانہ تھا جو انکی اپنی دیبی کے قدموں پر چڑھایا گیا تھا اسی طرح پین اتھینیا کا تہوار اس عقیدت مندی کا اظہار تھا جو ایتھنز کو اپنی مربیہ کے ساتھ تھی۔ یوں تو یہ تہوار ہر سال ہوتا تھا مگر ہر چوتھے برس اس میں غیر معمولی تزک و احتشام کیا جاتا تھا اور یہ مہاپین اتھینیا کہلاتا تھا۔ اسمیں تفریح کے متعدد سامان تھے۔ یعنی کشتیاں اور گھوڑوں کے کرتب (جنسے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اتھینا اور پوسئیدون دیوتا کی پوجا میں کیا تعلق ہے)۔ ورزشی کرتب، اور فن موسیقی کے مقابلے جنمیں بانسری اور بربط بجائے جاتے تھے اور محفلہائے سرود منعقد ہوتی تھیں۔ ابتدا میں تو موسیقی کے مقابلوں کے بجائے ہومر کی نظمیں پڑھی جاتی تھیں مگر فارقلیس نے ان مقابلوں ہی کو ترجیح دی اور ان کے لیئے باکھوس کی تھیٹر کے قریب ایک سرودگاہ ("اودیون") زرکسیز کے اس ڈیرے کے نمونے پر بنایا جو لڑائی میں یونانیوں کے ہاتھ لگا تھا اور اسمیں بہت سے ستون لگائے اور اسپر ایرانی جہازوں کے پردوں اور مسطولوں کی چھتگیری لگائی اس عمارت کا تو کوئی حصہ باقی نہیں رہا مگر ایک اور سرودگاہ کے کھنڈر موجود ہیں جو ہیرودیس اٹیکوس نے بنایا تھا یہ بالکل تھیٹر کی سی عمارت تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ اس طرز کی عمارات یعنی اودیا (سرودخانے) مسقف ہوتی تھیں اور یونانی تھیٹر عام طور پر کھلے ہوئے بنائے جاتے تھے۔

موسیقی اور ناٹک کے مقابلوں کا اصل مقصد سنگیتیے مہیا کرنا تھا اور انہیں جو لوگ

اوّل آتے تھے انھیں انعام میں تپائیاں دی جاتی تھیں۔ مگر جیتنے والے بجائے انھیں اپنے گھر لیجانے کے کسی نہ کسی دیوتا کے نام پر منسوب کرکے کسی عام گزرگاہ پر رکھ دیتے تھے۔ خود انھیں حتے المقدور آراستہ و پیراستہ کرنے کی کوشش کی جاتی تھی اور جن ستونوں پر وہ رکھی ہوتی تھیں وہ بھی نہایت نفیس ہوتے تھے۔ ایسی بہت سی تپائیاں اس سڑک کے کنارے رکھی تھیں جو دیونی سیوس کے تھیٹر سے مشرق کی طرف اکروپولس کا دور کرکے شمال کی طرف چلی گئی ہے اور ان میں سے ایک یعنی لیسکراٹیس کی تپائی آجتک موجود ہے +

جہاں ایتھینا کے میلے کا سب سے نادر جزو وہ جلوس تھا جو پارتھنون کے حاشیئے کے مجسموں کی وجہ سے غیر فانی ہوگیا ہے + اس تہوار کے موقع پر ایتھنز کے مرد، عورتیں، شہری اور غیر شہری سب اپنی مربی دیبی کے سامنے شہر کی نامزد لڑکیوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی اور زردوزی کی ہوئی ایک خلعت پیش کرتے اور زمانۂ مابعد میں یہ خلعت ایک جہاز نما گاڑی پر لہراتی ہوئی مندر کو جاتی تھی + اور وہاں ایتھینا "پولیاس" کے بت کے ہر چہار طرف لٹکائی جاتی تھی۔ اور جو بیل اس موقع پر قربانی چڑھتے تھے انکے گوشت سے ایتھنزیوں کی دعوت کی جاتی تھی +

آریوپاگس (یا کوہِ "آریس") کے شمال اور اکروپولس کے شمال و مغرب میں ایتھنز کا بازار یا چوک تھا اور اسکے مغرب میں ایک ٹیکرہ تھا جسے عام طور پر سب لوگ سیوم کہتے تھے[۵] اس چوک میں اور اسکے قرب و جوار میں ایتھنزیوں کے

[۵] تاریخی زمانے میں بازار صرف آریوپاگس کے شمال کی جانب تک ہی محدود تھا + کنوپرٹ نے "ہفتہ وار جریدۂ لسانیات ایتھنز" کے ضمیمہ ۱۸۸۱ء میں اگورا کی ترتیب اور مختلف پبلک عمارتوں کی شرح تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس موضوع کیلئے ملش ہوفر کا مضمون "ایتھنز" (میوسیٹر) اور لولنگ کا مضمون (اسیولر) قابل ذکر ہیں + پری تانیوم چوک میں نہ تھا بلکہ قلعے کے شمالی جانب اگلوریوم کے قریب تھا + چوک یا بازار کے مشرق کی عمارات تو اسوقت تک باقی ہیں (مثلاً وہ عمارت جسے ورزش گاہ ہیڈریان کہتے ہیں۔ "ہوا برج" اور اس کے قریب کی پیشگاہیں اور وہ دروازہ جو بازار میں نہ تھا مگر جسکا نام "درِ بازار" پڑگیا ہے) ۔

پبلک اور خانگی معاملات طے ہوتے تھے۔ جنوبی حصہ تو شہر کی سیاسی زندگی کا مرکز اور شمالی خرید و فروخت کے لیئے مخصوص تھا، شمالی حصے کے مغربی کنارے پر دو نہایت خوبصورت بالاخانے جنھیں "صحن خسروی" اور "صحن شتری" (استوا ایلیو تھرویس) کہتے تھے اور اپولو پیٹروئس کا بتخانہ تھا اور "صحن شتری" بارہ دیوتاؤں کی تصاویر سے مزین تھا۔ اس کے مغربی جانب ایوانہائے مملکت تھے مثلاً میتروئم (دفترخانہ مملکت)، بولیوتیریون (ایوان مجلس خاص)، ایوان مدور یعنی تھولوس (طعامخانہ پری تانیس) استراتی گیوم (دفتر افواج)، دسوں قبیلوں کے سورماؤں کے بت، خودسروں کے قاتلوں کے مجسمے، اور مشرق کی طرف ذرا ہٹکر میتروئم اور بولیوتیریون کے دونوں طرف پوئے کیلے تھے جنکا بیان اس سے پہلے باب دوازدہم میں کیا جاچکا ہے۔ "صحن خسروی" اور پوئے کیلے سے ایک راستہ نکلتا تھا جسے شاہ راہ ہرمیس کہتے تھے مگر یہ ٹھیک نہیں بتایا جاسکتا کہ یہ کس طرف کو جاتا تھا۔ اس بازار کے شمالی حصے میں دو کانیں اور مشرقی جانب شاہ اتالوس دوم کا رواق تھا (جسکے باقیات تاحال موجود ہیں) جسمیں اکثر عصر کے وقت مختلف قماش و طبائع کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ جنوبی پیشگاہوں میں وہ لوگ بیٹھتے تھے جنھیں عدالتوں میں کام ہوتا شمال کی طرف وہ لوگ جاتے جنھیں کچھ خرید و فروخت کرنی ہوتی یا کسی دوکاندار سے کچھ کہنا سننا ہوتا۔ بازار میں ہر قسم کا مال و اسباب پٹاروں میں چنا رہتا۔ وہیں صراف سکوں کا ڈھیر لگائے ہوئے بیٹھتے۔ اور وہیں ایسے لوگ بھی چلتے پھرتے نظر آتے جنھیں کوئی کام نہ ہوتا۔ قدیم روایات کے مطابق پنکس یا نشستگاہ جمعیت عوام اسی بازار کے جنوب کی طرف کو تھی اور شاید مقرر اسی چٹان کے ٹکڑے پر کھڑے ہوکر تقریر کرتے ہونگے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مگر خاص چوک کی عمارتوں کے اب بہت کم نشانات باقی ہیں۔ پتاھیوں کی سڑک کیلیئے لولنگ (۱ میولر) ۳، ۳۲۶، پنکس کے لیئے ۳۲۱ وغیرہ، ایتھنزی قبرستان اور خانگی عمارتوں کے لیئے جن کا رواج چوتھی صدی ق م سے پڑا) ۳۳۰ کا مطالعہ بہتر ہوگا۔

جو اسوقت تک اس موقع پر آگے کو نکلا ہوا ہے + بازار کے شمال و مغرب کی طرف شاہراہ دروموس ایتھنز کے صدر دروازے یعنی دیپلون کی طرف جاتی تھی اور اسکے دونوں طرف ستونوں کی قطاریں بنی ہوئی تھیں اور شہر کے باہر قبرستان میں ہوتی ہوئی اقادمیہ اور کولونوس کی طرف چلی جاتی تھی + اس قبرستان میں بہت سے ایتھنزی سورماؤں اور مدبروں مثلاً سولون اور فارقلیس کی قبریں تھیں ۔ اس محلے کو دیموس کیرامی کوس یعنی کمہاروں کا محلہ کہتے تھے اور حال میں ہی اس محلے میں بہت سے مقبرے برآمد ہوئے ہیں جنسے تاریخ فنون لطیفہ میں معتدبہ معلومات کا اضافہ ہوا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م کی اٹیکا کی قبروں پر جو منبت کاری ہے وہ اپنی سادگی کے سبب سے نہایت ہی دلفریب ہے +

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنزی صنعت کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اتھینا کی عظمت کا لوگوں کے دلوں پر نقش کیا جائے مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے اس دیبی کے سوائے دیگر معبودوں کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا تھا اور بعض تپائیاں (جنکا ذکر اوپر آچکا ہے) باکھوس کے نام پر بھی چڑھائی گئی تھیں ہم رفتہ رفتہ دیونی سیوس کا بھی ذکر کرینگے مگر بہتر ہے کہ یہاں سنگتراشی کے ضمن میں ان عمارتوں کا بیان مناسب ہے جو دیمیتر کی خاطر بنائی گئی تھیں + گو دیمیتر کے شہر ایلیوسس کی مقدس عمارتوں کے کھنڈر اتنے عالیشان نہیں ہیں جتنے اکروپولس کے مگر اس میں شبہ نہیں کہ فارقلیس کی خواہش تھی کہ اس زمانے کے بڑے بڑے صناع صرف ایتھنز کی ہی تزئین نہ کریں بلکہ ایلیوسس کو آراستہ کرکے بھی اپنے جوہر دکھائیں[۹] اور یہاں کی مذہبی عمارتوں سے

[۹] ایلیوسس کی عمارات کیلئے بیڈیکر (دوسری اشاعت) دیکھنی چاہیئے جہاں بجائے پرانے نقشے کے جو بئومیئسٹر کے مجموعے کی پہلی جلد سے لیا گیا تھا ایک بالکل نیا نقشہ لگایا گیا ہے + تبکدے کی کھدائی کا کام یونانی انجمن آثار قدیمہ کر رہی ہے + ایلیوسس کی جو نبت کاری ایتھنز کے مرکزی عجائب خانے میں موجود ہے اسکی بئومیئسٹر میں صـ۴۱۳ پر نقل ہے + مختلف

ایک مخصوص طرز تعمیر کا اندازہ ہوتا ہے + باہر کی طرف کی پروپی لیا یا پیش گاہوں سے تو ایتھنز کی پیش گاہوں کا نقشہ سامنے آجاتا ہے مگر ان کے علاوہ اندر کی طرف بھی چھوٹی چھوٹی پیش گاہیں تھیں جو بیرونی پروپی لیا کی نسبت سے ذرا ٹیڑھی بنی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی رازوں کے فاش ہونے کے خیال سے اسکی ضرورت تھی کہ پروپی لیا اور بیرونی دنیا کے درمیان کوئی نہ کوئی سدراہ حائل ہو۔ خاص "تبکدۂ اسرار" کی بنیاد تو اکتینوس نے ڈالی تھی مگر یہ نہایت آہستہ آہستہ تعمیر ہوا اور جنوب و مغربی برآمدہ تو چوتھی صدی ق م میں فیلو نے اضافہ کیا تھا۔ یہ تبکدہ قریب قریب مربع تھا اور اسکے وسط میں سات سات ستونوں کی چھ قطاریں تھیں جن سے وہ متعدد ایوانوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ ان ایوانوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ مخفی رسوم کی ادائی میں بہت سے لوگ شریک ہو سکیں + ایلیوسس میں ایک نہایت عمدہ منبت برآمدہ ہے جسمیں دیمتر کورے اور ایک نوجوان شخص کی شبیہیں ہیں اور اس سے پانچویں صدی ق م کی صنعت کا اور اس اثر کا جو ایلیوسس کی پوجا کا صنعت وفنون لطیفہ پر ہوا اندازہ ہوتا ہے +

ان عمارتوں کے علاوہ اور مقامات پر بھی دور فار قلیس کے نمونے موجود ہیں۔ راس سونیوم پر اتھینا دیبی کے نام کا ایک مندر تھا جسکے نو ستون اسوقت تک زیب راس ہیں اور انہی کی وجہ سے اب اسے راس کولونائس کہتے ہیں۔ مگر امتداد زمانہ سے اس مندر کے مجسموں کو بہت نقصان پہنچا ہے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) موضوعوں کیلئے مفصلہ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں:-

سونیوم: ڈیورپ فیلڈ۔ ۹ +

رھامنوس: لونگ ۴ +

فگالیا: تصانیف سٹاکلبرگ (روما۔ ۱۸۲۶ء) اور کوکریل کی کتاب "جوپیٹر ہیلینوس کا بتخانہ آئی گینا اور اپولو ایپی کیورس کا بتخانہ باسے" لندن ۱۸۶۰ء بٹوئیسٹر کا مضمون جو اسکے مجموعے (صفحہ ۱۳۲) میں درج ہے +

آجکل لوگ اس راس کو صرف وہ خوشگوار منظر دیکھنے کیلئے جاتے ہیں جو وہاں کھڑے ہوکر نظر آتا ہے۔ اسی طرح مارا تھون کے شمال میں ایک بتخانہ بمقام رھامنوس اسوقت تک ہے جو نیمیسس یعنی انتقام کی دیبی کی طرف منسوب ہے۔ روایت ہے کہ اس دیبی کا بت فدیاس یا اگورا کریتوس نے اس پاروسی سنگ مرمر کے ٹکڑے سے تراش کر بنایا ہے جسے ایرانی اپنی فتح کی یادگار قائم کرنے کیلئے مارا تھون لائے تھے۔ اگورا کریتوس سے بھی مشہور الکامنیس ساکن لیمنوس ہے جسکا ذکر اس سے پیشتر اولمپیا کے بیان کے سلسلے میں کیا گیا ہے اور اسی الکامنیس کی طرف دسکوبولوس کا وہ استادہ مجسمہ منسوب کیا جاتا ہے جسکی متعدد نقلیں اسوقت تک موجود ہیں۔ اٹیکا کے حدود سے باہر اسی صنعت کا ایک نمونہ وہ بتخانہ ہے جو جزیرہ نمائے پیلوپونیز میں فگالیہ کے قریب بمقام باسئے واقع ہے اور جسے اکتینوس نے عظیم الشان قدرتی مناظر کے وسط میں اپولو اپی کیورس کے اعزاز میں غالباً ۴۳۰ ق م اور ۴۲۹ ق م کے طاعون کے زمانے میں تعمیر کیا تھا۔ اس بتخانے کی اندرونی ساخت اور اسکی تین چوتھائی بلندی کے ستون اور طاق قابل غور ہیں۔ یہاں ۱۸۱۱ء میں ایک حاشیہ برآمد ہوا جسمیں امیزونوں کی جنگ دکھائی گئی ہے۔ یہ حاشیہ اب عجائب خانۂ برطانیہ میں رکھا ہوا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ فدیاس اسی آرگوسی مدرسے کا تعلیم یافتہ تھا جسنے خود آرگوس میں بھی بڑے بڑے صناع پیدا کئے اور فدیاس کا سب سے نامور ہم مدرسہ ایک آرگوسی ہی یعنی پولیکلے توس تھا جو غالباً سنگتراش پیتروکلیس کا بیٹا اور دو صناعوں یعنی نئوکیدیس اور ویدالوس کا بھائی تھا۔ اس پولیکلے توس نے نوجوان انسان کی ایک خاص شبیہہ ایجاد کی جو بڑے بڑے اہالیان صنعت کیلئے اسوقت تک برابر نمونہ رہی جبتک لسی پوس نے فن سنگتراشی میں نئے اصول کا اضافہ کیا۔ اسکے متعدد مصنوعات کا ہمیں علم ہے۔ اسکا سب سے مشہور مجسمہ کا نام دوریفوروس تھا جسکی متعدد نقول پائی گئی ہیں۔ اور اسی نے ایک نوجوان دیادی مینوس کا بت تراشا ہے جسمیں وہ اپنی آنکھوں پر

پٹی باندھتا نظر آتا ہے۔ اور اسی کی طرف امیزن کی ایک مشہور شبیہہ منسوب کیجاتی ہے۔ اسی پولیکلے توس نے آرگوس کی قدیم مریی دیبی ہیرا کا مشہور سونے اور ہاتھی دانت کا مجسمہ تراشا جو فدیاس کے زیوس کا گویا جواب تھا۔ اسمیں بھی آرگوس کی دیبی بیٹھی ہوئی نظر آتی تھی اور ایک ہاتھ میں انار لیئے ہوئے تھی اور دوسرا ہاتھ اپنے عصا پر رکھا ہوا تھا۔ اس مجسمے کی متعدد نقلیں اسوقت تک موجود ہیں اور آرگوس کے سکوں پر اسکا سرکندہ ہے + ان تمام نمونوں کے علاوہ سکیونی آرگوسی طرز کے سنگتراش ان لوگوں کے مجسمے بھی بناتے تھے جو مختلف مقابلوں میں اوّل آتے تھے[1] اب صرف تصویر کشی باقی رہ گئی۔ جسکا ذکر باب دوازدہم میں آچکا ہے +

گو جو کچھ باقیات جزیرہ سسلی میں دریافت ہوئی ہیں وہ سب محض عمارتوں تک ہی محدود ہیں مگر ان ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور مشرقی یونان کی طرح وہاں بھی صناعی کمال کو پہنچ گئی تھی + ان عمارتوں میں سب سے بلند مرتبہ سلی نوس اور اکراگاس کے بتخانوں کا ہے جنکی عظیم الشان وسعت اور نفیس آرایش سے خود قدما انگشت بدنداں تھے + اس بڑے بتخانے کے علاوہ اکراگاس میں دو اور بتخانے ہیں جو اس سے زیادہ محفوظ ہیں اور انمیں ایک عجیب خوبصورتی اور شان نظر آتی ہے۔ سلی نوس اور اکراگاس کے کھنڈر قدیم زمانے کے جمیل القدر کھنڈروں میں سے ہیں اور گو سلی نوس ۴۰۹ ق م میں اجڑ گیا اور اسکے بعد کبھی اسکی مرمت نہیں ہوئی پھر بھی اس کے باقیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی فن تعمیر کیا کچھ کر سکتا تھا +

[1] پولیکلیتوس کیلئے بوئیسٹر صفحہ ۱۳۴۵ دیکھنا چاہیئے جہاں ان کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے جو اس صناع پر لکھی گئی ہیں + حال ہی میں مورخوں کی توجہ اسکے ان مجسموں کی طرف مبذول ہوئی ہے جو ایپی دوروس (تھولوس) میں برآمد ہوئے ہیں + ہیرا کی تصویر والے آرگوسی سکوں کیلئے ملاحظہ ہو بلوم اور پ گارڈنر کے مراسلات جو "جریدۂ مطالعۂ یونانیات" (۱۸۸۵ء تصویر ۱ ۔ ۱۲ تا ۱۵) میں شائع ہوئے ہیں دیکھنا چاہیئے +

پوسیدونیہ (پیسٹوم) کے عالیشان مندر کی تاریخ تعمیر کا تعین آسان نہیں مگر میٹاپونتوم کے مندر کے کھنڈروں سے پتہ لگتا ہے کہ ان کی بنا پانچویں صدی ق م میں ڈالی گئی تھی +

پانچویں صدی ق م میں ایتھنز میں بہت سی عمارات محض مفاد عامہ کیلئے تیار کی گئیں اور ان میں بجائے صناعی کے عوام کا فائدہ زیادہ مقصود تھا + ان عمارتوں میں وہ آب گزار اور بدروئیں جن کا خاکہ مشہور آفاق ہیئت داں میتون نے تیار کیا تھا بلدہ اور پرائی اوس کی درمیانی فصیل اور خود پرائی اوس کی عمارات تھیں جو جنگ ایران میں مسمار ہو گئی تھیں + ہمیں معلوم ہے کہ اس دور سے قبل ہی دونوں مقامات کے درمیان دو طویل دیواریں تعمیر ہو چکی تھیں مگر مشکل یہ تھی کہ جنوبی دیوار اس فالیرم تک چلی گئی تھی اور خود فالیرم کی لنگرگاہ قلعہ بند حدود کے اندر آگئی تھی اسلئے اگر بالفرض کوئی غنیم خاص فالیرم پر جہاز سے اتر آئے تو وہ طویل دیواروں کے درمیانی میدان میں ہو کر بآسانی تمام ایتھنز کو آسکتا ہے + ان ہی وجوہ سے فارقلیس ان استحکامات کو کافی نہ سمجھتا تھا اور اسنے ایک اور دیوار تعمیر کی جو شمالی فصیل کے متوازی خلیج فالیرم کی شمالی حد تک چلی گئی - ان دونوں یعنی شمالی اور جنوبی دیوار کے درمیان صرف ۶۰۰ گز کا فاصلہ تھا اور اسکی حفاظت ایک مختصر فوج بہ آسانی کر سکتی تھی - اب پرائی اوس میں ایتھنز کا بندرگاہ رہ گیا تھا اور اسمیں متعدد تجارتی گودام بنائے گئے جنمیں سے ایک عین بندرگاہ کے کنارے تھا اور چونکہ اس میں

۱؎ "نقشہ جات اٹیکا" کے پہلے نمبر (برلن ۱۸۸۱ء) میں ملش ہوفر کا مفصل و مدلل مضمون دیکھنا چاہیئے + آب گزاروں کے لیئے ا ٹسلر کی تحقیقات کا جو "روئداد ہائے انجمن تعمیرات" (۲، ۷، ۱ وغیرہ) میں درج ہے مطالعہ سود مند ہوگا + ملش ہوفر ("ایتھنز") بوئمیسٹر صہ ۱۸۱) کہتا ہے کہ غالباً پانچویں صدی ق م سے ہی ایتھنز کیلیئے کوہ ہیتے لیکون کے چشموں سے پانی آنے لگا تھا + گرتیس نے (۲ (۶)، ۲۸۰ و ۲۸۱) میتون اور علم ہیئات کی ترقی پر بحث کی ہے +

مختلف اشیاء کے نمونوں کی نمائش ہوتی تھی اسلیئے اسے وے اگما یا نمونہ خانہ کہتے تھے۔ شہر پرائی اوس ملطی میر عمارت ہیوداموس کے نقشے کے مطابق شہر بھوریئی کے اصول پر بالکل باقاعدہ بنایا گیا تھا۔ اس کے اور شہر ایتھنز کے درمیان صرف چار پانچ میل کا فاصلہ تھا اور یہ ہی ایتھنز کی تجارت کا مرکز اور سلح خانہ تھا۔ اکثر باشندگان ایتھنز پاپیادہ ہی ایتھنز کو آتے جاتے تھے۔ ان ہی وجوہ سے دونوں شہروں کے درمیان تجارت میں بہت ترقی ہوئی۔

اب ہم عملی زندگی سے ہٹ کر مذہب و فلسفے کے تخیلی دائرے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جسطرح الیفینا دیبی کے اثر سے ایتھنزی مذہب ممتاز و مشرف ہوا اسی طرح دیونی سیوس کی پوجا کا ایتھنزی ادبیات کے ایک خاص شعبے پر اثر پڑا اور وہ شعبہ نالک تھا۔ ناٹک دراصل عید دیونی سیہ کی ایک شاخ تھی اور اس زمانے میں اسکا سب سے بڑا ماہر ایس خیلوس تھا جسکا ذکر اس سے پیشتر آچکا ہے اسی وجہ سے پیشتر کی طرح یہاں محض درویہ کا بیان کیا جائیگا اور سروریہ کی بحث جینگ پیلوپونیز کے دور تک چھوڑ دی جائیگی۔

فارقلیس کے عہد کا سب سے بڑا درویہ نویس سوفوکلیس[۱۲] تھا۔ وہ ایتھنز کے

[۱۲] سوفوکلیس پر مسٹل کا پر از معلومات بیان اس کی "تاریخ ادبیات یونان" ۳، ۲، ۲ تا ۲۰۹۱ اور کرسٹ کا مضمون میولر کے مجموعے جلد ۱۶۸ تا ۱۸۸ دیکھنا چاہیئے۔ بلاشبہ اسکی زندگی کے بعض واقعات مخترعہ ہیں مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سوفوکلیس سروریہ نویسوں کا نشانہ تضحیک نہ تھا اسلیئے وہ کیوں اس کی خصوصیات کو خواہ مخواہ جامہ پہنانے کی کوشش کرتے۔ دیکھیئے پلوٹارک کی حیات فارقلیس ۸۔ لاٹیرن عجائب خانے میں جو اسکا قابل تعریف مجسمہ ہے اس سے خود نمائی اور تصنع کی بو آتی ہے۔ فرائی تاغ نے برن ہارڈی ۲، ۲، ۳۳۱ میں اسکی صنعت کی بہت تعریف کی ہے۔ اوراں شمڈٹ نے "اخلاق اہل یونان قدیم" ۲، ۱۶۰ میں ناٹک انٹی گونے کے سطور ۱۰۵ تا ۹۱۲ پر بحث کی ہے۔ برن ہارڈی نے درویہ الکترا کو "مہربانی آمیز" کا لقب دیا ہے (۲، ۲، ۳۲۶) اور اسکے پر حسرت انجام کی وجہ سے قدیم نقادوں نے اس ناٹک کو ہجویوں کے زمرے میں رکھا تھا۔

قریب کولونس کے دیہے میں ۴۹۶ ق م میں پیدا ہوا اور سالامس کی فتحیابی کے بعد ایتھنز میں جو میلا ہوا تھا تو جن بچوں نے اس فتح کی خوشی میں اس میلے میں ظفر گائی تھیں انمیں سے ایک سوفوکلیس بھی تھا + پچیس سال کی عمر میں یعنی ۴۶۸ ق م میں اس نے اپنے مدمقابل ائس خیلوس کو ہرا دیا اور اسی زمانے سے ایتھنزی اسے دل وجان سے چاہنے لگے اور فارقلیس کا خاص منظور نظر ہونے کی وجہ سے وہ استراتی گوس بن گیا اور اسی حیثیت سے جنگ ساموس میں ایتھنزی فوج کی کمان کی + مگر میدان جنگ میں بھی اسنے عیش وعشرت کے سامان کو خیرباد نہ کہا اسلیئے فارقلیس کو اسے فہائش کرنی پڑی + روایت ہے کہ اس میں اور اسکے بیٹے یوفون میں جھگڑا ہوگیا اور یوفون نے اپنے بوڑھے باپ پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کرنا چاہیں تو سوفوکلیس نے اپنا ناٹک ایدیپوس کولونیوس ججوں کو سنایا اور اسطرح اپنے ذی شعور ہونے کا ثبوت دیا + ۴۰۶ ق م میں اسکا انتقال ہوگیا اور اپنے عزیز وطن کا ستارہ گویا غروب ہوتے ہوئے دیکھ لیا +

سوفوکلیس نے ائس خیلوس کی طرز کا تہ ناٹکا یعنی ایسے تین درامیوں کا مجموعہ جنکا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق نہیں لکھا اسی لیئے اسے ائس خیلوس سے زیادہ اپنے ناٹکوں میں اندرونی ربط پیدا کرنا پڑا + اسکے اور ائس خیلوس کے ناٹکوں میں یہ امتیاز ہے کہ اسکے ناٹکوں میں تیسرا ایکٹر بھی رہتا ہے اور ائس خیلوس کے ناٹکوں سے زیادہ اسمیں زندگی کی حقیقی تصویر نظر آتی ہے مگر ترتیب مناظر میں وہ اپنے پیشرو سے آگے نہیں بڑھا + سوفوکلیس اپنے ناٹکوں میں سنگت سے اتنا کام نہیں لیتا جتنا ائس خیلوس یعنی وہ صرف ناٹک کا اصل مقصد اپنی زبان سے چند نفیس اور دانشمندانہ الفاظ ادا کرکے بیان کردیتا ہے + سوفوکلیس یہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا کہ انسان اپنے مقدر کا غلام ہے اور تقدیر اور تدبیر کے تنازع کا حل ناٹک کے سانگی اس اعتقاد کا اظہار کرکے کرتے تھے کہ خود رائی اور بیطرفہ سرکشی دیوتاؤں کو پسند نہیں + سوفوکلیس ناٹک کے "اسلوب" کا یعنی اس فن کا جس کے ذریعے سے

ناٹک کے پیرائے میں زندگی کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے گویا استاد ہے۔ اور آجکل کے قابل ترین مبصرین کی رائے ہے کہ وہ ناٹک کی ساخت کے قواعد پر نہایت خوبی اور صحت کے ساتھ کاربند ہوتا ہے اور جہاں تک دلچسپی منتہائے کمال اور انجام کا تعلق ہے آجکل کے زمانے میں اسکے بہت کم ہمسر پیدا ہوئے ہیں +

روایت ہے کہ سوفوکلیس نے کم و بیش ایک سو سے زیادہ ناٹک اور درید نے تصنیف کیئے مگر حوادث زمانہ سے صرف سات دروئیے باقی بچے ہیں اور ہم ۲۷۷
بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ انہیں سے انتی گونے بہترین ہے + یہ ۴۴۲ ق م میں پہلی مرتبہ کھیلا گیا تھا اور ناٹک کی دلچسپی میں متواتر اضافہ اور رسانگیوں کی خصوصیات میں مسلسل ارتقا اعلیٰ ترین طریق سے دکھایا گیا ہے + بادشاہ کی بے انصافی اور اسکی درشتی مزاج اور انتی گونے کے ایثار اور استقلال کا مقابلہ نہایت خوبصورتی سے واضح کیا گیا ہے اور ناٹک کے اختتام پر دکھایا گیا ہے کہ کریون کے بیٹے کی موت ہی اسکے افعال کی سزا ہے + "الکترا" میں ماں سے بیٹی کی نفرت پر بہت زور دیا ہے اور مصنف نے اس واقعے سے حاضرین کو تذبذب میں رکھا ہے کہ عرصۂ دراز تک الکترا یہ سمجھتی ہے کہ اسکا بھائی مر چکا ہے + ناٹک "ایدیپوس خود سر" میں بادشاہ اپنی بے صبری سے اپنی بربادی کا سامان پیدا کر لیتا ہے اور "ایدیپوس کولونیوس" میں اس قصے کا انجام ایسے الفاظ میں ہوتا ہے جن سے ایتھنز کے اقبال اور اقتدار کا اثر پیدا ہو + نابینا بادشاہ اور اسکی بہن انتی گونے کولونوس میں یومینڈیس کے باغ میں دست التجا دراز کرتے ہوئے جہاں عام فانی انسان داخل نہیں ہو سکتے نظر آتے ہیں۔ اب تھیزیوں کو معلوم ہوتا ہے کہ بغیر اس بادشاہ کی واپسی کے تھیز کی خیریت نہیں اور اسکی واپسی کی ضرورت پر متفق ہو کر کریون اور پولی نکیس کو اسے طلب کرنے کیلئے روانہ کرتے ہیں۔ مگر ایدیپوس واپسی سے انکار کرتا ہے اور خود شاہ ایتھنز تھیسیوس تھیزیوں کے زور و ظلم سے اسکی حفاظت کرتا ہے ایدیپوس سرزمین ایٹکا پر ہی اپنی جان دیتا ہے اسکی نعش کا جس تزک و احتشام سے استقبال کیا جاتا

وہ اس ملک کے لیئے باعث رحمت اور موجب برکت ہوتا ہے۔ ناٹک "ایاکس" کا ہیرو اپنی اہمیت کے گھمنڈ میں اسقدر بھرا ہوا ہے کہ اس خبط میں وہ اکثر کوئی نہ کوئی حماقت آمیز فعل کر گذرتا ہے اور دوسروں کا تمسخر و تضحیک بن جاتا ہے اور آخر کار خودکشی کر لیتا ہے۔ ناٹک فیلوکٹیس میں سوفوکلیس نے شخصی خصوصیات کی تصاویر کھینچنے میں اعلیٰ درجے کی صناعی سے کام لیا ہے۔ ناٹک کا ہیرو ٹروائے طلب کیا جاتا ہے اسلیئے کہ اسکی کمان کے بغیر اس شہر کی تسخیر ناممکن ہے۔ مگر وہ خود وہاں جانے سے انکار کرتا ہے۔ اسپر اوڈیسیوس اور نیوپٹلیموس اسے دھوکہ دیکر کہ وہ اسے وطن لیے جا رہے ہیں اپنے جہاز پر سوار کرا لیتے ہیں اور جب وہ نیوپٹلیموس کو اپنی کمان امانتاً سپرد کرتا ہے اور نیوپٹلیموس اوڈیسیوس کو دیدیتا ہے اور چونکہ فیلوکٹیس سنسان و ویران جزیرے پر بغیر تیر کمان کے گزارہ نہیں کر سکتا اسلیئے وہ مجبوراً انکے ساتھ جاتا ہے مگر بالآخر نیوپٹلیموس اسپر ترس کھا کر اسکا ہتیار اسی کو دیدیتا ہے۔ بدیں وجوہ اگر غیب سے ہرقل نہ پہنچ جاتا اور ہمارے ہیرو کی رائے نہ پلٹ دیتا تو ٹروائے ہرگز تسخیر نہ ہو سکتا۔ سوفوکلیس کے ناٹکوں میں سب سے کمزور تراخی سے ہے جسمیں ہرقل کی موت کا ذکر ہے۔

چونکہ اسوقت ہم یونان کے سب سے بڑے دردیہ نویس کے ناٹک پر بحث کر رہے ہیں اسلیئے مناسب ہے کہ یونانی دردیئے کی خصوصیات دکھائیں اور وہ فرق ظاہر کریں جو قدیم یونانی اور زمانۂ حال کے دردیئے میں پایا جاتا ہے اور اسطرح اول الذکر کی تاریخی اہمیت کو عیاں کر دیں[۱۳]۔ قدیم یونانی دردیئے اپنے

[۱۳] جہاں یونانی ناٹک کا ذکر آیا ہے اور اسکا مقابل دوسرے ممالک کے ناٹک سے کیا گیا ہے وہاں ایک خاص بات ملحوظ رکھی گئی ہے اور وہ یہ کہ قارئین کرام کی توجہ اس فرق کی طرف مبذول کیجائے جو اسپین اور رومن اور زمانۂ حال کے ناٹک میں پایا جاتا ہے۔ قدما اسٹیج کے طویل مکالمے پسند کرتے تھے اور اس ضمن میں یہ مناسب ہوگا کہ ہم گیوٹے کے "سفر الطالیہ" (دنیس، اکتوبر) کا ایک فقرہ درج کریں جو حسب حال ہے۔

گیوٹے فرماتا ہے اور ایک اطالوی دردیئے کے طویل مکالمے کو سنکر لکھتا ہے:۔

اصل مقاصد اور ظاہری حالت میں نہایت ممتاز ہیں۔ جو تعلق اسکے اصل اور اسکے مقاصد کا تاریخ سے ہے وہ توصاف ظاہر ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسکے مطالب اور معنے پر ان تخیلات کا نہایت زبردست اثر ہے جو اس زمانے کے شعرا کے پیش نظر تھے۔ یونانی ڈرامہ دراصل ان مزاری تذکروں سے نکلا ہے جسکا مقصد یہ تھا کہ یونانی دیوتاؤں کی تعظیم و تکریم کی جائے۔ اسٹیج پر جو اشخاص ہوتے تھے انکو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو ایکٹر جو ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے اور جنکی تعداد تین چار سے زیادہ نہ ہوتی تھی اور دوسرے وہ لوگ جو اس مکالمے کو سنتے تھے اور اپنے خیالات اور جذبات کا مزاری مصرعوں میں اظہار کرتے تھے۔ اسکے برخلاف موجودہ ناٹک کی بنا ازمنۂ وسطے میں پڑی ہے اور اسکے حالات قدیم یونانی ناٹک سے بالکل مختلف ہیں۔ یوں تو اسکا ابتدائی تعلق بھی مذہب کے ساتھ تھا مگر چونکہ ناٹک عیسائی مذہب یا اسکی عبادت کا کبھی جزو نہیں رہا اسلیئے یہ تعلق بہت جلد جاتا رہا۔ اسکے ماسوا ازمنۂ وسطے (اور زمانۂ حال) کا ناٹک محض نظموں کی ہی کشادہ صورت نہیں ہے بلکہ زندگی کے حرکات اور اعمال کی چلتی پھرتی تصویر ہے اسلیئے زمانۂ حال کا ناٹک حقیقی زندگی کے مختلف شعبوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اور چونکہ ایکٹروں کی تعداد محدود نہیں اسلیئے بہ نسبت یونانی ناٹک کے اسمیں پلاٹ نہایت آسانی سے قائم کیا جاسکتا ہے اور اس پلاٹ کو بسہولت تمام سمجھایا جاسکتا ہے۔ مثلاً آسوا اور ایفی گینیا میں بھی جسکا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۲۷۹

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ ۲ اسکے بعد یونانی ڈرامے کی لمبی تقریریں اور لامتناہی مباحثے میں بہ آسانی تمام سمجھ سکتا ہوں اسلیئے کہ موجودہ اطالویوں سے زیادہ ایتھنزی خطیبوں کی تقریریں سننے اور ان پر رائے قائم کرنے کے اہل تھے اور انھیں بحد النہائے عامہ میں جہاں وہ اپنا اکثر عزیز وقت گزارتے تھے بہت حظ حاصل ہوتا تھا۔ ایک اور امر ہے جو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ مصنوعی چہروں اور ایسی پاپوشوں سے جنسے پنڈلیاں تک ڈھک جاتی ہوں باریک ترین جذبات اور طبیعت کے اتار چڑھاؤ کا کامل اظہار مشکل سے ہوسکتا ہے۔

گیوٹے بعض مرتبہ بیک وقت پانچ پانچ ایکٹر ایک ہی منظر کے دوران میں اسٹیج پر بلا لیتا ہے ۔ یونانی فن ناٹک نویسی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ایسی صورت حال سے گریز کیا جائے، اور گو اسمیں مصنف کو حال کے ناٹک نویسوں سے زیادہ ہوشیاری اور طباعی کرنا پڑتی تھی مگر یہ ناٹک حالات اور واقعات کا آئینہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ اٹیکائی اسٹیج زیادہ چوڑی چکلی نہ ہوتی تھی اور اسپر تین چار ایکٹروں سے زیادہ ایک ہی وقت میں نہیں آسکتے تھے اور یہ ایکٹر ہمیشہ حاضرین کے سامنے رہتے تھے اور وزن دار مکالموں سے انھیں محظوظ کرتے رہتے تھے ۔ اسکے برعکس آجکل کے ناٹکالیہ کا اسٹیج خوب وسیع اور کشادہ ہوتا ہے اور اسپر بعض مرتبہ ایکٹروں کا ایک انبوہ عظیم جمع ہوجاتا ہے ۔ کبھی ایک دو ایکٹر علیحدہ ہوکر گفتگو کرتے ہیں کبھی اسٹیج ہی پر لڑائیاں ہوتی ہیں اور پھر یہ ایکٹر باقی ایکٹروں سے ایسے ہی مل جاتے ہیں جیسے واقعی زندگی میں ۔ اگر یونانی اسٹیج کی فن پیکر پزیری سے مشابہت دیجا سکتی ہے تو آجکل کے ناٹک کا حالت بالکل فن مصوری کی سی ہے اور جب موجودہ ناٹک کو زندگی کی ایک تصویر قرار دیا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ سنگتیانہ صرف بیکار محض ہوجاتا ہے بلکہ بعض مرتبہ تو کھیل میں اسقدر حارج ہوجاتا ہے کہ اسے ناٹک میں شامل ہی نہیں کیا جاتا ۔ ہمارے ناٹک کی طرح قدیم ناٹک میں بھی اخلاق کا پہلو تھا مگر ہمیں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ قدما کا اخلاقی معیار ہمارے اخلاقی معیار سے بالکل جدا تھا اور بہت سے ایسے اور نفیس جذبات ہیں جو ہمیں فطری معلوم ہوتے ہیں مگر قدما ان سے ناواقف محض تھے اسی طرح سوفوکلیس میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنسے ہمارے کان مطلق ناآشنا ہیں ۔ یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ زمانہ مابعد کے مصنفوں نے بہت سے فقرے اضافہ کر دیئے ہوں مگر یہ اضافہ بھی قدیم زمانے میں کیا گیا ہوگا اور اسمیں قریب قریب انہی جذبات کا اظہار کیا گیا ہوگا جن سے خود صاحب کتاب واقف تھا۔ ایک اور امر یہاں قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ بعض مرتبہ شعرا اسٹیج پر ذو معنی الفاظ کی بھرمار کر دیتے ہیں اسکے دو اسباب ہیں اول تو یونانی عموماً اور ایتھنزی خصوصاً اس قسم کی لفاظی پسند کرتے تھے اور دوسرے پانچویں صدی ق م کا زمانہ وہ زمانہ ہے

جب فن بلاغت کو بہت ترقی ہو رہی تھی اور اسکی ہر دلعزیزی کی وجہ سے اسٹیج کی لفاظی کو بھی بہت تقویت پہنچی در اصل قصہ یہ تھا کہ یونانی محض زندگی کی متحرک تصاویر دیکھنے ہی کے آرزومند نہ تھے بلکہ اسکے خواہشمند تھے کہ ایکٹروں کی زبان سے طول طویل تقریریں سنیں اور جو کچھ انسان کے دماغ میں گزرتا ہے اسکی آواز انکے کانوں میں گونجے۔ یونانی اسٹیج کے مکالموں کا مقصد یہ نہ تھا کہ زندگی کی تصویریں اتاری جائیں بلکہ سنگتی دوہوں اور طویل تذکروں اور بیانوں کی طرح وہ بھی گویا لفظی صنعت کا ایک امتحان ہی تھا۔

یونانی دردیہ نویسوں میں صرف تین بڑے بڑے دردیہ نویس ایسے ہیں جنکی تصانیف سے ہم واقف ہیں۔ ان میں سے دو کا بیان تو کر دیا گیا ہے تیسرے یعنی یوریپدیس کا ذکر آئندہ دور میں آئیگا۔ بعض مصنف ایسے بھی ہیں جنکی تصانیف تلف ہو گئی ہیں۔ مثلاً خیوس کا ایون اپنے زمانے میں اپنی قسم کی نظموں کیلیے مشہور تھا اور اگاتھون کا زمانہ موجودہ دور سے بعد کا زمانہ ہے اور اسکی شہرت کا دارمدار صرف یہ ہے کہ انکا بیان افلاطون نے اپنے سمپوزیون میں کیا ہے۔

جہانتک ہمیں علم ہے چوتھی صدی ق م سے پیشتر تھیٹر اور اوکیسترا یعنی ناچ گھر میں کسی قسم کا فرق نہ تھا اور ابتدائی باضابطہ تماشہ گاہیں جنکے کھنڈر اسوقت تک موجود ہیں اس صدی کے دوسرے حصے میں تعمیر ہوئی تھیں[۱۴]

گو ایتھنز کا نیسرا نام آور دردیہ نویس یوریپدیس سوفوکلیس کے بعد پیدا ہوا تھا مگر اسکا انتقال سوفوکلیس سے پیشتر ہی ہو گیا۔ اسکا بیان در اصل اسلیئے ملتوی کیا گیا ہے کہ اسکی تصانیف کی خصوصیات بالکل مختلف ہیں اور در اصل وہ ایک اور تہذیب کا نام لیوا ہے جسکا اثر یونان پر عموماً اور ایتھنز پر خصوصاً پانچویں صدی ق م

[۱۴] تماشہ گاہوں اور ناٹکالیوں کے لیئے کاویراؤ کا مضمون (بوئیسٹر ص ۱۷۳) اور امیولر کی کتاب "تاریخ تماشہ گاہ یونان" (فریبرگ ۱۸۸۶ء) دیکھنا چاہیئے یونانی تماشہ گاہ کی ساخت کے مسئلہ پر آخر ترین تحقیقات سے ایک خاص روشنی پڑتی ہے۔

سے کے آخری بیس سال میں پڑا اور جسکا ذکر بعد میں کیا جائیگا ۔ مگر در اصل اس نئی تحریک کی ابتدا ان ذہنی رجحانات میں تلاش کرنی چاہیئے جنکی اصل ایشیائے کوچک میں تھی اور اس سے ایتھنز ایک حد تک فارقلیس کے دور میں ہی متاثر ہو چکا تھا ۔ اب بھی ایونیائی بلدیات ایتھنزی بحری لیگ میں سب سے سرسبز اور مالدار شمار کیئے جاتے تھے اور اب بھی ان شہروں میں بڑے بڑے صناع اور علما پیدا ہوتے تھے ۔ مگر یہ صناع و علما اپنے وطن میں رہنا پسند نہ کرتے تھے اور جیسے مقناطیس لوہے کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہے ایسے ہی ایتھنز انھیں اپنی طرف کھینچ لیتا تھا اور وہ اپنے ساتھ ایونیائی تہذیب و شائستگی کا بیج لے آتے تھے ۔ مگر ان ایونیائی تمثیلات میں ایک ذاتی عنصر بھی تھا جو پرانے خیال کے ایتھنزیوں کو مطلق پسند نہ تھا اسی لیئے ایونیائی اصولوں کو جنھیں ایونیائی علما و فضلا رواج دینا چاہتے تھے ایتھنزیوں نے خوش آمدید نہیں کہا ۔

ایونیائی فلسفیوں نے اسوقت تک محض کائنات کا عنصر اولیں دریافت کرنے کی کوشش کی تھی ۔ مگر اب اس میدان میں مطلق گنجائش نہیں رہی تھی ۔ بہرحال یہ ممکن تھا کہ تحقیقات کی روش تبدیل کر دی جائے اور بجائے مادّے کو اس قدر اہمیت دینے کے اس قوت کی جستجو کی جائے جو مادّے کو متحرک کر کے اس میں تبدیلیاں پیدا کرتی ہے ۔ اس طریق تجسس کا موجد انکساغورس ساکن کلازومینائے تھا[۱۵] اسکے نزدیک (ہر شئے کی اصل) ایک عنصر اولیں تھا جسمیں عناصر متبائنہ کی بے ترتیب آمیزش تھی ۔ اس آمیزش میں ترتیب اور تہذیب ایک اور حی و ذی شعور وجود نے پیدا کی جسے وہ نوس ("عقل") کہتا ہے ۔ اسکا

[۱۵] انکساغورس کے واقعات کے لیئے آخر ترین تحقیقات کا ملخص بوسولٹ ۲، ۳۰۶ میں دیکھنا چاہیئے ۔ کرتیس کا خیال ہے کہ (۲۶۲، ۸۲۳) کہ یہ فلسفی ۴۸۰ ق م میں ہی ایتھنز آگیا تھا مگر یہ قابل یقین نہیں اسلیئے کہ اسپر جنگ پیلوپونیز سے ذرا پہلے ہی فارقلیس کی دوستی کا الزام عائد کیا گیا تھا ۔ اسکے برعکس بوسولٹ کا خیال زیادہ درست معلوم ہوتا ہے اسلیئے کہ انکساغورس ۴۶۲ ق م سے ۴۳۲ ق م تک ایتھنز میں رہا ۔

قول ہے کہ مادّے میں ابتدا سے ایک متدیر حرکت کی قابلیت ہے اور نوس اس حرکت کو کام میں لاکر مادّے میں تہذیب و ترتیب پیدا کرتا ہے اور یہ حرکت استداد زمانہ سے برابر بڑھتی جاتی ہے حتےٰ کہ عمل اتصال و افتراق سے مختلف اجسام پیدا ہو جاتے ہیں اور کائنات کی یہ تنظیم برابر ابد تک جاری رہتی ہے + اپنے وطن سے انکساغورس ایتھنز پہنچا اور نہ صرف فارقلیس سے دوستی پیدا کی بلکہ ایتھنز کے دیگر نامور شہریوں مثلاً یوریپیدس اور طوسی دیدش پر بھی گہرا اثر ڈالا + مگر ایتھنزیوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ اپنی خصوصیات اور مذہبی رنگ قائم رکھنے کا خاص انتظام رکھتے تھے اور جب ان امور کے متعلق کوئی سوال پیدا ہوتا تھا تو وہ خود فارقلیس کا کہنا بھی نہیں مانتے تھے انکساغورس کو اس اہمال کا علم اپنے تلخ ذاتی تجربے کے بعد ہوا اور اسپر الحاد کا الزام لگایا گیا اور فارقلیس کی وفات سے پیشتر ہی اسے ایتھنز چھوڑ دینا پڑا + سیاسی اور فرقی سازشیں بھی فارقلیس کی کمزوری کا اصل باعث تھیں بہت سے ایتھنزی تو فارقلیس کے تدبّر کو سخت ناپسند کرتے تھے اور کسی شخص کا فارقلیس کا دوست یا زیر حفاظت ہونا ہی انہیں نفرت کے جذبات بھڑکانے کیلئے کافی تھا۔ بعض ایسے تھے جو اس کی ۲۸۲ سیاسی تدبیروں کے تو مداح تھے مگر اسکا غیر ملکی فلسفیانہ ماحول انھیں بالکل پسند نہ تھا۔ غرض فارقلیس کے دو قسم کے مخالف تھے جبکا ایتھنز میں بہت اقتدار تھا مگر ان کی اہمیت اس لیئے کم تھی کہ انہیں آپس میں اتفاق نہ تھا۔ اور جب کبھی وہ آپس میں متفق ہو جاتے اور فارقلیس اور اسکے دوستوں کو کسی نہ کسی خطرے کا سامنا کرنا پڑتا + بہرحال فارقلیس کو اسلیئے بہت نقصان پہنچا کہ ایتھنزیوں میں سے بہت سے افراد ایونیائی تہذیب سے نفرت کرتے تھے اور فلسفے کو اسلیئے ضرر پہنچا کہ بہت سے ایتھنزی فلسفے کے اس سرپرست سے متنفر تھے جو ایتھنز پر حکومت کر رہا تھا +

ایونیائی تہذیب کو فارقلیس کی داشتہ اسپازیہ سے جو شہر ملطہ کی باشندہ تھی بہت فائدہ پہنچا[۱۶] اسپازیہ اپنے فہم و دانش اور اپنے حسن دونوں کیوجہ سے مشہور آفاق تھی

---

[۱۶] ایشمڈٹ نے اپنی کتاب "دور فارقلیس" (بے نا ۱۸۷۴ء) میں اسپازیہ کی زندگی کے

اور فن بلاغت میں یہ طولیٰ رکھتی تھی مکالمۂ مینیکسینوس میں سقراط یہ لکھتا ہے کہ اسپاسیہ کو تقریر کرتے ہوئے سنا۔ بلکہ ایتھنز میں تو یہ مشہور تھا کہ جو کچھ روانی اور کمال نوہ فارقلیس کو فصاحت و بلاغت میں حاصل ہوا ہے وہ سب اسی اسپاسیہ کی بدولت ہے۔ مگر بلاشبہ اس میں نہ صرف مبالغہ آمیزی معلوم ہوتی بلکہ طعن کا پہلو بھی ہے۔ ایک اور صنعت اسپاسیہ کو ممتاز کرتی تھی اور وہ امور خانہ داری میں مہارت رکھتی تھی اور جب زینوفون اس مسئلے پر بحث کرتا ہے کہ نوعمر لڑکیوں کو امور خانہ داری کیونکر سکھانا چاہیئے تو وہ اسپاسیہ کا ہی قول نقل کرتا ہے۔ وہ ان تمام صفات سے ملوثی اور یقیناً اس رتبے کے شایاں تھی جو ایتھنز میں اسکو میسر ہوا تھا اور وہ فارقلیس کے گھر اور اس دائرے کا مرکز تھی جہاں زیور صناع اور علماء و فضلا تھے اور جہیں انکساغورس اور ایلیائی زینو، پروتاغورث اور سقراط مورخ جیسے ہیروڈوٹس اور غالباً طوسی دیدس شاعر جیسے سوفوکلیس اور صناع جیسے فدیاس، اکتی نوس، کالیکراتیس اور منے سکلیس مہذب و شائستہ اشخاص جیسے ہیپوداموس (جسکا عنقریب ذکر کیا جائیگا) اور موسیقی داں داموں جسے نہ صرف موسیقی میں کمال تھا بلکہ سیاسیات میں اسقدر پیش پیش رہتا تھا کہ اسے بعضوں نے تو خود فارقلیس کا سیاسی استاد بتایا ہے[۱] اور لامپون جیسے پیش بین تھے۔ ایسے دائرے کا مرکز بن کر اسپاسیہ نے ۲۸۳

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تقریباً ہر ایک پہلو پر بحث کی ہے، اور وہ (ص ۲۸۵ تا ص ۲۹۵) یہ ثابت کرتا ہے کہ اسپر جتنے الزام لگائے گئے تھے وہ سب اسکے معصروں کے گھڑے ہوئے تھے اور استداد زمانہ سے یہ سب الزام مدون ہوتے گئے۔

[۱] داموں کیلئے بوسولٹ ۲، ۴۴۴ اور پلوٹارک "فارقلیس" ۴، ۹ (جس میں لفظ "داموندیس" استعمال کیا گیا ہے۔ پلوٹارک کی حیات ارسطیدس "حیات نکیاس" سے معلوم ہوتا ہے کہ داموں بالآخر جلاوطن کر دیا گیا۔ ڈنکر نے جو محض اپنے تخیل کی بنا پر تاریخ کا گویا ضمیمہ ترتیب دیا ہے اسمیں داموں ایک ممتاز جزو ہے۔ فارقلیس اور فلسفیوں کیلئے بوسولٹ ۲، ۴۴۴ دیکھنا چاہیئے۔

ان عقیدت مندوں کا راستہ گویا صاف کر دیا جو ایتھنز میں آزاد انشو و نما کے حامی تھے۔ یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اسپازیہ سیاسی معاملات میں بھی اپنے ساتھی کی مشیر تھی یا نہیں۔ اسمیں تو شبہ نہیں کہ ملطہ کا ساتھ دینے کیلئے اسپازیہ کو فار قلیس کو ابھارنے کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر سا موس کی مہم کی اسپازیہ نے یقیناً مخالفت نہ کی ہوگی بلکہ حمایت ہی کی ہوگی۔ بلاشبہ فدیا کی رائے ہے کہ اسپازیہ نے فار قلیس پر بیجا سیاسی اثر ڈالا مگر اسکا کوئی کافی و شافی ثبوت نہیں مل سکتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ الزام ان الزامات کا عشر عشیر بھی نہیں جو اسپازیہ کے چال چلن پر لگائے گئے۔ اصل یہ ہے کہ عوام کے لیئے یہ بالکل کافی تھا کہ اسپازیہ خوبصورت اور ہوشیار تھی اور ایتھنز کے سب سے ممتاز سیاسی کی ہمنشین تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ غیر ملکی تھی۔ پہلے تو سروی شعرا نے اسپر الزام تھوپنے شروع کیئے۔ اسکے بعد قدیم علما آئے۔ اور آجکل کے مطالعہ کے دل میں جسقدر جگہ مطبوعات کیلیئے ہے اس سے زیادہ لگاؤ قدما کو تحریر سے تھا اور جو کچھ انھیں ملا فوراً ضبط تحریر میں لے آئے اس وجہ سے یہ الزامات زبان زد ہو گئے۔ اب موجودہ زمانے میں مورخوں اور فضلا کی زمانہ دراز تک یہ عادت رہی کہ جو کچھ انھوں نے لکھا دیکھا اسے مسمع کرایا غرض یہ ہے کہ خوبصورت ملطیہ کے چال چلن پر جو دھبہ تھا اسپر مہر سی لگ گئی۔ حال ہی میں بعض مورخوں نے کوشش کی ہے کہ جس اعلیٰ پایہ سے اسے ان الزامات کی وجہ سے اتارا پڑا اسکا دوبارہ اندازہ کیا جائے اور جب مورخوں نے بہت سے خود سروں کو بھی مختلف قسم کے الزامات سے بری کرنے کی کوشش کی ہے تو وہ تو اسکی ان سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس تردید الزامات میں بھی حد سے زیادہ نہ بڑھنا چاہیئے اسلیئے کہ اسپازیہ کو قدیم زمانے کی خوش اخلاق نیک شعار رومن بڑھیا کا رتبہ کبھی نہیں مل سکتا۔ قدیم یونانی طرز معاشرت اور تمدن نہ صرف زمانہ حال کے طرز معاشرت سے بالکل مختلف تھا بلکہ رومن زندگی سے بالکل متغائر تھا اور اگر فار قلیس کا تعلق ایک خوبصورت غیر ملکی عورت سے ہو گیا تھا جو یونان کے مدینۃ الحکما کے عالم ترین اور تبحر ترین اشخاص سے

ملا کرتی تھی تو ممکن ہے کہ اسکے کانوں تک ایسے امور بھی پہنچتے ہوں جنھیں ہم آجکل کے زمانے میں پسند نہ کریں ۔ مگر اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہ نکالنا چاہیئے کہ اسپارٹیہ آرام طلبی میں نیکی سے گریز کر جاتی تھی + جب موجودہ زمانے کے لکھے ہوئے تذکروں سے صحیح واقعات اخذ کرنے میں اسقدر دشواری ہوتی ہے تو پانچویں صدی ق م ۲۰۴
کی یونانی سوانح عمریوں میں اصلیت کی تہ کو پہنچنا کس طرح ممکن ہے +

ایونیا ہی میں ہیپوداموس ملطی پیدا ہوا جسکا ذکر اس سے پیشتر بھی آچکا ہے۔ ہیپوداموس کی طبیعت جدت آفریں تھی ۔ وہ نہ صرف میر عمارت تھا بلکہ فلسفے میں بھی کمال حاصل تھا اور اسنے ذہنی علوم کے بہت سے شعبوں میں نام پیدا کیا ع۱۸ اسکی شہرت کا اصل سبب یہ تھا کہ اسنے پرائیوس، تھوری اور رودٹس کے شہروں کے نقشے تیار کیئے اور متعدد نئے شہروں کو علم ہندسہ کے مطابق ایک نہایت باقاعدہ اصول کے ماتحت تعمیر کیا + دیودورس کا بیان ہے کہ رودٹس ۴۰۸ ق م میں اور تھوری ۴۴۶ ق م میں بنا تھا اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہیپوداموس کی عملی زندگی نہایت طولانی تھی ۔ اسکے بنائے ہوئے شہروں میں بہت سی سڑکیں ایک دوسری کو زاویۂ قائمہ پر عبور کرتی تھیں اور شہر کے متعدد مستطیل حصے بن جاتے تھے مگر اس ضمن میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ طریقہ ہیپوداموس کا ایجاد کردہ نہ تھا سالینوس کے باقیات سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر کی ساخت میں بھی یہی اصول مدنظر رکھا گیا تھا اور اسمیں تو شبہ ہی نہیں کہ اس کی دو مرکزی سڑکیں ایک دوسری کو زاویۂ قائمہ پر

ع۱۸ بوسولٹ ۲، ۵۶۶ ۔ ارسطاطالیس اپنی "سیاسیات" (۲، ۵، ۲) میں ہیپوداموس کا قول نقل کرتا ہے کہ شہر میں دس ہزار اشخاص آباد ہوں + ہرمان: "ہیپوداموس ملطی"۔ ماربرگ ۱۸۴۱ء م ۔ اڈمان: "ہیپوداموس ساکن ملطہ" + اسکے فلسفے اور شہروں کی ساخت کے درمیان یہ تعلق ممکن ہے کہ تھوری کے مکانوں کے بیس مستطیل مجموعوں میں ۱۰۰۰ نفوس اور شہر کے دس فیولون (قبیلوں) میں ایک ایک ہزار نفوس ہوں +

کاٹی تھیں۔ اور یہی اصول نیپلس (کمپانیہ) میں بڑے پیمانے پر کیا گیا۔ اصل یہ ہے کہ بعض دیگر شعبہ جات زندگی کی طرح یہاں بھی مشرقی اثر کا پتہ چلتا ہے اسلیئے کہ بابل اور دیگر مشرقی بلدیات کی تعمیر اسی مستطیل قاعدے کے مطابق ہوتی تھی اور اس طرز تعمیر کے مطالعے کا مرکز ملطہ ہی تھا۔ غرض یہ کہ پانچویں صدی ق م سے پیشتر ہی مختلف بلدیات اسی طرز پر تعمیر کیئے جاتے تھے اور ہپوداموس کو صرف یہ امتیاز حاصل تھا کہ اسے اپنے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں اس طریقے کو چند نہایت اہم بلدیات کی تعمیر میں رواج دینے کا موقع مل گیا اور اسکے فلسفے اور تصانیف سے اسکا نام اور بھی مشہور ہو گیا۔ لطف یہ ہے کہ ہپوداموس کا خیال تھا ان علوم ہی میں ریاضی کی سی صحت اور پابندی کی ضرورت ہے۔ مثلاً اسکا عقیدہ تھا کہ شہر کے باشندوں یا شہریوں کی تعداد دس ہزار ہونی چاہیئے اور اسے تین طبقوں میں تقسیم کیا جائے یعنی کاشتکاروں کا طبقہ سپاہیوں کا طبقہ اور کاریگروں کا طبقہ اسی طرح اراضی کے بھی تین ہی حصے ہوں ایک مذہب کے لیئے وقف ہو دوسرا ریاست کی ملک ہو تاکہ اس سے سپاہی متمتع ہو سکیں اور تیسرے کے مالک کاشتکار ہوں۔ کاریگروں کے لیئے کسی حصے کو مختص نہیں کیا گیا اور وہ بہرحال ۲۸۵
مذہبی پجاریوں کے دست نگر رہتے۔ ہپوداموس اپنے خیالات کو کبھی عمل میں نہ لا سکا۔

ایونیہ سے تو انکساغورس، ایون، ہپوداموس اور اسپازیہ انتھنز آئے مگر ہالی کارناسوس ہی کو (جو دراصل دوریائی تھا مگر جسمیں ایونیائی تہذیب سرایت کر گئی تھی) یہ فخر حاصل ہے کہ اسمیں اپنے زمانے کا سب سے بڑا مورخ ہیروڈوٹس پیدا ہوا۔[19]

---

[19] ہیروڈوٹس کے حالات کیلیئے مفصلہ ذیل کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے:۔
وائڈمان:۔ کلیات ہیروڈوٹس" (اشٹائن کی تمہید خاص طور پر قابل مطالعہ ہے)
ک سٹل:۔ "تاریخ ادبیات یونان" ۲، ۳۶۸ تا ۳۹۳۔
کرسٹ:۔ ص ۵۲۱ تا ص ۵۲۹۔
بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۲، ۸۹ تا ۱۰۳۔

ہیروڈوٹس ۴۹۰ ق م اور ۴۸۰ ق م کے درمیان پیدا ہوا جب نہ صرف ہالی کارناسوس بلکہ کوس، نسی روس اور کالیدناپر وہی ارتے مینریا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میرا خیال ہے کہ خود وہ مصنف جو ہیروڈوٹس کی تصانیف کے شائق ہیں اسکے ساتھ پوری طور پر انصاف نہیں کرتے۔ مثلاً اشٹائن کہتا ہے کہ "مصنوعات اور واقعات کے انتخاب۔ مختلف واقعات کی تاریخ کا تعین اور انکی ماہیت کو سمجھنے کے اصول نہ تو قابل المینان ہیں اور نہ انمیں یکسانی پائی جاتی ہے"۔ نہیں معلوم وہ کونسے واقعات اور کن اشخاص کی خصوصیات ہیں جنھیں ہیروڈوٹس سمجھنے سے قاصر ہے اور تاریخ کے وہ کون سے اجزا ہیں جن کی تاریخ اور تسلسل واقعات کے تعین اشکال کے باوجود طوسی ویدش لاثانی مرتبہ رکھتا ہے۔ اشٹائن کی رائے ہے کہ ہیروڈوٹس بھی اپنے پیشروؤں کی طرح "تاریخی مواد کے انتخاب بلکہ استعمال میں بھی" قابل المینان نہیں ہے۔ مگر جب ان "پیشروؤں" کی تصانیف ہی موجود نہیں تو پھر انکا مقابلہ ہیروڈوٹس سے کیونکر کیا جاسکتا ہے۔

طوسی ویدش کا مشہور قول کہ اسکا مقصد یہ نہ تھا کہ اسے کوئی وقتی انعام مل جائے بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے نام آوری کا خواہاں تھا دراصل ہیروڈوٹس پر ایک حملہ تھا۔ اور آگے چلکر ہم دیکھینگے کہ طوسی ویدش کا فخر کرنا کہ اسکی تصانیف برتر دافع تھیں حق بہ جانب نہ تھا۔ اور اس قول کی صرف یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ اسکی تصانیف محض دل خوش کن ناٹک کا تماشہ نہ تھیں بلکہ اسکا مطلب یہ تھا کہ ایک وقتی ضرورت پوری کیجائے اور ان ممالک کی بابت معلومات بہم پہنچائی جائیں جنسے ایتھنز کو تعلق تھا۔ ہیروڈوٹس اور طوسی ویدش میں ایک فرق یہ بھی تھا کہ ہیروڈوٹس تو ایک غیر ملکی تھا جسکی ایتھنز میں قدر کیجاتی تھی اور طوسی ویدش ایک ایسا ایتھنزی تھا جسے دیس نکالا دیدیا گیا تھا اور یہ فرق طوسی ویدش کیلئے نہایت دلخراش تھا۔ یونانی ہیروڈوٹس کی ویسی ہی قدر کرتے تھے جیسی وینس کے باشندے اپنے سفرا کی کرتے تھے اور ہمارے لیئے دونوں کی تحریرات کی ایک ہی قدر و قیمت ہے وینسی اور ہیروڈوٹس دونوں انھی امور کی اطلاع دیسکتے تھے جو انکے نامہ نگاران سے بیان کرتے تھے اور جیسے قابل ترین وینسی سفرا سے بھی غلطیاں سرزد ہو جاتی تھیں اور جو اوسط درجے کے سفرا تھے وہ غیر شعوری طور پر دھوکہ بھی دیسکتے تھے ایسے ہی ہیروڈوٹس کا بھی حال تھا۔

زیر سیادت ایران حکمران تھی جسنے جنگ سالامس کے موقع پر اپنے جوہر اور ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ ہیروڈوٹس کا ایک رشتہ دار پنیاسس نامی تھا جسنے رزمیہ نظموں کا احیاء کیا اور اسکی نظمیں لوگوں کو اسقدر پسند آئیں کہ بعض تو اسے خود ہومر کا ہم پلہ بتاتے تھے۔ ہیروڈوٹس اور پنیاسس میں بہت مطابقت پائی جاتی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اسپر اپنے دوست کا بہت زبردست اثر پڑا۔ مثلاً ہیروڈوٹس تو ہمیشہ قدیم مذہب کا راگ گایا کرتا ہے اور پنیاسس کا تو لقب ہی "معبر علامات" تھا۔ اگر پنیاسس نے ہرقل کی فتوحات کو نظم کے پیرائے میں بیان کیا تو ہیروڈوٹس بھی مختلف اقوام انکے مذاہب اور رسوم کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ ہیروڈوٹس کا بچپن ہی کا زمانہ یونانیوں کی عظیم الشان فتوحات کا زمانہ ہے اور ان کا اسکے دماغ پر نہایت زبردست اثر پڑا جو مرتے دم تک نہ مٹ سکا۔ جب ہالی کارناسوس نے ایرانی جوا اپنے کندھوں پر برقرار رکھنا مناسب سمجھا اور زمانہ دراز تک ایمیزیا کی اولاد وہاں حکمران رہی تو پنیاسس اور ہیروڈوٹس دونوں وہاں سے ساموس بھاگ گئے اور ساموس سے ہی اپنے شہر کو آزاد کرانے کے منصوبے گانٹھنے لگے بلکہ ان ہی کوششوں میں پنیاسس کا کام تمام ہوگیا۔ پنیاسس کے مرنے کے بعد ہیروڈوٹس نے شہر کے خودسر لیگداموس کو نکال دیا مگر چونکہ اس میں ایونیائیوں کا نجس کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لیئے وہ بہت زیادہ عرصے تک وطن میں نہ رہا بلکہ سیر و سیاحت کیلیئے نکل گیا گو ایتھنز اسے نہایت پسند تھا مگر وہ اسے بھی چھوڑ کر تھوریئ چلا گیا اور ایتھنز کی سیاسی ۲۸۶
لڑائی سے پیشتر ہی اسکا انتقال ہوگیا خود اسکی تصانیف میں اسنے لکھا ہے کہ اسنے ایشیا میں اشور، افریقہ میں مصر و سرنہ اور یورپ میں پونتوس تک کی سیاحت کی مگر اسکے "یونان عظمیٰ" (اٹھالیہ) اور سسلی جانے کا ثبوت محض "اندرونی شہادت" سے ہم پہنچ سکتا ہے۔ اسکی عظیم الشان تاریخ اسکی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے اور یہ اسکے عقائد، اسکے مطالعے اور ذاتی تحقیقات کے نتائج سے ملو ہے۔ گو اس کا اکثر حصہ جنگ پیلوپونیز سے پیشتر ہی کا لکھا ہوا ہے مگر اسکی تکمیل کے بعد بھی ہیروڈوٹس اس میں برابر

اضافے کرتا رہا۔ اسلیئے اسمیں اس جنگ کے ابتدائی واقعات کا بھی ذکر ہے۔ اسکا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ اسکی کتاب اسکی زندگی میں ہی شائع ہوگئی ہو مگر اسکی موت سے پہلے ہی ہر شخص کو معلوم تھا کہ ہیرو ڈوٹس کوئی کتاب لکھ رہا ہے اور اس کتاب کا ایک خاص مقصد ہے۔ بلکہ خود مصنف ہی نے اسکے چند اجزا یونانیوں کے سامنے پیش کیئے تھے مثلاً اولمپیہ کے چہارسالہ میلے میں اسنے اپنی تاریخ کے چند حصّے یونانیوں اور خاصکر ایتھنزیوں کے سامنے پڑھکر سنائے اور ایتھنزیوں نے اسکے لیئے دس تالنت انعام تجویز کیا + ان تمام امور کے باوجود بھی چونکہ اسے دور دراز ممالک کی سیاحت کا ذوق تھا اسلیئے اسکو کبھی ایتھنز میں مستقلانہ قیام کی خواہش نہ ہوئی +

خاکے اور ترتیب مضامین، خیالات اور طرز تحریر سب میں ہیرو ڈوٹس کی تاریخ اپنی قسم کی بہترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے اور اسمیں نفس مضمون اور خارجی شکل کی یکسانی، بیکار پیچیدگیوں اور نامناسب اختصار سے گریز غرض فنّی تصانیف کی جملہ خوبیاں موجود ہیں۔ جہانتک ہم کو معلوم ہے یہ کتاب ۲۸۷
ہیرو ڈوٹس کے پیشرو واقعہ نگاروں اور اسکے بعد کے قدیم مورخوں دونوں کی تصانیف سے ممتاز ہے اور اسمیں اور طوسی دیدش کی تصنیف کی تقریباً ہر تفصیل میں فرق ہے + اسکے ابتدا میں ہی ہیرو ڈوٹس کتاب کا نام ہستوری ایس اپودی ایس "یعنی تحقیق واقعات" تجویز کرتا ہے۔ اور اسی زمانے سے یونانی لفظ "ہستوریا" (یعنی تحقیقات) فن تاریخ پر دلالت کرنے لگا ہے + واقعہ یہ ہے کہ ہیرو ڈوٹس نے دائرۂ زندگی اور دائرۂ عمل کی ہر چیز کی تحقیقات کی جسکا تعلق صنف انسانی سے ہو اور ہر مادّی شئے کی اصلیت کا راز دریافت کرنے کی کوشش کی اور چونکہ اسے ایسے مضامین (جیسے مسئلۂ مبدءِ کائنات) سے مطلق رغبت نہ تھی جنھوں نے ایونیائی فلسفیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا اسلیئے ان سے قطعی کنارہ کشی اختیار کر لی + ماسوا ان مسائل کے اسکی نظر میں ماضی اور حال دونوں کا ایک ہی پایہ ہے۔ اسکی کتاب میں تاریخی بیان اور جغرافی حالات دونوں موجود ہیں اور نفس مضمون کا

تقاضا بھی یہی ہے اسلیئے کہ اسمیں جغرافی اور تاریخی معلومات، یورپ اور ایشیا، یونانی وغیر یونانی اقوام کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ یہ تضاد زرکسز اور داریوش کے معرکوں سے نہایت بدیہی طرز سے ظاہر ہوتا ہے اور یہی وہ واقعات تھے جنکے بیان کرنے کیلیئے ہیروڈوٹس نے قلم اٹھایا۔ مگر یہ تنازعات بیان کرنے کیلیئے اسنے اپنے مقصد کو زیادہ وسعت دی اور ابتدائی واقعات سے قصہ شروع کیا۔ اسنے اپنی کتاب آیندہ نسلوں یا صنف انسانی کے فائدے کیلیئے نہیں لکھی بلکہ اسکا مقصد یہ تھا کہ اپنے ہمعصر یونانیوں کو مزید معلومات حاصل ہوں اور ہیروڈوٹس میں جو خصوصیت ہے یعنی غیر یونانیوں اور مشرقی ممالک کے حالات اور واقعات بیان کرنا اسکی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ اسکے ہمقوم ہمعصر مشرقی ممالک کی حالت سے واقف ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ یونانی خود اپنے عادات واطوار سے بخوبی واقف تھے اور ہیروڈوٹس کو اسکے حالات تفصیل سے بیان کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اسی لیئے جو کچھ حال یونانی طرز معاشرت کا اس تصنیف سے اخذ کیا جا سکتا ہے وہ صرف استدلال اور اس تضاد سے ظاہر ہوتا ہے جو مشرقی اور یونانی رسوم میں تھا۔

اس کتاب کی ترتیب عجیب وغریب ہے اور مصنف نے محض اعادۂ واقعات
اور تذکرے کو نہایت صنعت کے ساتھ ایک دوسرے میں پرو دیا ہے وہ اپنے ۲۸۸
مقصد میں پورے طور پر کامیاب ہوا ہے اور لطف یہ ہے کہ انسان واقعات یا تذکرہ پڑھنے سے ہرگز نہیں تھکتا۔ ابتدا میں لدوی قوم نے ساحلی یونانی بلدیات کو فتح کیا تھا اسی لیئے ہیروڈوٹس انکا بیان اپنی کتاب کی ابتدا میں کرتا ہے اور لدوی تاریخ پر تبصرہ کرتا ہے اور چونکہ ایرانی لدویوں کو مغلوب کر لیتے ہیں اسلیئے تاریخ ایران بیان کی جاتی ہے۔ جب کبھی ایسے ملک کا بیان آتا ہے جسے ایرانیوں نے مغلوب کیا ہو اور جسکی خصوصیات بھی قابل لحاظ ہوں فوراً ہیروڈوٹس اس موقع کو غنیمت جانکر اسکی تاریخ بیان کرنے لگتا ہے۔ اسکی کتاب کے پہلے مقالے میں بابل اور دوسرے میں مصر کا حال ہے اور تیسری جلد بھی تاریخ ہی کیلیئے وقف ہے اور اسمیں کیکاؤس اور

دروغ گو اسمرڈس کا ذکر ہے اور داریوش کی تخت نشینی کے ذکر کے ساتھ سلطنت ایران کے صوبوں کی تقسیم بتائی گئی ہے + ایرانی محض ارض ایشیا پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ جزائر کی طرف پیشقدمی کرکے سامو س پر قبضہ کر لیتے ہیں + اب داریوش شمال اور مغرب کا رُخ کرتا ہے اور اسکیثیون کے خلاف ایک مہم تیار کرتا ہے جنکے رسوم و رواج اور ملک کے خصوصیات کا ہیروڈوٹس اپنی کتاب کے چوتھے مقالے میں ذکر کرتا ہے + داریوش کو تو اسکیثیہ سے بے نیل و مرام واپس آنا پڑتا ہے مگر اسکے سپہ سالار مخضر یس کو فتح کر لیتے ہیں اور مقدونیہ اور تھریس کو مطیع کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں + ہیروڈوٹس تھریس کا تو نہایت مفصل ذکر کرتا ہے مگر مقدونیہ کا حال بالکل نہیں لکھتا اسلیئے کہ اسکے نزدیک مقدونوی قوم اور یونانیوں میں کوئی امتیاز نہ تھا اور جن لوگوں کے فائدے کیلیئے وہ لکھ رہا تھا انھیں مقدونیوں کے متعلق مکمل معلومات حاصل تھیں + پانچویں اور چھٹے مقالے میں ایونیہ کی بغاوت کا ذکر ہے اور جب مصنف ارسطاغورس کی اپیل کا حال لکھنے لگتا ہے اور اسپارٹا اور ایتھنز کے باہمی تعلقات پر بھی بحث کرتا ہے مگر صرف اسی قدر کہ اس زمانے کے سیاسیات پر روشنی پڑ سکے + اب ایرانی ارض یونان کو مطیع کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر مہرنوش اپنی ابتدائی مہم میں ناکام ہوتا ہے اور اسی ضمن میں ہیروڈوٹس اسپارٹی دیمارا توس اور کلیومینیس کے باہمی تنازعات کا ذکر کرتا ہے ۔ اور داتس اور ارتافرنز کے حملوں کے بعد ماراتھون کے عظیم الشان معرکے کا حال لکھتا ہے + تخت ایران پر زرکسیز جلوہ گر ہوتا ہے اور بنفس نفیس اس جلیل القدر مہم کا سامان کرتا ہے۔ ۲۸۹
اس جنگ کا ذکر آخری مقالوں ہی تک کیا گیا ہے + بہت سے مورخوں کی رائے ہے کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ غیر مکمل حالت میں ہے مگر ہم اس سے متفق نہیں ہیں محض الفاظ "ختم شد" کے نہونے سے یہ نتیجہ ہرگز اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ تاریخ غیر مکمل حالت میں ہے ۔ ہیروڈوٹس نے صرف زرکسز کے حملوں تک کا حال بیان کیا ہے اسلیئے کہ دونوں سلطنتوں کے درمیان کسی صلحنامے پر دستخط نہیں ہوئے اور اگر ماراتھون پر جنگ ختم نہیں ہوتی تو پھر اسکے بعد کوئی اور واقعہ

ایسا نہیں ملتا جبکہ جنگ ختم ہوئی ہو۔ اگر ہیروڈوٹس اسکے بعد کے واقعات لکھتا تو یقیناً اسے یونانیوں کی جارحانہ کارروائی کا ذکر کرنا پڑتا جسکے حالات بالکل مختلف النوع ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جنگ ماراتھون پر کتاب ہی ختم ہوگئی۔

ہیروڈوٹس کی تاریخ کا ہومری نظموں سے عموماً اور اوڈیسی سے خصوصاً بطور ایک تصنیف کے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ دونوں کتابوں میں اوّل تو ہمیں بحر و بر کی سیر کرائی جاتی ہے اور پھر ایک عظیم الشان جنگ کے بعد بدکردار حملہ آوروں کو مغلوب کیا جاتا ہے۔ ٹمسٹاکلیس اور چالاک اوڈیسیوس دونوں قریب قریب ہم شکل ہیں اور اوڈیسیوس بھی یونانی خصوصیات کے ایک ممتاز رمز کا کوئی برابر قائم مقام نہیں۔ ہیروڈوٹس کی کتاب بھی سسٹوس کی فتح پر ہی ختم ہوتی ہے جہاں ایک مغرور ایرانی کو حسب حال سزا دیجاتی ہے۔

ابھی ہیروڈوٹس اور ایتھنز کے تعلقات کی بابت کچھ کہنا باقی ہے۔ پچھلے مقالے کے ایک فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارقلیس کو نہایت قابل سمجھتا تھا۔ مگر یہ فرض کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں کہ وہ عام طور پر الکمونیوں کو بھی پسند کرتا تھا جنکے روایتی جد امجد کو اسنے تاریخ میں ایک نہایت خراب حصہ دیا ہے۔ جس قدر عام طور پر مورخوں کا خیال ہے وہ اس سے زیادہ غیر جانب دار تھا مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسنے ایتھنز کی بہت خدمت کی اور اس خدمت کا اب اعتراف نہیں کیا جاتا۔ کم از کم مفصلۂ ذیل واقعات کی اہمیت پیش نظر ۲۹۰
رکھنی چاہیئے:-

اسمیں شبہ نہیں کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ ایتھنزیوں کی نظر میں نہایت اہم اور مفید مطلب ہوگی۔ یہ تاریخ سی سالہ صلحنامے کے بعد لکھی گئی تھی جو ۴۴۵ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ہوا تھا اور ہمیں اسی دور کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ ان یونانیوں کیلیئے جنھیں ایرانیوں کی دشمنی کا احساس تھا ایتھنز گویا نقطۂ اجتماع تھا۔ جنگ پیلوپونیز کے زمانے میں تو اسکے لیئے سب سے اہم مسئلہ خود اپنی حفاظت اور بچاؤ کا مسئلہ تھا مگر قبل اسکے کہ اس جنگ میں شدت کی صورت پیدا ہو ایتھنزی مشرق کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتے تھے اور اسکے لیئے

یہ ازبس ضروری تھا کہ مشرقی ممالک کے حالات اور اسکے باشندوں کی طرز معاشرت اور رسم ورواج کی معلومات انکو ہوجائے اور سلطنتِ ایران کی پیدا وار اور طرز حکومت اور ادارات سے ایتھنزی خوب اچھی طرح سے واقف ہوجائیں، اس اہم کام کے پورا کرنے کیلئے ہیروڈوٹس سے بہتر آدمی ملنا ممکن نہ تھا اور وہ ایتھنزیوں کو جملہ امور کے متعلق نہایت قابل اطمینان اطلاعیں بہم پہنچاتا ہے اور جن حصہ جات ایران سے ایتھنزیوں کو خاص لگاؤ تھا انکے مفصل حالات بیان کردیتا ہے۔ انھیں مصری امور سے بہت دلچسپی تھی بلکہ ہزاروں ایتھنزیو نے مصر میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ یہ سچ ہے کہ کیمون کے انتقال کے بعد ایتھنزیوں نے مصری معاملات سے براہ راست کنارہ کشی اختیار کرلی تھی مگر ممکن تھا کہ انکی پالیسی پھر پلٹ جائے اور مصریوں کی طرز معاشرت کے متعلق جو اطلاع ہیروڈوٹس نے منضبط کی وہ یقیناً نہایت کارآمد تھی۔ مصر کے سوائے ایک اور خطہ شمال کی جانب تھا جہاں سے ایتھنز کو غلہ اور مچھلی آتی تھی اور ایتھنزی ہر طرح سے متمتع ہوتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنزیوں کیلئے ایسے خطے کے حالات معلوم کرنا خالی از دلچسپی وسودمندی نہ تھا اور اس مسئلے پر ہیروڈوٹس نہایت عمدگی سے روشنی ڈالتا ہے اگر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاکر تھوسی ڈائیس کی یونانی نوآبادیوں کا بھی مفصل حال بتاتا اور انکی تاریخ اور عام خصوصیات کا ذکر کرتا تو یقیناً بہتر ہوتا۔ مگر وہ انکی طرف متوجہ نہیں ہوتا اسلیئے کہ اسکا مقصد یہ نہ تھا ۲۹۱
کہ جن امور سے یونانی کماحقہ واقف تھے انکا اعادہ کرے۔ وہ تالنت کا جو انعام اسے دیا گیا تھا وہ اس تعریف وتوصیف کا انعام نہ تھا جو اسنے ایتھنز اور ایتھنزیوں کی کی تھی۔ اسکے لیئے تو حسب معمول محض پلوٹس کا حلقہ کافی ہوتا۔ بلکہ دراصل یہ اس رقم کے معاوضے میں ایک تحفہ تھا جو ہیروڈوٹس نے ایتھنزیوں کی خاطر سیر وسیاحت میں خرچ کی ہوگی۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے مقامات کو وہ محض ایتھنز کی خاطر گیا ہوگا اور ان امور کے سوا جنکا اسنے اپنی کتاب میں اعادہ کیا ہے اور بہت سی باتیں پھر ایسی ہونگی جنسے ایتھنزیوں کو خاص دلچسپی ہوگی اور بہت سے امور سے واقفیت حاصل ہوگئی ہوگی جنکے بیان کرنے کیلئے وہی

خاص طور پر موزوں تھا اور جنکی ایتھنزیوں کیلئے خاص قدر و قیمت تھی + جب رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھنا اس زمانہ میں مشکل تھا تو ہمیں یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ ایتھنز نے اپنی سلطنت کے دور دراز اجزا کو کسطرح اپنے قابو میں رکھا اور اگر کسی ایسے شخص کا پتہ مل جائے جس نے اس مشکل کام میں ایتھنز کی مدد کی ہو تو یقیناً ہمیں اس سے بہت نفع ہوگا۔ غالباً فارقلیس کی ہی کوشش سے ایتھنزیوں نے ہیروڈوٹس کو دس تالنت نذر کیئے اور انکی اور اس روپے کی نوعیت جو فارقلیس بلاحساب دیئے ہوئے خرچ کیا کرتا تھا ہم مشکل تھی +

ہیروڈوٹس نے غالباً اسوجہ سے ایتھنز میں آکر سکونت اختیار نہیں کی کہ اسے سیر و سیاحت کا شوق تھا۔ اسکے ساتھ ہی ممکن ہے کہ اسے یہ احساس ہوا ہو کہ ایتھنزیوں کو تمدن ایونیہ سے کوئی خاص ہمدردی نہیں + ہم انکساغورس کے انجام سے واقف ہیں اور خود حکیم بقراط نے بھی جسکا حال عنقریب بیان کیا ۲۹۲
جائیگا ایتھنز میں رہنا پسند نہ کیا۔ اور دیمقراطیس نے جو اپنے زمانے کے مشہور آفاق فلسفیوں میں سے تھا اور ہیروڈوٹس کی طرح سیر و سیاحت کا بھی شائق تھا ایتھنز میں محض آمد و رفت ہی کافی سمجھی [۲] +

[۲] دیمقراطیس کے حالات کی جو آخری تحقیقات ہوئی ہے اسکا بوسولٹ (۲، ۸، ۳۰) میں ملخص دیا ہوا ہے +

بہت سے مورخوں نے ممتاز یونانیوں کے مشرقی ممالک کی سیاحت کے حالات کو محض استخراجی وجوہ سے مشکوک سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ مملکت ایران میں غیر ملکیوں کے ساتھ سختی یا تشدد کا برتاؤ نہ ہوتا تھا اور جو یونانی چھٹی یا پانچویں صدی ق م میں بابل یا مصر جانا چاہتے تھے انھیں کوئی امر مانع نہ تھا اور وہ شوق سے جا سکتے تھے۔ اور جب تاریخ یونان پڑھنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یونانیوں میں تفتیش اور تحقیقات کا مادہ تھا تو پھر کوئی وجہ شک و شبہ کی باقی ہی نہیں رہتی + اصل وجہ اس ظاہری شک و شبہ کی جو مورخوں کی تحریرات سے یونانیوں کی سیاحتوں وغیرہ کی بابت ظاہر ہوتا ہے یہ معلوم ہوئی ہے کہ انکی یہ خواہش نہ تھی کہ اسکا شائبہ اظہار بھی ہو کہ یونانی فلسفہ مشرقی فلسفے کا کسی طرح بھی مرہون منت تھا۔ مگر اب

دیمقراطیس ساکن ابدیرا نہایت مرفہ الحال تھا اور اپنا روپیہ سیر و سیاحت میں صرف کیا کرتا تھا۔ اسنے منجملہ دیگر ممالک کے ان ملکوں کی بھی سیر کی جہاں ہیروڈوٹس گیا تھا مثلاً وہ بابل گیا اور روایت ہے کہ اسنے مصر میں پانچ سال تک قیام کیا اور وہانسے واپس آکر اسنے وطن مالوف میں آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اسے عام طور پر "حکیم ضاحک" کا لقب دیا جاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام دنیوی اشیاء اور ان اشخاص سے جنسے وہ ملتا تھا افضل اور اعلیٰ تصور کرتا تھا اپنے دوست لیوکیپوس کی مدد سے جو غالباً اسکا استاد بھی تھا اسنے "نظریہ سالمات" دریافت کیا اور چونکہ ابدیرا تیوس کی نوآبادی تھی اسلیئے یہ نظریہ گویا ایونیہ کے فلسفۂ طبیعی کی چوٹی کی دریافت تھی۔ اسکا ٹھیک پتہ نہیں لگ سکا کہ دیمقراطیس کو کس دور میں رکھا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چوتھی صدی ق م کے ابتدائی سنین میں زندہ تھا اور اس سے پیشتر ہی ایونیائی فلسفی ان عناصر اولین کی تحقیقات کر چکے تھے جو انکے نزدیک جملہ کائنات کا سبب و منبع تھے اور اناکساغورس اس قوت پر بحث کر چکا تھا جسمیں ان عناصر کی ہیئت میں تغیر و تبدل کرنے کی قابلیت تھی۔ اب صرف ایک مسئلہ باقی رہ گیا تھا اور وہ یہ کہ یہ عمل تغیر کیونکر ممکن ہے۔ دیمقراطیس اور لیوکیپوس نے یہ جواب دیا کہ کائنات دراصل نہایت باریک اجزا یا سالمات سے مرکب ہے جنکا مزید تجزیہ نہیں ہو سکتا اور جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور فضائے محیط میں چکر لگاتے ہوئے اپنی باہمی مشابہت یا غیر مشابہت کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملتے رہتے یا علحدہ ہوتے رہتے ہیں اور اکثر محض اتفاق کی ہی بدولت ہر مفرد شئے کے حدوث کا باعث ہوتے ہیں۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ۔ مورخوں کے خیالات میں کونہ تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔
دیمقراطیس اور اسکے بھائی مسمی ہیروڈوٹس کا نام پانچویں صدی میں ابدیرا کے سکوں پر جہاں وہ حامل تھا اور نمفودوروس کے سکوں پر کندہ ہے (طومسن دیکشنری ۲، ۲۹) [ہیڈ۔ تاریخ سکہ جات صفحہ ۲۲۱ ونڈل بانڈ (۱) میولر ۵، ۱۱ صفحہ ۲۰۰ وغیرہ]

اور ان سالمات میں سے جو نفیس ترین ہیں انسے روح کی ترکیب ہوتی ہے + اس نظریئے میں عنصر اولین یا کسی خاص مادی یا ذہنی قوت فرض کر لینے کی مطلق ضرورت نہ تھی اور یہی وہ مشہور ہندسی نظریۂ کائنات تھا جسکی چار دانگ عالم میں اشاعت ہوئی + ایک طرف تو دیمقراطیس محض علم ہندسہ کے اصول پر حقیقت کائنات دریافت کرنے کا خواہشمند تھا اور دوسری جانب اسکی تصانیف کے اجزا سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اسکو بھی اپنے فلسفے سے اطمینان نصیب نہیں ہوا۔ اور ہم اسے اس خیال میں غرق دیکھتے ہیں کہ وہ علم جسکا دارومدار محض حواس انسانی کے ادراک پر ہو ہمیشہ غیر مکمل رہیگا اور لطف یہ ہے کہ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ بہترین خوشی وہ ہے جو خوبصورتی کے تخیل سے پیدا ہو + ظاہر ہے کہ ان مختلف نظریوں میں کسی قسم کا تطابق پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں + ۲۹۳

غرض یہ ہے کہ ایتھنز نے اناکساغورس کو تو جلا وطن کر دیا، دیمقراطیس کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکا؛ زمانۂ مابعد میں سقراط کو الحاد کے الزام پر سزائے موت دی اور ارسطاطالیس کو ایتھنز سے چلا جانا پڑا[1]۔ مستغیثوں نے جو الزامات اناکساغورس، سقراط اور ارسطاطالیس پر لگائے تھے وہ سب دراصل محض بہانہ سازی تھی اور انکا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ انھیں ان حکما سے چھٹکارا ملے + مگر ان مقدموں کا فیصلہ کرنے کا اختیار عموم ایتھنز ہی کو تھا اور وہ ان معاملات پر نہایت سنجیدگی سے غور کرتے تھے + دور شباب میں آزادانہ تحقیقات کے ارتقا کا جو لانگاہ بننے کی ایتھنز کو قابلیت نہ تھی اور اس خصوصیت کا صرف فلسفی ہی شکار نہیں ہوئے جنمیں سے بعض غیر ملکی تھے اور جنکے ساتھ مراعات کرنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی بلکہ خود شعرا کی بھی جنمیں اکثر ایتھنز ہی کے باشندے تھے مخالفت کی گئی + اگر کوئی ہر دلعزیز شاعر بھی اپنی پرانی لکیر سے نکل آیا (جو

---

[1] ایتھنز کے ذہنی رجحان کی کمزوریوں کو شوارکس اپنی کتاب "عمومیت" (جلد ۱۔ لائپزگ ۱۸۸۳ء) میں خوب واضح کرتا ہے۔ مگر فارقلیس کے مفید منصوبوں پر کافی زور نہیں دیتا۔ اور اسکے لیئے پلوٹارک: فارقلیس (۳۵ و ۳۸) دیکھنا چاہیئے +

محض توصیف اعتدال اور کائنات کے جمالی تخیل تک محدود تھی تو لوگ اس سے منہ موڑ لیتے۔ اور اگر وہ خود رائے اور اپنی ذاتی قابلیت سے آگاہ بھی تھا تو اسکے لیئے ایتھنز کو خیرباد کہنا ہی مناسب تھا۔ الس خیلوس اور یوریپدیس کے حالات بظاہر بالکل متضاد تھے مگر دونوں میں ایک خصوصیت تھی اور وہ یہ کہ دونوں اپنے خیالات تو دوسروں کے خیالات سے ممتاز سمجھتے تھے۔ اور بالآخر دونوں کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنا عزیز وطن چھوڑ دینا پڑا۔ فصاحت و بلاغت اور فنون لطیفہ یہی دو شعبے تھے جو ایتھنز میں پسند کیئے جاتے تھے۔ ان میں سے فصاحت و بلاغت پر تو حملہ ہی ناممکن تھا اسلیئے کہ اس میں کمال حاصل کرنے کیلیئے ذہانت کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ اسکے برعکس حقیقی فنون لطیفہ کا دارومدار عقلیات پر تھا اور اگر اسکا کوئی ماہر ہر دلعزیز ہو تو اس پر حملہ کرنا خلاف امکان نہ تھا۔ کسی نے ایتھنزیوں سے کہہ دیا کہ فدیاس نے ایتھینا دیبی کی ڈھال پر اپنی تصویر کندہ کر کے مذہب کی بے حرمتی کی ہے تو وہ سب اسکے خلاف متفق الرائے ہو گئے۔ اسی طرح انھیں الزامات کا یقین ہو گیا جو ارسطاطالیس پر لگائے گئے جب انکو معلوم ہوا کہ اسنے بجائے دیوتاؤں کے ایک قصیدہ کسی شخص فانی کی توصیف میں لکھا۔ یہ سب مظاہرے دراصل یونانیوں کا مذہب، حب وطن اور قدامت پسندی کا کرشمہ تھے جو انکی فطری خصوصیات سے تھیں۔ اسی وجہ سے وہ اپنے مذہب میں کسی جدت یا بدعت کے روادار نہ تھے اور ہمیشہ اپنے کان ان الزاموں کی طرف لگائے بیٹھے رہتے تھے جنکا تعلق مذہب سے ہو۔ ۲۶۴

فارقلیس کو اپنے ہم وطنوں کی ان کمزوریوں کا خوب احساس تھا اور اسنے حتی القدور انھیں ایک دوسرے راستے کی طرف مائل کرنا چاہا۔ وہ اپنی اس کوشش میں کہ تمدن ایونیہ کو تقویت پہنچائی جائے کامیاب نہیں ہوا اور اسے معلوم ہو گیا کہ ایتھنزیوں میں جو قدامت پسندی کا احساس تھا اسکی بنیاد کس درجے مستحکم تھی۔ یہ سچ ہے کہ اس مشہور تقریر میں جو طوسی دیدس اسکی طرف منسوب کرتا ہے ان خیالات کے اظہار کیلیئے ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ مگر اس تقریر میں فارقلیس نے ایتھنزیوں کو وہ جامہ نہیں پہنایا جسمیں

وہ ملبوس تھے بلکہ وہ جامہ پہنا ہے جبکا وہ خود خواہشمند تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایتھنز میں ہر شخص جو چاہے کر سکتا ہے۔ مگر واقعہ اسکے بالکل برعکس تھا اور ایتھنز یوں میں مطلق رواداری نہ تھی۔ اگر ایتھنز اور یونان ہم معنے ہوتے تو حکمت کا آزادانہ ارتقا بالکل ناممکن ہو جاتا۔ اور یہ یونان کیلیئے عین خوش قسمتی تھی کہ وہاں بہت سی جمہوریتیں ایسی بھی تھیں جنمیں اہم معاملات پر نہایت آزادانہ رائے زنی ہوتی تھی اور خود ایتھنز کے حلیف بھی اسکے مذہبی اور سیاسی اصولوں کو اپنے لیئے قابل اتباع نہ سمجھتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ اناکساغورس نے اپنی جلاوطنی کے بعد نہایت اطمینان سے بلاخوف مزاحمت لمپساکوس میں بود و باش اختیار کر لی اور حکمت کے میدان میں ایتھنز کی جگہ یونانی تہذیب کے دوسرے مرکزوں نے لے لی۔

محض مادّی نقطۂ نظر سے دور فار قلیس کے ایتھنزی شہری کی حیثیت نہایت ممتاز تھی اور فنون لطیفہ سے خاص حظ حاصل ہوتا تھا۔ شہر ایتھنز ایک عظیم الشان سلطنت کا دار الحکومت ہو گیا تھا۔ تھرلس اسوقت تک قدیم تہذیب کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ ہیلیسپونٹ ایسی بحری شاہراہ تھا جسمیں ہو کر دولتمند پونٹوس ۲۹۵
کا تجارتی مال و اسباب نکلتا تھا۔ ایونیہ بے شمار بلدیات سے بھرا ہوا تھا جن میں ملطہ اور ایفی سوس سب سے مشہور تھے۔ کاریہ کی تہذیب خصوصیت کے ساتھ اسلیئے ممتاز تھی کہ اسمیں یونانی اور غیر یونانی عنصر مخلوط تھا اور جزائر مقدس جزیرۂ دیلوس کے ہر چہار طرف پھیلے ہوئے تھے۔ غرض اس سلطنت میں مشرقی یونان کے سب سے خوبصورت دولتمند اور مہذب حصے شامل تھے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان تمام بلدیات کی حیثیت محض غلامی کی تھی۔ بلاشبہ چند معاملات میں وہ ضرور ایتھنز کے تابع تھے مگر اکثر امور میں انھیں حکومت خود اختیاری حاصل تھی اور مقامی دستور اور مذہبی معاملات میں وہ مختار کلی تھے۔ وہ ایتھنز کو روپے کی ایک قلیل تعداد بطور خراج ادا کرتے تھے اور قانوناً وہ ایتھنز کے صرف اسقدر دست نگر تھے کہ چند مقامات کے فیصلے کیلیئے انھیں ایتھنز کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ بایں ہمہ ایتھنزی شہری کو اپنی سلطنت میں ایک خاص قسم کا اقتدار حاصل تھا۔ اگر وہ چاہتا تو سال کے کسی مہینے میں سہ طبقہ جہاز میں بیٹھکر بحیرۂ ایجین

ہیلیسپونٹ اور پونتوس میں گشت لگاتا اور دیکھتا کہ سمندر پر لوٹ مار کا بازار تو گرم نہیں ہے اور ایتھنز کے حلیف اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔ ہر حلیف کو یہ خیال تھا کہ مبادا ایسی ایتھنزی کسی روز انکے مقدمات طے کرنے پر مامور ہو جائیں اسلیئے جہاں کہیں وہ جاتا اسکی بہت خاطر و مدارات ہوتی اور اس کے لیئے ہر طرح کا سامان تفریح مہیا کیا جاتا + ایسے ایتھنزیوں میں سے اکثر مرفہ الحال نہ ہوتے تھے اور مملکت کے سراس حصۂ دنیا میں سفر کرنا بسا غنیمت سمجھتے تھے + خود ایتھنز میں رہ کر بھی انھیں خدمت مملکت کا صلہ ملتا تھا۔ اوّل تو جیوری کے اراکین کی حیثیت سے مہینے میں کئی مرتبہ انھیں اس خدمت کا معاوضہ دیا جاتا اور بہت سے ایتھنزی مجلس خاص کے بھی رکن تھے اور اس حیثیت سے علیحدہ مشاہرہ پاتے اسکے علاوہ شہریوں کے تفریح کا انتظام متعدد میلوں اور تیوہاروں کے ذریعے سے کیا جاتا تھا اور ان میلوں میں وہ باطمینان کلی شامل ہو سکتے تھے اسلیئے کہ جو مالی نقصان انھیں ہوتا تھا اسکا معاوضہ حکومت کی طرف سے انھیں مل جاتا تھا + بہت سے ایسے تھے جو سرکاری کاروبار پر زراعت کو ترجیح دیتے تھے اور جب کبھی کوئی فوج مغلوب ہوتی تھی اور اسکی اراضی ایتھنزی شہریوں میں تقسیم ہوتی تھی اسوقت انھیں ۲۹۶
اپنا استحقاق جتانے کا موقع رہتا۔ مگر اس قسم کی تقسیم کے متعلق ہماری معلومات کا دائرہ بہت تنگ ہے اور یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ کتنی اراضی اسطرح انھیں حاصل ہوئی تھی۔ قصہ مختصر اگر کوئی شہری عسرت کیساتھ اپنی زندگی بسر کرتا تو یہ اسکا ذاتی فعل تھا اسلیئے کہ اگر وہ ریاست کو اپنے حال سے آگاہ کر دیتا تو یہ ریاست اسکے سامان خورد و نوش کا انتظام کر دیتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی ایک عظیم الشان سلطنت پر حکمراں تھے جسپر نہایت خوشگوار اور ملائم طرز سے حکومت کی جاتی تھی اور اسکا انتظام دراصل اشتراکیت کی ایک مرتبہ صورت تھی +

یہ ایسی باتیں ہیں جنسے کسی امیر یا حاکم کی بھی آرزوئیں پوری ہو سکتی تھیں مگر اسنے فارقلیس سے حوصلہ مند شخص کی پیاس نہ بجھتی تھی۔ اور ایتھنز کی مادی مرفہ الحالی ایتھنزیوں کی بحیرۂ روم میں سیادت، انکا فنون لطیفہ سے سرور و محظوظ ہونا، غرض یہ سب باتیں فارقلیس کیلیئے بالکل ناکافی تھیں وہ اسکا خواہشمند نہ تھا کہ ایتھنزی صرف

حکومت ہی کریں بلکہ وہ انھیں عالی دماغ اور قابل ترین حاکم بنانا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنے کاروبار کیلئے ہر طرح سے موزوں ہوجائیں + جمیل کے تخیلہ کی تلاش جسکی ایتھنزی نہایت قدر کرتے تھے یونانی قدیمیات کے مستحکم بنا پر قائم تھی اسلیئے کہ فنون لطیفہ خود مذہب کے زر خرید غلام سمجھے جاتے تھے۔ فار قلیس مذہب اور فنون لطیفہ دونوں کی ویسے قدر کرتا تھا مگر اسلیے یہ ڈر تھا کہ اگر لوگ ان ہی کی طرف توجہ کرنے لگینگے تو کاروبار مملکت کو سخت صدمہ پہنچے گا اور وہ چاہتا تھا کہ انکے لیئے دماغی غذا بھی بہم پہنچائی جائے تاکہ علم وحکمت کے ذریعے سے ان میں روشنی پیدا ہو + وہ اسے محسوس کرتا تھا کہ اسکے اور اسکے ہم وطنوں کے زاویۂ نگاہ میں گو نہ اختلاف ہے اور یہ اختلاف اسقدر وسیع تھا کہ در آنحالیکہ خلاف عادت قدرتی واقعات کو ایتھنزی فال نیک یا فال بد سمجھتے تھے وہ ان کو محض واقعات سے ہی تعبیر کرتا تھا + ان تمام یونانیوں کا اندازہ لگا کر اسنے کوشش کی کہ ایتھنز میں علم کے ہر ایک شعبے کا نشو ونما ہو +

فار قلیس کو اپنے مقصد کے حصول میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ایتھنزیوں کو اسکے کسی فلسفے کی خواہش نہ تھی۔ ایتھنز کے قدامت پسندوں کو پرانے پیشگوؤں کی ہی بنائی فراست نئی فطرت کے فلاسفہ کی عجیب وغریب نظریوں سے زیادہ پسند تھی۔ اور بہت سے عمومیت پسند تو عوام الناس کی تعلیم وتربیت سے بالکل ہی بے پروا تھے + حق تو یہ ہے کہ ایتھنز کی سی قدیم قوم کسی نئی تہذیب کو بہ آسانی اختیار کرنے کیلئے مطلق تیار نہ تھی + فار قلیس کے پاس یقیناً اس قسم کے ۲۹۷
ذرائع ہوتے جنسے وہ اس اختلاف کا اندازہ لگا سکے مگر اسنے ہرگز یہ پیش بندی نہ کی ہوگی کہ اسکے خیالات کا اس شدت سے اختلاف کیا جائیگا + ہم بائیسویں باب میں اس بحث کی طرف پھر رجوع کرینگے اور دیکھینگے اس مدبر کے آخری ایام اناکساغورس، فدیاس اور اسپازیہ کے تصدیعہ سے کسقدر تلخ ہوگئے۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ جو رنج اور ملال اسسے ہوا ہوگا وہ اس خیال سے نہیں کہ یہ سب اسکے دوست تھے بلکہ جس بات سے اسے سب سے زیادہ صدمہ پہنچا وہ یہ تھی کہ اسنے جو طریقے ایتھنزیوں کی بہتری کیلئے اختیار کیئے انسے انھوں نے منہ موڑ لیا +

۲۱۲ ہم باب ۱۲ کے آخر میں لکھ چکے ہیں کہ کیمون کے دور کے اواخر میں تمدن ایتھنز میں جو لا

۳۰۶

اکیسواں باب

کورکائرا، پوتی دیہ، پلاٹیہ

اس مادی ترقی میں جو ایتھنز کے رتبے اور حیثیت میں ہو رہی تھی ایتھنز اور اسپارٹا میں تنازعات برپا ہونے کی وجہ سے سخت ہرج واقع ہوا جن کی ابتدا اور اصل کورنتھ اور ان دونوں مملکتوں کے باہمی تعلقات سے ہوئی کورنتھ کا بحری اور تجارتی دنیا میں خاص رتبہ تھا اور اس میدان میں اسکے اور ایتھنز کے درمیان جھگڑے پیدا ہونا نہایت آسان تھا۔ اسکے برعکس پیلوپونیز ہی کو اسپارٹا اپنی دنیا اور اپنا عالم سمجھتا تھا اور اسکے اور کورنتھ کے درمیان بہت گہرے دیرینہ تعلقات تھے؛

جب کورکائرا نے اپنی دامنوس کی آبادکاری کی تھی تو اتفاقاً وہاں کے آبادکاروں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور جملہ فنون لطیفہ کے موضوع جنگ آزادی کے کارنامے ہی قرار دیئے جاتے تھے مثلاً ایس خیلوس اور پولیگنوٹس نے اسی خیال کے مطابق اپنی تصانیف و تصاویر ترتیب دیں، مگر دور فار قلیس کے مقاصد بالکل جداگانہ تھے۔ اور اس زمانے کے ماہران فن قومی اور تاریخی میدان کو چھوڑ کر محض تخیلے کی طرف رجوع ہوئے اور سوفوکلیس اور فدیاس نے محض قدیم روایتوں ہی کو پیش نظر رکھنا کافی سمجھا۔ غالباً ایتھنز کے ناٹک کیلئے یہ باعث منفعت نہ تھا کہ وہ یہ نویس بجائے قومی مقاصد اور قومی حوصلوں پر زور دینے اور لوگوں کی ذہنی سطح بلند کرنے کے محض قدیم روایتوں اور رزمیہ قصوں پر اکتفا کریں اور حقیقی رزمیہ حالات کو رزمیہ نویسوں پر چھوڑ دیں جنھوں نے جو تھوڑا بہت اثر مار اتھون کے سپاہیوں کی تعریف و توصیف کرکے پیدا کیا وہ امن پسند کمزور طرز عمل کی حمایت کرکے بالکل کھو دیا؛

پیشوا ایک کورنتھی تھا۔ اب اپی دامنوس کے شرفا اور عوام الناس کے درمیان کسی بات پر مناقشہ برپا ہوا اور عموم نے شرفا کو شہر سے نکال دیا۔ مگر جب شرفا کی باری آئی تو انھوں نے ساحل براعظم کے غیر یونانی باشندوں کی مدد سے عموم کو شکست دیدی اور عموم کو اسکے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ اپنے مادر بلد یعنی کورکائرا سے امداد کے خواستگار ہوں۔ مگر مشکل یہ پڑی کہ کورکائرا والوں نے کسی قسم کی مدد دینے سے انکار کر دیا اور انھوں نے دیلفی سے استفسار کیا کہ آیا وہ کورنتھ کے سامنے دست استدعا پھیلا سکتے ہیں یا نہیں۔ وہاں سے جواب ملا کہ اپی دامنوس والے یقیناً کورنتھ سے مدد مانگ سکتے ہیں + کورکائرا ہمیشہ اپنے مادر بلد کورنتھ کی مخالفت پر کمربستہ رہتا تھا اسی لیئے اپی دامنوس کے سفرا کا کورنتھ میں نہایت جوش و خروش سے استقبال ہوا + اس سفارت کے جواب میں کورنتھیوں نے چند نئے آباد کار اپی دامنوس روانہ کیئے اور چونکہ کورکائرا نے رفتہ رفتہ اپنی بحری قوت کو اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچا دیا تھا اور بہ آسانی سو اسو سہ طبقہ جہاز میدان کارزار میں پہنچا سکتا تھا اسلیئے یہ آباد کار بجائے بحری راستے کے بری راستے یعنی اپولونیا ہو کر اپی دامنوس گئے تاکہ کورکائرا کے چنگل سے بچ سکیں + اب کورکائرا والوں نے اپی دامنوس شرفا کی نہایت سرگرمی سے پشت پناہی کرنی شروع کی اور وہاں کے عموم کو حکم بھیجا کہ وہ فوراً شرفا کو واپس بلالیں اور جب عموم نے اس حکم کی تعمیل سے گریز کیا تو انھوں نے فوراً شہر کا محاصرہ کر لیا[1] + کورکائرا کی طرح کورنتھ نے بھی اس معاملے میں سنجیدگی کے ساتھ دلچسپی لینا شروع کی اور نئے آبادکاروں کی تعداد جنھیں اپی دامنوس روانہ کرنے کا قصد تھا بڑھا دی + کورنتھ کا میدان عمل بھی وسیع ہوگیا اسلیئے کہ نہ صرف مگارا، اپی دوروس، ہرمیونے اور تروئیزین بلکہ ۳۰۷

[1] اب گویا کورنتھ تو اسپارٹا کی دوستی کا دم بھر کر عمومیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے اور کورکائرا ایتھنز کا حلیف بھی ہے اور شرفا کا بھی ساتھ دیتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف محالفوں کی بنا محض شرافیت پسندی یا عمومیت پسندی ہی نہ تھی بلکہ ایسے محالفوں میں زیادہ تر بلدیہ کا انفرادی مفاد بھی ملحوظ رہتا تھا۔

لیوکاس، امبریسیہ اور پالے (کیفالے نیا) بھی کورنتھ کا ساتھ دینے پر کمربستہ ہوگئے۔ اسکے علاوہ اسنے تھیبز اور فلیوس سے روپے کا اور ایلس سے خالی جہازوں کا مطالبہ کیا۔ مگر کورکائرا والے جنگ آزمائی پر کمربستہ تھے۔ انھوں نے فیصلے کی غرض سے چند تحریکات پیش کیں اور کہا کہ اگر کورنتھ اپنی دامنوس سے اپنی فوج ہٹالے تو پھر وہ جملہ معاملات پنچایت کے سپرد کردینگے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر فریقین میں باضابطہ جنگ شروع ہوکر وقتی طور پر بند ہوگئی پھر بھی وہ ان ہی شرائط پر قائم رہینگے۔ کورنتھیوں کی یہ خواہش تھی کہ انکے مطالبات کلیتًا پورے ہوجائیں اور کسی قسم کا فیصلہ ثالثی قبول کرنے سے انکار کردیا۔ مگر قسمت نے انکی یاوری نہ کی اور انکے بہتر جہازوں کو کورکائرا کے اسّی جہازوں نے شکست دیدی اور جس روز یہ واقعہ ہوا ہے اسی دن اپی دامنوس نے کورکائرا کی فوج کے سامنے ہتیار رکھ دیئے اور کورکائرا نے اپنی فتوحات اور مغربی سمندروں کی سیادت سے فائدہ اٹھاکر لیوکاس کو تاراج کردیا اور کی لینے میں جو ایلس والوں کا بحری اسلحہ سازی کا کارخانہ تھا اسے جلادیا۔ اب کورنتھ نے یہ چاہا کہ اس نواح میں اپنی قوت حتی المقدور مستحکم کردے اور کورکائرا کے مقابل والے ساحل پر اکتیوم اور کیمیریوم کی قلعہ بندی کرلی جسکے جواب میں کورکائرا والوں نے بھی جزیرہ سنائے لیوکمنے پر جہاں انھوں نے اپنی فتح کی ایک یادگار قائم کی تھی ایک قلعہ تعمیر کرلیا۔ غرض یہ ہے کہ کورنتھ ہی کا پلہ بھاری رہا۔ جب کبھی انکا جی چاہتا وہ نہایت آزادی سے کورکائرا پر براہ راست حملہ کرسکتے تھے اور اسکے برعکس کورنتھ کے بندرگاہوں کو کورکائرا سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

اب کورکائرا والوں نے ایک طاقتور حلیف کی ضرورت کو محسوس کیا اور ایتھنز سے گفت وشنید شروع کی۔ جب کورنتھیوں کو اسکا علم ہوا تو انھوں نے بھی ایتھنز سفیر روانہ کیئے تاکہ کورکائرا کے سفرا کا جواب دے سکیں۔ طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ دونوں ملکتوں کے سفرا نے ایتھنز کی جمعیت عوام میں یکے بعد دیگرے تقریریں کیں اور اسنے اپنی کتاب میں

ان تقریروں کا ملخص دیا ہے[۲] اس مورخ کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ ان تقریروں کی
۳۰۸ صحت کیلیئے جو اسی تاریخ میں درج ہیں صرف اپنی ہی سند کافی سمجھتا ہے اور یہ ایک
کلیہ ہے کہ ان تقریروں کے دلائل و استدلال میں ذاتی رنگ آمیزی کا بھی دخل
ہوتا ہے۔ اس کلیے سے کورنتھ اور کورکائرا کے سفرا کی تقریریں بھی مستثنےٰ نہیں
معلوم یہ ہوتا ہے کہ فریقین میں گفت و شنود زمانۂ مدید تک جاری رہی ہوگی جسے
طوسی دیدش نے ایک ہی جگہ بیان کر دیا ہے + بدیں وجوہ ہم محض ان دلائل
کے اعادے پر اکتفا کرتے ہیں جو فریقین نے ایتھنزیوں کے سامنے پیش کیئے +

اپنی استدعا کی تمہید کی طور پر کورکائرا والوں نے کہا کہ اسوقت تک جو وہ
الگ تھلگ رہے اسکا انھیں نہایت افسوس ہے اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ انھیں
کہیں نہ کہیں سے مدد کی ضرورت ہے۔ اگر ایتھنز نے انسے محالفہ کر لیا تو یہ خود
اسی کیلیئے مفید ہوگا۔ کورکائرا خالی ہاتھ نہیں آیا بلکہ وہ ان دو یونانی بیڑوں میں
سے ایک کا مالک ہے جو ایتھنز کے اثر سے آزاد ہیں۔ اور اگر دونوں دولتوں
میں محالفہ ہو گیا تو ایتھنز کیلیئے یہ نہایت سودمند ہوگا اسلیئے کہ جنگ کی ابتدا
کے بعد پیلوپونیزیوں کا پہلا وار ایتھنز ہی پر ہوگا۔ ایک اور امر بھی قابل
لحاظ ہے اگر ایتھنز نے کورکائرا کو اپنے حلیفوں میں شامل کر لیا تو اس فعل سے
کسی قانونی حق کی خلاف ورزی نہ ہوگی اسلیئے کہ پنچایت کورنتھ نے قبول نہیں
کی تھی اور وہی قصوروار تھا بلکہ کورنتھ نے تو اتنی جرأت کی تھی کہ ایتھنز
کے حلیف بلدیات تک سے فوج مہیا کرنے کی کوشش کی اور اسطرح گویا
ایتھنز کے خلاف اعلان جنگ کر دیا + طوسی دیدش کا بیان ہے کہ ان
دلائل کا کورنتھیوں نے یہ جواب دیا کہ انکے اور کورکائرا کے آپس کے

---

[۲] جنگ پیلوپونیز کے اسباب کیلیئے پلاس کی کتاب "اسباب جنگ آر کی داموس" شاٹ ۱۰۶ دیکھنا چاہیئے + کورکائرا کی مہم کے حالات کے نوشتے (مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ ۱، ۱۷۹) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گلاؤکون کا ساتھی اندوکی دیس نہ تھا بلکہ درا کونتی دیس تھا۔ طوسی دیدش کا بیان اس کے مخالف ہے +

تعلقات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کورکائرا والے بالکل لغو ہیں۔ انھوں نے پنچایت کی تحریک اسوقت پیش کی تھی جب کورکائرا ایک بالکل خلاف قانون حرکت کا مرتکب ہوچکا تھا اسلیئے یہ تحریک لغو اور بیکار محض تھی + کورنتھ کے خلاف یوں بھی ایتھنز کورکائرا والوں سے محالفہ نہیں کرسکتا اسلیئے کہ ایتھنز اور کورنتھ کے درمیان عہدنامے موجود ہیں اور چونکہ کورنتھ نے ایتھنز کے ساتھ اسوقت دوستانہ سلوک کیا تھا جب اسکے اور ساموس اور آئی گینا کے درمیان مناقشے برپا تھے اسلیئے ایتھنز کورنتھ کے مرہون منت بھی ہیں + دوسرے یہ ہرگز یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ ایتھنز اور پیلوپونیز کے درمیان لڑائی چھڑ ہی جائیگی۔ کورنتھ اور ایتھنز کی دوستی امن اور صلح کیلئے بہترین شاہراہ ہے اور ایمانداری سے بہتر کوئی حکمت عملی نہیں ہے

غرض یہ ہے کہ دو روز کی گفت وشنود کے بعد ایتھنز نے کورکائرا کی استدعا اس حد تک منظور کی کہ اسکے ساتھ ایک دفاعی محالفہ کرے مگر انھیں اپنی مشارکت میں شامل کرنیسے انکار کردیا

یہ قطعی طور پر طے کرنا کہ کورنتھ برسرحق تھا یا کورکائرا بالکل ناممکن ہے اور یہ ہمارا کام بھی نہیں کہ جو دلائل طوسی دیدش نے بیان کئے ہیں انکی جانچ پڑتال کریں + کورنتھ نے ہی پنچایت کی تحریک مسترد کردی تھی اور کوئی شخص ایتھنز کو اسپر ملامت نہ کرسکتا تھا کہ اسنے کورکائرا کی پشت پناہی کی۔ کورنتھ کا یہ کہنا کہ وہ کسی زمانے میں ایتھنز کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا تھا مطلق بے سود تھا اسلیئے جب اسنے یہ حکمت عملی اختیار کی تھی اس زمانے میں غالبًا ہی کورنتھ کیلئے مفید مطلب ہوگی + اگر کورکائرا کی پشت پناہی کرنے میں ایتھنز نے بے انصافی کی تو وہ ایسی بے انصافی تھی کہ اگر وہ ہمیشہ ایسی ہی حکمت عملی پر کاربند ہوا کرتا تو وہ یقینًا عدل وانصاف کا نمونہ بن جاتا + ایتھنز کی حکمت عملی کا جزو لاینفک یہ تھا کہ کورکائرا کی بحری قوت کو کسی اور مملکت کے قبضۂ قدرت میں نہ جانے دے۔ اور کورکائرا سے محالفہ کرنے میں اسے کسی کے قانونی استحقاق کی خلاف ورزی کرنے کی ضرورت نہ تھی اور چونکہ یہ محض دفاعی تھا اسلیئے کوئی شخص اس کی

ظاہری شکل وصورت پر اعتراض کر سکتا تھا۔

ابتدا میں تو ایتھنز نے کورنتھ کو ڈرانے اور دھمکانے کیلئے صرف دس جہاز کورکائرا روانہ کئے مگر کورنتھ ایسا ڈرنے والا آسامی نہ تھا اور اس نے اسی جوش و خروش سے کورکائرا کا مقابلہ کیا جس سے خود فارقلیس ساموس کے ساتھ لڑ چکا تھا۔ کورنتھ کے ڈیڑھ سو جہازوں میں بارہ ہگارہ کے دس لیوکاس کے ستائیس امبریسیہ کے اور ایک اناکتوریوں کا تھا اور ان سب جہازوں نے کیمیریوم پر لنگر ڈال دیا۔ اسکے جواب میں کورکائرا والے ایکسو دس جہازوں کو لیکر راس لیوکمنے کے قریب جزیرہ سی بوتا پر لنگر انداز ہوئے جہاں انکی فوج اور زاکنتھوس کے ایک ہزار سپاہی خیمہ زن تھے۔ ایتھنزیوں کو یہ حکم تھا کہ لڑائی میں محض اشد ضرورت کے وقت دخل دیں اور انھوں نے کورکائرا کے بیڑے کے داہنے جانب اپنے جہاز لا کھڑے کئے۔ ان کے مقابل کورنتھی بیڑا تھا جنھوں نے کورکائرا کی طرح اپنے حلیفوں کو داہنے ہی بازو پر رکھا تھا۔ لڑائی کے دوران میں دونوں فریقوں میں سے کسی نے فن حرب کے جوہر نہیں دکھائے اور بالآخر دونوں کے داہنے بازوؤں کو شکست ہوئی یہانتک کہ ایتھنزی اس خطرے کو محسوس کرکے کہ مبادا کورکائرا والے بالکل مغلوب ہو جائیں جنگ میں کود پڑے۔ یہ دیکھکر کورنتھیوں نے اپنے مردوں اور تباہ شدہ کشتیوں کو تو میدان جنگ سے علیحدہ کر دیا اور ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کرنے ہی کو تھے کہ یکایک انھوں نے بیس اور ایتھنزی جہاز جنوب کی طرف سے آتے ہوئے دیکھے اور چونکہ اب انمیں اتنی جان باقی نہ رہی تھی کہ وہ ان تازہ دم جہازوں سے پھر برسرپیکار ہوں اسلیئے وہ فوراً رک گئے جس سے کورکائرا والے اور انکے ساتھیوں کو بہت تعجب و تحیر ہوا اور دوسرے دن جب انھوں نے لڑنا چاہا تو کورنتھیوں نے لڑنے سے گریز کیا۔ اصل میں انھوں نے دشمن کے ایک ہزار سپاہی گرفتار کر لئے تھے اور انکی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح وہ ان قیدیوں کو کورنتھ پہنچا دیں۔ کورنتھی سپاہی یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ اگر کورنتھ اور ایتھنز میں مسلسل مڈبھیڑ ہوئی تو انپر ایک سیاسی ذمہ داری عائد ہو جائیگی جسکے وہ اسوقت تک

اہل نہ تھے جب تک کورنتھی شہریوں سے استمزاج نہ کیا جائے + اسی لیئے انھوں نے صرف اسپر قناعت کی کہ ایتھنزی سپاہیوں کو برا بھلا کہیں اور انسے دریافت کیا کہ اگر کورنتھی میدانِ جنگ چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ مزاحم تو نہ ہونگے۔ اس کا ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ اگر کورنتھی کورکائرا پر حملے کی غرض سے جانا چاہتے ہیں تو وہ ضرور سدراہ ہونگے ورنہ انکا یہ قصد نہیں کہ انکی راہ میں حائل ہوں + جب کورنتھیوں کو اطمینان کلی ہوگیا تو وہ سی بوٹا میں اپنی "فتح" کی یادگار قائم کرکے روانہ ہوگئے اسکے جواب میں کورکائرا والوں نے بھی اپنی فتح کی یادگار نصب کی اسلیئے کہ گو انھوں نے کورنتھ کے صرف تیس جہاز برباد کئے تھے (درآنحالیکہ خود انھیں ستر جہازوں کا نقصان ہوا تھا) مگر یونانیوں کے نزدیک چونکہ کورنتھیوں نے لڑنے سے گریز کیا تھا اسلیئے گویا انھوں نے کورکائرا کی اعلیٰ قوت کو تسلیم کرلیا بہرحال گو واپسی میں کورنتھیوں نے شہر انکٹوریوں پر دھوکے سے قبضہ کرلیا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ کورنتھ نے جو مہم سر کی تھی اسمیں انھیں محض ایتھنز کی مداخلت کی وجہ سے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا ہے

ان دونوں مملکتوں کے باہمی تنازعات کو ان واقعات سے اور بھی قوت پہنچی جو مشرق میں رونما ہو رہے تھے + پوٹی دیہ خاکنائے پالینے پر ایتھنز کا ایک باجگزار شہر تھا۔ مگر اپنی مادر بلد کورنتھ کے ساتھ اسکے نہایت گہرے تعلقات تھے اور کورنتھ ہی سے ہر سال ایک عامل (اپی ڈیموورگوس) پوٹی دیہ آتا تھا اب ایتھنز نے اس سے ڈر کر کہ مبادا کورنتھ کے متسلسل اثر کی وجہ سے پوٹی دیہ ایتھنز سے بغاوت کر بیٹھے اس شہر کو یہ حکم دیا کہ آئندہ سے اپی ڈیموورگوس کورنتھ سے نہ آنے پائے اور شہر پالینے کی طرف کی فصیل جو سمندر کی جانب شہر پناہ کا کام دیتی تھی مسمار کردی جائے تاکہ جب ایتھنزیوں کی خوشی ہو وہ شہر میں داخل ہوسکیں + اسمیں شبہ نہیں کہ اگر پوٹی دیہ کے ہمسائے یعنی مقدونوی اسے بغاوت پر آمادہ نہ کرتے تو محض دور و دراز کورنتھ کے کہنے سے وہ ہرگز بغاوت پر آمادہ نہ ہوتا + گو پردِکاس اور ایتھنز میں دوستی تھی مگر ایتھنز کی یہ خواہش تھی کہ اسکی قوت حد سے زیادہ تجاوز نہ کرجائے اسی لیئے بعض مرتبہ

ایتھنز پر وکاس کے مخالف ورداس اور فیلقوس کی طرفداری کرنے لگتا۔ بہرحال یہ تو ایتھنز ہرگز نہ چاہتا تھا کہ پوتی دیہ اور مقدونوی شاہزادوں سے زیادہ ربط ضبط ہو۔ اسکے جواب میں پروکاس نے کالکدیسیوں، بوتیوں اور پوتی دیوں کو ورغلانا بلکہ خود انکے لیئے مدد طلب کرنے کیلیئے اسپارٹا کو سفارت بھیجی۔ جب ایتھنز کو اسکی خبر ہوئی تو اسنے فوراً تیس جہاز اور ایک ہزار ہوپ لیت مقدونیہ روانہ کئے تاکہ وہاں سے وہ پوتی دیہ جاکر یرغمال حاصل کریں اور شہر کی فصیل مسمار کردیں۔ اسی دوران میں پوتی دیہ والوں نے ایتھنز اور اسپارٹا دونوں جگہ اپنے سفیر روانہ کئے تاکہ ایتھنز سے تو یہ استدعا کریں کہ وہ اسکی موجودہ حیثیت کو حسب حال رکھے اور اسپارٹا سے یہ کہیں کہ اگر ایتھنز پوتی دیہ پر زیادتی کرے تو وہ اسکی مدد کرے۔ مگر قبل اسکے کہ ایتھنزی فوج پوتی دیہ پہنچے اس نے اور کالکدیس کے باشندوں اور بوتیوں نے علم بغاوت بلند کردیا اور کالکدیسیوں نے جو ساحل پر آباد تھے پروکاس کے کہنے سے یہ طے کیا کہ اپنے قدیم مساکن کو خیرباد کہدیں اور اولنتھوس میں جاکر آباد ہوجائیں۔ مگر اولنتھیوں نے اونکو خوشی سے قبول نہ کیا اور وہ بولیے جھیل پر مقدونیہ کے زیر سایہ آکر آباد ہوگئے۔

بجائے اسکے کہ باغی شہروں کے خلاف ایتھنزی کوئی مہم سر کریں انھوں نے اپنی فوج ان باغیوں کے پشت پناہ پروکاس کے طرف روانہ کی۔ دوسری طرف کورنتھ نے ارتیوس ولد اودیمانتوس کی کمان میں ۱۶۰۰ ہوپلیت اور ۴۰۰ ہلکے ہتیار والے رضاکار اور اجیر سپاہی بھیجے۔ جب ایتھنز کو پوتی دیہ کی بغاوت کی خبر ہوئی تو اسنے دو ہزار ہوپلیت اور چار جنگی جہاز کالیاس اور چار اور افسروں کی ماتحتی میں کالکدیس روانہ کئے اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ ایتھنزیوں نے تھرمے پر (جسکا بعد میں تھسالونیکا نام پڑگیا) قبضہ کرکے خود مقدونوی پایہ تخت پیدنا کو محصور کرلیا ہے۔ جب افسروں کو ان نمایاں کامیابیوں کا علم ہوا تو انھوں نے مشورہ کرکے یہ تصفیہ کیا کہ ایتھنز کے لیئے سیاسی بساط میں کچھ تبدیلی پیدا ہوجانا ہی بہتر ہے اور یہ سوچکر پروکاس کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا۔ اور چھ سو مقدونوی

سوار اور تین ہزار ہوپلیت لیکر پوتی دیہ کی طرف روانہ ہوئے + مگر قبل اسکے کہ اس مہم میں کچھ کیا جا سکے پر وکاس وقعہ پوتیدیہ کا طرفدار ہوگیا اور وہاں کے سواروں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی + حکمت عملی کے اس تبدیلی کی دو ہی وجوہ ہو سکتے ہیں ۔ یا تو پر وکاس ۔ فیلقوس اور ایتھنز کی باہمی دوستی کو اپنے لیئے خطرے سے خالی نہ سمجھتا تھا ورنہ ممکن ہے کہ ابتدا ہی میں اسکا مقصد صرف یہ ہو کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ اثر زائل کر دے جو ایتھنزیوں کا پیدا کیا ہوا تھا + وجہ خواہ کچھ ہی ہو اب اسکا اور اسکے حلیفوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایتھنزیوں پر دو طرف یعنی اولنتھوس اور پوتیدیہ کی سمتوں سے حملہ کریں اور انکی فوج کو تباہ کر دیں مگر جو جوش و خروش ابتدا میں انکی صفوں میں تھا وہ بہت جلد ٹھنڈا ہوگیا اور جس فوج کو اولنتھوس کی طرف سے حملہ کرنے پر مقرر کیا تھا اسنے صرف اسی پر کفایت کی کہ ایک ٹیلے پر سے لڑائی کا معائنہ کرے تاکہ عین وقت پر آکر جنگ میں شریک ہو کر سستی شہرت مول لے ۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ پوتیدیہ کے حملہ آور تنہا رہ گئے اور انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور ارتیوس کو شہر پوتیدیہ بھاگ جانے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ واضح ہو کہ یہی وہ معرکہ تھا جسمیں خود ایتھنزی سپہ سالار کالیاس کام آیا اور جسمیں حکیم سقراط نے الکبیادیس کی جان بچائی [۳] اب ایتھنز سے کمک بھی آپہنچی اور ایتھنزیوں نے پوتیدیہ کو چاروں طرف سے محصور کر لیا ۔ ارتیوس پیلوپونیز سے فوج لانے کے بہانے یہاں سے چلا گیا اور پھر واپس نہ آیا اور اسوقت تک برابر کالکدیس ہی میں رہا جب فورمیوں کی پیشوائی میں ایتھنزی اس ضلع میں لڑ رہے تھے +

اب کورنتھی یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ ایتھنزیوں کی برابری نہیں کر سکتے اور کسی مددگار کو چار و ناچار اس خیال سے ڈھونڈنے لگے کہ ایتھنز کے خلاف تمام پیلوپونیزی لیگ کو کھڑا کر دیں + ایک طرف تو آئی گینا کے باشندے

[۳] "مجموعہ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۴۴۲ میں اس منظوم کتبے کی نقل ہے جو مقتول ایتھنزیوں کی قبر پر لگایا گیا تھا +

محض مجبوراً ایتھنز کا ساتھ دے رہے تھے اور پوتیدیہ کی آگ بھڑکانے میں خفیہ طور سے مدد دے رہے تھے اور دوسری طرف غالباً موسم گرما ۴۳۲ ق م میں ایتھنز نے مگارا کے باشندوں کو ایک تجویز عوام سے ایتھنز کی بازاروں اور بندرگاہوں سے نکال دیا تھا اور اب مگاری علی الاعلان ایتھنز کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے[۱] یوں تو ایتھنز اور مگارا میں زمانۂ قدیم ہی سے مناقشے برپا رہتے تھے مگر وہ قعر جو دونوں ریاستوں کے درمیان تھا اسوقت سے اور بھی وسیع ہو گیا جب سیبوتا کی لڑائی میں مگاریوں نے شرکت کی۔ اور اگر ایتھنزیوں نے اپنے دشمنوں کا اپنی سلطنت کے بازاروں سے اخراج کر دیا تو یقیناً وہ مورد الزام نہیں ہو سکتے تھے، مگر

[۱] الرخ کی کتاب "مگاری پیسے فرما" (ہامبرگ ۱۸۳۰ء) کا مقابلہ ڈگر (۹، ۳۲۹) سے کیا جائے، گ، ہرتسبرگ (تاریخ یونان ورومانا" برلن ۱۸۷۹ء - ۱، ۲۹۵) کہتا ہے کہ حریف کی تجارت کو تباہ کرنا ان طاقتور اسلحہ میں سے تھا جو جمہوریہ ونیس اپنے حکومت یونان کے دور میں استعمال کیا کرتی تھی۔

ارسطوفانیس اپنے ناٹک موسومہ "اکارنیان" (۵۲۰) میں اسپازیہ کی بدکاری کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مگاری اسپازیہ کو لیکر بھاگ گئے۔ مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے بہت سے قصے جنکے صدق و کذب کا ہمیں مطلق علم نہیں باشندگان ایتھنز کی تفریح کیلئے مرتب کئے جاتے تھے۔ اور اس جگہ مثال کی طور پر ایسے افسانوں کا ذکر بے موقع نہ ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ پی سستراتوس یا سولن کے زمانے کے لڑائیوں میں مگاری چند ایتھنزی عورتوں کو اپنے ساتھ بھگا لے گئے تھے اور اسی طرح اس واقعے کے بہت عرصے کے بعد پیلاسگی قوم نے براؤرون کی چند عورتوں کو اپنے ساتھ فرار کر دیا اور ایک روایت کے بموجب براؤرون کی دیونیسیا کے میلے کے موقع پر اکثر مرتبہ لوگ شراب پی پی کر عورتوں کو بھگا لے جاتے تھے اور ایسے بدکاری کرتے تھے بدیں وجہ عورتوں کے بھگائے جانے کے الزامات اور ان افسانوں کا تماشہ گاہ پہ لایا جانا ایکا کیلئے کوئی نئی بات نہ تھی اور ایسے سوانگوں کے سلسلے میں اسپازیہ کا نام بھی شامل کر لیا جاتا تو حاضرین یقیناً محظوظ ہوتے۔ اب علمائے قدیم آئے اور انھوں نے اس افسانے کو تاریخی جامہ پہنا دیا۔

یونانی خیال کے مطابق جو شرکت مگاریوں نے سیبوتا کی لڑائی میں کی تھی وہ صرف یہ تھی کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کریں اور محض اس امداد سے ایتھنزیوں کا یہ استدلال کہ مگاری انکے دشمن تھے صریح غلطی تھی۔ بدیں وجہ ایتھنز کو کوئی اور بہانہ تلاش کرنا ضروری تھا۔ اور اب انھوں نے یہ معلوم کیا کہ مگاریوں نے نہ صرف ایسی اراضی کی کاشت کی تھی جو اپلیوسس کے دیوتا کی ملک تھی بلکہ کچھ متنازعہ فیہ سرحدی اراضی پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور ایتھنز کے مفرور غلاموں کو اپنی حمایت میں لے لیا تھا۔ یہ الزامات لگانے سے ایتھنزیوں کا منشا یہ تھا کہ یونانیوں کی نظر میں دونوں کی باہمی عداوت پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے۔ ممکن ہے کہ یہ واقعات ایک حد تک صحیح بھی ہوں مگر ایتھنزی احکام سے مگارا کی تجارت کو سخت صدمہ پہنچا تھا اور اب اسکا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔

چونکہ چند ایتھنزی ایلچی اسپارٹا میں موجود تھے اور انھیں اسپارٹی کونتھیوں کی تقریریں سننے اور انکا جواب دینے کی اجازت دیتے تھے اسلئے جسقدر امید تھی اس سے زیادہ مدلل و مفصل طور سے اسپارٹا میں ایتھنز کے خلاف شکایتوں اور الزاموں کے متعلق گفت و شنود ہوتی رہی۔ طوسی دیدیش کہتا ہے کہ یہ ایلچی محض اتفاقاً اسپارٹا میں موجود تھے اور انھیں کسی اہم مسئلے پر رائے زنی کی اجازت نہ تھی، مگر اس موقع پر بھی گفت و شنود غالباً اتنے سیدھے سادھے طریقے سے نہ ہوئی ہوگی جیسا وہ فرض کر لیتا ہے بلکہ گفتگو سے قبل خفیہ بات چیت بھی ضرور ہوئی ہوگی اور ایتھنزیوں نے اپنے قائم مقاموں کو ان مسائل کے متعلق پوری ہدایتیں کر دی ہونگی جنکے پیش ہونے کی انھیں امید تھی۔ اسمیں بھی شبہ نہیں کہ جو تقریریں طوسی دیدیش سفیروں کی طرف منسوب کرتا ہے ان میں وہ الفاظ استعمال نہ کئے گئے ہونگے جو اسکی کتاب میں دیئے ہوئے ہیں۔ بلکہ دراصل اسکا بیان ان تمام خفیہ اور علانیہ دلائل و استدلال کا ملخص ہے جو فریقین کیجانب سے پیش کی گئیں۔[۵]

۵ اس موقع پر ایتھنزی ایلچیوں نے یہ اعلان کیا کہ ایتھنز جملہ امور کے متعلق پنچایت کرنے پر آمادہ ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں ضرور مملکت کی جانب سے یہ ہدایت ہوگی۔

کورنتھی اسکے ثبوت کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ایتھنزیوں نے بین قومی قانون کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ کورکائرا اور پوتیدیہ کی طرف ایتھنز کی دست درازی سے آئندہ کیلئے بہت بڑا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ اسپارٹا کا جوش بڑھانے کیلئے وہ اسکی تعویقانہ کارروائیوں پر اسے مطعون کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسکے مقابلے میں ایتھنزی پھر بھی بھاری بھرکم ہیں اور انمیں چلت پھرت کی ممتاز خصوصیت ہے + اس امتیاز کو نمایاں کرنے کی غرض سے وہ دونوں اقوام کے عام خصوصیات کا تجزیہ اور تفصیل بیان کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یا تو اسپارٹا ایتھنز پر حملہ کرے ورنہ کورنتھ اسپارٹی لیگ سے علٰحدہ ہوجانے پر مجبور ہوجائیگا + اسکے جواب میں ایتھنزی ایلچی ہی محض قانونی مسائل کا اعادہ کرنے سے گریز کرتے ہیں بلکہ ابتدا ہی میں وہ ایتھنز کی تعریف و توصیف کرکے ایتھنزی کارناموں جنگ ایران پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نازک زمانے میں اسپارٹا نے ہرگز ایتھنز کے برابر یونان کی خدمتیں انجام نہیں دیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایتھنز سے لوگ صرف اسلیئے متنفر ہیں کہ اسنے اپنی لیگ کے اراکین میں سیادت کا مرتبہ حاصل کرلیا ہے مگر یہ سیادت تو خود اسپارٹا نے اپنی ہی خواہش سے ایتھنز کے سپرد کی ہے اور اگر دونوں کی صورت حال یکساں ہو تو یقیناً اسپارٹا کو بھی اسی قسم کے اتہام کیلئے تیار ہونا پڑیگا اسلیئے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ طاقتور اپنے احکام میں حق و ناحق کا خیال نہیں کرتا اور فطرت اسی کی متقاضی ہے کہ انسان اپنے برابر والوں کے دعوے ماننے کیلئے اتنی آسانی سے تیار نہیں ہوتا جتنی ایک قوی دشمن کی اطاعت کرنے کیلئے[1] اسپارٹا کو خوب سوچ سمجھ کر ایسے جھگڑوں میں شریک ہونا چاہیئے جسمیں امور تنقیح طلب کا پتا ہی نہ ہو + بہرحال ایتھنز گفت و شنود کرنے اور پنچایت کے اصول کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہے +

اکثر اسپارٹی اصولاً جنگ کے مؤید تھے مگر شاہ آرکی دامس کے خیال میں

---

[1] طوسی دیدش ۱، ۶۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اور اسکے بعد ساموسی گفت و شنود کے موقع پر طوسی دیدش نے فار قلیس پر اظہار ناراضی کیا ہے +

موجودہ موقعہ ایتھنز سے لڑنے کیلیئے مناسب نہ تھا۔ اسنے کہا کہ ایتھنزی قوت واقتدار کا دارومدار اس کے بیڑے اور اسکے روپے پر ہے اور ان دونوں کے مہیا کرنے میں یقیناً اسپارٹا کو زمانۂ دراز درکار ہوگا جسکے بغیر اسپارٹی کسی طرح ایتھنزیوں کو ہتیار ڈالنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اس لیئے بہتر ہے کہ وہ آہستہ آہستہ جنگ کی تیاری میں مشغول ہوجائیں۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ اگر جنگ دو تین سال تک ملتوی رہی تو وہ اتنی تیاری کرلینگے کہ اسکے بعد جنگ کا نتیجہ بالکل مختلف ہوگا چونکہ جنگ کا دارومدار مادی سرمائے پر ہے اسلیئے ہمیں محض التوائے جنگ سے ہرگز شرمانا نہ چاہیئے۔ دراصل وہی حزم واحتیاط جسکا الزام کورنتھی ہم پر رکھتے ہیں ہماری قوت کا حقیقی راز ہے۔ ان وجوہ سے مناسب ہے کہ بالفعل ہم ایتھنزیوں کو یہ کہکے ٹال دیں کہ وہ ہمارے حلیفوں کے ساتھ انصاف سے پیش آئیں۔

آرکی داموس کے بعد ایفور ستھینے لائداس کھڑا ہوا اور اسنے نہایت ایمانداری اور بیباکی سے آرکیداموس کے دلائل کا جواب دیا۔ اسنے کہا کہ ایتھنزیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش تک نہیں کی کہ انپر غلط الزام لگایا گیا ہے اسپارٹا کی عزت و وقار کو ملحوظ رکھکر صرف ایک بات باقی رہ جاتی ہے اور وہ جنگ ہے۔ اس تقریر کے بعد اس نے حاضرین سے بہ آواز بلند رائے لی کہ لڑائی کا اعلان کیا جائے یا نہیں۔ جو واقعات اس رائے زنی کے بعد پیش آئے اسکا ہمیں پوری طور پہ علم نہیں ہے اسلیئے کہ طوسی دیدش کا بیان بالکل ناکافی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ محض آواز سے کوئی بات قطعی طور پر طے نہیں ہوئی۔ بہرحال ایفور مذکور الصدر نے تمام بقیہ کارروائی کو نظر انداز کر دیا اور لوگوں سے نام بہ نام رائے دینے کیلیئے درخواست کی۔ مگر بجائے مسئلہ جنگ پیش کرنے کے اب سوال کا پیرایہ بدل دیا اور جو سوال پیش کیا وہ صرف یہ تھا کہ آیا ایتھنز نے صلحناموں کی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں اور وہ برسرناحق ہے یا نہیں۔ ایسے سوال کا جواب نفی میں دینے کیلیئے جس سادگی کی ضرورت تھی وہ ہرگز اسپارٹیوں میں موجود نہ تھی اسلیئے ستھینے لائداس کو کثرت رائے کا گویا پہلے ہی سے یقین تھا۔ اور جب اکثریت یہ قرار پائی کہ ایتھنز غلط راستے پر تھا تو پھر جب اسپارٹا کی تیاریاں تکمیل کو پہنچ جائیں

اسی وقت لڑائی چھیڑ دینے میں کسی قسم کی قباحت نہوگی رائے دینے کے وقت اسپارٹیوں نے یہ نہیں سوچا کہ انسے جنگ و صلح کے متعلق پوچھا ہی نہیں گیا اور قرارداد صرف یہ تھی کہ ایتھنز نے صلحناموں کے خلاف ورزی کی ہے۔ اب ایفوروں نے یہ حکم دیا کہ اسپارٹا کے حلیف بھی اپنی رائے اسپارٹا ہی میں ظاہر کریں۔ اور اس سے جنگ کی امید میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ اس یقین کو اور بھی قوی کرنے کی غرض سے ڈیلفی کے دیوتا سے تفاول کیا گیا اور وہاں سے وہی جواب ملا جسکی تمام اسپارٹیوں کو قوی امید تھی یعنی یہ کہ خواہ اس سے مدد طلب کیجائے یا نہیں وہ اسپارٹا کا ضرور ہی ساتھ دیگا۔ اگر یہ ہی دیوتا ہومر کے عہد کا کوئی دیوتا ہوتا اور تفاول ۱۴۳۰ ق م سے پیشتر کیا جاتا تو یقیناً ہر شخص ایتھنز کے طاعون کو اسی دیوتا کے غیض و غضب کی طرف منسوب کرتا۔ مگر اب وہ زمانہ ہی نہ رہا تھا اور سوال یہ تھا کہ آخر ایتھنز سے ایسا کونسا گناہ سرزد ہوا تھا جو اس دیوتا کو اسدرجہ ناپسند ہوا؟

مجلس حلفا اسپارٹا ہی میں منعقد ہوئی اور اسمیں کورنتھی ہی جنگ کے سب سے زیادہ خواہاں نظر آئے اسلیئے کہ اس سے انھیں کو دیگر حلفاء سے زیادہ فائدہ پہنچتا تھا۔ انکو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ کہیں انکی چال کھل نہ جائے۔ اسلیئے انھوں نے یہ دلیل پیش کی کہ اندرون ملک (یعنی اسپارٹا) کے باشندوں کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ان پر ایتھنز کی حکمت عملی کا کوئی اثر نہ پڑیگا۔ اسلیئے کہ اگر ساحلی شہروں (مثلاً کورنتھ) پر دشمن کا قبضہ ہوگیا اور تجارت درآمد و برآمد دونوں مسدود ہوجائیگی (یعنی ملک کو قحط اور افلاس کا سامنا کرنا پڑیگا)۔ اور بالآخر ایتھنز کے ساتھ جنگ آزمائی اسدرجہ مایوس کن ہم بھی نہیں جیسا لوگوں کا خیال ہے۔ ہم بہ آسانی تمام جہاز تعمیر کرسکتے ہیں اور اولمپیا اور ڈیلفی کے مقدس خزانوں سے روپیہ لے سکتے ہیں (جب فوکس کے باشندے اس خیال کو عمل میں لائے تو انکے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا گیا!!)۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایتھنزی قوت و جبروت کا دارومدار صرف انکے جہازوں اور روپے پر ہے۔ کورنتھیوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ ہم ایتھنزیوں سے بہادر بھی ہیں (کورنتھی اور ایتھنزیوں سے بہادر!!)۔ اور جب ہمارے ہی باپ دادا ؤں نے یونان کو آزاد کیا تھا تو کیا اب ہم

کسی شہر کو خود سری کی اجازت دینگے؟ اور اگر ہم ایسے شہر سے لڑنے کیلئے آپس میں اتحاد نہ کرلیں تو یقیناً ہم کہیں کے نہ رہینگے اسلیئے کہ بلاشبہ ایتھنز ہم میں سے ہر ایک سے (خود اسپارٹا سے بھی) زیادہ طاقتور ہے۔ کورنتھیوں کے اس مظاہرے کے بعد جنگ کے مسئلے پر رائے کی گئی اور حلیفوں کی کثرت رائے اسکے موافق نکلی۔ مگر چونکہ وہ فی الفور جنگ کیلئے تیار نہ تھے اسلیئے اٹیکا پر پہلا پیلوپونیزی حملہ اس قرارداد سے ٹھیک چھ مہینے بعد ہوا۔

اب فوری تدبیریں کیا اختیار کی جائیں؟ یہ سوال اس لیئے اہم تھا کہ اگر پیلوپونیزی قرارداد کے بعد ہی ایتھنز لڑائی چھیڑ دیتا تو پیلوپونیز کے ساحلی شہر کسی حالت میں اسکی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکتے تھے اور ایتھنز کا یہ فعل قانوناً نہیں تو عملاً بالکل درست ہوتا۔ اس سے محفوظ رہنے کیلئے یہ ضروری تھا کہ ایتھنز کے ساتھ گفت وشنود کا سلسلہ فوراً شروع کردیا جائے۔ یونانی محض ضابطہ پر کاربند ہونے اور الفاظ قانون کے تتبع کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اور اسی اصول کو ملحوظ رکھکر پیلوپونیزیوں کی طرف سے یہ دلیل پیش کی گئی کہ جنگ کی قرارداد ان کا اپنا خانگی معاملہ تھا اور جب تک اسکی باضابطہ اطلاع ایتھنز کو روانہ نہ کی جائے اسوقت تک انھیں اس سے انکار کرنے کا پورا حق تھا۔ نظر برصورت حال مفصلہ بالا ایتھنز کی بہتری اس میں تھی کہ جنگ فوراً شروع کردی جائے تاکہ دشمن کو جنگی تیاریوں کی فرصت ہی نہ ملے اور اسے یہ چاہیئے تھا کہ فوراً اسپارٹا کو ایک پیغام آخری روانہ کردیتا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ فارقلیس میں فریڈرک اعظم شاہ پروشیہ کی سی تنومندی نہ تھی۔ اسنے دشمن کے مطالبات کا انتظار کیا۔ اور باہمی گفت وشنود میں جو وقت ضائع ہوا اس سے دشمن کو گونہ فائدہ پہنچا اور اسے جنگ کی تیاریاں کرنے کا وقت مل گیا۔

جو مطالبات اسپارٹیوں نے ایتھنز روانہ کئے وہ اسدرجہ خلاف انصاف تھے کہ ایتھنز انھیں کسی حالت میں منظور نہیں کرسکتا تھا۔ مگر چونکہ وہ روانہ کردیئے گئے تھے اسلیئے ایتھنز کو اسکا جواب دینا لازم تھا اور اس پیام رسانی میں جو وقت صرف ہوا وہ اسپارٹا کی تیاری کیلئے نہایت کارآمد ثابت ہوا۔ پہلا مطالبہ

تو یہ تھا کہ ایتھنز ی کیلون کے ساتھیوں کے قتل عام کا کفارہ دیں جسکے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ اس مطالبے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایتھنزی کیلون کے مخالفوں یعنی الکمیونی فار قلیس کو جلا وطن کر دیں! یونان کے عام رواج کے مطابق دشمن کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ مکر و فریب میں اپنے مخالف سے بڑھ جائے اور اس مطالبے کا ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ پہلے اسپارٹی تینارس اور ایتھینے خالکیوئکس کے دو گناہوں کا کفارہ تو دے لیں جو ہیلوتوں کے قتل عام اور پوسانیاس کی موت سے بالاتر واجب ہوا تھا۔ ان جوابوں سے بظاہر تو اسپارٹیوں کو خود اپنے ہی اسلحہ سے شکست ہو گئی مگر در اصل اس بیکار گفتگو سے انھیں جنگی تیاریوں کیلئے بہت وقت مل گیا۔ اب اسپارٹی نفس مطلب پر آ گئے اور پوتی دیہ اور آئی گینا کی آزادی اور مگاری تجویز عوام کے استرداد کا مطالبہ کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنز نے اس مطالبے کو بھی نامنظور کر دیا۔ مگر ابھی اپنی تیاریاں مکمل کرنے کیلئے اسپارٹا کو تھوڑا سا وقت اور درکار تھا اسلیئے انسنے ایک اور سفارت بسرکردگی رامفیوس ملیسیوس اور اگے ساندر ایتھنز روانہ کی تاکہ ایتھنز سے اسکی لیگ کی برخاستگی کیلئے کہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مطالبہ پوتیدیہ اور آئی گینا والے مطالبے سے بھی کہیں زیادہ سخت تھا۔ اسپر ایتھنز میں عوام کا ایک جلسہ ہوا جسمیں مختلف شہریوں نے مختلف جذبات کا اظہار کیا اور بعض نے کہا کہ اسپارٹیوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر مگاری تجویز واپس لے لی گئی تو وہ راضی ہو جائینگے اس لیئے بہتر ہے کہ یہ تجویز مسترد کر دیجائے۔ مگر متفقہ پیش آئی کہ فار قلیس کسی قسم کی اطاعت کے قطعاً مخالف تھا۔ اسنے کہا کہ اسپارٹا کے مطالبات میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کی توہین و تذلیل ہی اسکا تنہا مقصد ہے۔ اور اسمیں مطلق شبہ نہیں کہ اگر ایتھنز نے مگارا کے معاملے میں سر خم کیا تو اسکے سوا اور مطالبات پیش کئے جائینگے۔ بوجوہات متذکرہ یہ ظاہر ہے کہ اسپارٹا کے ساتھ جنگ ضرور ہونی ہے اور ایتھنز کو اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹا کے حلیف خود مختار ہیں اور انکے اور اسپارٹا کے حقوق بالکل برابر کے ہیں اسلیئے وہ اسپارٹا کو اپنا اتالیق تسلیم

کرنے کیلیئے تیار نہیں ہے۔ اس کے برعکس ایتھنز کے پاس روپیہ اور جہاز ہیں۔ بدیں وجہ پیلوپونیزیوں کی حالت کچھ اچھی نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ پیلوپونیزی اٹیکا پر چھاپہ ماریں گے مگر ہم کم از کم اسیقدر آسانی سے خود دشمن کے سواحل پر اپنے جہازوں سے حملہ کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ پیلوپونیزی اتنی جلد بیڑا تعمیر نہیں کر سکتے اسلیئے انھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا۔ یہاں طوسی دیدیش ان دلائل کا جواب دیتا ہے جو اسکے نزدیک کورنتھ کی جانب سے اسپارٹی مجلس میں پیش کئے گئے تھے اور فارفلیس کی زبانی کہتا ہے کہ اگر پیلوپونیزی اولمپیا اور دیلفی کے خزانوں پر بھی قبضہ کرلیں پھر بھی وہ اس روپے کو کسی مفید کام میں خرچ نہیں کر سکتے اسلیئے کہ اول تو انھیں ملاحوں کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہم میں سے وہ بہت سے افراد کو اپنا طرفدار اسلیئے نہیں بنا سکتے کہ ہمارے حلیف متلہروں کے باشندے خود اپنے ہی شہروں کے خلاف لڑنا پسند نہ کرینگے۔ دوسرے ہمارے جہازوں کے جتنے ناخدا ہیں وہ سب ایتھنزی ہی ہیں اور وہ کسی حالت میں دشمن سے میل گوارا نہ کرینگے۔ (یہاں طوسی دیدیش یہ بھول جاتا ہے کہ خود کورنتھ ہی میں نہایت آسانی سے ملاح اور ناخدا مہیا ہو سکتے تھے) بالفرض اگر اٹیکا بھی تاراج کر دیا جائے پھر بھی ایتھنز کے قبضے میں بہت سے جزیرے اور ساحلی اراضی رہ جاتی ہے اور اگر خود اٹیکا جزیرہ ہی ہوتا تو یقیناً وہ ناقابل تسخیر ہوتا اور بہتر تو یہ ہے کہ تمام اٹیکا خالی کر دیا جائے اور ایتھنز کی حیثیت بالکل ایک جزیرے کی سی کر دیجائے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی صورت اور حالت میں ہمیں بری لڑائی نہ لڑنا چاہیئے اسلیئے اگر ہم ایسا کرینگے تو جو کچھ ہمارے پاس ہے اسکے بھی ہاتھ سے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ آدمی ملک اور اراضی کیلیئے نہیں پیدا کئے گئے بلکہ ملک اور اراضی انسانوں کیلیئے ہے۔ اور اگر آپ لوگ

---

۱ طوسی دیدیش ۱، ۱۴ "مساوی آلاراء" + جن حلیفوں کے حقوق اور حیثیت ایک ہی ہوتی تھی وہ زمانۂ قدیم میں زیادہ کارآمد نہ ہوتے تھے۔ اسلیئے کہ جب چاہتے وہ مخالفے سے علحدگی اختیار کر لیتے۔ اور ایتھنزیوں کی خودسری ایک حد تک عام مفاد کے مطابق تھی۔

میرا کہنا مانیں تو میری تو خواہش یہ ہے کہ آپ خود اپنا ملک تاراج کر دیں۔ لہذا ہمیں جنگ کیلئے تیار رہنا چاہیئے مگر اپنی عزت و وقار قائم رکھنے کیلئے ہمیں پنچایت کا اصول بھی مان لینا بہتر ہوگا + ایک بات یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اس جنگ میں ہمیں اپنے مقبوضات وسیع کرنے کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے اور ہمیشہ اپنے آباؤ اجداد کی یاد تازہ رکھنی چاہیئے جنھوں نے اس سے بھی زیادہ مشکلات کا سامنا کر کے ایرانیوں کا مقابلہ کیا۔ ان ہی امور کو مدنظر رکھکر جواب لکھا گیا اور جوابی تحریکات کو منسلک کر کے اسپارٹی سفرا کے حوالے کر دیا گیا۔ اب گفت و شنود ختم ہو گئی اور فریقین جنگ کی تیاری میں کلیتہً مصروف ہو گئے +

اسپارٹی جنگ پر تلے ہوئے تھے اور جنگ لابد تھی۔ ان کے تازہ مطالبات میں ایتھنز کے کسی مفروضہ گناہ کا ذکر نہ تھا بلکہ اس سے سیدھی سادی درخواست یہ کی گئی تھی اپنی لیگ کو برخاست کر دے۔ اور ایتھنز کے لیئے فوجی عمل کے سوا اب کیا چارہ کار باقی تھا + اسکے سوا یہ باور کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ جنگ میں اسپارٹیوں کو کامیابی ہوگی۔ اسلیئے کہ اس سے قبل بھی انھیں دونوں میدان کارزار گرم رہ چکا تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ اسکی جو حالت سی سالہ امن سے پیشتر تھی اس سے یقیناً اسکی موجودہ حالت بہتر ہی تھی اسلیئے کہ اوّل تو اب اسکا دست نگر کوئی بڑی مقبوضہ نہ تھا اور دوسرے انکی مدد کیلئے اب کورکائرا کا بیڑا موجود تھا ان تمام امور کو مدنظر رکھکر ایتھنز کو کیا ضرورت تھی کہ اگر عزت کے ساتھ جنگ سے نہ بچ سکے تو اسمیں شامل ہونے سے بے کار خوفزدہ ہو +

جنگ کی ابتدا میں فریقین کی حالت کا نہایت عمدگی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ایک طرف نہایت طاقتور فوج اور دوسرے جانب ایک با اثر بیڑہ تھا۔ اسپارٹا کی ماتحت ایک بڑی بڑی لیگ اور ایتھنز کی ایک عظیم الشان بحری سلطنت تھی جو سواحل اور جزائر پر مشتمل تھی۔ قریباً سب اسپارٹی مزارعین اور قریباً تمام ایتھنزی تجار اور اہل معاملہ تھے۔ اسپارٹی دیہات اور ایتھنزی بلدیات کے باشندے تھے + اگر (پچھلی صدی کے آخری دور میں) روس اور انگلستان کے درمیان لڑائی ہوئی ہوتی تو صورت حال قریب قریب ویسی ہی ہوتی جو جنگ پیلوپونیز کی ابتدا میں تھی

مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اٹیکا انگلستان کی طرح پانی سے گھرا ہوا نہ تھا اور بہ نسبت انگلستان کے اسکی حالت ہالینڈ سے زیادہ مشابہ تھی جب موخر الذکر ملک کو پہلے اسپین سے اور پھر فرانس سے لڑنا پڑا۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ابتدا ہی سے فارقلیس کی امید تھی کہ اگر پیلوپونیزیوں نے اٹیکا پر حملہ کیا تو یقیناً انھیں ناکامی ہوگی۔ یہ امید اس حد تک پوری ہوتی نظر آتی تھی کہ کبھی نہ کبھی پیلوپونیزیوں کو یہ معلوم ہونا لابد تھا کہ وہ شہر ایتھنز کو کسی حالت میں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور اس میں بھی شبہ نہ تھا کہ اگر دوران جنگ میں کسی غیر مرئی وجوہ سے ایتھنز بالکل ہی زیر نہ ہو گیا تو ایتھنز کی کامیابی کے مادی اسباب یقیناً بار آور ہوتے۔ اسکے علاوہ

ے اصولاً تاریخ کا دارومدار واقعات کی فہرستوں پر ہونا چاہیئے۔ مگر مورخ اگر وقتاً فوقتاً اس دلچسپی کا اظہار بھی کرے جو اسے اپنے مضمون میں ہے تو یقیناً اسمیں کوئی مادی حرج نہیں ہو سکتا۔ اسپارٹا کی روایات اور اسکی فطری خصوصیات کے مطابق جب وہ ایتھنز پر غالب ہو گیا پھر بھی اسے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسپارٹا کی فتح کی وجہ سے دنیا کو گو نہ نقصان ہی پہنچا۔ ایتھنز کبھی اسپارٹا کے اقتدار کو نیست و نابود کیا توڑ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر اسپارٹا کو جنگ آزمائی کی صرف یہ حاجت تھی کہ کورنتھ کی مادی ضروریات پوری ہو سکیں ایونیائیوں اور دوریانیوں میں جو نسلی امتیاز تھا وہ ضرور اس جنگ میں مدد معاون ہوا ہوگا۔ مگر محض یہ ہی وجہ جنگ کیلئے کافی نہ تھی اسلیئے کہ یونان میں بہ نسبت غیروں کے ہم نسل ہمسایوں میں ایک دوسرے سے زیادہ دشمنی اور رقابت تھی۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ تھیبز اور کورنتھ کے باشندے ایتھنز کے سب سے سخت دشمن تھے۔ انمیں تھیبز تو دوریانی النسل تھے ہی نہیں اور اگر اسپارٹا کو دوریانی خصوصیات کا نمونہ قرار دیا جائے تو کورنتھیوں کی خصوصیتیں ہرگز دوریانی نہ تھیں + دراصل تجارتی بغض و حسد ہی ایتھنز کی بربادی کا باعث ہوا۔ کورنتھ کی یہ خواہش کہ وہ اپنی تجارت دیار مغرب میں آزادی کیساتھ جاری نہ رکھ سکے اصل میں اسپارٹا کے زوال کا باعث تھا +

کرتیس نے سچ کہا ہے کہ کورنتھ کی نوآبادیوں کا چھٹی صدی ق م تک پتا چلتا ہے اور اسکے اس اقتدار میں کورکائرا ہمیشہ رخنہ انداز رہتا تھا + مگر جب کورکائرا اور

دو اور امر کامیابی کیلئے لازمی تھے۔ یعنی ایتھنزیوں کی قابلیت اور انکی قسمت کی یاوری اسلیئے کہ ایتھنزی شہری بیرونی حملوں سے اسقدر محفوظ نہ تھے جتنا فارقلیس نے سمجھ رکھا تھا۔ اور خود پیلوپونیزیوں میں فن ملاحی کی قابلیت موجود تھی اور انکے لیئے ایک نفیس بیڑا تیار کرنے میں کوئی امر مانع نہ تھا۔ اسکے برعکس طوسی دیدش کی روایت کے بموجب فارقلیس نے ایتھنز کی جمعیت عوام کے سامنے یہ اظہار کیا کہ ایسا بیڑا نہایت مشکل سے تیار ہوگا اسلیئے کہ خود ایتھنز کو اپنا بیڑا تیار کرنے میں پچاس سال کا عرصہ لگ گیا۔ ایتھنز کی جمعیت عوام کے اراکین کو فارقلیس کا یہ خیال یقیناً دلخوش کن معلوم ہوا ہوگا مگر افسوس ہے کہ اسکا مدار واقعات اور حالات پر نہ تھا۔ جب سیراکیوز کو ایتھنزیوں نے چاروں طرف سے محصور کر لیا تو اسنے اسی حالت میں دو سال کی قلیل مدت میں اپنا بیڑا آراستہ کیا جسنے ایتھنزی حملہ آوروں کو شکست دی۔ اور جنگ پیلوپونیز میں جب بالآخر ایتھنزیوں کے اعدا نے انھیں مغلوب کیا تو وہ بھی اس نوساختہ بیڑے ہی کا کرشمہ تھا جسکا فارقلیس بطلان کر رہا تھا۔ لہذا ایک بری اور ایک بحری دولت کا مقابلہ اور بحری دولت ایسی جو ناقابل تسخیر ہو اور ہمیشہ اپنے دشمن کے چنگل سے نکل جائے ضرور ہو سکتا تھا مگر یہ صورت حال مستقل نہ تھی۔ مگر اسکے قیام میں یہ شرط تھی کہ کوئی ایسی آفت ارضی و سماوی نہ آئے جس سے اسکی قوت کو صدمہ پہنچے۔ یہ نازک زمانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ایتھنز میں اتفاق ہوگیا تو پھر کورنتھ میں قوت برداشت مطلق نہ رہی۔ اگر ہم نام نہاد جنگ پیلوپونیز کو ایتھنز اور کورنتھ کا خانگی تنازعہ تصور کریں تو اس جنگ کے واقعات میں گونہ مطابقت نظر آئیگی۔ یہ امر ملحوظ رہنا چاہئے کہ سوا کورنتھ کے ایتھنز ہر فریق سے فیصلے کیلئے آمادہ تھا۔ جنگ ایران تک کورنتھ اور ائی گینا میں تجارتی رقابت مخفی اسوجہ سے کورنتھ نے ایتھنز کو ائی گینا کے خلاف مدد دی تھی۔ مگر جب ایتھنز کی قوت و اقتدار میں اضافہ ہوا تو دونوں کے درمیان بغض و حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور رفتہ رفتہ یہ حسد صریح دشمنی کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔ کورنتھ کو اسوقت تک امن و آرام نصیب نہیں ہوا جبتک لیساندر نے ایتھنز کو بالکل پست نہ کر دیا۔

اسوقت آپہنچا جب ایتھنز میں طاعون کی وجہ سے وہاں کی آبادی کا بیشتر حصہ فنا ہوگیا اور وہ شخص بھی وبا کی بھینٹ چڑھ گیا جس کے بعد ایسا کوئی نہ تھا جو ایتھنز کو اس نازک حالت سے چھڑا سکے ۔ کامیابی کی دوسری شرط یہ تھی کہ ایتھنزیوں کا جوش اسی حالت پر قائم رہے جیسا ابتدا میں تھا اور جنگ میں جو نقصانات پہنچیں انھیں برداشت کرنے کی قوت برابر قائم رہے ۔ ایسے صحیح قسم کے جوش نے جس سے لوگ اپنے پیشوا کا ہر حالت میں ساتھ دیتے ہیں اور ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہو جاتے ہیں سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں ولندیزی آزادی کو بچالیا۔ مگر افسوس ہے کہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں ایتھنز میں یہ جوش موجود ہی نہ تھا اور خود فار قلیس نے بھی جنگ کی رہبری کما حقہ نہیں کی[۹] اگر خاندان آرنیج کے بہترین افراد ولندیزیوں کی رہبری نہ کرتے تو اس قوم کی بقا نہایت مشکل ہو جاتی ۔ یہ عام کلیہ ہے کہ عظیم الشان خطرات کے موقع پر تھوڑے زمانے کیلیے مطلق العنان حاکم لابد ہوتے ہیں ۔ اور فار قلیس کی موت کے بعد ایتھنزی فوج کی حالت بالکل ایک غیر منظم انبوہ کی سی ہوگئی جسمیں فوری اثرات کی زد میں آجانے اور عین دوران جنگ میں خطرناک مہمات میں در آنے کی خاص قابلیت تھی ۔ اس عام تبصرے کے بعد اب وقت آگیا ہے کہ ہم رفتہ رفتہ ان عناصر پر نظر ڈالیں جو در اصل یونانی تاریخ تمدن کے اجزا ہیں اور جنکے سبب سے آخرکار

[۹] اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایتھنز کی بعض ابتدائی مہمات (مثلاً مگارا کے حملے) میں سنجیدگی اور پابندی قواعد سے کام نہیں لیا گیا بلکہ ایک حد تک محض سیاسی پہلو لیے ہوئے تھیں اسکے ساتھ ہی اسمیں بھی شبہ نہیں کہ پیلوپونیزی اٹیکا کے حملوں کا رتبہ بھی کچھ اس سے برتر نہ تھا اور دونوں فریق یہ چاہتے تھے کہ وہ اسوقت تک باضابطہ جنگ میں شریک نہوں جبتک وہ دشمن سے بہتر فوج میدان جنگ میں نہ لاسکیں ۔ مگر ان سب باتوں کا لحاظ کرنے کے بعد بھی ہم اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فار قلیس کو اسوقت کارہائے نمایاں دکھانے تھے جب وہ خاص ارض پیلوپونیز پر حملہ آور ہوا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے میدان جنگ میں ضرورت وقت سے زیادہ انسانوں کی جانوں کا خیال تھا ۔

ایتھنز کو زوال ہو گیا ؛

آغاز جنگ میں دونوں فریقوں سے غلطیاں سرزد ہوئیں ۔ اوّل تو محض کورنتھ کے تجارتی بغض و حسد کی وجہ سے پیلوپونیزیوں کو ایتھنزیوں پر حملہ آور نہ ہونا چاہیئے تھا اور جب وہ میدان میں آ گئے تو انھیں یہ معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ ایتھنز اسپارٹا کو مستقل طور سے نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ۔ اسی طرح جنگ میں ایتھنزی مجبوراً شامل ہوئے تھے اسلیئے انھیں اسمیں نہایت ہوشیاری اور دور اندیشی سے شریک ہونا چاہیئے تھا ۔ ظاہری صورت حال کا نتیجہ تو یہ ہوتا کہ آیندہ چوتھی صدی ق م کی طرح بالآخر ایتھنز اور اسپارٹا دونوں کی حیثیت بالکل مساویانہ رہے ۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اکثر مرتبہ مملکتیں محض فوری اور وقتی جذبے کے اثر میں آجاتی ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتیں ؛

لڑائی جس سرعت کیساتھ شروع ہوئی اسکا اصل سبب فریقین کا غیظ و غضب تھا ۔ مارچ ۴۳۱ ق م میں تھیبز کے تین سو سپاہیوں نے بیوتارخوں کی سرکردگی میں ایتھنز کے حلیف پلاٹیہ پر اسلیئے حملہ کیا کہ وہ اس شہر کی وفاداری کو گزند پہنچائیں ۔ حملہ آوروں کو پلاٹیہ کے چند باشندوں نے جو ایتھنزی اقتدار کے مخالف تھے شہر میں داخل کر لیا اور انھوں نے شہر کے چوک کو اپنا مستقر قرار دیا ۔ اب اگر تھیبزی فوراً ایتھنزی خیر خواہوں کو گرفتار کر لیتے تو غالباً انکا پلاٹیہ پر قبضہ ہو جاتا ۔ مگر بجائے اسکے انھوں نے یہ کوشش کی کہ اس مداخلت کو قانونی حیثیت بخشیں اور ایک اعلان شایع کیا جسمیں انھوں نے پلاٹیہ کے باشندوں کو اپنے ساتھ ملا لینے کی ترغیب دی ۔ پلاٹیہ والے اس اعلان سے نہایت متعجب ہوئے اور جب انھیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہیں تو انھوں نے اپنے مکانوں کی درمیانی دیواریں توڑ ڈالیں اور تھیبزیوں پر ہر چہار طرف سے یعنی راستوں سے مکانوں سے اور چھتوں سے رات کے وقت حملہ کیا ۔ اسوقت بارش کیوجہ سے راستوں میں پھسلن تھی اور تھیبزی شہر کے مضافات سے قطعی ناواقف تھے ۔ اور جب خود انکے دوستوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو اسکے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ بے تحاشا پلاٹیہ سے

فرار ہو جائیں + بعض شہر پناہ سے کود پڑے، بعض کو وہ دروازہ ملگیا جس میں سے وہ ابتدا میں داخل ہوئے تھے اور اسے توڑ کر وہ شہر سے نکل بھاگے کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے غلطی سے مکانات کے دروازوں کو شہر کے دروازے تصور کیا اور انھیں توڑ کر بجائے شہر سے باہر نکلنے کے مکانات میں داخل ہو گئے اور آخر کار اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ جو بھاگ نہ سکتے تھے ہتیار رکھ دیئے + ایتھنز نے اپنے حلیفوں کی مدد کیلئے کمک روانہ کی تھی جو دریائے اسوپوس کی طغیانی کے سبب سے پیچھے رہ گئی تھی ۔ اور جب یہ سب کچھ ہو چکا تو یہ کمک پلاٹیہ پہنچی اور اسکی وجہ سے پلاٹیہ کے باشندوں کی کمر ہمت مضبوط ہو گئی + اہل پلاٹیہ کی ایک تعداد کثیر اسوقت شہر پناہ سے باہر تھی اور یہ خطرہ تھا کہ تھیبز والے انھیں گرفتار کر کے بطور یرغمال لیجائینگے ۔ اسلیئے فریقین کے درمیان گفت وشنود کا سلسلہ شروع ہوا اور بظاہر یہ قرار پایا کہ پلاٹیہ تھیبزی قیدیوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کرے ۔ اور اسکے معاوضے میں پلاٹیہ کے شہری جو فصیل سے باہر تھے وہ محفوظ و مامون ہو گئے ۔ مگر پلاٹیہ والوں نے ان شرائط پر عمل نہیں کیا اور ان ایک سو اسی قیدیوں کو جنھیں انھوں نے گرفتار کر لیا تھا قتل کر دیا + اسطرح محض جوش جبوانی سے پلاٹیہ والوں کی انسانیت بھی کالعدم ہو گئی اور چشم تدبر بھی بند ہو گئی اور ان بے دست و پا قیدیوں کے قتل سے انھوں نے تھیبز کے ساتھ گفت وشنود اور اپنے دشمن پر دباؤ ڈالنے کا دروازہ گویا بند کر دیا + جب تھیبزی حملے اور انکے قیدیوں کی گرفتاری کا ایتھنز میں علم ہوا تو ایتھنزیوں نے فوراً ایک بیڑا مہر روانہ کیا مگر اسکے پلاٹیہ پہنچنے سے پہلے ہی تھیبزی قیدیوں کا قتل عام ہو چکا تھا + اسکے بعد ایتھنزی افواج پلاٹیہ روانہ کر دی گئیں اور عورتیں اور بچے اور وہ لوگ جنھیں لڑنے کی اہلیت نہ تھی پلاٹیہ سے ایتھنز بلوا لیئے گئے +

اب فریقین نے نہایت زور وشور سے تیاریاں شروع کر دیں اور دونوں اپنے حلیفوں کی تعداد میں اضافے کی کوشش کرنے لگے + اسپارٹی چاہتے تھے کہ شہنشاہ ایران انکا طرفدار ہو جائے اور اٹلی اور سسلی کے یونانی روپے اور پانچسو جہاز انکے حوالے کر دیں + مگر مشکل یہ پیش آئی کہ ایران اسوقت بھی ایتھنزیوں کو

عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اسنے اسپارٹا کی استدعا منظور کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اٹلی اور سسلی سے بھی روپیہ اور جہاز آنے کی امید نہ تھی اسلیئے کہ وہاں کے یونانیوں کو اپنے ہی گھر کے معاملات سنبھالنے سے فرصت نہ تھی اور محض کورنتھ کے تجارتی حوصلوں کی وجہ سے اپنا نقصان کرنا نہ چاہتے تھے۔ اسکے برعکس ایتھنز یوں کو امید تھی کہ کورکائرا، کیفالے نیہ، اکارنانیہ اور زاکنتھوس کی مدد سے ہر چہار طرف سے پیلوپونیز پر حملہ ہو سکے گا اور اسپارٹا اور اسکے حلیف مشکلات میں گرفتار ہو جائینگے۔ مگر بہت جلد ایتھنز کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسمیں علیحدہ علیحدہ حصص ملک کو نقصان پہنچانے کی بہت کم قابلیت ہے۔ جو عجیب و غریب علامات ظہور پذیر ہوئے اور جن شگونوں کا اظہار ہوا انسے ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کو اپنی کامیابی کی امید نہایت مبالغہ آمیز تھی۔ عام یونانیوں کی یہ حالت تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ لڑائی تو ضرور ہو مگر وہ الگ تھلگ رہیں۔ اگر وہ کسی کے طرفدار تھے تو اسپارٹا کے اسلیئے کہ اسپارٹا تو ایک سیدھی سادی مملکت تھی جسمیں ہر شخص خصوصاً اسکے حلیف نہایت اطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے اور اسکے برخلاف ایتھنز اپنی لیگ کے اراکین پر طرح طرح کے جبر و اشتداد کو روا رکھتا تھا۔ اور عام یونانیوں کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ایتھنز کو مغلوب کیا جائے مگر اس نصب العین کیلیئے وہ خود کوئی نقصان برداشت کرنے کیلیئے ہرگز تیار نہ تھے۔ طوسی دیدس ان اضلاع اور بلدیات کا شمار کرتا ہے جنھوں نے فریقین کا ساتھ دیا۔ اسپارٹا کے ساتھ سوائے آرگوس اور اکائیا کے تمام پیلوپونیزی ریاستیں تھیں۔ آرگوس تو متواتر ایتھنز کا حلیف رہا۔ اکائیائی بلدیات میں سے شہر پیلے نے جو سکیون کا ہمسایہ تھا ابتدا ہی سے دوریائی لیگ کا رکن ہو گیا۔ اور دوسرے بلدیات رفتہ رفتہ اسپارٹا کے تابع ہو گئے۔ جزیرہ نما سے باہر مگارا، بیوتیہ، فوکس، لوکرس، امبریسیہ، لیوکاس، اور انکتوریون، اسپارٹا کے طرفدار تھے۔ کورنتھ، مگارا، سکیون، پیلے نے، ایلیس، امبریسیہ اور لیوکاس سے جہاز۔ بیوتیہ، فوکس اور لوکرس سے سوار اور دوسرے حلیف بلدیات سے پیدل سپاہی

جنہا ہوئے تھے + خیوس، لسبوس، پلاٹیہ، نوپاکتوس، بیشتر حصہ اکارنانیہ، کورکائرا، زاکنتھوس اور ایتھنز کی جملہ باجگزار ریاستیں ایتھنز کا حکم مانتی تھیں اور انہیں سے خیوس، لسبوس اور کورکائرا سے جہاز اور باقی شہروں اور جزیروں سے روپیہ اور سپاہی آتے تھے +[۱۰]

---

۱۰ جنگ لیوکمنے سے ابتدائی حملہ اٹیکا تک کے سنوبت کے لیئے ل' ہولسٹائنفل کا بسیط رسالہ "تحقیقات متعلق تاریخ یونان (برلن ۱۸۸۸ء) دیکھنا چاہیئے + اسکے نزدیک مختلف واقعات کی تاریخیں مفصلہ ذیل ہیں :-

جنگ لیوکمنے - ۴۳۴ ق م -
جنگ سی بوتا - مئی ۴۳۲ ق م -
بغاوت پوتیدیہ - جولائی ۴۳۲ ق م +
مگاری تجویز عوام - موسم گرما ۴۳۲ ق م +
انعقاد مجلس عوام اسپارٹا - اوائل اکتوبر ۴۳۲ ق م -
انعقاد مجلس مشاورت اسپارٹا - نومبر ۴۳۲ ق م -
حملہ پلاٹیہ - ۵ر ۶ مارچ ۴۳۱ ق م -
حملہ اٹیکا - ۲۵ر مئی ۴۳۱ ق م -

ہولسٹائنفل طوسی دیدش ۲، ۲ میں "پانچ مہینے" کی بجائے "دو مہینے" پڑھتا ہے + یہ مسئلہ کہ جنگ کے اولین ایام میں ایتھنز کی فوجی قوت کیا تھی اسوقت تک متنازعہ فیہ ہے اور اسکا دارومدار کلیتہً طوسی دیدش ۲، ۳ پر ہے + بیلوخ اپنی کتاب "آبادی دنیائے یونان و روما" (لائپزگ ۱۸۸۶ء) میں ایتھنز میں صرف چالیس ہزار غلاموں کا اندازہ کرتا ہے - مگر اس کی تردید کچھ مشکل نہیں + اسکا بیلوخ صفحہ ۶۰ - ۶۶ اور ھ' لاندوہیر کے مضمون "تحقیقات متعلق تاریخ یونان" حصہ ۲ (رسالہ فلولوگوس جلد ۴۰ - صفحہ ۱) سے مقابلہ کیا جائے +

نوٹ

طوسی دیدش کی کتاب میں سنہ ۴۱۱ ق م تک کہ حالات دئے ہوئے ہیں اور اس باب اور آیندہ ابواب کا دارومدار زیادہ تر اسی پر ہے + اس زمانے کے ایسے نوشتے بہت کم ہیں جو طوسی دیدش کی برابری کر سکیں اور انمیں جو سب سے اہم ہیں ان کے اقتباس ہم نے دیدئے ہیں + زمانہ دراز سے مورخ طوسی دیدش کی کتاب کا نہایت غور سے مطالعہ کر رہے ہیں - اس کے بارے میں جو کچھ تحقیقات ہوئی ہے اسکے متعلق کلیات طوسی دیدش کی تمہید جو کلامن نے لکھی ہے اور سٹل کی "تاریخ ادبیات یونان" ۲، ۱۰۴ کا مطالعہ کرنا چاہیئے + یہ سوال اسوقت تک زیر بحث ہے کہ طوسی دیدش نے اپنی تاریخ کب تصنیف کی - آیا یہ کتاب اسوقت لکھی گئی جب جنگ پیلوپونیز چند روزہ وقفے کے بعد دوبارہ شروع ہوئی یا (جیسا الرخ کی رائے ہے) طوسی دیدش نے اپنے پہلے مقالے میں مہم آرکی داموس کا ذکر اس جنگ کے بعد ہی کیا جب اسے دیکیلیا کی لڑائی کا علم نہ تھا - مگر یہ مسائل ایسے نہیں جن سے طوسی دیدش کی تاریخی قدر و قیمت دریافت کرنے میں زیادہ مدد مل سکے + زمانہ حال تک طوسی دیدش سے استناد کرنے میں کسی شخص کو چون وچرا کی گنجایش نہ تھی - مگر اب بہت سے مورخ ایسے ہیں جنکے خیال میں طوسی دیدش اسقدر اہم نہیں ہے + جو لوگ یہ باور کرتے ہیں کہ نہ صرف آٹھواں مقالہ بلکہ تمام کتاب غیر مکمل حالت میں ہے تو اسکی قدر ایک حد تک کم ہو جاتی ہے اگر یہ رائے قائم ہو جائے کہ اس کتاب میں تحریف کی گئی ہے اور متن کی حالت نہایت ابتر ہے تو اس کی قیمت اور بھی گھٹ جاتی ہے - مگر جب مورخ اور محقق یہ کہنے پر تیار ہوں کہ خود طوسی دیدش میں ایسے نقائص موجود ہیں جو کسی تاریخی استناد کے ناقص کرنے کیلیئے کافی ہیں مثلاً سچی بات کو چھپانا یا جان بوجھ کر افترا پردازی کرنا تو طوسی دیدش بالکل ہی بیکار معلوم ہوتا ہے + مورخ بلاشبہ ہم آواز ہیں کہ اس کتاب میں

متعدد غلط بیانیاں موجود ہیں۔ مگر ہمارا مقولہ ہے کہ ان غلط بیانیوں سے واقعات کی اصلیت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا + میولر اشٹرپو بنگ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ طوسی دیدش پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ مگر اُباؤر اپنی کتاب "طوسی دیدش و میولر اشٹرپو بنگ" (نورڈلنگن۔ ۱۸۸۷ء) میں یہ ثابت کرتا ہے کہ میولر اشٹرپو بنگ کو اپنے مقاصد میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔ م اسٹرپو بنگ کے طرز تنقید پر رائے زنی کرتے ہوئے باؤر کہتا ہے کہ رفتہ رفتہ اسکے خیالات بالکل متضاد ہو جاتے ہیں۔ اپنے پہلے مضمون "ارسطوفانیس و تنقید تاریخی" (۱۸۷۳ء) میں اشٹرپو بنگ صرف اس رائے پر اکتفا کرتا ہے کہ یہ مورخ ہمیشہ غیر جانبدار نہیں اسکے بعد اپنے رسالے "تحقیقات متعلق طوسی دیدش" (۱۸۸۱ء) میں وہ ذرا آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ طوسی دیدش نے واقعات کا تمام سلسلہ ایک فن کی حیثیت سے مجتمع کر دیا ہے۔ لیکن اگر کوئی بات اس کے پسند خاطر نہیں ہوتی (مثلاً ایک ہزار باشندگان میتی لنہ کا قتل عام) اسکے متعلق وہ یہ رائے قائم کرتا ہے کہ وہ بعد میں اضافہ کر دی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تنقید سے خود طوسی دیدش کی قدر و قیمت میں کوئی خاص فرق پیدا نہیں ہوتا۔ پلاٹیہ کے محاصروں و کورکائرا پر نظر ڈالتے ہوئے ("روئداد سالانہ ۱۸۸۵ء و ۱۸۸۶ء") وہ کہتا ہے کہ طوسی دیدش نے ایسے شاعر کا رنگ اختیار کیا ہے جو یا تو یہ سمجھانے کیلئے کہ مختلف امور کیونکر پایہ تکمیل کو پہنچے ہیں واقعات اختراع کرتا ہے (مثلاً کسی شہر کا محاصرہ) یا لوگوں کے سامنے ہولناک مناظر پیش کرنے میں اسے خاص لطف آتا ہے (مثلاً کورکائرا کے واقعات) + انہیں سے پہلی اور دوسری تنقیدیں اصولاً صحیح اور واقعات کے لحاظ سے ایک حد تک درست ہیں۔ مگر تیسری کا کوئی ثبوت نہیں + اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اصول یا طرز کے اعتبار سے میولر اشٹرپو بنگ کی تنقید بے کار محض ہے اور اسمیں چند ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو خود قابل تنقید ہیں + کرسٹ اپنی کتاب "تاریخ ادبیات یونان" (۱ میولر، ۲۶۷) میں میولر اشٹرپو بنگ کا تتبع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ طوسی دیدش کی تصویر واقعات

تخیل محض اور نیم وہمی ہے"۔ مگر یہ خیال اشٹریو بنگ کی اس رائے سے جو وہ پلاٹیہ کے باب میں ظاہر کرتا ہے مختلف ہے اور جہاں تک کورکائرا کے واقعات کا تعلق ہے ناقابل ثبوت ہے + غرض یہ ہے کہ میرے اس خیال کی کہ طوسی دیدش راست گو ہے اسوقت تک تردید نہیں ہوئی ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ وہ بہت سے مضامین محض واقعات کے اعتبار سے یکجا نہیں کرتا بلکہ انھیں محض فن کے اعتبار سے ایک ہی قسم کے ہونے کی وجہ سے جمع کر دیتا ہے۔ مثلاً اس نے تقریروں اور موعظوں کو بالکل اسی لحاظ سے مجتمع کیا ہے جس سے خود ہیروڈوٹس نے واقعات کو طوسی دیدش نے بہت سے اہم واقعات کو بھی نظر انداز کر دیا ہے اور اسکی شخصی خصوصیات کی تنقید صرف اسی حالت میں قابل تسلیم ہو سکتی ہے جب واقعات اور حالات سے بھی اسکی تائید ممکن ہو۔ (مثلاً اس نے جو رائے کلیون اور نکیاس کے بارے میں قائم کی ہے وہ غالباً درست نہیں) + یہ بھی ممکن ہے کہ اسنے اپنے مخالفوں کے بہت سے ایسے واقعات کو چھپایا ہو جسنے انکی ذاتی خصوصیات کے اندازہ کرنے میں ہمیں یقیناً مدد ملتی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو کچھ اس سے کہا گیا اسنے بلا چون وچرا تسلیم کر لیا خصوصاً جب اسے ایسے واقعات حسب حال اور دلپسند نظر آئیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اسے اشراف کی سختیوں اور عموم کے مظالم کی مبالغہ آمیز داستانیں پہنچی ہوں اور اس نے ان واقعات کی بالکل غلط تصویر کھینچی ہو۔ مگر ان تمام امور کو باور کرنے کے بعد بھی اسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اسنے محض اپنے تخیل کی بنا پر ہی اس تصویر کی تفصیل پوری کی ہے۔ اور ان تمام اعتراضات کے ساتھ ہی طوسی دیدش کی تاریخی استنادی حیثیت اسوقت تک قائم ہے + اگر بلا کسی قطعی ثبوت کے ہم اسکی سند تسلیم کرنے سے انکار کریں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اسکی جگہ کسے دیجائے؟ ممکن ہے کہ اٹیکائی اخبار نویسوں نے زمانہ مابعد کے مورخین کو اتھنز کے متعلق واقعات بہم پہنچائے ہوں مگر طوسی دیدش کی تاریخ میں ایسے واقعات بہت کم ہیں۔ چونکہ وہ جنگ کے حالات لکھ رہا ہے اسلیئے اگر کوئی مورخ بظاہر اس سے بہتر ہو سکتا ہے تو وہ ایفورس ہے۔ مگر ہم

باب ، کے نوٹ میں لکھ چکے ہیں کہ ایفورس دور "حسینی" کے واقعات کے لیئے قابل استناد نہیں تسلیم کیا جاتا ۔ اور جیسا میں اپنی "تاریخ سسلی" اور "بیان آثار قدیمہ سیراکیوز" میں ثابت کر چکا ہوں محاصرۂ سیراکیوز کے متعلق بھی اسکی شہادت قابل وثوق نہیں ۔ فولکوارڈسن اپنی کتاب "تحقیقات ماخذ دیودورس" (صفحہ ۳۹ وضمیمہ جات ۳۹۲) میں ثابت کرتا ہے کہ دیودورس نے جسپر ہماری جملہ معلومات متعلقہ ایفورس کا دار و مدار ہے ان واقعات کا جو اسنے ایفورس سے نقل کئے ہیں بالکل بیجا استعمال کیا ہے ۔ پھر ایفورس میں کیا باقی رہجاتا ہے جسے طوسی دیدش پر ترجیح دیجا سکے ؟ اب رہا پلوٹارک ۔ وہ بھی بجائے جنگ کی تاریخ کے محض ممتاز اشخاص کی خصوصیات کا خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہے اسلیئے ان واقعات کے باب میں جنکا تعلق مملکتوں کی اندرونی تاریخ سے نہیں بلکہ حالات جنگ سے ہے معتبر نہیں مانا جاتا ۔ پلوٹارک کیلیئے فریکے "تحقیقات ماخذ پلوٹارک وتذکرہائے نکیاس و الکبیادیس" (لائپزگ ۱۸۶۹ء) دیکھنا چاہیئے ۔ بدیں وجوہ اس دور کے اسناد کے استعمال کا طریقہ جسکے واقعات کا طوسی دیدش میں ذکر ہے بالکل صاف ہے ۔ سوا چند خاص خاص مواقع کے جب مضمونی Subjective یا ظہوری Objective اسباب کی بنا پر اسکا کلی تتبع نہیں ہونا چاہیئے باقی جملہ امور میں دیگر اسناد کا اعتبار صرف اس حالت میں کیا جائے جب انمیں اور طوسی دیدش میں تطابق ہو ۔

جنگ پلوپونیز کے دور کے اہم ترین کتبے ہکس نے اپنے مجموعے "کتابچہ نوشتہ جات تاریخ یونان" (۱۸۸۲ء) میں جمع کر دیئے ہیں ۔ مگر اسوقت سے اور بھی کتبے برآمد ہوئے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ہمعصر اور زمانہ مابعد کی تصانیف بھی معلومات سے پر ہیں مگر یہاں انکی فہرست نہیں دیجا سکتی ۔ مجموعہ حکایات پر (جو در اصل بعد کی تالیف ہیں) شک و شبہ کیا جاتا ہے اور اسطوفانیس میں جو گیب شب بھری ہوئی ہے وہ اسوقت تک صرف اسوجہ سے باور کیجاتی ہے کہ مشکلات دو قایق کے حل میں فراست وفہم درکار ہے ۔ ظاہر ہے کے اس دور کے مفصل حالات لکھنے کیلیئے یہ تمام مواد استعمال کرنا ہوگا ۔

بائیسواں باب

جنگ پیلوپونیز کا بیان فارقلیس کی وفات تک ۴۳۱ سے ق م تا ۴۲۹ سے ق م

اسپارٹیوں نے اپنی فوج کا دو تہائی حصہ خاکنائے کورنتھ کو روانہ کیا اور وہاں پہنچکر سپہ سالار شاہ آرکی داموس نے مختلف رسالوں کے افسروں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ ایک سپاہی کی مخصوص خوبیاں یہ ہیں کہ وہ دور اندیش بھی ہو اور ساتھ ہی اپنے افسروں کی فرمانبرداری کرے مگر آسنے لڑائی چھیڑنے سے پہلے اتمام حجت کیلئے اپنے ایلچی ایتھنز روانہ کئے اور دریافت کیا کہ اب بھی اہل ایتھنز راہ راست پر آنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ مگر ایتھنزیوں نے ان ایلچیوں کا پیغام تک سننا گوارا نہ کیا اور جب انھیں سرحد پار کیا گیا تو انکے سرگروہ میلیٹے سپوس نے باآواز بلند کہا کہ آج یونان کی مصیبتوں کا دور شروع ہوگیا +

آرکی داموس کی تقریر سے ذرا پہلے فارقلیس نے ایتھنزی شہریوں کے روبرو ایک تقریر کی اور صورت حال انکے ذہن نشین کردی اور نصیحت آمیز پیرائے میں اپنی تجاویز انکے سامنے پیش کیں + اسنے کہا کہ ایتھنزیوں کو اپنے مالی وسائل پر کلیتہً تکیہ کرنا چاہیئے اور میدان جنگ میں کود پڑنے کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے بلکہ انکے لیئے یہی مناسب ہے کہ دیہات خالی کرکے ایتھنز کی شہر پناہ کے اندر آجائیں + ایتھنز کی مالی حالت بھی کچھ بری نہیں ہے۔ چھ سو تالنت سالانہ تو خراج کی مد میں آمدنی ہوتی ہے اور گو دو ہزار سات سو تالنت اکروپولس کی عمارتوں اور پوتی دیہ کے محاصرے میں صرف ہو چکے ہیں تاہم اسوقت چھ ہزار تالنت خزانے میں موجود ہیں اور ان کے علاوہ قلعے سے بہت سے قیمتی چڑھاوے مل سکتے ہیں اور صرف افضیدا دیبی کا بالاپوش ہی چالیس تالنت کا ہے اور یہ آسانی مجسمے سے اتارا جاسکتا ہے + فوج میں

+ جنگ کی ابتدا میں "فتح" کے دس سونے کے مجسمے تھے جنمیں ۵۲۰ کلوگرام (قریب ۱۲ من) سونا

بظاہر تو تیرہ ہزار ہوپ لیت ہیں مگر انکے ماسوا سولہ ہزار ایسے سپاہی بھی ہیں جو اپنی عمر کے اعتبار سے فوج باقاعدہ میں شامل نہیں مگر شہر پناہ اور پرئی اوس کی بہ آسانی حفاظت کر سکتے ہیں۔ فوج میں ایک ہزار دو سو سوار اور تیر انداز سولہ سو پیدل تیر انداز اور تین سو سہ طبقہ جہاز بھی ہیں جن سے فوراً کام لیا جا سکتا ہے + بہرحال سپہ سالار کی ہدایات پر لفظاً اور معناً عمل ہوا اور دیہات سے ہر قسم کا سامان حتی الخیز اتھضز تو منتقل کر دی گئی۔ دیہات کے باشندے تو شہر اتھضز میں آ گئے اور مویشی یوبیہ اور دوسرے جزیروں میں بھیج دیئے گئے + اٹیکا کے باشندوں کیلئے اپنے آبائی مکانات چھوڑنا جہاں کی بود و باش سے وہ ابتدا سے ہی عادی تھے اور جہاں انھوں نے ایرانیوں کی واپسی کے بعد بہ اطمینان کلی سکونت اختیار کر لی تھی نہایت مشکل کا سامنا کرنا تھا۔ شہر اتھضز میں ہرگز اتنی گنجایش نہ تھی کہ سب کیلئے مکان مہیا کر سکیں۔ اور اکثر ایسے بیچارے تھے جنکے لیئے کسی گھر میں جگہ نہ نکل سکی بلکہ جنھوں نے ہیکلوں اور مندروں کے ہر چہار طرف پڑاؤ ڈال لیئے تھے + اسی طرح پیلاگی کون اور طویل دیواروں کا درمیانی حصہ عارضی مکانات سے بالکل بھر گیا اور بعض بیچارے دیہاتیوں کو تو فصیل کے برجوں ہی پر قناعت کرنی پڑی ہے

پہلے تو پیلوپونیزیوں نے شہر اوئنوئے کی طرف پیشقدمی کی مگر انھیں اس سرحدی قلعہ پر کئی روز رکنا پڑا جسکی وجہ سے عرصۂ دراز کے بعد مئی کے مہینے میں جب غلّہ پک گیا تھا وہ تھریا کے میدان میں پہنچے + انھوں نے پہلے تو اتھینا دیہی کے مملوکہ کھیتوں کو برباد کیا اور کوہ ائے گیلیوس کو دہنے ہاتھ پر چھوڑ کر راستے میں ملک ویران کرتے ہوئے اکارنائے کے دیہے پر رک گئے + شاہ آرکی داموس کا یہ خیال تھا کہ جب اکارنائے کے باشندے اپنی عزیز کاشت برباد ہوتے ہوئے دیکھینگے تو انھیں شہر پناہ کے اندر بند رہنا گوارا نہ ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ وزن تھا + اسکے لیئے فوکارٹ کی کتاب "مجتمات فخادر اکروپولس" دیکھنی چاہیئے + (رسالہ معاملات یونان" جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۳ وغیرہ)

ا ایتھنزی فوج کا بیشتر حصہ اکارنائے کے باشندوں کا ہے اور انھوں نے تین ہزار (؟) ہوپ لیت مہیا کئے ہیں اسلیئے انکے انتشار کی وجہ سے ایتھنزی فوج کو شکست دینے میں آسانی ہوگی + مگر آرکی داموس کا خیال غلط نکلا - اکارنیوں نے چار دیواری سے نکلنے کی کوشش ہی نہیں کی اور چونکہ فارفلیس بیکار بحث ومباحثے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اسلیئے اسنے مجلس عوام کو طلب بھی نہیں کیا + اسنے صرف یہ کیا کہ ایتھنزی اور تھسالوی سوار غنیم کے مقابلے کیلیئے بھیج دیئے جنمیں سے موخرالذکر لارسا' فارسالوس' کرانون' پیراسوس' گیرتون اور فے رائے کے باشندے تھے + جو چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ان سواروں اور پیلوپونیزیوں کے درمیان ہوئیں اس میں بہت کم خونریزی ہوئی اور آخر کار پیلوپونیزی اٹیکا کے اس حصے میں چلے گئے جو کوہ پارنیس اور برئی لیسوس کے درمیان میں واقع ہے اور وہاں سے اور واپس ہوتے ہوئے بیوتیہ کا راستہ لیا

غنیم کے تخلیۂ ملک سے پہلے ایتھنزیوں نے خود ایک چھوٹی سی مہم سر کی + انتہائی خطرے کے لیئے انھوں نے ایک ہزار تالنت اور ایک سو جنگی جہاز بچا رکھے تھے - اسکے علاوہ جو روپیہ اور جہاز تھے انھیں کام میں لانیکی ان کو خواہش پیدا ہوئی اسلیئے وہ سو جہاز لیکر چلے اور راستے میں دم لیئے بغیر سیدھے لقونیہ کے شہر میتھونے پر جا کر ٹھیرے + اس ضلع کا سپہ سالار براسی داس تھا - اور اگر وہ ایتھنزی صفوں کو چیرتا ہوا شہر میں گھس نہ جاتا تو اغلب ہے کہ میتھونے ضرور فتح ہو جاتا + اس شخص کا یہ پہلا معرکہ تھا اور اسکی قسمت میں یہ لکھا تھا کہ وہ ایتھنزیوں کو اس جنگ کے دوران میں چین و آرام سے نہ بیٹھنے دیگا + اب ایتھنزی پیلوپونیز کے مغربی ساحل کے متوازی شمال کی طرف چلے اور ایلیس کا شہر فی یا لیکر چھوڑ دیا اور اکارنانیہ کے چند مقامات فتح کرنے کے بعد جزیرۂ کیفالنیا کو اپنی لیگ میں شامل ہونے پر آمادہ کیا + اسکے بعد وہ گویا ایک مہم کو سر کرنے میں کامیاب ہو کر ایتھنز واپس چلے آئے +

اب ایتھنزیوں نے ائی گینا کے سے اہم مقام پر اپنے قدم پوری طور سے جمانے کیلیئے وہاں کے باشندوں کو جزیرے سے نکال دیا اور ان کی جگہ ایتھنزی

کلیر وفیاں قائم کردیں۔ ان بیچارے آئی گینیوں کو اسپارٹا کے سامنے دست احتیاج پھیلانا پڑا اور آخر انھیں ضلع تھریا میں آباد ہونے کی اجازت مل گئی جو عرصۂ دراز سے اسپارٹا اور آرگوس کے درمیان مابہ النزاع چلا آتا تھا۔ اسکے بعد ایتھنزیوں پر اثر ڈالنے کیلیئے فارقلیس تیرہ ہزار ہوپ لیت مگارا لے گیا تاکہ ایتھنزی اس خیال سے مطمئن ہوجائیں کہ تمام جزیرہ نمائے پیلوپونیز کا کفارہ انکے قابل نفرت ہمسایوں یعنی مگاریوں کو ہی دینا پڑیگا۔ اس مہم میں کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس سے زیادہ سود مند لوکرس اوینتیا کی مہم تھی جس میں ایتھنزیوں نے جزیرہ اتالانتا پر قبضہ کرلیا۔ ان تمام طریقوں سے ایتھنز نے اپنے دشمنوں پر واضح کردیا کہ وہ ڈرنے والے آسامی نہیں ہیں اور دشمن کے کمزور مقبوضات پر حملہ کرنے کیلیئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ کورنتھیوں نے بھی مغربی ساحل پر یہی طریقہ اختیار کیا۔ مگر انکا میدان عمل اتنا وسیع نہ تھا اور گو انھیں اکارنانیہ میں کچھ کامیابی ہوئی مگر کیفالے نیہ میں وہ کچھ نہ کرسکے۔ غرض یہ ہے کہ جنگ کے پہلے سال یعنی ۴۳۱ ق م کی مہموں کا نتیجہ علے العموم ایتھنز کیلیئے مفید ہی نکلا۔

جب فوجی مہمات کا سلسلہ ختم ہوا تو قدیم رواج کے مطابق ایتھنزیوں نے ان لوگوں کے جنازے کی آخری رسوم ادا کیں جو جنگ میں مارے گئے تھے۔ اس موقع پر ہر قبیلے کے مردوں کی ہڈیوں کیلیئے دس تابوت اور ان مردوں کی یاد تازہ کرنے کیلیئے جنکی ہڈیاں دستیاب نہیں ہوئی تھیں ایک تابوت بنایا گیا اور انھیں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کیرامی کوس لے گئے جہاں حکومت کی فرمائش کے بموجب فارقلیس نے ایک تقریر کی۔

اسمیں شبہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ طوسی دیدش نے اس سلسلۂ خیالات کا صحت کیساتھ اعادہ نہیں کیا ہوگا جو فارقلیس کے اس خطبے میں تھا۔ اگر بالفرض اسکے بیان میں نقائص ہیں تو بھی اسمیں شک ہو ہی نہیں سکتا کہ اس تقریر کو دیگر واقعات اور حالات سے گہرا تعلق ہے اور یہ ان تقاریر کا گویا ایک تتمہ ہے جو ایتھنز کے موافق اور مخالف کی گئی تھیں اور ساتھ ہی آیندہ کیلیئے نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ اور بالکل ممکن ہے کہ اس تقریر سے خود فارقلیس کا بھی یہی مقصد ہو کہ

اس قسم کی دلائل پیش کرے اور حالات و واقعات کا اعادہ کرے + اس میں ایک خاص زاویہ نگاہ کو مدنظر رکھکر ایتھنز کے حالات کا ایک خاکہ دکھایا گیا ہے اور ایتھنز کے اس تخیل کی تجدید و تبریک کی گئی ہے جو ہر وقت فارقلیس کے پیش نظر رہتا تھا + وہ کہتا ہے کہ بجائے افراد کی حمد و ستایش بیان کرنے کے وہ اس شہر کی مدح و ثنا بیان کریگا جسکی وجہ سے یہ افراد بڑھے + فارقلیس نہایت دلیری اور جرأت سے یہ نظریہ بیان کرتا ہے کہ ایتھنز نے اپنے اداروں کی ترتیب میں دیگر مملکتوں کی نقل نہیں کی بلکہ اوروں کے سامنے گویا ایک نمونہ پیش کیا - (اسمیں تو خود ہمیں بھی شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ ایتھنزی تمدن کے ارتقا میں ایک خاص بات ضرور پائی جاتی ہے) + فارقلیس کہتا ہے کہ ہمارے یہاں محض افلاس کیوجہ سے کسی شخص کی ناقدری نہیں کی جاتی بلکہ اسکی قابلیت اور فراست ہی اسکے لیئے باعث عزت و وقعت ہوتی ہے - کسی شخص کو اپنے ہم وطنوں کی خوشی اور آرام پر حسد نہیں ہو سکتا اور چونکہ حکام بالادست کے احکام کی تعمیل ہماری سرشت میں داخل ہو گئی ہے اسلیئے ہم قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرتے + اس کے علاوہ سال کے بارہ مہینے متواتر مذہبی قربانیوں اور میلوں کے ذریعے سے ایتھنزی شہری کی تفریح طبع کیلیئے سامان مہیا ہوتا رہتا ہے اور ہماری عالم گیر تجارت کے باعث دنیا کی اشیا ہمارے قدموں پر پڑی رہتی ہیں - اسپارٹا کی طرح ہم اپنے شہر سے غیر ملکیوں کو نکالتے نہیں تاکہ وہ دیکھیں کہ ایتھنزی کس طرح ایک طرف تو اپنی زندگی بظاہر عیش و عشرت سے بسر کرتے ہیں اور دوسری جانب خطرے کے وقت اپنی جرأت اور ہمت کا ثبوت پیش کرتے ہیں ہمارے دشمنوں کا یہ بیان کہ وہ ایتھنز کی تلوار کا مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں یقیناً غلط ہے اسلیئے کہ انھوں نے کبھی ایتھنز کی متفقہ قوت کا سامنا نہیں کیا اور گو اسپارٹا میں لوگوں کی فوجی تعلیم میں ایتھنز سے زیادہ وقت صرف کیا جاتا ہے لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ اسپارٹی کسی حالت میں ایتھنزیوں سے زیادہ بہادر نہیں + فارقلیس کہتا ہے کہ ایتھنزی عیش پرست نہیں بلکہ انھیں ہمیشہ خوبصورتی کی تلاش رہتی ہے - انکے لئے غربت باعث ذلت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص امیر بننے کی خواہش نہ کرے تو

اسے ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص سیاسی معاملات میں دخل رکھتا ہے۔ مگر ان معاملات کے سمجھنے سے پہلے ہم یہ مناسب خیال کرتے ہیں کہ اسکے متعلق ہم مختلف تقریروں کو سن لیں + جب ہم کسی بات پر غور کر لیتے ہیں تو اسکی تکمیل میں جرأت دکھاتے ہیں۔ اور چونکہ ہم اپنے دوستوں کی خدمت کرتے ہیں اس لیئے ہمارے دوست ہماری خدمت کیلیئے ہر وقت تیار رہتے ہیں + اقوام عالم میں ہمیں ایسے ہیں جو اپنے دوستوں کے محض ذاتی مفاد کیلیئے ہی مدد نہیں کرتے بلکہ ہماری جبلت ہی میں کشادہ دلی کا مادہ بھرا ہوا ہے اور اسی لیئے ہمیں اپنے اوپر پورا اعتماد ہے + فارقلیس اپنی تقریر کے اختتام پر مردہ سپاہیوں کے درخشندہ کارناموں کا ذکر کرتا ہے اور انکے متعلقین کو نصیحت کرتا ہے +

چونکہ یہ تقریر قدیم زمانے کی ایک نہایت سربرآوردہ قوم کے حالات اور صفات سے بھری ہوئی ہے اور ان صفات کو اس قوم کے دو بہت بڑے قائم مقاموں یعنی فارقلیس اور طوسی دیدش نے بیان کیا ہے اسلیئے اس سے ہمیں تمدن کی تاریخ سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے + اگر ہم منصفانہ انداز سے اس زمانے کا خاکہ کھینچیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس تقریر میں حقیقت اور مبالغہ دونوں کے پہلو ہیں + فارقلیس کا یہ قول یقیناً مبالغے سے خالی نہیں کہ چونکہ ایتھنز کے دشمنوں نے کبھی میدان جنگ میں تمام ایتھنزیوں کا مقابلہ نہیں کیا اسوجہ سے وہ انکی برابری کا دم نہیں بھر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگجو فریق کی تمام توجہ ایک ہی مرکز پر کبھی مجتمع نہیں ہوتی بلکہ سپہ سالار کی جنگی قابلیت کا معیار یہ ہی ہے کہ وہ اپنی فوج کے بیشتر حصے کا زور اس مرکز پر ڈالے جس پر فیصلہ ہو جانے کا مدار ہے + اسیطرح فارقلیس کا یہ کہنا کہ صرف ایتھنز ہی اپنے دوستوں سے مہربانی آمیز برتاؤ کرتا ہے ہرگز صحیح نہیں۔ یہ ایتھنز کی خصوصیات کا تذکرہ نہیں بلکہ محض خوشامد اور چاپلوسی ہے۔ فارقلیس یہ بھی کہتا ہے کہ گو ایتھنزیوں کو اسپارٹیوں کی سی تعلیم نہیں ملتی مگر وہ انسے زیادہ بہادر ہیں۔ یہاں بھی وہ مبالغے سے کام لیتا ہے اسلیئے کہ زمانۂ جنگ میں سب سے عقلمند قوم بھی سخت ترین قواعد تادیب کے بغیر کامیاب نہیں رہ سکتی + غرض یہ ہے کہ یہ تقریر ایتھنزیوں کی یاوہ گوئی کا نہایت حیرت انگیز ثبوت

دیتی ہے[۲]

جنگ کے دوسرے سال یعنی ۴۳۱ ق م میں پہلے سال کے واقعات کا گویا پھر اعادہ ہوا اور پیلوپونیزی اپنے لشکر کے سپاہیوں میں سے دو تہائی لیکر اٹیکا پر حملہ آور ہوئے + فی نفسہ اس حملے سے ہی نقصان عظیم کا خطرہ تھا۔ مگر ایتھنز پر ایک اور آفت ناگہانی آگئی وہ یہ کہ اول تو پرئی اس میں اور پھر خاص ایتھنز میں طاعون نمودار ہوا۔ اس وبائے شدید کے حالات طوسی دیدش نے بیان کئے ہیں جو خود اس مرض میں مبتلا ہوا تھا۔ مرض کا اثر پہلے سر میں ہوتا تھا اور آہستہ آہستہ تمام بدن ماؤف ہو جاتا تھا۔ مگر موت فوراً نہ آتی تھی بلکہ انسان قریب قریب ایک ہفتہ تک گھلتا رہتا تھا اور بدن میں اسقدر حدت پیدا ہو جاتی تھی کہ بعض تو محض گرمی کو دور کرنے کیلئے پانی میں کود پڑتے تھے۔ بہت سے ایسے بھی تھے جو طاعون سے تو بچ گئے مگر ان بیماریوں سے جانبر نہ ہو سکے جو طاعون کے بعد نمودار ہوئیں + مرض متعدی تھا اسلیئے لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تھے اور بیچارے مریض بھیڑ بکریوں کی طرح بلا کسی دوا دارو یا پرسان حال کے پڑے رہے اور مر گئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کمبخت مرض کا استیصال نہ تو کسی دوا سے ہوگا اور نہ کسی غذا سے + ایتھنزی عام طور پر یہ خیال کرنے لگے کہ دشمن نے

[۲] فار قلیس کی یہ تقریر طوسی دیدش ۳۵ - ۴۶ میں درج ہے + اسمیں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنمیں کچھ کچھ اہل فرانس کی خصوصیات کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً فار قلیس کا یہ بیان کہ اسکی قوم ہی ایسی قوم ہے جو نہ صرف سیاسیات میں بلکہ دیگر امور میں بھی غیر جانبداری کو اپنا نصب العین بنائے رکھتی ہے یا یہ کہ ذکی الطبع ایتھنزی جنگ میں وہی کام قواعد کی بندشوں کے بغیر بھی انجام دیسکتے ہیں جو دیگر مملکتوں کے تادیب یافتہ لشکر۔ بعینہ یہ ہی خیال مضمون "جنگ سے پہلے فرانسیسی لشکر کی حالت" (۱۸۸۶ء) میں ظاہر کیا گیا ہے اور اسمیں مضمون نگار نے فرانسیسی فوج کی مدح سرائی کی ہے اور بتایا ہے کہ اسے صرف وقت مقررہ پر ہی حکم برداری کی ضرورت ہے اسکے بعد سپاہی آزاد رہتا ہے + مگر جنگ امفی پولس کے واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظریہ کم از کم ایتھنزیوں پر صادق نہیں آتا۔

پانی کے چشموں کو زہر آلود کر دیا ہے۔ مگر ہمیں اسکی کوئی اطلاع نہیں پہنچی کہ ایتھنزیوں نے کسی ایسے شخص کو سزا دی ہو جو اس قبیح گناہ کا مرتکب ہوا ہو + طوسی دیدش ایک امر کو سب باتوں سے زیادہ ہولناک بیان کرتا ہے۔ وہ یہ کہ شہر والوں کا شیوہ ہو گیا تھا کہ جہاں کہیں انھوں نے کوئی چتا دیکھی بس اپنے مُردے اسپر رکھے اور بھاگ گئے + بہت سے ایسے بھی تھے جنکا یہ خیال ہو گیا کہ اب موت تو آنی ہی ہے جو کچھ زندگی باقی ہے اسے خوب خوشی و خرمی عیش و عشرت سے گزار دو +[۳]

ایتھنز تو اس بلا میں مبتلا تھا' پیلوپونیزیوں نے لاؤریون کی کانوں تک تمام اٹیکا برباد کر دیا۔ مگر وہ فوراً واپس چلے گئے اسلیئے کہ انھیں خوف تھا کہ مبادا انھیں بھی طاعون کا شکار بننا پڑے + انکے جانے سے پہلے ہی فارقلیس سو ایتھنزی جہاز اور پچاس خیوسی اور لسبوسی چار ہزار ہوپ لیت اور تین سو سوار لیکر اپی دورس

[۳] طاعون کا حال طوسی دیدش ۲، ۴۸ میں درج ہے + طاعون کی ابتدا ملک حبش سے ہوئی اور وہاں سے مصر' طرابلس الغرب اور دیگر بلاد مقبوضہ شہنشاہ ایران" میں پھیل گیا + بہت سے مورخ اس رائے پر متفق ہیں کہ لیوی (۴، ۲۱ و ۲۵) روما میں جس طاعون کا ۳۱۸ سنہ و ۳۱۹ سنہ و ۳۲۱ سنہ بنیادی (= ۴۳۶ سنہ و ۴۳۵ سنہ و ۴۳۳ سنہ و ۴۳۲ سنہ ق م) میں ہونا بیان کرتا ہے اسکی ابتدا بھی یہیں سے ہوئی ہوگی۔ ایتھنز میں یہ ۴۳۰ سنہ و ۴۲۹ سنہ و ۴۲۷ سنہ و ۴۲۶ سنہ ق م میں برابر رہا + ہولٹسائفل ("سنوپت روما") یہ واقعہ اپنے مخصوص طریق سنویت کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ اگر اسکا نظریہ درست ہے تو ۳۱۸ سنہ بنیادی اور ۴۳۰ سنہ ق م بالکل مطابق ہیں اور اسکے نزدیک طاعون روما اور ایتھنز دونوں جگہ قرطاجنہ ہی سے آیا + بہرحال اس سے ان تجارتی تعلقات کی جھلک نظر آتی ہے۔ جو زمانۂ قدیم کے عظیم ترین شہروں کے درمیان تھے + آجکل طاعون کے زمانے میں اکثر ممالک کی یہ حالت ہوئی ہے اس سے ایتھنز کا طریقہ یقیناً مہذب اور متمدن تھا۔ اور سکے لیئے تھوسی دیدش کے طاعون کی مثال جو منتسوئی نے ہمارے سامنے پیش کی ہے اور ان اضلاع کی مثال جہاں ہیضہ نمودار ہوتا ہے بالکل کافی ہیں + یہ بھی ایتھنزیوں کی تہذیب اور شائستگی کی دلیل ہے کہ تھوسی دیدش میں ایسے کسی شخص کا ذکر نہیں جس پر زہر پھیلانے کے شبہ میں مقدمہ قائم کیا گیا ہو۔

پہنچا۔ یہ شہر تو بال بال بچ گیا مگر فارقلیس نے ہر میونے اور تروائیزن کا ملک ویران کر دیا اور پرازی اسے پر قبضہ کر لیا۔ ساتھ ہی ساتھ ہائگنون اور کلیوپومپوس پوتیدیہ گئے مگر اسے تسخیر نہ کر سکے۔ جب ہائگنون اور فارقلیس کی فوجیں ایپی دورس میں تھیں تو انہیں بھی طاعون پھیل گیا اور چالیس روز میں چار ہزار سپاہیوں میں سے کم سے کم پندرہ سو اسکی نذر ہو گئے۔

اٹیکا پر دوسرا حملہ ہو چکا تھا، طاعون نے ایتھنزیوں کے خاندان کے خاندان برباد کر دیئے تھے، ایپی دورس میں بھی کوئی خاطر خواہ کامیابی نظر نہ آتی تھی۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ ان واقعات کے بعد ایتھنزیوں میں سراسیمگی پھیل گئی اور ان ناکامیوں کا مورد الزام فارقلیس ہی گردانا گیا۔ اسے بددعائیں دی گئیں اور کوسا گیا، اور یہ صورت حال اس درجہ دگرگوں ہو گئی کہ اسے ایک تقریر کرنی پڑی جو طوسی دیدش نے نقل کی ہے اور کوشش کی کہ اپنے ہم وطنوں کی ہمت بڑھائے اور انھیں تسکین دے مگر ایتھنزی اسقدر مایوس ہو گئے تھے کہ انھوں نے صلح کی غرض سے اسپارٹا ایلچی روانہ کیئے۔ مگر اسپارٹی تو یہ چاہتے تھے کہ ایتھنزیوں کو اور بھی زیادہ ذلیل کریں اور اس سفارت کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور ناچار لڑائی جاری رکھنی پڑی[۴]۔ مگر فارقلیس پھینٹ چڑھایا گیا اور اسپر جرمانہ کیا گیا۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ مختلف مورخوں نے مختلف شہریوں کو (مثلاً کلیون، سمیاس اور لکرائی داس کو) مستغیث بتایا ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ فارقلیس پر پندرہ یا پچاس تالنت جرمانہ کیا گیا اور اسے اپنے عہدے سے دست کش ہونا پڑا۔ مگر اسکے بغیر ایتھنزیوں کا کام چلنا ایک امر دشوار تھا اسلیئے ۴۳۰ء تا ۴۲۹ء ق م میں وہ پھر سپہ سالار مقرر ہوا۔ طوسی دیدش کہتا ہے کہ اسی زمانے میں یعنی ۴۲۹ء ق م میں ہی اسکا انتقال بھی ہو گیا[۵]۔

---

۴ طوسی دیدش ۲، ۶۰ و ۶۴۔

۵ طوسی دیدش (۲، ۶۵)، گروٹ (۳، ۴۴۴) اور ا، شمٹز (فارقلیس) ۱، ۱۷۴) ۴۳۰ء ق م کا۔ اور گلبرٹ (اضافہ جات ۱۲۱)، بیلوخ (سیاسیات ایٹکا ۳۰)

زاکنتھوس کے باشندے اکائیائی نسل کے تھے اور ایتھنز کے حلیف تھے۔ اور جب موسم گرما ۴۳۰ سنہ ق م میں اسپارٹیوں نے انھیں اپنی طرف لانا چاہا تو اسمیں انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا + تھرسی کے حکمراں سادوکوس ولد ستالکیس نے جو ایتھنزیوں کا حلیف تھا چھ پلیوپونیزی ایلچیوں کو انکے حوالے کر دیا جو یونان سے ایران جا رہے تھے + ان ایلچیوں میں سے تین یعنی انے رستوتس، نکولاؤس اور استراتو دیموس اور ایک کورنتھی ارستے اوس تھے + پلیوپونیزیوں نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی جہاز میں گرفتار کر لیا جائے اور وہ اسپارٹا کا طرفدار نہ ہو تو وہ جان سے مار ڈالا جائیگا + اب اس قاعدے کے جواب میں ایتھنزیوں نے ان چھ ایلچیوں میں سے ہر ایک کو جان سے مار ڈالا[۶] +

آیندہ موسم سرما میں ایتھنز نے فورمیون کو بیس جہاز لیکر نئو پاکتوس روانہ کیا تاکہ وہ خلیج کورنتھ کے دہانے کی نگرانی کرتا رہے اور اسیطرح میلے سانڈر چھ جہاز لیکر کاریہ اور لسیہ چلا۔ اس مہم میں میلے سانڈر کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ وہ خود بھی جنگ میں کام آیا اور چونکہ اب خلیج کا دہانہ بالکل غیر محفوظ ہو گیا۔ اگر ایتھنزیوں کے قبضے میں اسکے مقابل ساحل پر کوئی بندرگاہ ہوتی تو یقیناً اونکو اطمینان ہوتا مگر اب ادھر کی طرف ایتھنزیوں کو دشمن سے بہت خطرہ پیدا ہو گیا +

فروری ۴۲۹ سنہ ق م میں قحط زدگی کی وجہ سے آخر کار پوتیدیہ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور ڈنکر (۹، ۱۸۸) ۴۲۹ سنہ ق م کا تعین کرتے ہیں + ایتھنزیوں نے اپنے کسی اور مدبر کیساتھ اتنی مہربانی کا برتاؤ نہیں کیا جتنا فارقلیس کے ساتھ + اسکا انتقال غالباً اکتوبر ۴۲۹ سنہ ق م میں ہوا ہوگا +

[۶] سمندر کسی کی ذاتی ملک نہ تھا اسلیئے یہاں کسی قاعدہ و قانون پر عمل نہ ہوتا تھا + بلاشبہ ایتھنزی سمجھتے تھے کہ بحیرۂ ایجیئن انکی ذاتی ملک ہے مگر اسپارٹیوں کے اس قول کو کہ سمندر دشمن کا ملک ہے ایتھنزیوں نے کام لگالا +

ہتیار ڈال دیئے۔ ایتھنزی اس محاصرے کے طول سے عاجز آگئے تھے اور انکے دو ہزار تالنت خرچ ہو چکے تھے اسلیئے اب انھوں نے مصور شہر کے باشندوں کو اسبات کی اجازت دیدی کہ وہ سفر خرچ اور اپنے کپڑے لیکر خوشی چلے جائیں اور خود محض ان اشیاء کے قبضے پر اکتفا کیا جو وہ شہر میں چھوڑ گئے۔ مگر ان پس ماندہ اشیاء کی قیمت سے اور اس عظیم الشان رقم سے جو ایتھنزیوں کو اس طول طویل محاصرے میں خرچ کرنی پڑی تھی کسی قسم کی مناسبت نہ تھی۔

پلاٹیہ کی قسمت کا فیصلہ ایتھنز کے خلاف ہونے کو تھا۔ ایتھنز میں دور و دراز پوتیدیہ کو بہ آسانی تسخیر کرنے کی قابلیت تھی مگر قریب تر پلاٹیہ کو نہ تو وہ بچانا چاہتے تھے نہ انھیں اسکے بچانے کی قوت حاصل تھی۔ یہاں کھلے میدان میں لڑنے کا سوال تھا۔ اور باوجود فارقلیس کی لفاظی اور تقریر بازی کے اس فن میں ایتھنزی کسی طرح سے بھی پیلوپونیزیوں کی برابری نہ کر سکتے تھے۔ غرض یہ ہے کہ موسم گرما ۴۲۹ ق م کو آرکی داموس پلاٹیہ کی طرف چلا۔ اور وہاں پہنچکر اہالیان شہر سے گفت و شنود کا سلسلہ شروع کیا۔ اس گفتگو سے ہمیں اس زمانے کے حالات اور خیالات کا اچھی طرح سے پتہ چلتا ہے۔ پلاٹیہ والوں نے دعویٰ کیا کہ پوسانیاس نے انکے شہر کو غیر جانبدار ٹھیرایا تھا اسلیئے آرکی داموس انھیں بالکل الگ تھلگ اپنے حال پر چھوڑ دے۔ آرکی داموس نے جواب دیا کہ وہ شوق سے غیر جانبدار ہیں مگر اس غیر جانبداری کا ثبوت انھیں اسطرح دینا چاہیئے وہ ان بیچارے شہریوں کے آزاد کرنے میں مدد دیں جنھیں ایتھنز نے اپنا دست نگر بنالیا ہے۔ یا اگر وہ اس جنگ میں اتنا حصہ بھی لینا پسند نہ کرتے ہوں تو انھیں کم از کم پیلوپونیزیوں کو تو شہر میں داخل ہونے سے نہ روکنا چاہیئے۔ پلاٹیہ والوں نے یہ عذر پیش کیا کہ انکے بیوی بچے سب ایتھنز میں ہیں اور دوسرے اگر انھوں نے اسپارٹیوں کو اپنے شہر میں داخل ہونے دیا تو انھیں یقین ہے کہ ایتھنزی انکے ساتھ عمدہ سلوک نہ کرینگے۔ آخرالامر آرکی داموس نے یہ تحریک پیش کی کہ پلاٹیہ والے اپنے جملہ مملوکات اپنے درخت اور اپنی اشیاء شمار کرلیں اور جبتک جنگ جاری رہے اسوقت تک

کہیں چلے جائیں اور جنگ کے بعد واپس آکر اپنی اشیاء پر قبضہ کرلیں + پلاٹیہ والوں نے چند روز کی مہلت لیکر ایتھنز سے استفسار کیا تو جواب ملا کہ وہ پلاٹیہ کی مدد کرنے کیلئے تیار رہیں اسوجہ سے انھوں نے اسپارٹیوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا + اسپرآرٹی داموس نے ملک کے دیوتاؤں کی طرف ہاتھ اٹھاکر کہا کہ وہ دیکھیں کہ پلاٹیہ والوں نے کتنی بے انصافی کی ہے ۔ اور شہر کا محاصرہ کرلیا + گو پلاٹیہ نے محض ایتھنز کے وعدے کے زور پر پلیوپونیزیوں کی تحریک رد کر دی تھی مگر انھیں دوران جنگ میں ایتھنز سے مطلق مدد نہیں ملی +

پلیوپونیزیوں نے سب سے پہلے تو ایک ٹیلا تعمیر کیا تاکہ اسکی مدد سے وہ شہر کی فصیل پر بہ آسانی چڑھ سکیں ۔ اسپر پلاٹیہ کے باشندوں نے یہ ہوشیاری کی کہ جس جگہ انکو خطرہ تھا وہاں کی فصیل اونچی کر دی اور اسکے نیچے سرنگ بناکر اسکے ذریعے سے اس ٹیلے کی بنیاد خالی کرنا شروع کر دی ۔ اور فصیل کے اندر ایک اور شہر پناہ نصف دائرے کی شکل کی بنائی تاکہ اگر غنیم ایک دیوار کو عبور بھی کرے تو اسے دوسرے پر چڑھنا پڑے ۔ اور جب فصیل مسمار کرنے کے لئے منجنیق لگائے گئے تو انھوں نے انکی قوت زائل کرنیکی غرض سے انپر شہتیر پھینکنے شروع کر دیئے + اب پلیوپونیزیوں نے لکڑیوں کا ایک انبار لگایا اور اسے آگ دیدی جس سے ایسی آتش زدگی ہوئی کہ اس سے پیشتر کبھی نہ ہوئی تھی ۔ مگر یکایک بارش ہونے لگی جس سے یہ آگ فرو ہوگئی + اسپر پلاٹیہ والوں نے ایک دیوار تعمیر کی اور اسکے ہر چہار طرف خندق کھود دی اور حفاظت کیلئے چند پلیوپونیزیوں اور بیوتیوں کو اسپر مامور کیا + طوسی دیدیش کہتا ہے کہ اسوقت پلاٹیہ میں علاوہ اکیسو دس عورتوں کے جنھیں روٹی وغیرہ پکانے کی غرض سے رکھ لیا تھا صرف چار سو پلاٹیہ کے اور اسی ایتھنز کے باشندے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ محض چار سو اسی مرد ایک شہر پناہ کی کما حقہٗ حفاظت نہیں کر سکتے + اسمیں شبہ نہیں کہ اس زمانے کا پلاٹیہ آیندہ زمانے کے پلاٹیہ سے کہیں چھوٹا سا مگر ساتھ ہی ہمیں یہ بھی فرض کرلینا پڑیگا کہ پلیوپونیزیوں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ شہر پر حملہ کرنے میں حتی المقدور ایک سپاہی کا خون بھی نہ بہنے دینگے +

لہ جو تفصیل پلاٹیہ کے محاصرے کے بیان پر ہوئی ہے اس کیلئے آیندہ باب کا حاشیہ دیکھنا چاہیئے ۔ پلاٹیہ کے رقبے کیلئے فابر یکیوس کی کتاب "تھیبز" (فرائیبرگ ۱۸۴۶ء) صفحہ ۱۰ کا مطالعہ کیا جائے ۔

اسی سال (۴۲۹ ق م) کے موسم گرما میں ایتھنزیوں نے دو ہزار ہوپ لیٹ اور دو سو سوار خالکیدیسیوں اور بیوتیوں کے خلاف روانہ کیے۔ مگر بمقام سپارٹونوس ایتھنزیوں کو شکست ہوئی اور انھیں پوتیدیہ بھاگ جانا پڑا۔ اسکے برعکس مغرب میں انکی قسمت نے یاوری کی۔ لکدمونی فوج جسمیں اسپارٹیوں کے علاوہ امیرسیہ اور اپائرس کے باشندے بھی شامل تھے کنیموس کی سرکردگی میں اکارنانیہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے ستراتوس کے خلاف چلی۔ حملہ آور دستے میں اپائرسیوں کی تعداد ایک ثلث کے قریب تھی۔ انھوں نے غلطی سے قبل از وقت پیشقدمی کردی جسکے جواب میں ستراتوسیوں نے ایک کمینگاہ بنائی اور وہاں سے گوپھن سے پتھر پھینکنے شروع کیے جسکی وجہ سے کنیموس کو آخر اوئے نیا دائے واپس ہونا پڑا جہاں پہنچکر اسنے اپنی فوج برخواست کردی۔ اسی حصۂ ملک میں ایتھنزیوں کو بحری جنگ میں بھی کامیابی ہوئی۔ کورنتھی اور دیگر پلوپونیزی خلیج کورنتھ سے سینتالیس جہاز لیکر اس خیال سے نکلے کہ فورمیون کے پاس صرف بیس جہاز ہیں اور وہ انکی مخالفت پر آمادہ نہ ہوگا۔ مگر فورمیون نے فوراً انکو روکنا چاہا جسکے جواب میں انھوں نے دفاعی طریقۂ جنگ اختیار کیا اور اپنے جہازوں کے "اگر بھاگوں" کو اوپر کی طرف کرکے انھیں نصف دائرے میں کھڑا کردیا۔ اب فورمیون نے اس ساکت بیڑے کا بہ اطمینان تمام طواف کیا اور متعدد مرتبہ حملوں کے مظاہرے کیے جسکی وجہ سے خواہی نخواہی جہازوں کو ایک دوسرے کے قریب تر آجانا پڑا۔ اب ہوا نے مشرق کی طرف سے سر اٹھایا اور اس موقع سے فائدہ اٹھاکر فورمیون نے غنیم کے جہازوں پر جنمیں ابتری پھیل گئی تھی یک بارگی حملہ کیا اور بہت سے جہازوں کو جنمیں امیرالبحر کا جہاز بھی تھا برباد کرکے پاترے اور دیمے تک باقی جہازیوں کا تعاقب کیا۔ فاتح ایتھنزیو نے راس رھیوم پر ایک یادگار قائم کی اور ایک گرفتار شدہ کشتی بطور پوسیدون دیوتا کے نذرانے کے اس یادگار کے بازو میں رکھکر خود نئوپاکتوس واپس آگئے۔ مغلوب پلوپونیزی ایلس کے بحری سلح خانے کیلینے چلے گئے جہاں کنیموس مع اپنے بیڑے کے انسے جا ملا۔

بہر حال اس سمندر میں یہ آخری بحری جنگ نہ تھی۔ پیلوپونیزیوں کو یہ خیال تھا کہ ان کے بیڑے میں اس سے زیادہ قابلیت دکھانے کے جو ہر موجود ہیں انھوں نے تھوکرائیں، براسی داس اور لیکروفون کو تقریباً اسی طرح کینیموس کا صلاح کار بنا کر بھیجا جیسے پہلی جمہوریہ فرانس کی مجلس ملکی نے نمایندوں کو اپنے سپہ سالاروں کا شریک بنا کر بھیجا تھا۔ فورمیون نے بھی ایتھنز سے مدد مانگی اور اسکے جواب میں بیس جہاز اسکے پاس روانہ کیے گئے۔ مگر بدقسمتی تھی کہ حکومت نے یہ شرط لگائی کہ فورمیون کے پاس جانے سے پہلے وہ نکیاس ساکن گورتینہ کو کیدونیہ فتح کرنے میں مدد دیں۔ اس مہم میں ایتھنزی ناکام ہوئے اور اس سے صرف یہ نتیجہ نکلا کہ ایتھنزیوں کا نہایت قیمتی وقت ضائع ہو گیا اور بیچارے فورمیون کو ایسے نازک وقت میں بھی صرف بیس کشتیوں پر ہی اکتفا کرنا پڑا اور اسنے وہ نہایت جرأت اور جوانمردی کے ساتھ دشمن کے ستر جہازوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ پیلوپونیزی بندرگاہ پنورموس پر پڑے تھے جو نوپاکتوس کے مقابل راس دریاتم سے بجانب غرب واقع ہے۔ اور فورمیون اسکے بالکل سامنے راس مولیکریوم یا انتی رھیوم کے قریب تھا اور خیال ہوتا تھا کہ عنقریب جنگ شروع ہونے والی ہے اب اسپارٹی سپہ سالاروں نے ایک چال کی اور اگر یہ چل جاتی تو یقیناً ایتھنزی بیڑا صفحۂ ہستی ہی سے معدوم ہو جاتا۔ وہ یکایک مشرق کی طرف بہ جانب نوپاکتوس مڑ گئے جسمیں نہ تو فوج تھی اور نہ کسی قسم کا سامان حفاظت۔ اور انکے مڑتے ہی فورمیون بھی اسی طرف چل دیا۔ اب دونوں بیڑے مشرق کی طرف اسطرح گئے کہ دونوں کے راستے متوازی تھے اور پیلوپونیزی راستہ ایتھنزی راستے سے جنوب کی طرف تھا۔ دونوں میں فرق یہ تھا کہ ایتھنزیوں کی صرف ایک ہی صف تھی مگر پیلوپونیزیوں کی تعداد ایتھنزیوں سے چوگنی تھی اور وہ اپنے جہاز چار صفوں میں برابر لے جا رہے تھے یک بیک پیلوپونیزی جہاز بائیں جانب مڑ گئے اور ایتھنزیوں پر آ پڑے اور ہر ایتھنزی جہاز کو شمنیم کے چار جہازوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ان کے

بیس بہترین جہاز اس جدول جنگ کے سرگروہ تھے + باوجود اس فرق کے بیس ایتھنزی جہازوں میں سے گیارہ فرار ہوگئے اور باقی نو میں سے صرف چند کو ایتھنزی گرفتار کر سکے - فراری جہازوں کو پیلوپونیزی بیڑے کے سربرآوردہ جہازوں نے نئو پالتوس تک تعاقب کیا اور اس بندرگاہ سے باہر ایک ایتھنزی اور ایک لیوکاس کے جہاز میں مڈبھیڑ ہوگئی - مگر ایتھنزی جہاز نے ایک تجارتی جہاز کا جو بندرگاہ میں پڑا ہوا تھا دور کیا اور لیوکاس کے جہاز کو ایسی ٹکر لگائی کہ وہ اس صدمے سے ڈوب گیا + اس جہاز کے عرشے پر خود تموکراتیس موجود تھا اور وہ اسقدر مایوس ہوا کہ اسنے خودکشی کر لی + اب پیلوپونیزی بیڑے میں سخت انتشار پیدا ہوا اور جب ایتھنزیوں کو اسکا علم ہوا تو انھوں نے نکل کر اس بیڑے پر حملہ کیا اور ایک جہاز کے علاوہ وہ سب جہاز بھی واپس لے لیے جو پیلوپونیزیوں نے گرفتار کر لیے تھے بلکہ دشمن کے چھ جہاز اور بھی پکڑ لیے اور اس کارنامے کی یادگار انھوں نے بمقام انتھی رھیوم قائم کی + اسیطرح پیلوپونیزیوں نے بھی بمقام رھیوم ایک یادگار بنائی مگر رات کی تاریکی میں وہ لیوکاسیون کو تنہا چھوڑ کر خود خلیج کورنتھ کی طرف چلے گئے + جب یہ تمام مراحل طے ہوگئے اسوقت ایتھنزی بیڑے نے جو جزیرہ کریٹ میں بیکار اپنا وقت ضائع کر رہا تھا اپنی صورت دکھائی +

اس ناکامی سے بھی کنیموس اور براسیداس کو مایوسی نہیں ہوئی تھی اور اب انھوں نے ایک اور محاذ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے ملاحوں کو حکم دیا کہ اپنے چپو اور گدیاں لیکر کورنتھ سے خشکی کے راستے نسیا جائیں اور وہاں سے چالیس جہازوں پر بیٹھکر پری اوس کو جا دبائیں - یقیناً اس چال سے ایتھنزیوں کو نقصان عظیم برداشت کرنا پڑتا - مگر ملاحوں کو اس حکم کی تعمیل کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی بلکہ رات کے وقت انھوں نے محض سالامس پر حملہ کرنے پر اکتفا کیا اور تین خالی جہاز گرفتار کر کے چلے گئے + جب آتشی نشانوں کے ذریعے سے ایتھنزیوں کو انکی آمد کی خبر ہوئی تو وہ موقع پر پہنچ گئے - مگر انکے پہنچنے سے پہلے ہی غنیم لنگر اٹھا کر چلدیا تھا +

اسی زمانے میں فار قلیس کا انتقال ہوگیا + اسکا ہمیں علم نہیں کہ وہ خود تُوپاکتوس کی لڑائی اور سالامس کے حملے کے وقت میں فورمیون کے خلاف شریک جنگ تھا یا نہیں۔ اسکی موت کی نسبت ہمیں اتنا معلوم ہے کہ اسے اپنے آخری ایام میں بہت سے صدمے دیکھنے پڑے اور ایک نہایت مزمن مرض کے تمام مصائب برداشت کرنے کے بعد راہی ملک عدم ہوا + اسپر سروری تماشا گاہ پر پھبتیاں اڑائی گئیں اسلیئے کہ سروری ناٹک میں اشرافیت پسندوں کا عنصر غالب تھا۔ اسکے اقربا اور اسکے دوستوں کا مضحکہ اڑایا گیا اور اسکے تختۂ مشق ایسے لوگوں کو بنایا گیا جیسے متی کوس اور پی رلامپیس جنمیں سے ایک کا قصور تو یہ تھا کہ اسکے پاس دولت زیادہ تھی اور دوسرے کو ایک ہی وقت میں بہت سے عہدے دیدیئے گئے تھے + سازشیوں نے ایک صناع مے نون کی خدمات حاصل کیں اور اسکے جسنے اکروپولس کی تعمیر میں فدیاس کے ساتھ کام کیا تھا اور استغاثہ کی اجازت لیکر (جو آئین کے مطابق لینا ضروری تھا) یہ دعویٰ کرادیا کہ فدیاس ان رقوم کے تغلب کا مرتکب ہوا ہے جو اسے مختلف عمارتوں کی تکمیل کیلیئے وقتاً فوقتاً دی گئیں + اس مقدمے کی کارروائی کا کوئی قابل اعتبار جزو ہم تک نہیں پہنچا مگر ہمارے نزدیک یہ بالکل ناممکن ہے کہ اس بڑے صناع پر ایسا کوئی الزام ثابت ہوگیا ہو + اس تحقیقات میں خود فار قلیس کا نام بھی لیا گیا اور یہ بات کھلے خزانے کہی گئی کہ اسپارٹی جنگ کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کا دھیان بٹ جائے اور وہ جنگ کے معاملات میں مصروف ہوجائیں + معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمے کے بعد جو اپنی نوعیت کا

ڈکرتیوس کی تاریخ یونان ۲ (۶) + ۵۱۰ و ۵۲۸ میں ان تمام الزامات کا ذکر ہے جو فار قلیس کے دوستوں پر لگائے گئے + اسکا یہ خیال (صفحہ ۳۹۶) صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فار قلیس کے دوستوں پر یعنی اونکی وساطت سے خود اسپر جو الزام عائد کیئے گئے تھے انکی وجہ سے ممکن ہے کہ اسکی یہ خواہش پیدا ہوگئی ہو کہ جنگ جلد شروع کردینی چاہیئے۔ اس لیئے کہ وہ اس طریق جنگ سے اچھی طرح سے واقف تھا جو ابتدء کے مفاد کو مدنظر رکھکر اسے اختیار کرنا چاہیئے +

پہلا مقدمہ تھا فدیاس ایلیس چلا گیا جہاں ایلیسون نے اسے کسی کام پر مامور کیا تھا اور وہیں اسکا انتقال ہوگیا ؛

فارقلیس اور اناکسا غورس میں آپس میں نہایت گہرے تعلقات تھے اور اب اسپر حملہ کیا گیا ۔ ایتھنز میں ایک شخص دیوپی تھیس تھا جسے مذہبی معاملات میں خاص دخل تھا اور چونکہ اس کا بہت دوست تھا۔ اور اسنے جمعیت عوام میں یہ تحریک پیش کی کہ ان لوگوں کے خلاف انکوائری (استغاثہ) کیا جائے جو یونانی دیوتاؤں کے وجود سے منکر ہوں یا ایسے عقائد پھیلانے میں کوشاں ہوں جنکا تعلق حوادث سماوی سے ہے ۔ یہ تحریک منظور ہوگئی اور اسکے مطابق شاہد کلیون نے اناکسا غورس پر استغاثہ دائر کر دیا ۔ جب کسی مملکت کے بہترین افراد کے خلاف وہاں کے راسخ الاعتقاد اور مستبد اور وہاں کے ترقی یافتہ عمومیت پسند افراد جمع ہو جائیں تو پھر اس مملکت کی بدقسمتی انتہا کو پہنچ جاتی ہے ۔ خود فارقلیس نے اپنے دوست کا ساتھ دیا مگر وہ اسے بری الذمہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ۔ عدالت کی یہ خواہش نہ تھی کہ اسے فلسفہ کا درس دیا جائے اور اناکسا غورث پر پانچ تالنت جرمانہ ہوگیا ۔ اسکے بعد وہ ایتھنز کو خیرباد کہکر لمپساکوس چلا گیا اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی ؛

فارقلیس کے دو عزیز ترین دوست جو اسکے رازداں تھے اور جو اسکے علمی اور فنی خیالات سے واقف تھے شہر بدر کر دیئے گئے تھے اب صرف ایک بات باقی تھی کہ اسکے جذبۂ محبت کو نہایت بیرحمی کے ساتھ ایک کاری ضرب لگائی جائے ۔ جب اناکسا غورس کا معاملہ ختم ہوا تو دیوپی تھیس نے جمعیت عوام سے ایک اور قرارداد کی منظوری لی کہ اسپازیہ پر بدچلنی کا الزام لگایا جائے اور اسکی تعمیل میں ایتھنز کے ایک سروریہ بازہر میوس نے اسپر یہ استغاثہ دائر کیا کہ وہ فارقلیس کی کٹنی کا کام انجام دیتی ہے ۔ اس مقدمے میں فارقلیس نے خود اپنی محبوبہ کی برأت کیلئے پیروی کی اور اپنی تقریر میں اس نے آنسو تک بہائے جو وہ آنسو نہ تھے جو عام طور پر مقرر اور فصحا محض اثر پیدا کرنے کی غرض سے بہاتے ہیں بلکہ وہ اسکے دلی جذبات کا ایک ادنیٰ نمونہ تھے ۔

بہرحال اسپازیہ پر جو الزام عائد کیا گیا تھا اسکا ثبوت بہم نہ پہنچ سکا اور وہ بری ہو گئی ؛

فارقلیس کے دو بیٹے زانتھی پوس اور پارالوس ایک ہفتے کے اندر اندر مرض طاعون سے مر گئے اور اسکی بہن کا بھی انتقال ہو گیا ۔ ان تمام مصائب کا مقابلہ اسنے نہایت دلجمعی اور بہادری سے کیا اور اپنے خاندان کا تسلسل قائم رکھنے کی غرض سے اسنے اپنے اور اسپازیہ کے بیٹے فارقلیس کی اولاد جائز ہونے کی باضابطہ اجازت حاصل کر لی اور یہ اس شخص کی خدمات کا جسنے اپنے مقدور اور امکان کے اندر مملکت کیلئے اپنی جان لڑا دی ہو نہایت مختصر معاوضہ تھا ۔ مگر اب اسکی قوت جواب دیگئی اور جب اسکی موت کا وقت قریب آیا تو اسکے اندرونی جذبات اپنے خاص انداز سے ظاہر ہوئے ۔ اسکے دوست اس کے بستر مرگ کے چاروں طرف جمع تھے اور کھڑے ہوئے اسکے بے حس جسم کیطرف دیکھ رہے تھے اور خیال کر رہے تھے کہ فارقلیس کی روح پرواز کر چکی ہے ۔ مگر فارقلیس ابھی زندہ تھا ۔ اور اسنے ان توصیفانہ الفاظ کو سن لیا جو اسکے دوست اسکے متعلق استعمال کر رہے تھے ۔ اور اپنی طاقت مجتمع کر کے کہا کہ میرا صرف ایک دعویٰ ہے اور وہ یہ کہ اسوقت تک کسی ایتھنزی نے میری وجہ سے ماتمی لباس نہیں پہنا ؛ حقیقت بھی یہ ہے کہ اسکی خصوصیات میں سے انسانیت ایک نہایت ممتاز صفت تھی اور اس صفت میں ایسے دور میں جبیں پلاٹیہ اور کورکائرا ، متی لنہ اور میلوس میں انتہائی بیرحمی اور سفاکی کا طریقہ جائز رکھا گیا کارنامہ نہایت ارفع و اعلیٰ ہے ؛

جب ہم فارقلیس جیسے اہم شخص کی موت کا حال بیان کر رہے ہیں تو اسوقت یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی زندگی کے حالات اور اس کے کارناموں کا لب لباب بھی بیان کر دیں [۹] اس کام کی انجام دہی میں بہت سی

---

[۹] حال میں فارقلیس کی جنگی قابلیت پر بہت بحث کیگئی ہے مگر یہاں تفصیلی واقعات کے اعادے کا مطلق موقع نہیں ہے ہم بتا چکے ہیں کہ اسکی دور اندیشی اور تدبر میں کسی کو کلام نہیں اور

وقتیں ہیں اسلیئے کہ جس مملکت کو اسنے منتظم کیا وہ اپنے مخالفوں کے سامنے سرنگوں ہوگئی اور اسکے مدبرانہ اوصاف کے اندازہ کا وہی معیار قائم کرنا پڑیگا جو اسکے مخالف نقاد اپنی سیاسی رائے کے مطابق مقرر کرینگے۔ ان دونوں باتوں کے علاوہ سب سے بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اسنے اس نصب العین کا کبھی اعلان نہیں کیا جو ہر وقت اسکے پیش نظر رہتا تھا اور جہاں تک وہ اپنی بدقسمتی سے کبھی پہنچ نہ سکا + جو حکم بھی فارقلیس پر لگایا جائے اسکا انحصار اسپر ہوگا کہ آیا اس کے نقادوں کی وہی رائے ہے جو ہماری ہے یعنی یہ کہ اسکے اصل مقاصد ان ظاہری مقاصد سے کہیں زیادہ بلند پایہ تھے جنکا اظہار اسنے مناسب سمجھا۔ اس

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسمیں بھی شبہ نہیں کہ اس کے خصائل بھی برے نہ تھے۔ ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ جنگ کے زمانے میں وہ ہمیشہ دانائی اور استقلال کا ثبوت دیتا تھا مگر سوقت تک ہمیں یہ منکشف نہیں ہوا کہ کسی مہم کو سر کرنے کی اسمیں کوئی خاص قابلیت بھی تھی۔ اُس زمانے میں فن حرب ایک مخصوص فن کی شکل اختیار کرچکا تھا جس میں مہارت حاصل کرنے کیلیئے اسکی ضرورت تھی کہ انسان نہ صرف اسکی مشق ہی کرے بلکہ اسی کا ہو رہے مگر ہمیں یقین ہے کہ اپنے تیس سال کے مدبرانہ زمانے میں اس فن کا مطالعہ کرنے کیلیئے اسے ہرگز کافی وقت نہیں ملا۔ فارقلیس ایتھنز جیسی مملکت کے اندرونی اور خارجی معاملات کا تصفیہ کرنے کا ذمہ دار تھا اور جو کچھ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے اس سے ایتھنز کی اہمیت اور اس کے مختلف مسائل کے اشکال کا کچھ نہ کچھ پتہ لگ گیا ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں خواہ فارقلیس میں کتنی ہی فطری قابلیت کیوں نہ ہو وہ ایک بڑا سپہ سالار کبھی نہ بن سکتا تھا۔ ہمیں اس کا بھی یقین ہے کہ اسے اپنے ہم وطنوں کی جانوں کا اتنا خیال تھا کہ اسمیں نتائج سے وہ بے پروائی اور بے فکری باقی نہ رہی تھی جو بعض مرتبہ جنگ میں ضروری ہوتی ہے۔ اس کے بار بار استراتی گوس مقرر ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ ایتھنزیوں کے نزدیک اسے فن سپہ گری میں کمال حاصل تھا بلکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ استراتی گوس کے فرائض آجکل کے سپہ سالار کے فرائض سے بالکل مختلف تھے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ وہ ایک اچھا وزیر جنگ تھا مگر اس سے زیادہ تسلیم کرنیکی گنجائش نہیں + فارقلیس کا نستور اور انتی نور سے اسیطرح مقابلہ کیا جاتا ہے جیسے براسیداس کا اکی لیس سے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسکی سپہ سالاری کا سکہ بیٹھ گیا تھا۔ اسمیں کیا شبہ ہے کہ نستور جیسے شخص کا کسی جنگ میں سپہ سالار ہونا اس کی کامیابی کے لیے کوئی ضمانت نہیں +

موضوع پر جو کچھ بیسویں باب میں بیان کیا جا چکا ہے اس پر چند امور کے اضافے پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔

مملکت ایتھنز میں دو باتیں خاص طور پر پائی جاتی تھیں۔ ایک تو اس میں ان اصولوں کا بیرونی مظاہرہ تھا جو عمومیت کی گویا بنیاد ہیں اور دوسرے اشتراکیت کے اصول کو عمل میں لانے کی کوشش کی گئی تھی + ایتھنزیوں کا یہ خیال تھا کہ ایک طرف تو چند خاص قوانین کے ماتحت ہر شہری امور عامہ کے متعلق اپنی رائے دے سکے اور ساتھ ہی ساتھ اس سیاسی ضرورت کو پورا کرنے میں ذاتی نقصان بھی نہ اٹھائے۔ اصل میں یہ ہی اس قاعدے کی بنیاد ہے کہ ہر قسم کی پبلک خدمت کا خدمت کرنے والے کو معاوضہ دیا جائے۔ اگر غریب سے غریب شخص بھی حکومت بلدیہ میں حصہ لینا چاہتا تو وہ اپنے مقصد میں محض اس لیئے کامیاب ہوتا کہ مملکت اس کے خورونوش کا سامان مہیا کرنے کیلیئے تیار تھی + اس طرح فارقلیس نے اس خاص معاملے میں ایتھنزیوں کو اسپارٹا والوں کا ہم پلہ کر دیا۔ اگر کوئی ایتھنزی سیاسیات میں کچھ حیثیت پیدا کرنا چاہتا تو وہ کر سکتا تھا اور جیسے اسپارٹی اپنی تمام تر توجہ امور عامہ کی طرف مبذول کر سکتے تھے اسی طرح ایتھنزیوں کو بھی یہ جرأت حاصل ہو گئی تھی + اور جہاں تک لیاقت اور رتبے کا تعلق ہے بلاد یونان میں سوائے اسپارٹا کے صرف ایتھنز ہی ایسی جگہ تھی جہاں یہ ممکن تھا۔

مادی وسائل میں بھی ایتھنزی اسپارٹیوں کے دوش بہ دوش چلتے تھے سپاہیوں کی تعداد اور ان کے ہتھیاروں کی حالت دونوں مملکتوں میں یکساں تھی مگر یہ ظاہر ہے کہ ملک کو با اثر بنانے کے لیئے محض مادی قوت ہی کافی نہیں ہوتی اور یہ روحانی قوت ہی ہے جو ملک کو طاقتور بنانے کا سب سے بڑا آلہ ہے + اسپارٹا میں یہ روحانی قوت ان کے اصول تادیب اور فرمانبرداری اقتدار اعلیٰ کی شکل میں موجود تھی۔ مگر ایتھنزی خصوصیات اس کے بالکل برعکس تھیں۔ ان کی تفصیل تو آگے چل کر بیان کی جائے گی۔ یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ آزادی کا جذبہ ایتھنزیوں کی رگ وپے میں سرایت کر گیا تھا اور ان کے معمولی دستور نے انھیں اور بھی مدد دی + ایک ایتھنزی شہری کا دماغ ہر وقت حاضر اور ہوشیار رہتا تھا اور اس کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ ہر مسئلے کی تفصیل بھی وہ خود ہی طے کرے۔ بدیں وجہ اس اہم کام کو انجام دینے

کے لیئے اس کی ضرورت تھی کہ اسے اعلیٰ ترین تعلیم حاصل ہو۔ اور چونکہ اس کی فطرت میں کسی شخصیت یا مقتدر کے سامنے بلا تامل سر تسلیم خم کرنا نہ تھا اس لیئے اس کی ضرورت تھی کہ وہ خود ہی صحیح نتائج پر پہنچ سکیں + ہماری رائے ہے کہ فار قلیس کا مقصد یہ تھا کہ ایتھنزیوں کو اس قابل بنا دے + سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ ان سے تعصب کی بو بالکل نکل جائے اس لیئے کہ اگر انسان کی آنکھ پر تعصب کا پردہ پڑا ہو تو وہ صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا + عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فار قلیس نے ایتھنز کو مختلف تعمیرات اور مجسموں سے زینت دی اور اس کے شہریوں کی تفریح کے لیئے سامان بہم پہنچائے + مگر دیگر امور میں اس نے مطلق ہاتھ نہیں ڈالا۔ اور یہ ہی ان تقریروں میں پایا جاتا ہے جو **طوسی دیدیس** نے اس کی طرف منسوب کی ہیں + لیکن اگر ہم چند واقعات پر غور کریں تو ہمارے سامنے ایک بالکل مختلف تصویر آجائیگی + پہلی بات تو خود **فار قلیس** کی شخصیت کا مسئلہ ہے۔ اس میں اس قدر سنجیدگی اور اس کے مقاصد میں اس درجہ بلندی تھی جو بہت کم مدبروں میں پائی جاتی ہے + ممکن ہے کہ ہم اس واقعے کو بالکل اہمیت نہ دیں کہ وہ کسی جلسۂ شراب خوری میں کبھی شریک نہیں ہوا۔ یا اگر ہم اس کی تذلیل کے درپے ہوں تو اس واقعے کو طعنہ آمیز لہجے میں بیان کریں کہ جب ایک مرتبہ ایک شہری اسے برا بھلا کہتا ہوا اس کے دروازے تک گیا تو واپسی میں اس نے ایک غلام کو روشنی دیکر اس کے ساتھ کر دیا اور اسے حکم دیا کہ اجنبی کو اس کے گھر تک پہنچا آئے۔ مگر یہ آئینہ تسلیم کرنے پر مجبور ہونگے کہ اس کی بعض صفات میں غیر معمولی سنجیدگی پائی جاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو خود پر کس قدر قابو حاصل تھا + مثلاً وہ جو تقریر کرتا تھا اس کو پیشتر سے نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ مرتب کر لیا کرتا تھا۔ اور اسے ایتھنزیوں کا اتنا لحاظ تھا کہ محض ان کی وجہ سے اسے بعض مرتبہ فوجی ضروریات سے درگذر کرنا پڑتا تھا + کیا یہ ایک فطرتی تقاضا نہیں ہے کہ جس غور و فکر کی وہ اپنے آپ میں ضرورت سمجھتا تھا اسی کو وہ اپنے ہم وطنوں کے لیئے بھی ضروری خیال کرتا بلکہ ایک مثال ہمیں ملتی ہے جب اس نے یہ نقص **سوفوکلیس** میں پایا اور اس پر اس کا الزام لگایا + **فار قلیس** کی شخصیت کا اندازہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسانی صفات کا ایک نمونہ بننا چاہتا تھا۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ اس کا مطمح نظر صرف اخلاقی برتری ہو اور قوائے ذہنیہ کے ارتقا سے

اسے کچھ مطلب نہ ہو؛ ایتھنزی اوہام پرست تھے۔ اور نکیاس کے دوست دیوپیتھیس کی اوہام پرستی سے سسلی کے حملے میں ایتھنزیوں کو جو نقصان عظیم ہوا وہ اس کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے اس کے برعکس فارقلیس وہم کے پاس بھی نہ پھٹکتا تھا اور عین مہمات کے دوران میں وہ قدرتی ہیولوں کی محض عقلی تاویل کرتا تھا۔ اس کام میں اناکسی غورس نے اپنے علم وفکار کے ذریعے سے اس کی ہر طرح کی مدد کی + اگر ہم یہ کہیں کہ فارقلیس کی خواہش تھی کہ ایتھنزی شہری علوم طبیعی میں کمال حاصل کریں اور اس طرح ان میں حاکمانہ حیثیت قائم رکھنے کی قابلیت پیدا ہوجائے تو یقیناً ہم غلطی کے مرتکب نہ ہونگے + آج کل ہر شخص اس اہمیت سے واقف ہے جو کسی ملک میں عورتوں کو حاصل ہونی چاہیے۔ مگر ایتھنز میں عورتیں تعلیم یافتہ سوسائٹی سے علیحدہ رکھی جاتی تھیں اور اس میں صرف مرد ہی شریک ہوسکتے تھے۔ ایتھنز کے بڑے سے بڑے معترف کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہاں کی طرز معاشرت میں یہ بہت بڑا سقم تھا + مگر اسپاز یہ فارقلیس کا ہر طرح ہاتھ بٹاتی تھی اور خود ہرمیپوس کے الزام سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارقلیس کے مکان میں تعلیم یافتہ لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ فارقلیس جیسے سنجیدہ اور تعلیم یافتہ شخص کی یہ خواہش نہ ہو کہ اگر ایتھنزی کی سی ہوشیار قوم کی طرز معاشرت میں اصلاح ہوسکتی ہے تو اس کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اس کی مثال پر عمل کیا جائے۔ ایشیائے کوچک کے تمدن کا ایک جزو لاینفک علوم طبیعی کا مطالعہ اور عورتوں کا اعلیٰ معاشرتی رتبہ تھا جس کی مثالیں سافو اور اریتیمیز اکی سوانح عمری میں پائی جاتی ہیں + فارقلیس کا یہ خیال کہ ان خیالات کو ایتھنز کے جری، صنعت پسند، تجار شہریوں میں رائج کیا جائے یقیناً اسی کی شان کے شایاں تھا۔ کیا اس کا یہ نتیجہ نہ ہوتا کہ ایتھنز جس نے اپنی سلطنت کی اس شان سے بنیاد ڈالی تھی اس کی حفاظت بھی کرسکے؟ بدقسمتی سے واقعات نے فارقلیس کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ کاہنوں نے اس کے دوست اناکسی غورس سے چھٹکارا حاصل کرلیا اور پھر سسلی کے حملے کا خراب کیا اور ایک سروریہ نویس نے یہ الزام لگا دیا کہ اسپاز یہ بدچلن تھی حالانکہ قدیم سروریہ خود بھی اس قبیح الزام سے پاک وصاف نہ تھے۔ (۱۰۱)

۱۰۱۔ میرا خیال ہے کہ فارقلیس نے زمانے کے حسب حال سولن کا کام جاری رکھا۔ سولن نے

یہ امر کہ فارقلیس کی علوشان کا جو اندازہ اس کتاب میں کیا گیا ہے اس کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اپنا مقصد یہ قرار دیا تھا کہ حکومت کی باگ محنتی اور ایماندار امرا کے ہاتھ میں ہو اور اس نے مملکت کی ترتیب اس زمانے کے حکما، اہل بصیرت کے خیال کے مطابق دی + دورِ فارقلیس میں ایسا دستور جس کا مدار دولت پر ہو متروک ہو گیا تھا اور عمومیت کے رہبروں یعنی کلس تھینس اور ارسٹلیڈیش سیاسی حقوق کی مساوات کو ایک امر واقعی بنا چکے تھے + فارقلیس سمجھتا تھا (اور اس کا یہ سمجھنا بالکل درست تھا) کہ مملکت پر حکومت کرنے کے لیئے شہری میں قابلیت ہونی چاہیئے اور اس کے لیئے تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہونا نہایت ضروری ہے۔ پہلی کے حملے کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کے لیئے روشن خیالی کی کسقدر اہمیت تھی +

سولن اور فارقلیس دونوں اس تمدن کے بہترین قائم مقام تھے اور یہ تمدن دراصل اخمنی تہذیب کا ثمر تھا جو ایونیہ میں مروج تھی + جو کامیابی ان دونوں کو ہوئی اس کا اندازہ چند الفاظ میں نہایت مشکل ہے۔ یہاں ہم صرف اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ دونوں کا کام ان ہی کے عزیزوں اور رشتہ داروں نے بگاڑ دیا۔ سولن کا پی سسٹرٹ دلوس نے اور فارقلیس کا الکبیا دیس نے +

فارقلیس کے سیاسی دوست اور ساتھیوں یعنی فورمیون، ہاگنون وغیرہ کے لیئے گلبرٹ کی کتاب صفحہ ۵۰ وغیرہ اور فورمیون کے لیئے گوکس کی کتاب "مدبران یونان" جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ دیکھنا چاہیئے۔

فارقلیس کے خود دار مجسمے کے بیان کے لیئے فریڈرکس وولٹرز کی کتاب (صفحہ ۴۸۱) کا مطالعہ کیا جائے + اس کے سر سے اسکے تصورات اور اس کا مطمح نظر صاف عیاں ہیں +

یہ سچ ہے کہ ایتھنزیوں نے ہیئت دان میتون کی قدر کی اور بعض مرتبہ یہ مثال ان کی قدردانی علوم کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔ مگر یا تو وہ علم ہیئت کے ساتھ نجوم میں بھی یدطولیٰ رکھتا تھا ورنہ اس میں مکر و فریب کا بھی مادہ تھا جو کسی عالم متبحر کے لیئے ہرگز سزاوار نہیں (پلوٹارک "الکبیادیس" ۱۰، "نکیاس" ۱۳) + کہا جاتا ہے کہ میتون پر بیکار تہمت لگائی جا رہی ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اسے مختلف شگونوں کی تاویل کرنے میں کمال حاصل تھا۔ اور یہ ہی وہ خصوصیت تھی جو ایتھنزیوں کو سب سے زیادہ پسند تھی + بے شک میتون نے اپنا اثر قائم کر لیا تھا۔ مگر یہ اثر اس لیئے نہ تھا کہ وہ علم ہیئت کا ماہر تھا بلکہ اس کا راز یہ تھا وہ مختلف علامات ارضی و سماوی کی تاویل بھی کر سکتا تھا +

قدما کی تصانیف میں بہ ایں الفاظ پتا نہیں لگتا زیادہ قابل لحاظ نہیں + خود طوسی دیدش کہتا ہے کہ فارقلیس کسی کا تتبع نہ کرتا تھا بلکہ وہ خود رہبر تھا۔ کیا یہ قیاس میں آسکتا ہے کہ اس کی آرزو صرف یہ تھی کہ وہ رہبر ہی بنا رہے؟ اگر ہمارا اندازہ صحیح ہے تو اس کے اصل مقاصد پر رائے قائم کرنے میں صرف قیاس ہی سے کام لیا جاسکتا ہے اسلئے کہ اگر فارقلیس ان کا اعلان کرتا تو اسے یقیناً ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔

اور اس کی ناکامی کی اصل وجہ نامساعدت زمانہ ہی ہے۔ اس کا جو مطمح نظر تھا یعنی یہ کہ ایتھنزیوں کی تعلیم کو کمال ہوجائے حاصل نہ ہوسکا۔ صرف اس تخیل تک پہنچنے کا آلہ باقی رہ گیا اور یہ بے لگام عمومیت تھی۔ مگر اس سے بھی امید کے مطابق نتائج نہ نکلے۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ یہ عمومیت اس قدر نقصان رساں نہ تھی جتنا آج کل کے بعض مورخوں کا خیال ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ ہر قسم کی طرز حکومت سے مملکت کو فائدہ ہی پہنچتا ہے جس میں اظہار رائے کی آزادی ہو۔ اور کم از کم ایتھنز کی عمومیت پر تو ایک نہایت نادر روک تھی جو آجکل کسی مملکت میں نہیں پائی جاتی اور وہ یہ کہ سیاسی رہبر کلیتہً ذمہ دار گردانا جاتا تھا۔

بریں وجوہ ہمارا خیال ہے کہ جب ایتھنزی عمومیت کا سردار فارقلیس تھا اس وقت وہ اپنی نوع کے نہایت درخشاں اور مکمل ادارات میں سے تھی اور جب وہ اس دنیا سے اٹھ گیا اس وقت بھی اس کا رتبہ نہایت ارفع و اعلیٰ تھا۔

باب (۲۳)

جنگ پیلوپونیز کا حال
صلحنامہ نکیاس تک

(۴۲۹ ق م تا ۴۲۱ ق م)

فارقلیس کی موت کے بعد ایتھنز میں کوئی شخص ایسا نہ رہا جس کا صاحب اثر ہونا مسلم ہو یا جس میں مملکت کے سرگروہ بننے کی اہلیت ہو۔ سب سے زیادہ جو شخص ممتاز تھا وہ تھے راتوس کا بیٹا نکیاس[1] تھا نکیاس امن پسند گروہ کا

[1] نکیاس کے لئے گ، یولیو، اس کی کتاب "نکیاس، سرانبوہ وسپہ سالار افواج" (اوٹرفٹ ۱۸۵۸ء) اور گلبرٹ کی کتاب (صفحہ ۱۴۶) کا مطالعہ مناسب ہے نکیاس ایک اوسط درجے کی قابلیت کا آدمی تھا اور اس کی طبیعت میں تذبذب کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ وہ غلاموں کی بیع وشری کرتا تھا اور کلیون اور ہی پر بولوس کی طرح تجارت پیشہ تھا۔ صرف فرق یہ ہے کہ قدیم مورخ اور زمانہ حالیہ کی محقق دونوں کلیون اور ہی پر بولوس کو تو اُن کے پیشوں کے نام سے (توہینیاً) (دباغ، چراغ ساز اور مویشی فروش) کہہ کر پکارتے ہیں مگر نکیاس کو محض اس کے حسب نسب کی وجہ سے غلام فروش نہیں کہا جاتا۔ مگر اصل فرق دونوں میں یہ تھا کہ کلیون تو اس وقت موجود رہتا تھا جب اس کے ماتحت دباغت میں لگے ہوتے تھے مگر جب نکیاس کے غلام لوریون کی کانوں میں کام کرتے تھے تو اس وقت نکیاس موجود نہ ہوتا تھا بلکہ ایتھنز میں ہوتا تھا۔ اور محض اس فرق کی بنا پر ایک کا پایہ دوسرے سے بڑھا دینا ہرگز مناسب نہیں۔ نکیاس کی وقعت کلیون سے زیادہ اس لئے سمجھی جاتی ہے کہ عام طور پر مورخوں کا خیال ہے کہ انصرام مملکت کی ذمہ داری کا بار اٹھانے کیلئے نکیاس اور اس کے ہمسر اپنی تعلیم وتربیت کی وجہ سے کلیون جیسے جہلا سے زیادہ موزوں تھے۔ مگر یہ تیقن کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز میں دولتمندوں کی تعلیمی حالت عوام الناس سے بہتر تھی۔ اور حق تو یہ ہے کہ بعض اہل نجابت

رہبر اور ایک اچھے خاندان کا رکن تھا اور خود اہل ثروت میں سے شمار کیا جاتا تھا۔ مگر وہ طبعاً کوتاہ نظر اور کند ذہن تھا۔ اور گو اس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ میدان جنگ میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیتا ہے مگر ساتھ ہی اوہام پرست اس قدر تھا کہ نازک وقت میں بھی وہ خیالات فاسدہ کا شکار ہو جاتا تھا + اپنی سیاسی زندگی کی ابتدا میں تو نکیاس فارقلیس کا ہم آواز تھا مگر آخر الامر اس نے فارقلیس سے قطع تعلق کر لیا اور اس گروہ کا ہم نوا ہو گیا جس کے سیاسی اور مذہبی خیالات اور فارقلیس کے اصول میں کوئی مطابقت نہ تھی + فارقلیس کے بعد جس شخص نے جنگ پسند گروہ کی رہبری کا بیڑہ اٹھایا وہ لی سکلیس تھا جس نے اسپازیہ سے نکاح کر لیا تھا مگر وہ جنگ میں کام آیا۔ اور اس کے بعد دیموس تھنیس[۲] جو نہایت جری، تنومند اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ خاندانوں میں تعلیم کا کچھ زیادہ چرچا نہ تھا مثلاً الکبیا دیس اپنے بچپن کے زمانے میں اتھنز کی سڑکوں پر مشغول لہو و لعب نظر آتا ہے اور گو فرینی فوس نجیب الطرفین نہ تھا مگر اس کی پرورش عدیدیوں نے کی تھی۔ اور غالباً کلیون ہی پریولوس اور دیگر عمومیوں کی تعلیمی حالت ویسی ہی تھی جو نکیاس اور الکبیا دیس کی تھی + اس موضوع پر اسی کتاب کے ستائیسویں باب میں مزید بحث کی جائیگی۔ یہاں اس پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ کلیون اور ہی پریولوس کے عہد میں اتھنز پر ان پڑھ اور جاہل حکمراں تھے جیسا طوسی دیدش اور بعض سرویہ نویسوں نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے ؛

۲۔ بیلوخ نے اپنی کتاب "سیاسیات اٹیکا (صفحہ ۳۱) میں دیموس تھنیس کو بالکل محض بیجا مورد الزام ٹھیرایا ہے۔ اس کا ثبوت ہمیں اس وقت تک نہیں ملا کہ بیوتیہ میں دیموس تھنیس ہی تاریخ مقررہ کے خلاف پہنچا اس کے برعکس اس میں شبہ کی بہت کم گنجائش ہے کہ اسفاکتیریہ میں جو کامیابی اتھنزیوں کو ہوئی اس کا باعث وہی تھا اور سیراکیوز کے محاصرے میں بھی اس نے نہایت عقلمندی اور فراست سے کام کیا + دیموس تھنیس کلیون کا دوست اور سیاسیات میں غالباً عمومیت پسند تھا۔ اس نے کلیون کے ساتھ مل کر اسفاکتیریہ کی تسخیر کی مگر اس کی قسمت میں لکھا تھا کہ جب اس کا نکیاس کا ساتھ ہو تو وہ محض چاند گہن کی وجہ سے چالیس ہزار نفوس کا ایک لشکر جرار بالکل برباد ہوتا ہوا دیکھے ؛

صاحب اقدام تھا اس گروہ کا سب سے ممتاز رکن ہو گیا مگر اس وقت اس گروہ کی گویا جان اور عمومیت پسندوں کا رہبر کلیون تھا جس کی فطرت انقلاب پسند واقع ہوئی تھی اور اُسی نے ۴۳۰ء ق م میں نکیاس کے ساتھ مل کر فارقلیس کو زک دینے کی کوشش کی تھی مگر اب خود نکیاس کا مدمقابل بن گیا تھا۔ جنگ اپنی قدیم روش پر برابر جاری رہی سوائے اس کے کہ امتداد زمانہ کے ساتھ ہی ساتھ جنگجو مملکتوں کی تعداد روز افزوں ترقی پر تھی۔[۱] اب ہم طوسی دیدش کے بیان کے بموجب جنگ کے خاص خاص واقعات کا اعادہ کرتے ہیں ؎

۴۲۹ء ق م کے موسم سرما کے ابتدا میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے بعض کو خیال ہوا کہ ایتھنز کی قسمت کھل گئی۔ یعنی تھریس کا بادشاہ ستالکیس تماشا گاہ سیاست پر نمودار ہوا اور ایک عظیم الشان لشکر کو لے کر جس کی تعداد ایک لاکھ ۳۵۰
پچاس ہزار بیان کی جاتی ہے مغرب کی طرف چلا۔ اس مہم کی ابتدا اس طرز پر ہوئی کہ ستالکیس نے اپنے قدیم ساتھی فیلقوس کا ساتھ چھوڑ دیا اور پردکاس اور ایتھنزیوں کے بیچ میں پڑ کر ان میں صلح کرا دی جس کے معاوضے میں پردکاس نے ستالکیس سے وعدہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ چند مراعات کرے گا۔ مگر جب وقت آیا تو اس نے ان وعدوں کے ایفا کرنے سے گریز کیا۔ اب ستالکیس نے یہ تہیہ کر لیا کہ پردکاس کو اس حرکت کی سزا ملنی چاہیے اور اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ایتھنزیوں کو کالکدیس کی فتح کی امید دلائی۔ اور فیلقوس کے بیٹے امینتاس

---

[۱] کلیون کے حالات کیلئے آنتوآن کا مضمون "کلیون" (جریدۂ علم تاریخ ۳-۶) ایمنگر۔ "کلیون" (۱۸۸۲ء)، اوکن "ایتھنز و یونان" جلد ۲ اور وہ مضامین جن کا اقتباس گلبرٹ کی تالیف میں شامل ہے قابل مطالعہ ہیں۔ طوسی دیدش کے نزدیک کلیون ایک خود بیں سفلہ ہے جو اشرافیوں کے جملہ عیوب سے باخبر ہے مگر اپنے غلطیوں سے بے خبر۔ اگر اسے اپنے نقائص کا احساس ہوتا تو وہ تھریس کی آخری مہم سے بے تعلق رہتا۔ مگر خود طوسی دیدش سے (جو کلیون کیلئے کبھی کلمۂ الخیر نہیں کہتا) یہ پتا لگتا ہے کہ جہاں تک ایتھنز اور اسپارٹا کے باہمی برتاؤ کا تعلق ہے کلیون کے سیاسی اصول ہی درست تھے۔

کو لے کر بالائی مقدونیہ کی طرف کوچ کیا۔ مگر اس طرف یہ زیادہ دور تک نہیں گیا بلکہ میگدونیا، کرسیتھونیا اور انتھے موس میں قیام کرتا ہوا آخر کالکدیس پہنچ گیا لیکن یہاں وہ مہم ختم ہوگئی جس سے یونانیوں کے دلوں میں طرح طرح کے جذبات موجزن ہوئے تھے اور بعض کو امیدیں اور بعض کو خطرات محسوس ہونے لگے تھے۔ یہ نہیں کہ تھریسیوں کو کوئی شکست ہوئی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ان کا لشکر بتدریج غائب ہوگیا اور جو طوفان اٹھا تھا وہ ملک پر ہو کر نکل گیا اور اپنی کوئی نشانی تک نہ چھوڑی + حق یہ ہے کہ مقدونوی کبھی اس جنگ کی طرف سنجیدگی سے مائل نہیں ہوئے تھے۔ اصل میں پردکاس نے کسی آیندہ خطرے سے محفوظ رہنے کے لیئے خود ستالکیس کے بھتیجے سیوتھیس کو اپنے دربار میں جگہ دی تھی اور غالباً یہی شاہزادہ اس مہم کے اختتام کا اصلی باعث ہوا ہوگا + اس کے علاوہ یونانیوں کو اس قسم کے تھریسی حملے سے خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی اس لیئے کہ اس میں یہ قابلیت نہ تھی کہ فصیل بند بلدیات پر حملہ کریں اور وہ صرف یہ کر سکتے تھے کہ شہروں کو ویران و برباد کر دیں + اگر ایتھنزی عین موقع پر میدان میں پہنچ جاتے تو اس کا کچھ اثر ممکن بھی تھا۔ مگر وہ ساکت رہے۔ اور ستالکیس تیس روز کے اندر اندر (جن میں سے آٹھ روز اس نے کالکدیس میں قیام کیا تھا) واپس گھر پہنچ گیا اور اس کے بعد ایتھنز کے دشمنوں کی جان میں جان آئی +

بجنسہ ایسے ہی فورمیوں کی مہم اکارنانیہ بھی کچھ قابل لحاظ ثابت نہ ہوئی +

جنگ کے چوتھے سال یعنی ۴۲۹ ق م میں پیلوپونیزیوں نے حسب معمول اٹیکا پر حملہ کیا مگر اس مرتبہ ایتھنزیوں پر اس کا مطلق اثر نہیں ہوا اس لیئے کہ جو کچھ تھا وہ برباد اور ویران ہو چکا تھا + مگر ایتھنز کو ایک بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے لیئے اس سے زیادہ کوئی امر باعث بدقسمتی نہیں ہو سکتا تھا کہ جزیرہ لسبوس کے تمام بلدیات (سوائے متھیمنا کے) ممتی لنہ کی سرکردگی میں باغی ہو جائیں۔ ممتی لنہ میں زمانۂ دراز سے ایک فریق ایتھنز کا مخالف تھا اور بغاوت محض اس روز کے لیئے ملتوی ہوگئی تھی جب باشندوں کی دسترس میں جہاز

قلعے اور کافی سامان رسد کا ہو اور وہ اپنی بندرگاہ بہ آسانی بند کر سکیں + مگر ایک فریق ایتھنز کا طرفدار بھی تھا۔ اور اس نے اس کی خبر ایتھنز کو کر دی جس کے جواب میں ایتھنز نے اپنے سفیر لسبوس روانہ کیئے تاکہ وہ متی لنہ کے باغیوں کو اس کرتوت سے باز رکھیں + مگر متی لنہ پر اس کا مطلق اثر نہ ہوا۔ اور ایتھنز نے مجبوراً چالیس جہازوں کا ایک دستہ لسبوس بھیجا اور اُسے یہ حکم دیا کہ جب متی کنی اپنے سالانہ میلے میں جو اپولو دیبی کے اعزاز میں شہر سے باہر ہوا کرتا ہے مصروف ہوں تو وہ یکایک ان پر جا پڑیں اور اگر یہ ناممکن ہو تو باضابطہ جنگ شروع کر دیں + لسبوسیوں کو پہلے ہی سے اس حملے کا علم ہو گیا تھا اس لیئے حملہ کرنا بیکار سمجھا گیا اور فریقین میں علی الاعلان جنگ شروع ہو گئی[۱۴۷] + مگر لسبوسیوں کی تیاری میں ابھی کسر تھی۔ اور گو ابتدائی حملے میں کچھ کامیابی ہوئی مگر اس کا انھیں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا اور آخر کار ایتھنزیوں نے شہر کی ناکہ بندی کر دی + متی لنہ کو یہ امید تھی کہ پیلوپونیزی مدد بہت جلد آجائے گی۔ اور اسپارٹیوں کے سامنے اپنی استدعا پیش کرنے کے لیئے انھوں نے اولمپیہ کے میلے کے موقع پر اپنے سفیر روانہ کیئے + اگر طوسی دیدس نے حلیفوں کی شکایتوں کا محض اعادہ ہی نہیں کر دیا بلکہ اصل واقعات کو بیان کیا ہے تو اس کے کیفیت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے موقعے کو غنیمت سمجھ کر ان اسباب کو بیان کیا جو ایتھنزی سلطنت سے علیحدگی کا باعث ہوئے۔ انھوں نے کہا کہ حلیفوں نے زمانۂ ماضیہ میں ایتھنزیوں کو صرف اسی لئے مدد نہیں دی تھی کہ وہ اس مدد سے دوسرے یونانیوں کو غلام بنائیں۔ مگر اب ایتھنزیوں کا مقصد

---

۱۴۷ و، ہربسٹ "بغاوت متی لنہ" کولون ۱۸۶۱ء + ایتھنز نے پوتیدیہ کے میدان میں پہنچنے میں دیر لگائی تھی اور اب بھی متی لنہ دیر میں پہنچتا ہے + بلاشبہ اتنی بڑی سلطنت کے انتظام میں بہت سی دقتیں ہوں گی۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک حلیف بغاوت کرتا ہے اور بغاوت فرو کرنے کیلئے سب سے پہلی ترکیب یہ چلی جاتی ہے کہ حالت امن میں باغیوں پر یک بہ یک حملہ کر دیا جائے تو اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صورت حال قابل اطمینان نہ تھی۔ یہ بالکل وہی حکمت عملی تھی جس پر ساموس کی بغاوت کے وقت عمل کیا گیا تھا (باب ۱۵)۔

محض یہ ہی معلوم ہوتا ہے اور اسے اب اس کا انتظار ہے کہ موقع ملے تو جیسے دیگر حلفاء کی آزادی سلب کرلی ہے ویسے ہی ان کی آزادی بھی سلب کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں کے دلوں میں ہمیشہ سے رنجش رہی ہے اور مسئلہ زیر بحث محض یہ ہے کہ دونوں میں سے کون جنگ میں پیش بندی کرے + یہ بحث سن کر **پیلوپونیزیوں** نے **لسبوسیوں** کو برائے نام اپنی لیگ میں شامل کرلیا۔ مگر انھیں بالفعل کوئی عملی مدد نہ دی۔ وہ عنقریب **اٹیکا** پر ازسرنو حملہ کرنے والے تھے اور ظاہر ہے کہ **لسبوس** کا وجود اس حملے کے لیئے بالکل بے کار تھا اور خود حلفا کے حلقوں میں بھی اب یہ حملے پہلے کی طرح ہر دلعزیز نہ رہے تھے + بہرحال انھوں نے ایک بیڑا بحیرۂ ایجیئن کو بھیجنے کی تیاری ۳۵۲
شروع کی اور تعجب ہے کہ **فارقلیس** کو اس تیاری کا وہم وگمان بھی نہ ہوا؟

متی لنہ کے باشندے اب بھی **انیسا** پر حملہ اور **ایرے سوس** کا استحکام کر سکتے تھے اور اُن میں اتنی قوت تھی کہ وہ **میتھمنا** پر حملہ کریں۔ مگر ایتھنزیوں کو **پاکیس** کی سرکردگی میں کمک پہنچ گئی تھی اور اس کی مدد سے اُنھوں نے شہر کے چاروں طرف ایک فصیل اور قلعے تعمیر کرکے ناکہ بندی کردی تھی اُدھر اسپارٹا سے ایک سفیر **سالائے تھوس** کے آنے سے محصورین کے دل بڑھ گئے تھے ایتھنزیوں پر جنگ کا اس قدر اثر پڑا تھا کہ وہ اخراجات جنگ کے لیئے ایک مزید محصول بلا واسطہ (**ائس فورا**) اجرا کرنے پر مجبور ہوگئے جس سے انھیں دو سو تالنت وصول ہونے کی امید تھی[۵] اس کے علاوہ انھوں نے روپے وصول کرنے کی خاطر جنوبی ایشیائے کوچک (**کاریہ**) پر چھاپے مارنے شروع کیئے۔ مگر پہلا حملہ سخت ناکام ہوا اس لیئے کہ اس میں سپہ سالار **لی سکلیس** اور اس کی فوج کے بہت سے سپاہی **میوس** کے قریب کام آئے +

جنگ کے پانچویں سال یعنی ۴۲۷ ق م میں **پیلوپونیزیوں** نے حسب معمول **اٹیکا** پر حملہ کیا اور ایک بیڑا **متی لنہ** بھی روانہ کیا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ

۵۔ ائس فورا کیلیئے گلبرٹ صفحہ ۱۲۸ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ گلبرٹ کی رائے ہے کہ اس محصول کے اجرا کی تحریک کلیون ہی نے کی تھی +

متی لنہ پہنچے وہاں کے باشندے ایتھنزیوں کے سامنے ہتھیار رکھ چکے تھے +
جب سامان خورونوش ختم ہونے کو آیا تو سالائے تھوس نے یہ صلاح دی
کہ شہری فصیلوں سے نکل کر جنگ آزمائی کریں۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ یہ مقصد صرف
اسی صورت میں حاصل ہوگا جب وزنی اسلحہ بھی عوام کے سپرد کردئے جائیں۔ مگر
جب عوام کو یہ اسلحہ مل گئے تو اب انھوں نے اپنے سرگروہوں کا کہنا ماننے سے قطعی
انکار کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ یا تو غلہ تقسیم کر دیا جائے ورنہ وہ ایتھنزیوں سے بطور خود صلح
کرلیں گے + اب اشراف نے محسوس کیا کہ ان کے قبضۂ قدرت سے اختیارات نکلے
جارہے ہیں اور یہی مناسب ہے کہ وہ بھی ایتھنزی گفت وشنود میں شریک ہوجائیں
تاکہ بدنامی صرف ان کے ہی سر نہ پڑے بلکہ اُسے سب ہی برداشت کریں۔ بدیں وجوہ
متی لنہ نے صرف اس شرط پر ہتھیار رکھ دئے کہ جبتک ایتھنزی حکم نہ لگائیں اس وقت تک
پاکیس انھیں کسی قسم کی سزا نہ دیگا۔ اس شرط کے ہوتے ہوئے ان لوگوں نے جو بغاوت
کے بانی مبانی تھے بت خانوں میں پناہ لی اور ان میں سے صرف اسی وقت نکلے جب
پاکیس نے ان سے یہ وعدہ کرلیا کہ وہ اُن کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچائیگا + اور جب وہ
اپنی پناہ گاہوں سے نکل آئے تو اُس نے انھیں تینے دوس منتقل کر دیا +
۳۵۳ جب یہ سب ہوچکا اس وقت لکذمونی الکی داس متی لنہ پہنچا اس
کے ساتھ ایلیس کے جو سپاہی تھے ان کا فوجدار تیو تیاپلوس تھا۔ اس نے
الکی داس کو رائے دی کہ اب ایشیائی بلدیات کو ایتھنز کے خلاف بھڑکانا چاہیئے
مگر الکی داس نے نہ مانا اور بہ سرعت تمام پیلوپونیز کی طرف واپس ہوا + اس کے
جانے کے بعد پاکیس نے کولوفون کی بندرگاہ نوتیون پر قبضہ کرلیا اور وہاں
ایک ایتھنزی نوآبادی قائم کردی اور متی لنہ میں واپس آکر فریق مخالف کے سرگروہوں
کو پابہ جولاں مع فوج کے بشیر حصے کے ایتھنز روانہ کردیا۔ اور گو سالائے تھوس
نے یہ وعدہ کیا کہ اگر اس کی جاں بخشی کی گئی تو وہ ایتھنزیوں کو پلاٹیہ کے محاصرے میں
مدد دے گا مگر اس کی گردن فوراً ماردی گئی + ایتھنزی جمعیت عوام میں یہ تحریک منظور
کی گئی کہ نہ صرف وہ باغی جو ایتھنز کے اسیر ہیں بلکہ تمام معمر متی لنی قتل کردئے جائیں
اور عورتیں اور بچے غلام بناکر فروخت کردئے جائیں اور یہ تجویز منظور ہوتے ہی اس

حکم کے اطلاع دینے کے لیئے ایک جہاز **پاکیس** کے پاس متی لنہ روانہ کیا گیا۔ مگر دوسرے ہی دن ایتھنزیوں کو اس تجویز کے پاس کرنے کا بہت تاسف ہوا اور اسی مسئلے پر دوبارہ غور کرنے کے لیئے جمع ہوے **طوسی دیدش** ان تقاریر کا جو **کلیون** اور **دیودوتوس** نے کیں اعادہ کرتا ہے۔ **کلیون** نے تحریک کی کہ ایک روز پیشتر کی قرارداد کی توثیق کی جائے مگر **دیودوتوس** کے اس کے استرداد کی جوابی تحریک پیش کی۔ ہم ان مقرروں کے دلائل پیش کرتے ہیں مگر اس بارے میں قارئین کرام کو وہ باتیں یاد رکھنی چاہئیں جو اس سے پیشتر ہم **طوسی دیدش** کی تحریرات کے وثوق کے متعلق بیان کر چکے ہیں +

کلیون نے کہا کہ **متی لنہ** کے تمام باشندے ملزم ہیں اور ایتھنزی قیادت قائم رکھنے کا یہ ہی ایک طریقہ ہے کہ بغاوت کا انسداد سختی کے ساتھ کیا جائے **دیودوتوس** نے جواب دیا کہ اس وقت مسئلہ زیر بحث صرف یہ ہے کہ مصلحت ملکی کیا ہے۔ تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ شدید ترین سزا ہمیشہ بیکار ہوتی ہے اور کبھی بغاوت کو روکنے میں ممد و معاون نہیں ہوتی بلکہ باغی اور بھی زیادہ ہوشیار اور چالاک ہو جاتے ہیں۔ **متی لنہ** کے باشندوں کو اس لیئے سزا نہیں دینی چاہیئے کہ وہاں اشراف اور عوام میں جو مناقشے برپا تھے انھیں پر ایتھنز کے اقتدار کا دارومدار تھا۔ بدیں وجوہ مناسب یہ ہی ہے کہ صرف وہی سرگروہ بغاوت سزائے موت کے مستحق سمجھے جائیں جنھیں **پاکیس** نے ایتھنز روانہ کیا ہے ؛

۳۵۴ طوسی دیدش **کلیون** سے دل سے متنفر تھا اور اگر اس نے محض بدنام کرنے کے لیئے اس کی تقریر میں زیادہ رنگ آمیزی نہیں کی ہے تو اس سے یقیناً اس آزادی کا انکشاف ہوتا ہے جس سے ایتھنزی مقرر عوام کے سامنے تقریر کرنے کی جرأت کرتا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نازک زمانے میں بھی مقرر اور سامعین دونوں طول طویل تقاریر کو پسند کرتے تھے اور ان سے محظوظ ہوتے تھے + بہرحال اگر **طوسی دیدش** نے اصل تقریر میں اضافے بھی کیئے ہیں پھر بھی اس میں شبہ نہیں کہ اس تقریر سے ایک قسم کی گستاخی ظاہر ہوتی ہے اور اس پر ظاہری ایمانداری کا گویا رنگ چڑھا ہوا ہے اور **کلیون** کی اصل تقریر میں یہ جذبات ضرور مضمر ہوں گے + دونوں تقریروں میں اس کا ذکر بھی نہیں کہ **متی لنہ** کے باشندے برسرحق تھے یا نہیں۔ مسئلہ زیر بحث صرف

یہ تھا کہ سب کو تہ تیغ کیا جائے یا صرف چند کو۔ **دیودوتوس** یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتا کہ **متی لنہ** کے شہری بے گناہ تھے یا انھوں نے مجبور ہو کر بغاوت کی اور حقیقت امر یہی معلوم ہوتا ہے کہ **متی لنہ** والے ایتھنز سے دشمنی اور پرخاش رکھتے تھے ورنہ **سالائے تھوس** ان کے قبضے میں عمدہ قسم کے ہتھیار نہ رکھ دیتا۔ محض ان کی اطاعت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود ان میں آپس میں نقیض تھے اور یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ انھیں ایتھنز سے کوئی خاص ہمدردی تھی۔ بدیں وجوہ اگر ایتھنز نے ایک حد تک رحم کا برتاؤ کیا تو صرف یہ انسانیت کی وجہ سے اور اس روش میں سیاسی مصلحت کا لگاؤ بہت کم تھا۔ اگر **کلیون** کی تحریک پر عمل کیا جاتا اور **متی لنیوں** کا قتل عام کر دیا جاتا تو یہ نہ صرف ایک جرم ہوتا بلکہ بالکل بے کار ہوتا۔

بدیں وجوہ ایک دن پیشتر کی قرارداد مسترد کر دی گئی اور ایک اور جہاز بسرعت تمام اس لیئے **لسبوس** روانہ کیا گیا کہ پاکیس کو اس کی اطلاع دے تاکہ وہ سزائے موت کا حکم منسوخ سمجھے۔ جب جہاز چلنے کو ہوا تو **متی لنہ** کے قائم مقاموں نے ان کے لیئے کھانے پینے کا کافی سامان مہیا کر دیا تھا اور انھیں اُجرت بھی معقول مل گئی تھی چونکہ انھیں اس بات کا بھی احساس تھا کہ انھیں پر ہزاروں جانوں کے بچنے کا دارومدار ہے اس لیئے انھوں نے اپنی کشتی کھینے میں پوری قوت صرف کر دی۔ اور گو باوجود اس تعجیل کے پہلا جہاز دوسرے جہاز سے پیشتر ہی **متی لنہ** پہنچ گیا مگر دونوں کے پہنچنے کے وقت میں اس قدر کم وقفہ تھا کہ **پاکیس** اپنے ناگوار کارِ مفوضہ کا آغاز نہ کر سکا تھا۔ بہرحال وہ **متی لنی** جنھیں **پاکس** نے ایتھنز روانہ کر دیا تھا اور جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی قتل کر دیئے گئے[۶] باغیوں کی جملہ مملوکہ اشیا بحق ایتھنز ضبط کر لی گئیں۔

---

۶ میو، لراشٹر یُو بنگ ("تحقیقات متعلق طوسی دیدش" وائنا ۱۸۸۱ء) یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ایک ہزار سے زیادہ متی لنیوں کے قتل کا قصہ محض استدلال اور قیاس پر مبنی ہے مگر اس مسئلے کے اسباب جو اس نے لکھے ہیں تشفی بخش نہیں۔ ہولشاپفل (صفحہ ۴۸۴ وغیرہ) اور باؤر کا مضمون ("جریدہ لسانیات" جلد ۴۳) کا مطالعہ اس ضمیمے میں مفید ہوگا۔ یونانیوں کا ایک ہزار آدمیوں کو بہ یک وقت قتل کر دینا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ سنہ ۴۹۰ ق م سے سنہ ۴۷۸ ق م تک ائی گینا کے

۳۵۶ مگر چونکہ اکثر ایتھنزی جنھیں **لسبوس** میں اراضی دی گئی تھی وہاں نہیں گئے اس لیئے یہ **لسبوسیون** کو اس شرط پر واپس دے دی گئی کہ نی قطعہ دو مینا (قریب سوا سو روپئے) سالانہ کے حساب سے لگان ادا کریں۔ اور اس طرح قریب دو ہزار سات سو ایتھنزی باضابطہ زمیندار بن گئے + ان کے علاوہ **اٹیکا** کے مندروں کو تین سو حصے ملے جن سے انھیں پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) روپئے سالانہ کی مستقل آمدنی ہوگئی +

متی لنہ کی بغاوت فرو ہونے کے بعد ایتھنزیوں نے مگاری ساحل پر جزیرۂ **نسیہ** پر قبضہ کرلیا تاکہ ۴۲۹ ق م کے سے حملوں سے آیندہ محفوظ و مامون رہیں +

گو ایتھنزیوں کو سمندر پر کامیابی ہوئی تھی مگر بڑی جنگ میں انھیں ایک ایسی شکست پہنچی جس کا غالباً ہر شخص بہت دن سے منتظر تھا۔ وہ یہ کہ آخر کار **پیلوپونیزیو** نے **پلاٹیہ** پر قبضہ کرلیا + اس سے سال بھر پیشتر ہی محصورین نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مزید مدافعت ممکن نہیں اور وہ جب ہی سے ایتھنز بھاگ جانے کی تدابیر سوچ رہے تھے انھوں نے یہ تدبیر کی کہ جو فصیل **پیلوپونیزیوں** نے تیار کی تھی اس کی اینٹیں گن لیں اور اس سے اُس کی اونچائی کا اندازہ کرلیا۔ اس کے بعد اسی اونچائی کی سیڑھیاں بنا کر ان کی مدد سے ایک روز جب کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا اور بادو باراں کا طوفان برپا تھا قریب ۲۲۰ باشندے دیوار پر چڑھ گئے اور دو برجوں پر قبضہ کرکے میدان کی طرف فرار ہوگئے + بھاگنے کا ارادہ تو سب محصورین نے کیا تھا مگر صرف ۲۲۰ ہی بھاگ سکے باقی ماندہ کو آخری لمحے پر ہمت اور جرأت نے جواب دے دیا اور وہ شہر میں ہی رہے + جب **پیلوپونیزیوں** کو اس کا علم ہوا تو وہ ان کے تعاقب میں نکلے اور انھیں دھوکہ دینے کے غرض سے **پلاٹیہ** والے پہلے تو **تھیبز** کی طرف چلے اور پھر جنوب کی راہ لی اور ان میں سے دو سو بارہ ایتھنز پہنچ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ سات سو باشندے قتل کیئے گئے اور خود ایتھنزیوں نے اپنے تسلط کے زمانے میں ہزاروں افراد کو تہ تیغ کردیا۔ حقیقت یہ ہے ان کا رحم غیر معمولی اور قابل اعادہ تھا مگر ان کی سختیاں اور مظالم اس قدر عام تھے کہ ان کا اعادہ کرنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی اور ہمیں اس پر تعجب نہ ہونا چاہیئے کہ زمانۂ مابعد کے وقایع نگاروں نے متی لنہ کے شرفا کے قتل عام کا ذکر نہیں کیا۔

گئے + ۴۲۷ ق م کا سال ان لوگوں کے لیئے جو پلاٹیہ میں رہ گئے تھے نہایت سخت تھا۔ سامان خورد و نوش میں کمی ہونے لگی تھی اور ہر طرف قحط کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ اور اگر پیلوپونیزی چاہتے تو وہ ایک بہ یک حملہ کرکے پلاٹیہ بہ آسانی تسخیر کر لیتے مگر دو وجہ سے اس سے باز رہے۔ ایک تو یہ کہ اگر حملہ کیا جاتا تو اس سے بہت سی جانیں بیکار قربانی چڑھتیں اور صبر سے کام لینے میں ان سب کے بچ جانے کا یقین تھا۔ دوسرے یہ کہ ممکن تھا کہ صلح کے وقت پلاٹیہ والے اپنے شہر کی واپسی کا دعویٰ کر بیٹھیں اگر پلاٹیہ کو پیلوپونیزیوں نے یلغار کرکے فتح کیا تو ممکن ہے کہ واپس دینا پڑے۔ لیکن اگر پلاٹیہ والے خود ہتھیار ڈال دیں تو ایسی حالت میں بیوتیون کا قبضہ پلاٹیہ پر مستقل ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے اس کی ضرورت تھی کہ ۳۵۶
طرح طرح سے ترغیب دے کر محصورین کے دل میں یہ خیال پیدا کیا جائے کہ وہ ہتھیار ڈال دیں۔ ان سے اسپارٹیوں نے یہ کہلوایا کہ اگر انھوں نے اطاعت قبول کر لی تو ان کے معاملے کا تصفیہ بیوتیون کے سپرد نہیں کیا جائے گا بلکہ خود اسپارٹی اس کے ذمہ دار ہوں گے + مگر اسپارٹا بالکل بیوتیہ کے زیر اثر تھا۔ اور جب صلح کا وقت آیا تو جو پانچ اسپارٹی تصفیئے کی غرض سے اسپارٹا سے آئے انھوں نے کوئی عدلی تحقیقات نہیں کی بلکہ تقریباً اسی قسم کی کارروائی کی جیسی زمانہ انقلاب میں پیرس کے انقلابی محکمے میں ہوتی تھی، بدبخت قیدیوں سے دریافت کیا گیا کہ دوران جنگ میں انھوں نے اسپارٹیوں یا ان کے حلیفوں کی کوئی خدمت کی تھی یا نہیں اور ان پر یہ بھی مہربانی کی گئی کہ انھیں اپنی بریت میں تقریر کرنے کا اختیار دے دیا گیا۔ ان بیچاروں نے جو دلائل پیش کر سکتے تھے وہ پیش کیئے مگر ان کے جواب کی مطلق پروا نہیں کی گئی اور ۲۲۵ گرفتار شدہ باشندگان پلاٹیہ سب کے سب قتل کر دیئے گئے، شہر پلاٹیہ مسمار کر دیا گیا اور صرف ایک ہیرا کا بت خانہ باقی رہ گیا اور اس کے پجاریوں کے لیئے ایک فرودگاہ اس مسافر اور اینٹوں سے بنائی گئی جو ڈھائے ہوئے مکانوں سے نکلی تھیں اور پلاٹیہ کی تمام اراضی تھیبزیوں کو پیشکش کر دی گئی + اس میں شبہ نہیں کہ پلاٹیہ کے باشندوں کے قتل عام کا اصلی باعث یہ تھا کہ اس سے

بیشتر اتھنزیوں نے متی لنہ والوں اور خود پلاٹیوں نے تھبزیوں کا قتل عام کیا تھا۔

ے میو، لراشٹر یونیگ (محاصرۂ پلاٹیہ کے حالات اور ان کی صحت کا اندازہ" جریدۂ لسانیات جلد ۱۳ صفحہ ۲۸۹ تا صفحہ ۳۴۸) نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ طوسی دیدش نے محاصرۂ پلاٹیہ کا جو حال لکھا ہے وہ دراصل اسی کا مخترعہ ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس زمانے کے محاصروں کا حال ناظرین کے ذہن نشین کر دے۔ مگر میو لراشٹر یونیگ یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوا + ڈورس کے بیان کے سلسلے میں شمو، برٹ یہ خیال ظاہر کرتا ہے (مضمون متعلق تاخذ پلوٹارک وغیرہ) کہ مورخ کا یہ بھی کام ہے کہ بعض موقعوں پر محض اپنے تخیل کی بنا پر یہ بتائے کہ فلاں واقعات کیسے پیش آئے ہوں گے۔ کچھ عجب نہیں کہ بعض مرتبہ ایسا ہی کرنا پڑتا ہو۔ مگر ڈورس کے عہد میں تو یہ ممکن تھا اس لیئے کہ اس کے زمانے میں فن علم تاریخ میں فن خطابت حلول کر گیا تھا۔ طوسی دیدش کے زمانے کے حالات بالکل مختلف ہیں۔ اس لیئے کہ اس کے دور میں خطابت کا تعلق صرف تقریروں سے رہ گیا تھا۔ اور جیسا میں نے اس باب کے آٹھویں حاشیئے میں بیان کیا ہے یہ خیال طوسی دیدش کے متعلق بالکل ہی بے بنیاد معلوم ہوتا ہے + ڈنکر اس بارے میں میو لراشٹر یونیگ سے متفق الرائے ہے (۹، ۴۹۱) کہ طوسی دیدش نے پلاٹیہ کے محاصرے کے جو حالات بیان کئے ہیں وہ ایسے واقعات ہیں جن کا پیش آنا بالکل ناممکن تھا۔ میں یہ تسلیم کیئے لیتا ہوں کہ اس محاصرے کے ذکر میں چند نہایت غیر معمولی قصوں کا اعادہ کیا گیا ہے۔ مگر ممکن ہے کہ یہ رنگ آمیزی ان لوگوں نے ہی کی ہو جنھوں نے طوسی دیدش کو اطلاع بہم پہنچائی۔ میو، لراشٹر یونیگ کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ جب پلاٹیہ کے محافظوں کی تعداد اس قدر کم ہو گئی تھی اور جب پیلوپونیزی یلغار کر کے بہ آسانی تمام پلاٹیہ فتح کر سکتے تھے تو محصورین کو پھر مدافعت کا انتظام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر اس کی وجہ ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تھبزیوں کو اپنے آخری مفاد کا لحاظ تھا اسلیئے وہ یہ چاہتے تھے کہ پلاٹیہ والے بغیر یلغار کیئے ہوئے ہتھیار ڈال دیں۔ دوسرے ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ یونانیوں کو عموماً اور پیلوپونیزیوں کو خصوصاً انسان کی زندگی کی بہت قدر تھی۔ وہ میدان جنگ میں لڑنے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے اسلیئے

پلاٹیہ کی تسخیر سے تھبزیوں کو بہت اطمینان ہوا۔ مگر چونکہ ایتھنز نے اس کی حفاظت کا خیال پہلے ہی سے چھوڑ دیا تھا اس لیئے اس کے دشمنوں کو اس تسخیر سے کوئی سیاسی مفاد حاصل نہیں ہوا + ابتدا سے ہی اس کی خواہش تھی کہ اپنے دشمنوں سے سمندر ہی پر نبرد آزما ہو اور اس مقصد کے واسطے مشرق کی نسبت مغرب کا میدان بہتر تھا + آخر کار دونوں فریقوں میں جزیرۂ کورکائرا آکر تصادم ہوا اور یہاں جو واقعات پیش آئے وہ نہایت درجہ جاں فگار ہیں + کورنتھیوں نے ان کورکائریوں کو جو پچھلی لڑائی میں گرفتار ہوئے تھے رہا کر دیا تھا۔ جب یہ واپس گھر پہنچے تو انھوں نے یہ کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح جزیرے کو ایتھنزی لیگ سے علٰحدہ کر لیں۔ اور مجلس میں داخل ہو کر قریب ساٹھ عمومیوں کو جن میں سے ایک ۳۵۷ ایتھنزی پروکسی نوس بھی تھا تہ تیغ کر دیا اور کورکائرا کی غیر جانبداری کا اعلان کر دیا مگر عموم نے اپنی شکست تسلیم نہیں کی اور اکروپولس اور بندرگاہ ہی لایا پر قبضہ کر لیا۔ اس کے جواب میں اشراف چوک کے تمام مکانوں پر قابض ہو گئے اور اس محدود مقام پر نہایت زور و شور سے خانہ جنگی جاری رہی + جب غلاموں نے بھی عموم ہی کا ساتھ دینا شروع کیا تو اشراف نے مکانوں میں آگ لگا دی + عین اس موقع پر ایتھنزی نکوسٹراتوس بارہ جہازوں کا بیڑا لیکر کورکائرا پہنچا اور نہ صرف دونوں گروہوں میں صلح کرا دی بلکہ کورکائرا کو دوبارہ ایتھنزی لیگ میں شامل کر لیا + مگر اشراف کو اس امر پر اس قدر کم اطمینان تھا کہ ان میں سے چار سو ہیرائیوم بھاگ گئے اور وہاں سے قریب ہی کے ایک چھوٹے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ اس میں بہادری سے کام لیا جاتا تھا۔ مگر یہ انھیں بالکل بیکار اور بے ضرورت معلوم ہوتا تھا کہ دشمن کی فصیل پر چڑھ کر سینکڑوں جانیں بھینٹ چڑھائیں خاصکر جب وہ ہی نتیجہ محض محصورہ فوج کو بھوکا مارنے سے اور بغیر اس کے کہ فریق کا ایک آدمی بھی ضائع ہو حاصل ہو سکتا تھا۔

پلاٹیہ اور ایتھنز کے باہمی تعلقات کے مطالعے کے لیئے چانتو کا مضمون "مطالعات وانا" جلد ۲ میں دیکھا جائے۔

سے جزیرے میں چلے گئے + اب الکیداس اور براسی داس ایک پیلوپونیزی بیڑا لے کر کورکائرا پہنچے اور ایک بحری معرکے میں تیرہ کورکائری جہاز گرفتار کر لیے۔ مگر انھیں شہر کورکائرا پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ محض راس لیوکمنے پر اتر کر قریب کی اراضی تباہ و ویران کرنے پر قناعت کی + اب ایتھنزی امیرالبحر یو رمیدون ساٹھ ایتھنزی جہازوں کو لے کر میدان کارزار میں پہنچا۔ اس کی آمد کی خبر سنتے ہی اسپارٹی فوج میں اس درجے سراسیمگی پھیلی کہ بجائے لیوکاس کا دور کرنے کے انھوں نے اپنے سہ طبقہ جہاز اس خاکنائے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھسیٹے جو لیوکاس کو براعظم سے ملاتی تھی + اب عموم کورکائرا کو موقعہ ملا اور اپنے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ بعض تو فوراً قتل کر دئے گئے۔ پچاس کو ہیرائیوم سے کورکائرا کشاں کشاں آنا پڑا اور یہاں آکر ان پر باضابطہ سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ اور جب ان اشراف نے جو ہیرائیوم رہ گئے تھے اپنے ساتھیوں کی قسمت کا حال سنا تو بجائے اس کے کہ وہ جلاد کے وار کا انتظار کریں انھوں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنا کام تمام کر لیا + خاص کورکائرا میں یورمیدون اور باقی ایتھنزیوں کے روبرو متواتر سات روز تک مرفہ الحال کورکائریوں کا قتل عام ہوتا رہا۔ اور خود طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اس کا اصل باعث یہی نہیں تھا کہ فریقین میں سیاسی اختلاف تھا بلکہ خانگی نفرت اور ذاتی مفاد بھی مدنظر تھے اور ۳۵۸
دراصل بجائے سیاسی اصولوں کے یہی اس ظلم اور سفاکی کا موجب تھے جو کورکائرا میں روا رکھی گئی۔ جو لوگ ملتجیان رحم تھے وہ مندروں اور تبکدوں سے کشاں کشاں باہر نکالے گئے اور انھیں وہیں قتل کر دیا گیا۔ بعض مندروں کے اندر ہی ملک عدم پہنچائے گئے اور بعض کو دیونی سیوس کے بتخانے میں چن دیا گیا۔ سفاکی اس حد کو پہنچی کہ باپوں نے اپنے لڑکوں تک کو اپنے ہاتھوں قتل کر دیا + مغلوب فریق کے پانچ سو افراد ارض براعظم چلے گئے اور وہاں سے وقتاً فوقتاً کورکائرا پر چھاپے مارتے رہے اور پھر جزیرے میں آکر کوہ استونے پر آ کر اس مقام کو خندقیں وغیرہ کھود کر مستحکم کر لیا۔

ان کا حال آیندہ بیان کیا جائے گا +

۸۔ کورکائرا کے واقعات پر میو، لراشتہ یونگ نے اپنے مضمون "تنازعات کورکائرا کے متعلق طوسی دیدش کا بیان" (مجلہ السنہ لسانیات" جلد ۱۳۳ صفحہ ۵۰۵ تا ۶۲۸) میں بحث کی ہے۔ اس کے نزدیک طوسی دیدش کے بیان میں اس قدر ناممکن الوقوع حالات ہیں کہ ممکن ہے کہ سب کا سب موخ کا خود ساختہ ہو۔ اس میں شبہ نہیں کہ طوسی دیدش کی تاریخ میں بعض تفصیلی واقعات ایسے ہیں جو خلاف قیاس ہیں مگر ہر شخص جانتا ہے کہ بعض واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں انسان کا فہم و ادراک کچھ کام نہیں دیتا۔ اور بالآخر ہر شخص مختار ہے کہ جتنا چاہے طوسی دیدش کا اعتبار کرے + ممکن ہے کہ طوسی دیدش نے مبالغے سے کام لیا ہو۔ مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اس کے بیانات سر سے پاؤں تک افترا و کذب سے بھرے ہوئے ہیں + کم سے کم بنیادی واقعات کیلئے وہ اس قدر قابل وثوق ہے کہ اس کا یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص بھی اسے از سر تا پا جھوٹا ثابت کر سکے۔ اس کے علاوہ اگر میو، لراشتہ یونگ کا قول درست ہے تو ہمیں طوسی دیدش میں مختلف واقعات تفصیل وار ملنے چاہئیں۔ مگر ہم اس جستجو میں مایوس ہو جاتے ہیں اور موقعۂ زیر بحث میں بھی ہمیں اس کے تصانیف میں کہیں تفصیل نہیں ملتی + وہ (۲، ۸۲، ۸۳) کہتا ہے کہ جنگ میں فوجی تادیب کا خیال باقی نہیں رہا تھا اور لوگوں کے اخلاق خراب ہو گئے تھے۔ اگر وہ تفصیلی واقعات کا شائق ہوتا تو وہ اس اصول کی مثالیں دیکر اسے پایۂ ثبوت کو پہنچانے کی کوشش کرتا۔ مگر جو واقعات وہ بیان کرتا ہے ان کا محض عام الفاظ اور فقرات میں اعادہ کرتا ہے + وہ کہتا ہے کہ جنگ پیلوپونیز کی وجہ سے اخلاق میں سقم پیدا ہو گیا تھا۔ اور یہ ہی آج کل کے مورخوں کی رائے ہے۔ مگر یونانیوں کی عادت میں جنگ میں بے رحمی داخل تھی اور اس کی مثال ہمیں اس قتل عام سے ملتی ہے جو (ق ۶۳۲ ق م میں) کیلون کے ساتھیوں کا کیا گیا تھا (ہیروڈوٹس ۶، ۹۱) اور ان میں جو کچھ بھی نئی خامیاں (مثلاً برائی کی پردہ پوشی) پیدا ہو چلی تھیں وہ دراصل کج بحثی کی عادت اور علم البیان کی ترویج کا نتیجہ تھیں اور انکا جنگ سے کوئی براہ راست تعلق نہ تھا۔ خود طوسی دیدش باب ۸۲ اور ۸۳ میں محض غیر ارادی طور پر لفاظی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اور جب اس نے ۱۳۰۳ میں (اوو مینے کے معرکے کے بیان میں) یہ لکھا کہ وہ تعداد کا تعین محض اس لیئے نہیں کرے گا کہ اگر اس نے تعداد بتائی تو بھی اس کی بات کا یقین نہیں کیا جائے گا اس وقت بھی وہ لفاظی ہی لفاظی کر رہا تھا + جو شخص

ایتھنز نے کورکائرا میں اپنی سیادت قائم کرنے کے بعد جزیرۂ سسلی کے معاملات میں مداخلت شروع کی + اس جانب سب سے اہم امر متنازعہ فیہ یہ تھا کہ آبنائے مسانا پر کس کا قبضہ ہو۔ اس لیئے کہ اگر ایتھنزی مغربی سمندروں میں اپنی تسلط و تفوق کے قیام کی خواستگار تھے تو اس آبنائے پر قبضہ کرنا ان کیلئے نہایت ضروری اور لابدی تھا۔ مگر یہاں اس کا بیان نہیں کیا جا سکتا اور اسے اس وقت کے لیئے ملتوی کیا جاتا ہے جب ہم آئندہ باب میں سسلی کے معرکوں کا مفصل ذکر کریں گے + یہاں ان کامیابیوں کا حال بیان کرنا مناسب ہے جو اسوقت ہوئیں جب ان کے جہاز مغرب کی طرف جا رہے تھے۔ اور اس کے بعد ان واقعات کا اعادہ کیا جائے گا جو سسلی کی دوسری اور بڑی مہم کے دوران میں پیش آئے + ایتھنز میں طاعون کو آئے ہوئے دو برس گزر چکے تھے کچھ دنوں کے لیئے اس کا زور و شور ذرا کم ہو گیا تھا۔ مگر اب پھر وہ ویسی ہی تیزی سے نمودار ہوا۔ اُدھر جب پیلوپونیزی اٹیکا پر حملہ کرنے کی غرض سے خاکنائے کورنتھ پہنچے تو انھیں خبر ملی کہ خود اسپارٹا ایک نہایت شدید زلزلے میں تباہ ہوا ہے اور یہ خبر سنتے ہی انھوں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔ غرض یہ ہے کہ اسی لیئے جنگ کے چھٹے سال یعنی ۴۲۷ ق م میں اٹیکا پر کوئی حملہ نہیں ہوا۔

جب سسلی کی مہم برسرِ راہ تھی تو ایتھنز اس کے علاوہ دوسرے میدانوں میں بھی قسمت آزمائی کر رہا تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو ایتھنز میں طاعون پھیلا ہوا تھا مگر جنگ سے اسے معتدبہ نقصان نہیں پہنچا تھا اور یہ فارقلیس کی حکمت عملی میں کامیابی کا ایک بڑا ثبوت ہے + دیموس تھنیس نے تیس جہاز لے کر پیلوپونیز کا دور کیا اور نکیاس جو اب جنگ کے معاملات میں مملکت ایتھنز کا ایک ممتاز رہبر ہو گیا تھا ساٹھ جہاز لے کر جزیرۂ میلوس اس غرض سے گیا کہ اسے ایتھنزی لیگ میں شامل ہونے پر مجبور کرے۔ مگر اسے اس مقصد کے حصول میں کامیابی نہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ غیر معمولی تحیر آمیز واقعات کے اعادے سے اس درجہ خائف ہو وہ ہرگز ان کے اختراع پر قادر نہیں ہو سکتا خواہ وہ محض تقریروں کی اختراع کی کتنی ہی قابلیت کیوں نہ رکھتا ہو۔

ہوئی اور اب وہ وہاں سے اور ولیس چلا تاکہ اس فوج کے ساتھ مل کر جو ایتھنز سے
۲۵۹ براہ راست آرہی تھی تناگرا پر حملہ کرے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایتھنزیوں کا اصل مقصد
کیا تھا۔ کیا انھوں نے تناگرا پر قبضہ رکھنا پلاٹیہ کے قبضے سے آسان سمجھ لیا تھا؟
یہاں بھی گو انکیاس کو میدان جنگ میں کامیابی ہوئی مگر وہ شہر پر قابض نہ ہوسکا۔
اس کے برعکس اسپارٹا نے یہ کوشش کی کہ مشرقی میدان جنگ میں چند مقامات
پر قابض ہوجائے جس سے اسے ایتھنز کے مقابلے میں فضیلت حاصل ہوجائے۔ تمام
میں تراخنی مالس اور دورس کے باشندوں اور اتیون میں باہم کشیدگی تھی
اس لیئے مالسیون اور دوریون نے اسپارٹا سے مدد مانگی جس کے جواب میں
اسپارٹیوں نے مالس کے حدود کے اندر ایک نوآبادی قائم کی۔ اور چونکہ ہرقلیس کا
انتقال اسی نواح میں ہوا تھا اس لیئے اس نوآبادی کا نام ہرقلیہ رکھا۔ اس نئے مرکز
سے اسپارٹیوں کی بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں وہ چاہتے تھے کہ یہاں سے تھسلی اور
تھریس کو راستہ نکل آئے اور ساتھ ہی یوبیہ پر حملہ ہوسکے۔ مگر ظاہر ہے کہ اگر یہاں
سے یوبیہ پر آسانی سے حملہ ہوسکتا تو بیوتیون نے کبھی کا کر دیا ہوتا۔ ہرقلیہ کی
نوآبادی زیادہ دن تک مرفہ الحال نہیں رہی اس لیئے کہ ہر بات میں تھسالویوں نے
رخنہ ڈالنا چاہا اور دوسری طرف اسپارٹی سپہ سالاروں نے بھی اپنے طرز عمل کو کامیاب
بنانے میں کسی قابلیت کا اظہار نہیں کیا۔

پیلوپونیز کا دورہ کرنے کے بعد دیموس تھینس نے لیوکاس پر قبضہ
کرلیا۔ اس نواح میں ایتولیہ اور نئوپاکتوس میں ہمیشہ رنجش رہتی تھی اور چونکہ
ایتولوی نئوپاکتیسیوں کو دق کیا کرتے تھے اس لیئے ایتھنز کی دست اندازی کی
تھی اور خود نئوپاکتیسیوں کا خیال تھا کہ چونکہ ایتولوی قلعہ بند شہروں میں رہنے کے
عادی نہیں ہیں اور تمام ایتولیہ میں پھیلے ہوئے ہیں اس لیئے ان پر غلبہ حاصل کرنا
کوئی آسان کام نہیں۔ اس مہم کو خود دیموس تھینس ایک بڑی مہم کا پیش خیمہ
سمجھے ہوئے تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ ایتولیہ کو مغلوب کرکے وہاں سے
لوکریس اوزولس ہوکر دورس پر یک بیک حملہ آور ہو اور کوہ پارناسوس
کو دائیں جانب چھوڑ کر ایتھنز کے حلیف فوکسیوں سے مل جائے اور مغرب کی جانب سے

بیوتیہ پر حملہ کرکے اسے فتح کرنے کے بعد بصد تزک واحتشام ایتھنز میں ایک فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو۔ اس کی اولوالعزمی میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا اور جو حالت اس فوج کی سیاسی گروہ بندی کی تھی اس کے لحاظ سے یہ منصوبہ کچھ ناممکن العمل بھی نہ تھا۔ عام طور سے یونان میں تو یہ قاعدہ تھا کہ ہمسایہ ریاستیں ایک دوسرے کی مخالفت پر کمربستہ رہتی تھیں اور شمالی یونان میں تو یہ ایک کلیہ ہوگیا تھا۔ مثلاً امبریسیہ اسپارٹا کا اور اکارنانیہ ۳۶۰
اور آرکوس امفی لوکی ایتھنز کا جانب دار تھا۔ ایتولیہ اسپارٹا کے اور لوکرس اوزولس ایتھنز کے ساتھ تھا۔ دورس اسپارٹا کا حلیف تھا اور سوائے ولیفی کے باقی تمام فوکس عام طور پر ایتھنز کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ بالس اسپارٹا کا اور ایتھ ایتھنز کا ہم آواز تھا اور اس سے ہم خوب واقف ہیں کہ بیوتیہ اور ایتھنز کے تعلقات ہرگز دوستانہ نہ تھے۔ بدیں وجہ اگر کوئی ایتھنزی فوج اس ملک میں ہوکر گزرنے کا قصد کرے تو ہر مرتبہ چند روز کے کوچ کے بعد اسے دوستوں اور حلیفوں کا ملک مل جائیگا مگر بیوتیہ کی سرحد کو عبور کرنا آسان نہ تھا اس لیئے کہ وہاں کے ہوپلیت دیموس تھینس کی فوج کا بہ آسانی مقابلہ کرسکتے تھے۔ لیکن اگر وہ اپنے عزم میں کامیاب ہوتا اور کسی نہ کسی طرح سے بیوتیہ کی سرحد تک پہنچ جاتا تو اس سے بیوتیہ کے اس فریق کا دل بڑھ جاتا جو ایتھنز کی دوستی کا دم بھرتا تھا۔ بہرحال دیموس تھینس کو اس کا موقعہ ہی نہیں ملا کہ وہ بیوتیوں سے جنگ آزمائی کرے اور اس کے تمام منصوبے ابتدا ہی سے خاک میں مل گئے۔ اپنے تمام تنومند اقوام کے افراد کی طرح بہت جلد بازی کی۔ اسے چاہیئے تھا کہ وہ لوکرسیوں کا انتظار کرتا تاکہ ان کے ذریعے سے اسے مقامی حالات معلوم ہوجاتے مگر ان کے آنے سے پہلے ہی وہ آگے بڑھے چلا گیا اور آخرکار ایتولیہ میں پہنچ گیا۔ جب وہ ائی گیتیوم آیا تو ایتولیہ والوں نے اس پر حملہ کردیا اور چوں کہ ان کی تعداد زائد تھی اور وہ ایک سطح مرتفع پر مقیم تھے اس لیئے دیموس تھینس آگے نہ بڑھ سکا بلکہ اسے ایک جنگل میں پناہ لینی پڑی۔ ایتولیوں نے اس میں بھی آگ لگادی اور آخرکار اپنے پیچھے ایک سو بیس مُردے چھوڑ کر جہاں سے اس نے ابتدا میں پیشقدمی کی تھی وہاں ہی (یعنی لوکرس کے شہر اوئے نیوم) واپس چلا جانا پڑا۔ ظاہر ہے کہ اب اسے ایتھنز پہنچنے کی خواہش نہ تھی بلکہ وہ جہاں تھا وہیں رہا۔ اور اس سے

ایتھنز کو صریح فائدہ ہوا۔ ایتولیوں نے سوچا کہ انھیں ایتھنزیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور اس کا وقت آگیا ہے کہ مغربی یونان کی سیاسی بساط میں تبدیلی کر دی جائے لہذا وہ سپارٹا سے امداد کے خواہاں ہوئے۔ اسپارٹا نے اس کے جواب میں یوری لوخوس کو ایک فوج دے کر بھیجا جس میں نئے بلدیہ ہر قلیہ کے بھی پانچ سو سپاہی تھے۔ حلیفوں کا رخ مغرب کی طرف تھا اور ان کا جائے اتصال دیلفی قرار پایا۔ یوری لوخوس نے اوزولی لوکرسیوں کو حکم دیا کہ وہ اس کا ساتھ دیں اس ۳۶۱
کے جواب میں امفتائیوں اور چند بلدیات کے باشندوں نے اس کا ساتھ دیا اس لیئے کہ لوکرس اوزولس فوکس کے قریب ہی تھا اور اس قاعدے کے مطابق جو یونان میں رائج تھا ان دونوں اضلاع میں ہمیشہ نقیض رہتی تھی۔ بعض بلدیات نے یرغمال بھی اس کے حوالے کیئے جنھیں شہر کی تیتیوم بھیج دیا گیا۔ پیلوپونیزیوں کا خیال تھا کہ اگر وہ نئوپاکتوس پر قابض ہو جائیں گے تو اس سے انھیں دیموس تھینس کی کارروائیوں کا گویا انتقام مل جائے گا۔ اسی وجہ سے وہ اور اس کے حلیف نئوپاکتوس کی طرف چلے۔ اگر دیموس تھینس اکارنانیوں سے مدد کا طالب نہ ہوتا اور وہ مدد نہ دیتے تو اس میں شبہ نہیں کہ پیلوپونیزی نئوپاکتوس پر قبضہ کر لیتے۔ اب امبریسیوں کی باری آئی اور یوری لوخوس سے امفی لوکی آرگوس کے خلاف مدد کے خواستگار ہوئے۔ اور اس مہم کی تیاری کرنے کی غرض سے یوری لوخوس پروسکیوم (ایتولیہ) کی طرف چل دیا۔ امبریسیوں نے معرکے کی اس طرح ابتدا کی کہ آرگوس کے ملک پر

۹۔ ملاحظہ ہو: "امفی لوکی آرگوس کا میدان" ہامبرگ ۱۸۶۳ء۔

اسی دوران میں ایتھنزیوں نے ایک نہایت اہم مذہبی کارگذاری انجام دی۔ اور وہ یہ کہ جزیرۂ دیلوس کو تمام مردہ نعشوں سے پاک و صاف کر دیا اور یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ آیندہ اس جزیرے میں نہ تو کوئی بچہ پیدا ہو اور نہ اس کی مٹی میں کوئی مردہ دفن کیا جائے (طوسی دیدش ۳، ۱۰۴)۔ ۴۲۲ء ق م میں ایتھنزیوں نے یہ طے کیا کہ اگر جزیرے سے تمام باشندے خارج کر دیئے جائیں تو پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا اس لیئے انھوں نے تمام دیلوسی اور امیتیوم منتقل کر دیئے (طوسی دیدش ۵، ۱)۔ مگر آیندہ سال (یعنی ۴۲۱ء ق م میں) وہ سب پھر

حملہ کرکے اولپائے پر جو سمندر کے قریب ہی تھا قبضہ کرلیا جس کے جواب میں امفی لوکیوں نے ڈیموس تھینس سے مدد چاہی اور استدعا کی کہ بیس ایتھنزی جہاز جو پیلوپونیزی سمندر میں اس وقت موجود تھے اس کی مدد کریں۔ اور دوسری طرف امبریسیوں نے یوری لوخوس سے امداد کی التجا کی جس پر وہ فوراً پرووسکیوم سے چلدیا اور دریائے آخے لوئس کے مغرب میں اکارنانیہ ہوکر شمال کی طرف کوچ کیا اور آخرکار امبریسیوں سے اولپائے جاملا۔ یہاں اس نے اور ڈیموس تھینس کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی جس میں نہ صرف ایتھنزیوں کو بدرجۂ اتم فتح ہوئی بلکہ خود یوری لوخوس بھی لڑائی میں کام آیا اور مغلوب فوج اولپائے میں محصور ہوگئی۔ یوری لوخوس کی جگہ مینے ڈیوس اسپارٹی سپہ سالار مقرر ہوا اور اس نے آتے ہی اس کا اندازہ کرلیا کہ اولپائے میں ایتھنزیوں کے حملے کی مزاحمت نہیں کیجاسکتی اور کچھ دیر نہیں گزرتی کہ سمندر کی طرف سے بھی ایتھنزی اس کی ناکہ بندی کرلینگے اس نے خیال کیا کہ اسپارٹا اور مین تی نیہ کے باشندوں کی زندگی نہایت قیمتی ہے اور ان کا یہ انجام نہ ہونا چاہیے کہ وہ یونان سے باہر نیم یونانیوں کے ہاتھوں قتل ہوں۔ اس لیئے اس نے ڈیموس تھینس سے گفت وشنود شروع کردی اور اس کا وہی نتیجہ ہوا جس کی اُسے خواہش تھی۔ اسپارٹا اور مین تی نیہ کے سپاہی امبریسیوں کو دھوکہ دے کر اور یہ کہکر کہ وہ سامان رسد اور لکڑیاں لیئے جاتے ہیں اولپائے سے نکل کھڑے ہوئے صرف چند اجیر سپاہی جن کا وطن ایائرس تھا شہر میں رہ گئے مگر ظاہر ہے کہ اسپارٹیوں کے مقابلے میں وہ کسی معرکے کے نہ تھے۔ امبریسیوں نے اب اس چال کا مطلب سمجھ ۴۶۲ ق م
لیا اور خود بھی شہر چھوڑنا چاہا مگر انھیں اکارنانیوں نے جانے نہ دیا اور دونوں میں نہایت شدت کے ساتھ دست بدست لڑائی ہوئی جس میں غلطی سے بہت سے پیلوپونیزی بھی کام آئے مگر اکثر دوسری اجیر سپاہی بچ گئے اور امبریسیوں میں سے جو بھاگ سکے وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ واپس بلا لیئے گئے (طوسی ویدش ۵، ۱) کریتوس (تاریخ یونان" ۲ (۶، ۱، ۵) کہتا ہے کہ ہیلوسیوں کے جلا وطن کرنے میں اس سیاسی گروہ نے جو متقی اور پرہیزگار کیمیاس کے مخالف تھا گویا منھ چڑایا۔ میرے نزدیک ۴۶۵ ق م کی قرارداد کا قدرتی نتیجہ تھا اور یہ بعید از قیاس نہیں کہ کیمیاس نے مذہب کی خاطر انتہائی کارروائیاں کی ہوں۔

اگرائے کی اراضی میں چلے گئے۔ اب امبرلیسیہ والوں کے لیئے امبرلیسیہ سے کمک آگئی اس نوح میں دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں اور دونوں کا نام اِدومینے تھا۔ ان میں سے ایک پر دیموس تھینس قابض ہوگیا اور دوسری کو امبرلیسیوں نے اپنا مرکز بنالیا۔ دیموس تھینس فوجی چالوں کا بڑا استاد تھا اور اس نے علی الصباح چند مسینیوں کو امبرلیسیوں کی طرف روانہ کیا اور چونکہ مسینی دوریائی زبان بولتے تھے اسلیئے امبرلیسیوں نے انھیں حلیف پیلوپونیزی سمجھا اور اپنے فوجی پڑاؤ میں آنے دیا۔ اب دونوں میں دست بہ دست لڑائی ہوئی اور اس میں امبرلیسیوں کو سخت شکست ہوئی اور چند ہی امبرلیسی ایسے تھے جو میدان جنگ سے بھاگ کر امبرلیسہ پہنچ سکے۔ دوسرے ہی دن ان امبرلیسیوں نے جنھیں اولپائے میں شکست ہوئی تھی اور جو اگرائے بھاگ گئے تھے ایک ہرکارہ بھیجا اور معمول کے مطابق دیموس تھینس سے استدعا کی کہ وہ مُردے اٹھا لیجانے کی اجازت دیدے۔ اس کے جواب میں ایتھنزیوں نے اسے وہ مُردے دکھلائے جو اِدومینے کے معرکے میں کام آئے تھے۔ امبرلیسی ہرکارہ مُردوں کی یہ تعداد دیکھ کر نہایت متعجب ہوا اور جب اس سے یہ پوچھا گیا کہ اس کے خیال میں اولپائے میں کتنے سپاہی کام آئے ہوں گے تو اس کے جواب میں اس نے دو سو کی تعداد بتائی۔ اور جب اسے معلوم ہوا کہ جو کٹے ہوئے اعضا وہاں پڑے ہیں وہ ایک ہزار سے زیادہ سپاہیوں کے ہیں تو اس نے ان سے بے تعلقی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم سے تم سے ایک روز پیشتر کوئی لڑائی نہیں ہوئی مگر جب ایتھنزیوں نے اس سے کہا کہ یہ لوگ امبرلیسیہ سے آئے تھے اور ہم سے جنگ آزما ہوئے تھے اس وقت اس ہرکارے کو حقیقتِ حال معلوم ہوئی کہ جو کمک امبرلیسیہ سے آئی تھی وہ بھی کام آگئی۔ اس نے یہ سنتے ہی ایک چیخ ماری اور گھبرا کر واپس اپنے گھر کا راستہ لیا۔ طوسی دیدش ان مردوں کی تعداد کا جو اِدومینے کے معرکے میں کام آئے تھے محض اس وجہ سے ذکر نہیں کرتا کہ اس کا بیان قابلِ یقین نہ سمجھا جائے گا اور یہ ایک مورخ کی زبان سے نہایت عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال اندازہ لگایا گیا ہے کہ انکی تعداد قریب چھ ہزار کے ہوگی[1]۔

۳۶۳

[1] اس نظریے کے خلاف ہیلوخ کی کتاب "آبادی دنیائے یونان" صفحہ ۱۹۳ دیکھنی چاہیئے۔

اب امبریسیہ کی تسخیر بہ آسانی ہو سکتی تھی۔ لیکن اگر امبریسیہ فتح ہو جاتا تو ایتھنز اس شہر میں ایک محافظ دستہ ضرور رکھتے۔ اور اس کے برعکس اکارنانی ہرگز نہ چاہتے تھے کہ اس نواح میں ایتھنز کی قوت اور اس کے اقتدار میں مزید اضافہ ہو۔ ان اسباب کی بناء پر امبریسیہ اور اکارنانیہ میں صلح ہو گئی۔ اور اگر ہم اس کا لحاظ کریں کہ امبریسیوں کو پچھلی لڑائی میں بہت بڑی ہزیمت اٹھانی پڑی تھی تو پھر یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ اس صلحنامے کی رو سے انھیں زیادہ نقصان کا بار نہیں اٹھانا پڑا + امبریسیہ حسب معمول خود مختار رہا۔ مگر اسے آیندہ کے لیئے اکارنانیوں سے معاہدہ کرنا پڑا کہ اگر وہ انا کتوریوم پر حملہ آور ہوں تو امبریسیہ کم سے کم غیر جانب دار رہے۔ اصلیت یہ تھی کہ اکارنانیوں کے ملک سے امبریسیہ کافی فاصلے پر تھا اور اس کی انھیں زیادہ پروا نہ تھی درآنحالیکہ انا کتوریوم خود ان کے ہی ملک کا ایک جزو تھا اور وہ اس پر کبھی نہ کبھی قبضہ کرنا چاہتے تھے + جب صورت حال یہ تھی کہ ہر فرد اپنے ہی مفاد کا خیال رکھتا تھا اور ایتھنز کے حلیفوں کی گویا تنہا خواہش یہ تھی کہ اس کی مدد سے وہ اپنے دشمنوں کو نیچا دکھائیں مگر اس کے اقتدار کو ایک خاص حد سے متجاوز نہ ہونے دیں تو ظاہر ہے کہ اتحاد یونان کے خواب کی تعبیر کا وقت ابھی دور تھا۔

آیندہ سال ۴۴۵ ق م میں پیلوپونیزیوں نے پھر اٹیکا پر حملہ کیا۔ مگر وہ اس ملک میں زیادہ نہیں ٹھہر سکے اس لیئے کہ خود پیلوپونیز میں ایسے واقعات پیش آئے جن سے یہ نہایت متردد ہوئے اور انھیں بہت جلد واپس ہونا پڑا + ایتھنز سسلی میں برسرپیکار تھا اور پیریمدون اور سوفوکلیس چالیس جہاز لے کر اسی طرف چلا اس بیڑے میں خود دیموس تھینیس بھی موجود تھا جو اولپائے کی فتح کے بعد ایتھنز واپس آگیا تھا۔ اور گو وہ سسلی کی طرف محض خانگی حیثیت سے جا رہا تھا مگر ایتھنزیوں نے اسے یہ اجازت دی کہ اگر اس کا جی چاہے اور وہ مناسب سمجھے تو اس بیڑے کو ساحل پیلوپونیز پر حسب دلخواہ استعمال کرے۔ ظاہر ہے کہ اس میں بہت سی دشواریاں تھیں۔ ایک اہم مسئلہ تو یہ تھا کہ اس کے مختلف امیرالبحروں سے کس قسم کے تعلقات ہوں گے اور دوسرے دشمن کی قوت کا اندازہ کرنا بھی کچھ معمولی بات نہ تھی + دیموس تھینیس نے اس مہم کا پیش نامہ پیشتر ہی سے تیار کر لیا تھا مگر اس کی کامیابی

یا ناکامی کا انحصار اس پیش نامے کی رازداری پر تھا تاکہ اس کا منصوبہ یکایک پورا ہوجائے۔ دیموستھینس کا تو اصل مقصد یہ تھا کہ وہ پیلوس پر قبضہ کرلے[۱۱] + مگر مشکل یہ تھی ۳۶۴

[۱۱] اس میں کوئی شبہ نہیں کہ طوسی دیدش نے پیلوس کی تسخیر کا حال صحت سے بیان کیا ہے۔ مگر یہاں مناسب ہے کہ ہم اپنے چند خیالات کا بھی اظہار کریں جس سے اشخاص متعلقہ کے خصائص کا اندازہ ہوسکے اس مہم کا پیش نامہ دیموستھینس نے ہی تیار کیا ہوگا اور اس کے بعد کلیون نے اپنے ذمے یہ کام لیا ہوگا کہ وہ اسے سیاسی اعتبار سے کامیاب بنائے + ظاہر ہے کہ اس مہم کو صرف ایسی صورت میں کامیابی حاصل ہوسکتی تھی جب اسے بدرجۂ اتم صیغۂ راز میں رکھا جائے۔ یہانتک کہ جب ایتھنزی پیلوس پہنچ جائیں اس وقت بھی ان کے افعال سے یہ ظاہر نہ ہو کہ انھیں اس مقام پر قبضہ کرنیکی خواہش ہے۔ ورنہ جب وہ اپنے قلعے تیار کرنے کی فکر میں تھے اسی وقت ممکن تھا کہ اسپارٹی حملہ کردیتے اور انھیں شکست دیدیتے + بالکل ایسے ہی کلیون کے طرز عمل پر غور کیجئے۔ اگر وہ چال نہ چلتا تو غالباً پیلوس روانہ نہ کیا جاتا۔ نکیاس کبھی جزیرے پر قابض نہیں ہوسکتا تھا۔ اور اگر ایتھنزی کامیابی کے خواہاں تھے تو اس کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ کلیون سپہ سالاری کے فرائض انجام دے۔ لیکن اگر اسکی اس خواہش کا اعلان ہوجاتا تو اس کی کامیابی ناممکن تھی۔ اس لیئے اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ محض لوگوں کے کہنے سے جارہا ہے اسی طرح اسپارٹیوں کی یہ تحریک کہ تحقیقات دعاوی کے لیئے ایک جماعت مقرر کی جائے دراصل ان کے دشمنوں کے لیئے ایک چال تھی اور حال ہی میں روسی افغانی سرحد کے معاملے میں جو تحقیقاتی مجلس مقرر ہوئی تھی اس کی کارروائیوں سے ایسی مجالس کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے + اسپارٹیوں کا مقصد یہ تھا کہ جملہ معاملات موسم سرما تک کے لیئے ملتوی ہوجائیں اور اس کیلیئے مجلس تحقیقات کی ترکیب نہایت عمدہ تھی + ان کی اصلی خواہش یہ تھی کہ کوئی بات طے نہو۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اسفاکتیریہ کا لشکر گرفتار ہوا ہے اس وقت بھی انھوں نے صلح کی گفتگو انہاک کے ساتھ نہیں شروع کی +

اس میں شبہ نہیں کہ نکیاس نے اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ ممکن تھا کہ جیسے ارسطیدیش نے پسی تالیہ میں ایرانیوں کا کام تمام کیا تھا ایسے ہی نکیاس ان سپاہیوں کو قتل کردیتا جو اسفاکتیریہ میں گرفتار ہوئے تھے مگر نکیاس مستقل مزاج نہ تھا اور اس سے کچھ نہ ہوسکا

دونوں میں سے ایک امیر البحر بھی اس کی رائے سے متفق نہ تھا مگر اتفاقاً ایتھنزی بڑے کو طوفان نے آگھیرا اور اسے مجبوراً پیلوپونیس کے بندرگاہ میں پناہ لینی پڑی۔ بیوتھیسس نے اپنے ساتھیوں کو پھر سمجھایا کہ اس بندرگاہ کا خوب اچھی طرح سے استحکام کر لینا چاہیئے مگر اس کا جواب اسے یہ ملا کہ ساحل پیلوپونیز پر ایسے بہت سے مقامات ہیں اور ظاہر ہے کہ ان سب پر قبضہ کرنا بالکل غیر ممکن ہے۔ انھوں نے پیلوس کے خصوصیات پر غور نہیں کیا کہ وہ دراصل ایک راس پر واقع ہے اور اس کی قلعہ بندی نہایت آسانی سے ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے قریب ہی ایک قدرتی بندرگاہ ہے جسے اب خلیج نادارینہ کہتے ہیں اور چونکہ اس کے عین مقابل جزیرۂ اسفاکتیریہ ہے اس لیئے یہ بندرگاہ بالکل محفوظ و مامون ہو گئی ہے۔ اس میں ایک اور خوبی بھی تھی اور وہ یہ کہ نسطور کا سن

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کلیون کم سے کم تنومند تو تھا۔ ایتھنزیوں کا طریق کار کلیۃً استراتی گو کے انتخاب اور انہی شخصیت پر منحصر تھا۔ اس معاملے کے متعلق گلبرٹ اور بیلوخ نے نہایت مدلل اور مفصل بحث کی ہے اور ناظرین کو ان ہی کی کتابیں پڑھنی چاہئیں۔

اس سلسلے میں یہ بھی ممکن ہے کہ طوسی دیدش کے بیان کی تفصیلی تنقید کی جائے اور اس کے چند حصوں کو خود ساختہ قرار دیا جائے۔ مثلاً کیا یہ قرین قیاس ہے کہ اسپارٹیوں کے پاس آہنی اوزار نہ تھے یا یہ کہ اسپارٹیوں نے چار سو ہوپ لیت جزیرۂ اسفاکتیریہ میں اتار دیئے؟ آخر وہ کس مصرف کے تھے؟ پیلوس تو اس جزیرے سے کبھی تسخیر نہ ہو سکتا تھا اگر اسپارٹی ہی فتح مند ہوتے تو وہ بہ آسانی ایتھنزیوں کو بغیر اس مہم کے گرفتار کر سکتے تھے اگر انھیں شکست ہوتی تو ان چار سو کا پتہ بھی نہ ملتا۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اسپارٹیوں سے اسقدر بے وقوفانہ حرکت سرزد ہوئی؟ اس کے جواب میں ہم فوراً اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جیسا کسی شخص نے خوب کہا ہے کہ پیلوس کی تفصیل طوسی دیدش نے اس لیئے گھڑی تھی کہ وہ محاصرۂ پلاٹیہ کا گویا جواب ہو جائے اور تاکہ وہ دکھا سکے کہ کسی شہر کا محاصرہ کس طرح کرنا چاہیئے۔

نسطور جنگ پلوپونیز کے زمانے میں پیلوس کے ایک بادشاہ کا نام تھا جس کی میعادیوں کے دل میں بہت وقعت تھی (مترجم)۔

ہونے کے سبب سے میسینیوں کے دل میں اس کی ایک خاص وقعت تھی۔ اس لیئے اگر اس کی قلعہ بندی ہوگئی تو وہ میسینیوں اور ہیلوتوں کے لیئے بمنزلۂ جائے پناہ ہوجائے گا۔ طوسی دیدش کا بیان ہے کہ باوجود ان تمام باتوں کے ایتھنزی بیڑے میں ایک متنفس بھی ایسا نہ تھا جو دیموس تھینس کا ساتھ دینے کے لیئے تیار ہوا اور اگر ایتھنزی ملاح اس کی بات ماننے کے لیئے تیار ہوگئے تو محض اس لیئے کہ وہ تھک کر پست پڑ گئے اور آرام لینا چاہتے تھے۔ اور چونکہ طوفان باد و باراں برابر جاری رہا اس لیئے انھیں پیلوس میں خلاف امید زیادہ قیام کرنا پڑا۔ انھیں وہاں کچھ کرنا تو تھا ہی نہیں یہ ہی شروع کر دیا کہ ویران ٹیلوں کی چوٹیوں کو حلقہ بند کریں اور جب اس کی ابتدا ہوگئی تو پھر یہ کام نہایت جوش و خروش سے جاری رکھا۔ چونکہ ایتھنزیوں کے پاس ایسے آہنی اوزار نہ تھے جن سے پتھر توڑے جا سکتے اس لیئے جیسے پتھر ملے ویسے ہی اٹھا لیئے اور انھیں اپنی کمروں پر رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا شروع کیا۔ انھیں اس وجہ سے اور بھی آسانی ہوگئی کہ قدیم شہر کے چاروں طرف اونچے اونچے ٹیلے تھے اس لیئے اس کے اکثر حصے کو قلعہ بند کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ اس وقت اسپارٹی افواج مسینیہ اور لقونیہ میں تھیں۔ اور گو انھیں اس کا علم ہوگیا کہ ایتھنزی پیلوس میں اتر گئے ہیں مگر انھوں نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی اور کوئی فوری دفاعی تدبیر صرف اس وجہ سے نہیں سوچی کہ اس وقت وہ ایک مذہبی تہوار میں مصروف تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ کچھ عرصے کے لیئے سیاسیات کو بالائے طاق رکھ دینا بہتر ہے اور جب انھیں فرصت ہوگی تو بہ آسانی تمام وہ اس چھوٹے سے قلعے پر قبضہ کر لیں گے۔ ادھر ایتھنزیوں نے اپنا کام چھ روز میں ختم کر لیا اور پانچ جہاز دیموس تھینس کے سپرد کر کے باقی ماندہ بیڑے نے کورکائرا اور سسلی کا رخ کیا۔

۳۶۵ گو اسپارٹی مرکزی حکومت اور عہدہ داروں نے ان معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی مگر جو اسپارٹی فوج ایٹیکا میں تھی وہ ان واقعات سے نہایت متردد ہوئی۔ انھیں ایٹیکا آئے ہوئے صرف پندرہ روز ہی ہوئے تھے مگر جوں ہی انھوں نے پیلوس کے قبضے کی خبر سنی فوراً وہ دشمن کا ملک چھوڑ کر واپس چل دیئے تاکہ جتنی جلد ہو سکے ایتھنزیوں کو پیلوپونیز سے بھگا دیں۔ اس مقصد کی

تحقیق کے لیئے انھوں نے چاروں طرف سے مسلح سپاہی جمع کیئے اور شمال کیجانب سے سات جہازوں کا بیڑا ان کی مدد کے لیئے آگیا۔ اس وقت یو یمدون جزیرہ نرا کنتھوس میں تھا جو پیلوس سے صرف ستر میل کے فاصلے پر واقع ہے (گویا اتنی ہی دور جیسے جنوا سے لیورنو) اور اب دیموس تھینس نے اسے بلانے کے لیئے بسرعت تمام ایک آدمی روانہ کیا۔ اسپارٹیوں نے خلیج کے دونوں راستوں پر قبضہ کرلیا یعنی شمالی راستے پر جو پیلوس سے بالکل متصل تھا اور جنوبی راستے پر جو شمالی راستے سے زیادہ وسیع تھا اور ساتھ ہی چار موبیں ہوپ لیت اور ان کے ساتھ چند ہیلوت قریب کے جزیرۂ اسفاکتیریا پر اتار دیئے جو دونوں آبناؤں کے درمیان میں واقع تھا۔ اپنے اس کارنمایاں سے اسپارٹی نہایت خوش ہوئے اس لیئے کہ جو شخص بھی آنا چاہتا تو وہ یا تو قدرتی بندرگاہ میں لنگرانداز ہوتا یا جزیرے پر اور انھیں یہ خیال ہوا کہ اگر ایتھنزیوں نے آنا چاہا تو انھیں فوج اتارنے میں نہایت دقت کا سامنا کرنا پڑیگا مگر انھیں یہ گمان بھی نہ ہوا کہ ایتھنزیوں کے لیئے سب سے زیادہ آسانی اس میں ہوگی کہ اسپارٹی بیڑے پر باضابطہ حملہ کریں اور اسے شکست دیں۔ جب دیموس تھینس نے دیکھا کہ اسپارٹی پیلوس کو یلغار کرکے لینا چاہتے ہیں تو اس نے ان سپاہیوں کو جن کے اسلحہ نسبتہً خراب تھے اس کنارے پر کھڑا کیا جو یونانی ساحل کے مقابل تھا اور جو نسبتہً محفوظ تھا اور ساٹھ ہوپ لیت اور چند تیرانداز لے کر فصیل سے باہر مغربی کنارے پر خود کھڑا ہوگیا جہاں صرف چند ہی جہازوں کے قیام کی جگہ تھی اس مقام کی حفاظت نہایت ضروری تھی اور اگر اس پر دشمن کا قبضہ ہوگیا تو فصیل بالکل بیکار ثابت ہوجاتی۔ براسی داس نے اپنے سپاہیوں کا دل بڑھانے میں مطلق کوتاہی نہیں کی اور خود بھی ان کے ساتھ حملے میں شریک کار ہوا مگر مٹھی بھر ایتھنزیوں نے اسپارٹیوں کا حملہ پسپا کردیا۔ براسی داس خود بھی زخمی ہوا اور اس کی ڈھال سمندر میں گرگئی جہاں سے ایتھنزیوں نے اسے نکال کر بطور یادگار فتح کے نصب کردیا۔ دو روز تک اسپارٹی حملے برابر جاری رہے پھر بھی ان کا غلبہ نہیں ہوا اور آخرکار ان کو اپنے سپاہی منجنیق لینے کی غرض سے ازمینے روانہ کرنے پڑے۔ اب ایتھنزی بیڑا بھی آپہنچا جس میں پچاس جہاز تھے۔ مگر اسپارٹیوں نے کوئی حرکت نہیں کی اور دوسرے دن بھی ۴۶۶

ان کا بیڑا اس قابل نہ تھا کہ کچھ کر سکے شاید اس وجہ سے کہ اس وقت تک براسی اس تندرست نہ ہوا تھا کسی نے خلیج کے دونوں راستوں کا خیال بھی نہیں کیا۔ ایتھنزی نہایت اطمینان سے خلیج میں داخل ہوئے اور پانچ جہاز گرفتار بھی کر لیے باقی میدان سے بھاگ گئے۔ اب اسفاکتیریہ کی فوج کے رسل و رسائل منقطع ہو چکے تھے اور ایتھنزی گویا خلیج کے مالک تھے۔ انھیں اتنی جرأت تو نہ ہوئی کہ ان پر براہ راست حملہ کرتے اس لیے انھوں نے جزیرے کے ہر چہار طرف چکر لگانا شروع کیا تاکہ اسپارٹی وہاں سے نہ نکلنے پائیں۔ یوں تو کل اسپارٹی فوج پیلوپس کے مقابلے کے لیے تیار تھی مگر وہ بالکل بے دست و پا تھی اس لیے کہ ایک طرف تو اسپارٹیوں میں قلعے مسخر کرنے کی مطلق اہلیت نہ تھی اور ایتھنزی بیڑے پر حملہ کرنا خارج از بحث تھا خود اسپارٹی بھی یہ محسوس کرنے لگے تھے اسفاکتیریا کے لشکر کو بچانا قطعی محال ہے۔ مگر چونکہ اس میں بہت سے اسپارٹی شہری بھی تھے اور ان کی زندگی خطرے میں تھی اس لیے ہر شخص ان کی رہائی کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔ ایک تدبیر سمجھ میں آئی کہ صلح کی گفت و شنود شروع کر دی جائے اس لیے کہ کم از کم گفت و شنود کے دوران میں تو ان کے ساتھیوں کی جانیں محفوظ رہیں گی۔ ممکن ہے کہ جیسے پسی تالیا میں ایتھنزیوں نے ایرانی قیدیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اسی طرح وہ اسپارٹیوں کو تہ تیغ کر دیں۔ ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ انھیں کافی وقت مل جائے اور یہ مقصد گفت و شنود کے بہانے سے نہایت عمدگی سے حاصل ہو سکتا تھا۔ بدیں وجوہ اسپارٹیوں کی تحریک سے دونوں فریق اس معاہدے پر راضی ہو گئے کہ اسپارٹی بیڑے کے وہ جہاز جو بروقت لقونیہ میں موجود تھے وہ سب ایتھنز کے حوالے اس شرط پر کر دیے جائیں کہ اسفاکتیریہ کی فوج کو دوران گفت و شنود میں برابر سامان رسد پہنچتا رہے اور اسپارٹی سفیر ایک ایتھنزی سہ طبقہ جہاز پر ایتھنز جائیں اور ان کی واپسی تک جنگ ملتوی رہے۔ جب وہ واپس آ جائیں اسوقت مہلت کا وقت ختم ہو جائے اور اسپارٹی جہاز اسپارٹا کو واپس دیدیے جائیں۔ ۳۶۷

یہ ایک انوکھی بات تھی اور ایتھنزیوں کے لیے اس سے زیادہ کوئی امر قابل اطمینان نہیں ہو سکتا تھا کہ اسپارٹی ایک ایتھنزی کشتی میں ایتھنز آئیں اور صلح کے لیے دست استعانت پھیلائیں۔ ان اسپارٹی سفرا نے ایتھنز پہنچ کر یہ کہا کہ اسپارٹی ہر حال میں

صلح کے لیئے تیار ہیں اور ایتھنزیوں پر زور ڈالا کہ وہ اپنے دعاوی میں اعتدال سے کام لیں تاکہ اسپارٹیوں کو شکریے کا موقع ملے انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ اسپارٹا ایتھنز سے معاہدہ کرنے پر تیار ہے اور اگر ایسا معاہدہ ہوگیا تو دونوں دولتیں گویا تمام یونانیوں پر تنہا حکمرانی کرسکیں گی + اس کے جواب میں **کلیون** کے کہنے سے ایتھنزیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ جو اسپارٹی جزیرۂ اسفاکتیریہ میں تھے وہ سب ایتھنزیوں کے حوالے کر دیے جائیں اور اس کے ساتھ ہی نسیہ، پے گائے، ترووے زین اور اکائیہ کا مملکت ایتھنز میں الحاق کر دیا جائے۔ اس پر اسپارٹی سفرا نے یہ استدعا کی کہ ایتھنزی اپنے قائم مقام منتخب کریں جو ان سے ان مطالبوں کے متعلق گفتگو کرکے کسی خاص طرز عمل پر متفق الرائے ہوسکیں۔ مگر **کلیون** نے اس تحریک کی نہایت زور وشور سے مخالفت کی اور کہا کہ اصل یہ ہے کہ اسپارٹی چاہتے ہیں کہ ایتھنزیوں کی آنکھوں میں خاک ڈالیں اور چونکہ ہر معقول تحریک پر برسرعام مباحثہ ممکن ہے اس لیئے کسی قائم مقام کے تقرر کی مطلق ضرورت نہیں + **کلیون** کی یہ رائے بہت صائب تھی حقیقت یہ ہے کہ کمیشن کے ذریعے سے گفتگو کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ مزید تیاری کے لیئے وقت مل جائے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اسپارٹا کا مطلب بھی یہ ہی تھا + بہرحال سفرائے اسپارٹا نے ایتھنزی مطالبوں کا برسرعام جواب دینے سے انکار کر دیا اور ایتھنز سے **پیلوپونیز** کی راہ لی + جب وہ **پیلوس** پہنچے تو انھوں نے مطالبہ کیا کہ عارضی صلح ختم ہوگئی اور اب ایتھنزی اپنے وعدے کے مطابق اسپارٹی بیڑا واپس کر دیں۔ مگر ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ دوران التوا میں ہی اسپارٹیوں نے **پیلوس** پر حملہ کرکے شرائط کو توڑ دیا تھا اس لیئے انھیں اپنے وعدے پر قائم رہنے کی کوئی وجہ نہیں + اس پر اسپارٹیوں نے صدائے احتجاج بلند کی اور فریقین میں پھر جنگ شروع ہوگئی[۱۲]

---

[۱۲] کرتیوس "تاریخ یونان" ۲ (۶) ۸۲ ۴ وغیرہ + اس کے نزدیک **کلیون** بڑی اُجڈ طبیعت کا شخص تھا اور اس نے جو سوال جواب کیئے ان سے اس کی غیر ذمہ داری اور اوچھاپن ظاہر ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ "ایتھنزیوں نے اسپارٹی بیڑے کی واپسی سے جو خلاف انصاف انکار کیا وہ صرف اس وجہ سے قابل معافی ہے کہ خود پیلوپونیزیوں کے بیان کے بموجب اسپارٹیوں نے عارضی صلح کے

مگر واقعات ایتھنز کے حسب دلخواہ رونما نہیں ہوئے۔ اسپارٹیوں نے
اپنی فوج اور سامان تو پیلوپس کے قریب جمع کر دیا اور آخر کار صحیح طرز عمل پر کاربند
ہونے لگے یعنی چند ہیلوتوں سے انعام اور آزادی کا وعدہ کیا اور ان کے ذریعے سے
خفیہ طور پر اسفاکتیریہ سامان خورونوش بھیجنا شروع کیا۔ اب موسم بھی خراب ہو چلا ۳۶۸
اور ایتھنزیوں کو یہ خوف ہوا کہ عنقریب وہ طوفان کے سبب سے جزیرے کی ناکہ بندی
نہ کر سکیں گے اور اس طرح وہ انعام جو ابھی گویا دست غیب سے ملنے والا تھا اور
جس کے وہ نہایت درجہ منتظر تھے انھیں نہ مل سکے گا یعنی اسپارٹی قیدی ان کے
پنجے سے نکل جائیں گے۔ ایتھنز کی عام رائے بھی پلٹ گئی اور کلیون پر یہ الزام لگایا
گیا کہ اسی نے صلح نہیں ہونے دی۔ اس الزام کا اس نے یہ جواب دیا کہ یہ خود سپہ سالاروں
کی غلطی ہے کہ انھوں نے اسفاکتیریہ کے قیدیوں کے گرفتار کرنے میں اس قدر تاخیر
کی۔ جماعت استراتی گوز کے سرگروہ نکیاس کو کلیون کی یہ نیش زنی پسند نہ آئی
اور اس نے یہ جواب دیا کہ اسفاکتیریہ کی تسخیر اور وہاں کے لشکر کی گرفتاری کوئی آسان
کام نہیں۔ اگر کلیون اسے آسان سمجھتا ہے تو وہ نہایت خوشی سے خود اس مہم کو
سر کرے اور استراتی گوز جملہ سامان اس کے حوالے کرنے پر تیار رہیں۔ مگر ابتدا میں
تو کلیون نے یہ کہکر ٹال دیا کہ وہ کوئی استراتی گوس تھوڑا ہی تھا کہ اس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شرائط خود توڑ دیے تھے"۔ مگر اسپارٹیوں نے اس سے اس کا کبھی اقرار نہیں کیا
کہ وہ شرائط صلح پر کاربند رہے۔ محض صدائے احتجاج بلند کرنے سے کوئی بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی
اور نہ یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ مرتکب نہ تھے۔ بدیں وجوہ اس کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اسپارٹیوں
نے ان شرائط کو خود ہی توڑ دیا تھا۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنز حقیقتہً اور قانوناً برسرحق تھے اور
انھیں اپنا بچاؤ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جنگ پیلوپونیز میں اسپارٹا نے اس کے علاوہ
اور مواقع پر بھی شرائط طے شدہ سے علانیہ منھ موڑا تھا مثلاً صلخا مہ نکیاس میں جو شرائط اضی پوس
کے متعلق تھے وہ انھوں نے پورے نہیں کیے۔ بدیں وجوہ اگر بالفرض ایتھنز میں عموی گروہ ہی برسر اقتدار
ہوتا اور اسی کے کہنے سے ایتھنزی اپنے حقوق پر سختی سے قائم رہتے تو بھی ان پر ہرگز الزام نہیں لگایا
جا سکتا۔ مگر اس وقت تو کلیون کو جنگ کے انتظام سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔

ذمہ داری ہو۔ مگر جب ایتھنزی بہت مصر ہوئے تو وہ راضی ہو گیا اور کہا کہ وہ اس مہم کے لیئے شہریوں کو زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ بلکہ اگر لیمنوس اور امبروس کی کچھ فوج اس کے حوالے کی جائے اور ائی نوس کے گو پھینئے اور چار سو تیر انداز اسے دیدیئے جائیں تو وہ یا تو بیس روز میں اسفاکتیریہ کے اسپارٹیوں کو گرفتار کرلے گا ورنہ خود اپنی جان ہلاک کرے گا۔ ان شرائط سے اور خاصکر دوسری شرط سے کلیون کے مخالف مطمئن ہو گئے ؛

کلیون نے اس مہم کی تیاریاں بہت جلد ختم کرلیں اور دیموس تھینس کو جو پیلوس ہی میں تھا اپنا مددگار مقرر کیا۔ طوسی دیدش کا بیان ہے کہ وہ اس سے واقف تھا کہ عرصۂ دراز سے دیموس تھینس اسفاکتیریہ کے حملے کی فکر میں ہے۔ مگر وہ صرف تقاریر اور واقعات پر ہی اکتفا کرتا ہے اس لیئے ہم اس کے اس مجمل بیان پر چند خیالات کا اضافہ کریں گے جن سے ایتھنز کی اندرونی تاریخ واضح ہو جائے گی معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھینس اور ذی اثر سرانبوہ کلیون میں باہمی اتحاد عمل ہو گیا تھا اسلیئے کہ دیموس تھینس کے ذہن میں اسپارٹیوں کو شکست دینے کی جو ترکیب آئی تھی اس ۳۶۹
کی تکمیل کا یہی ایک ذریعہ تھا کہ ایک تو پیلوس کو فوج بھیجی جائے اور ایتھنزی فوج اسفاکتیریہ پر اتر پڑے۔ یہ دونوں باتیں ان دو رہبروں نے پہلے ہی سے سوچ لی تھیں ان واقعات کو پیش نظر رکھ کر وہ طریقہ بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے جس سے کلیون اسپارٹی سفرا کے ساتھ پیش آیا۔ یہ سفیر ایک ایتھنزی کشتی میں ایتھنز آئے اور کشتی بان کے ذریعے سے دیموس تھینس نے کلیون سے یہ کہلوا دیا کہ وہ اس امر پر زور دے کہ کسی نہ کسی طرح سے اسفاکتیریہ کا لشکر گرفتار ہو جائے اور یہ ایک معقول فوج کے ذریعے سے بہ آسانی تمام ہو سکتا ہے۔ یہ ہی وجوہ تھے جن سے کلیون نے اسفاکتیریہ کے اسپارٹیوں کی اطاعت کا مطالبہ کیا اور القوائے جنگ کی کیفیت کو ختم کرنے میں جلدی کی۔ اس لیئے کہ اگر سال کے بدترین حصے میں عارضی صلح جاری رہی تو ایتھنزیوں کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب تک ان کا بیڑا لڑنے کے قابل رہے گا۔ اس وقت تک تو اسفاکتیریہ کا لشکر گرفتار نہ ہو سکے گا اور موسم سرما آتے ہی اسپارٹی گفت وشنید ختم کرکے جزیرے سے ارض یونان کو بھاگ جائیں گے۔ مگر جب تک نکیاس اشتراتی گو

کا صدر تھا اس وقت تک اسفاکتیریہ کے خلاف کوئی قطعی کارروائی نہیں ہو سکتی تھی صرف کلیون اور دیموس تھینس ہی میں یہ قابلیت تھی کہ وہ جزیرے کو تسخیر کر لیتے۔ مگر مشکل یہ تھی کہ کلیون خود کو پیش نہیں کر سکتا تھا ورنہ وہ ایتھنزیوں کا مورد طعن بن جاتا۔ اس لیئے اس نے نہایت دانشمندی سے یہ ظاہر کیا کہ اسے سپہ سالاری کی ہرگز ضرورت نہیں اور صرف اسی حال میں عہدہ قبول کیا جب اس پر ایتھنزیوں نے دباؤ ڈال کر گویا مجبور کر دیا + کلیون بظاہر تو اکھڑ معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت اس میں سیاسی قابلیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور چونکہ اس کی پشت پر دیموس تھینس سا مبصر تھا جسے فوجی امور میں کمال حاصل تھا اس لیئے وہ اپنے رتبے اور حیثیت پر بہ آسانی فخر کر سکتا ہے۔

وقت بھی حملے کے لیئے مناسب تھا اور اس میں مزید تعویق نہیں کی گئی۔ جزیرہ اسفاکتیریہ میں ایک جنگل تھا جس سے اُس کے مدافعوں کو اپنے بچاؤ کا بہت موقعہ تھا ایک مرتبہ خود دیموس تھینس کو ایتولیہ کے جنگل میں راستہ بھول جانے سے نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا تھا۔ اور جب اس نے یہ سنا کہ اسپارٹیوں کی سہل انگاری اور غفلت سے اسفاکتیریہ کے جنگل میں آگ لگ گئی اور سب درخت برباد ہو گئے تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اب ایتھنزیوں کے لیئے دشمن کی قوت کا اندازہ کر لینا کوئی مشکل بات نہ تھی اس لیئے کہ ان کے پڑاؤ سے اسپارٹی صاف نظر آتے تھے اور وہ بہ آسانی اپنے منصوبے قائم کر سکتے تھے + جب اسپارٹی حکومت نے کلیون کے اس مطالبے کو مسترد کر دیا کہ اسپارٹا کا لشکر ہتھیار ڈال دے تو ایک دن آرام لیکر دیموس تھینس نے جزیرے پر حملہ کر دیا۔ پہلے تو اس نے راتوں رات آٹھ سو ہوپ لیت اس میں ۳۷۰
اتار دیئے۔ اسپارٹیوں کی مرکزی فوج جزیرے کے وسط میں کھارے پانی کے ایک چشمے کے قریب پڑی تھی اور شمالی راس پر جو سب سے زیادہ ڈھالواں تھی ایک مختص دستہ متعین تھا اور جہازوں کی گودی کی حفاظت کے لیئے بیس ہوپ لیت کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ سب سے پہلے یہ ہوپ لیت ہی زد میں آگئے اور ایتھنزیوں نے ان میں سے ایک کو بھی زندہ سلامت نہیں چھوڑا + اب میدان خالی تھا اور صبح ہوتے ہی باقی ماندہ ایتھنزی بھی اتر آئے اور مرکزی اسپارٹی فوج پر حملہ شروع ہوا + ہلکے ہتھیار والے سپاہیوں کے دو دو سو دستوں کو حکم ہوا اسپارٹیوں کا حصار کر کے انھیں دق کریں

نگران کے قریب آئیں۔ اسپارٹی ان چھوٹے چھوٹے حملوں سے تنگ آگئے اس لیئے کہ وہ دشمن سے دوبدو نہ ہو سکتے تھے اور اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ انھیں سب سے بڑی دقت یہ ہوئی کہ حملہ آوروں کا اس قدر شور تھا کہ سپاہی افسروں کے احکام بالکل نہیں سن سکتے تھے اور چونکہ ہوا میں جلے ہوئے درختوں کی راکھ اڑ رہی تھی اس لیئے وہ اپنے چاروں طرف دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ غرض یہ ہے کہ جو اثر ان حملوں کا ہوا وہ خود حملہ آوروں کی امید سے کہیں زیادہ تھا۔ بہرحال اسپارٹی اس قدر مجبور ہو گئے کہ انھیں قلعہ جنیرہ کو خیرباد کہنا پڑا اور شمال میں ایک بلند زمین پر چلے گئے۔ مگر وہاں پانی کی کمی تھی اور جب میسینی دستے کا سرگروہ ایتھنزی سپہ سالار سے اجازت لے کر ایک ٹیلے پر چڑھ گیا جہاں سے یہ مقام جہاں اسپارٹیوں نے پڑاؤ ڈال لیا تھا اس کی دسترس میں آگیا تو اسپارٹیوں کو چار و ناچار ہتھیار رکھ دینے پڑے۔ ان کے سامنے دو راستے تھے جن سے ایک کو وہ پسند کر سکتے تھے۔ یعنی اطاعت اور موت۔ ایتھنزیوں کی تو یہ خواہش تھی کہ وہ اطاعت پر راضی ہو جائیں اور اسی لیئے اسپارٹیوں نے اپنے ہم وطنوں سے جو ارض براعظم پر تھے استفسار کیا۔ اور وہاں سے یہ جواب پا کر کہ اپنی عزت کو ملحوظ رکھ کر وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں انھوں نے آخر کار ہتھیار رکھ دیئے۔ چار سو بیس ہوپ لیتوں میں سے صرف ۲۹۲ باقی رہے تھے اور ان میں سے ایک سو بیس اسپارٹی شہری تھے۔

کلیون نے جس خوبی سے اپنے وعدے کا ایفا کیا تھا اس سے ایتھنزی بہت متاثر ہوئے۔ اور انھیں پہلی مرتبہ اس کا انکشاف ہوا کہ ایسے اسپارٹی بھی ہیں جو زندگی کو موت پر ترجیح دیتے ہیں اور انھیں ان خوبیوں میں کمی کے آثار معلوم ہونے لگے جو ان کی نظر میں اسپارٹی قوم کی تھیں۔ اس میں بھی شبہ نہیں کہ ان واقعات سے لوگوں کی نظر میں ایتھنزیوں کی بہادری کی بھی وقعت نہیں بڑھی اس لیئے کہ حملہ آور ایسی چال چلے تھے جس سے ان سب کی جانیں بچ گئیں۔ بہرحال ایتھنزی جملہ اسپارٹی قیدیوں کو ایتھنز لے گئے اور وہاں پہنچ کر ایک اسپارٹی نے اپنی شکست کے واقعات کو اس انداز سے بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود ہزیمت کے اس کی طبیعت میں اس وقت تک خوش مزاجی کی خو بو باقی تھی جب ایتھنزیوں نے اسیروں سے توہین آمیز سزا کے میں کہا کہ جو لوگ اسفاکتیریہ میں کام آئے وہ یقیناً نہایت بہادر ہوں گے تو اس نے ۳۷۱

اس کا یہ جواب دیا کہ جن تیروں نے چن چن کر بہادروں کو ملک عدم کا راستہ بتایا ان تیروں کی چالاکی اور عقلمندی میں بھی شبہ نہیں ہو سکتا + اس مہم میں سب سے زیادہ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ اس میں دیموس تھینس نے نہایت دانشمندی کا ثبوت دیا اور وہ ان مبصّرین فن حرب کا گویا پیشرو ہے جنھوں نے آئندہ چوتھی صدی ق م میں کارہائے نمایاں انجام دیئے +

اسپارٹی شہریوں کی گرفتاری کا فوری نتیجہ صرف یہی ہوا کہ اس کے بعد اسپارٹیوں نے اٹیکا پر حملہ نہیں کیا۔ ایتھنزیوں کو اپنی فصلیں اتنی ہی عزیز تھیں جتنی اسپارٹیوں کو اپنے ہم وطنوں کی جانیں۔ اور ایتھنزیوں نے اس کا اعلان کر دیا کہ اگر ان کے ملک پر حملہ ہوا تو جو قیدی ان کے قبضے میں ہیں وہ فوراً قتل کر دئے جائیں گے + اس کے علاوہ باقی میدانوں میں جنگ برابر باقی رہی اس لیئے کہ اسپارٹی ایتھنزی شرائط تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔ ایتھنزیوں نے خاکنائے کے قریب متعدد حملے کیئے اور تروائے زمین کے قریب جزیرہ نمائے میتھونے پر قبضہ کر کے اس چھوٹی سی خاکنائے پر جو اسے آرگولسی ساحل سے ملاتی ہے ایک فصیل تیار کی اور اس طرح چونکہ میتھونے جزیرہ ائی گینا کے بالکل مقابل تھا اس لیئے ایتھنزیوں کو آرگولس کے ساحل پر جانے کا گویا ایک بنا بنایا راستہ مل گیا جہاں جب ان کا جی چاہتا وہ جا سکتے تھے بلکہ موقعہ پا کر اس کے ذریعے سے قدیم ایونیائی بلدیہ ٹروائے زمین پر بھی قبضہ کر سکتے تھے +

تقریباً اسی زمانے میں کورکائرا کی خانہ جنگی آخر کار اختتام کو پہنچی اور دونوں فریقوں میں اس قدر مخاصمت تھی کہ جن اشرافیوں نے کوہ استونے کو مستحکم کر لیا تھا انھوں نے اپنے ہم وطنوں کے سامنے سر اطاعت خم کرنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ ان ایتھنزیوں کے سامنے ہتھیار رکھ دیئے جو پیلوس سے عوام کے بلائے ہوئے آئے تھے + ایتھنزی انھیں جزیرہ پٹی کیا لے گئے جو کورکائرا سے بالکل قریب تھا اور ان سے یہ ٹھیرا کہ اگر ان میں سے ایک فرد بھی بھاگنے کی کوشش کرے گا تو باقی افراد کی حفاظت کے وہ ذمہ دار نہیں ہوں گے + ہمارا خیال ہے کہ ایک ایتھنزی سپہ سالار کو اس قسم کے معاہدے پر زور دینا نہیں چاہیئے تھا اس لیئے کہ اس سے ایک شخص کی بیوقوفی سے گروہ کے گروہ کی جان کا اندیشہ پیدا ہوتا تھا۔ اور اگر طوسی دیدش نے غلطی نہیں کی ۳۷۲

تو اس کے بیان سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزیوں کی نیت ابتدا ہی سے بد تھی اور نتیجہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ کورکائرا کی عموم نے قیدیوں کو رائے دی کہ وہ چپکے سے بھاگ جائیں اور خفیہ طور پر اس کی اطلاع ایتھنزی سپہ سالار کو کر دی جس پر ایتھنزیوں نے بدبخت قیدیوں کو ان کے ہم وطنوں کے سپرد کر دیا۔ ان میں سے بعض تو فوراً تہ تیغ کر دئے گئے باقی نے خودکشی کر لی۔ اصل میں قصہ یہ تھا کہ ایتھنزی سپہ سالار سسلی جانا چاہتے تھے اور یہ نہیں چاہتے تھے کہ محض کورکائرا کے اسیروں کی وجہ سے وہ اپنا وقت بیکار ضائع کریں۔

ایتھنزیوں کو مغربی یونان میں ایک اور کامیابی ہوئی۔ ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ امبریسیہ نے شہر اناکتوریوم پر سے قبضہ اٹھا لیا تھا اور اب ایتھنزیوں اور اکارنانیوں نے مل کر اس پر قبضہ کر لیا۔ مشرق میں انھیں ایک اور طرح کی کامیابی ہوئی۔ انھوں نے شہر ایون میں جو دریائے استریمون پر واقع تھا ایک ایرانی امیر مسمی ارتافرنز کو گرفتار کر لیا اور جب ایتھنزیوں نے وہ خطوط پڑھے جو اس کے پاس برآمد ہوئے تو ان سے معلوم ہوا کہ وہ شہنشاہ اردشیر کے لکھے ہوئے اسپارٹی حکومت کے نام مراسلے ہیں اور ان میں شہنشاہ کہتا ہے کہ یوں تو اسپارٹیوں نے بہت سے سفیر ایران کو بھیجے ہیں مگر ان میں سے کوئی شہنشاہ کو یہ نہیں بتا سکا کہ اسپارٹی دراصل کیا چاہتے ہیں اور اب ارتافرنز صرف اس لئے روانہ کیا جاتا ہے کہ اسپارٹی ایک سفیر کو مفصل ہدایات کر کے ایران روانہ کریں۔ ایتھنزیوں نے اس سفیر کو الیفی سوس کے راستے ایران کو واپس بھیج دیا۔ اور جو ایتھنزی اس کے ساتھ گئے تھے ان کی زبانی یہ خبر معلوم ہوئی کہ شہنشاہ اردشیر کا انتقال ہو گیا۔ ارتافرنز کے وفد سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ایتھنز کے روز افزوں اقتدار کی وجہ سے ایران یونان کے معاملات میں دست اندازی کرنا خلاف مصلحت سمجھتا تھا۔ ایتھنز نے اپنی دور اندیشی کا ایک اور ثبوت دیا اور خیوسیوں ان کے شہر کی فصیل مسمار کرنے کا مطالبہ کیا تاکہ انھیں میتی لنہ کی طرح بغاوت کرنے کی آرزو نہ ہو جائے۔ ان تمام واقعات اور مہمات کا ایتھنزی خزانے پر بہت برا اثر پڑا تھا۔ اب اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ لیگ کے خراج میں اضافہ کر دیا جائے اور کلیون کی تحریک پر اس کی مقدار بعض حالتوں میں پہلے سے دونی اور بعض میں اس سے بھی زیادہ کر دی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ہی ساتھ ۴۷۳

ہیلیاستائے کی روزانہ اجرت بھی بڑھا کر تین رویول ہوگئی[۱۳]

جنگ کے آٹھویں سال کی ابتدا میں یعنی مارچ ۴۴۷ ق م میں ان لسبوسیلوں نے جو اپنا جزیرہ چھوڑ کر چلے گئے تھے ٹروائے کے قریب ہیلیسپونت کے شہر رھوئے تیوم پر قبضہ کرلیا۔ مگر جب انھیں کچھ مال مل گیا تو انھوں نے یہ شہر چھوڑ دیا اور لسبوس کے مقابل شہر انتاندروس پر قابض ہوگئے اس لیئے کہ انھیں یہ امید تھی کہ وہ اس مقام پر مستقل طور پر متصرف رہ سکیں گے + دنیا کا یہ حصہ جو گویا ایران اور یونان کے ڈانڈے پر واقع تھا ہر ذی ہمت شخص کے لیئے ہمیشہ رزمگاہ بن جاتا تھا اور بعض مقامات میں تو ایک دن یونان کا اور دوسرے دن ایران کا راج ہوجاتا تھا مگر ظاہر ہے کہ اس قسم کے واقعات سے ایتھنز کے اقتدار میں کوئی بین فرق نہیں پیدا ہوسکتا تھا + کلیون کی کامیابی نے نیکیاس کو خواب سے بیدار کردیا تھا اور اس نے اب یہ چال چلی کہ ساٹھ جہاز اور دو ہزار ہوپ لیت لے کر وہ جزیرۂ کی تھرا پر حملہ آور ہوا اسپارٹا کے لیئے یہ جزیرہ نہایت اہم تھا اس لیئے کہ یہ لقونیہ، اور مصر و افریقہ کے درمیان حائل تھا اور جب اس پر اسپارٹا کا قبضہ ہوتا تھا تو یہاں سے لقونیہ کی بہ آسانی حفاظت ہوسکتی تھی اور اگر کوئی اور حکومت اس کی تسخیر کرلیتی تھی تو اسپارٹا کو لقونیہ کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوجاتا تھا + پہلے تو ایتھنزیوں نے بندرگاہ اسکانڈیہ

---

۱۳ جس نوشتے میں جمعبندی خراج کا ذکر ہے اسکے اجزا رکیوہلر نے جمع کئے ہیں اور یہ سنہ اولمپیاد ۸۰، ۴ میں مرتب ہوئی تھی (مجموعہ نوشتہ ہائے اٹیکا ۱، ۳۷ + مقابلہ کرو کیوہلر:۔ نوشتہ جات و تحقیقات صفحہ ۱۴۲ وغیرہ۔ اور گلبرٹ صفحہ ۱۸۵) لو، سولٹ ۲، ۱۴۵ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پونتوس سے بھی روپیہ وصول کرنے کی کوشش کی گئی اور اسی مقصد کے لیئے لاماخوس پونتوس گیا (طوسی دیدش ۴، ۷۵) ؛

ہیلیاستائے کی تنخواہ میں اضافے کیلئے گلبرٹ صفحہ ۱۸۸ دیکھنا چاہیئے + کلیون کی نظر ہمیشہ روپے کی طرف رہتی تھی۔ اور اس زمانے میں اس کی یہ کوشش بھی ہوئی کہ آرگوس کو ایتھنز کی طرف لے آئے (گلبرٹ صفحہ ۱۸۹ وغیرہ) مگر ارسطوفانیس نے صفحہ ۴۴۴ ق م میں اس کا مذاق اڑایا اور اسے "پلاگونیا کے بدبخت باشندے" کا لقب دیا ؛

پر قبضہ کیا اور پھر شہر کی تھرا کی طرف بڑھے جہاں کے پیریوئکی باشندوں نے فوراً ہتھیار رکھ دیئے۔ اب انھوں نے خاص لقونیہ کے ساحل پر ازینے اور پیلوس کے قرب وجوار کی اراضی کو تباہ و برباد کرنا شروع کیا اور کیتھرا کے مقابل خلیج بویا پر لکدمونی فوج کو شکست دے کر خاص لقونوی ساحل پر ایک یادگار فتح نصب کی۔ اسکے بعد وہ راس مالیہ کا دور کرکے پیلوپونیز کے مشرقی ساحل پہ پہنچے اور وہاں شہر تھریا پر جہاں ائی گینا کے غریب الوطن باشندے آباد تھے قبضہ کرلیا۔ اس مہم میں ایتھنزیوں نے اپنا رعب بہت قائم کرلیا تھا کہ گو اس کے قرب میں ایک لکدمونی فوج موجود تھی مگر اس نے ایتھنزیوں کا مقابلہ تک نہیں کیا۔ ایتھنزی ائی گینیوں کو ایتھنز لائے اور وہاں زن و بچہ کو مار ڈالا جزیرۂ کیتھرا ایتھنزی لیگ میں شامل ہوگیا اور چار تالنت سالانہ یعنی وہی رقم جو چھوٹے سے جزیرۂ تینیدوس کو ادا کرنی پڑتی تھی خراج قرار پایا۔

جنوبی یونان میں تو ایتھنزی فتوحات ہو رہی تھیں مگر جو کچھ ایتھنزی اقتدار سسلی ۳۷۴
میں تھا اس کا خاتمہ اس قرارداد سے ہوگیا جو وہاں کے مقامی یونانیوں نے آپس میں کرلیا اور جس کی رو سے انھیں سسلی کو خیرباد کہنا پڑا + یہ قرارداد گویا اس گفت وشنود کا تتمہ تھا جو اس سے پہلے امبریسیہ اور اکارنانیہ کے مابین ہوچکا تھا۔ اور ان دونوں معاہدوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مملکت ایتھنز کی روز افزوں قوت اور ترقی سے خوفزدہ اور متفکر ہوگئی تھی + سسلی سے اخراج کا الزام ایتھنزیوں نے اپنے سپہ سالاروں پر رکھا اور اس کی پاداش میں انھیں سزا برداشت کرنی پڑی۔

اس ناکامی کے گویا معاوضے میں انھیں اپنے قریب ہی کے محاذ میں جزوی کامیابی ہوئی + اس زمانے میں مگارا کی حکومت پر عمومیوں کا جھنڈا لہراتا تھا اور اس کے تعلقات ایتھنز سے کچھ برے نہ تھے[۱۴۷] مگارا کو ایک تو ایسے ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس لیئے کہ وہ ایتھنز کا گویا ایک قدرتی نشانہ بنا ہوا تھا اور اب

---

[۱۴۷] مگارا کے ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض سیاسی گروہوں (اشرافیت یا عمومیت) کے غلبے سے یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی بلد یہ ایتھنز کا طرفدار تھا یا اسپارٹا کا۔ بلکہ بہت سے دیگر امور بھی ان تعلقات میں مد ہوتے تھے اور خوف یا مادی منفعت کا بھی ان پر بہت اثر پڑتا تھا۔

اس کے چند اشرافی خاندان خلیج کورنتھ کے شہر میگارے میں جا کر آباد ہو گئے اس لیئے اس کی حالت اور بھی ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ ان باتوں سے متاثر ہو کر اب عمومیوں کی یہ خواہش ہوئی کہ شہر کو ایتھنزیوں کے حوالے کر دیں۔ مگر کئی وجوہ سے اس کی ضرورت تھی کہ وہ نہایت پھونک پھونک کر قدم رکھیں۔ خاص نسیہ میں پیلوپونیزی لشکر تھا جو بہ آسانی تمام میگارا آ کر شہر پر قبضہ کر سکتا تھا اور دوسرے خود عمومیوں کی عام رائے بھی کلیتہً ایتھنز کے طرفدار نہ تھی۔ سب سے پہلے تو ایتھنزی فوج اس حصے میں کر دی گئی جو دونوں طویل دیواروں کے درمیان تھا اور اس طرح یہ نسیہ اور شہر کے درمیان حائل ہو گئی۔ اس کے بعد ایتھنزیوں کو شہر میں لانے کے لیئے یہ تدبیر سوچی گئی کہ میگاری فوج ایتھنزیوں پر حملہ کرنے کے بہانے شہر سے نکل آئے اور شہر کے دروازوں کو کھلا رہنے دے اور ایتھنزی ان میں ہو کر شہر میں داخل ہو جائیں مگر یہ ترکیب چلی نہیں اسلیئے کہ کسی نہ کسیطرح فریق مخالف کو یہ چال معلوم ہو گئی اور انھوں نے مگاری فوج کو شہر سے نکلنے کی ممانعت کر دی۔ نسیہ کے پیلوپونیزی لشکر اور شہر کے درمیان تو ایتھنزی حائل تھے اس لیئے نسیہ والوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور آخر کار اس مہم کا نتیجہ صرف یہ ہی ہوا کہ نسیہ پر ایتھنزیوں کا قبضہ ہو گیا۔ براسی داس کورنتھیس کے حملے کے لیئے ایک لشکر آراستہ کرنے میں مشغول تھا۔ جب اس نے یہ سنا کہ مگارا کی لمبی دیواروں پر ایتھنز کا قبضہ ہو گیا ہے تو وہ فوراً ایک چھوٹا سا دستہ لے کر مگارا آیا اور شہر میں داخل ہونے کا مطالبہ کیا۔ مگر ابتدا میں اسے داخلے کی اجازت نہیں دی گئی اس لیئے کہ خود شہر کے اشرافیوں ۳۷۵
کو بھی اس کا یقین نہ تھا کہ براسی داس وقت پر کام دے سکے گا یا نہیں۔ اور اگر بالفرض وہ ناکام ہوا تو پہلے سے بھی زیادہ بدامنی پھیل جائے گی اور اشرافیوں کا رہا سہا اقتدار بھی خاک میں مل جائے گا۔ براسی داس نے اپنی قابلیت کا یہ ثبوت دیا کہ فوراً لڑنے کے لیئے تیار ہو گیا مگر ایتھنزیوں نے لڑنے سے انکار کیا اور اشرافیوں اور عمومیوں نے یہ دیکھ کر کہ وہ براسی داس سے ڈر گئے اور گویا انھوں نے میگارا سے دست کشی اختیار کر لی براسی داس کے لیئے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ اسپارٹیوں نے اب اس زمانے کے رواج کے بموجب فریق مخالف کے قریب ایک سو سربرآوردہ افراد کو جن کے افعال پر وہ سب سے زیادہ

معترض تھا تہ تیغ کیا اور ایک ایسی حکومت قائم کردی جس میں سپارٹی کے فریق کو غلبہ حاصل تھا
مشرق میں بھی ایتھنز کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی اس لئے ایشیائے کوچک
کی مہم کو بھی کوئی اہمیت حاصل نہیں اور اس سے سیاسی بساط میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا
ایتھنزیوں نے متی لنی جلاوطنوں سے انتاندروس واپس لے لیا اور تھینیا کے
ساحل پر ایک ایتھنزی بیڑا جس کا امیر البحر لاماخوس تھا طوفان میں تباہ ہوگیا +
اس کے برعکس براسی داس کے عزم اور عقلمندی کی وجہ سے ایتھنز کو تھریس میں
پے در پے زبردست فتحیں پہنچیں۔ اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اسپارٹا کی کامیابی کی صرف ایک صورت
ہے اور وہ یہ کہ ایتھنزی قوت وجبروت کا سرچشمہ یعنی ایتھنزی لیگ برباد کردی جائے۔
مگر چونکہ ایتھنز کی بحری قوت برابر قائم ہے اس لئے ایشیائی حلیفوں کو تو ہاتھ لگایا نہیں
جاسکتا۔ اب رہا تھریس، وہاں ضرور بری راستے سے فوجیں روانہ کی جاسکتی ہیں۔
اسی لئے اس نے حکومت سے درخواست کی کہ اسے تھریس بھیج دیا جائے +
اسپارٹی اس مہم کی صحیح اہمیت کا تو اندازہ کر نہیں سکتے تھے۔ وہ محض اس لئے
براسی داس کے شمال کی طرف بھیجنے کے لئے راضی ہوگئے کہ اس سے اس طرح
چھٹکارا مل جائے گا اور اسے اجازت دی کہ وہ اپنے ساتھ ایک ہزار پیلوپونیزی رنگروٹ
اور سات سو ہیلوت لے کر روانہ ہوجائے + جب سے پیلوس اور کیتھیرا پر ایتھنزی
قبضہ ہوا تھا اسی وقت سے اسپارٹی ہیلوتوں کی طرف سے سخت متفکر تھے۔ طوسی دیدس
کا بیان ہے کہ اس سے کچھ ہی دن پیشتر اسپارٹیوں نے ہیلوتوں کی ایک جماعت کے
ساتھ ایک چال چلی تھی۔ سرکاری اعلان ہوا کہ جو ہیلوت اپنی خدمات پیش کریں گے ۴۲۷
اور اپنی بہادری کے کرشمے دکھائیں گے انھیں آزادی عطا کی جائے گی ۔ جنھوں
نے اپنی خدمات پیش کیں ان میں سے دو ہزار چن لئے گئے اور پھر ان سے شہر کی قربانگاہوں
کا طواف کرایا اور پھر اسپارٹی انھیں شہر سے باہر لے گئے۔ اس کے بعد پھر کبھی
ان کا ذکر سننے میں نہیں آیا اور گمان غالب ہے کہ وہ سب کے سب قتل کر ڈالے گئے
ظاہر ہے کہ سب ہیلوتوں سے ایسا سلوک نہیں کیا جاسکتا تھا اور ان میں سے بہت سے
ایسے بھی تھے جو میدان جنگ میں نہایت بہادری سے لڑ سکتے تھے۔ اس لئے تھریس
کا میدان ان کی جنگ آزمائی کے لئے نہایت موزوں تھا۔ اگر انھیں فتح ہوئی تو اس سے

اسپارٹا ہی کو فائدہ ہوگا۔ اگر شکست ہوئی تو اسپارٹا کا نقصان ناقابل تلافی نہ ہوگا۔ خود براسی داس ان لوگوں میں سے تھا جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہی اپنے جلیسوں میں سب سے زیادہ عقلمند ہیں اور جن کے حرکات ہمیشہ ناقابل برداشت ہوتے ہیں اور اسپارٹیوں نے خیال کیا کہ اگر وہ اسپارٹا سے دور تھریس میں جاکر اپنی قسمت آزمائی کرے تو یہ یقیناً نہایت مناسب ہوگا + براسی داس نے تھریس کے راستے میں ہی اپنے جوہر دکھائے۔ تھسلی اور ایتھنز کے باہمی تعلقات بہت اچھے تھے مگر وہ اپنی فوج کو اس ملک میں ہو کر اس انداز سے لے گیا کہ مخالفت کی ایک آواز بھی سننے میں نہیں آئی[۱۵]۔ میدان جنگ میں بھی اس نے ایسی صفات کا ثبوت دیا اور ان لوگوں کو بھی اپنا ہمدرد اور ہمنوا بنالیا جو اسپارٹا کا ساتھ دینا پسند نہ کرتے تھے + ایتھنزی اور ان کے خصائص کے برے پہلو شہرۂ آفاق تھے۔ اسپارٹی نسبتاً ایک غیر معروف قوم تھی اور اب جو تھریسیوں کے سامنے اسپارٹی رہبر پہنچا تو ایسا جس کی فراست اور قابلیت میں کسی کو شبہ ہی نہیں ہو سکتا تھا + اس میں شبہ نہیں کہ براسی داس مقدونیہ کے ساتھ حسب دلخواہ تعلقات پیدا نہیں کر سکا اس لیئے کہ براسی داس پردِکاس کو اور پردِکاس براسی داس کو اپنا آلہ بنانا چاہتا تھا۔ مثلاً براسی داس سے یہ کہا گیا کہ وہ پردِکاس کو ارھی بایوس کے مغلوب کرنے میں مدد دے جو قوم لنکستائے کا حکمراں تھا مگر براسی داس کی خواہش ہرگز نہ تھی کہ پردکاس بہت طاقتور ہو جائے۔ ایسے ہی پردکاس نے اسپارٹیوں سے وعدہ کیا تھا کہ ان کی فوج کا نصف خرچ اس کا خزانہ برداشت کریگا۔ مگر اس نے صرف تہائی خرچ دینا کافی سمجھا بہر حال براسی داس کا مقصد یہ تھا کہ وہ خالکدیسیوں کو اپنا جانب دار کرلے اور اس میں وہ بدرجہ اتم کامیاب ہوا۔ طوسی دیدش اس ماہرانہ تقریر کو نقل کرتا ہے جو براسی داس ۳۷۸
نے اکانتھوسیوں کے سامنے کی اور جس کے بعد وہ اسپارٹی لیگ میں شامل ہو گئے اور اسی طرح استاگیرا کو بھی اس نے اپنا جانب دار کرلیا + ایکطرف تو براسی داس

---

۱۵ اسی طرح ۱۵۶۶ء میں الوا کے ڈیوک نے بھی اٹلی سے نشیبستان (نیدرلینڈز) تک کوچ کر کے اپنی شہرت کا بیج بویا۔

تھریس میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھا رہا تھا اور دوسری طرف ایتھنزیوں کو خود اپنی ہی سرحد پر نہایت زبردست شکستیں مل رہی تھیں۔

ایتھنزی اس خیال میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح بیوتیہ کے ایک حصے پر قابض ہو جائیں[۱۶]۔ اور اس مقصد کے لیئے دیموس تھینس نے چند بیوتیوں سے جو اپنی حکومت سے نالاں تھے گفتگو کرنی شروع کی اور انھوں نے یہ امید دلائی کہ خیرونیہ اور سفائے پر (جو خلیج کورنتھ پر واقع تھا آسانی کے ساتھ قبضہ ہو سکتا ہے۔ خیرونیہ سرحد فوکس پر واقع تھا اور اس پر اورکومینوس کا اثر تھا جو زمانۂ قدیم سے برابر تھبز کا مقابل شمار کیا جاتا تھا۔ فوکسیوں کے تعلقات بھی ایتھنز سے کچھ خراب نہ تھے اور ایتھنزیوں نے یہ سوچا کہ اگر ان کے ذریعے سے خیرونیہ پر دباؤ ڈالا گیا تو وہ کارگر ثابت ہوگا۔ ۴۴۷ء ق م میں اورکومینوس اور خیرونیہ کے تھبزی گروہ ایتھنز کو شکست دے چکے تھے مگر اب یعنی ۴۲۴ء ق م میں اس فریق کا مخالف گروہ ان بلدیات میں برسر اقتدار ہو گیا۔ ایتھنزیوں کے دوستوں نے یہ ترکیب سوچی کہ ایک ہی وقت میں تین مختلف مہمیں سر کی جائیں۔ یعنی ایتھنز کے دوست خیرونیہ پر قبضہ کریں، دیموس تھینس سمندر کی طرف سے آکر شہر سفائے پر متصرف ہو جائے اور ان دونوں سے اہم منصوبہ یہ تھا کہ ایتھنزی استراتی گوس بقراط اور ولیس پر بیوتی سرحد عبور کر کے اپولو کے بت خانہ دیلیوم پر قبضہ کر کے اسے خوب اچھی طرح سے مستحکم کرے۔ اس آخری مہم کی فی نفسہ کوئی جنگی اہمیت نہ تھی۔ بلکہ اس کا مقصد یہی تھا کہ بیوتیوں میں اپنے خطرے کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ یہ بھول جائیں کہ انھیں کس طرف رجوع ہونا چاہیئے۔ مگر ان تمام منصوبوں میں ایتھنز کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ ایک فوکسی نے جو تھبز کا طرفدار تھا وہاں کی حکومت کو سفائے اور خیرونیہ کے خطرے سے آگاہ کر دیا اور وہ گروہ جو ایتھنزی اقتدار کا مخالف تھا

[۱۶] اس طرح بڑی جنگوں کا وہ سلسلہ جو تیس سال کی امن سے منقطع ہو گیا تھا پھر جاری ہو گیا۔ مگر پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی ایتھنز کو ناکامی کا منھ دیکھنا نصیب ہوا اس لیئے کہ بیوتی افواج نے اپنی جوانمردی کے وہ جوہر دکھائے جنکی ایتھنز کو ہرگز امید نہ تھی۔

خبردار ہوگیا اور جب دیموس تھینس سفائے پہنچا تو اس نے شہر کے دروازے بند پائے + اس کے علاوہ جس دن یہ تینوں مہمات سر ہونا قرار پائی تھیں اس کے متعلق ایک غلط فہمی پیدا ہوگئی[۱۷] اور بقراط دیموس تھینس کی ہزیمت کے بعد دیلیوم پہنچا + بہرحال اس نے دیلیوم کے استحکامات درست کرا کر تین سو سوار ۳۷۸
وہاں چھوڑے اور باقی کو حکم دیا کہ ایتھنز واپس جائیں۔ جب بیوتیوں کو اس کی اطلاع ملی تو ان کے جوش و خروش کی کوئی انتہا نہ رہی اور انھوں نے ایک مہیب لشکر پاگوندا اس کی ماتحتی میں تناگرا پر مجتمع کیا جس میں سات ہزار ہوپ لیت دس ہزار ہلکے ہتھیار بند، ایک ہزار سوار اور پانسو گوپھیئے تھے۔ اور یہ فوج ایتھنز یوں سے برسرپیکار ہوئی۔ اس کے جواب میں ایتھنزی لشکر میں ہوپ لیت تو اتنے ہی تھے جتنے بیوتی فوج میں تھے مگر سواروں کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا بہرحال یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب یونانی آپس میں مصروف جنگ ہوتے تھے تو صرف ہوپ لیت ہی کارآمد ہوتے تھے + ایتھنزی دو وجہوں سے سینہ سپر ہوگئے۔ ایک تو ان کی غیرت اس کی متقاضی نہ تھی کہ دشمن کی للکار کا جواب نہ دیں اور دوسرے ان کا خیال تھا کہ بیوتیوں کے پاس ہلکے ہتھیار بند اتنے ہیں کہ ان کی پسپائی کے وقت ان کے لئے بڑا بارگراں ہوں گے +

اس لڑائی میں تھبزی فوج کی ترتیب میں ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں ہم اپامنوندا اس کی ٹیڑھی صف بندی اور مقدونوی جتھے بندی کی جھلک پاتے ہیں[۱۸] + ایتھنزی اور دیگر یونانیوں کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنی صف میں ایک دوسرے

---

۱۷ طوسی دیدش (۴، ۸۹) اس کا الزام کسی خاص شخص پر نہیں رکھتا + گرتیوس (تاریخ یونان ۲ (۶) ۴۹۳) اور بیلوخ (سیاسیات اٹیکا صفحہ ۳۱، ۳۲) کا خیال ہے کہ اس غلطی کا دیموس تھینس ہی مرتکب ہے اس لئے کہ وہ وقت مقررہ سے پہلے ہی سفائے پہنچ گیا۔ مگر اس بات کو وہ ثابت نہیں کر سکے +

۱۸ با وئر "تاریخ فن حرب" (ا میولر "بیاض علوم قدیمہ" ۲۹۸) + دیلیوم میں حکیم سقراط نے بھی اپنی بہادری کے جوہر دکھائے + اصل یہ ہے کہ ایتھنز نے اپنی بحری قوت کو ترقی دینے کی

کے پیچھے آٹھ آٹھ ہوپ لیت کھڑے کرتے تھے مگر اس زمانے میں تھبزی صف کا عمق پچیس پچیس سپاہیوں کا ہونے لگا تھا۔ اس میں ممکن تھا کہ انھیں نقصان اٹھانا پڑے اس لیئے کہ اگر دشمن اور ان کے ہوپ لیتوں کی تعداد مساوی ہوئی تو ظاہر ہے کہ ان کے سپاہیوں کی قطار سے ان کے دشمن کے سپاہیوں کی قطار زیادہ طویل ہوگی اور وہ ان کے خلاف جناحی حرکت کرکے انھیں مغلوب کرے گا۔ دوسرے جو سپاہی اس گھنی صف کے پیچھے کے حصے میں ہوتے وہ اپنی قوت وجبروت کا لڑائی پر بہت کم اثر ڈال سکتے۔ مگر اس طرز صف بندی سے ایک بہت بڑا فائدہ بھی تھا۔ ہر لڑائی کی ابتدا میں سب سے پہلا سوال، یہ ہوتا تھا کہ کونسی فوج میں اپنے غنیم کو پسپا کرنے کا مادہ اور قوت زیادہ ہے۔ غنیم کی صفوں کو پیچھے کی طرف ہٹانا اور انھیں شق کرکے ابتر کردینا، یہ ہی فتح وشکست کی گویا معیار تھی۔ اور ظاہر ہے کہ جس صف کا عمق اور حجم زیادہ ہوگا اسی میں یہ قوت بھی بڑھی ہوئی ہوگی۔ جب پچیس سپاہیوں کے عمق کی ایک صف بڑھ رہی ہو اور اپنے دشمن کو پیچھے ہٹا رہی ہو تو دشمن کے لیئے یہ ناممکن ہے کہ وہ مدافعت کرے اور اس میں کامیاب ہو۔ اور اسے یقیناً شکست ہوگی۔ لیکن اگر دونوں کی صف کا عمق ایک ہی ہوگا تو پھر یہ بالکل ممکن ہے کہ غنیم بھی حملہ کرے۔ یہ گھنی صف گویا ایک نوکدار چیز کی طرح گھس جاتی اور گو غنیم کی صف کو ایک ہی جگہ سے چیرتی مگر اس ایک جگہ کے انشقاق سے تمام فوج کو منتشر کردیتی۔ اس موقع پر بھی لڑائی کا بجنسہ یہی ۳۷۹

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ جو کوشش کی تھی وہ اس کے ہوپ لیتوں کی ترقی میں ایک حد تک حارج ہوئی۔ اور گو مارا تھون میں غالباً ان کے ہوپ لیتوں کو ہی کامیابی ہوئی مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ہوپ لیتوں سے نہیں لڑ رہے تھے۔ قدیم یونان میں یہ قاعدہ تھا کہ جنگ مسطح زمین پر دست بدست ہوتی تھی اور اسی پر فتح وشکست کا مدار ہوتا تھا اور ایسی جنگ میں ہمیشہ ہوپ لیت ہی نمایاں حصہ لیتے تھے (ہیروڈوٹس ۷، ۹۔ پولی بیوس ۱۳، ۳) اسی وجہ سے اسپارٹیوں کو جو دیگر اقوام سے زیادہ متحفظ تھے اور قدیم طریقوں کی حتی المقدور پابندی کرتے تھے قلعہ بند مقامات کے محاصرے پسند نہ تھے اس لیئے کہ ان میں ذاتی بہادری کے جوہر دکھلانے کا بہت کم موقع ملتا تھا۔)

حشر ہوا۔ ایتھنزیوں نے سوائے تھبزیوں کے باقی بیوتیوں کو شکست دیدی مگر وہ تھبزیوں کے حملے کی تاب نہ لاسکے اور بالآخر پسپا ہونا پڑا۔ ایتھنزی فوج تین طرف یعنی دیلیوم اور ولیس اور کوہ پارنیز کی طرف بھاگ گئی۔ اور میدان جنگ پر قریب پانسو بیوتی اور ایک ہزار ایتھنزی جن میں خود سپہ سالار لیقراط بھی تھا چھوڑ گئی۔ جب لڑائی ہو چکی تو ایتھنزیوں نے رواج کے مطابق اپنے مردے لے جانے کا مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں بیوتیوں نے کہا کہ ایتھنزیوں نے دیلیوم کے مقدس بت خانے پر قبضہ کرکے جملہ مذہبی اصولوں کو توڑ دیا ہے اور نعشوں کو ان کے سپرد کرنے سے پیشتر انھوں نے دیلیوم کے تخلیے کا مطالبہ کیا۔ ایتھنزیوں نے جواب دیا کہ ان سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی ہے۔ اور فریقین اپنی اپنی ہٹ پر برابر اس وقت تک جمے رہے جب تک آخر کار بیوتیوں نے آگے بڑھ کر دیلیوم پر قبضہ نہ کرلیا اور قصے کو ختم نہ کر دیا۔ غرض یہ ہے کہ اس معاملے میں بھی جو خاص یونانی طرز پر اٹھا اور بالآخر طے پایا ایتھنزیوں اور ان کے دوستوں کو ہی شکست ہوئی۔ اب جو کچھ بیوتی چاہتے تھے وہ انھیں مل گیا اور لڑائی کے سترہ روز بعد انھوں نے نعشیں ایتھنزیوں کے حوالے کر دیں۔

ایتھنزیوں کے لئے دیلیوم کی شکست ایک نہایت دلخراش واقعہ تھا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ایتھنزی ہوپ لیت نہ صرف اسپارٹی ہوپ لیت کی بلکہ تھبزی ہوپ لیت کی بھی برابری نہیں کرسکتا تھا۔ کسی زمانے میں انھوں نے تناگرا پر اسپارٹیوں کو اور اوِنوفیتہ پر تھبزیوں کو نیچا دکھایا تھا۔ اب ان ہی بیوتیوں نے انھیں دو جگہ یعنی کورونیہ اور دیلیوم پر شکست دیدی۔ غرض یہ ہے کہ تھبزی ابھی سے اُس فوجی سیادت کی شاہراہ پر ٹپ لئے تھے جس پر سے گزر کر وہ چوتھی صدی ق م میں معراج کمال کو پہنچ گئے۔

دیلیوم کے واقعے کے بعد ہی تھریس میں بھی ایتھنزی مغلوب ہوئے۔ یہاں ستالکیس کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اس کا بھتیجا سیوتھیس تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ اب براسی داس نے آرگیلیہ سیون کو (جو جزیرہ اندروس سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے) اپنے ساتھ لیا اور امفی پولس کی طرف بڑھا واضح ہو

کہ امفی پولس اس لیئے نہایت اہم بلدیہ تھا کہ جو سڑک تھریس سے مقدونیہ
۳۸۰ نشیبی استریمون عبور کرکے جاتی تھی اس پر یہ شہر آباد تھا + پہلے تو براسی داس
نے دریائے استریمون کے پل پر قبضہ کیا جو شہر پناہ سے باہر تھا۔ اور گو خاص شہر
میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو اسپارٹیوں کے لیئے شہر کے دروازے کھول دینا چاہتے
تھے مگر وہ ایسے مقتدر نہ تھے کہ وہ اپنا منصوبہ فوراً پورا کر سکیں + اس وقت اس نواح میں
دو ایتھنزی استراٹی گوس تھے یعنی امفی پولس میں اُقلیس اور تھاسوس میں
اولوروس کا بیٹا مورخ طوسی دیدش۔ اور ایتھنزیوں کو اتنی مہلت مل گئی کہ اقلیس
سے مشورہ کرکے طوسی دیدش کے پاس مدد کے لیئے آدمی روانہ کریں جب براسی داس
کو یہ معلوم ہوا تو اس نے فوراً ایسے آسان شرائط پیش کیئے کہ امفی پولس کے ایتھنزیوں
تک نے انھیں منظور کرلیا اس لیئے کہ انھیں یہ امید ہرگز نہ تھی کہ براسی داس جیسے
سپہ سالار کے سامنے امفی پولس عرصہ دراز تک مدافعت کر سکے گا۔ غرض یہ ہے کہ
براسی داس کے شرائط کے بموجب وہ شہری جو شہر چھوڑنا چاہتے تھے انھیں اجازت
دی گئی کہ پانچ روز کے اندر مع اپنے جملہ مملوکات کے چلے جائیں + جس روز امفی پولس
فتح ہوا ہے اُسی روز طوسی دیدش ایون پہنچا اور اس نہایت اہم مقام پر قبضہ کرلیا
اس کے جواب میں براسی داس نے اسی نواح کے متعدد مقامات پر قبضہ کرلیا اور
پردکاس بھی یہ خبر سن کر پہنچا اور اپنے مصالح کی نگہداشت کرنے لگا +

امفی پولس کی شکست کا بڑا اثر ہوا اور ایتھنز کے حلیف بغاوت کی
تیاری کرنے لگے + موسم سرما کے آجانے کے سبب سے براسی داس کچھ زیادہ
نہ کر سکتا تھا مگر اس نے دریائے استریمون پر چند جہاز بنوائے اور اسپارٹا سے
کمک طلب کی اور آگے بڑھ کر کوہ آتھوس کی راس کے قریب چند مقامات کو تسخیر
کرلیا + اسے ستھونیا کے جزیرہ نما میں شہر تورونے پر کچھ مشکل پیش آئی مگر وہ
اس پر قبضہ کرنے اور وہاں کے ایتھنزی دستے کو جہازوں پر بھگا دینے میں کامیاب
ہوا + اس نے کمال چالاکی سے یہ ظاہر کیا کہ اس مقام کی تسخیر میں خود اتھینا دیبی نے
(جس کا تورونے میں ایک بت خانہ بھی تھا) مدد کی ہے اور اسی دیبی کے نام پر
اس نے قطعۂ لکی تھوس معنون کردیا اور دنیائے یونان کے سامنے گویا یہ مسئلہ پیش کردیا

کہ اگر اتھینا بھی ایتھنز کی مدد کے لیئے تیار نہیں تو پھر ایتھنزی کس پر تکیہ کر سکتے ہیں ؛
اس میں شبہ نہیں کہ جس روز طوسی دیدش ایون میں داخل ہوا ہے
اسی روز اگر صبح کے وقت وہ امفی پولس پہنچ جاتا تو یقین ہے کہ شہر اسپارٹیوں ۳۸۱
کے قبضے میں نہ آتا۔ اسی لیئے غالباً کلیون کی تحریک پر اس کا مواخذہ ہوا اور وہ اس
جرم کا مرتکب گردانا گیا اور جب تک جنگ جاری رہی اس وقت تک وہ پھر ایتھنز نہیں
آیا + اس بات کا تصفیہ نہایت مشکل ہے کہ سہل انگاری اس سے سرزد ہوئی یا نہیں۔
اگر کوئی واقعہ خود ہمارے زمانے میں بھی پیش آتا ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون
شخص تعریف و توصیف کا مستحق ہے اور کس کے سر الزام رکھا جائے۔ اور جب واقعات
زیر بحث گزرے ہوئے صدیاں ہو گئیں تو پھر ان کی بابت حکم لگانا تقریباً ناممکن ہے
خاصکر جب خود اسی شخص نے جسے مورد الزام گردانا جاتا ہے ان واقعات کو نہایت مختصر
اور خشک طرز سے بیان کیا ہو + بلاشبہ طوسی دیدش کو فوج کشی کے فن میں مہارت
حاصل نہیں تھی۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں براسی داس اور ایک حد تک
دیموس تھینس کے علاوہ فن حرب میں کسی کو کمال حاصل نہیں تھا۔ اور یہ بات تو
یقینی ہے کہ خود امفی پولس کے ایتھنزی عہدہ داروں اور عوام نے اپنے فرائض منصبی
ادا کرنے میں طوسی دیدش سے کم کوتاہی نہیں کی[19] ؛
۴۲۳ ؁ ق م کی ابتدا میں ایتھنزیوں اور اسپارٹیوں میں ایک سال کے لیئے

---

[19] اس مسئلہ کے متعلق کہ طوسی دیدش پر الزام لگایا جا سکتا ہے یا نہیں کلاسن کی کتاب "طوسی دیدش" جلد ۴ کا ضمیمہ دیکھنا چاہیئے۔ ہمیں تفصیلی واقعات کا مطلق علم نہیں۔ اور اگر طوسی دیدش کے علاوہ کسی اور کا ذکر ہوتا تو کوئی بھی ایسے بیکار مباحث میں اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہ کرتا۔ ایسی بحثوں سے کوئی مفید مطلب نہیں نکلتا۔ اور جو لوگ اس کی تاریخی تصانیف کی قدر کرتے ہیں انھیں کبھی اس کا ملال نہیں ہو سکتا کہ وہ سپہ سالاری سے دست کش ہو گیا۔ ورنہ اسے نہ تو اتنی فرصت ملتی اور نہ اپنی تاریخ مرتب کر سکتا + ایتھنز میں اتنی قدرت تھی کہ اس میں ہر سال طوسی دیدش جیسے نصف درجن سپہ سالار مل جائیں مگر ویسا مورخ نہ اس سے پہلے ایتھنز میں پیدا ہوا نہ اس کے بعد ؛

عارضی صلح ہوگئی + فریقین لڑائی سے پست پڑ گئے تھے خود ایتھنز میں اشرافیوں نے سروری ناٹکیوں کی وساطت سے جنگجو فریق پر حملے کرنا شروع کر دیئے تھے اور اسپارٹی بھی محض کورنتھ کے مقاصد کے لیئے متواتر برسرپیکار ہونے سے عاجز آگئے تھے + امید یہ تھی کہ ایک سال کے اندر فریقین میں قابل اطمینان صلح ہو جائے گی + مگر یہ امید اس لیئے بر نہ آئی کہ تھریس میں ہیجان جاری تھا اور براسی داس کی حکمت عملی اور کورنتھیوں کی کوششوں سے وہاں پیچیدگیاں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئیں + التوائے جنگ سے دو روز کے بعد پالینے کا شہر سکیونے ایتھنز سے باغی ہوگیا اور جب ایتھنزی اور پیلوپونیزی کمشنر تھریس پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ سکیونے پر براسی داس قابض ہوگیا ہے اور ایتھنزی ارسطونیموس نے یہ کہا کہ چونکہ اس شہر نے التوائے جنگ کے بعد بغاوت کی ہے لہذا اس بغاوت پر التوا کا اثر نہیں اور ایتھنز کو اس کے خلاف اعلان جنگ کرنا پڑے گا + مگر سکیونے کے بعد میندے نے بھی بغاوت کردی اور
۳۸۲ براسی داس نے اس پر بھی قبضہ کرلیا + اگر ایک اسپارٹی سپہ سالار اسپارٹی وعدوں کو اس بے پروائی سے توڑے تو پھر التوائے جنگ بالکل لایعنی ہوجاتا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنز پر اسپارٹی بے ایمانی کا نہایت برا اثر پڑا ہوگا + جو فہیں براسی داس نے اس کے علاوہ سرکیں وہ اتنی کامیاب نہیں ہوئیں۔ پردکاس اور اسپارٹا کے باہمی تعلقات نہایت اچھے تھے اور براسی داس نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ اسے لنکوس کے حکمران ارھی بایوس کے خلاف مدد دے۔ مگر اس کے جواب میں ارھی بایوس کی مدد کے لیئے الیریائی آگئے اور مقدونوی یہ دیکھ کر میدان چھوڑ کر

---

۲۰ سنہ ۴۲۶ ق م میں ارسطوفانیس نے اپنا ناٹک "اہالیان بابل" شائع کیا جس میں اراکین لیگ کی طرفداری کی اور کلیون پر حملہ کیا۔ سنہ ۴۲۵ ق م میں اس نے اپنے ناٹک "اکارنیان" میں صلح کے فوائد بیان کیئے اور اس کی ترتیب میں شاعر یوپولس نے مدد دی۔ سنہ ۴۲۲ ق م میں اس کا ناٹک "سحاب" شائع ہوا جس میں جگہ جگہ کلیون پر نکتہ چینی کی گئی تھی + ان تمام مباحث سے کلیون کا اثر زائل ہوگیا اور لوگوں نے اس کے حکم سے بے پروائی کرنی شروع کی جس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ امفی پولس ہاتھ سے نکل گیا + کلیون کے مرنے پر عدیدی گروہ کے گھروں میں گھی کے چراغ جلے ؛

بھاگ گئے + شہر مینڈے پر اس وقت تک اسپارٹی قابض تھے۔ مگر اب ایتھنزیوں نے اس پر حملہ کیا اور گو لکدمونی لشکر نے پہلے تو مدافعت کی مگر پھر ایتھنزیوں کو چیرتا ہوا مضبوط شہر سکیونے کی طرف نکل گیا + براسی داس نے پوتی دیہ لینے کی بھی کوشش کی مگر وہ بھی بے سود ثابت ہوئی + اب ایک عجیب واقعہ پیش آیا پردکاس نے اپنی قدیم عادت کے موافق اسپارٹا کا ساتھ چھوڑ دیا اور اسپارٹی قرارداد کو خیرباد کہکر جو کچھ اس کا اثر تھا وہ اس کوشش میں صرف کیا کہ لکدمونی افواج تھسلی میں ہوکر نہ گزر سکیں + شاہ مقدونیہ کے طرز عمل میں اس قسم کی متواتر تبدیلیوں سے اس زمانے کا نقشہ سامنے آجاتا ہے اور اس سے اس برتاؤ کا علم ہوتا ہے جو مختلف مخالف گروہ ایک دوسرے کے ساتھ جائز رکھتے تھے + جنگ پیلوپونیز کی ابتدا سے ہی اسپارٹی فن تدبیر میں ایتھنزیوں سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ اور انھوں نے محض ذاتی مفاد کو مدنظر رکھ کر قدیم اصولوں کو ہوا میں اڑا دیا تھا۔ مگر پردکاس اسپارٹا سے بھی ایک قدم بڑھ گیا۔ اس کے نزدیک جتنے بھی حلیفے اور عہدنامے تھے وہ سب وقتی طور پر کارآمد تھے۔ جب ان سے اپنا کام نکل گیا تو وہ گویا بالکل بے کار ہوگئے ؛

جب ۴۲۲ ق م میں التوائے جنگ کا زمانہ ختم ہوگیا اور فریقین میں کوئی مستقل صلح نہ ہوئی تو کلیون نے ترکیب سے خود اپنے آپ کو استراتی گوس مقرر کرالیا۔ نکیاس تو تھرلیس سال گذشتہ ہو آیا تھا اب کلیون تیس جہاز اپنے ساتھ لے کر خود تھرلیس چل دیا + اس مہم میں جو ناکامیاں اسے ہوئیں اس کے کئی وجوہ تھے۔ نہ تو اس کے ساتھ کافی فوج تھی اور نہ وہ سپاہیوں میں ہردلعزیز تھا اور طرفہ یہ کہ فن حرب سے بھی وہ کماحقہٗ واقف نہ تھا + پہلے تو اس نے تورونے پر قبضہ کرلیا اور پھر امفی پولس کے قریب گالیپسوس کو مسخر کیا + اب براسی داس ۳۸۳
بھی اس نواح میں آگیا اور ایک طرف تو کلیون نے ایون کو اپنا مستقر بنا لیا دوسری جانب براسی داس نے امفی پولس میں قریب پانچ سو ہوپ لیت مع تھرلیسی اور ادونی امدادی فوج کے کلیاری داس کی ماتحتی میں چھوڑ دیئے اور اس کے مغرب میں کوہ کردی لیون پر پڑاؤ ڈال دیا جہاں سے وہ چاروں طرف کے ملک پر بہ آسانی نظر دوڑا سکتا تھا + تھرلیس آنے سے کلیون کا مقصد یہ تھا کہ وہ امفی پولس

پر قابض ہو جائے + مگر طوسی دیدش کا بیان ہے کہ سپاہیوں کا اس کی قابلیت پر بہت ہی کم اعتماد رہ گیا تھا اور اب اس کا گویا یہ فرض تھا کہ اپنی پھرتی اور چلت پھرت کے جوہر دکھائے + اپنی تمام فوج کو ساتھ لے کر جس میں ایتھنزی، لمنوسی اور امبروسی شامل تھے اسنے امفی پولس کے قریب کی فوجی حالت کا مطالعہ کیا اور شہر کے مشرق میں ایک سطح مرتفع پر ٹھیر گیا + اب براسی داس نے کلیون کی حرکات وسکنات پر غور کیا اور وہ چپکے سے امفی پولس چلدیا اور وہاں پہنچ کر شہر سے نکلنے اور میدان میں لڑنے کا موقعہ تلاش کرنے لگا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ شہر کی فصیل پر کوئی مسلح سپاہی نظر نہ آئے۔ اس تدبیر سے کلیون کو اس قدر غلط فہمی ہوئی کہ وہ اس کا افسوس کرنے لگا کہ وہ اپنے ساتھ محاصرے کا کوئی آلہ نہیں لایا تاکہ اس کی مدد سے شہر پر دھاوا کر دیتا۔ مگر اسے اصلی واقعات کا بہت جلد علم ہو گیا اور ایک طرف تو کرویلیون پر ایک متنفس بھی نظر نہیں آتا تھا دوسری طرف اسے یہ خبر ملی کہ خاص امفی پولس میں ایک لشکر یلغار کے لیئے جمع ہو رہا ہے[۲۱] + ان واقعات سے مرعوب ہو کر وہ ایون واپس چلا۔ مگر جس سڑک پر ہو کر وہ جانا چاہتا تھا وہ امفی پولس کی فصیل کے قریب ہو کر گذرتی تھی اور جب ایتھنزی فوج اس پر ہو کر کوچ کر رہی تھی تو براسی داس کے سپاہی شہر سے نکل آئے اور ایتھنزیوں کو سخت شکست دی اور کلیون جو مہینے کے ساتھ تھا خود اس لڑائی میں مع چھ سو ایتھنزیوں کے کام آیا۔ ایتھنزی میسرہ تو ایون بھاگ گیا اور میمنے نے پہلے تو پہاڑوں کا رخ کیا اور پھر وہ بھی ایون پہنچ گیا + اسپارٹیوں کے صرف سات سپاہی مارے گئے مگر ان میں خود براسی داس بھی شامل تھا۔ اور پیلوپونیزیوں کو جو کچھ فائدہ اس فتح سے ہوا تھا وہ سب براسی داس کی موت سے زائل ہو گیا اس لیئے کہ اس کی سرگردہی کے بغیر ہیلوت اور پیلوپونیزی رنگروٹ

[۲۱] ہمیں یہ نہیں معلوم کہ وہ دروازے جنکے نیچے سپاہیوں کے پاؤں نظر آتے تھے کس قماش کے تھے۔ ممکن ہے کہ اس حصۂ بیان کا بھی طوسی دیدش نے ہی اختراع کیا ہو تاکہ وہ کلیون کی حماقت پوری طور سے ثابت کر سکے + میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں مگر اس میں شبہ نہیں یہ ان بیانات میں سے ہے جو طوسی دیدش کے نقاد اس کے خلاف پیش کر سکتے ہیں +

بالکل بیکار تھے۔ اس کے برعکس بہت سے ایتھنزی ایسے تھے جنھوں نے پیلوپس کی مہم کے موقع پر اس کے لیئے بد دعا کی تھی اور جنھوں نے اب اس کی موت کو خوش آمدید کہا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسے دیموس تھینس کی مدد کے بغیر سپہ سالاری کا بیڑا نہیں اٹھانا چاہیئے تھا[۲۲]۔

۳۸۴ براسی داس کی موت کے بعد ہی ہمیں اس ہر دلعزیزی کا انکشاف ہوتا ہے جو اس نے تھریس میں پیدا کر لی تھی۔ امفی پولیسیوں نے ان تمام شجاعانہ اعزاز کو اس کی طرف منتقل کر دیا جو اس وقت تک ایتھنزی ہاگنون کو جو اس شہر کا بانی مبانی تھا حاصل تھے۔ اور اس کی نعش کو خاص شہر کے رقبے کے اندر دفن کیا۔ اسپارٹا سے رامفیاس اور دو سپہ سالار ایک لکدموئی فوج کو لے کر تھریس آ رہے تھے انھوں نے جنگ امفی پولس کا ذکر ہر قلیہ پہنچنے پر سنا اور پہلے تو وہ برابر آگے بڑھے چلے گئے مگر کئی اسباب ان کے راستے میں حائل ہوئے جن کی وجہ سے انھیں پلٹ جانا پڑا۔ اول تو تھسالویوں نے ان کی ترقی روک دی اور دوسرے انھیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ایتھنزیوں کو شکست ہو ہی گئی ہے اور مزید جنگ آزمائی سے کوئی خاص فائدہ نہیں۔ مگر ان کی واپسی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انھیں اور اکثر اسپارٹی شہریوں کو براسی داس کے مساعی سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ خود اسپارٹا کو یہ معلوم تھا کہ اس میں ان دور دراز

---

[۲۲] کلیون میدان تدبر میں نہایت ہوشیار تھا مگر اس میں سپہ سالاری کی قابلیت نہ تھی۔ ایتھنز میں اس کے بعد بہت جلد تدبر اور سپہ گری دو مختلف شعبے ہو گئے اور اس کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ ایک ہی شخص دونوں فرائض کو انجام دے۔ مگر اس کے ساتھ ہی رہبر عوام کو ہر وقت سپہ سالاری کے لیئے تیار رہنا پڑتا تھا۔ غالباً طوسی دیدش نے جنگ امفی پولس کے سلسلے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کلیون نا قابل تھا۔ مگر شاید لڑائی کی تفصیل حقیقت حال پر مبنی ہے اور کلیون نے دراصل دشمن کی فصیل کے قریب ہو کر نکلنے کی حماقت کی ہوگی۔

یونانی اکثر براسی داس کا مقابلہ اکی لیس سے کرتے تھے۔ اس کیلیئے پیول مان کی کتاب "براسی داس" (زیگ برگ ۱۸۶۳ء) اور اونکن کا مضمون جدید تاریخ (جلد ۱ صفحہ ۲۸۹ وغیرہ) میں دیکھنا چاہیئے۔

مقامات کے سر کرنے کی قابلیت نہیں۔ پٹوسانیاس، براسی داس، لیساندر اور آگے سی لوس جیسے اشخاص ہی ایسی مہمات کی تحریک کر سکتے تھے اور انھیں تکمیل کو پہنچا سکتے تھے۔

اب فریقین میں صلح کی خواہش اور بھی زیادہ ہو گئی۔ ایتھنزیوں نے یہ دیکھ لیا کہ جنگ میں انھیں امید کے موافق کامیابی نہیں ہو رہی اور یہ خطرہ بھی پیدا ہو گیا کہ کہیں حلیفوں میں علٰحدگی کی آرزو کا مرض متعدی صورت اختیار نہ کرلے۔ اب کلیون بھی نہیں تھا جو صلح کی تحریکات کا مضحکہ اڑاتا۔ خود اسپارٹی بھی یہ محسوس کرنے لگے کہ واقعات اور حالات امید افزا انہیں ہیں۔ اٹیکا کے سلسلہ وار حملے بالکل بے سود ثابت ہوئے تھے اور اب خاص ان کے ملک پر پیلوپس اور کیتھرا کی طرف سے متواتر حملے ہو رہے تھے اور ہیلوتوں کی بغاوت کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ جنگ کی ابتدا محض کورنتھ کی وجہ سے ہوئی تھی اور خود اسے اس سے شمہ بھر بھی نفع نہیں پہنچا۔ اس کے علاوہ اسپارٹا اور آرگوس کے درمیان جو تیس سال کی صلح تھی اس کا زمانہ بھی آیندہ سال ختم ہو رہا تھا اور اگر عام خیال کے مطابق آرگوس اسپارٹا کے خلاف ہو گیا تو اسپارٹا کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسپارٹیوں کی یہ خواہش کہ ان شہریوں کو جو اسفاکتیریہ میں ایتھنز کے اسیر ہو گئے تھے رہا کر دیا جائے اس وقت بھی زور پر تھی اور دونوں شہروں کے جنگ پسند گروہوں کے رہبر کلیون اور براسی داس اب موجود نہیں تھے۔ ایتھنز میں تو کلیون کی جگہ ہی پربولوس نے لی تھی مگر اس کا اثر کلیون کے برابر نہیں تھا۔ اس کے برعکس نکیاس کا اثر سب سے زیادہ تھا۔ ایتھنزی قوم کی خصوصیت تھی کہ وہ اصولوں کے بہ نسبت شخصیتوں کو زیادہ اہمیت دیتی تھی اور کسی قابل رہبر کی موت کے بعد بجائے اس کے کہ اس کا قائم مقام ہر دلعزیز ہو اکثر ایسا ہوتا تھا کہ فریق مخالف کا رہبر جو مقبول عام ہوتا ہر دلعزیز ہو جاتا تھا مثلاً ارسطی دش کی موت پر اشرافی کیمون اپنے نوجوان عمومی مخالفوں پر سبقت لے گیا۔ اور بجنسہ ایسے ہی اب کلیون کے بعد نکیاس کا اتباع کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔ نکیاس یہ چاہتا تھا کہ جو ہر دلعزیزی اسے حاصل تھی اس کا لطف امن کے زمانے میں اٹھائے۔ اسپارٹا میں شاہ پلیستونا کس کا اثر بڑھ رہا تھا اور یہ وہی شخص ہے جس پر ۴۴۵ ق م میں یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اس نے فارقلیس سے ۳۸۵

رشوت لے لی ہے اور جسے ۴۲۷ ق م میں واپس بلا لیا گیا تھا۔ مگر ۴۲۷ کے بعد بھی اسپارٹا کو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی اور بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ جب پلیئستونا کس کی واپسی کا مسئلہ درپیش تھا اس وقت فیثیہ (اپولو) دیبی کو رشوت دیدی گئی تاکہ کاہن اس کی واپسی کا فتوے دیدیں اسی وجہ سے اس کا خیال تھا کہ اگر جنگ میں خاطرخواہ کامیابی نہ ہوئی تو ممکن ہے کہ لوگ اسے بادشاہ کی اسپارٹا میں موجودگی کی طرف منسوب کریں۔ غرض یہ ہے کہ یہ بھی صلح کی طرف مائل ہوگیا۔

دونوں فریقوں میں صلح تو ہوگئی مگر اس میں کورنتھی، ایلسی، مگاری اور بیوتی شریک نہیں ہوئے۔ مگاری اس لیئے دل برداشتہ تھے کہ ایتھنز کا نسیہ پر قبضہ ہوگیا۔ بیوتی اس لیئے کہ انھیں سرحدی شہر پاناکتوم واپس کرنا پڑا، کورنتھی اس لیئے کہ اسپارٹا نے ایتھنز کو اناکتوریوم اور سولیوم واپس کرنے پر مجبور نہیں کیا اور ان پر قبضہ ہونے کے سبب سے اس کا مغرب میں مستقل اثر ہوگیا۔ یہ قرار پایا کہ فریقین میں پچاس برس کے لیئے صلح رہے۔ اور سب سے پہلے دونوں نے دیلفی اور اس کی کاہنہ کی غیرجانبداری کا اعلان کیا اور دونوں اس پر متفق ہوئے کہ اس پر کوئی حملہ نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد دیگر شرائط طے ہوئیں۔ علاوہ پاناکتوم کے تھریس کے بلدیات امفی پولس، آرگیلوس، استاگیروس، اکانتھوس اسکولوس، اولنتھوس، اور اسپارتولوس ایتھنز کے قبضے میں چلے گئے اور یہ قرار پایا کہ یہ سب شہر صرف ارسطیدش کا قائم کردہ خراج ادا کرتے رہیں گے اور انھیں سوداگر ۳۸۶
حاصل ہوگا یا اگر وہ چاہیں تو ایتھنز کے حلیف بن سکتے ہیں۔ کوریفازیا (پیلوس) کیتھرا، مے تھونے، پتے لیوم (ضلع فیتولس میں) اور اتالانتے، پیلوپونیزیوں کو واپس مل گئے اور کی برنا، سانے اور سنگوس آزاد کردیئے گئے جو پیلوپونیزی قیدی ایتھنز کے قبضے میں تھے یعنی اسفاکتیریہ کے قیدی اور وہ پیلوپونیزی لشکر جو سکیونے میں محصور تھا رہا ہوگیا۔ اس کے علاوہ سکیونیوں تورونیوں اور سرمیلیوں کے بارے میں ایتھنز کو پوری آزادی دی گئی کہ جیسا چاہے ان کے ساتھ برتاؤ کرے (اسی طرح ایک مرتبہ پہلے بھی شاہ کلیومنیس نے اپنے ایتھنز کی دوستوں کو ادھر چھوڑ دیا اور ۴۱۳ ق م میں تیس خودسروں میں سے جو بچ گئے تھے

ان کے ساتھ بھی اسی قسم کا برتاؤ کیا گیا + یہ بھی قرار پایا کہ اسپارٹا اور ایتھنز کے سترہ سترہ قائم مقام صلحنامے کے قیام کا حلف اٹھائیں اور اس حلف کی تجدید سال بسال ہوتی رہے اور یہ کہ صلحنامے کا مضمون میناروں پر کندہ ہو جو اولمپیہ، فیثو (دلفی) خاکنائے کورنتھ ایتھنز کے اکروپولس اور امکلائیوم (اسپارٹا) میں نصب کیے جائیں + سترہ اسپارٹیوں میں سب سے پہلے تو دونوں بادشاہوں یعنی پلیستوناکس اور آگس کے نام ہیں اور پھر ایفور اول پلیستولاس کا نام آتا ہے۔ ایتھنزی فہرست میں سب سے پہلا نام لامپون کا ہے جو فارقلیس کا دوست اور عرّاف تھا نکیاس کے نام کا تیسرا نمبر ہے اور باقی ماندہ نام بعض مشہور و معروف سپاہیوں کے ہیں، جن میں دیموس تھنیس بھی ہے۔ صرف پانچ نام ایسے لوگوں کے ہیں جن سے ہم پہلے سے واقف نہیں + اس صلحنامہ کا نام "صلحنامۂ نکیاس" اس لئے پڑ گیا کہ نکیاس ہی نے اسے ایتھنز سے منظور کرایا تھا + اگر ہم اس کی شرائط پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ایتھنز نے اسپارٹا کے حق میں نسبتہً زیادہ مراعات کیں۔ اس نے نہ صرف اسپارٹی شہریوں کو رہا کر دیا بلکہ دشمن کے ساحلوں کے وہ اہم مقامات بھی چھوڑ دیئے جن میں وہ بہ آسانی تمام داخل ہو سکتا تھا۔ اس کے معاوضے میں اسے باغی تھریسی بلدیات مل گئے جن تک اسپارٹی کمک نہیں پہنچ سکتی تھی اور جن پر کبھی نہ کبھی ایتھنزی قبضہ ضرور ہو جاتا۔ اور ان میں سے بھی شہر امفی پولس جو اس نواح میں سب سے اہم تھا ایتھنز کے حوالے نہیں کیا گیا اور نہ پلاٹیہ ہی اسے واپس ملا + اگر صلحنامے پر سب فریقوں کے دستخط ہو جاتے تو بھی اس میں ایک خوبصورتی پیدا ہو جاتی۔ مگر بیوتیہ، میگارا اور کورنتھ نے اس کے بجائے ایتھنز کے خلاف ایک مستقل حلقہ قائم کر لیا۔

قرعے کے ذریعے سے اس کا فیصلہ ہو گیا تھا کہ اسپارٹا ہی اس صلحنامے کی شرائط پوری کرنی شروع کرے۔ سب سے پہلے اسپارٹا نے ان شرائط کی تکمیل کرنی چاہی جن کی ایتھنز کو خاص طور پر خواہش تھی اور کلیاریداس کو جو تھریس ہی میں مقیم تھا یہ پیغام بھیجا کہ وہ امفی پولس ایتھنزیوں کے حوالے کر دے۔ مگر کلیاریداس نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی اور پیامبر بے نیل و مرام اسپارٹا واپس

آگیا۔ اس وقت تک پیلوپونیزی قائم مقام برابر اسپارٹا ہی میں تھے اور اسپارٹا نے پھر کوشش کی کہ وہ صلحنامے کو منظور کرلیں چونکہ وہ اس سے ڈرتے تھے کہ کہیں ایتھنزی یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ انھیں فریب دیا گیا ہے اور صلحنامے کا وجود ہی نہیں اور یہ چاہتے تھے کہ ایتھنزیوں کو یہ یقین واثق ہوجائے کہ دونوں مل کر یونان پر حکومت کرسکتے ہیں اسلیئے انھوں نے یہ ترکیب نکالی کہ ایتھنزیوں سے یہ کہا کہ ہم ایک وفاعی عہدنامہ کرنے کے لیئے تیار ہیں بشرطیکہ وہ انھیں ہیلوتوں کے خلاف مدد دینے کے لیئے راضی ہوجائیں۔ ایتھنز میں سیاسی رہبری کا بار **نکیاس** کے کندھوں پر تھا۔ اور اسے اسپارٹیوں کا یقین آگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ **اسفاکتیریہ** کے اسیر واپس کردیئے گئے اور اسپارٹا نے اپنے خالی وعدے وعید سے اپنا مطلب حاصل کرلیا۔

یہ خاتمہ تھا اس جنگ دہ سالہ کا جسے **طوسی دیدش** کے بعد عام طور پر اس جنگ کا پہلا حصہ سمجھا جاتا ہے جو ستائیس سال رہی اور جسے جنگ پیلوپونیزی کہتے ہیں۔ بلاشبہ اس جنگ میں خاص بات یہ تھی کہ وہ ستائیس (یعنی ۳×۹ کے مقدس عدد) برس تک جاری رہی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ۴۲۱ء ق م کی پچاس سال کے امن سے بالکل اسی طرح حالت جنگ میں وقفہ ہوگیا جیسے ۴۴۵ء ق م کے صلحنامۂ سی سالہ سے، اور اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اس عہد کی ابتدائی جنگوں کی طرح ہم اسے صلحدہ جنگ کیوں نہ سمجھیں اور ایک طویل جنگ کا جزو سمجھنے پر کیوں مجبور ہوں۔ مگر ۴۳۱ء ق م سے ۴۰۳ء ق م تک کے زمانے میں ایک خاص اندرونی تواتر و تسلسل پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ہم **طوسی دیدش** کے نظریئے کا پاس کرنے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ اور اگر ہمیں اس خاص بات کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم بہت سے ایسے دلائل بیان کرسکتے تھے جن سے یہ معلوم ہوتا کہ ۴۳۱ء ق م سے ۴۲۱ء ق م تک کے

۳۸۸

۲۳ء یہ ایک نہایت عجیب و غریب واقعہ ہے کہ کلیون کی موت کے بعد ایتھنز نے تھریسی مہم کی طرف اتنا کم التفات کیا اور **طوسی دیدش** (۶، ۱۰) کہتا ہے کہ خود نکیاس نے بھی اپنے قلب کا ایتھنزیوں کے سامنے اظہار کیا تھا۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ طوسی دیدش نے تھریسی مہم کی تمام ایتھنزی کارگزاریوں کا ذکر نہ کیا ہو۔ مقابلہ کیا جائے گلبرٹ "اضافہ جات" (صفحہ ۱۹۳) اور بوسولٹ "تحقیقات" (۱، ۱۱۹) کا۔

واقعات کا انداز بالکل جداگانہ ہے۔ مثلاً یہ بالکل صریح امر ہے کہ ۴۲۱ء ق م سے ۴۰۴ء ق م تک جو جنگ ہوئی اس میں ایک حوصلہ مند شخص الکبیا دیس نے ایک مخصوص رنگ پیدا کر دیا تھا۔ وہی اس زوردار بڑی طرز عمل کا محرک تھا جو آخر کار مین تی نیہ پر پاش پاش ہوگیا۔ وہی اپنے ہم وطنوں کو سرقوسہ لے گیا جہاں ایتھنز کو موت کا منھ دیکھنا پڑا اور پھر آخر کار اسپارٹا اور ایران کے مخالفے میں ساعی ہوا جس کی وجہ سے آخر کار ایتھنزی اقتدار کا خاتمہ ہوگیا + اگر ان امور کو مدنظر رکھا جائے تو یہ صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ ۴۳۱ء ق م تا ۴۲۱ء ق م اور ۴۲۱ء ق م تا ۴۰۴ء ق م کے زمانوں کی اندرونی خصوصیات بالکل جداگانہ ہیں[۲۴]

بہرحال ۴۲۱ء ق م میں کچھ عرصے کے لیئے ایتھنز اور اسپارٹا میں صلح ہوگئی اور دونوں بلدیات میں شادیانے بجنے لگے۔ اب ایتھنزی اور اسپارٹی بہ اطمینان تمام دوش بدوش رہ سکتے تھے اور یہ ایسا واقعہ تھا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اور جس کے نہ ہونے کی سرور یہ نویس ہمیشہ شکایت کیا کرتے تھے + حال ہی میں بعض مورخوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اسپارٹی حملوں سے اٹیکا میں صرف وقتی طور پر ہی نقصان نہیں ہوا بلکہ ان سے تمام مملکت کو مستقل طور سے نقصان پہنچا اور فارقلیس کے جنگجویانہ طرز عمل سے چھوٹے چھوٹے زمینداروں کا طبقہ بالکل ناپید ہوگیا مگر اس کا کوئی خاطر خواہ ثبوت نہیں دیا جاتا۔ اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو یا تو اراضی افتادہ پڑی رہتی ورنہ بڑے بڑے جاگیردار پیدا ہوجاتے جیسے اٹلی میں اس وقت پیدا ہو گئے جب روما کی آزادی مفقود ہوگئی۔ مگر خود اٹیکائی مقرروں کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م میں کاشتکار و کاما متوسط طبقہ بالکل ویسے ہی موجود تھا جیسے پانچویں صدی ق م میں

۲۴ اس جنگ کا نام "جنگ پیلوپونیز" پڑ گیا ہے۔ مگر یہ اٹیکائی لحاظ سے بھی درست نہیں اس لیئے کہ اس جنگ میں پیلوپونیزیوں کے علاوہ اور بھی مملکتیں ایتھنز کی دشمن تھیں۔ اس نام کی ابتدا غالباً الیفوروس سے ہوئی اور اس کا اتباع دیودورس (۱۳، ۳۸) پلوٹارک ("فارقلیس" ۲۹) اور استرابو (۱۳، ۶۰۰) میں کیا گیا ہے + طوسی دیدش اس کا نام "جنگ اٹیکا" رکھتا ہے اور یہ پیلوپونیزی لحاظ سے بالکل درست ہے +

اور گو ۴۳۱ ق م سے ۴۰۳ ق م تک ایٹیکا پر دیکیلیا کے حملہ ہوا کیئے اور ملک بالکل تاراج ہو گیا مگر پھر بھی کاشتکار اپنی اراضیات پر قابض و متصرف نظر آتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان حملوں سے بہت سے شہری زیر بار ہوئے ہوں گے مگر شہر ایتھنز پر مستقل طور پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ ایتھنزیوں کی مرفہ الحالی کا مدار تجارت پر تھا اور جنگ کے بعد ایتھنز کی تجارت پھر عود کر آئی۔ ان تمام اسباب کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فارقلیس نے یہ صلاح کہ ایٹیکائی دیہات کو چھوڑ کر شہر میں چلے آئیں خوب غور و خوض کے بعد دی ہو گی۔ جو فریق بہر صورت امن کا طالب تھا اور جس میں سروریہ نویس بھی شامل تھے وہ ایک نہایت اہم بات بھول جاتا تھا اور وہ یہ کہ آخر کار جس قوم نے اپنے تمام آرام و آسائش کو خیرباد کہا اور تکالیف و محن کی خواہش صرف اس وجہ سے کی کہ جو چیز اسے سب سے زیادہ عزیز ہے اسے نہ چھوڑے تو اس میں ضرور کوئی خاص بات مضمر ہو گی۔ ولندیزوں کی کاشت سولھویں صدی عیسوی میں ہسپانویوں نے اور سترھویں صدی عیسوی میں فرانسیسیوں نے اجاڑ دی اور انھوں نے اس پر صبر ہی نہیں کیا بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے پانی کے دروازے کھول دیئے اور نشیبی اضلاع کو کلیتاً برباد کر دیا تاکہ اپنے بلدیات کو حملہ آوروں کی دست برد سے بچالیں اور اپنی آزادی قائم رکھ سکیں۔ بعینہٖ اسطرح فارقلیس کا طرز عمل بھی بہت ارفع و اعلےٰ تھا مگر بدقسمتی سے اسے نہ تو اپنے طرز عمل کی تکمیل میں اور نہ کسی اور اہم امر میں اپنے ہم بلدوں سے اتنی امداد نہیں ملی جس کا وہ مستحق تھا اور جو ایتھنز اور یونان کے مفاد کے لیئے ضروری تھی۔[۲۵]

۲۵ جب ہم اس جنگ کی تنقید فنی حیثیت سے کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے شروع میں اسپارٹا نے کوئی کارہائے نمایاں انجام نہیں دیئے۔ وہ صرف یہ کرتا ہے کہ ایٹیکا پر حملہ کر کے اسے تاراج کرے اور جو ایتھنزی حلیف بغاوت پر آمادہ ہوں انھیں خوش آمدید کہے۔ مگر انھیں وہ کسی طرح کی مدد نہیں دیتا ظاہر ہے کہ اس طریق عمل سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا جنگ کیلئے پہلے سے تیار تھا۔ اس کے برعکس ایتھنز نے پہلے ہی سے تمام منصوبے گانٹھ لیئے تھے۔ مگر جب وقت آیا تو اس نے ان کی پروا نہیں کی۔ ابتدا میں تو ایتھنز اسی ترکیب پر عمل کرتا ہے جو ۴۲۵ ق م کی صلح کے بعد بتائی تھی وہ یہ کہ ایتھنزیوں کو یہ چاہیئے کہ اندرون ملک کے باشندوں کو رعایا نہ بنائیں بلکہ صرف ان بلدیات سے تعلقات پیدا کریں جو

نوٹ

اسناد باب ۲۳

اس باب کے لیئے طوسی دیدش مع پلوٹارک اور دیو دورس کے دیکھے جائیں۔ ایتھنزی بازاری گفتگو کے لیئے ارسطوفانیس میں مواد ضرور موجود ہے مگر وہ اور اس کے حواشی دونوں نہایت ہوشیاری سے استعمال کیئے جائیں۔ ایتھنز کی اندرونی تاریخ کیلیئے حال کی تصانیف مفصلۂ ذیل ہیں:۔

۱۔ گلبرٹ:۔ تحقیقات متعلق تاریخ ایتھنز بعہد جنگ پیلوپونیز۔ لائپزگ ۱۸۷۷ء

۲۔ ی۔ بیلوخ:۔ سیاسیات اٹیکا بدور فارقلیس۔ لائپزگ ۱۸۸۴ء۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ سواحل پر یا جزیروں میں آباد ہوں۔ مگر اس پر پوری طور سے عمل نہیں ہوا۔ اول تو فارقلیس کا ہی انتقال ہوگیا اور اس کے بعد موقع عمل کے اعتبار سے تمام ترکیبیں بدل دی گئیں۔ مثلاً کورکائرا اور نئوپاکتوس کی وجہ سے اکارنانیہ اور ایتولیہ کی مہمات سر ہوئیں اور بیوتیہ کے حملے کے بعد ایتھنزی طرز عمل بالکل وہی ہوگیا جو ۴۶۵ ق م سے پیشتر تھا۔ اب دیموس تھینس اور کلیون میں گفت وشنید ہو جاتی ہے اور کلیون ہی جنگ کی رہبری کرتا ہے۔ مگر اس کی مہمات میں ناکامی ہوتی ہے اور دیلیوم کی شکست کے بعد ایتھنز پھر اسی حکمت عملی پر کاربند ہونے لگتا ہے جو صلحنامۂ سی سالہ کے وقت تھی یعنی یہ کہ خاص ارض یونان میں ایتھنزی مقبوضات نہ بڑھائے جائیں۔ اس سے پہلے اسے پیلوس اور کیتھرا میں کامیابی ہوتی ہے اور یہ مہمات فارقلیس کے اصول کے مطابق سر کی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس صلحنامۂ نکیاس ایتھنز کے نقطۂ نظر سے حماقت آمیز تھا اس لیئے کہ اس میں خالی اسپارٹی مخالفے پر اس نے اپنی فتوحات قربان کردیں۔ اس سے ایتھنزیوں کو بہت مایوسی ہوئی اور الکبیا دیس کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے جس نے نہایت بے اصولی سے ہر شعبے میں دست اندازی شروع کردی۔ ۴۱۳ ق م کے بعد صورت حال بالکل بدل جاتی ہے ایتھنز مجبور ہوتا ہے کہ دفاعی طریقہ اختیار کرے اور حق تو یہ ہے کہ اسے اپنے جنگی اصول کو بالکل چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ اسکے برعکس اسپارٹا جارحانہ طرز عمل اختیار کرلیتا ہے آرکی داموس والی جنگ میں برسی داس نے ایتھنز کے کمزور نقطوں پر محض از خود حملے کیئے تھے، یہی پالسی اب الکبیا دیس اسپارٹا کی طرف سے شروع کرتا ہے اور اسپارٹا صاد کردیتا ہے، لیسانڈر اسپر عمل کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔

۳۔ میلو، لراشٹر یونگ ۱۔ ارسطوفانیس وتنقیدِ تاریخی۔ لائپزگ ۱۸۷۳ء۔
ان مورخوں نے خاص خاص اجزا کی جو تحقیقات کی ہے اس کا ذکر حواشی میں آچکا ہے۔

۳۹۸

باب (۲۴)

یونان کے حالات ۴۲۱ ق م سے سسلی کی مہم تک

۴۲۱ ق م کے صلحنامے اور خصوصاً اس محالفے کی وجہ سے جو اسپارٹا اور ایتھنز کے مابین ہوا تھا اسپارٹا کے قدیم حلیفوں میں اضطراب کے آثار نمایاں ہوگئے اور انھیں یہ اندیشہ ہوگیا کہ اگر وہ چپ بیٹھے رہے تو اس سے بہت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اس اندیشہ کا اثر جس مملکت پر سب سے زیادہ تھا وہ کورنتھ تھا اور یہی وہ مملکت تھی جسکی وجہ سے گویا جنگ پیلوپونیز ہی کی ابتدا ہوئی تھی۔ اور اب کورنتھ نے آرگوس سے گفتگوئے آشتی کرنی شروع کی، آرگوس میں ایک لقونوی گروہ ایسا موجود تھا جس نے حال ہی میں وہاں کی حکومت پر اثر ڈال کر اسپارٹا سے پھر صلح کرلی تھی جس کے معاوضے میں اسے ضلع کینوریا واپس مل گیا مگر اس مملکت اور اسپارٹا میں ہمیشہ ناچاقی رہتی تھی اور جو فریق اس وقت برسر اقتدار تھا وہ عموماً پسند ہی تھا۔ اس کے علاوہ اس طویل زمانۂ امن سے آرگوس کو بہت سے ضمنی فائدے پہنچے تھے اور اس نے اندرونی تجارت کو کلیتہً اپنے قبضے میں کرلیا تھا اس لیئے اسے موجودہ صورت حال نہایت امید افزا معلوم ہوئی اور اس کو خیال ہوا کہ یہ پیلوپونیز کی سطوت حاصل کرنے کا نہایت عمدہ موقعہ ہے۔ یہ ہی اسباب تھے جن کی بنا پر آرگوسیوں پر کورنتھ کی گفت وشنود کا بہت اثر ہوا انھوں نے بارہ آدمیوں کا انتخاب کرکے اور انھیں یہ اختیار دیا کہ جس یونانی مملکت سے چاہیں معاہدہ کرلیں

مگر اسپارٹا اور ایتھنز سے معاہدہ کرنے کا حق عموم آرگوس نے خود اپنے لیئے مخصص رکھا دوران جنگ پیلوپونیز میں شہر مین ٹی نیہ کے باشندوں نے بھی اپنا اثر بڑھا لیا تھا یہہساں بھی ایک عمومیت پسند گروہ نے اپنا اقتدار قائم کیا تھا۔ اور اس میں یہ خوف پیدا ہوگیا تھا کہ مبادا اسپارٹا اس اثر کو کم کرنے کا کوشاں ہو اس لیئے آرگوس سے مین ٹی نیہ بھی مل گیا۔ غرض یہ ہے کہ ایتھنز اور اسپارٹا کے خلاف ایک عام خیال یہ ۳۹۹
پیدا ہوچلا تھا کہ ان دونوں کے درمیان جو مخالفہ ہوا ہے اس کا مقصد بس یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر مظالم کیئے جائیں اور انھیں دبایا جائے۔ اور پیلوپونیز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہیجان سا پھیل گیا تھا۔

ان تمام واقعات سے اسپارٹا کو نہایت تردد ہوا۔ ان کے مخالفوں میں سب سے زیادہ اثر کورنتھیوں کا ہی تھا اس لیئے وہ سب سے پہلے ان ہی کی طرف مائل ہوئے اور ان سے کہا کہ ہر حلیف پر کثرت رائے کی پابندی فرض ہے اسلیئے کورنتھ کو بھی صلحنامے کے شرائط پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب کورنتھیوں نے یہ دیا کہ بلاشبہ ہر حلیف پر کثرت رائے کی تعمیل لازمی ہے مگر کیا اسپارٹی اسے بھول گئے کہ صلحنامے میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ اگر یونانی دیوتا یا قدیم سورما اس کثرت رائے کے خلاف ہوں تو پھر اس کا خیال نہیں کیا جائے گا؟ اور چونکہ ہم نے اس کا حلف لیا ہے کہ ہم تھریسیوں کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اس لیئے اب گویا دیوتاؤں کی خواہش اور پیلوپونیزی حلیفوں کی کثرت رائے میں تضاد ہے اور ایتھنز سے صلح ہو ہی نہیں سکتی۔ غرض یہ کہ کورنتھی بھی اپنے حلیف کالکدیسیوں کو ساتھ لے کر آرگوسی اتفاق میں شریک ہوگئے ایلیسیوں میں بھی ایک عمومی فریق پیدا ہوگیا ان میں اور اسپارٹا میں لیپریوم کے متعلق جھگڑا ہوگیا اور وہ بھی آرگوس کے ساتھ شامل ہوگیا اسی طرح بیوتی اور مگاری بھی ایتھنز سے دل سے متنفر تھے مگر وہ اس نئی لیگ میں محض اس وجہ سے شامل نہیں ہوئے کہ یہ دراصل مختلف عمومی مملکتوں کا مخالفہ تھا۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ صلحنامہ نکیاس کے بعد یونان کی فریق بندی ابتدائی اصولوں پر قائم ہو رہی تھی اور ہر مملکت کا مقصد محض یہ ہی تھا کہ آیندہ زمانے میں اپنا ہی ذاتی مفاد پیش نظر رکھے۔

کورنتھیوں اور آرگوسیوں نے تگیا کے باشندوں سے کہا کہ وہ

اسپارٹا سے باغی ہوجائیں مگر انھیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی اس لیئے کہ اول تو
تگیہ میں عمومی گروہ برسر اقتدار نہیں تھا اور دوسرے تگیہ اور مین تی نیہ کے باہمی کشیدگی
تھی اب کورنتھیوں کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا اور وہ یہ خیال کرنے لگے کہ ایتھنز اور
ان کے ملک کے درمیان کوئی سد راہ نہیں ہے اور جب ایتھنزی چاہیں ان کے ملک میں آسکتے
ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ بیوتیہ اور ایتھنز کے درمیان عارضی صلح ہے جسے ہر فریق دس روز
کی اطلاع دے کر توڑ سکتا ہے انھوں نے یہ چاہا کہ ان کے اور ایتھنز کے
درمیان اسی قسم کے تعلقات قائم ہوجانا بہتر ہوگا اور تھبز سے درخواست کی کہ وہ دونوں
کے درمیان پڑ کر صلح کرادے۔ مگر ایتھنز نے صاف انکار کردیا جس کی وجہ سے کورنتھ اور
تھبز میں بھی دوستی نہ ہوسکی۔ اسپارٹا اور مین تی نیہ میں تعلقات کی کشیدگی تو تھی ہی، اب ۴۰۰
دونوں میں باضابطہ جنگ شروع ہوگئی جس میں مین تی نیہ کو شکست ہوئی اور ان کے
قبضے سے پارھازیوں کا ضلع نکل گیا۔

اسی اثنار میں صلحنامے کے شرائط کی تکمیل کے مسئلے پر اسپارٹا اور ایتھنز میں اختلاف
کی صورت پیدا ہونے لگی۔ تھریس کے بلدیات نے اس صلحنامے سے قطعی بے تعلقی کا اظہار
کیا۔ امفی پولس نے بھی اطاعت سے بالکل انکار کردیا اور گو ایتھنز نے میسنیلوں اور
ہیلوتوں کو بیلوس سے علحدہ کردیا تھا مگر بیلوس کو اسپارٹا کے حوالے نہیں کیا۔
ظاہر ہے کہ صلحنامے کی تکمیل میں جو کوتاہی ہوئی تھی اس کی ابتدا اسپارٹا نے ہی کی تھی۔
جو بغض اسے ایتھنز سے تھا اسے وہ بمشکل چھپا سکتا تھا اور یہ بہت جلد منکشف ہوگیا۔
۴۲۱-۴۲۰ ق م میں جو نئے ایفور منتخب ہوئے انھوں نے بیوتیوں سے یہ استدعا کی کہ
وہ آرگوس اور اسپارٹا کے بیچ میں پڑ کر دونوں سے ایک عہدنامے پر دستخط کرالیں
اس لیئے کہ ان کا خیال تھا کہ اگر آرگوس سے اتفاق کی نوبت آگئی تو پھر اسپارٹا ایتھنز
سے جنگ آزما ہونے کے لیئے تیار ہوجائے گا، مگر اس کوشش میں جس میں ہر مملکت نے
دوسرے سے ایک قدم بڑھ جانا چاہا ناکامی ہوئی۔ بیوتارخوں نے یہ چالاکی کی کہ جو
جماعتیں ذی اقتدار تھیں ان سے یہ نہیں کہا کہ آرگوس اور کورنتھ بھی بیوتیہ سے
عمدہ تعلقات قائم رکھنا چاہتے تھے اور چونکہ بیوتیوں کا یہ خیال تھا کہ اسپارٹا اب بھی
آرگوس اور کورنتھ کا مدمقابل تھا اس لیئے انھوں نے ماہ فروری ۴۲۰ ق م میں

اسپارٹا سے تو اتحاد کر لیا مگر باقی دونوں مملکتوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اس سے ایک طرف تو جو اسپارٹا چاہتا تھا وہ پورا نہیں ہوا اور دوسری جانب چونکہ ایتھنز اور اسپارٹا نے یہ قرارداد منظور کر لی تھی کہ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے پس پشت کسی اور سے اتفاق نہ کرے اور یہ گویا ایتھنز کی توہین تھی اس لیئے اسپارٹا اور ایتھنز کے باہمی تعلقات میں بھی فرق آگیا۔ آرگوس کی حکومت میں بھی اضطراب کے آثار نمودار ہوئے اور انھوں نے اسپارٹا سے محالفہ کرنا چاہا مگر ایتھنز ی سدراہ ہوئے اور آخر کار آرگوس کے شہریوں نے اس محالفہ کی منظوری دینے سے انکار کر دیا۔ ۴۰۱

ایتھنز کے عمومیوں کا سرگروہ ہی پر بولوس تھا۔ ہی پر بولوس کلیون

۱؎ ہی پر بولوس کیلیئے گلبرٹ کی کتاب (صفحہ ۲۰۹) دیکھنی چاہیئے، وہ اکثر مقدمات میں جو مملکت کی جانب سے ان لوگوں پر عائد ہوتے تھے جنھوں نے مملکت کے مال کا تغلب کیا تھا سرکاری طرف سے پیروی کیا کرتا تھا اور چونکہ وہ ایسے ممتاز اور بے ایمان اشرافیوں کے خلاف رہتا تھا جو مملکت کا روپیہ اپنے مفاد پر خرچ کرنا چاہتے تھے اس لیئے اشرافی گروہ اس سے دل سے متنفر تھا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ وہ ہمیشہ سرویہ نویسوں کا نشانۂ ملامت بنا رہتا تھا۔ مثلاً سرویہ نویس افلاطون نے اپنے ناٹک "ہی پر بولوس" میں، یوپولس نے اپنے ناٹک "ماریکاس" میں، اور ہرمپوس نے اپنے ناٹک "ارتوپولیس" میں اسے نشانۂ ملامت بنایا۔ ابتدا میں تو یہ حملے محض تعریض و تشنیع پر ہی محدود تھے مگر مفسروں نے اپنی ذکاوت اور فراست سے ان کی بنیاد پر اس کی پوری سوانح عمری تیار کر لی۔ مثال کے طور پر ایسی سوانح عمری پاؤلی کے مجموعے جلد ۳ میں مع حوالۂ اسناد کے ملیگی۔ مگر ان تحریروں کی مطلق تاریخی اہمیت نہیں ہے۔ ہی پر بولوس کے حالات زندگی سے جو کچھ بھی ہمیں واقفیت ہے (مثلاً مملکت کو افراد کے تغلب سے بچانے کی کوشش اور عدیدیوں کے ہاتھ سے مارا جانا) اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایفیالتیس کا ایک نہایت مناسب اور قابل قائم مقام تھا۔ اس سے پہلے ارسطیدیش نے بھی (جس کے بلند پایہ عمومی ہونے میں کسی کو انکار نہیں) مملکت کو تغلب سے بچایا تھا۔ بہرحال ایفیالتیس کی تو ہر شخص وقعت کرتا ہے۔ مگر ہی پر بولوس کی بدقسمتی ہے کہ اس کے جملہ حالات ہمیں اس کے مخالفوں کی تحریروں سے ہی معلوم ہوئے ہیں (اور یہ تحریریں تعصب سے بھری ہوئی ہیں)۔

کی طرح تجارت پیشہ تھا اور چراغ سازی کا کام کرتا تھا۔ اشرافیوں کو اس سے خاص طور پر بغض تھا۔ اور خود عمومیوں میں بھی اس کی اتنی ذاتی وقعت نہیں تھی جتنی کلی نیاس کے بیٹے الکبیا دیس کی۔ الکبیا دیس ایک خوبرو نوجوان تھا اور گو اس کی پرورش اس کے عزیز فارقلیس نے ہی کی تھی مگر اس کی عادات واطوار ایک آوارہ امیرزادے کے سے تھے اور وہ بداخلاقی میں زندگی بسر کرتا تھا۔[۱] اس کے مزاج میں یہ داخل تھا کہ جس کسی سے وہ ملتا اس پر اپنا اثر قائم کر لیتا یہانتک کہ جب اس کی حکیم سقراط سے ملاقات ہوئی تو اسے بھی اپنا گرویدہ بنالیا۔ اس کے تمام کاموں میں فہم وادراک کا مادہ پایا جاتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا تھا وہ محض اس وجہ سے اس کی خوشی اسی میں تھی۔ بچپن ہی سے وہ نڈر تھا اور چونکہ اس کا انداز منحوسانہ تھا اس لیئے اور بھی زیادہ آزادمنش معلوم ہوتا اور جہاں اور وں

---

[۱] الکبیا دیس کیلئے مخصوص طور پر مفصلۂ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں:-
گ، ف، ہرتسبرگ "الکبیا دیس مدبر وسپہ سالار"۔ ہالے ۱۸۵۳ء۔ وائم لنگ کا مضمون جریدۂ عجائب خانۂ سوئیزرستان" فیشر "الکبیا دیس ولیساندروس"۔ "دربیاض مختصر" جلد ا

فلپی کے مضامین۔

اس کی نوجوانی کے واقعات پلوٹارک سے معلوم ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ حال میں فوکے نے جو اس کی طرفداری کرنی چاہی ہے اس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کہ عمومیت کے مخالفوں مثلاً ارسطوفانیس اور افلاطون پر اس کی خداداد قابلیتوں کا اثر پڑا ہو مگر جب ہم اس کا خیال کرتے ہیں کہ اپنی نوجوانی کے عالم میں جو کچھ اس نے چاہا بلا لحاظ کسی اصول کی پابندی کے وہی کیا اور اس کی سیاسی چالوں سے اس کے بلدیئے کو اور خود اس کو سوائے مصائب اور نقصانات کے اور کچھ نہیں ملا تو پھر ہم اس نتیجہ پر مجبور ہیں کہ اس میں وہ سب کھلے کھلے متنازعہ نقائص کے ساتھ جو پانچویں صدی ق م کے اواخر کے ایتھنزیوں میں پائے جاتے ہیں اعلےٰ درجے کی فراست بھی تھی اور ہمیں نہ صرف اس سے بلکہ اس مملکت سے بھی دلی ہمدردی ہے جو چاروناچار اسکی خدمات کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ مونٹسکیو کا یہ مقولہ حقیقت پر مبنی ہے کہ عمومیت کی بنا ایمانداری پر ہے اور اسی کے سبب سے یہ اصول قائم ہے اور ہمیں ماننا پڑیگا کہ ہی پر بولوس الکبیا دیس سے بہتر شہری تھا۔

کو ناکامی ہوئی وہاں اس کی رائے تسلیم کرلی جاتی + اس کی آرزو یہ تھی کہ وہ ایتھنز پر حکومت کرے مگر یہ حکومت محض ایتھنز کے حدود سے ہی محدود نہ ہو۔ اس کا ایتھنز گویا مقدونیہ تھا مگر قبل از وقت اور اس میں گویا ایک سکندر کی قابلیت تھی مگر موقع اور محل مناسب نہ تھا + اس کا اور عمومی گروہ کا تعلق محض اس کے رشتہ داروں کی وجہ سے پیدا ہوا مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ اس گروہ کے اصولوں کا دل سے معتقد نہیں تھا اور اس کی رہبری پر اس نے صرف اس وجہ سے کمر باندھ لی تھی کہ اسے ایک مرتبہ اپنے حوصلے پورا کرنے میں ناکامی ہوئی تھی اور یہی وہ گروہ تھا جس میں پڑ کر وہ اپنی قابلیت کے جوہر دکھا سکتا تھا اس کا دادا اپنے زمانے میں اسپارٹی پر دکسینوس تھا مگر اپنے عہدے سے کسی بات پر مستعفی ہو گیا تھا الکبیا دیس نے چاہا کہ وہ اپنے دادا کے عہدے پر فائز ہو جائے اور اس مقصد کے حصول کے لیئے اسفاکتیریہ کے قیدیوں کے مسئلہ میں دلچسپی پیدا کی مگر بدقسمتی سے اسپارٹیوں نے اس پر نکیاس کو ترجیح دی اور اب وہ یہ چاہتا تھا کہ اسپارٹا کو یہ دکھا دے کہ اس کا ساتھ چھوڑ کر خود اسپارٹا کو نقصان ہوا اور اس نے یہ تدبیر شروع کی کہ اسپارٹا کے بجائے آرگوس ایتھنز سے اتفاق کرے اس میں وہ کامیاب ہوا اور آرگوسیوں نے اسپارٹی عہد نامے کی توثیق میں دیر لگا دی + اور جب آرگوسی سفیر ایتھنز میں تھے تو اسپارٹا نے بھی اپنے نمایندے انکا اثر زائل کرنے کے لیئے روانہ کیئے۔ مگر (طوسی دیدش کے بیان کے بموجب) انھیں الکبیادیس نے سخت دھوکا دے دیا[۳] + بہرحال گفت وشنود کلیتہً منقطع نہیں ہوئی اور نکیاس ایتھنز کا پیام لے کر اسپارٹا گیا۔ مگر واپسی میں وہ یہ خبر لایا کہ اسپارٹی امنی پولس نہیں چھوڑتے اور گو ان کا اور بیوتیوں کا باہمی حلف ایتھنز اور اسپارٹا کے عہد نامے کے صریحاً خلاف ہے مگر ۴۰۲

[۳] طوسی دیدش ۵، ۴۷ + اگر یہ قصہ حقیقت پر مبنی ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی طرز معیشت میں کسی بات کا پاس ولحاظ نہیں کرتے تھے اور ساتھ ہی اسپارٹی سفرا کی سادہ لوحی بھی عیاں ہو جاتی ہے + مگر سوال یہ ہے کہ یہ قصہ سچا بھی ہے یا نہیں۔ اسپارٹیوں نے نکیاس کے سامنے تک کسی بات پر اپنی رضامندی کا اظہار نہیں کیا۔ اور کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جب انھوں نے یہ کہا کہ انھیں اختیارات تامہ حاصل نہیں ہیں تو وہ سچ بول رہے تھے؟ اس وقت طوسی دیدش ایتھنز میں موجود نہیں تھا اور یہ بالکل ممکن ہے کہ [illegible] ہو یعنی خود سفرا نے ہی غلط بات محض اسلیئے بنا دی ہو کہ دوسروں پر ذمہ داری عائد ہو جائے +

وہ اس سے بھی دست بردار ہونے پر رضامند نہیں ہے

اسپارٹی طرز عمل کا اندازہ کرکے ایتھنز نے بھی اپنے طور پر آرگوس مین تی نیہ اور ایلیس کے ساتھ اتفاق کرلیا اور اس معاہدہ کی عبارت نہ صرف طوسی دیدش ہی میں مندرج ہوئی ہے بلکہ ایک کتبے میں بھی پائی جاتی ہے[1] + اس محالفے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایتھنزی بحری لیگ کے ساتھ ہی ساتھ بری حلیف بھی پیدا کئے جائیں۔ مگر دونوں معاہدوں میں فرق یہ تھا کہ ایتھنز بحری حلیفوں سے سختی اور جبر کے ساتھ پیش آسکتا تھا مگر بری حلفاء کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرنے پر قادر نہیں تھا اور یہ محالفے محض حلیفوں کی خوشی اور رضامندی پر ہی مبنی تھے + یہ ہی سبب تھا کہ فی نفسہ اس معاہدے سے اسپارٹی عہدنامے میں کوئی نقص نہیں پیدا ہوا۔ بلکہ خود کورنتھ بھی جو آرگوس کا حلیف تھا اس میں شامل نہیں ہوا + یونانی بین قومی قانون میں بست و کشاد کی اسقدر گنجائش تھی کہ کوئی مملکت اپنے حلیف کے حلیف کی دشمن ہوسکتی تھی اور بعض مرتبہ تو دو مملکتوں میں جو ایک دوسرے کی حلیف تھیں جھڑپ بھی ہوجاتی تھی! اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ہر ایک اتفاق کسی نہ کسی فوری ضرورت کے رفع کرنے کے لیئے کیا جاتا تھا +

۴۲۰ ق م کے موسم گرما میں ایلیسیون نے اسپارٹیوں کو اولمپیا کے میلے سے خارج کردیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس میلے کے زمانے میں عام امن کا اعلان کردیا جاتا ہے مگر اسپارٹیوں نے اس کا لحاظ نہیں کیا اور لڑائی چھیڑ دی۔ اسپارٹا پر اولمپیا کے منتظموں نے دو ہزار مینا (۳۳ ½ تالنت) جرمانہ کیا مگر اس عظیم الشان رقم کی ادائی کوئی آسان بات نہ تھی اور اسپارٹیوں نے اس کے ادا کرنے سے انکار کردیا۔ میلے کا سوٹر الکبیا دیس تھا اور اس نے اس کی نگرانی نہایت تزک و احتشام سے کی۔ اس کے برعکس مقابلہ کرنے والوں میں سے ایک شخص لیکاس بھی تھا جس نے شرکت کے وقت

---

[1] طوسی دیدش ۵، ۴۷ + جس نوشتے کا ذکر ہے اسکی نقل "مجموعہ نوشتہ ہائے قدیم" ضمیمہ ۴۶ (ب) میں ہے کرشہوف کا مضمون "ہرمیس" جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۸ وغیرہ میں دیکھنا چاہیئے + کتبے کی عبارت میں کوئی بڑا نقص نہیں پایا جاتا۔ اس موضوع کے لیئے بوسولٹ ۱، ۴۳۱ کا حوالہ بھی مناسب ہے ؛

اپنے آپ کو بیوقی ظاہر کیا تھا۔ مگر جب اس کی جیت ہوئی تو اس نے کہا کہ میں اسپارٹی ہوں جس پر کھیلوں کے منتظم نے اس کی خوب اچھی طرح سے زدوکوب کی + اسی اثنار میں بیوتیوں نے بظاہر اسپارٹا کو خوش کرنے کے لیئے مگر دراصل اپنا مفاد پیش نظر رکھ کر شمالی بلدیہ ہرقلیہ پر قبضہ کرلیا جو کوہ ایتہ پر واقع تھا اور جسے جنگ پیلوپونیز کے زمانے میں اسپارٹیوں نے آباد کیا تھا مگر اب چھوڑ بیٹھے تھے ۴۰۳

موسم بہار ۴۱۹ ق م میں الکبیادیس نے پیلوپونیز کا سفر کیا اور اس سے جو نتیجے نکلے وہ سب سے بڑھ کر تھے + اس نے پہلے تو اکائیہ پر اثر پیدا کرنا چاہا اور اس کے کہنے سے پاترے کے باشندوں نے شہر سے سمندر تک دیواریں تیار کیں۔ مگر جب اس نے چاہا کہ اس رھیوم پر ایک قلعہ بنائے تو کورنتھی اور سکیونی اس کے سدراہ ہوئے اور اس میں شبہ نہیں کہ اس قلعے کی بجائے اگر ایتھنز آرگوس کے ساحلی علاقہ (آکتے) پر قلعہ بنانا چاہتا تو وہ کہیں زیادہ مفید ہوتا + اپی دوروس پر کسی زمانے میں فارقلیس کا دانت تھا اور اب خود آرگوسی چاہتے تھے کہ اس پر ان کا قبضہ ہوجائے۔ اور انھوں نے یہ بہانا کرکے کہ اپی دوروسیوں نے آرگوس کی اپولو کے سامنے حسب دستور چڑھاوا نہیں چڑھایا اپی دوروس پر حملہ کردیا + ان کی مدد کے لیئے لکدمونیوں نے شاہ آگس کو روانہ کیا۔ مگر اسے بہت جلد واپس آنا پڑا اس لیئے کہ اسے معلوم ہوگیا کہ اسپارٹی سیاسی بساط میں تبدیلی ہوگئی ہے اور ساتھ ہی کارنیوس کا مقدس مہینہ بھی آگیا تھا جس میں جنگ ممنوع تھی + اصل واقعہ یہ تھا کہ ایتھنز کی تحریک پر ایک صلح کانفرنس بمقام مین تی نیہ منعقد ہوئی تھی اور یہاں بھی نکیاس کی وقعت بہت نمایاں تھی اسی لیئے اسپارٹیوں نے اپی دوروس کی مہم کا خیال چھوڑ دیا اور انھیں یک بہ یک یہ خیال ہوا کہ کارنیوس کا مہینہ آن پہنچا + بہرحال اس کانفرنس میں کام کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اور چونکہ آرگوسیوں کے لیئے ماہ کارنیوس باعث خلفشار ہوتا اس لیئے انھوں نے نہایت اطمینان سے اس سے پیشتر کا مہینہ برابر جاری رکھا اور کارنیوس کی آمد کا کچھ خیال نہ کیا۔ اس طرح مذہب بھی برقرار

ف ماہ کارنیوس = اگست کا آخری اور ستمبر کا ابتدائی حصہ + (مترجم)

رہا اور لڑائی بھی جاری رہی + ۱۸-۴۱۹ ق م کے موسم سرما میں بھی واقعات اسی طرح رونما ہوتے رہے + اسپارٹیوں نے اپنی فوج سمندر کے راستے ایپی دوروس روانہ کی۔ ایتھنزی بحر ایجین کو اپنی ذاتی ملک سمجھتے تھے اور اس پر کسی قسم کی مداخلت کو سخت جرم خیال کرتے تھے۔ ویسے براعظم پر تو اسپارٹی ایتھنز کے دوستوں کو بہ آزادی تمام قتل کرنے کے گویا مجاز تھے مگر جب انھوں نے سمندر پر ہو کر اپنی فوج روانہ کی تو گویا خاص ایتھنزی اراضی پر مداخلت کی۔ اسی لیئے ایتھنزیوں نے اسپارٹی صلحنامے کے منارے پر ایک کتبہ ثبت کرا دیا کہ اسپارٹیوں نے اپنا حلف توڑ دیا ہے اور اس کے بعد پیلوپس میں ہیلوت اتار دیئے۔ ۴۰۴
مگر اس کے علاوہ ایتھنز نے اسپارٹیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی + (اس قسم کی دلیل سے ماہ کارنیوس کے التوا کے اصول کا مقابلہ کیا جاوے) +

۴۱۸ ق م میں الکبیادیس سپہ سالار منتخب نہیں ہوا اس لیئے اسپارٹا کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایتھنز جیتی وچالاکی نہیں دکھا سکے گا۔ اسی وجہ سے اس سال کے موسم گرما میں اسپارٹا نے اس نام کو جسے حال ہی میں بٹہ لگ چکا تھا دوبارہ درخشاں کرنے کی کوشش کی + آگس ایک بڑی فوج لے کر آرگوس چلا جس میں علاوہ اسپارٹی لشکر کے حلیف ریاستوں کے رسالے، پانچ ہزار ہوپ لیت، پانچ ہزار ہلکے ہتھیار بند اور ایک ہزار بیوتی سوار تھے، اور آرگوس کی فوج کو دونوں طرف سے گھیر لیا + مگر واقعات نے بالکل خلاف امید صورت اختیار کر لی۔ دو ممتاز آرگوسیوں یعنی تھراسی لوس اور الکیفرون نے آگس سے چار مہینے کے لیئے عارضی صلح کر لی اور آگس واپس اسپارٹا چلا آیا + اس التوائے جنگ سے کوئی فریق بھی مطمئن نہیں ہوا۔ آرگوسی اس لیئے نالاں رہے کہ ان کا خیال تھا کہ میدان میں ان ہی کو فوقیت حاصل تھی اور لڑائی ہوتی تو انھیں ہی فتح ہوتی، اسپارٹا کے حلیف اس کی جلت بھرت سے کبھی خوش نہ ہوتے تھے

---

۵ عام طور پر یونانی مذہب محض برائے نام عمل کرتے تھے اور یہ ہی اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے اس کیلئے استرابو (۶، ۲۶۵) کا مقابلہ کرنا چاہیئے + اور اسی قسم کی مثالوں کیلئے بوسولٹ کی تصانیف "تحقیقات" (۱، ۱۵۴) اور "لاکے دیمون" (۱، ۴۲۹) دیکھنی چاہیئے + جن واقعات کو طوسی دیدش نے چھوڑ دیا ہے ان کے لیئے میور لراشتر لوینگ کی تصنیف "دیموس تھینس کی نقل وحرکت جنگ پیلوپونیز کے چودہ سال میں" کا مطالعہ کیا جائے +

اور خود اسپارٹیوں کو بھی یہ التوا اس لیئے پسند نہیں آیا کہ اس کی بابت آگس نے ایک اسپارٹی شہری سے بھی استمزاج نہیں کیا تھا۔

جب اسپارٹی آرگوس کی طرف پیش بندی کرکے واپس آگئے تو فریق ثانی نے ان کے جواب میں ایک مظاہرہ کیا۔ یعنی لاکیس اور نکوسٹراتوس ایک ہزار ایتھنزیوں کو لے کر آرگوس پہونچے اور دونوں نے مل کر اور خومینوس لے کر گویا آرگوس، مین تی نیہ اور اوزخومینوس کے نقلوں کو ملاکر اسپارٹا اور کورنتھ کے درمیان ایک خط مستقیم حائل کردیا جس سے ان کے رسل ورسائل منقطع ہوگئے۔ مگر یہ اتحاد زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہا اور جب آیندہ ضابطہ عمل کا مسئلہ پیش ہوا تو مختلف ساتھیوں میں پھوٹ پڑگئی۔ اکثر حلیف یہ کہتے تھے کہ تگیا پر حملہ کرنا چاہیئے اور چونکہ اس سے اسپارٹا کو بہت نقصان پہنچتا اس لیئے یہ ہی طرز عمل بہترین تھا۔ مگر ایلس کی یہ خواہش تھی کہ آیندہ پیش قدمی سے یہ خاص طور پر فائدہ اٹھائے اور یہ تحریک کی کہ سب سے پہلے لیپریوم واپس لیا جائے۔ اس کے بعد کوئی اور مہم سر ہو۔ اور جب حلیفوں نے یہ نامنظور کرلیا تو وہ واپس چلے گئے۔ یہ ایک اور ثبوت تاریخ یونان میں اس قسم کے معاہدے بیکار ہونے کا ہے۔ ۴۰۵

اسپارٹیوں کو آگس پر بہت غصہ آرہا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اس پر ایک لاکھ درہم جرمانہ کردیں۔ مگر جب ان کی خواہش ایک اور مرتبہ قسمت آزمائی کرنے کی ہوئی تو یہی پھر سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ آرگوسی اور ان کے حلیف مین تی نیہ کے ملک میں چلے گئے تھے اور اب آگس مع جملہ اسپارٹی افواج کے اُدھر بڑھا اور پلٹ کر چند مقامات پر قبضہ کرنے کے بعد دشمن سے خاص شہر مین تی نیہ پر برسرپیکار ہوا۔ طوسی دیدش

---

۶ بوسولٹ (۱، ۱۷۵) طوسی دیدش ۱، ۱۴۱ کا نہایت مناسب موقع پر اقتباس دیتا ہے آج کل بھی اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ اور اگر ہم دورنپولین کی تاریخ جنگ آزادی اور جنگ کریمیہ کے واقعات کی ورق گردانی کریں تو ہمیں اس کی مثالیں مل جائینگی۔ مارلبرو اور ایوژین کو بھی اس قسم کی مشکلیں پیش آئیں۔

۷ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اسپارٹی کو قریب تہتر تالنت رکھنے کی اجازت تھی! (..... اور ہم قریب ۶۰۰۰ روپے۔ مترجم)

ہمیں اس باقاعدگی کا حال بتاتا ہے جو اس وقت اسپارٹی فوج کی تھی اور یہ بیان کرتا ہے کہ جنگ سے پیشتر تمام اسپارٹی سپاہی بانسری کی راگنی کی آواز پر قدم ملائے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے[۸] مگر جہاں تک فن حرب کا تعلق ہے پیلوپونیزیوں نے اس جنگ میں کچھ کمال نہیں دکھایا۔ دو ماتحت فوجدار جو خود اسپارٹی شہری تھے اس حکم کی پابندی نہ کر سکے جو ان کے وستے کی نقل وحرکت کے متعلق انھیں دیا گیا تھا۔ اور مین تی نیہ والے جو اسپارٹی میسرہ کے عین مقابل تھے اسپارٹی خط کو توڑ کر گھس آئے[۹] مگر قلب اور میمنہ پر اسپارٹیوں نے ایتھنزیوں اور آرگوسیوں کو اس قدر شکست دی کہ اس سے اس لڑائی کی ہی فتح وشکست کا مسئلہ طے ہو گیا مگر اس کے بعد اسپارٹیوں نے اپنے ہزیمت خوردہ دشمن کا پیچھا نہیں کیا۔ کہا جاتا ہے کہ مغلوب فریق کے سات سو آرگوسی، دو سو مین تی نی اور دو سو ایتھنزی اور دونوں سپہ سالار کام آئے اور اس کے برعکس صرف تین سو اسپارٹی سپاہی مارے گئے۔ اور اس طرح اسپارٹیوں کے اسفاکتیریہ کی شکست کی تلافی کی۔

جنگ مین تی نیہ سے بہت سے اہم نتیجے نکلے آرگوس میں اسپارٹی فریق برسر اقتدار ہو گیا اور باوجود الکبیا دیس کی مداخلت کے اسپارٹی سفرا نے آرگوسیوں اور اسپارٹیوں کے باہمی صلحنامے پر دستخط کرا دیئے۔ اور بہت جلد ان دونوں مملکتوں کے درمیان پچاس سال کے لیئے ایک محالفہ ہو گیا۔ اس محالفہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ دونوں کے درمیان پوری یکجہتی تھی اور خود یہ محالفہ اس قسم کا تھا کہ آیندہ باہمی جھگڑے بجائے لڑائی کے آپس کی پنچایت سے طے ہوئے۔ یہ نئے حلیف اب تھرسیس کی طرف ۴۰۶ رجوع ہوئے اور یہاں کے کالکدیسیوں کے ساتھ محالفہ کر لیا اور پردکاس نے یہ کہہ کر کہ وہ خود ہرقلی نسل سے ہے اور آرگوسی ہے ایتھنز سے قطع تعلق کر لیا۔ مگر حسب عادت اس کا محالفہ دیرپا ثابت نہیں ہوا اور آخر کار اس نے آرگوس سے بھی قطع تعلق کر لیا۔

۸۔ طوسی دیدش ۔۵، ۶۶ وغیرہ +

۹۔ طوسی دیدش ۵، ۷۲، + اس سے پلاٹیہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ معمولی سپاہی تو ضابطے کے پابند تھے مگر افسروں سے حکم عدولی سرزد ہو جاتی تھی اور انکی تادیب کی حالت نہایت ناقابل اطمینان تھی۔

اس لڑائی کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ ایتھنزیوں کو ایبی دوروس سے جسے وہ ایک دیوار بنا کر تسخیر کرنا چاہتے تھے اپنا لشکر ہٹا لینا پڑا مگر دیموتس تھینیس جو یہاں کی ایتھنزی افواج کا سپہ سالار تھا اس خوبی سے اپنا لشکر نکال کر لایا کہ اس سے ایتھنزی اقتدار کو مطلق نقصان نہیں پہنچا۔

غالباً اسی اثناء میں ایتھنز میں ایک عجیب وغریب انقلاب ہوا معلوم ہوتا ہے کہ ہی پربولوس نے خیال کیا کہ اب اس کا وقت آگیا ہے کہ اس کے مخالفوں میں سے ایک سے (خواہ وہ نکیاس ہو یا الکبیا دیس) چھٹکارا ملے۔ اور اسنے غالباً ۴۱۷ ق م میں یہ مسئلہ پیش کیا کہ ان دونوں میں سے ایک کو دیس نکالا دیا جائے۔ مگر اس کے دونوں مخالف آپس میں متحد ہو گئے اور ان کی جگہ خود ہی پربولوس کو جلا وطن ہونا پڑا۔ وہ ایتھنز سے ساموس چلا گیا اور ۴۱۱ ق م کے عدیدی ردعمل کے موقع پر اسے قتل کر دیا گیا + واضح ہو کہ یہ دیس نکالے کی ایتھنز میں آخری مثال تھی[۱]۔

---

[۱] آخری اوسٹراکزم کیلئے پلوٹارک "الکبیا دیس" ۱۳ "نکیاس" ۱۱ " ارسطیدس" میں دیکھنا چاہیئے تاریخ کے تعین میں ہم نے بیلوخ ("سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۳۳۹) کا اتباع کیا ہے اور کرشہوف، گلبرٹ اور بوسولٹ کے نظریوں کو نظر انداز کر دیا ہے جو یہ فرض کر لیتے ہیں کہ یہ واقعات جنگ مین تی نیہ سے پہلے ہی پیش آئے تھے مفصلہ ذیل تصانیف کا بھی مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

گلبرٹ صفحہ ۲۲۸ وغیرہ۔

تسوربورگ "آخری اوسٹراکزم" ہرمیس ۱۲ و ۱۳۔ زے لیگر "ہی پربولوس کا اوسٹراکزم" جریدہ لسانیات جلد ۱۱۔ کوہیلی "فایاکس اور الکبیا دیس کی جلاوطنی کا مسئلہ" گلاسٹس۔ ۱۸۸۱ء اس اوسٹراکزم کے متعلق عجیب بات یہ ہے کہ تھیوفراستوس کہتا ہے کہ اس موقعہ پر نکیاس مدمقابل نہیں تھا بلکہ فایاکس تھا اور اس کا اقتباس پلوٹارک کی سوانح عمری نکیاس (۱۱) میں دیا ہوا ہے + اس شخص کے حالات گلبرٹ نے اپنی کتاب (۲۳۴) میں بیان کر دیئے ہیں۔

اوسٹراکزم کی یہ آخری مثال تھی۔ سرورپہ نویسوں کا قول ہے کہ اس کا رواج اس لیئے ٹوٹ گیا کہ لوگ خیال کرنے لگے کہ چونکہ اس کے ذریعے سے ایک نالائق شخص جلاوطن کر دیا گیا ہے اسلیئے اس طریقے کی گویا تذلیل ہوئی۔ مگر یہ بات نہیں۔ اصل یہ ہے کہ عوام کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا

۴۱۷ء ق م میں آرگوس میں بھی سیاسی انقلاب ہوا۔ عموم برسر اقتدار ہو گئے اور یا تو اشرافیوں کو قتل کر ڈالا یا جلا وطن کر دیا۔ اور ایتھنز سے آشتی کر کے وہیں کے معماروں کو بلا کر شہر سے سمندر تک فصیل بنانا شروع کی۔ مگر ابھی یہ مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ۴۱۷-۴۱۶ ق م کے موسم سرما میں آگس نے حملہ کیا اور ان دیواروں کو مسمار کر دیا۔ اس حملے کے جواب میں آرگوسیوں نے لشکر کشی کی اور ضلع فلیوس کو تباہ و ویران کر دیا۔ ۴۱۶ء ق م کے موسم سرما میں الکبیادیس آیا اور اس نے تین سو آرگوسیوں کو (جن پر اسے شبہ تھا) گرفتار کیا اور بطور یرغمال مختلف جزائر میں جو ایتھنز کے زیر اثر تھے بھیج دیا۔[۱۱]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کہ اگر کسی بے گناہ شخص کے خلاف بھی مختلف طبقے متحد ہو جائیں تو وہ بھی اس کے ذریعے سے جلا وطن ہو سکتا ہے۔ طوسی دیدش (۸، ۷۳) ہی پر بولوس پر الزامات کی بوچھار کرتا ہے مگر کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا ہمیں اس بات کا یقین نہیں آتا کہ ایک شخص محض اس وجہ سے جلا وطن کیا گیا ہو کہ اس کے رہنے سے شہر کی بے عزتی تھی۔ بلکہ اصل وجہ محض سیاسی تھی

ادستر اکزم کے عام مسئلہ کے متعلق والے تون کا مضمون ولندیزی جریدہ موسوم "منے موسینے" ("حافظہ") ۱۸۸۸ء کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۱۔ طوسی دیدش کے علاوہ آرگوس کے اشرافی انقلاب کا ذکر دیو دوروس (۱۲، ۸۰) نے اور عمومی انقلاب کے حالات پیو سانیاس (۲، ۲۰، ۲) نے بھی بیان کئے ہیں۔ کلاسین نے اپنی تصنیف "طوسی دیدش" میں بالکل ٹھیک کہا ہے کہ میو لر اشتریو بنگ کو یہ نہیں چاہیئے تھا کہ وہ اس تفصیل دار تذکرے کا جو پیو سانیاس نے کیا ہے طوسی دیدش سے مقابلہ کرے اور اسکی مدد سے اس کی تردید کرے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اپنی کتاب کے پانچویں مقالے میں طوسی دیدش اتنا دلچسپ نہیں رہا جتنا وہ باقی ماندہ مقالوں میں ہے۔ مگر جب اس مقالے کا موضوع ہی اتنا خشک ہے تو پھر بیچارہ مولف کیا کرے۔ اور خود اس مقالے کے آخر میں بھی اس کی عبارت آرائی اتنی فنی مبالغے کو پہنچ جاتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر ہمیں اس تفصیل کے عوض جو وہ ۴۲۱ء ق م سے ۴۱۶ء ق م تک کی دیتا ہے کہیں سے اس زمانے کے تہذیب و تمدن کے حالات مل جائیں تو ہم نہایت خوشی سے ایک کو دوسرے سے تبدیل کر لینگے۔ مگر طوسی دیدش کا مقصد یہ تھا کہ

اسی اثنا میں ایتھنزیوں نے مقدونیوں کو بھی ان کے ساحل کی ناکہ بندی کرکے گزشتہ اعمال کی سزا دی۔

۴۱۶ ق م کی جنگ کے سب سے ممتاز واقعے (یعنی جزیرہ میلوس کی تسخیر) سے نہ تو ایتھنز کی عزت بڑھی اور نہ اسے کوئی خاص فائدہ پہنچا اس نے اڑتیس جہازوں کا ایک بیڑا جس میں چھ خیوسی اور دو لسبوسی جہاز شامل تھے دو ہزار سات سو ہوپلیت اور تین سو بیس تیراندازوں کو لے کر کلیومیڈیس اور تیسیاس کی سرکردگی میں اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ جزیرۂ میلوس کو فتح کرلیں۔ ۴۰۷

یونانی میلوسیوں کو لکدمونی مستعمرین سمجھتے تھے اور اسے ایتھنزی اپنی توہین سمجھتے تھے کہ مجمع الجزائر کیکلا دیس میں صرف یہی ایک جزیرہ تھا جو اس وقت تک ایتھنزی لیگ میں شامل نہیں ہوا تھا۔ اور انھوں نے اس کا تہیہ کرلیا کہ میلوس کو اب مطیع ہوجانا چاہئے۔ اول تو ایتھنزیوں نے میلوسیوں کو یہ ترغیب دینی چاہی کہ وہ ان کی لیگ میں شامل ہوجائیں اور گفت وشنود کے لیئے ایک کانفرنس منعقد کی۔ (طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اس کانفرنس کی کارروائی بھی گفتگو اور سوال و جواب کے پیرائے میں ہوئی۔ اور اس موقع پر بھی اس کے بیان میں بناوٹ زیادہ معلوم ہوتی ہے اور تاریخی حقیقت کم۔) اول تو میلوسیوں نے محض انصاف کی بنا پر ایتھنزیوں سے التجا کی کہ ان کو چھوڑ دیا جائے۔ مگر ایتھنزیوں نے اسے فوراً مسترد کردیا اور کہا کہ حقوق کی بحث صرف اس سے کی جائے جس کے بازوؤں میں قوت نہ ہو۔ اگر میلوسی مطیع نہ ہوتے تو یونان میں ہر شخص ایتھنز کو کمزور سمجھے گا اور اس سے زیادہ کوئی بات ایتھنز کے لیئے ناقابل برداشت نہیں۔ (ایتھنز کو یہ خیال نہ ہوا کہ اگر وہ میلوس سے بے انصافی سے پیش آیا تو ہر شخص اس سے نفرت کرنے لگے گا) اس لیئے میلوسیوں کو نہ تو انسان سے مدد کی امید کرنی چاہئے نہ دیوتاؤں سے۔ اور اسپارٹا کی بحری قوت ہرگز ایسی نہیں ہے کہ وہ ان کی مدد کرسکے۔ (ایتھنزی ان

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کہ وہ اپنی کتاب مدبروں کیلئے لکھے اور حقیقت امر یہ ہے کہ پانچویں مقالے میں بھی اس نے ہمارے لیئے بہت کچھ مواد جمع کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کونسے سیاسی اصول ایسے ہیں جن پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔

دیوتاؤں کا ذکر جان بوجھ کر مبہم طور سے کرتے ہیں) بہرحال میلوسی اپنی آزادی کی حفاظت کرنے میں نہایت ثابت قدم رہے اور آخرکار محض قوت وجبروت کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ جزیرے پر قبضہ کرنے کے بعد ایتھنزیوں نے سب مرد قتل کرائے عورتوں اور بچوں کے گلوں میں طوق غلامی ڈال کر فروخت کر دیا اور ان کی اراضی پانچ سو ایتھنزی کلیروخوں میں تقسیم کر دی۔[۱۲]

اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزیوں کا طرز عمل نہایت سفاکانہ ہے اور ان کے دلائل میں بیچارگی اور کج بحثی پائی جاتی ہے۔ انھیں پبلک معاملات میں محض اپنے ہی مفاد کا خیال ہے اور انھوں نے قانون اور مذہب دونوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے انھوں نے سیاسیات کے خراب ترین اصولوں کو حقیت پر مبنی بتایا اور منطق کو محض انانیت کی زرخرید لونڈی بنا کر چھوڑ دیا۔ گروٹ کی رائے بالکل درست معلوم ہوتی ہے کہ ایتھنزیوں کی اس بداخلاقی سے یہ صاف ظاہر ہے کہ سسلی کی مہم میں انھیں وہی سزا ملی جس کے وہ حقیقت میں مستحق تھے طوسی دیدش تالیف واقعات میں ایک صناع کا رتبہ رکھتا ہے مگر اس موقع پر اس نے صرف یہی کیا ہے کہ تاریخی واقعات تسلسل سے
۴۰۸ بیان کر دئے اور پہلے میلوس کی تسخیر اور اس کے بعد سسلی کی مہم کا ذکر کرے۔ اس سے بالکل ایسے درد یہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس میں سزا کا بیان جرم کے بعد کیا ہو اس کے علاوہ میلوس کے واقعات ان واقعات کا جو اس باب اور طوسی دیدش کے پانچویں مقالے میں درج ہیں ایک نہایت عمدہ انجام ہے۔ اس سے ان عالم گیر ہنگاموں کا حال معلوم ہوتا ہے جو ہر شخص اپنے مخالفوں کے خلاف کر رہا تھا اور بے شرمی کی مکاری روائیوں اور لامتناہی حیلے حوالوں کی تصویر سامنے آجاتی ہے جن کے ذریعے سے لوگ اپنے مخالفوں سے ایک قدم آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ یہ حالات پڑھنے سے طبیعت پر یہ اثر ہوتا ہے یونانی مدبروں نے پردکاس جیسے شخص کو اپنے لیئے ایک نمونہ بنا لیا تھا۔

---

۱۲ یہ ایک اور مثال اطاعت تمیزی کی ہے۔ پلوٹارک ("الکبیادیس" ۱۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا کی تحریک الکبیادیس نے ہی کی تھی۔

نوٹ

اسناد:-

طوسی دیدش ۵، ۲ سے کتاب کے اختتام تک۔ دیودوروس ۱۲، ۷۵-۸۲ (باب ۸۲ میں دیودوروس ان حملوں کا ذکر کرتا ہے جو بائی زنطیون، کالکدونیوں اور تھریسیوں نے بتھی نیہ پر ۴۱۶ ق م میں کیے تھے) پلوٹارک نکیاس" و الکبیادیس +

زمانۂ حال کا مورخ ا۔گ، بوسولٹ ا۔ "آرگوس کی مشارکت منفصلہ" ("تاریخ یونان میں مزید اضافے" جلد ا برلن ۱۸۸۰ء)۔

باب (۲۵)

اٹلی اور سسلی کی سیاسی تاریخ

پانچویں صدی ق م میں۔

ایتھنز کو جنگ پلوپونیز کے پہلے حصے میں تو کامیابی ہوئی تھی مگر دوسرے حصے میں ایک خاص واقعہ پیش آیا کہ اس نے سرقوسہ (سیراکیوز) کو ایک مہم روانہ کی اور یہ ہی اس کی ہزیمت کا باعث ہوئی۔ قبل اس کے کہ ہم اس مہم کے تفصیلی حالات کا بیان کریں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ق م کے مغربی یونان کے حالات اور خاصکر سسلی کی تاریخ ناظرین کے سامنے پیش کردیں۔

اٹلی اور سسلی جن مختلف ممالک پر شامل تھے ان کا ذکر ہو چکا ہے اور ناظرین کو یہ یاد ہوگا کہ یہ ممالک جغرافی لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل علٰحدہ اور ممتاز تھے۔ مگر پانچویں صدی ق م میں ان کا

ایک دوسرے سے ذرا زیادہ تعلق ہو گیا تھا اور جو اثر ایک کا دوسرے پر پڑتا تھا وہ بڑھ گیا تھا۔ ان سب مملکتوں میں سب سے زیادہ ذی اثر سرقوسہ کا بلدیہ تھا۔ اور اس کے اقتدار کی جولانگاہ صرف بحر ترھینیہ ہی نہ تھا بلکہ اس نے کمپانیہ میں بھی اقتدار پیدا کر لیا تھا۔ یہاں اس کے لیئے ایک وسیع میدان موجود تھا اس لیئے کہ کیمے روبہ انحطاط تھا اور نیاپولس نے میدان سیاسیات میں کبھی قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ دوسرے طرف بحر ایونیہ میں محض تارا اس ہی کی کچھ اہمیت تھی اور گویہ سرقوسہ کی طرح ایک بڑی فوجی مملکت تو نہ بن سکا مگر کم از کم اپنا رتبہ اور سیاسی حیثیت برابر قائم رکھی۔

ہئے رون کے انتقال کے بعد ۴۶۷-۶۶ ق م میں اس کے چھوٹے بھائی تھراسی بولوس نے اپنے ہاتھ میں عنان حکومت لے لی۔ مگر اپنی حکومت کے دوران میں دراصل وہ اپنے بھتیجے یعنی گیلون کے بیٹے ہی کی طرف سے کام کرتا تھا۔ تھراسی بولوس ایک نہایت ناقابل شخص تھا۔ اور سسلی کے ان شہروں سے مل کر جنھوں نے اپنے خود سر حاکموں کو نکال دیا تھا (یعنی گیلا، اکراگاس، سلی نوس اور ہمیرا) سرقوسہ نے ۴۱۲ اسے ملک بدر کر دیا اور وہ لوکری چلا گیا (واضح ہو کہ سرقوسہ کے اس انقلاب کی وجہ سے مسانا اور رھیے گیوم میں بھی خود سری حکومت کا خاتمہ ہو گیا) + یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ تھراسی بولوس کے جاتے ہی سرقوسہ میں امن و امان قائم ہو گیا ہو گا خود سروں کا قاعدہ تھا کہ شہریوں کے مملوکات پر قبضہ کر کے اجیر سپاہیوں کو دیدیتے تھے اور اب ضرورت پیش آئی کہ جس کا مال تھا اسے واپس دیا جائے۔ اور سرقوسہ متعدد جھگڑوں اور فسادوں کی زمانۂ دراز تک جولانگاہ بنا رہا جس میں جزیرے کے اصلی باشندوں یعنی صقالیوں نے نہایت ممتاز کام کیئے + ۴۶۱ ق م میں مشرقی بلدیات کی ایک کانفرنس یہ دریافت کرنے کے لیئے منعقد ہوئی کہ جزیرے کے اس حصے کی زمینیں کن کن بلدیات کی ملک ہیں۔ اور اسی کانفرنس میں آخر کار کامارینہ کو بھی آزادی مل گئی۔

ان سب باتوں کے باوجود اب بھی تمام جزیرے کا سیاسی سرگروہ سرقوسہ ہی تھا گو اس شہر میں متعدد ہنگامے ہوئے اور ایتھنز کے اوستراکزم کی طرح یہاں بھی دیس نکالے کا قاعدہ بنایا گیا (یہاں نام بجائے ٹھیکڑوں کے زیتون کے پتوں پر لکھے جاتے تھے اور اسی لیئے اسے "پیتالزم" کہتے تھے) مگر سرقوسیوں کی قوت

اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انھوں نے دور دراز مقامات پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا اور ایک طرف آگے بڑھ کر ایٹروری جزائر ائی تھالیا (موجودہ "البا") کو تباہ کیا اور دوسری طرف ۴۵۳ ق م میں جزیرہ کورسیکا پر چھاپا مارا۔ اسی طرح مغربی سسلی میں بھی اکراگاس کے باشندوں کو موتیہ والوں سے جو اصل میں غیر یونانی تھے مگر اب یونانی تمدن کے دلدادہ ہو گئے تھے لڑنا پڑا اور ان پر غلبہ حاصل کیا؛

بہرحال کچھ عرصے تک تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ سسلی کے اصلی باشندے جزیرے کی سیادت یونانیوں سے چھین لیں گے۔ صقالی قوم میں ایک نہایت قابل شخص دُو کے تیوس پیدا ہوا جس نے ۴۶۱ ق م سے ۴۴۰ ق م تک بڑے بڑے اہم کام انجام دیئے۔ ابتدا میں تو یہ چھوٹا سا زمیندار تھا مگر ۴۵۳ ق م میں اس نے یونانیوں کے خلاف صقالی قوم کا ایک جتھا قائم کر لیا اور شہر ایتنا (موجودہ پاترنو) پر قبضہ کر کے اکراگاس کو ستانا شروع کیا اور ۴۵۱ ق م میں مغربی بلدیہ موتیون کو مسخر کر لیا۔ مگر سرقوسیوں نے اس کے مقابلے میں اپنی فوج بھیجی تو اس کے سامنے تاب نہ لا سکا اور اسے شکست ہوئی۔ اب دُو کے تیوس کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں رہا۔ وہ فوراً سرقوسہ آیا اور وہاں کے چوک میں ایک قربان گاہ کے سہارے کھڑے ہو کر اس نے سرقوسیوں سے معافی کی التجا کی اور انھوں نے اسے کورنتھ بھیج دیا۔ حال ہی میں تھوریئی آباد ہوا تھا اور اس میں ایونیائی اثر غالب تھا اور اسی کے جواب میں دُو کے تیوس کو یہ اجازت مل گئی کہ وہ یونان کے مستعمرین کو اکٹھا کرے اور ان کی مدد سے سسلی میں ایک بلدیہ آباد کرے۔ اس ہدایت کے مطابق اسنے ۴۱۳ جزیرے کے شمال و مشرقی ساحل پر شہر کالاکتے آباد کیا جس میں کورنتھی اور سرقوسی عنصر غالب تھا اب اکراگاسیوں کو سرقوسیہ کے اقتدار بڑھ جانے سے خوف پیدا ہوا اور انھوں نے اعلان جنگ دیدیا۔ مگر انھیں دریائے ہمیرا پر شکست ہوئی۔ دُو کے تیوس ایک اور صقالی لیگ قائم کرنے کی فکر میں تھا مگر اسے اپنے منصوبوں کو عمل میں لانے کی مہلت نہیں ملی اور اس کا ۴۴۰ ق م میں انتقال ہو گیا معلوم ہوتا ہے کہ یونان سے واپس آکر وہ پھر صقالی بلدیات کی ترقی میں کوشاں ہو گیا تھا مگر اس کی موت کے بعد یہ پھر یکے بعد دیگرے سرقوسیوں کے

قبضے میں آگئے۔ اور گو اس کے بعد بھی صقالی قوم کی انفرادی حیثیت برابر قائم رہی مگر اس کا وقار کم ہوتا گیا اور خود سکوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی تمدن تمام جزیرہ نما میں پھیل گیا۔ اسی اثنا میں سرقوسیوں نے سو جہازوں کا ایک بیڑا بھی تعمیر کیا اور اپنا اثر مشرقی بلدیات پر جن میں سے بعض مثلاً لیونتی نی، کتانہ اور ناکسوس تو خالکدیسی تھے اور بعض مثلاً مسانا۔ نیم خالکدیسی تھے قائم کر لیا۔ یہ ہی اسباب تھے جن کی وجہ سے ایتھنز کو سسلی کے معاملات میں مداخلت کرنی پڑی۔

اب اٹلی کو لیجئے۔ ہم نے اس جلد کے چھٹے باب میں بیان کیا ہے کہ تارنتم نے رہیگیوم کی مدد سے یاپیگیون کے خلاف جنگ آزمائی کی تھی اور اس میں انھیں شکست ہوئی تھی۔ مگر صورت واقعات بہت جلد تبدیل ہوگئی اور کم از کم تارنتیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ قوم مساپی پر غالب ہوگئے اور اس کے شکرانے میں انھوں نے آرگے لاواس کا بنایا ہوا ایک عظیم الشان مجموعہ جس میں گھوڑوں اور مساپی عورتوں کے مجسمے تھے ویلفی کو بطور چڑھاوے کے بھیجا۔ عام خیال یہ ہے کہ آرگے لاواس مشہور صناع فدیاس کا استاد تھا اس لیئے غالباً تارنتیوں کی فتح کیمون کے دور میں یعنی ۴۷۰ ق م اور ۴۶۰ ق م کے درمیان ہوئی ہوگی۔ اسی زمانے میں تارنتیوں کو ایک اور کامیابی پیوکے تی اور یاپیگی قوم کے خلاف ہوئی اور اس کی یادگار کے طور پر انھوں نے ویلفی پر چڑھانے کے لیئے ایک مجموعہ اونا تاس اور کالیتھوس سے تیار کرایا۔

اس میں شبہ نہیں کہ یاپیگی اور مساپی اقوام ہمیشہ تارنتیوں کو دق کیا کرتی تھیں۔ مگر ان کی وجہ سے کبھی یونانیوں کو خطرہ نہیں محسوس ہوا۔ اور گو ان اطالوی ۴۱۴
اقوام کی شان و شکوہ جنھوں نے آخر کار جزیرہ نما سے یونانی اقتدار کا خاتمہ کر دیا بڑھ رہی تھی مگر اس وقت تک وہ معراج کمال کو نہیں پہنچی تھیں اور یونانی کم از کم ان نقصانات کی تلافی بہ آسانی کر سکتے تھے جو انھیں بیرونی حملوں اور اندرونی تقیضوں کی وجہ سے بحر ایونیہ میں پہنچتے تھے۔ ہمیں اس کا افسوس ہے کہ ہم شہر میتاپونتم

۱؎ پوسانیاس ۱۰، ۱۰، ۳ اور ۱۰، ۱۳، ۳ ؛

کی تاریخ کے سنویت کا تعین نہیں کرسکتے۔ استرابو یہ کہتا ہے کہ جب اس شہر کو سامنی قوم نے برباد کردیا تو سیبارسیوں کے کہنے سے اس پر اکائیوں نے قبضہ کرلیا۔[۲] مگر پانچویں صدی ق م میں سامنی قوم اس قابل نہیں تھی کہ وہ اس نواح میں اپنا اثر ڈال سکے اور اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جن واقعات کا استرابو ذکر کرتا ہے وہ اس صدی تک پیش نہیں آئے ہوں گے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں سیبارسی کسی اور کی مدد کیا خود اپنی مدد بھی نہیں کرسکتے تھے تو پانچویں صدی ق م میں ایک ضلع ایسا ضرور تھا جو چھٹی صدی ق م میں برباد ہوچکا تھا اور ہر شخص کی نگاہیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں بلکہ تھوریئی کی آبادکاری کے بعد واقعتاً اس پر قبضہ ہوگیا۔ اور وہ ضلع سیرس کا تھا۔ استرابو نے جو بیان سیرتیس کی نوآبادی کا دیا ہے وہ قابل اطمینان نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ "انطاکوس کے قول کے مطابق جب تارنتیوں اور تھوریوں کے درمیان جنگ ہوئی تو اس میں تھوریوں کے ساتھ کلیاندرید اس بھی تھا جو اسپارٹا سے بھاگ کر آیا تھا۔ اور دونوں فریقوں نے ایک عہد کیا جس کی رو سے دونوں نے مل کر ضلع سیرتیس میں ایک شہر کی بنیاد ڈالی جو عام طور پر تارنتی نوآبادی سمجھی جاتی تھی۔ جب یہ شہر ایک اور موقع کو منتقل ہوگیا تو اسے ہرقلیہ کہنے لگے"۔ دیودورس نے بھی ان واقعات کا اعادہ کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ لڑائی ۴۴۴-۴۴۳ ق م میں اور ہرقلیہ کی نوآبادی ۴۳۳-۴۳۲ ق م میں قائم ہوئی۔ (اس کا آج کل پولی کورونام پڑگیا ہے اور یہ دریائے اگری کے دہانے پر واقع ہے) ہرقلیہ تراخی نیہ کچھ عرصے کے بعد اسپارٹا آباد کیا جو خود تارنتم کا بھی مادر بلد تھا۔ استرابو میں ایک اور جنگ کا ذکر ہے جو ہرقلیہ کے قبضے کے لیئے

۲۔ میتاپونتم کیلیئے استرابو ۶، ۲۶۴ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

۳۔ ہرقلیہ کیلیئے استرابو ۶، ۲۶۴ دیکھا جائے۔ دیودورس کہتا ہے کہ جنگ ۴۴۴-۴۴۳ ق م میں اور ہرقلیہ کی آبادکاری ۴۳۳-۴۳۲ ق م میں ہوئی۔ ہمیں ہرقلیہ کے دستور کے متعلق چند امور سے ان نوشتوں سے معلومات حاصل ہوئی ہیں جنھیں "الواح ہرقلیہ" کہتے ہیں اور جو چوتھی صدی ق م میں مرتب ہوئیں۔ لینورماں "یونان غلطے" ۱، ۱۶۶۔

۴۱۵ تارنتیوں نے مسابیوں سے لڑی تھی[۴] واضح ہو کہ اطالوی ہر قلیہ چند نہایت خونخوار سکوں کے سبب سے مشہور ہے ؛

ایک طرف تو نیسبی اٹلی کی پانچویں صدی ق م کی تاریخ کے متعلق بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری جانب تاریخ تمدن کا ایک نہایت اہم واقعہ نظر انداز نہیں ہونا چاہیئے وہ یہ کہ یونان عظمے اور سسلی دونوں میں تھوریئی کی آبادکاری اور ایتھنزیوں کی کوشش کے باوجود دوریانی عنصر یونیائی پر فائق تھا ؛

دیودورس کہتا ہے کہ ۴۳۵ ق م میں تھوریئی کے باشندوں میں (جو مختلف یونانی نسلوں سے تھے) اس بات پر سخت اختلاف برپا ہوا کہ وہ کس بلدیئے کو اپنے شہر کا سرپرست سمجھیں[۵]۔ ایتھنزی اپنا استحقاق جتاتے تھے مگر تھوریئی کے پیلوپونیزی اس حق کو تسلیم کرنے کے لیئے تیار نہیں تھے۔ اور دونوں نے دیلفی سے استفسار کیا۔ مگر وہاں سے یہ جواب ملا کہ دونوں میں سے ایک بھی سرپرست نہیں بلکہ اس شہر کا اصلی بانی دیلفی ہی ہے چونکہ اس زمانے میں دیلفی دوریانیوں کا ہم نوا تھا اس لیئے ایتھنز کو یہ عیاں ہو گیا کہ جو کچھ محنت اس نے اٹھائی وہ دراصل دوسروں کے مفاد کے لیئے تھی۔ اور جب کلیاندریداس اسپارٹا سے فرار ہوا اور تھوریوں نے اسے اپنا سپہ سالار اعظم منتخب کیا تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ (واضح ہو کہ اسی کلیاندریداس کے بیٹے کی لیپوس نے محاصرہ سرقوسہ میں ایتھنزیوں کی کمر توڑ دی) + ایتھنز اور سرقوسہ کے تنازعات کے ابتدائی ایام میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تھوریئی ایتھنز کا طرفدار تھا۔ اور اگر یہ ایتھنزی نوآبادی نیم دوریانی تھی تو اس میں تو شبہ ہی نہیں کہ ہر قلیہ جو تارنتم کی گویا ایک شاخ تھی بدرجہ اتم دوریانی تھا + غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م میں جو کوششیں ایتھنز نے اٹلی میں کیں

---

۴ اسٹرابو ۶، ۲۸۰ + اورنتز دکھاتا ہے کہ کوئی مورخ اس لڑائی کے سال پر متفق نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ "یونان عظمے" کی تاریخ کیلیئے قابل وثوق حالات ملنا نہایت مشکل ہیں ؛

۵ تھوریئی کیلیئے دیودورس ۱۲، ۳۵ ؛

ان کا نتیجہ یہ نکلا کہ سیبارس اور سیرس کے ایونیائی شہروں کی جگہ تھوریئی اور ہرقلیہ نے لی جو یا دوریانی تھے یا کم از کم نیم دوریانی اور بحر ایونیہ پر صرف میتاپونتم ہی ایسا رہ گیا جو ایتھنز کا طرفدار ہو[۶] + دوسری طرف بحر تیرھینیہ کے بلدیات کے سیاسی رجحانات کے متعلق ہمیں مطلق واقفیت نہیں اور ان کی تاریخ پردہ اخفا میں ہے۔ صرف یہ معلوم ہے کہ پانچویں صدی ق م کے نصف آخر میں کمپانیا کے ساینیوں نے کمپانیا کو مسخر کر کے ۴۲۱ ق م میں کیمے پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے بہت سے باشندوں کو اپنا وطن چھوڑ کر نیاپولس میں (جسے اس صدی میں کسی دوسرے کی مدد کرنے کی قابلیت نہ تھی) پناہ لینی پڑی + غالباً شہر ایلیہ کے کسی اور یونانی بلدیئے سے تعلقات نہیں تھے۔ ہمیں اس کے متعلق محض یہ معلوم ہے کہ اس شہر کے ایک خود سر نے فلسفی زینو کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا + اسی طرح پوسیدون کے نسبت بھی ہم کچھ نہیں جانتے + جو عہد نامے ایتھنز نے اس نواح کے بلدیوں سے کیے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود تمام رکاوٹوں کے وہاں کی اور سسلی پر اپنا اثر قائم رکھنے سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ ان عہد ناموں کے متعلق بھی ہمیں نوشتوں اور جزوی کتبوں سے بہت ہی کم معلومات حاصل ہوئی ہیں اور یہ نوشتے بھی بہت کم تعداد میں ہم تک پہنچے ہیں[۸]؛

۴۱۶

[۶] میتاپونتم دوران سیادت ایتھنز میں برابر وفادار رہا (طوسی دیدش ۷، ۳۳، ۵۷)؛

[۷] دیودورس ۱۲، ۷۶؛

[۸] رہیگیوم کے ساتھ عہد نامہ "مجموعہ نوشتہ ہائے قدیم" ۱، ۳۳۔ = ہکس ۳۹ = ڈٹن برگر ۲۴
لیونتی نی کے ساتھ عہد نامے۔ مجموعہ نوشتہائے قدیم" ۴، ۳۳ (الف) = ہکس ۴۰ = ڈٹن برگر ۲۳ + مقابلہ کیا جائے طوسی دیدش ۳، ۸۶ + دونوں عہد ناموں پر اولمپیاد ۸۶، ۴ (۴۳۳ ق م) میں دستخط ہوئے تھے + استرابو (۶، ۲۶۴) سے ایتھنزیوں کی نیاپولس میں سکونت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ یہاں "مشعل دوڑ" کا تہوار دیوتیموس نے پارتھینوپے دیبی کے اعزاز میں قائم کیا تھا + ہمیں چوتھی صدی ق م سے پیشتر مسالیہ کے حالات سے بہت کم واقفیت ہے۔ یہ ہمیں معلوم ہے کہ روما کا قاعدہ تھا کہ جو مال غنیمت اسے

مگر ایتھنز کو محض تدبّرانہ طرزِ عمل سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا اور مناسب موقعہ ملتے ہی اس نے جبر و تشدد سے کام نکالنا چاہا + کورنتھ نے تمام پیلوپونیزی لیگ کو ایتھنز کے خلاف آمادۂ جنگ کر دیا تھا اور چونکہ مغربی سمندروں میں سرقوسہ ہی کورنتھ کی تجارت کا پشت پناہ تھا اس لیئے وہ ایتھنز کے بدن میں کانٹا سا چبھتا تھا اور آخر کار اس نے اپنے مغربی حریف پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا + مگر اس مہم میں ایتھنز کو ناکامی ہوئی اور اسی ناکامی کی وجہ سے اسے آخر کار جنگ پیلوپونیز میں شکست کا منھ دیکھنا پڑا + ایتھنز کی شکست کے اس کے علاوہ اور بھی اسباب تھے۔ ایک تو ایتھنزیوں میں ایک خاص فطری میلان پایا جاتا ہے جو اسپارٹیوں میں نہیں ملتا۔ اسپارٹا میں ہر شخص تادیب مملکت کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ اور اس کا عادی تھا کہ افسروں کے احکام کی تعمیل بلا تامل کیا کرے۔ اس کے برعکس ایتھنز میں ہر شخص کو آزادی حاصل تھی جس کا طوسی دیدش نے فارقلیس کی زبان سے نہایت خوبصورتی سے ذکر کیا ہے۔ اور اسی آزادی کا باعث افراد میں ایک قسم کی کمزوری کے سے آثار نمایاں ہو گئے + مگر اس ظاہری تضاد سے بھی چند واقعات سمجھ میں نہیں آسکتے۔ مثلاً سرقوسہ میں ایتھنز سے بھی کم تادیب کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ مگر سرقوسہ کو فتح اور ایتھنز کو شکست ہوئی + اس سے بھی اہم سبب یہ تھا کہ ایتھنز اپنے شہریوں سے تو محبت آمیز برتاؤ کرتا تھا مگر دوسروں کے سامنے مطلق العنانی اور شخصیت کا اصول پیش کرتا تھا۔ اور مہمات سر کرنے کے وقت جن کے مقصد اور منشا کا تعین ایتھنز ہی کرتا تھا حلیفوں کو بلا چوں و چرا سر تسلیم خم کر دینا پڑتا تھا۔ اور یہ طرزِ عمل یونانی تدعائے حیات کے بالکل منافی تھا + حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی لیگ میں جو حلیف تھے ان کی حیثیت براہ راست یا بالواسطہ ۴۱۷

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) غالیہ کی مہموں میں حاصل ہوتا تھا وہ اسے مسالیہ کے ویلفی کے خزانے میں رکھتا تھا۔ اور اس سے دونوں کے باہمی تعلقات کا پتہ لگتا ہے۔ اور ان سکّوں کی دریافت سے جنکا ذکر اس باب کے نوٹ میں کیا گیا ہے اسکے تعلقات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ لینورماں کے نزدیک یہ چھوٹے چھوٹے سکّے فوکیہ کے ہیں (" سفرنامہ اپولیہ " ۲، ۳۹۶)

بالکل نو آبادیوں کی سی تھی۔ قدیم یونانی مملکتیں اس قسم کے محالفوں میں شریک ہونے سے گریز کرتی تھیں اور چونکہ انھیں ایتھنز کے جبر و تشدد سے ہمیشہ خوف لگا رہتا تھا اس لیئے وہ اسپارٹا ہی کی طرفداری کرنے لگتی تھیں۔ اور اسپارٹا کا طرز عمل یہ تھا وہ اپنے حلیفوں سے ہمیشہ صلاح لیتا اور ان کی طعن و تشنیع سنتا اور بعض مرتبہ بظاہر اور بعض مرتبہ حقیقتاً ان کی رائے کے سامنے اپنی رائے کا لحاظ نہ کرتا + اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزی لیگ میں جدت آفرینی تھی مگر اسپارٹا کا مقصد ہی یہ نہ تھا کہ کوئی نئی بات کرے بلکہ اس کی خواہش یہ تھی کہ موجودہ ادارات کی ہی حفاظت کی جائے اور اس مقصد کے لیئے پیلوپونیزی لیگ کے اصول ہی بالکل کافی و شافی تھے + بدیں وجوہ اگر اسپارٹا کے پاس (جس کی مشارکت کے اصولوں سے ہر فریق مطمئن تھا) عمدہ سپہ سالاروں یا ایتھنزی لیگ کی دسترس میں (جو اپنے حلیفوں کے لیئے ایک بار عظیم تھی) اچھے رہبر نہ ہوں یا کسی وجہ سے ان سے کام نہ نکل سکے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ ایتھنز کو ہی نیچا دیکھنا پڑے ؛

ایک اور سبب بھی ایتھنز کے زوال کا ہوا۔ اور وہ یہ کہ اس نے دیگر قدیم مملکتوں سے آگے بڑھ کر ایک نئی تحریک کی پیروی کرنی شروع کی جو پانچویں صدی ق م میں پھیل گئی۔ ہم اس تحریک کے مطالب و مقاصد بیان کرنے کی کوشش کریں گے اور اس صدی کے آخری بیس سال میں یونان کی عام ذہنی حالت کا اندازہ کر کے اس پر بحث کریں گے ؛

نوٹ باب ۲۵

۴۱۸ جو کچھ میں نے اس باب میں سسلی کی بابت لکھا ہے اس کے اسناد میری کتاب "قدیم سسلی کی تاریخ" جلد ا میں ملے گی۔ اس فہرست کے ضمیمے کی طور پر یہاں میں مغربی یونان کے سکوں کے حالات بیان کرتا ہوں۔ جو تاریخ تمدن کو اچھی طرح واضح کرتے ہیں میں نے یہ کوشش کی ہے کہ جن نتائج پر ہیڈ، اِمہوف وغیرہ پہنچے ہیں ان میں کچھ اضافہ کر سکوں ؛

مغربی یونان یعنی سسلی اور اٹلی کی یونانی نوآبادیوں کو ان کے درجے اور ابتدائی حالات کے لحاظ سے چند مجموعوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان مجموعوں کے سکوں کے اعتبار سے بھی ان کے خاص خاص امتیازات ہیں اور وہ مفصلۂ ذیل ہیں:-

(۱) کیمے سے ناکسوس اور ہمیرا تک اٹلی اور سسلی کے خالکدیسی بلدیات؛

(۲) نشیبی اٹلی کے اکائیائی شہر جہاں تک سکوں کا تعلق ہے۔ ان ہی شہروں کے ساتھ ہی کچھ عرصے کے لیئے تاراس بھی شامل سمجھ لینا چاہئیے؛

(۳) تاراس اور ہر قلیہ؛

(۴) کمپانیہ کی بستیاں اور ہیئے لے (ایلیہ)؛

(۵) پانچویں صدی ق م کے اختتام تک سسلی کے شہروں کا مجموعہ؛

(واضح ہو کہ تاریخی حیثیت سے پہلا اور دوسرا مجموعہ تیسرے، چوتھے اور پانچویں سے پہلے آتا ہے) + چونکہ ایٹروریہ کے سکے بھی یونانی سکوں کے تابع ہیں اس لیئے ان کا ذکر بھی کیا جائے گا؛

(۱) کیمے، رھیگیوم، زانکلے، ناکسوس اور ہمیرا میں ۹۲ گرین کے سکے پائے جاتے ہیں جو ائی گینا کے معیار کے دو درہموں کے برابر ہیں۔ اور یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ یہ خالکدیسی یعنی یوبیائی شہر بجائے یوبیہ کے معیار کا تطابق کرنے کے آئی گینا کے معیار کا اتباع کرتے ہیں۔ ہیڈ نے اس عجیب و غریب واقعے کا ذکر کیا ہے اور اس کی سمجھ میں اس کا یہ سبب آیا ہے کہ ان بلدیات کے اکثر مستعمرین یوبیہ سے نہیں آئے بلکہ ان کا اصلی وطن اقلیم یونان اور جزائر کیکلادیس (مثلاً جزیرۂ ناکسوس) تھے جہاں آئی گینا کا معیار مروج تھا (صفحہ xlix و صفحہ ۹۹)۔ یہ رائے بلاشبہ قابل لحاظ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اِمہوف کا یہ قول بھی پیش نظر رہنا چاہئیے کہ یہ سکے یوبیہ کے معیار کے چودرہموں کے تیسرے حصے کے (یعنی یوبیائی آٹھ اوبولیون کے) برابر ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ان شہروں اور کورنتھ کے تعلقات نہایت اچھے تھے اور کورنتھ

میں یہ قاعدہ نہایت پسندیدہ تھا کہ وہاں کے ہر سکّے کے تیسرے جزو کے چھوٹے چھوٹے سکّے بنائے جائیں اور (خود وہاں کے استاتر کے تین حصّے مروج تھے)۔ اسی لحاظ سے یہاں بھی اسی کا اتباع کیا گیا اور ان کا درہم ایک طرف تو دو کورنتھی استاتروں کی ایک تہائی کے اور دوسری جانب ایک آئی گینی درہم کے برابر ہے + بعض شہر ایسے بھی تھے جنھیں ویسے تو یوبیائی معیار کا اتباع کرنا چاہیے تھا مگر چونکہ کورکائرا میں آئی گینا کے معیار کا رواج تھا اور اس جزیرے اور مغربی بلاد یونان یعنی اٹلی اور سسلی کے تجارتی تعلقات تھے (جن کا ذکر متعاقب کیا جائے گا) اور ساتھ ہی چونکہ کیفالے نیہ، زاکنتھوس اور ایلس میں بھی آئی گینا کے معیار کے مطابق سکّے بنائے جاتے تھے اس لئے ان بلدیات کے لئے بھی اسی معیار میں فائدہ تھا + کیمے، رھیگیوم، ناکسوس اور ہمیرا میں پانچویں صدی ق م کے ابتدا میں یہ معیار متروک ہوگیا۔ (صفحہ ۴۱۹)

(۲) اکائیائی نوآبادیوں میں جو معیار مروج تھا وہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ ان نوآبادیوں سے ہمارا مطلب ایک تو سیرس، میتاپونتم سیبارس اور کروتون سے ہے پھر کاؤلونیہ اور ان نوآبادیوں سے جو مقدم الذکر بلدیات نے بحر تھینیہ کے ساحل پر قائم کیں اور جن میں سے پکسوس کا تعلق سیرس سے پوسیئدونیہ اور لاؤس کا سیبارس سے اور تیمیسا کا کروتون سے تھا۔ (ہیڈ ۸۰) + یہاں سکّے چھٹی صدی ق م میں بنائے گئے تھے۔ یہ مجم میں نہایت پتلے ہیں اور ان پر ایک طرف ابھری ہوئی اور دوسری طرف بیٹھی ہوئی ایک ہی قسم کی علامت ہے۔ اور ان کا معیار کورنتھی ہے یعنی استاتر ۱۳ گرین کا اور چھوٹے درہم یعنی ثلث استاتر ۴۴ گرین کے ہیں۔ ہیڈ (صفحہ Ii) لینورماں کے اس خیال کو کہ ان سکّوں پر فیثاغورثیوں کا اثر پڑا اتنا اعتبار دیتا ہے کہ اس کا خیال ہے کہ ان سکّوں سے فیثاغورثی روابط کے اور اقتدار اور دائرۂ اثر کا پتہ چلتا ہے مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے سکّے سیبارس میں بھی بنائے جاتے تھے اور اس شہر کو فیثاغورثیوں سے کوئی تعلق نہیں تھا تو ہم اس خیال کو مسترد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں + مجھ میں اور ہیڈ میں ایک اور امر میں اختلاف ہے۔

چونکہ ان بلدیات کے سکوں کا معیار کورنتھی تھا اس لیے اسے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ سیبارس اور ملطہ کی تجارت کا راستہ خاکنائے کورنتھ ہو کر تھا۔ مگر ملطہ سے جو مال سیبارس جاتا تھا وہ یہاں ہو کر نہیں جاتا تھا (صفحہ Iii) اور صفحہ Iii پر وہ خود ہی کہتا ہے کہ ملطہ کے تجار سیبارس پر اپنا سامان اتارتے تھے۔ گویا اس کا یہ خیال ہے کہ ملطی تاجر تو براہ راست سیبارس جاتے تھے مگر سیبارسی لیخائیوم پہنچ کر اپنا اسباب وہاں بار کرا دیتے تھے۔ ہم اس طرز عمل کی منطق سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جو ملطی سیبارس آتے ان کا مقصد یقیناً یہ ہی ہوتا ہوگا کہ انھیں اپنے جہاز خالی واپس نہ لے جانا پڑیں بلکہ ان پر اٹلی کا اسباب ایشیا لے جائیں اور ان کی خواہش ہرگز یہ نہیں ہوتی ہوگی کہ جو مال و اسباب وہ لے کر چلے ہیں اسے ان کے بجائے کورنتھی ایشیا پہنچائیں۔ اس کے علاوہ یہ مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ سیبارسی کورنتھ جاتے بھی تھے یا نہیں۔ موجودہ تحقیقات سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ملاحگری نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا کام صرف یہ تھا کہ بحر ایونیہ اور بحر تیرھینیہ کے درمیان خشکی کے راستے سے تجارت کریں۔ اصل یہ ہے کہ اکائیائی بلدیات میں صرف اس وجہ سے یوبیائی کورنتھی معیار کا رواج ہوا کہ ابتدا میں اکائیائی کورنتھی جہازوں میں ہی اٹلی آئے۔ اور بعد میں سوائے سیبارس کے باقی تمام اکائیائی بلدیات نے کورنتھ سے تعلقات قائم رکھے مگر سیبارس نے یہ تعلقات منقطع کر دیئے اور براہ راست ملطہ سے تعلقات قائم کر کے گویا وہ کروتون کا مدمقابل ہو گیا۔ ابتدا میں فیثاغورث ساکن ساموس کروتون آیا تھا اور کروتون اور کورنتھ کے تعلقات نہایت گہرے تھے۔ ان تمام اسباب کی بنا پر جب ہم کورنتھی معیار نشیبی اٹلی میں مروج پائیں اور اس پر استدلال کرنا چاہیں تو ہمیں چاہیئے کہ اپنے دائرۂ نظر سے سیبارس کو بالکل خارج کر دیں۔ اور ایسی صورت میں ہمیں اس نتیجے پر پہنچنا پڑے گا سیبارس کو زوال کورنتھ، ساموس اور کروتون کے تجارتی مقابلے کی وجہ سے ہوا۔

چھپے سکے جن میں ایک طرف بیٹھی ہوئی عبارت ہے رھیگیوم میں بھی پائے جاتے ہیں (ہیڈ ۹۲) اس کے برعکس تھوریئی کے سکوں کے ٹکٹ مضروب کیئے گئے اور ان کی شکل متوالی ہے (ہیڈ ۷۱)۔

صفحہ (۴۲۰)

(۳) تاراس اور ہر قلیہ کے سکے تیسری قسم میں رکھے جاسکتے ہیں تارنتم کا ابتدائی معیار تو اکائیائی ہی تھا مگر بعد میں اس نے اسے چھوڑ دیا اور ایتھنز کی طرح اپنے یوبیائی کو رتھی اٹیکائی استاتر کو (جو بجائے ۱۳۰ گرین کے ۱۲۵ گرین کا تھا) دو درہموں میں تقسیم کیا۔ اور ہر قلیہ نے بھی جو تارنتم ہی کی نوآبادی تھی اسی اصول کا اتباع کیا (ہیڈ ۵۹)۔

(۴) کمپانی بلدیات نے اپنا معیار کئی مرتبہ تبدیل کیا۔ رہیگیوم، زانکلے، ناکسوس اور ہمیرا سے کیمے کے تعلقات بہت گہرے تھے اور اس نے (عام خیال کے بموجب) آئی گینا کا معیار یا (امہوف کی رائے کے مطابق) یوبیہ کا معیار اختیار کیا مگر اس کے ساتھ ہی تہائی استاتر کے سکے ڈھالے۔ مگر قریب ۴۹۰ ق م میں ان تمام شہروں نے سرقوسہ کے اثر میں آکر یوبیائی اٹیکائی معیار اختیار کر لیا اور نصف استاتر کے سکے ڈھالنے لگے اور ان کے اور کیمے کے تعلقات بھی برابر قائم رہے۔ مگر صورت حال میں پھر بہت جلد تبدیلی ہوگئی اور بجائے جنوبی خالکیدیسی شہروں کے ہیمے لے کا اثر غالب ہوگیا۔ ہیمے لے فوکائیہ کی ایک نوآبادی تھی اس کا استاتر ۱۱۸-۱۱۵ گرین کا تھا۔ اور چونکہ اٹیکائی استاتر کا وزن ۱۳۰ گرین تھا اس لیے یہ استاتر گویا فینیقی استاتر کے تقریباً ہم وزن تھا۔ اور پانچویں صدی ق م میں پوسیدونیہ اور کمپانی بلدیات کیمے اور نیاپولس نے بھی اس کا اتباع کیا۔ دریائے رھون کے دہانے کے قریب اسپین میں چند نہایت چھوٹے چھوٹے سکے پائے گئے ہیں اور یہ اور دولیترا کے سکے فوکائیہ کے معیار کے مطابق ہیں اور ان سے مسالیہ کے تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ مسالیہ کے بڑے سکے ۳۵۰ ق م تک نہیں ڈھالے گئے (ہیڈ ۷۰)۔ نیاپولس، لولا، ہیمے لے اور تھوریئی کے سکوں میں پالاس کی شبیہ بنی ہوئی ہے اور اس کے سر پر ایک ایتھنزی خود ہے اور بیلوخ کی یہ رائے ہے کہ یہ دراصل اس زبردست سیاسی اثر کا کرشمہ ہے جو ایتھنز کا ان بلدیات پر تھا۔ مگر بعض ایسے بلدیات بھی ہیں جہاں ایتھنزی اثر کا تو پتا بھی نہیں مگر ان کے سکوں پر پالاس کی شبیہ ہے۔ پوسیدونیہ کی حالت بالکل جداگانہ ہے (ہیڈ ۶۷)۔ اول تو اس نے اکائیائی طرز کے

سکے (جن میں ایک طرف نبت اور ایک طرف عنق تھا) ڈھالے مگر معیار فوکائیہ کمپانیہ کا رکھا۔ (یعنے اس کے استاتر کا وزن ۱۸ گرین تھا) اس کے بعد اس نے موٹے سکے بنانے شروع کیے مگر اکائیائی طرز پر تہائی استاتر مضروب کیے اور پورا استاتر ۲۶ گرین کا اور تہائی ۴۲ گرین کا رکھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پوسیدونیہ کا تجارتی راستہ خشکی پر ہو کر تھا یعنی اٹلی میں ہو کر سیبارس اور تھوریئی کو اور دریائے سلاروس اور سارنوس ہو کر نیاپولس کو۔ صفحہ (۴۲۱)

(۵) قریب ۴۹۰ ق م میں سسلی کے خالکدیسی بلدیات نے یوبیائی اٹیکائی معیار اختیار کیا جو اس وقت تک صرف سرقوسہ میں رائج تھا۔ رھیگیوم نے بھی سسلی کے بلدیات کا اتباع کر کے اسی کے مطابق سکے ڈھالنا شروع کر دیئے۔

(۶) اب اٹروریہ کا ذکر باقی ہے۔ ہیڈ (صفحہ Ivii) کہتا ہے کہ یہاں سکوں کے دو معیار رائج تھے۔ اور ایک کے مطابق ۲۶۰، ۱۳۰۔ اور ۶۵ گرین کے اور دوسرے کے مطابق ۳۵۴، ۱۷۷۔ اور ۸۸ گرین کے سکے ڈھالے جاتے تھے ظاہر ہے کہ مقدم الذکر تو یوبیائی اٹیکائی معیار تھا۔ دوسرے معیار کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ ایرانی الاصل تھا اس لیئے کہ اٹروریہ اور ایران کے تعلقات بہت اچھے تھے اور ایک کا دوسرے پر اثر پڑنا بعید از قیاس نہیں۔ مگر ہیڈ کا خیال ہے (اور بے شبہ یہ درست ہے) کہ یہ معیار آئی گینا کا تھا اور اس کا اثر کورکائرا ہو کر اٹلی پہنچا ہوگا۔ کورکائرا نے یہ معیار غالباً اس لیئے اختیار کیا تھا کہ اس سے اور کورنتھ سے رقابت تھی اور اس کی خواہش تھی کہ ان یونانی ریاستوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھے جہاں آئی گینا کا معیار رائج الوقت تھا۔ یہی معیار تھسلی، ایلیس، کیفالے نیہ اور زاکنتھوس میں اور کورکائرا کی نوآبادی یعنی اپولونیہ اور ایپی دامنوس میں بھی رائج تھا۔ مگر اکارنانیہ، اناکتوریوم اور لیوکاس کورنتھ کے زیر اثر تھے اور وہیں کے معیار کا اتباع کرتے تھے۔ حال کی تحقیقات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبل اس کے کہ کیلٹ قوم کا اقتدار وادئ پو میں بڑھے کورکائرا اور اٹروریہ کے تعلقات (بواسطۂ ہین وسپنا قائم ہو چکے تھے

اور انھوں نے ہی آئی گینا کا معیار وہاں رائج کیا۔ بدیں وجوہ اٹروریہ کی تجارت کے متعلق اگر ہمیں تحقیقات کرنا ہو تو دیگر ذرائع کو پیش نظر رکھ کر اور ان نتائج کا لحاظ کر کے جن پر ہم سکوں کے مطالعے سے پہونچنے میں ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اٹروریہ اور یونان کے تعلقات کے چار مختلف ذرائع تھے:۔

(۱) براہ بحر سسلی اور خصوصاً سرقوسہ سے تعلقات جس کی وجہ سے یہاں کے سکوں کا معیار اٹیکائی یوبیائی ہوگیا (۲) براہ راست اٹروریہ اور ایتھنز کے تعلقات (۳) بری راستے سے کورکائرا کے ساتھ تعلقات اور (۴) سمندر اور خشکی کے راستے پوسیڈونیہ ہوکر سیبارس اور ملطہ سے تعلقات:۔

ان ممالک کے سکوں کا تفصیلی مطالعہ اس لیے سود مند ہے کہ اس علم سے تاریخ تمدن نہایت واضح ہوجاتی ہے۔ اٹروریہ کے سکوں کے متعلق وے ایکے کی کتاب "تحقیقات متعلق اٹروریہ" (۱۱، ۱۸۷۶) دیکھنی چاہیے۔ لینورماں نے اپنی کتاب "یونان عظمے" ۲، ۳۴ میں جن لوکریسی سکوں کا ذکر کیا ہے ان کا وجود نہیں۔

باب (۲۶)

صفحہ (۴۲۳)

علوم جدیدہ

پانچویں صدی ق م میں یونانی قوم کے اصول حیات میں ایک عظیم الشان انقلاب رونما ہوتا ہے اور اس کے افراد میں یہ خواہش موجزن ہوتی ہے کہ ہر اس مضمون کی جس سے بنی نوع انسان کو کسی قسم کا لگاؤ ہو آزادانہ تحقیقات کریں اور اس میں کسی بالائی اقتدار کو مطلق دخل نہ ہو۔ وہ اس کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ یہ خیال صرف واہمے اور نظریے تک ہی محدود نہ رہے بلکہ اس کا اثر حکومت کے ہر ایک شعبے پر پڑ جائے اور اس میں وہ کم و بیش کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ یہ بات اس قوم کی خصوصیات میں داخل تھی کہ وہ محض نظریے کو بہت جلد عملی جامہ پہنا دیتے

تھے۔ اس کے کئی سبب تھے۔ یونانی طبعاً جدت پسند تھے اور ان کے مذہب میں عقائد کو مطلق دخل نہ تھا۔ دوسرے چونکہ یونان میں متعدد خود مختار مملکتیں تھیں اسلئے اگر کسی شخص کے خیالات کی کوئی مملکت روادار نہیں ہوتی تھی یا وہ اپنے بلدیئے میں اپنی خواہشات کی تکمیل نہیں کر سکتا تھا تو وہ فوراً کسی اور جگہ پناہ ڈھونڈ لیتا تھا اور اپنے خیالات وہیں سے پھیلانے کی کوشش کرنے لگتا تھا۔

اس زمانے سے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں بہت پیشتر ہی یعنی چھٹی صدی ق م سے ہی آزادانہ تحقیقات کا خیال پیدا ہو چلا تھا۔ مگر یہ خیال صرف ایک ضلع یعنی ایونیہ تک ہی محدود تھا اور اس وقت تک اس کا اثر خاص ارض یونان تک نہیں پہنچا تھا بلکہ خود ایونی فلسفیوں نے اپنی توجہ صرف آثار قدرت و قوانین فطرت کیطرف مبذول کرنا کافی سمجھا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس ابتدائی دور میں بھی حکمت عملی و اخلاقیات کے اصول مدون ہو چکے تھے مگر بجائے اس کے کہ انھیں تحقیقات کا نتیجہ بتایا جائے تحکم کا جامہ پہنا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد یونان کے عقلائے سبعہ اور کاہنہ ڈیلفی نے وقتاً فوقتاً چند قواعد پیش کیے مگر انھوں نے بھی ان کی حقیقت بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی اور نہ صرف ان قاعدوں کا مظاہرہ بلکہ بعض مرتبہ تو ان کے مفہوم کا تعین تک سامعین کے فہم و ادراک پر چھوڑ دیا۔ اب پانچویں صدی ق م میں لوگ ایک قدم اور بڑھے اور عملی زندگی کے نظری اصولوں کی تحقیقات کرنی شروع کی۔ (صفحہ ۴۲۴)

یہ تحقیقات اور اس کا عملی اطلاق دو نئے علموں کے ذریعے سے ہوا۔ ایک علم خطابت اور دوسرا سوفسطائیات لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر بالفرض ابتدا میں موخر الذکر "علم" کے لقب کا اہل بھی تھا تو بھی اس نے بہت جلد اپنی تفردی حیثیت کھو دی[1] اور چند روز کے زور و شور کے بعد بالکل نابود ہو گیا۔ مگر خطابت اسوقت تک

[1] اٹیکائی علم البیان کے لیے مفصلۂ ذیل کا مطالعہ کیا جائے:۔ بلاس: "اٹیکا کا علم الترغیب" جلد ۱۔ اشاعت ۲۔ لائپزگ ۱۸۸۷ء۔ فولکمان: "یونانیوں اور رومنوں کا علم البیان" اشاعت دوم۔ لائپزگ ۱۸۸۵ء۔ فولکمان کا مضمون ا میولر کی بیاض جلد ۳ (نورڈلنگن ۱۸۸۵ء) سوفسطائیات کی تاریخ کے لیے مفصلۂ ذیل کا مطالعہ سود مند ہوگا:۔ تسیلر: "فلسفۂ یونان" جلد ۱

ایک علم کا درجہ رکھتا ہے۔ خطابت کا مفہوم سمجھنے کے لیئے کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے سوفسطائیات سے ایک خاص قسم کا ذہنی فلسفہ مراد ہے جو حکیم سقراط سے پہلے پانچویں صدی ق م میں رائج تھا اور جس میں عملی موضوعات پر بحث کی جاتی تھی۔ ابتدا میں تو ان دونوں علوم میں بہت سی باتیں ایک سی تھیں اور دونوں کے ماہروں نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ محض اصولی تعلیم سے انسان عملی کاموں کے لیئے تیار ہو سکتا ہے بلکہ اصولی تعلیم عمل محض سے بہتر ہے۔ اس خیال سے ہم آج کل بھی ایک حد تک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور اس کا مضمون پاؤلی کے مجموعے (جلد ۵، ۱) گیل "سوفسطائیوں کی تاریخ اوٹرخٹ ۱۸۲۳ء۔ باؤم ہاؤئر "سوفسطائیوں کا اقتدار" اوٹرخٹ ۱۸۴۴ء۔ سوفسطائیوں اور فصحا کے مزید حالات معلوم کرنے کے لیئے سٹل "تاریخ ادبیات یونان" (۲، ۱۲ وغیرہ) دیکھی جائے جس میں دیگر تصانیف کا حوالہ بھی دیا ہوا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فصحا اور سوفسطائیوں کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں ان میں افلاطون کی مخالفت کی وجہ سے تعصب کی جھلک پائی جاتی ہے افلاطون ("پروتاغورس" ۳۴۹) کے نزدیک پروتاغورس سب سے پہلا سوفسطائی تھا۔ اور اسی نے سب سے پہلے تعلیم کا معاوضہ لیا اور خود اپنے آپ کو "سوفسطیس" کا لقب دیا (سٹل ۲، صفحہ ۱۴) اس نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ لوگوں کی حالت پہلے سے درست کر دیگا" اور معاملات خانگی اور معاملات عامہ کے سمجھنے کی قابلیت پیدا کر دیگا۔ اس نے صرف نحو کا مطالعہ کیا اور اس کی عادت تھی کہ ایک قضیہ کو لیتا اور پہلے تو اسے ثابت کرتا اور پھر اسی کو رد کر دیتا۔ اس دور کی ذہنی اور عقلی تیزی کا سب سے پہلا ثمر یہ ہوا کہ لوگ ہومر کی تصانیف کی تاویلیں کرنے لگے۔

ہپیاس ساکن ایلس کے لیئے سٹل (۲، ۲۹) اور اس کی عملی قابلیتوں کے لیئے افلاطون کی کتاب "ہپیاس" ۳۶۸ کا مطالعہ کیا جائے۔ اس نے آواز کی خصوصیات کا مطالعہ کیا۔ سٹل (۲، ۳۱) کہتا ہے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے گھر میں بند ہو کر تعلیم حاصل کی اور جسے کتاب کا کیڑا کہا جا سکتا ہے۔ مگر اس کا خیال درست نہیں ہے اس لیئے کہ ہپیاس کبھی کبھی عوام کے سامنے بھی آجاتا تھا۔

ویلکر کی رائے میں جزیرہ کیوس کا باشندہ پرودیکوس سقراط کا پیشرو تھا ("تحریرات مختصر" ۲)۔ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ خوبصورت جملے استعمال کرے بلکہ وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ جو کچھ اس کی زبان سے نکلے وہ معناً بالکل صحیح اور درست ہو۔ (اس کیلئے کہ سٹل ۲، ۲۶ وغیرہ دیکھا جائے)+

متفق ہیں فرق یہ ہے کہ ہم آج کل یہ کہتے ہیں کہ اصولی تعلیم کی کسی خاص شعبے کی تحقیقات و تجسس کے لیئے ضرورت ہے۔ درآنحالیکہ فصحائے قدیم اور سوفسطائی اپنے نظریئے کی بالکل مختلف تاویل کرتے تھے اور ان کا قول تھا کہ چند عام قواعد منضبط کر دیئے جائیں جو ہر مخصوص صورت حال سے مطابقت کر سکیں عقل اور ادراک کا جوہر یہی ہے کہ انسان عمدہ اور خوبصورت الفاظ استعمال کرے۔ اور ان کی بنا اعلیٰ اور ارفع خیالات پر ہو۔ یہ فرقہ عوام الناس میں بیحد مقبول ہوگیا اس لیئے کہ اُس نے لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ اس مخصوص طریقے کے اتباع سے ہر شخص کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اور یہی ان کا مقصد تھا۔ ان خیالات کا اظہار سب سے پہلے ایلس کے سوفسطائی ہپیاس نے کیا۔ اس کا قول یہ تھا کہ وہ نہ صرف مملکتوں کے طرز حکومت کے راز سے واقف ہے بلکہ یہ بھی جانتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کس طرح ممکن ہے۔ اور اولمپیا کے میلے کے موقعے پر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ جو کچھ بھی وہ پہنے ہوئے ہے یعنی اس کا لباس، اس کے جوتے اور اس کی انگوٹھی وہ سب اس نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ گو بظاہر اس کا وہی اصول معلوم ہوتا ہے جو لفاظوں اور نیم حکیموں کا ہوتا ہے مگر اس میں بھی ایک قسم کی تعلی پائی جاتی ہے۔ اور اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں جو بنی نوع انسان بلکہ ہر ایک فرد کے دسترس سے باہر ہو۔ صرف شرط یہ ہے کہ جو قوتیں فطرت نے عطا کی ہے انھیں عمدہ تعلیم کے ذریعے سے ترقی دی جائے۔ ۴۲۵
اس طرح سوفسطائیوں نے یہ امید دلائی کہ نظری تعلیم کے ذریعے سے ہر انسان کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اور اگر وہ سنے اور سیکھے تو وہ ہر فن میں ماہر بن سکتا ہے اور اس خیال سے لوگوں کو تعلیم کا ایک طرح کا خبط سا ہوگیا۔ چونکہ ہمارے زمانے میں بھی عوام الناس کے فائدے کے لیئے بے شمار تقاریر کی جاتی ہیں اور کتابیں لکھی جاتی ہیں اس لیئے ہم اس تحریک کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں؛

اس تحریک کے جو رہبر خود کو ماہران فصاحت کہتے تھے وہ تو فصاحت کی تعلیم دیتے تھے اور جن کا لقب سوفسطائی تھا وہ گویا عقل و فراست سکھاتے تھے مگر یہ فرق محض نظری تھا اور اصل میں دونوں میں کوئی حقیقی امتیاز نہیں تھا اسلیئے

کہ دونوں کا مقصد یہی تھا کہ زندگی کے ہر شعبے میں عملی قابلیت پیدا کی جائے۔ بلکہ چند خاص مستثنیات کے علاوہ اکثر یہ ہوتا تھا کہ وہی اشخاص جب فصاحت کا درس دیتے تھے تو خطبا کہلاتے تھے جب سوفسطائی اصول بتاتے تھے تو انھیں سوفسطائی کہتے تھے اور دونوں کے نزدیک کسی موضوع کا علم ایک محض ثانوی امر تھا۔

اس دوعملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل خطابت بہ نسبت حقیقت کے محض ظاہری صورت حال کی طرف متوجہ ہونے لگے بلکہ سوفسطائی بھی بجائے عقل و فراست سکھانے کے ایسی تعلیم دینے گئے جسکا نتیجہ یہ تھا کہ عوام کی آنکھیں خیرہ اور عقلیں مبہوت ہو جاتی تھیں حقیقت یہ ہے کہ ابتدا میں تو سوفسطائیت اور فلسفے میں بھی فرق نہ تھا اور پہلا شخص جس نے اس کی برائیاں ظاہر کر کے اس سے جنگ زرگری شروع کی حکیم سقراط تھا۔ سوفسطائیت اور خطابت دونوں کا اولین مقصد یہ نہیں تھا کہ صرف ظاہری خوبصورتی پر قناعت کی جائے بلکہ دونوں کی غایت یہ تھی کہ
صفحہ (۴۲۶) عملی کامیابی کا راز بتایا جائے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ عملی کامیابی اکثر محض ظاہری حیلہ سازیوں سے حاصل ہو جاتی ہے پیروو پکوس ساکن جزیرہ کوس کی مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ خطبا اور سوفسطائی دونوں اس موقع کی تاک میں رہتے تھے کہ اوروں پر سبقت لے جائیں اور اس میں شک نہیں کہ اس نے ہرقلیس کی پسند کی جو تشبیہ دی اس کا لوگوں پر بہت عمدہ اثر ہوا ہوگا۔ یہاں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ بلاغت اور سوفسطائیت دونوں علموں کی بنیاد فلسفے پر تھی اور اگر ہم ان دونوں کی ماہیت اور اہمیت سمجھنا چاہیں تو ہمیں اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ہم اس سے واقف ہیں کہ یونانیوں نے فلسفہ ذہنی سے پہلے فلسفہ طبیعی کا مشاہدہ کیا اور ان دونوں مدارج کے درمیان جو ارتقائی کیفیت پیدا ہوئی اسکا ممد و معاون ایلیائی مذہب تھا جسکا موجد زینو فانیس تھا[۲]۔ زینو فانیس کا شاگرد پارمینڈیس

---

[۲] ایلیائیوں کے لیئے تشیلر کی کتاب "فلسفہ یونان" (جلد ۱) اور رسٹل (۲، ۲۳) کا مطالعہ کیا جائے۔ زینو کے متعلق یہ دعوے کیا جا سکتا ہے کہ اس نے ادبی مکالمے کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ رسٹل (۲، ۴۷۱)۔

ساموس کے باشندہ میلی سوس کے تصانیف میں بھی زبانی لفاظی پائی جاتی ہے۔ وہ

ساکن ایلیا تھا جس نے جملہ موجودات کی وحدت کے تخیل پر بہت زور دیا مشاہدۂ کائنات سے اس کا خیال ہوا کہ تبدیلی اور انحطاط بالکل ناممکن ہیں۔ اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ تمام مشاہدات اور موجودہ ہیولات کا احساس در اصل صحت پر مبنی نہیں ہیں۔ اسکے نزدیک کسی چیز کا وجود اور اس پر غور دونوں بالکل ایک ہی چیز ہیں مگر جن موضوعات پر اس نے غور کیا ان کی حقیقت کے مطالعہ کو نہیں چھوڑا۔ اس کے نزدیک گرمی کا وجود تھا سردی لاوجود تھی اور سردی کو وہ لاوجود محض تصور کرتا تھا۔ زینو بھی ایلیا کا ہی باشندہ تھا اور پارمنیدس سے ذرا چھوٹا تھا اور اس کے اقبال کا زمانہ اولمپیاد ۸۰ یعنی ۴۶۰ ق م ہے۔ اس کی اسلئے شہرت ہوئی کہ اس نے اس ایلیائی اصول کے ثبوت میں کہ تبدیلی کا وجود نہیں یہ دلیل پیش کی کہ اعداد و مقادیر اور حرکت کے تخیلات بالکل خلاف عقل ہیں اسی لئے قدما کا خیال ہے کہ اس نے منطقی استدلال کا طریقہ اختراع کیا ہے اور یہ ہی سوفسطائیت اور خطابت کا جزو اعظم ہے۔ اسنے اکیلیس کی جو تمثیل پیش کی وہ اس لئے مشہور ہوگئی کہ اس میں یہ اصول پیش کیا گیا کہ اگر ایک گھونگے کو بہت آگے بڑھا کر کھڑا کر دیا جائے تو ایک تیز رو سورما بھی اسے نہیں پکڑ سکتا۔ اس دلیل اور بعض دیگر دلیلوں سے جو زینو کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے حرکت سے صریح واقعے کو خلاف واقعہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ اگر حرکت خلاف واقعہ ثابت ہو جائے تو پھر کوئی ایسی صفحہ (۴۲۷) چیز باقی نہیں رہجاتی جو اس منطق سے رد نہ کی جا سکے۔ اس کے بعد سوائے فلسفی کی طباعی کے باقی کسی چیز کا تیقن ناممکن ہو جائیگا اور سوفسطائیت کا مقصد پورا ہو جائیگا کہ اس علم کے ماہروں کی قابلیت کا سکہ جم جائے۔

سوفسطائیوں نے ایک طرف ایلیائیوں میں سے ایک ممتاز فرد کے طرز استدلال سے فائدہ اٹھایا اور دوسرے طرف سے ہرقلیطس کے اصولوں سے (جو ایلیائیوں کے اصولوں کے خلاف تھے) اسے بہت مدد ملی۔ ہرقلیطس کا قول تھا کہ ہر چیز میں پے در پے تغیر و تبدل ہو رہا ہے اور کسی چیز میں استقلال و ثبات

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ مسطاکلیس سے بھی واقف تھا اور ۴۴۰ ق م میں ساموسی بیڑے کا سپہ سالار تھا (رسٹل ۲، ۲۷۲) پارمنیدس نے اپنے اصول مسدس الوزن بحروں میں پیش کئے۔

نہیں ہے۔ اس سے چالاک خطیبوں اور سوفسطائیوں کو ایک ایسا اصول مل گیا جسکا یقین اگرچہ ان کے اصول کی طرح مشکل سے آسکتا تھا لیکن جس کے مدد سے وہ ہر چیز کی جیسی ماہیت چاہتے پیش کر سکتے تھے۔ اسی نصب العین پر عمل کرنے سے پروتاغورس ساکن ابدیرا جس کی سوفسطائیوں میں ایک ممتاز حیثیت تھی اپنے نتائج پر پہونچا اور یہ مشہور اصول پیش کیا کہ انسان ہر چیز کا گویا مقیاس ہے اور ہر چیز ویسی ہی ہے جیسی اسے نظر آتی ہے۔ اس استدلال سے ایک اور نتیجہ نکلتا ہے کہ اچھے برے، صحیح غلط کا کوئی قطعی معیار نہیں۔ اگر پروتاغورس چاہتا تو مشہور خطاب گورگیاس کی طرح جو اسکا ہمعصر تھا ایلیائی تعلیم سے بھی اسی قسم کے نتائج اخذ کر سکتا تھا۔ ایلیائیوں کا قول تھا کہ جن خیالات سے ادراک پیدا ہوتا ہے وہ موجودات کے مطابق نہیں ہوتے پروتاغورس ابتدا میں تو ایتھنز ہی میں رہا مگر ایتھنزی اوس کی سوفسطائیت یا خطابت سے نالاں نہیں ہوئے بلکہ اس کے فلسفے میں ایجاد کی بو پائی جاتی تھی اس لیئے اسے شہر بدر کر دیا۔ وہاں سے وہ سسلی گیا اور اس جزیرہ کو اپنا وطن بنا لیا جہاں غالباً ستر برس کی عمر میں ۴۱۰ ق م میں اس کا انتقال ہو گیا۔

گو پروتاغورس مشرقی یونانی یعنے تھریسی نژاد تھا اور اس خطے میں بعض نہایت مشہور و معروف آدمی مثلاً پایونیوس پولیگنوتوس آرکامینس اور ہپقراطیس پیدا ہوے اور خود طوسی دیدش کا بھی کچھ عرصے کے لئے یہ ہی مسکن رہا۔ مگر اسنے اپنی عمر کا معتد بہ حصہ بلاد مغرب میں بسر کیا جو اُن فنون جدیدہ کا گویا ایک قدرتی گہوارہ تھا جن کی فن خطابت نے تشکیل کی تھی۔ اور جن یونانیوں نے سوفسطائیت اور خطابت میں نام پیدا کیا ہے اس میں سے گورگیاس ساکن لیون تی فی اور پولوس ساکن اکراگاس اسی جزیرے کے باشندے تھے مگر مشہور آفاق پروڈیکوس ایتھنز کے قریب جزیرہ کیوس کا رہنے والا تھا۔ غرض یہ ہے کہ فن خطابت گویا سسلی کا ہی حصہ تھا۔ صفحہ (۴۲۸)

سسلی کے یونانیوں میں تیز طبعی کوٹ کوٹ کر بھری ہوی تھی۔ پانچویں صدی ق م کی ابتدا میں جو عناصر اس جزیرے میں فن خطابت کی ترقی میں

ممد و معاون ہوئے وہ تین تھے یعنی شعر گوئی کا خاص انداز جو یہاں مروج تھا، دوسرے فلسفہ جسکی یہاں تعلیم و ترقی ہوتی تھی اور یہ یہاں کے بلدیات کے سیاسی حالت۔

سروریہ نویسی کا موجد جزیرہ کوس کا باشندہ ایپی خارموس تھا اور سروریہ عام طور پر سسلی میں نہایت مقبول ہوا۔ ایپی خارموس کی تصانیف فلسفی خیالات سے پر تھیں اور قدما کا بیان ہے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے سوفسطائی خیالات کا استہزا کر کے نتیجہ اخذ کیا۔ گویا کہ سسلی والے ہئے رون کے زمانہ میں بھی لفظ "سوفسطائی کے پہلوئے ذم سے واقف ہو گئے تھے اس استہزا کو تخیل شاعرانہ کا لقب دیا جاتا تھا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ کل یہ شخص نہیں تھا جو آج ہے۔ اسلئے ہر شخص جس نے کسی سے روپیہ قرض لیا ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ گذشتہ چوبیس گھنٹے میں اس کی شخصیت میں تبدیلی ہو گئی ہے اسلئے قرض ادا کرنیکی ضرورت نہیں۔ چونکہ فلسفی ایپی دو کلیس سروریہ نویسی کے موجدوں میں سے تھا اس لیئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سروری ناٹک بھی فن خطابت کی ترقی میں معاون ہوئی۔ اس ضمن میں یہ بیان کرنا باقی ہے کہ سسلی کی طرز معاشرت سے بھی فن خطابت کو جس میں سوفسطائیت کا عنصر غالب تھا فائدہ پہونچا۔

علم البیان کا پہلا استاد سرقوسہ کا باشندہ کوراکس تھا جو ہئے رون کے عہد حکومت میں ہی شہرۂ آفاق ہو گیا تھا۔ اور جب ۴۶۶ ق م میں سرقوسہ سے تھراسی بولوس کا اخراج ہوا اور آزادی کا ایک نیا دور پھر شروع ہوا تو اس کی شہرت اور بھی بڑھ گئی۔ چونکہ سرقوسہ کے ارتقائی کیفیت کی وجہ سے کسی بات میں استحکام نہ تھا اسلئے کوراکس کو یہ موقع مل گیا کہ وہ قانون اصول ملکیت کے مسائل پر تقریر کر کے اپنے قابلیت کے جوہر دکھائے اور اوس نے یہ تہیہ کیا کہ جو شخص اس سے کامیابی کے اصول دریافت کریگا اسے وہ بخوشی بتا دیگا یعنی علم البیان کی تعلیم دیگا یہ ہی اس نئے علم کے اصول کا پہلا اطلاق تھا کہ استاد کی تعلیم سے کامیابی لازم ہو جاتی ہے۔ اس کا خاص شاگرد تیسیاس تھا۔ تیسیاس نے یہ وعدہ کیا جب اسے فن بلاغت میں دستگاہ ہو جائیگی یعنی جب وہ تقریر کرنے میں ماہر ہو جائیگا تو اسوقت معاوضہ تعلیم ادا کر دیگا۔ مگر جب ورس ختم ہو گیا تو اسنے روپیہ دینے سے صاف انکار کیا اور

صفحہ (۴۲۹)

اپنے استاد سے کہا کہ اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف باضابطہ مقدمہ دائر کر سکتا ہے اور مقدمہ دائر ہونے کے بعد عدالت میں یہ بحث کی کہ اگر وہ مقدمہ ہار گیا تو گویا اسنے فن تقریر میں مہارت حاصل نہیں کی، اگر جیت گیا تو روپیہ کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر لطف قصے سے جدید فنون خطابت و سوفسطائیت کے اصول سے ہمیں واقفیت ہوتی ہے۔ یہ فنون مغالطوں سے مسلح تھے اور ان کا بس مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے کامیابی حاصل ہو جائے۔ ان کے لئے وہ زمانہ جس میں زینو نے حرکت کے وجود کا بطلان کیا نہایت مناسب تھا اور تیاس کے مغالطہ آمیز بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ کس خوشی اور سادہ لوحی سے انسانی عقل کے نظری اور عملی اصولوں کی طرف توجہ کرتے تھے۔

امپی دوکلیس ساکن اکراگاس کو ابوالخطابت دوم کا لقب دیا جاتا ہے مگر وہ ساتھ ہی فلسفی بھی تھا اور اس حیثیت سے وہ اور بھی زیادہ مشہور ہو گیا۔ اس نے وجود کی ابتدا دریافت کرنے کی کوشش کی اور اس میں اسے ایک ایسے اصول کا انکشاف ہوا جس نے آج کل کے زمانے میں موجودہ حکمیات پر زبردست اثر ڈالا ہے۔ اس نے یہ دریافت کیا کہ کائنات میں چار عناصر یعنی آگ، پانی، ہوا اور خاک اور دو قوتیں یعنی مودت اور منافرت ہیں جنکا بعد میں انجذاب اور افتراق نام پڑ گیا اور ان ہی عناصر اور قوتوں سے مختلف ہیئتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ تخیل اور اس کا انکشاف ایک بہت بڑی کامیابی تھی اور قدما نے اسے گویا آسمان پر بٹھا دیا۔ اسکے علاوہ وہ تدبر میں بھی یکتائے روزگار تھا اور ہر طرح سے قابل قدر و منزلت تھا۔ مگر اس کے ظاہر انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے اس کو بھی اپنے ہم عصروں کی طرح جو خطابت اور سوفسطائیت کی تعلیم دیتے تھے حاضرین پر اثر پیدا کرنے کا خبط تھا۔ وہ بڑے تزک و احتشام سے جگہ جگہ سفر کرتا اور لوگوں کے سامنے کرامات کے دعوے کرتا پھرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ انجنیر اور طبیب بھی تھا اور وہ کئی اور حیثیتوں سے بھی بنی نوع انسان کے لئے مفید تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی خدمات کے معاوضے کا بھی طالب نہیں تھا اور یہ وہ خصوصیت تھی جو اسے دیگر سوفسطائیوں سے ممتاز کرتی تھی۔ فنون جدیدہ کے مخالف جس الزام سے سوفسطائیوں اور

صفحہ (۴۳۰)

خطباء کو مطعون کرتے تھے وہ یہ ہی تھا کہ وہ اپنی خدمات کی فیس لیتے تھے۔ اسمیں شک نہیں کہ خطباء کو خاصکر ایسی حالت میں کہ وہ غریب تھے یا سفر کر کے لوگوں کو تعلیم دینا چاہتے تھے اجرت لئے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ پھر بھی یہ ایک بالکل نئی بات تھی کہ نظری تعلیم دیجائے اور اس کی اُجرت کا تقاضہ کیا جائے طبیب ضرور فیس لیتے تھے اور ویسے کلیس کی فیس بہت زیادہ تھی۔ مگر طب ایک عملی فن تھا اور لوگوں کے نزدیک اس کی اجرت واجب الادا تھی۔ اسی طرح شعراء کو بھی اجرت دیجاتی تھی اور سیموندیس مبلغ خطیر وصول کیا کرتا تھا مگر ان کی تصانیف کو فنون لطیفہ کے زمرے میں رکھا جاتا تھا اور عام طور پر صناع اپنی اجرت کے مستحق سمجھے جاتے تھے لیکن تعلیم کی نوعیت بالکل جداگانہ تھی۔ ہومر بھی ساتذہ کو دیمیورگوئی یعنی کاریگروں میں شمار نہیں کرتا اور استاد عام طور پر رکن خاندان ہی سمجھا جاتا تھا۔ باوجود ان تمام باتوں کے خطباء اور سوفسطائیوں نے یونانی عوام الناس کے یہ ذہن نشین کرایا کہ وہ اپنے شاگردوں کو عزت و دولت اور اقتدار کے ساتھ زندگی بسر کرنیکے قابل بنا دینگے اور اس کے معاوضے میں انھوں نے معتدبہ رقمیں بطور فیس کے وصول کرنا شروع کیں۔

گورگیاس ساکن لیونتی نی علوم جدیدہ کے بڑے بڑے ماہروں میں شمار کیا جاتا ہے اور اسے بھی زر کثیر بطور اجرت کے ملتا تھا۔ چونکہ وہ اس سے واقف تھا اور اس کا یہ بانگ دہل اعلان کرتا تھا کہ انسان کو فن خطابت تو سکھایا جاسکتا ہے مگر عقل کا درس نہیں دیا جاسکتا اسلئے وہ سوفسطائیت کا مدعی نہیں تھا بلکہ خود کو محض خطیب کہنے پر اکتفا کرتا تھا[۳]۔ ہماری رائے ہے کہ

---

[۳] گورگیاس کے حالات کے لئے سٹل ۲، ۳۳۔ دیکھنا چاہئے۔ سٹل خطباء اور اولین اہل بلاغت کی مفصلہ ذیل تقسیم کرتا ہے:۔

(۱) فن بلاغت کے اولین استاد مثلاً گورگیاس اور اس کے پیرو خصوصاً پولوس اور لی کینوس۔

(۲) عدالتی تقریر کے ماہر مثلاً کوراکس اور تیسیاس۔ اسی زمرے میں تھراسی ماخوس ساکن کالکدون تھا جس نے ایتھنز کو مستقل طور پر اپنا مسکن بنا لیا تھا اور جسکے متعلق کم از کم یہ بلا خوف انکار کیا جاسکتا ہے کہ وہ تیسیاس سے پہلے تھا۔ وہ بااثر تقریر یا "علم المنطق" میں بھی تعلیم دیتا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ

گورگیاس کو حکیم سقراط کے پیروؤں نے اپنی جگہ سے بہت پیچھے ہٹا دیا ہے ورنہ وہ پانچویں صدی ق م کے ممتاز ترین اشخاص میں سے ہے اور اسمیں تنقید اور فلسفی استدلال کا مادّہ موجود تھا۔ بحیثیت نقاد اور فلسفی کے اسنے مفصلۂ ذیل قضئے ثابت کرنا چاہے:۔
(۱) کسی چیز کا وجود ہی نہیں (۲) اگر کسی چیز کا وجود ہے بھی تو اس کا علم محال ہے (۳) اگر بالفرض اس کا علم بھی ممکن ہو تو اس علم کا اظہار بالکل ناممکن ہے۔ پہلا قضیہ تو خود گورگیاس کی تعلیم کے مطابق مغالطہ آمیز ہے اسلئے جب اس کے قول کے مطابق انسان کسی امر سے
صفحہ (۴۳۱) واقف ہی نہیں ہوسکتا تو پھر وہ یہ بھی نہیں جان سکتا کہ کسی چیز کا وجود ہے یا نہیں۔ اس کے مقابلے میں حکیم سقراط نے علم سے لادعوی ہو کر ترقی کی راہ میں بہت بڑھ کر قدم رکھا۔ مگر دوسرے اور تیسرے قضیئے میں ایک حقیقت مضمر ہے جس سے اکثر چشم پوشی کی جاتی ہے اور جسے پہلی مرتبہ کانٹ نے تسلیم کیا۔ وہ یہ کہ ہمارے علم کا حصولی عنصر حضوری عنصر سے اسقدر وابستہ ہے کہ ہمارے لئے نفس موضوع کا گویا ظہور ہی نہیں۔ زینو کے مباحث اور جزئیات سے ان قضیوں کی کہیں زیادہ اہمیت ہے۔ بہرحال گورگیاس نے اپنی زندگی فلسفے کی نذر نہیں کی اس لیئے کہ اس کے نزدیک فلسفہ صحت پر مبنی نہیں تھا اور اس کی تعلیم نے فلسفے کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اب اگر علم نظری بیکار ہے تو انسان کو چاہیئے کہ وہ عملی زندگی پر حاوی ہو جائے۔ اور گورگیاس اپنی طبعی قابلیت کے سبب اس کام کے لئے نہایت موزوں تھا۔ گو وہ اپنی دوکلیس کی طرح فلسفہ طبیعی یا دیگر علوم میں مہارت نہیں پیدا کرسکتا تھا مگر وہ فن تقریر میں لوگوں کو تعلیم دیسکتا تھا اور اسی لیئے اس نے خطابت کا پیشہ اختیار کیا اور اس فن میں اسقدر بلند رتبہ حاصل کیا کہ وہ ان تمام خطباء پر جو اس کے بعد آئے سبقت لے گیا۔ اس نے فن خطابت کے اصول اور مقاصد نہایت صحت سے بیان کیئے اور تقریروں کو مناسب طور پر منضبط کرنے کے عملی طریقے مدوّن کیئے۔ جہاں تک شکل ظاہری کا تعلق ہے اس نے یہ عجیب و غریب اصول بتایا کہ اوقات کو موزوں طور پر تقسیم کرنے سے فقرے اور خیال میں یکسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکی یہ کوشش کہ نثر میں بھی وزن کا لحاظ رکھے

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ کہ حاضرین میں جوش پیدا ہوا (۳) تھیوڈورس ساکن بائی زنطہ۔ (۴) سیاسی خطیب خصوصاً فار قلیس۔

بالکل درست ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گورگیاس کس حد تک پہونچ گیا تھا۔ اس نے اپنی تحقیقات کا جولانگاہ صرف جزیرۂ سسلی کو ہی نہیں بنایا بلکہ تھسلی اور یونان میں بھی رہکر تحقیقات کی اور یونان میں اسکی بہت قدر و منزلت ہوئی۔ اس کی بابت یہ مشہور ہے کہ اس نے کھانے پینے میں احتیاط کر کے اپنی عمر تک ایک سو سال سے زیادہ تک پہونچا دی تھی۔

گورگیاس نے بلاغت کے جو اصول دریافت کیئے تھے وہ یونانیوں میں اور ان رومنوں میں جنہیں یونانی تمدن سرایت کر گیا تھا بہت مروج ہوئے۔ یونانی اس کے لیئے ہمیشہ تیار رہتے تھے کہ ہر چیز کو محض ظاہری ضروریات کی حیثیت سے دیکھیں۔ مگر یہ لازمی امر نہ تھا کہ اگر تقریریں خوش اسلوبی سے لکھی جائیں تو سیاسی معاملات میں بھی اصلاح کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ اور جب تک رومنوں کی سنجیدگی اور عظمت برقرار رہی اسوقت تک انھیں فن خطابت کی ضرورت زیادہ محسوس نہیں ہوئی۔ یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ گورگیاس نے ایٹکائی زبان میں اپنی تصانیف مرتب کیں۔ اور یہ غالباً پہلی مرتبہ تھی کہ اس کو حدود ایٹکا سے باہر استعمال کیا گیا ہو۔ یہ اس کی کامیابی کی گویا پہلی منزل ہے۔ اسی زمانے میں مورخ ہیرو ڈوٹس اور حکیم بقراط نے اپنی علمی تصانیف اسی زبان میں مرتب کیں اور اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنز کے سیاسی اقتدار کے علاوہ دیگر اسباب بھی تھے جن سے متاثر ہو کر گورگیاس نے ایٹکائی زبان میں اپنی کتابیں تصنیف کیں اس لیئے کہ جزیرۂ سسلی میں ایتھنز کا اسقدر اثر نہیں تھا کہ اس سے وہ متاثر ہوا ہو۔ حقیقت یہ تھی کہ گورگیاس ایٹکائی زبان کو جملوں اور ان کے اجزا رنحوی کے لیئے بہترین زبان سمجھتا تھا اور غالباً اس کے نزدیک ایتھنزیوں کی طباعی اور ذہانت کا راز یہی رہتا تھا کہ ان کی زبان فن خطابت کے اصولوں کی تکمیل کے لیئے نہایت موزوں تھی اور اصل واقعہ یہ ہی تھا کہ سوفسطائیت اور خطابت ایتھنز کے لیئے موزوں تھیں اور رومیں کی زمین ان دونوں علوم کے لیئے خوب اچھی طرح سے تیار تھی[1]۔

صفحہ (۴۳۲)

[1] ۔ قدیم زمانے اور آجکل کے زمانے دونوں میں جہاں کہیں فن خطابت کا درس ہوتا ہے وہ اسے انشار پردازی کا علم سمجھا جاتا ہے اور تحریر محض تقریر کی گویا ایک تبدیل شدہ صورت قرار دی جاتی ہے۔ یونانی ادبیات میں رفتہ رفتہ یہ حالت ہو گئی کہ جو باتیں معناً نہایت اہم تھیں انھیں تانوی سمجھکر محض لفاظی اور ظاہری بناوٹ کو نمایاں کر دیا جاتا تھا یہانتک کہ تاریخ جیسے علم پر بھی

ایتھنزیوں کی ایک نہایت ممتاز صفت جو سسلی کے یونانیوں میں بھی پائی جاتی تھی یہ تھی کہ وہ نہایت سریع الحس تھے۔ اس خصوصیت کا مشاہدہ زیادہ تر تھیٹروں میں ہوتا تھا جہاں وہ دقیق تلمیحات اور بعض مرتبہ محض جدتِ تلفظ کو فوراً تاڑ جاتے تھے۔ وہ طبعاً ظرافت پسند بھی تھے اور جمعیت عوام تک میں وہ ایک دوسرے سے مذاق کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ ایک ایتھنزی شہری میں تنقید کا مادہ بھرا ہوا تھا اور جب اسے کوئی ذرا سی چیز بھی خلاف معمول نظر آتی تو وہ فوراً اس کا مضحکہ کرتا۔ اس کے ساتھ ہی کسی کارنمایاں سے اس میں جوش بھی پیدا ہو جاتا تھا اور دراصل پیلی سطیدش کی عزت کا راز یہی تھا جو اس کی زندگی کے آخری ایام میں ہوئی۔ مگر ایتھنزی شہری میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جیسے وہ کسی کی تعریف میں رطب اللسان ہو جاتا تھا ویسے ہی وہ اس کی نگاہ سے گر بھی جاتا تھا اور اگر آج وہ کسی کو آسمان پر چڑھاتا تھا تو کل اسی کے خلاف مواخذے کے لیے بھی تیار ہو جاتا تھا۔ چونکہ وہ فطرتاً نہایت تیز فہم تھا اس لئے اسے کسی شخص کی برائیاں بہت جلد معلوم ہو جاتی تھیں اور انھیں لوگوں کے سامنے پیش کرنے میں خاص حظ حاصل ہوتا تھا۔ سروریہ نویسوں کی مقبولیت کی زیادہ تر وجہ یہ بھی تھی۔ ایتھنزیوں میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انھیں فنون لطیفہ سے خاص اُنس اور شغف تھا۔ اور انھوں نے جو کمال سنگ تراشی اور فن تعمیر میں حاصل کیا اس سے ان کے ذوق سلیم کا پتا لگتا ہے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ ان میں ایک ایسی خصوصیت صفحہ ۳۴۳

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ علم خطابت کا اثر پہلے تو صرف ظاہری تشکیل مثلاً ترتیب واقعات اور انتخاب زبان پر پڑا مگر پھر موزخ نفس مضمون تک میں خرد برد کرنے لگے اور حقیقت واقعات کو محض ثانوی جگہ دیدی گئی۔ علم خطابت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا جائے یا پیش آئندہ کوئی بات ان کے ذہن نشین کرائی جائے۔ مگر حکمتی (سائنٹفک) عبارت میں مولف کا کام صرف یہ ہے کہ وہ واقعات کا اعادہ کرے۔

ایتھنز نے فن خطابت میں اس قدر ترقی کی کہ ہم تک صرف وہ تقاریر پہونچی ہیں جو اٹیکا کی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ ہم نے ایتھنزی خصائص کا جو اندازہ کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونانیوں کی یہ خاصیت کہ وہ جدت پسندی اور زود رسی سے مسرور ہوتے تھے ایتھنزیوں میں دیگر اقوام یونان سے زیادہ پائی جاتی تھی۔

بھی تھی جس سے بعض مرتبہ چشم پوشی کی جاتی ہے وہ یہ کہ انھیں اپنے مذہب، اسکی ماہیت اور اسکی ظاہری حالت سے ایک قسم کی محبت سی تھی اور یہ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ گو ایتھنزیوں کا دماغ ہمیشہ کسی نہ کسی بات کی دھن میں لگا رہتا تھا مگر اس کی وجہ سے ان کے مذہبی جوش محبت کو کوئی اثر نہیں پہونچا۔ یہ نکتہ ہماری سمجھ میں اسوقت آجاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یونانی مذہب میں محض عقیدے پر زور نہیں دیا جاتا تھا بلکہ صرف مختلف رسوم کے با اثر ہونے کا یقین کافی سمجھا جاتا تھا۔

جملہ امور متعلقہ کو مدنظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے ابتدا میں ایتھنزی تہری ایک عجوبۂ روزگار تھا اس کے بعض خصائص مثلاً تیز طبعی، استہزا پسندی، جوش میں آجانا، تمام جھوٹے دیوتاؤں کو ان کے رتبے سے گرا دینے کا شوق یہ سب باتیں ایسی ہی ہیں جو آج کل کے زمانے میں مختلف ممالک کے پایہ تختوں مثلاً پیرس اور لندن کے باشندوں میں بھی موجود ہیں مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ لطافت اور زود رسی جن میں ایتھنزی اسقدر ممتاز تھا آجکل کے شہریوں میں پائی جاتی ہیں اور وہ دو خصوصیتیں جن کا ذکر ہم نے سب سے آخر میں کیا ہے یعنی فنون لطیفہ کی رغبت اور ظاہری پارسائی ایتھنزیوں میں نہایت نمایاں طور پر موجود تھیں مگر آج کل بالکل مفقود ہیں۔ ہم یہ عام حکم لگا سکتے ہیں کہ وہ قوم جس میں طبیعت کی تیزی، زندہ دلی، تلون مزاجی، سلیم الطبعی اور پارسائی یہ سب خصائص مجتمع ہوں اس کا مستقبل یقیناً شاندار ہوگا اور اس کا مرتبہ تاریخ میں لاثانی۔ اس زمانے کے بعض مورخوں کی یہ رائے ہے کہ قدیم ایتھنزیوں کی ذہنی حالت اکثر وہی تھی جو آج کل کے زمانے میں یورپ کے حزب العمال کی ہے۔ مگر یہ رائے درست نہیں ہے[۵] جہانتک علم واقعی کا تعلق ہے ان کو اتنی معلومات بھی نہیں تھیں ... جتنی

صفحہ ۴۳۲

[۵] یہ بیلوخ اور بعض دیگر مورخین کی رائے ہے اور بیلوخ نے اس کا اظہار اپنی کتاب "سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۹ میں کیا ہے جہاں وہ گروٹ اور اس کے مریدوں پر اعتراض کرتا ہے۔ اور اس طفلانہ حکایت" کی طرف اشارہ کرتا ہے (صفحہ ۷) کہ ایتھنز میں روزمرہ کا سب کام غلام کرتے تھے اور شہریوں کی حیثیت اعیانیوں کی سی تھی۔ یہ رائے کہ تمام محنت کے کام غلام کرتے تھے ایک عالم کی زبان سے یقیناً طفلانہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر ان لوگوں کے علاوہ جنھیں تاریخ یونان سے واقفیت نہیں غالباً کسی اور کا خیال نہیں ہے

ہمارے زمانے کے کسی مدرسۂ تحتانیہ کے ایک بچے کو۔ مگر دیگر امور میں اس کی حالت ہمارے ہم عصروں سے بہت بہتر تھی۔ ایتھنز میں اکثر کام غلام کرتے تھے اسلیئے وہاں کا شہری ان تمام مصائب و محن سے آزاد تھا جو آجکل کے شہری کو اٹھانا پڑتی ہیں اور جنکے سبب سے اس کا ذہن بالکل کند ہو جاتا ہے یعنی روزمرہ ایک ہی قسم کا کام انجام دینا وہ صرف غلاموں کو ہی کرنا پڑتا تھا۔ یہ ممکن تھا کہ اگر کسی غریب شہری کی قسمت میں یہ ہی ہو تو وہ کوئی معمولی پیشہ اختیار کر لیتا تھا مگر اس پیشے کا اس کے ذہن پر کوئی معتد بہ اثر نہ پڑتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی درست ہے کہ بہت سے لوگ اپنے لیئے یہی مناسب سمجھتے تھے کہ ہاتھ پاؤں ہلانے کے بجائے حکومت کا دیا ہوا کھائیں اور چین کریں۔ مگر اس کے مقابلے میں آج بھی کسی ملک کے معتد کا کوئی تاجر یا زمیندار ان کے برابر کام نہیں کرتا۔ اس ضمن میں ہمیں آخری بات یہ کہنی ہے کہ جو قعر آجکل کے مختلف طبقہ ہائے آبادی کے درمیان واقع ہے وہ ایتھنز میں نہیں پایا جاتا۔ اس لیئے کہ قدیم ایتھنز میں تعلیم تک ہر کہ و مہ کی دست رس تھی مگر آج کل صرف چند طبقے اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ "عام طور پر ایتھنزی شہری کی ذہنی سطح فی زماننا ہر پائے تخت کے شہری سے بالاتر تھی۔

اس فرصت سے جو انھیں حاصل تھی ایتھنزیوں کو مختلف علوم و فنون میں ترقی کرنے کا موقع مل گیا۔ انھوں نے فن خطابت اور سوفسطائیت میں مہارت پیدا کی اور اس طرح انھیں اپنی تیز طبعی، زندہ دلی اور فنون لطیفہ کے ذوق پورا کرنے کا موقع ملا۔ اگر علوم صحیحہ کا سوال ہوتا یا ایسے معاملات پیش آتے جنمیں ظاہری تشکیل سے نہیں بلکہ اصل اصول سے بحث ہوتی تو ضرور مذہب سے مخالفت پیدا ہو جاتی۔ مگر مذہب نے سوفسطائیت اور خطابت کی ترویج میں دخل نہیں دیا۔ یہ دونوں علوم مدبرین ایتھنز کے لیئے نہایت کارآمد تھے اس لیئے کہ رفتہ رفتہ آزادی تقریر کے اصول پر ہی مملکت ایتھنز کی بیرنگ عمارت کھڑی ہو رہی تھی اور اس بلدیئے کی حکومت کا دارومدار اسی اصول پر قائم ہونے لگا تھا۔ ہمیں معلوم ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بہرحال اسمیں شبہ نہیں کہ ایتھنزی شہریوں کی جماعت یقیناً سربرآوردہ تھی۔ اور اس کا مطلب اس جلد میں واضح کر دیا گیا ہے۔

صفحہ ۳۸۵

پارمنڈیس اور زینو ایتھنز میں رہتے تھے اور گویرو تاغورس ایتھنز سے شہر بدر کر دیا گیا مگر اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ اسے خطابت یا سوفسطائیت سے تعلق تھا بلکہ اس پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ اسے دیوتاؤں کے وجود کا یقین نہ تھا۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ کوراکس کا شاگرد تسیاس ایتھنز میں ہی رہتا تھا اور گورگیاس کی بھی بہت قدر و منزلت ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ایتھنز نے ہی تھوریٔ کے آباد کرنیمیں سب سے زیادہ کام کیا اور کچھ عرصے تک دونوں بلدیات کے باہمی تعلقات بہت اچھے رہے جس کی وجہ سے سسلی کے بہت سے باشندے جن پر تعلیم جدید کا اثر پڑا تھا (مثلاً ایپی دوکلیس اور تسیاس) تھوریٔ چلے آئے اور ایتھنز پر اپنے علوم و فنون کا اثر ڈالا۔ اس کے برعکس بہت سے ایتھنزیوں نے بھی تھوریٔ کو اپنا وطن بنالیا اور ان میں سے ایک لیسیاس بھی تھا جو در اصل ایک سرقوسی خاندان کا فرد تھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فارقلیس اور طوسی ویدس دونوں گورگیاس کے شاگرد تھے۔ گو ممکن ہے کہ ان دونوں پر گورگیاس کی تعلیم کا اثر پڑا ہو مگر ہمیں اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان دونوں نے فی الحقیقت اپنا زانوئے تعلم اُس کے سامنے تہ کیا تھا۔ اس لیئے کہ جب فارقلیس خطابت عامہ کے لیئے ایک نیا طریقہ ایجاد کرنے کے قابل ہوگیا تھا اسوقت گورگیاس کو ایتھنز میں کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اور طوسی ویدس یقیناً اُس کے ایتھنز آنے سے بہت روز پیشتر ہی فارغ التحصیل ہوگیا ہوگا یہ اس لیئے گمان کیا جاتا ہے کہ گورگیاس ۴۲۷ ق م تک ایتھنز نہیں آیا۔ اور اس تاریخ کا بھی پورے وثوق سے یقین نہیں کیا جاسکتا۔ فارقلیس کی جو تقریریں قدما نے ہمارے لیئے چھوڑی ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بنوی اشغال سے اسقدر لبریز تھیں کہ اگر وہ گورگیاس کے قواعد کی تعمیل کرتا تو انمیں ہرگز وہ نفاست و لطافت نہ ہوتی جو ہم ان میں پاتے ہیں۔ یہ ضرور ممکن ہے کہ فارقلیس اور طوسی ویدس دونوں پر اس نئے فن کا اتنا اثر پڑا ہو کہ انھوں نے ظاہری خوبصورتی اور مختلف جملوں کے تناسب پر پہلے سے زیادہ زور دینا شروع کیا اور یہی اس کا باعث تھا کہ فارقلیس کبھی پہلے سے تیار کیئے بغیر تقریر نہ کرتا تھا۔

ایتھنزی مقرر اور آج کل کے مقرر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایتھنز میں جب کوئی مقرر تقریر کرنے کھڑا ہوتا تھا تو وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ کوئی مذہبی رسم ادا کر رہا ہے اور آجکل کے پارلیمنٹی مباحثوں کے عام قواعد کے خلاف اس کی تقریر میں کسی کو دخل دینے کی مجال نہیں تھی اس لیئے ایک طرف تو مقرر عمداً غلطی کر سکتا تھا اور دوسری طرف اس کی ضرورت نہیں تھی کہ تقریر کا مواد پہلے سے تیار کیا جائے۔[۵] جن تقریروں کو طوسی ویدیش نقل کرتا ہے ان میں سب سے ممتاز وہ تقریریں ہیں جو فار قلیس کی صفحہ ۳۶ ۴ بیان کی جاتی ہیں اور ان سب میں قطع و برید کے آثار خاص طور پر نمایاں ہیں اور ان کی عبارت میں جگہ جگہ جو تقابل پایا جاتا ہے اس سے ان پر خطابت کا اثر معلوم ہوتا ہے طوسی ویدیش نے اگر گورگیاس کی شاگردی نہیں بھی کی تو اس میں شبہ نہیں کہ اتنی فن کے سامنے اس نے زانوئے ادب تہ کیا ہوگا جو ایتھنز کا ایک مشہور و معروف مدبر اور خطیب تھا۔ اور چند تقریریں جس میں صنعت تقابل سے بدولی گئی ہے اور جو گورگیاس کے انداز پر لکھی گئی ہیں اسی کی طرف منسوب کیجاتی ہیں مگر ممکن ہے کہ گورگیاس کے ایتھنز آنے سے پیشتر ہی ایتھنزی اس طرز سے آشنا ہو گئے ہوں۔

غرض یہ ہے کہ طوسی ویدیش کی طرز تحریر پر اس دور کے فن خطابت کا بہت بڑا اثر پڑا مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو عظیم الشان خوبیاں اس کی عبارت میں پائی جاتی ہیں ان کا اس فن سے کوئی تعلق نہیں۔[۶] طوسی ویدیش ایک متمول گھرانے

---

[۵] قدیم اور جدید سیاسی تقریروں میں وہی فرق ہے جو قدیم اور جدید ناٹک میں پایا جاتا ہے اور دونوں میں ناٹک کے اشخاص اور حاضرین کو اتنی اہمیت نہیں دیجاتی تھی جتنی آج کل دیجاتی ہے۔ قدیم زمانہ میں ایکٹروں کی تعداد کم ہوتی تھی اور وہ بنی بنائی تقریروں کا اعادہ کرتے تھے سیاسی تماشہ گاہ میں کلیون جیسا شخص بھی اپنی تقریر پہلے سے تیار کر لیتا ہے اور اسے اپنے دوستوں کو سنا دیتا ہے۔

[۶] جن کتابوں میں طوسی ویدیش پر تبصرہ کیا گیا ہے وہ کلاسن کی تمہید کے علاوہ سٹل (۲) ۴۰۱ اور کرسٹ (ص ۲۵۹ تا ص ۲۶۵) کی تصانیف ہیں ہیروڈوٹس اور طوسی ویدیش میں یہ فرق ہے کہ وہ تو تاریخ ماضیہ بیان کرتا ہے مگر طوسی ویدیش ہمعصر واقعات کا اعادہ کرتا ہے اور دونوں میں جو کچھ فرق ہے اس سے طرز بیان کی وہ ترقی لازم نہیں آتی جو سٹل ص ۴۰۱ کو طوسی ویدیش میں نظر آتی ہے اس لیئے کہ ان تمام واقعات کا دارومدار جو طوسی ویدیش نے بیان کیئے ہیں دوسروں کے بیان پر تھا

کا فرد تھا اور تھریس میں جزیرۂ تھاسوس کے قریب جو سونے کی کانیں تھیں اونکا مالک تھا۔ اسکے باپ کا نام اولوروس تھا اور چونکہ مشہور آفاق ملیتیادیس کے خسر کا بھی یہی نام تھا اس لئے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی عزیز داری کیمون سے بھی تھی اور تھریسی شاہزادوں سے بھی۔ مگر اسمیں تو شبہ نہیں کہ اس کا باپ ایتھنزی شہری تھا۔ غالباً طوسی دیدش ۴۷۰ ق م میں پیدا ہوا۔ مگر ہم اسکی زندگی کے اُن واقعات سے جو جنگ پیلوپونیز سے پیشتر رونما ہوئے مطلق واقف نہیں اور جنگ پیلوپونیز کے دوران میں صرف اس سے واقف ہوا کہ وہ تھریس میں سپہ سالار تھا اور وہاں ناکام ثابت ہوا باقی ماندہ ایام جنگ میں اسے مجبوراً حدود سلطنت ایتھنز سے باہر رہنا پڑا اور اسے اس کا موقع مل گیا کہ وہ ان واقعات کی بابت جو وہ ضبط تحریر میں لانا چاہتا تھا دیگر ممالک کے باشندوں سے استفسار کرے۔ ممکن ہے کہ وہ سرقوسہ بھی گیا ہو۔ اس لئے کہ وہ اس کی جغرافی ہیئت کو نہایت تفصیل سے بیان کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ان مقامات سے ضرور ذاتی واقفیت ہوگی۔ اس کا ابتدا ہی سے یہ خیال تھا کہ جنگ تاریخ یونان میں نہایت اہم ثابت ہوگی اسلئے وہ اپنی کتاب کے شروع میں لکھتا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس جنگ کے حالات ابتدا سے ہی قلمبند کرے اور مواد جمع کرے۔ وہ جنگ کے خاتمہ تک زندہ رہا اور زوال ایتھنز کے بعد لوگوں نے اسے واپس بلالیا مگر قبل اس کے کہ وہ اپنی کتاب ختم کرسکے کسی نے اوس کو شہر سکاپتے ہیلے میں جو اس کی تھریسی جاگیر میں واقع تھا۔ قتل کردیا ہم تک جو اسکی تصانیف پہونچی ہیں ان میں جنگ کے خاتمے یعنی ۴۱۱ ق م صفحہ ۴۳۷ سے ۴۰۴ ق م تک کے حالات نہیں لکھے ہوئے اور اگرچہ تمام ابتدائی

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ اور چونکہ یہ واقعات ہمعصر تھے اسلئے ان کے بہت سے دیکھنے والے اور بیان کرنیوالے موجود تھے۔ زینوفون کا تذکرہ "تقدم" اپنی طرز کی پہلی تصنیف ہے جس میں آپ بیتی کا بیان کیا گیا ہے اور اسمیں دیکھنے والا ہی اپنے مشاہدات بیان کرتا ہے۔ طوسی دیدش اور دیگر وقائع نگاروں کی تصانیف میں اس کا لحاظ بھی کرنا چاہیئے کہ ان کی اطلاعوں کا ماخذ کیا ہے۔ جب طوسی دیدش ایسے واقعات کا اعادہ کرتا ہے جو بظاہر قرین قیاس نہیں ہوتے تو بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ان واقعات کو اسنے گھڑ لیا ہوگا اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ممکن ہے کہ اسکے کانوں میں سیکڑوں مبالغہ آمیز قصہ کہانیاں پڑتی ہونگی۔

مقالوں میں مختلف واقعات اشخاص متعلقہ کی زبان سے ہی ادا کیئے گئے ہیں مگر آٹھویں مقالے میں اس اصول کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

طوسی ویدش اپنی کتاب کی ابتدا ایک تمہید سے کرتا ہے جس میں وہ اپنے موضوع کی اہمیت دکھاتا ہے اس کے بعد وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ جس جنگ کا حال وہ بیان کریگا وہ یونان کی باقیماندہ جنگوں سے زیادہ اہم ہے اور ساتھ ہی زبان حال سے گویا اس کی امید کرتا ہے کہ اس کی تصنیف کا ہیرو ڈوٹس کی کتاب سے مقابلہ کیا جائیگا۔ اگرچہ وہ اس کا نام نہیں لیتا مگر وہ کئی مرتبہ اپنے پیشرو پر حملہ کرتا ہے اور اس کی تاریخ کو محض موقت طور پر اہم سمجھتا ہے اور ایک مشہور فقرے میں کہتا ہے کہ ہیرو ڈوٹس کی تاریخ کے برعکس تاریخ مستقل طور پر اہم ہے اس کی یہ کوشش ہے کہ وہ اپنے مضمون (یعنی جنگ پیلوپونیز) کو تاریخ یونان کا سب سے اہم معرکہ ثابت کرے اور جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس کے جانبدار ہونیکا یقین آتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس سے پیشتر جو عظیم الشان جنگ ہوئی تھی (یعنی جنگ ایران) اسمیں صرف دو بڑی اور دو بحری لڑائیاں ہوئی تھیں مگر جنگ پیلوپونیز عرصۂ دراز تک برابر جاری رہی اور بلدیات کی تاراجی اور ویرانی، باشندوں کے قتل عام، زلزلوں، سورج گرہنوں، خشک سالیوں، قحطوں اور عظیم الشان وباؤں کی وجہ سے اس نے یونان کو کسی کام کا نہ چھوڑا۔ وہ اپنی مخصوص طرز کی بابت یہ کہتا ہے کہ اس نے محض سنی سنائی باتیں ہی نہیں بیان کیں بلکہ اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیقات کے نتائج قلم بند کیئے ہیں۔ اور اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ محض دل خوش کن اور دلچسپ قصے بیان کرے بلکہ ایسے واقعات لکھے جو آیندہ زمانے میں بھی کارآمد ثابت ہوں اس لیئے کہ یہ ہی صورت حال دوبارہ بھی پیش آسکتی ہے۔ اس سے طوسی ویدش کی قوت اور کمزوری دونوں عیاں ہوجاتی ہیں ہیرو ڈوٹس کی طرح اس کی نظر ہر رطب و یابس پر پڑتی ہے۔ وہ جنگ ایران کی اہمیت سے مطلق ناواقف ہے اور بیرونی واقعات کا جنگ پیلوپونیز کے حالات سے مقابلہ کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ بلدیات کی تاراجی، طاعون اور زلزلوں کا ہمعصروں پر بہت اثر پڑتا ہے اور ایک عمدہ اخبار نویس کو ان تمام امور کا لحاظ کرنا چاہیئے مگر سوال صرف یہ ہے کہ آیا جنگ پیلوپونیز کا کوئی ایک بھی صفحہ ۴۳۸

واقعہ سقدر عظیم تھا جتنا ایرانیوں کے ہاتھوں ایتھنز کی تاراجی مگر جب طوسی ویدش جنگ ایران کے معرکوں کا شمار کرتا ہے اور اس سے استدلال کرنا شروع کرتا ہے تو اس میں اور ایک سوفسطائی میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا اور اس کا مقصد بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین پر کسی نہ کسی طرح سے اثر پیدا کرے[۸] اگر بالفرض اس کے نزدیک جنگ ایران صرف ۴۸۰ سنہ ق م اور ۴۷۹ سنہ ق م تک ہی محدود تھی (جو خلاف واقعہ ہے) پھر بھی ان دو سالوں میں بجائے دو دو بری اور بحری لڑائیوں کے تین تین ہوئیں اور جب اس کے برعکس وہ کہتا ہے کہ جنگ پیلوپونیز کا اختتام صلحنامہ نکیاس پر نہیں ہوا تو پھر ہمیں یوریمیدون کی لڑائی جزیرہ قبرس کے قریب کا بحری معرکہ اور مصر کی متعدد مہمات یہ سب جنگ ایران میں شامل کرنی پڑینگی جب طوسی ویدش اس قسم کے سوفسطائی دلائل پیش کرنا کافی سمجھتا ہے تو پھر وہ اپنے مقابل کی تصنیف کو محض محدود وقعت دینے میں بالکل حق بجانب ہے: بحیثیت ایک خطیب کے طوسی ویدش کے تذکرے سے اس کی لطافت اور پرتاثیر ہونے کے اسکی اثر پذیری کے صفات ظاہر ہوتے ہیں اور تاریخ میں تقریریں نقل کرنے کا طریقہ زمانۂ مابعد کے مورخوں نے اسی سے سیکھا ہے۔ اس نے اپنے پہلے مقالے کو ایک خاص صفائی سے ترتیب دیا ہے چونکہ اسے نقادوں نے کافی اہمیت نہیں دی اسی لیے ہم نے حاشیۂ متعلقہ میں اس خاص امر پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے[۹]

[۸] باب ۲۳ میں طوسی ویدش کی حیثیت ایک سوفسطائی کی سی ہے جو باتوں ہی باتوں میں بری چیز کو اچھی کر دکھائے۔"

[۹] طوسی ویدش اپنی کتاب کی ابتداء (باب ۱) میں اس جنگ کی عظمت بیان کرتا ہے جس کا ذکر اس نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اور اسکے بعد اس حالت کا ذکر کرتا ہے جو اس جنگ کے ابتدا میں مختلف دول کی تھی۔ (۲-۱۹) اور اس ضمن میں اس دور کے عام حالات پر تبصرہ کرتا ہے تاکہ وہ یہ دکھائے کہ ملک یونان کی اس جنگ سے پیشتر اتنی عظمت نہ تھی جتنی جنگ کے دوران میں ہوگئی۔ وہ یہ لکھتا ہے کہ (باب ۵) کہ اسکا مقصد یہ نہیں کہ ناظرین کی دلچسپی کا سامان جمع کیا جائے بلکہ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ واقعات اور حالات کو ضبط تحریر میں لے آئے۔ اسکے بعد (۲۳-۸۷) وہ جنگ کے اسباب یعنی کورکائرا کے واقعات (۲۳-۵۵) اور پھر (۵۶-۶۶) پوتیدیہ کے حالات بیان کرتا ہے۔ اب کورنتھی اسپارٹا کے سامنے ایتھنز کے خلاف جنگ کی تحریک پیش کرتے ہیں۔ اور یہاں (۶۷-۸۷) وہ اس گفت و شنید کا ذکر کرتا ہے جو اسکے

سوائے اس واقعہ کے کہ طوسی ویدش کا دائرۂ نگاہ نہایت محدود ہے اس کی تصانیف میں چند در چند خوبیاں پائی جاتی ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان خوبیوں کا اصل باعث یہ محدود دائرۂ نگاہ ہی ہو۔ انسان کو اس تصانیف کا مطالعہ کرنے سے جسقدر اس کی تنگی نظر کا احساس ہوتا ہے اتنا ہی وہ اس کی سچائی اور راستبازی کا معترف ہو جاتا ہے۔ اُس کے نزدیک مورخ کا صرف یہ کام ہے کہ حالات گرد و پیش کو ضبط تحریر میں لے آئے یعنی ان واقعات پر جن کے متعلق اسے قابل وثوق اطلاع بہم پہونچ سکے اور جن کی عظمت نسبتاً زیادہ ہو یا بوجہ قرب زمانہ کے جن سے واقفیت کافی ہو زیادہ زور دے۔ بہت سے نقادوں نے کوشش کی ہے کہ اس پر غلط بیانی اور دروغ بافی کا الزام لگائیں مگر اس میں انھیں کامیابی نہیں ہوئی اس کے برعکس کتاب ہذا کا مصنف اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہے صفحہ ۴۳۹

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ اور اسپارٹا کے درمیان ہوئی۔ مگر وہ یہ بھی کہتا ہے کہ در اصل یہ سب ظاہری اسباب جنگ تھے۔ حقیقی سبب یہ تھا کہ پیلوپونیزیوں کے نزدیک ایتھنز کی قوت حد سے تجاوز کر گئی تھی۔ اسی لئے وہ اس قوت اور اقتدار کی ماہیت سمجھانے کے لئے ۴۷۹ ق م سے ۴۳۱ ق م تک کے حالات بیان کرتا ہے (۸۸ - ۱۱۸) اور اس کے بعد پھر اس گفت وشنید کا سلسلہ شروع کر دیتا ہے جسکا تسلسل ان حالات کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا۔ اسپارٹا اپنے حلیفوں سے رائے لیتا ہے اور جب یہ جنگ کے موافق رائے دیتے ہیں (۱۱۹ - ۱۲۵) تو ایتھنز کے سامنے متعدد تحریکات پیش کیجاتی ہیں۔ مثلاً ان لوگوں کی جلاوطنی کا مطالبہ کیا جاتا ہے جن کی گردنوں پر کیلون کے قاتلوں کا خون ہے (۱۲۶ - ۱۲۷) مگر اس کے جواب میں ایتھنزی پیوسانیاس کی موت کا کفارہ چاہتے ہیں اس لئے طوسی ویدش پیوسانیاس کی موت کے واقعات کا اعادہ کرتا ہے (۱۲۸ - ۱۳۴) اور چونکہ ان سے ثمسطاکلیس کو بھی تعلق تھا وہ اسکے آخری ایام کے حالات بھی بیان کرتا ہے (۱۳۵ - ۱۳۸) اب پھر اسپارٹا اور ایتھنز کے باہمی مناقشے کا ذکر شروع ہو جاتا ہے اور اس کے ضمن میں مورخ اس آخری گفتگو کا ذکر کرتا ہے جو ایتھنز میں ہوئی۔ (۱۳۹ - ۱۴۵) ان تمام ابواب میں واقعات حاضرہ و ماضیہ کو ایک دوسرے میں گویا پرو دیا گیا ہے یعنی پہلے تو مورخ یونانی مملکتوں کی بڑھتی ہوئی قوت کا بیان کرتا ہے پھر جنگ کے اسباب اور اسپارٹا کی گفت وشنود کا ذکر اس کے بعد واقعات ماضیہ اور پیوسانیاس و ثمسطاکلیس کے حالات اور ایتھنز میں آخری تصفیہ کے حالات کا اعادہ کرتا ہے۔ اگر ہم حالات ماضیہ کو الف اور واقعات حاضرہ کو ب کا لقب دیں تو ہمیں طوسی ویدش میں مفصلہ ذیل بہ ترتیب واقعات معلوم ہونگے:۔

کہ جن واقعات کا طوسی ویدش نے اپنی کتاب کے چھٹے اور ساتویں مقالے میں ذکر کیا ہے ان کے مواقع کی خود اس نے جانچ کی ہے اور اسطرح گویا اس تاریخ کے ایک چوتھائی حصہ کا خود امتحان کیا ہے۔ بلکہ جتنا زیادہ مطالعہ اور جانچ کی جائے اتنی ہی یہ کتاب اور وہ واقعات جن کا اس میں ذکر ہے صاف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جہاں تک ہوسکتا ہے طوسی ویدش بیکار قصوں کو نقل کرنے سے گریز کرتا ہے اور صرف ایک موقع پر یعنی ۴۰،۴ میں وہ اسپارٹیوں کے خصائص کے متعلق ایک روایت نقل کرتا ہے۔ اسمیں بھی اوسکا اصل مقصود یہ ہے کہ کلیون پر جس سے وہ دل سے متنفر تھا حملہ کرے۔ علاوہ چند مخصوص اشخاص (مثلاً کلیون) کے طوسی ویدش اپنی زبان سے کسی کے عادات واطوار بیان نہیں کرتا بلکہ ان کی تقریریں لکھکر ان کا اندازہ ناظرین پر چھوڑ دیتا ہے۔ ان تقریروں میں

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ الف = باب ۱-۲۲۔

ب = باب ۲۳-۸۷۔

الف = باب ۸۸-۱۱۸۔

ب = باب ۱۱۹-۱۲۵۔

الف = باب ۱۲۶۔

ب = باب ۱۲۷۔

الف = باب ۱۲۸-۱۳۸۔

ب = باب ۱۳۹-۱۴۵۔

اس طرز بیان کی بنیاد دو مختلف اصولوں پر ہے۔ اول تو اسطرح ماضی اور حال کے واقعات کو مخلوط کردینا پرانی رزمیہ نظموں اور ہیروڈوٹس کا طریقہ تھا اور دوسرے اس سے علم خطابت کی صنعت تقابل کے مطابق عمل کیا گیا ہے۔ الف (ماضی) کے متعلق ۲۲+۳۱+۱۱ یعنی جملہ ۶۵ ابواب اور ب (حال) کی بابت ۶۵+۱۰+۷ یعنی جملہ ۸۰ ابواب ہیں۔ طوسی ویدش کا پہلا مقالہ صنعتی ترتیب مضامین کا ایک لاثانی نمونہ ہے۔ ل، ہولنسا پفل اپنے مضمون موسومہ "طوسی ویدش کے نزدیک دو جمہوری کی عظمت" (جریدۂ لسانیات ۱۹۰۷) میں کہتا ہے کہ طوسی ویدش کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس دور کے حالات باب ۱۹ میں بھی بیان کرے۔ طوسی ویدش کی تقریر اور سوال وجواب میں بالکل مانک کا سا رنگ پایا جاتا ہے ہیروڈوٹس تو بعض مرتبہ (مثلاً اسکیتھی مہم کے ذکر کے موقع پر) بہت سے واقعات جمع کرلیتا ہے مگر طوسی ویدش

اکثر ایسی ہیں جو گویا ایک دوسرے کی آواز بازگشت ہیں اس لیے اسمیں صرف مورخ کی انشا پردازی کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ گو اُس کا تعلق بہ نسبت عمومیوں کے عدیدیوں سے زیادہ تھا مگر ہمیں خود اس کی تصانیف سے عدیدی گروہ کے برے اعمال کا پتہ لگتا ہے۔ اسے فارقلیس اور اس کے طرز عمل میں بھی دلچسپی تھی اور اس تقریر میں جو فارقلیس نے ان ایتھنزیوں کی تدفین کے موقع پر کی تھی جو جنگ کے پہلے سال میں کام آئے تھے، شروع سے آخر تک اسی طرز عمل کی تعریف بھری پڑی ہے۔

طوسی دیدش کے علاوہ اس دور کے متعلق جس کی اس نے تاریخ مرتب کی ہے ہمارے پاس ایک اور تصنیف بھی ہے اور اس میں پانچویں صدی کے آخری میں سال کا ذکر ہے۔ یہ تصنیف مملکت ایتھنز کے موضوع پر ایک رسالہ ہے[۱] جو عام طور پر زینوفون

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ زیادہ تر توجہ تقریروں کے جمع کرنے پر مبذول کرتا ہے۔ باب ۲۳ کی مثال سے ظاہر کرتا ہے کہ طوسی دیدش کی تفصیل پسند نہیں بلکہ وہ اصول تقسیم کو پسند کرتا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ زینوفون کی کتاب تقدم تاریخی سند کی پہلی مثال ہے۔

[۱] زمانۂ حال کے مورخوں نے اس رسالے کا نہایت جانفشانی اور غور و فکر سے مطالعہ کیا ہے۔ اس کی تصحیح از کرشہوف نے (برلن ۱۸۸۴ء) اور ک، واخسموتھ (گیوٹنگن ۱۸۵۴ء) نے کی ہے اور ان دونوں نے اور گ، فالمن ہر اشمڈٹ اور میولر اشٹرو بنگ نے نفس کتاب پر بحث کی ہے۔ غالباً اس رسالہ کی تالیف تھریس کی مہم سے پیشتر ہوئی ہوگی مگر اس کے مولف کا پتہ نہیں چلا۔ اس سے ہمیں مملکت ایتھنز پر ایک اور مقالہ یاد آتا ہے جو کچھ عرصہ ہوا مصر میں ملا تھا اور اب عجائب خانۂ برطانیہ میں ہے اور جسے حال ہی میں ف، گ، کینی ان نے اپنے زیر ادارت شائع کیا ہے۔ گو ان دونوں رسالوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے مگر بعض باتوں میں ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہیں۔ جو مقالہ پانچویں صدی ق م کا ہے اس کی نوعیت دراصل ایک ایسے تبلیغی رسالے کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہمعصروں پر اثر ڈالا جائے اس کے برعکس چوتھی صدی ق م کی تصنیف ایک جلی کتاب ہے اور اس کے دو حصے ہیں ایک میں محض تاریخ بیان کی گئی ہے اور دوسرے میں شمار و اعداد بتائے گئے ہیں۔ دونوں رسالوں کے مولف اعیانیت پسند ہیں اور دونوں کا سیاسی مسلک دستورِ چار صد ہے مگر ایک نے اس کے نفاذ سے پہلے اپنی کتاب ترتیب دی ہے اور دوسرے نے اس کے بعد۔ پانچویں صدی ق م کے رسالے میں چوتھی صدی ق م والے رسالے سے زیادہ تازگی پائی جاتی ہے مگر چوتھی صدی ق م کے رسالے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مولف نے خدا پر توکل کر کے صورت حال کو گویا چار و ناچار تسلیم کر لیا ہے۔ یہ ایک عجیب و غریب

کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر دراصل اس کا نہیں ہے اور اس میں فارقلیس کی تنظیم عمومی کے بدترین حصے پر روشنی پڑتی ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس کتاب میں فارقلیس کا نام لیکر تنقید نہیں کی گئی اور غالباً اس کی تالیف اس مدبر کی موت کے بعد کی گئی ہوگی مگر جن سیاسی ادارات کی اس میں تنقید کی گئی ہے اس کا موجد وہی تھا۔ اس پر اخلاقی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ عملی حیثیت سے بحث کی گئی ہے اور یہ بعینہٖ وہی نصب العین ہے جو طوسی ویدیش کی تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے اور جو جنگ پیلوپونیز کے زمانے میں نہایت ممتاز اور نمایاں تھا۔ اس تنقید کی بنا افادیت پر ہے اور تمام کتاب میں صرف ایک اخلاقی دلیل پیش صفحہ ۴۴۰ کی گئی ہے۔ جس کا پہلو بھی صرف ظاہری ہے۔ یعنی یہ کہ تمام اشراف اچھے ہیں اور تمام عموم برے۔ اصل میں نہایت قدیم زمانے میں یہ حکم امرا اور گروہِ عوام پر لگایا جاتا تھا اور اس کے کوئی خاص اخلاقی معنی نہ تھے۔ کتاب کا مصنف عدیدیت پسند ہے اور وہ صرف اس امر پر بحث کرتا ہے کہ آیا عمومی ادارات ایتھنز کے لیئے مناسب ہیں یا نہیں اور یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ عمومیت میں استقلال اور دور اندیشی کا مادہ ضرور ہے۔ امراء کو یعنی ان لوگوں کو جو ایتھنز کی آبادی میں اخلاقاً اچھے ہیں ایتھنز کی دستوری حالت سے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں اس لیئے اُن پر اس دستور کو کسی نہ کسی طرح برباد کرنے کا الزام نہیں عائد کیا جاسکتا۔ مگر لطف یہ ہے کہ خود مصنف کا یہ قول نہیں کہ اگر ایتھنز میں اسی کے اصولوں کے موافق حکومت کی جائے تو ایسی حکومت کو استقلال اور تواتر حاصل ہوگا۔ وہ خود قنوطی اصول کا پابند ہے اور جو کامیابیاں چار سو کی مجلس اور تیس کی جماعت کو حاصل ہوئیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر نہیں تھا۔ اس کے طرز تحریر میں فن خطابت کا نام کو بھی دخل نہیں اور اس کے پڑھنے سے انسان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک اچھے خاندان کے کسی فرد کی معمولی گفتگو سن رہا ہے۔ اس میں یہ خیال کہ کوئی خاص اصول پیش کیا جائے یا کسی اصول پر عمل کیا جائے بالکل مفقود ہے (برخلاف ازیں طوسی ویدیش کی تقریروں میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔) مگر اپنے

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ بات ہے کہ پانچویں صدی ق م کی کتاب کو بعض لوگ غلطی سے زینوفون کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن گو چوتھی صدی ق م والی کتاب اقتباسات سے پُر ہے اور یہ اصول ارسطاطالیس کی عادت میں داخل ہے مگر اکثر نقاد اسے اس کا مصنف نہیں گردانتے۔

موضوع پر بحث کرنے میں مصنف نے محض تخیلی امور کو نہایت سختی سے خارج از بحث کر دیا ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سوفسطائی تعلیمات نے ایتھنز کے اعلیٰ طبقے پر کسقدر عظیم الشان اثر پیدا کر لیا تھا اور دیگر طبقات آبادی کی طرح اشرافی گروہ میں بھی ہر امر کا دارومدار افادیت پر ہی تھا۔

سوفسطائیوں کے طرز استدلال کا نظم پر نہایت گہرا اثر پڑا اور اس سے دردیہ مخصوص طور پر متاثر ہوا جس کا سب سے بڑا لکھنے والا یوریپدیس تھا[۱۱] اس میں شبہ نہیں کہ اس کا پایہ شعرائے یونان میں نہایت بلند ہے اور گو اس پر علوم جدیدہ کا بہت اثر پڑا مگر ان کا جادو اس پر پورے طور سے نہیں چل سکا تھا۔ روایت ہے کہ وہ جنگ سالامس کے سال (یعنی ۴۸۰ ق م) میں پیدا ہوا تھا اور عمر میں سوفوکلیس سے چھوٹا تھا۔ اس نے پچیس سال کی عمر میں تماشہ گاہ کے لیے قلم اٹھایا اور اس کی طرف جملہ ۹۲ ناٹک منسوب کیے جاتے ہیں جن میں سے صرف سترہ ہم تک پہونچے ہیں چونکہ اس نے اپنی تحریرات میں بہت آزادی دکھائی اور اپنی تصنیفات میں فلسفے اور دیگر تعلیمی عناصر سے کام لینے سے گریز نہیں کیا جن کو ایتھنزی ناپسند کرتے تھے اس لیے وہ طبقۂ عوام میں مقبول نہیں تھا اور جو پنچ ناٹک کے مقابلوں میں تصنیفیہ کے لیے مقرر کیے جاتے تھے وہ بھی اس کے خلاف رہتے تھے۔ اس کی زندگی خانہ بدوشوں کی سی تھی اور وہ سیاسیات میں مطلق دخل نہ دیتا تھا اور نہ اس کی یہ آرزو تھی کہ سوفوکلیس کیطرح اپنا نام فہرست استراتی گو میں شامل کرائے وہ صرف اس کا خواہشمند تھا کہ مختلف کتابوں کے مطالع اور فلسفیوں کے ساتھ میل جول پیدا کرنے سے اس میں ذہنی توقد پیدا ہو جائے۔ وہ اناسی غورس کا شاگرد تھا اور حکیم سقراط کے پاس آیا جایا کرتا تھا اور ان ہی دونوں صفحہ ۴۴۱

[۱۱] یوریپدیس کے لیے سٹل ۳، ۳۱۰ وغیرہ مطالعہ کیا جائے سٹل اپنے آخری بیان (ص ۳۶۲ تا ص ۳۶۳) میں بالکل درست کہتا ہے کہ آج کل کے بڑے شعرا اور اہل فراست مثلاً ارامس، میلانختون، ہیوگو گروتیوس، ملٹن، راسین، کورنے ای، گیوٹے اور شیلر نے یوریپدیس کی تصانیف کی نہایت قدر و منزلت کی ہے۔ جب ہم یوریپدیس کا ارسطوفانیس سے مقام کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ موخر الذکر کی تصانیف زیادہ عمیق نہ تھیں۔

سے ایتھنزی نہایت درجہ بدگمان تھے۔ مگر جو لوگ غور و فکر کرنے کے عادی تھے وہ اور بیرونی ممالک کے تعلیم یافتہ اور مہذب طبقے کے افراد اس کی قدر کرتے تھے مثلاً سسلی میں اس کے بہت سے پرجوش معرف موجود تھے اس لیئے کہ سسلی کے باشندوں میں ایتھنزیوں کی طرح موروثی پاکبازی کی صفت نہیں تھی اور وہ اس کی اہلیت کے مطابق اس کی قدر کرتے تھے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہ دربار مقدونیہ کو چلا گیا اور ۴۰۶ ق م میں تھریس میں اسکا انتقال ہو گیا۔

یوریپدیس نے اپنے سورماؤں کے خصوصیات پیش کرنے میں کوئی خاص فوقیت ملحوظ نہیں رکھی اور اس کے نزدیک وہ ویسے ہی معمولی آدمی تھے جیسے روزمرہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس کے پیشروؤں نے ان سورماؤں کو طبقۂ عوام الناس سے بہت بڑھا دیا تھا اور کم از کم انھیں نہایت ذی مرتبت بنا دیا تھا۔ مگر یوریپدیس یہ نہیں کرتا بلکہ انھیں اپنے معمولی ہمعصروں کا ہم پلہ قرار دیتا ہے۔ بہرحال یہ نہیں کہا جا سکتا اس زاویۂ نگاہ کی تبدیلی میں وہ یونانی مصنفوں کے دائرے سے باہر آگیا ہر شاعر اپنے کلام میں جب حالات ماضیہ بیان کرتا ہے تو اسپر زمانۂ موجودہ کا رنگ ضرور چڑھا دیتا ہے مثلاً ہومر نے جن معبودوں اور نیم معبودوں کے نقشے کھینچے وہ حقیقت میں انسان ہی تھے اور ان میں جتنی صفات تھیں وہ سب انسانوں کی سی ہی تھیں اور پندار نے جو مذہبی مزاری نظمیں کہیں انہیں پہلی مرتبہ سورماؤں کے حالات بیان کرنے کے لیئے ایسا طرز تحریر اختیار کیا جسمیں وہ تقلی تھی جو عام طور پر معمولی انسانوں میں نہیں پائی جاتی اور اسی طرز تحریر کو ائس خیلوس نے جس میں جنگ آزادی کے جذبے بھرے ہوئے تھے دردیوں کے مکالموں میں اختیار کیا اور سوفوکلیس کی طرح اس کی بھی یہ خواہش ہوئی کہ وہ لوگوں کا مذہبی رہنما بن جائے مگر وہ اتنا آگے نہیں بڑھا جتنا ائس خیلوس۔ یوریپدیس کا زاویۂ نگاہ یہ نہیں تھا۔ اس کے پیشروؤں کا یہ خیال تھا کہ اصول تعدد آلہہ اور اعلیٰ درجے کے اخلاقی ادراک کے درمیان موافقت و مطابقت پیدا کردیں مگر یوریپدیس پھر ہومری خیال کی طرف رجوع ہو گیا۔ صرف فرق یہ ہے کہ جس چیز کو ہومر نہایت معمولی سمجھتا ہے وہ یوریپدیس کے نزدیک قابل غور و فکر ہے۔ اور اس میں فرق کی وجہ سے دونوں کا اثر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ اس نے ہومری

صفحہ ۴۴۲

دیوتاؤں کی سیدھی سادی آزادانہ زندگی کو مرتب و منظم کرکے دکھا دیا۔ ہومری الٰہیات کا یہ اصول تھا کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی نیک شعار ہو اگر دیوتاؤں کی مخالفت کریگا تو راندۂ درگاہ ہو جائیگا یوریپدیس اس اصول کو تسلیم کرتا ہے اور نہایت صاف الفاظ میں اس کی صراحت کرتا ہے۔ اپنے ناٹک موسومہ "ہپولیتوس" میں وہ آرٹیمس دیبی کی زبان سے یہ اعلان کراتا ہے کہ دیوتا ایک دوسرے کے کام میں مطلق مداخلت نہیں کرتے اسلیئے اگر کوئی شخص کسی دیوتا کے حکم سے روگردانی کرے تو ممکن ہے کہ راندۂ درگاہ ہو جائے اور فنا کر دیا جائے۔ عوام الناس کا بھی یہی عقیدہ تھا اور وہ اسلیئے قربانیاں کرتے تھے کہ مختلف دیوتاؤں میں اسپس میں ملاپ کرا دیں۔ وہ یوریپدیس سے محض اس مذہبی عقیدے کے سبب سے ہرگز نالاں نہیں تھی بلکہ جس چیز نے سب سے زیادہ اسکا لوگوں کو مخالف بنا دیا وہ اسکا خاص طرز استدلال تھا جو اس کے ہر ناٹک میں موجود تھا اور جس کی وجہ سے اسکے قلم سے بعض مرتبہ ایسی بات نکل جاتی تھی جو اصول مملکت کے خلاف ہوتی تھی۔ مثلاً جب وہ ہپولیتوس سے یہ کہلواتا ہے کہ قسم اس کے ہونٹوں نے کھائی ہے جس کا دل سے کوئی خاص تعلق نہیں تو لوگ نہایت برافروختہ ہوئے اس لیئے کہ ان کے نزدیک اس اصول اور دروغ حلفی میں کوئی خاص فرق باقی نہیں تھا[1]۔ ایتھنیوں کا یہ خیال تھا کہ تماشہ گاہ سے لوگوں کو عمدہ اخلاق سیکھنے چاہئیں اور نہیں یوریپدیس سے یہ امید تھی کہ اس کے ناٹکوں سے انھیں عمدہ جذبات کی تعلیم ملے گی۔ لیکن اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض یوریپدیس نے بعض دفعہ کوئی رندانہ بات کسی ایسے شخص کے زبان سے کہلوائی جسکا ماحول اور جس کے خصوصیات اس بات کے منافی نہ تھے تو آخر اس نے کونسا بہت بڑا قصور کیا؟

یوریپدیس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لوگوں کو براہ راست تعلیم دے بلکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ پہلے تو انھیں سوچنے اور غور و فکر کرنیکی تلقین کرے اور پھر زندگی کی حقیقت کا اصلی نقشہ انکے سامنے پیش کرے۔ اور اس کوشش میں اس نے ناٹک کی شاعری کا

[1] یوریپدیس "ہپولیتوس" ۶۱۲ سطل (۳، ۳۱۸) یہ کہنا ہے کہ یوریپدیس اس فقرے کا بچاؤ نہیں کرسکتا کہ اس نے شخصیت موضوعہ کے خصائص بیان کرنے میں ظہوری طرز اختیار کیا ہے حق تو یہ ہے کہ جس جگہ یہ فقرہ ہے وہاں اسکی ضرورت بھی نہیں ہے اور نہ اسکا موضوع سے کچھ زیادہ تعلق ہے۔

ایک خاص اسلوب اختراع کیا اگر دردیہ اور سروریہ کے وہی معنی لیئے جائیں جو آجکل مروج ہیں تو اس کے ناٹکوں کو دونوں کے درمیان رکھنا پڑیگا۔ اس نے ناٹک کو وہی شکل دی جو ان کھیلوں کی تھی جنمیں اٹھارھویں صدی عیسوی کے طبقہ متوسط کی عام زندگی کا چربہ اتارا گیا۔ ایس خیلوس اور سوفوکلیس نے یہ تخیل پیش کیا تھا کہ اپنی قسمت اور فطری تکبر و نخوت کی وجہ سے کہ چند سورماؤں کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس زمانے کے لیئے یہ تخیلات کافی نہیں تھے۔ اور اگر دردیہ کی ایک خاص حیثیت قائم رکھنی تھی تو اس کی ضرورت تھی کہ انسان کے نقائص یا اسکے جبلی تمرد کی وجہ سے جو زیادتیاں ظہور میں آئیں انھی کو ناٹک کا موضوع بنایا جائے۔ چنانچہ یوریدیس برابر اسی کوشش میں لگا رہا۔ جوش اور جذبات انسانی میں بھی ایک خاص سوفسطائی پہلو موجود تھا اور جب عین مناسب موقع پر یوریدیس نے سورماؤں کے خصوصیات اپنے مخصوص انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کرنا شروع کیں تو لوگوں کو ان اصولوں پر جو یوریدیس نے سوفسطائیوں سے سیکھے تھے بعض مرتبہ غصہ آتا تھا مگر ساتھ ہی ان سے دلچسپی بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ آجکل یہ قاعدہ ہے کہ جن مسائل سے عوام الناس کو دلچسپی ہوتی ہے ان پر گفتگو اور استدلال سنگینے نہیں کرتے بلکہ مختلف کھیلوں کے ایکٹر کرتے ہیں اور اس سے ایکٹروں کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ نہایت پر زور تقریریں سب و شتم کی کر سکیں بلکہ بعض مرتبہ تو ایسا ہوتا ہے کہ بیموقعہ اور بے ضرورت تقریریں کی جاتی ہیں۔ مگر خود ان تقریروں سے جو طوسی دیدش نے نقل کی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ان میں مختلف معاملات پر عام تبصرہ ہوتا تھا تو لوگ وقت نا وقت کا خیال نہیں کرتے تھے اور انکو نہایت صبر سے سنتے تھے اور انھیں مخصوص طور پر اخلاق اور زندگی بسر کرنے کے عام طریقے سے دلچسپی تھی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ یوریدیس کے ناٹکوں کے اشخاص ان ہی موضوعات پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کو صحیح اور درست ثابت کرنیکی کوشش میں ضرورت سے زیادہ تفصیل سے بحث کرنے لگتے ہیں۔ اگر ہم ان نتائج پر غور کریں جو شاعر مذکور نکالتا ہے تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ اس کے اور عام یونانیوں کے خیالات میں کسی قسم کا تفاوت و تخالف نہیں ہے۔ اپنے ہمعصر مرثیہ نویسوں کی طرح وہ یہ نصیحت کرتا ہے کہ انسان کو نہایت خاموشی کے ساتھ زندگی کے فراز و نشیب، نیکی اور بدی، خوشی اور رنج کو جنھیں مجموعی طور پر دنیا

کہتے ہیں برداشت کرنا چاہیئے تاکہ یہ غور کرے کہ جن باتوں میں بظاہر تکالیف و محن نظر آتے ہیں اس کا بھی ایک عمدہ پیرایہ ہوسکتا ہے اور سوچے کہ انکے برداشت کرنے میں اسے اپنی تمام قوتوں سے کام لینا پڑیگا اور بہر حال بیچ کا راستہ اختیار کرے۔ اسکے ناٹکوں میں بہت اقوال اور کہاوتیں بھی ہیں اور چونکہ ظاہری شکل کے اعتبار سے وہ مکمل ہیں اس لیئے بہ آسانی حفظ ہوسکتی ہیں۔ ان سے یونانیوں کو اپنی اخلاقی تعلیم میں بہت مدد ملی۔ یہی وجہ ہے کہ ان ناٹکوں کے اقوال بھی محفوظ ہیں جو متداد زمانہ سے تلف ہوگئے۔ جب یوریپدیس نے درویہ لکھنے کے لیئے اپنا قلم اٹھایا تو اُس نے اس سے قدیم فرض انجام دیدیا اور اس کے ذریعہ سے لوگوں میں تمدن اور تہذیب کا رواج دینا شروع کیا۔ فرق یہ تھا کہ ابتک تو درویہ اپنے علو و عظمت کی وجہ سے لوگوں پر اثر ڈال کر تہذیب پھیلاتا تھا یوریپدیس نے اس کے ذریعہ سے عقل کے مطابق لوگوں کو صحیح معیار زندگی بتایا اور اسطرح عوام الناس کو مہذب و تعلیم یافتہ بنایا[۱۳] یہ ہی طریقہ پرودیکوس نے بھی برتا مگر اُسکا دائرۂ عمل یوریپدیس سے بہت وسیع تھا بادی النظر میں یہ نہایت عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے کہ گو سوفوکلیس نے سیاسیات میں بھی حصہ لیا مگر اسر کے اور ایتھنزی قوم کے خیالات میں کبھی تناقض نہیں ہوا اس کے برعکس گو یوریپدیس ایک خانہ نشین شخص تھا اور ہمیشہ اپنے مطالعے اور صناعی میں

[۱۳] اسی طرح سوفوکلیس کے ناٹکوں میں بھی نصائح موجود ہیں۔ ہم نے آجکل کے مذاق کا لحاظ کرکے یوریپدیس پر اتنی تفصیل سے بحث کی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کوئی ناول ہمارے ملک میں اسوقت تک مکمل نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک اس میں ادبیات، سیاسیات اور عمرانی مسائل پر بحث نہ ہو اور یوریپدیس ان ہی وجوہ سے حقوق نسواں جیسے موضوع پر تبصرہ کرتا ہے۔ چونکہ قدما تاریخی رنگ آمیزی سے واقف نہیں تھے اس لئے وہ یوریپدیس کے اس فعل میں چنداں حرج نہیں سمجھے۔ ائس خیلوس، سوفوکلیس اور یوریپدیس تینوں ادیبوں کے سورما اسی طرح سے گفتگو کرتے ہیں جو ان کے زمانے میں رائج تھی۔ مگر یوریپدیس کے تصانیف میں ہر بات کی بنیاد عقلیات پر ہے اور قدیم یونان کے حالات کے متعلق اس میں جس قسم کی رائے کا اظہار کیا گیا ہے اس میں اور رائج الوقت خیالات میں بہت فرق ہے۔ اور درویہ کا اصل اصول ہی یہ تھا کہ زمانۂ قدیمہ کے حالات معلوم ہوں۔

مشغول رہتا تھا اور خاص ایتھنز میں وہی مضمونی تحریک جس کا وہ خود بھی مقتدی تھا نہایت زور و شور سے جاری تھی مگر جب اس کی زندگی کے آخری ایام میں اس کے پاس باہر سے بلاوا آیا تو وہ اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہنے پر رضامند ہو گیا۔ ذرا غور کرنے سے اس تفاوت کا سبب ظاہر ہو جاتا ہے۔ سوفوکلیس کیلئے زندگی اور فنون دو مختلف النوع امر تھے وہ نہایت چین سے اپنی زندگی بسر کرتا تھا اور جو عیش و عشرت ایتھنز میں مہیا ہو سکتا تھا اس سے لطف اٹھاتا تھا اور اس کی کبھی یہ خواہش نہیں ہوئی کہ واقعات حالیہ پر براہ راست اثر پیدا کرے۔ اس کے برعکس یوریپدیس خانہ نشینی کی زندگی بسر کرتا تھا مگر ساتھ ہی وہ یہ چاہتا تھا کہ لوگ اس کے خیالات پر فوراً عمل کرنے لگیں اور گو اکثر امور میں وہ ایتھنزیوں کے خیالات سے متفق تھا مگر بعض امور ایسے بھی تھے جن میں اس کے اور ایتھنزیوں کے اصولوں میں اختلاف تھا۔ قوام کا قاعدہ ہے کہ وہ افراد کی کوششوں کی قدر کرنا نہیں جانتیں ورنہ ایتھنزی ضرور یوریپدیس کے شکر گزار ہوتے کہ اس نے ایتھنز کی شان و شوکت میں اضافہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ خصوصیت منجملہ ان ناٹکوں کے جو اسوقت تک موجود ہیں تین ناٹکوں میں نمایاں ہے مثلاً ناٹک موسومہ "مستدعیان" میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ایتھنز نے تھیبز کے باشندوں کو ان ارگوسی سورماؤں کے دفن کرنے کے لیئے مجبور کیا جو مغلوب ہو چکے تھے۔ ناٹک موسومہ "اولاد ہرقلیس" میں ایتھنزی پوریستھیوس کے خلاف ہرقلیس کی اولاد کی حمایت کرتے ہیں صفحہ ۴۴۵ اور ناٹک موسومہ "ایون" میں شروع سے آخر تک ایونیائی ایتھنزیوں کے مورث اعلیٰ کی اس لیئے عزت کی گئی ہے کہ وہ اٹیکا کا ہی فرزند رشید تھا۔

یوریپدیس کے جو ناٹک اسوقت تک موجود ہیں وہ مفصلہ ذیل ہیں:۔

(۱) "ہے کوبا بنیں" ٹرواے کی ملکہ کے حالات وہاں کی بربادی کے بعد دکھائے گئے ہیں۔ (۲) "اورسٹیس" جس میں اورسٹیس کی ماں کے قتل کے بعد اس کو جو سزائے موت ملی اسکا ذکر ہے۔ (۳) "زنان فنیقیہ" جس میں سات شخصوں کے تھیبز کے ساتھ برسر جنگ ہونیکا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ (۴) "مدیا" مین مدیا اپنے ہی ہاتھوں اپنی اولاد کو قتل کر دیتی ہے۔ (۵) "ہیپولیتوس" جس میں تھیسیوس کے ایک لڑکے کا ذکر ہے۔ (۶) "الکس تس" میں یوریپدیس اس پرانے قصے

بیان کرتا ہے کہ انسان کی طبیعت پر خواہ مخواہ اثر پڑے۔ قصہ یہ ہے کہ ہرقلیس اومیتوس کی بیوی کے انتقال کے بعد اس کے لیئے ایک نئی بیوی تلاش کرتا ہے مگر اومیتوس اسے اسوقت تک اپنی بیوی نہیں سمجھتا جبتک اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ اس کی مرحومہ بیوی الکس تس ہے۔ (۷) "اندر روماخے" میں میلکتور کی بیوہ کے زمانہ اسیری کے حالات درج ہیں (۸) "مستدعیان" (۹) "اِفی گینیا اِن آولس" (۱۰) "اِفی گینیا ان طورس" (۱۱) "باشندگان تروائے" (۱۲) "کیکلوپس (ہجویہ) (۱۳) "باکائے" جس میں پنتھیوس کا حال بیان کیا گیا ہے۔ (۱۴) "اولاد ہرقلیس" (۱۵) "ہیلینا" جس میں ہیلینا کا بجائے تروائے جانے کے مصر میں رہجاتی ہے اور آخر کار اسے مینے لاؤس بچا دیتا ہے (۱۶) ایون (۱۷) "ہرقلیس مرفوع القلم" اور (۱۸) "ہیسوس" جو دراصل "ہومری" دولونیا کا ناٹک ہے اور جسے بطور جعل اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

ہم یہ تو دیکھ چکے کہ تعلیم جدید کا ایتھنز پر کیا اثر پڑا۔ اب اس کا وقت آگیا ہے کہ ہم اس پر غور کریں کہ یونان کے مدینۃ الحکما نے اس کا کسطرح سدباب کیا۔ ہم بتا چکے ہیں کہ یونانی خصائص میں تیز طبعی جدت پسندی اعلیٰ فنون کی محبت اور قدیم مذہب اور قدیم دیوتاؤں سے عقیدت یہ سب باتیں مجتمع تھیں اور لامحالہ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مختلف طبقات آبادی پر کبھی ایک اور کبھی دوسری خصوصیت غالب ہو جاتی تھی۔ علوم جدیدہ ایتھنزیوں کے لیئے نہایت مناسب تھے اس لیئے کہ ان سے انھیں جدت طرازی اور مادۂ تنقید کے لیئے گویا نیا مواد ملتا تھا۔ مگر بہت سے ایسے بھی تھے جنھیں ان علوم سے دلی نفرت تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ ان سے قدیم طرز کے عقیدوں میں فرق آجانے کا خطرہ ہے۔ اس زمرے میں ایک طرف تو وہ لوگ تھے جن کا کسی نہ کسی طرح عبادت عامہ سے تعلق تھا اور چونکہ پجاریوں کے جتنے عہدے تھے انمیں سے اکثر انتخاب عام کے ذریعہ سے ایک وقت مقررہ تک کیلیئے پُر کیئے جاتے تھے[۱۴] ان میں ایک تو وہ پجاری تھے اور دوسرے ایسے لوگ بھی شامل تھے جو کسی زمانے میں پجاری رہ چکے تھے اور جنھوں نے اپنی زندگی شوقیہ اس قسم کے امور پر وقف کر دی تھی جیسے دیوتاؤں کی رضامندی معلوم کرنا یا ان کے احکام کی تاویل کرنا۔ الغرض ان سب نے ایونیہ کے فلسفۂ طبیعی کی مخالفت کرنی شروع کی اور اناسی غورس

[۱۴] ایتھنزی پجاریوں کے حالات کیلیئے مارتھا کی کتاب (پیرس ۱۸۸۴ء) دیکھنی چاہیئے۔

ان کے جوش کا نشانہ بن گیا۔ اس کے ساتھ میں وہ فن خطابت اور سوفسطائیت سے بھی جس نے تھریسیس اور سسلی میں نشو ونما پایا تھا بیزار تھے اس لیئے کہ ان علوم سے ایک خاص طرز بیان کو ترقی پہونچی تھی جس سے ہر اصول اور ہر ادارے کی بنیاد ہل سکتی تھی۔ یوریپڈیس نے کئی مرتبہ پیشگوئی کے بیکار ہونیکا اصول پیش کیا جس سے راسخ العقیدہ اصحاب کو اس کے خلاف ایک اور عذر مل گیا۔ اور سسلی کی مہم کی ناکامی سے اس نقصان کا اندازہ ہوسکتا ہے جو ان اصحاب کے ہاتھوں مملکت کو پہونچ سکتا تھا۔ لامپون اس گروہ کا سب سے زیادہ صاحب فہم فرد تھا۔ فارقلیس نے کوشش کی کہ اُس سے کام نکال کر اس گروہ کا اثر زائل کردے مگر دیوپیتھیس لامپون سے بھی زیادہ ذی اثر تھا اور اسے سپر بنا کر اس گروہ نے فارقلیس پر حملہ کردیا۔ جہانتک سوفسطائیت کا تعلق ہے انصاف ہمیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس کی مخالفت کے لیئے کوتاہ نظر اور جوشیلے لوگوں کے پاس ہی دلائل موجود نہ تھے بلکہ ایسے لوگ بھی اس سے بیزار تھے جو بالکل غیر متعصب تھے اور ان میں سے بعض کو تو مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ کون کہہ سکتا تھا کہ سوفسطائیت نہ صرف مذہب کی بیخ کنی کرنے میں حد ہوگی بلکہ زندگی کے اصولوں کو بھی اکھیڑ کر پھینک دیگی۔ اس کے جواب میں صرف ایک بات پر غور کرنا کافی ہے کہ بالآخر مختلف مملکتوں میں شہری زندگی کے وجود اور بین الممالک امن وحفاظت کی سوائے حلف کے اور کیا ضمانت ہوسکتی تھی؟ لیکن سوفسطائیت نے اسے بھی یہ کہکر معرض خطر میں ڈال دیا کہ ہر عمل کا معیار ذاتی مفاد ہی ہوسکتا ہے۔ مملکت ایتھنز کا اولیں مقصد یہ تھا کہ مذہب کی حفاظت کی جائے۔ اور سوفسطائیت کو عام طور پر مذہب کا دشمن سمجھا جاتا تھا اسی کی خاطر اناسی غورس، پروتاغورس اور فدیاس سے مواخذہ کیا گیا۔ صفحہ ۴۴۷

علوم جدیدہ کے خلاف جو جنگ جاری تھی وہ محض عدالتی کمروں کی چاردیواری تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ ادبیات کی مخالفت خود اسی کے اسلحہ سے کی گئی اور وہ مصنف جنھوں نے جدید تعلیمی عناصر پر حملے کیئے تھے نئے سیاسی رجحانات کی تخریب کے بھی درپے ہوگئے۔ شاعری کا ایک نیا اسلوب پیدا ہوا جس نے اس تعلیم اور اس سیاسی اصول کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ نظم کی اس شاخ کا نام سردیہ نویسی

تھا[۱۵]

سروری ناٹک کی تاریخ سے ہم اتنے بھی واقف نہیں جتنے دردیہ کی تاریخ سے۔ زمانۂ قدیم سے دوریانیوں اور ایتھنیوں دونوں میں سروریہ کا رواج تھا اور خصوصاً اسپارٹا میں چلتے پھرتے ایکٹر چھوٹے چھوٹے دلخوش کن ناٹک دکھاتے

[۱۵] ہمیں بہ نسبت سروریہ کے دردیہ کی معلومات زیادہ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ عرصۂ دراز تک سروریے اس قابل ہی نہیں سمجھے جاتے تھے کہ انھیں محفوظ کر لیا جائے کم وبیش سب سروریے برمحل مضحکہ انگیز سوانگ تھے اسلئے یہ بالکل ناممکن ہے مختلف مقامات پر ان کے جو اقسام ایجاد ہوئے انکی تفصیل بیان کیجائے اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مگارا اور نارنتم کے سروریوں میں کوئی خاص نوعی فرق ہے۔ ہمیں صرف ارسطوفانیس کے تصانیف اور سرقوسہ کے سروریوں کا علم ہے باقیماندہ سروریوں سے ہم مطلق بے خبر ہیں۔ سروریہ کے متعلق جدید ترین اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:۔

تسی لنسکی کی ترتیب سروریہ اٹیکا "لائپزگ ۱۸۸۵ء۔ وتی "سروریۂ یونان" ۲ جلد۔ پیرس ۱۸۸۶ء۔ سٹل "تاریخ ادبیات یونانی" جلد ۳ صفحہ ۳۸۹ وغیرہ گرسٹ صفحہ ۲۱۶ وغیرہ + گوبرن ہارڈی قدیم طریقے کے موافق ارسطوفانیس کو آسمان پر چڑھا دیتا ہے مگر اسکی آراء (۲۷۲) اور پاؤلی کے مجموعے (۲۷۱) میں جو مضمون ہے ان دونوں کی اب بھی بہت اہمیت ہے۔

فیشر (قدیم یونانی سروریہ کا اثر" بازل ۱۸۴۰ء) اور میولر اشٹریو بنگ ("ارسطوفانیس" لائپزگ ۱۸۷۳ء) نے ہمیں اس خطرے سے متنبہ کیا ہے جو اسوقت پیدا ہوگا اگر ہم ارسطوفانیس کی تصانیف کے ذریعہ سے اسکے ہمعصروں کی تنقید کریں۔ ارسطوفانیس اس گروہ کا آلہ تھا جو عمومیوں کے خلاف تھا اور اس میں عمومیوں کی ظاہری کمزوری کی بیجا تلمیح کرنے اور اسطرح عدیدی فوق کی خطرناک سازشوں کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹانیکی خاص قابلیت تھی۔ اسی لئے عدیدیوں نے اس سے کام نکالا اسنے جو حملہ اپنے ناٹک موسومہ "ناالیان بابل" میں ایتھنزی عمومیوں پر کیا ہے۔ اسکے لیے گلبرٹ صفحہ ۱۴۸ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

پرزور بیجا تلمیح کے میدان میں ارسطوفانیس کا رتبہ رابلے سے کم نہیں۔ مگر فرانسیسی ناٹک نویس کو ایتھنزی پر یہ تفوق حاصل ہے کہ اسے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ کونسی باتیں ہیں جن کا اثر برابر رہے گا افلاطون نے بھی ارسطوفانیس کی تعریف کی ہے۔ مگر اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے اس لیے پسند کرتا تھا کہ وہ صناع بھی تھا اور عمومیت کے اصول کی مخالفت پر بھی تلا رہتا تھا۔

پھیرتے تھے۔ ان ناٹکوں کا نشو و نما تارنتم اور نشیبی اٹلی میں ہوا اور آخر کار ان کی جگہ مختصر مضحکہ آمیز کھیل رائج ہو گئے جن سے جزیرہ سسلی میں ایک خاص قسم کے علم ادب کی بنیاد پڑی مگر افسوس ہے کہ اس کے صرف بعض اجزا ہی محفوظ رہ سکے ہیں۔ اس نئی تحریک کا سب سے بڑا رہبر ایپی خارموس تھا جو اپنے متعدد ہم وطنوں کی طرح مغرب میں جا کر آباد ہو گیا اور سسلی کے بلدیہ مگارا میں سب سے پہلی مرتبہ ۴۸۰ ق م میں اپنے ناٹک عوام کے سامنے پیش کئے۔ ان کھیلوں میں ظرافت کے پیرائے میں سسلی کے یونانیوں کی زندگی کا خاکہ کھینچا ہے اور ساتھ ہی نہایت مضحکہ آمیز طریقے سے دیوتاؤں کی تعریف کی ہے۔ یہ سب ناٹک فلسفے سے گویا لبریز ہیں۔ ان میں فلسفہ گویا کچھ عرصے کے بعد یعنی یوریپڈیس کے زمانے میں سوفرون باشندۂ سرقوسہ اپنے سردریوں یا سوانگوں کی وجہ سے مشہور ہو گیا اور یہ سردرے اسقدر مقبول ہوئے کہ خود افلاطون بھی انکا معترف ہو گیا بلکہ یہانتک کہا جاتا ہے کہ جب اس نے اپنے مکالمات ترتیب دیئے تو یہ ہی سوانگ اس کے پیش نظر تھے۔ سوفرون کے بعد اس کا بیٹا زینارخوس اپنے باپ کے قدم بہ قدم چلا مگر چونکہ رفتہ رفتہ خاص جزیرہ سسلی میں بھی اٹیکا کے سردریہ کی شہرت خود سسلی کے سردریہ پر غالب آچکی تھی اور جو مصائب سسلی کو برداشت کرنے پڑے تھے ان سے تمام موجودہ ادارات میں ایک انقلاب رونما ہو چکا تھا اس لئے زینارخوس کو بھی اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔ مگارا میں سوزاریون سب سے بڑا سردریہ نویس تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ مگاری سردریہ کی وجہ سے ہی اٹیکائی سردریہ میں ایک خاص تہیج پیدا ہوا۔ اگرچہ اُس کے متعلق ہمیں پوری طور پر معلومات حاصل نہیں۔ صفحہ ۴۴۸

دردیہ کی طرح سردریہ بھی دیونی سیوس کے دیہاتی میلوں سے نکلا تھا۔ دونوں کے بیرونی لوازمات بالکل یکساں تھے اور دونوں ان میلوں کے اجزا میں بالکل ملا دیئے جاتے تھے۔ اسی طرح دونوں میں سنگت گرو سنگیتے مہیا کرتا تھا، اشخاص کی تعداد معین تھی اور شعرا ملکت کے قرار دادہ انعامات کے لئے باہم مقابلہ کرتے تھے۔ فرق یہ تھا کہ سردریہ دردیہ کی طرح دیونی سیوس کی پوجا کا جزو لاینفک نہیں سمجھا جاتا تھا اور سردریہ کا وہ خاص جزو Parabasis دردیہ میں نہیں

ہوتا تھا جمیر بگت گرد (کھیل کا پارٹ چھوڑ کر) حاضرین کے سامنے آتا اور ایک تقریر کرتا تھا۔ اسکے علاوہ سروریہ نویس کی اتنی قدر نہیں کیجاتی تھی جتنی دروریہ نویس کی دروریہ کی تشکیل کے بہت بعد تک یعنی ۱۸۰ اولمپیاد (۴۶۰ ق م) تک سروریہ کی تشکیل نہیں ہوئی۔ اولین سروریہ نویس خیوندیس اور ہاگنس ہیں اس کے بعد کراتیس آتا ہے جس نے فنون لطیفہ کی اس شاخ میں وہ خاص مٹکل پیدا کی جو برابر قدیم سروریہ کے زمانے میں قائم رہی۔ ابتدائی دور کا سب سے مشہور شاعر کراتینوس تھا جس نے غالباً ۴۶۰ ق م کے بعد ہی اپنا کام شروع کیا۔ اس نے ایتھنز کی سیاسی اور معاشرتی حالت کو اپنا موضوع بنا کر اس کا مضحکہ اڑایا۔ جو لوگ زمانۂ مابعد میں ارسطوفانیس کے مدمقابل تھے ان میں سے مشہور ترین یوپولس اور فری نخوس تھے۔ صرف ارسطوفانیس ہی ایسا سروریہ نویس ہے جس کی جملہ تصانیف موجود ہیں اور اس نے ۱۲ اولمپیاد ۸۸، ۱ (۴۲۸ ق م) میں اپنا سب سے پہلا ناٹک عوام کے سامنے پیش کیا اور ۳۸۸ ق م تک برابر مختلف کھیل پیش کرتا رہا۔ اس کا آخری ناٹک پلوتوس ہے جو ۳۸۸ ق م میں دکھایا گیا۔ اس کا سب سے درخشاں زمانہ جنگ پیلوپونیز کے دوران میں تھا۔ اور وہی ہمارے لیئے حالت جنگ میں ایتھنز کے عام حالات اور ایتھنزیوں کے جذبات کے لیئے بہترین سند ہے۔

سیاسی تاریخ میں ارسطوفانیس کی یہ شہرت ہے کہ برسر اقتدار فریق یا فرد مخالف اُسے اپنا ترجمان بنا لیتے تھے۔ اس زمانے میں سروریہ کی وہی حیثیت تھی جو زمانۂ حال میں اخبارات اور تشنیع آمیز تصاویر کی ہے۔ ارسطوفانیس کے زمانے میں ایتھنز میں دو قسم کی تحریکات کا زور تھا ایک تو سیاسیات میں عمومیت بدرجۂ اتم سرایت کیئے ہوئے تھی اور دوسرے تعلیمات میں علوم جدیدہ کی دو شاخیں پائی جاتی تھیں۔ ایونیہ کی حکمت طبیعی اور تھریس اور سسلی کی رسمی سوفسطائیہ اور خطابت۔ سروریہ کے اصول ہی میں مخالفت کا مادہ بھرا ہوا ہے۔ اسکا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو محظوظ کرے اور یہ قاعدہ ہے کہ انسان ہمیشہ تشنیع کرنے میں ہنستا ہے مذاق کرنے میں کبھی نہیں ہنستا۔ لوگوں کے نشانۂ تضحیک کے ساتھ ہی ساتھ جو ملیح بھی نہایت دلچسپ معلوم ہوتی ہے اور اگر صرف چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہنسانیکی کوشش

صفحہ ۴۴۹

کی جائے تو اس سے سوائے مغز چاٹنے کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اسی لیئے سروری تماشہ گاہ میں ہمیشہ ان لوگوں پر حملہ ہوتا ہے جو برسر اقتدار ہوتے ہیں۔ ایتھنز میں عمومیت اور جوش تعلیم یہ ہی دو قوتیں تھیں جن کے آگے ہر شخص سر تسلیم خم کیئے ہوئے تھا اور اگر سروریہ نویسوں کو یہ منظور تھا کہ لوگوں کی توجہ ان کی طرف مبذول ہو جائے تو انھیں خواہ مخواہ دونوں پر حملہ کرنا لابدا اور ضروری تھا۔ لیکن چونکہ فریق مخالف ذی اثر اور مقتدر تھا اس لیئے یہ ضروری تھا کہ اس حملہ کی بنیاد کسی نہ کسی اصول پر ہو اور اگر بالفرض سروریہ نویس کسی خاص اصول کا پیرو نہ ہو تو بھی کم سے کم بظاہر کسی نہ کسی اصول کی پیروی کرنی پڑتی تھی۔ یہ ہی وجہ تھی کہ سروریہ نویسوں کو خواہ مخواہ اثر افروں کا طرفدار بننا پڑا اور اس زمانے کے چین و آرام کی خواہی نخواہی تعریف کرنی پڑی جب زندگی کا طرز نہایت سیدھا سادا تھا۔ بظاہر تعجب ہوتا ہے کہ سروریہ باوجود مرجع عام ہونے کے حکومت و دستوری کو مطعون کرے لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ سروریہ نویس شعرا کا قدیم الاعتقاد گروہ کے ساتھ تعلق تھا اور یہ ہی وہ گروہ تھا جس کے مذہبی عقیدوں سے ایتھنزی قوم کو پوری ہمدردی تھی اسی لیئے اگر کوئی شخص کسی سر گروہ پر حملہ کرتا تھا تو عوام ایک قہقہہ لگا کر اسے خوش آمدید کہتے تھے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ارسطوفانیس محتسب اخلاق تھا یا یہ کہ وہ سیاسی فریق مذہبی سے بالاتر تھا وہ غلطی پر ہیں۔ حق یہ ہے کہ اسکا انداز جانب دارانہ ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسکی باتیں سنکر لوگ ہنسیں اور اگر ہم تھیوگنس* کے اشعار سنجیدگی سے پڑھ سکتے ہیں تو ارسطوفانیس کے ناٹکوں کا بھی سنجیدگی سے مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اصول مذکورہ کو پیش نظر رکھیں تو ہم اس کی عیب جوئی کی عادت اور طعن و تشنیع کی اصلی قیمت سمجھ سکتے ہیں اور اس نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں کہ ارسطوفانیس کے ناٹک آج کل کے تمسخر آمیز اخبارات یا رسالوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اس کی رائیں تو درکنار، یہ بھی ضروری نہیں کہ جو واقعات اس نے بیان کیئے ہیں وہ صحیح اور درست ہی ہوں۔ اس لیئے سقراط اور اصلی حکیم سقراط

* تھگنارا کا بہت بڑا مرثیہ نویس تھا۔ سیاسیات میں حصہ لیتا تھا۔ ۵۴۰ قبل مسیح یا اسکے قریب زمانے میں پیدا ہوا۔ مترجم

میں کوئی مشابہت یا مناسبت نہیں ہے اور یہ اصول تسلیم کر لینا چاہیئے کہ اگر مزید ثبوت بہم نہ پہونچے تو ہم ان واقعات کو جن کا وہ حوالہ دیتا ہے ہمیشہ مشتبہ سمجھیں۔ مورخوں کو یہ چاہیئے تھا کہ ارسطوفانیس نے جو خاکہ جنگ پیلوپونیز کے اسباب کا اڑایا ہے اسے تاریخ کے تعین کے لیئے کبھی کام میں نہ لاتے۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا ایتھنزی نہیں اور اس کی اسے پروا نہیں تھی کہ وہ واقعات جن پر لوگ خندہ زن ہوتے تھے صحیح ہیں یا غلط بلکہ ضرورت اس کی تھی کہ تھوڑی سی حقیقت کو توڑنے مروڑنے کے بعد جھوٹ کا جامہ پہنا کر قابل مضحکہ بنا دیا جائے تاکہ وہ اور بھی پر لطف ہو جائے مثلاً اگر اسپارٹا کی کارروائیوں پر رنگ آمیزی کیجائے تو یقیناً اس سے سنکر ایتھنزی بے اختیار ہنس پڑینگے۔ ارسطوفانیس نے ایتھنزی عمومیت پر جو الزامات لگائے ہیں وہ اور بھی ناقابل وثوق ہیں اس نے عوام کے رہبروں اور ان کے طرز عمل پر جو حملے کئے ہیں وہ اتنے ہی سخت ہیں جتنے ڈکنز کے حملے سیاسیات انگلستان پر۔ اور بالفرض اگر وہ بیان جو پارلیمنٹ کے انتخابات کا "پک وک" میں اور انتظامات عامہ کا "لٹل ڈورٹ" میں مذکور ہے حقیقت پر مبنی ہے تو پھر ہم کیسے ۱۸۵۰ء سے پہلے کے ادارات کو برا کہہ سکتے ہیں اور شاید ہی کوئی انگریز ایسا ہو جسنے صرف ڈکنز کے ناول پڑھکر پارلیمنٹ کی حکومت کے اصول کے خلاف رائے قائم کی ہو۔ ڈکنز کی طرح ارسطوفانیس کی تحریروں سے بھی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس سے کلیون کے خلاف بھی کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ کلیون کا رویہ شرفا اور امرار کے نزدیک قابل اعتراض تھا مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے سیاسی خیالات غلط تھے اور یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ ایک اکھڑ اور ناشائستہ شخص بداطوار بھی ہو۔

اس میں شبہ نہیں کہ ارسطوفانیس ایک بہت بڑا شاعر ہے جس کی تصانیف میں مذاق بھرا ہوا ہے، جس کی حملہ آوری کی قابلیت مسلم ہے اور جو انشاپردازی کا استاد مانا گیا ہے۔ لیکن اسکے منصوبوں میں تعلّی کا نام بھی نہیں اس تعلّی سے یہ مراد نہیں کہ انسان ہمیشہ ایام ماضیہ کی تسبیح خوانی کیا کرے۔ قدیم زمانے کی تعریف کرنا ہمیشہ ہلکی اور معمولی سی بات سمجھی جاتی ہے۔ بلاشبہ جو شخص گزرے ہوئے دنوں کی تعریف

کرتا ہے اسکی لوگ تحسین وآفرین کرتے ہیں اسی طرح ہم بھی اس کلیہ سے مستثنے نہیں ہوسکتے لیکن اعلیٰ منصوبوں کو صرف پیش کرنے سے کام نہیں نکلتا بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ انسان روزمرّہ کی زندگی میں انھی پر عمل پیرا ہو اور یہ ارسطوفانیس نے کبھی نہیں کیا۔ اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ حکیم سقراط اور یوریپدیس کو لوگوں کی نظروں میں حقیر کردے اور ان دونوں کی یہ حالت تھی کہ سقراط تو ہمیشہ اور یوریپدیس اکثر اعلیٰ منصوبے اپنے پیش نظر رکھتا تھا۔ ممکن ہے کہ ان دونوں پر حملے کرنے میں اس کی نیت اچھی ہو۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ازمنۂ قدیمہ کی تعریف کرتے کرتے وہ بداخلاقی کا سبق دینے لگتا ہے تو پھر یہ عذر مسموع نہیں ہوسکتا اور حقیقت یہ ہے کہ اسے ازمنۂ قدیمہ کی پرواہ بھی نہیں تھی کسی زمانے میں عام خیال یہ تھا کہ ارسطوفانیس اخلاق کا سبق دینا چاہتا تھا مگر اب اس نظریہ کو باطل سمجھا جاتا ہے لیکن اب بھی اسے بہت بڑا محب وطن سمجھا جاتا ہے اور اس کی وطن پرستی کی قدر ومنزلت کی جاتی ہے اس نے اپنے ناٹک "اکارنیان" میں جو امن پسند گروہ کا ساتھ دیا ہے اس کا مقابلہ اس جنگ پسند گروہ سے کیا جاتا ہے جسکا بظاہر کوئی اصول نہیں تھا اور جس کا سرگروہ کلیون تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ امن کی وہ برکات جنھیں وہ شمار کرتا ہے اس قسم کی ہیں کہ اگر کوئی شخص امن پسند گروہ کی ہجو ملیح کرنا چاہے تو وہ ارسطوفانیس سے زیادہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اگر ملتیا دیس کے ہمعصر (جن کی ارسطوفانیس تعریف وتوصیف کرتا ہے) وہی منصوبے رکھتے جو امن پسند ارسطوفانیس کے تھے تو پھر جنگ کی ضرورت ہی کیا تھی اس لیئے کہ جس قسم کی زندگی کا وہ ایتھنزیوں کے لیئے خواہشمند تھا اسکے بسر کرنے کے ذرائع شہنشاہ ایران کی سلطنت میں بھی موجود تھے معلوم ہوتا ہے کہ ارسطوفانیس کو ان خصائل اور برکات کا اندازہ ہی نہیں تھا جو کسی جنگ کے مقاصد میں مضمر ہوتی ہیں اور جن کے لیئے ایتھنزیوں نے اپنی تلوار نیام سے باہر نکالی بدیں وجوہ اگر ہم اس پر غور کریں کہ ارسطوفانیس نے صرف ان امور پر حملہ کیا جن میں بارآور ہونے کی قابلیت تھی (یعنی حکیم سقراط کا فلسفہ اور یوریپدیس کا ڈرامہ) یا اسے اپنے وطن مالوف کے رہنے کا غلط اندازہ تھا یا اسے یہ خیال تھا کہ امن وامان

صفحہ ۴۵۱

قائم ہونے پر لوگوں کو شکم سیری اور تعیش کا موقعہ مل جائیگا یا اس کے اشرافی دوستوں اور الکبیا دیس کے علاوہ (جن کی قوت کا راز ہرگز یہ نہیں تھا کہ ایتھنزیوں کے اخلاق درست ہوں یا وہ وطن پرست بن جائیں) ہر شخص اس کا نشانہ تشنیع تھا۔ اگر ہم ان سب باتوں کو پیش نظر رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ ازمنۂ قدیمہ کی تعریف میں جو کچھ رطب اللسانی ارسطوفانیس نے کی ہے اور جس کی ہمیشہ تعریف و توصیف کی جاتی ہے وہ محض شاعرانہ اور خطیبانہ تقریروں پر مشتمل ہے اور اس کی قابلیت محض ظاہری تشکیل پر محدود۔ وہ ایک بہت بڑا ہجو گو تھا۔ مگر اس میں ذاتی اخلاق کا شائبہ بھی نہ تھا۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ اس زمانے میں ایتھنزی مملکت بعض مرتبہ غلط راستہ اختیار کر لیتی تھی مگر ارسطوفانیس نے اسے صراط مستقیم کی کبھی ہدایت نہیں کی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اسے زمانۂ موجودہ کے نقائص اور ان کے اسباب کا علم ہی نہ تھا۔ صفحہ ۴۵۲

اس کے جو ناٹک اب وقت تک باقی ہیں ان کے تین مجموعے بنائے جا سکتے ہیں۔ پہلے میں ۴۲۵ ق م سے ۴۱۴ ق م تک کے ناٹک ہیں جس میں "اکارنیان" "سواران" "زنبوران" "طائران" شامل ہیں۔ دوسرے میں "لیسستراتا" (۴۱۱ ق م) "تھس مورفیازوسائے" (زنان تھس مورفیا) اور "نحوکان" (۴۰۵ ق م) ہیں۔ تیسرے مجموعے میں وہ ناٹک ہیں جو جنگ پیلوپونیز کے بعد لکھے گئے ہیں جیسے "زنان اکلیزیا" (۳۹۲ ق م) اور "پلوتوس" (۳۸۸ ق م)۔ پہلے مجموعے میں جو سیاسی حوالے ہیں وہ علوم قدیمہ کے طالب علم کی دلچسپی کو بڑھا دیتے ہیں۔ دوسرے مجموعے میں "نحوکان" اس لیے مستقل طور پر کارآمد ہے کہ اس میں یوریپدیس پر جو تلمیح کی گئی ہے۔ تیسرے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کے اظہار ما فی الضمیر کی قوت کم ہو گئی ہے۔ ارسطوفانیس اور الکبیا دیس بالکل ایک ہی طرح کے افراد ہیں مگر دونوں کا رجحان مختلف ہے۔ ارسطوفانیس اپنے ہمعصر ایتھنزیوں کیطرح ہی اور اس میں وہ تمام نقائص موجود ہیں جو کسی ذی ثروت قوم کا حصہ ہوتے ہیں یعنی اسمیں بدیع گوئی تیز فہمی، آزاد خیالی، اور راستبازی کے ساتھ ہی سیاسی زندگی میں وہ یکطرفہ جانبداری پائی جاتی ہے جو کلیون میں بھی نظر آتی ہے۔

اگر علوم جدیدہ کی مخالفت کرنے میں ارسطوفانیس نے غلط راستہ اختیار کیا تو اسکے برعکس حکیم سقراط نے اس سے صحیح طور پر اختلاف کیا اور اسی اختلاف کی بدولت ایتھنزیوں نے اسے سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ اگر ہم سقراط کا طرز استدلال سمجھنا چاہتے ہیں تو اس سے پیشتر ہمیں سوفسطائیت کے بنیادی اصول سمجھنے پڑینگے سوفسطائی یہ کہتے تھے کہ اگر کوشش کی جائے تو ہر چیز کی تعلیم و تعلم ممکن ہے اور اگر کسی شخص کو سوفسطائی اصول پر عملی لیاقت اور حکومت کرنے کی قابلیت سکھائی جائے تو وہ سیکھ سکتا ہے۔ کسی چیز کی اصلیت معلوم کرنے کا اس سے زیادہ عالگیر اصول مدون نہیں کیا جاسکتا کہ اگر کوئی شخص اس کی کسی خاص ماہیت کا یقین کرے تو وہی اس چیز کی حقیقت ہوگی بہ ظاہر ہے کہ اس تخیل پر عمل کرنے سے انسان نہایت آسانی سے دوسروں کو دھوکا دیسکتا تھا۔ مثلاً یہ ممکن ہے کہ کوئی چالاک شخص دوسروں کے خیالات کو تسلیم کرے مگر ضرورت کے وقت ان کے الفاظ کو اپنے حسب منشار معنی پہنا دے اور پھر اگر وہ چاہے تو یہ کہکر چھوٹ جائے کہ وہ پہلی مرتبہ ہی سچ بول رہا تھا۔ یونان میں سوفسطائیت کی آمد سے پہلے بھی اسی اصول پر عمل ہوا کرتا تھا اور یونانیوں کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ ایک دوسرے کو اسطرح دروغ حلفی کرکے دھوکا دیں۔ اور جب سوفسطائیت کا زور ہوا تو انھوں نے اس جبلی عادت کو اور بھی زیادہ جلا دی اور اس سے خطرہ پیدا ہوگیا کہ لوگوں کی اخلاقی حالت زیادہ خراب ہو جائیگی۔ سوفسطائیت کے اصولوں کے متعلق آخری بات یہ کہنی ہے کہ سوفسطائی تعلیم کا معاوضہ وصول کرتے تھے اور بعض مرتبہ اس معاوضے کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں وہ اپنی تقریریں پہلے ہی سے تیار کرلیا کرتے تھے۔ صفحہ ۴۵۳

حکیم سقراط ان سب باتوں کا مخالف تھا۔ اس موقع پر ہم اس کی تعلیم اور اس کی خصوصیات پر بحث کرینگے اور اس کی شخصیت کا بیان اس کی موت کے ذکر تک ملتوی کرینگے اس لیئے کہ دونوں میں ایک خاص تعلق پایا جاتا ہے[۱]

[۱] حکیم سقراط اور سوفسطائیوں کے باہمی تعلقات کے لیئے گروٹ کی تصنیف "تاریخ یونان" جلد ۸ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ حکیم افلاطون نے صرف اس کا انداز اور طرز تقریر بیان کیا ہے اور اسمیں شبہ نہیں کہ زینوفون کی تصویر سے مکمل کسی اور نے سقراط کی تصویر نہیں کھینچی جب ان دونوں میں حکیم سقراط

اس کا اولین اصول یہ تھا کہ وہ کسی بات سے واقف نہیں اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ کوئی ایسی بات کسی کے ذہن نشین کرائی جائے جس کے مبادی پہلے سے معلوم نہوں۔ حقیقت کوئی مضمونی چیز نہیں کہ جس کا انحصار موقع محل اور انفرادی مفاد پر ہو بلکہ مختلف اشیاء کے حقیقی باہمی تعلقات کے مجموعے کا نام ہے اور انسان اس کی اصلی تہ کو کسی خاص واقعے پر غور کرنے سے پہونچ سکتا ہے۔ چونکہ وہ یہ کہتا تھا کہ وہ حامل علم نہیں اس لیئے وہ تقریروں کے ذریعہ سے تعلیم نہیں دیتا تھا اور نہ تعلیم کی اجرت لیتا تھا۔ بلکہ کسی حقیقت کی تہ کو محض مکالموں کے ذریعہ سے پہونچ جاتا تھا اس نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ لوگوں کو عملی زندگی کا اہل بنائے۔ بلکہ اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ درست اور مفید عمل کا راستہ بتادے اور واقعات کی اصلیت معلوم کرے۔ اس کا مفروضہ یہ تھا کہ نیکی وہی ہے جسے بنی نوع انسان نیکی سمجھیں سوفسطائی یہ کہتے تھے کہ میانہ روی، شکر گزاری، انصاف اور دیگر عمدہ اصولوں پر (خواہ ان کا کوئی بھی نام ہو) اسیوقت عمل کرنا چاہیئے جب وہ افراد کے فوری مفاد کے خلاف نہ ہوں۔ برخلاف اس کے سقراط نے یہ اصول پیش کیا کہ اگر اجتماعی زندگی کا مفاد ملحوظ رکھا جائے اور محض انفرادی منافع نظر انداز کردیئے جائیں تو پھر ہمیں اس عام خیال کی تصدیق کرنا پڑیگی کہ نیکی انسان کے لیئے ہمیشہ مفید ہوتی ہے۔ اور جس طرح انسان کا عمل اسی وقت درست ہوتا ہے جب وہ پہلے سے خوب سوچ بچار کرے اسی طرح نیک عمل بھی غور و فکر کے بعد ہی ممکن ہے۔ نیکی کسی فوری جذبہ کا نام نہیں جس کے عمل کرنے پر انسان مجبور ہو بلکہ انسان صرف اسی وقت نیکی کرتا ہے جب اس کی طبیعت میں ایک خاص قسم کی روشنی جلوہ نما ہوتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ ابتدا میں تو علم میں سوفسطائی معنے پیدا کرنے سے سقراط کو بالکل انکار تھا لیکن آخر کار اسے وہ تسلیم کرکے اور بھی عمیق معنی پہنا دیتا ہے۔ صفحہ ۴۵

جب ہم حکیم سقراط کی تعلیم پر نظر ڈالیں تو ہمیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ ازمنۂ وسطے کے علمار نے فلسفہ کی جو قسمیں بیان کی ہیں انہیں سے کسی ایک کے

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ کے عقائد کی بابت اختلاف ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ افلاطون نے حقیقت واقعات میں کچھ اضافہ کیا ہے۔

زمستت اس کی تعلیم بھی آتی ہے۔ اس قسم کے الفاظ جیسے مضمونی ناظہوری، عقیقی، تصوری، محظوظی وغیرہ سے اس کے اصولوں کی تنقید میں مطلق مدد نہیں مل سکتی۔ سقراط کی تعلیم کی یہ اہمیت نہیں کہ اسنے ایسے نظریئے پیش کیئے اور ایسے ضابطے مقرر کیئے جن سے مختصر طور پر کائنات کی حقیقت معلوم ہو سکتی جیسے فیثا غورث کا نظریۂ اعداد، لیوکپوس کا نظریۂ سالمات اور افلاطون کا نظریۂ خیالات۔ حق یہ ہے کہ اس طرز پر عمل کرنے سے انسان واقعات کی جگہ محض الفاظ استعمال کرنے لگتا ہے اور ان بڑے بڑے استادوں کے سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کے الفاظ ہر مرض کے لیئے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس حکیم سقراط نے ایک ایسی دنیا کے سامنے جو ذہنی فخر و مباہات سے مملو تھی اور لفاظی کے نشے میں مخمور تھی یہ تعلیم دی کہ ان اصولوں کے اتباع سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ انسان اپنے خیالات مجتمع کرکے دوسروں کی مدد اور مکالموں کے ذریعے سے (جنسے وہ اپنی غلطیاں درست کر سکتا ہے) تحقیقات کرے کہ ان چیدہ چیدہ الفاظ کے جنھیں وہ استعمال کرتا ہے کیا معنی ہیں۔ اور پھر نہایت سنجیدگی اور متانت سے ان خیالات اور مقاصد پر غور کرے جس پر اس نے بحث کی ہے تاکہ وہ اپنی زندگی عقلی بنیاد پر قائم کر سکے۔ سقراط کا سب سے مشہور شاگرد حکیم افلاطون تھا جس نے از سر نو قدیم طرز اختیار کیا اور ایک نئے مذہبی فلسفہ کا موجد ہوا۔

ایتھنز میں حکیم سقراط کی جو حیثیت تھی وہ اس کے مطلب کے لیئے مفید نہیں تھی۔ اور اس کا برتاؤ ان لوگوں کے برتاؤ سے بالکل مختلف تھا جو عوام الناس میں مقبول تھے۔ ان کا یہ شیوہ تھا کہ یا تو وہ عوام الناس کو ان کے قصوروں پر فہائش کیا کرتے تھے یا ان کی خوشامد میں رطب اللسان رہتے تھے اور ان کی ہمیشہ یہ ہی کوشش تھی کہ وہ عوام الناس پر اپنا اثر ڈالیں۔ اس کے برعکس سقراط کا کوئی خاص نصب العین نہیں تھا اور اسے اس کی پروا بھی نہ تھی کہ اسے کامیابی نصیب ہوگی یا ناکامی بلکہ جس بات کو وہ سچائی پر مبنی سمجھتا تھا اور ساتھ ہی اس کی تکمیل اپنا فرض سمجھتا تھا وہی کرتا تھا۔ وہ لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ میری تعلیم سے تمھیں فلاں فلاں فائدے حاصل ہونگے مگر خود اسے بظاہر کبھی فائدہ نہیں پہنچا۔ ایتھنزیوں کو سیاسیات میں خاص شغف حاصل تھا مگر وہ سیاسیات صفحہ ۴۵۵

میں بہت ہی کم توجہ کرتا تھا۔ اس نے یہ اصول پیش کیا کہ دوسرے پیشوں کیطرح لوگوں کو حکومت میں بھی خوب سوچ سمجھ کر مختلف نتائج اخذ کرنے چاہئیں۔ اور حکومت کا بار صرف ان ہی لوگوں کی گردن پر پڑنا چاہیئے جنھیں علم سیاسیات میں ملکہ حاصل ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس کی یہ رائے نہیں تھی کہ قانون محض وقتی اور اتفاقی کثرت رائے کے مطابق بنایا جائے اسی لیئے بعض عمومیت پسند اسے اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ مگر یہ انکی غلطی تھی سقراط کبھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ حکومت کا کام امرار کے سپرد کر دیا جائے یا کسی خود سر کو برسر اقتدار کر دیا جائے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسے ان امور میں مطلق توجہ نہیں تھی۔ وہ ماہر سیاست نہیں تھا اور اسکا مقصد بس یہ تھا کہ بنی نوع انسان کو یہ بتائے کہ اگر وہ صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں اور زندگی خوشی و خرمی سے بسر کرنا چاہتے ہیں تو انھیں خوب سوچ سمجھکر کام کرنا چاہیئے۔ وہ بالکل تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا اور معدودے چند شاگرد اسے ہمیشہ گھیرے رہتے تھے۔ ہر ایتھنزی اسے نہایت استعجاب سے دیکھتا تھا مگر کوئی اس کے مقاصد و مطالب کما حقہٗ سمجھ نہیں سکتا تھا۔

حکیم سقراط کی تعلیم سے سوفسطائیت نے تو میدان خالی کر دیا مگر خطابت کو روز افزوں ترقی ہونے لگی اور اس سے ملک یونان کو بہت کچھ نقصان پہنچا۔ سوفسطائیت کا بھی تھوڑا بہت اثر باقی رہگیا۔ زمانۂ مابعد میں جو لوگ بت پرست ہوتے تھے وہ تو عام طور پر فن خطابت میں ماہر ہوتے تھے اور جو مذہب عیسوی اختیار کر لیتے تھے وہ بدقسمتی سے سوفسطائی بن جاتے تھے۔

ایتھنز کو پانچویں صدی ق م کے تنازعات میں جو شکست ہوئی اس کے اسباب میں سے ایک ان نئے علوم کی ترویج بھی تھی۔ ان علوم سے ہر فرد کا یہ حق نہایت ممتاز ہو گیا کہ وہ بغیر روک ٹوک ذہنی ترقی کر سکتا ہے اور ان کے ذریعہ سے یہ سکھایا گیا کہ افراد میں ہر کام کرنے کی قابلیت موجود ہے اور اس سے شہریوں میں یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ موجودہ ادارات کو نئے اصولوں کے مطابق اور اپنے ذاتی خیالات کے موافق ڈھالنا چاہیئے۔ علوم جدیدہ میں یہ قوت تھی کہ ان کے سامنے کوئی بات نہیں بن سکتی تھی اور یہ عمومیت کے اصول کے لیئے نہایت خطرناک تھی۔

ان قواعد و ضوابط کی تنقید جو مذہب نے منظور کیئے تھے ان ہی اصولوں کے مطابق کی جانے لگی اور اس کے اثر سے بہت سے تنازعات اور جھگڑے پیدا ہو گئے۔ اس ہوشیار قوم نے گورگیاس کی تعلیم سے بہت زیادہ اور حکیم سقراط سے بہت کم استفادہ حاصل کیا تھا اور اس قوم کی خصوصیات ایتھنز کی شکست کیں اتنی ہی مدد و معاون ہوئیں جتنی کیاس کی زہد و پارسائی کی زیادتی۔ صفحہ ۴۵۶

ہمارا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں میں چھ مختلف قسم کے ذہنی رجحان پائے جاتے ہیں اور عرصۂ دراز کے ارتقا کے بعد ان کی چند خاص شکلیں ہو گئیں جن میں سے بعض ذہنی کیفیات کا تو دوسرے سے صرف تھوڑا سا ہی تعلق پیدا ہو گیا اور بعض ایک دوسرے کے ساتھ بالکل مخلوط ہو گئے۔ ان میں سے سب سے ممتاز درجہ علوم ایونیہ کو حاصل ہے جنھوں نے مرثیہ اور۔ رزمیہ نظم کے دور میں یونان کا نام نہایت درخشاں کیا۔ اس کے بعد ایونیہ والے علوم طبیعی میں (جس کی ایک شاخ تھیمنی فلسفہ بھی ہے) تاریخ اور جغرافیہ کے انکشاف کی طرف مائل ہو گئے اور وہیں سے اس دور میں ہیرودوطس ہپوداموس اسپانیا وہ مشہور آفاق طبیب بقراط جس کا ذکر ہم عنقریب کریں گے پیدا ہوئے اور اسی ایونیہ سے بت تراشی کا فن ایجاد ہوا جس نے جزائر میں ترقی پائی۔ ایونی فلسفیوں کو کنہ حقیقت کی بھی تلاش تھی اور اسمیں انھوں نے نہایت سرگرمی دکھائی۔ ان علوم کے علاوہ جو ایونیہ سے نکلے تھے وہ علوم بھی تھے جن کا ان سے تعلق ضرور تھا مگر جن کا مرکز ضلع ایولیہ تھا۔ ایولیوں نے مزماری نظموں میں کمال حاصل کیا۔ ان میں بعض مرتبہ (مثلاً الکائیوس اور سافو کی نظموں میں) شاعر کی شخصیت ظاہر ہوتی ہے بعض مرتبہ شاعر کے عمیق تخیلات کا اندازہ ہوتا ہے (جیسے پندار کی تصانیف ہیں) اور الکمان کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ طرز دوریانی اسپارٹا میں بھی مقبول تھا۔ کریٹ، اسپارٹا اور سکیون میں فن پیکر تراشی کو بہت ترقی ہوئی اور ارگوس کے بتوں میں اس فن نے وہ کمال حاصل کیا کہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں وہ اعلیٰ ترین علوم کا ہمسر ہو گیا۔ ایک طرف تو یہ تمیز کرنا دشوار ہے کہ ایولیائی اور دوریانی علوم کو مخلوط سمجھا جائے اسلیئے کہ ظاہر ہے کہ

وہ ایک دوسرے سے بالکل ممتاز تھے۔ اور یہ بھی طے کرنا آسان نہیں کہ تیسرے دائرۂ علوم یعنی تھریسی بلدیات کے کیا کیا خصوصیات تھے جو تھسلی سے پونتوس تک اور سیدنا سے بائی زنطہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اس ضلع پر دو مختلف مقامات کا اثر پڑا۔ ایک تو ایونیہ اور جزائر کیکلا دیس کا اور دوسرے اندرون ملک کا۔ واضح ہو کہ بعض مرتبہ یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اندرون ملک بالکل غیر یونانی تھا۔ مگر یہ درست نہیں اور تھریسی اور مقدونیہ کے ابتدائی سکے بھلے ہیں جن پر یونانی کتبے کندہ تھے۔ ہم نے متعدد مرتبہ ناظرین کی توجہ تھریسی بلدیات کی اعلیٰ درجہ کی صناعی کی طرف منعطف کی ہے جو پولیگنوتوس، پایونیوس، اور الکامنیس کے مساعی اور ان کے نہایت خوبصورت سکوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں سے فلسفے کو بھی بہت تقویت پہونچی اور نظریۂ سالمات کے بڑے بڑے ماہروں نے خاصکر دمقراطیس اعظم اور پروتاغورس نے اسی ملک کو اپنا مسکن بنایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کا فلسفہ اور یہاں کی صناعی دونوں کا منبع ضلع ایونیہ ہی تھا۔ مگر جس تاریخی علم ادب نے ایونیہ میں نشو و نما پایا تھا وہ تھریسی مورخ استسمبر و تولس ساکن تھاسوس کے ہاتھوں نہایت ذلیل ہو گیا اور اس میں سوائے نقصان رساں لغو گوئی اور گپ شپ کے اور کچھ باقی نہیں رہا مگر نیم تھریسی، طوسی دیدش نے اسے دوبارہ نتائج غور و فکر اور تخیلات سے مملو کر دیا۔ ایونیائی اور تھریسی تمدن کا تعلق حکیم بقراط سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حکیم اسکلپی خاندان کا فرد تھا اور جزیرہ کوس کا رہنے والا تھا مگر اس نے اپنی تعلیم کا بیشتر حصہ پرودیکوس سے اخذ کیا جو پروپونتوس کے شہر سلیمبریا کا باشندہ تھا اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے وطن میں مستقل سکونت اختیار کرے اس نے اپنی زندگی تھسلی اور تھریس میں بسر کی۔ غالباً جنگ پیلوپونیز کے دوران میں وہ ایتھنز میں ہی مقیم تھا۔ وہاں سے وہ تھسلی چلا گیا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے دمقراطیس ساکن ابدیرا سے گہرے تعلقات تھے۔ اس ضمن میں ہمیں صرف ایک بات اور کہنی ہے۔ وہ یہ کہ ارسطاطالیس جو قدیم محققوں میں سب سے بڑا اور سب سے مشہور محقق تھا اور جو فلسفہ، علوم طبیعی اور تاریخ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا تھریس ہی کا باشندہ تھا۔ ان تمام امور کو پیش نظر رکھ کر ہم

صفحہ ۷۵ ۴

اس خیال کی طرف مائل ہوتے ہیں کہ تھریسی یونانی تعلیم، فنون لطیفہ، فلسفہ، تاریخ، اور علوم طبیعی میں ایونیہ کے علوم کی ایک شاخ ہے مگر اس سے زیادہ قائم و راسخ ہے۔ مگر تھریس میں شاعری اور عروض کی طرف مطلق توجہ نہیں ہوئی[1]۔ تھریس کی آبادی کا بیشتر حصہ ایونیائی نسل کا تھا اور اسمیں اور ایونیہ میں جو فرق ظاہر ہوتا ہے وہ غالباً اسوجہ سے ہوگا کہ ایک تو دونوں ممالک کی جغرافی حالت مختلف تھی اور دوسرے اندرون ملک کے باشندوں کی خصوصیات جداگانہ تھیں۔ تھریس کی آب و ہوا ایشیائے کوچک کی آب و ہوا سے زیادہ ناموافق اور اقلیمی طرز کی ہے اور تھریسی اور مقدونوی اقوام لدیہ اور افروجیہ کے لوگوں سے زیادہ جنگجو تھیں۔ پانچویں صدی ق م کے تھریسی یونانی بلدیات کے تمدن میں چند عناصر ایسے موجود ہیں جو چوتھی صدی ق م کی مقدونوی تہذیب کے پیشرو ہیں۔ صفحہ ۴۵۸

اب مغربی ممالک کی طرف نگاہ ڈالیئے۔ یہاں ہمیں دو بالکل مختلف النوع تمدن نظر آتے ہیں۔ ایک اٹلی میں اور ایک تھسلی میں۔ اطالوی تمدن میں انتہائی دنیویت اور انتہائی روحانیت دونوں پائی جاتی ہیں بلکہ اس میں کلیسائی اثر بھی موجود ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں بھی ان ہی اضلاع میں عیش و عشرت اور زہد و تقویٰ دونوں دوش بدوش موجود ہیں۔ چھٹی صدی ق م میں سیبارس اور پانچویں میں تارنتم عیش و عشرت کے مرکز ہیں۔ فیثاغورث کے مخصوص اسلوب میں پارسائی نمایاں ہے جو بظاہر تو ۵۰۰ ق م میں نابود کر دیا گیا مگر خاموشی سے برابر جاری رہا اور چوتھی صدی ق م میں اس کی تجدید کی گئی۔ ایک اور طرز کے فلسفے کا مسکن جس میں تنقید پر زیادہ زور دیا جاتا تھا ایلیا تھا۔ ہمارے پاس اس کا کافی و وافی ثبوت ہے کہ نشیبی اٹلی میں مذکورۂ بالا ذہنی رجحانات موجود تھے مگر خالص تصوف اور اوہام پرستی کے متعلق جو یقیناً تمام "یونان عظمیٰ" میں پھیلی ہوئی تھی ہمیں بہت کم واقفیت ہے اور یہ تحریکات ان سونے کے برتنوں کے دعائیہ فقروں سے معلوم ہوتی ہیں جو پتے لیہ اور تھوری ئی کے مقبروں سے برآمد ہوئے ہیں۔ ان ممالک میں

[1] ۔ اس کے علاوہ تھاسوس میں ہومری طرز کے شعراء (Rhapsodists) بھی تھے اور یہاں ہومر کی تصانیف کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔

فنون لطیفہ کو بہت ترقی ہوئی مگر ناٹک کے سلسلے میں وہاں صرف مضحکہ آمیز کھیلوں کا ہی چرچا تھا + سسلی کی خصوصیات نشیبی اٹلی سے بالکل جداگانہ ہیں۔ یہاں کے لوگوں کو ابتدا ہی سے شعر و شاعری کیطرف توجہ تھی اسٹے سی خوروس اور ابی کوس مزماری شعر گوئی میں مشہور آفاق تھے۔ اسیطرح فنون لطیفہ کی ترقی کیوجہ سے بڑے بڑے بت کدے تعمیر ہوئے جنکی کاریگری کی اسوقت تک تعریف کیجاتی ہے۔ اور صقالیوں کی تیز طبعی پانچویں صدی ق م میں سوفرون کے سرور یے اور سخریات اور گورگیاس کی خطابت اور سوفسطائیت سے ظاہر ہوتی ہے۔

تہذیب و تمدن کے ان پانچ مرکزوں یعنی ایونیائی وایولیائی و دوریائی تھریسی، اطالوی، اور صقالوی نے چھٹے مرکز یعنی ایٹکا پر خاص اثر ڈالا اور آخر کار اسپر یونان کی تمام ذہنی قوت کا مدار ہو گیا۔ ایتھنز ایونیائی، ایولیائی اور تھریسی مرکز سے شعر گوئی اور فنون لطیفہ کے اصول اخذ کرتا ہے اور انھیں کمال کو پہونچا دیتا ہے صقالوی مرکز سے وہ فن خطابت سیکھتا ہے مگر ایونیہ کے علوم طبیعی کیساتھ وہ ذرا سرد مہری سے پیش آتا ہے مگر انکو بھی مسترد نہیں کرتا فیثاغورس کا فلسفہ ایتھنزیوں کو پسند نہیں تھا اسلیے نشیبی اٹلی سے وہ کچھ نہیں لیتا اور اسکی وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں کے باشندوں کو اسرار مذہب کیلئے ملک سے باہر نکلنے اور ایتھنز آنیکی چنداں حاجت نہ تھی۔ ایتھنزی فہم و ادراک کا میلان انتہا پسندی کیطرف نہ تھا اور اسلئے بیرونی تمدن سے صرف وہ عناصر لیتے جسمیں جانبداری کا شائبہ نہیں پایا جاتا۔ ذہنی دائرے میں ایتھنز کی عظمت ناقابل انکار ہے مگر ہم نہ تو اسکے صریح نقائص کو بری نظر سے دیکھنا چاہیئے اور نہ یہ بھول جانا چاہیئے کہ تمدن کے دوسرے مرکزوں کے ذکر کے بغیر ہمیں اس عظمت اور خوبصورتی کا اندازہ نہیں ہو سکتا جو قدیم یونان کا نام لیتے ہی ہماری نظر کے سامنے آتی ہیں۔ ایونیائی تمدن میں تفحص اور تعجب کا مادہ بھرا ہوا ہے۔ ایولیائی و دوریائی میں تخیل اور حس تھریسی میں حکمت نشیبی اٹلی میں انتہائی تفتیش اور پارسائی، سسلی میں تیز طبعی اور ہجو ملیح۔ ایتھنز نے سب سے کچھ نہ کچھ اخذ کیا۔ مگر اسپر نشیبی اٹلی کا بہت کم اثر پڑا۔[۱۸]

صفحہ ۴۵۹

۱۸ ۔ اس مسئلے پر بحث کرنیمیں مجھے دو باتیں ملحوظ رکھنی پڑتی ہیں۔ ایک تو عام طور پر یہ خیال ہے کہ یونانی اور ایتھنزی تمدن میں کسی قسم کا امتیاز نہیں اور دوسرے دوریائیوں اور ایونیائیوں کے خصوصیات کو عام طور پر نمایاں کر دیا جاتا ہے۔ اسکے برعکس میں نے ایتھنزی اور یونانی تمدن میں فرق دکھایا ہے اور اس اثر کا ذکر کیا ہے جو تمدن کی تاریخ میں مختلف جغرافی مرکزوں کا نمایاں ہے۔ پہلے امر کے متعلق تمہیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایتھنزیوں کی ادبی تصانیف دیگر یونانیوں کی تصانیف سے مکمل حالتمیں ہیں مگر ساتھ ہی اسکا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نظم کی تین شاخوں میں سے ایتھنزیوں نے صرف ایک میں کمال حاصل کیا فنون لطیفہ

باب ۲۷

ایتھنزی سسلی میں

صفحہ ۴۶۶

اب ہم ان سیاسی واقعات کی تاریخ کی طرف پھر متوجہ ہوتے ہیں جنھیں ہم نے مہم سرقوسہ کے ابتدا میں چھوڑا تھا+ سسلی کا یہ حملہ اسوجہ سے اہم ہے کہ جنگ پیلوپونیز کے دوران میں یہ ایتھنز کے انتہائی رعب و داب کا گویا ایک مظاہرہ تھا اور اس کی تیاری، اس کی تکمیل اور نتائج برداشت کرنے کا طریقہ ان سب سے سلطنت ایتھنز کے نقائص اور اس کی عظمت دونوں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

زمانۂ دراز سے ایتھنزیوں کی یہ کوشش رہی تھی کہ وہ اس جزیرے میں اپنا قدم جمالیں اور ۴۳۲ء ق م (اولمپیاد ۸۶، ۴) میں انھوں نے رھیگیوم اور لیون تی نی کے باشندوں سے معاہدے کر لیئے تھے۔ جسطرح اس جنگ کی ابتدا میں پیلوپونیزیوں نے اپنی توجہ دوریانیوں کی مدد حاصل کرنے کی طرف مبذول کی ویسے ہی ایتھنزیوں کے لیئے یہ نہایت ضروری تھا کہ وہ اس جزیرے کے خالکسیوں کو اپنا جانب دار کرکے ان سے کام نکالیں۔ اور خود خالکسیون کو بھی ایتھنزی امداد کی ضرورت تھی اس لیئے کہ پانچویں صدی ق م کی ابتدا سے ہی جزیرہ کا ایونیائی عنصر روز بروز پیچھے کی طرف ہٹتا چلا جاتا تھا اور جیسا ہم اس کتاب کے پچیسویں باب میں بیان کر آئے ہیں ان کے برخلاف دوریانی بلدیات کی ہر طرح سے ترقی ہو رہی تھی+ گیلون اور ہیئے رون نے قرب و جوار کے خالکسیوں کو مغلوب کر لیا تھا اور جمہوریۂ سرقوسہ نے بھی اپنے دور میں یہی طرز عمل جاری رکھا تھا۔ جنگ پیلوپونز کے ابتدائی سنین میں سرقوسہ اور لیون تی نی کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا اور سرقوسہ نے اپنے مدمقابل کو اتنا دبایا کہ ۴۲۷ء ق م میں اس نے اپنے ایتھنزی حلیفوں کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ میں بھی ایتھنزی اکروپولس کی چمک دمک کو دیگر بلدیات یونان کے کمالات پر تاثیر کی سی چھا گئی ہے میری یہ کوشش کہ یونانیوں کے ذہن مرکز و ریافت کیئے جائیں اپنی قسم کی پہلی کوشش ہے اسلیئے اسے ایک خاکے سے زیادہ اہمیت نہ دیجائے۔

پاس ایک سفارت روانہ کی جکہ سرگردہ گو گیا اس تھا اور ایتھنز کی مدد کا خواستگار ہوا اس استدعا کے جواب میں اتھنی ایتھنز نے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ لیون تی نی کی مدد کریگا۔ یہ واقعہ اس سال کا ہے جس سال اسنے متی لنہ کی بغاوت فرو کی تھی۔

اس طرز عمل میں اسے قومیت کے اصول سے زیادہ عام سیاسی مقاصد کا پاس تھا۔ ایتھنز کو بحر ایجئین میں جو فوقیت حاصل تھی اس کا مقابلہ کوئی مملکت نہیں کر سکتی تھی۔ مگر بحیرۂ ایونیہ میں اس کا مدمقابل کورنتھ تھا جس کی پشت پناہی کیلئے سرقوسہ ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ اور اگر سرقوسہ کا اقتدار برابر بڑھتا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ وقت بھی آجاتا جب ایتھنزی جہازوں کو بحیرۂ ترینیہ تک پہونچنے میں خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اسلیئے ایتھنز کے لیئے یہ نہایت ضروری تھا کہ سرقوسہ کے روز افزوں اقتدار کو روکنے کی تدبیر کرے۔ اس کے ساتھ ہی طوسی دیدش کا یہ بیان ہے کہ ایتھنزیوں کی یہ خواہش بھی تھی کہ کسی طرح سے وہ غلے کی برآمد سسلی سے پیلوپونیز کو نہ ہونے دیں۔

بہرحال ۴۲۷ ق م میں لاخیس اور خارروآدیس کی سرکردگی میں ایک مختصر سا بیڑا سسلی روانہ ہوا مگر اس نے جو جنگ آزمائی اس جزیرے میں کی اسمیں کچھ زیادہ زور نہیں دکھایا بلکہ کبھی یہاں کبھی وہاں حملے کرتا رہا جس سے کوئی مستقل نتیجہ مرتب نہ ہوا۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ اس مہم کے دوران میں شہر مسانا ایتھنز کی طرف آگیا اور اب اس کے جہاز آبنائے میں ہو کر بلا خوف و خطر نکل سکتے تھے۔ اور فار قلیس کی حکمت عملی بھی یہی رہی تھی کہ سلطنت ایتھنز میں صرف جزیرے اور ساحلی اضلاع شامل ہوں۔ بہرحال ایتھنزیوں نے یہ طے کیا کہ ان کے سپہ سالاروں نے اپنا فرض منصبی بحسن خوبی انجام نہیں دیا اس لیئے بازپرس کے لیئے لاخیس کو واپس طلب کیا اور سوفوکلیس اور یوریمدون کی ماتحتی میں چالیس جہازوں کا ایک اور بیڑا سسلی روانہ کیا۔ مگر پیلوس کے قبضے کی وجہ سے انھیں منزل مقصود تک پہونچنے میں دیر لگ گئی اور جب یہ سسلی پہونچے تو انھیں معلوم ہوا کہ مسانا پھر دوریانیوں کی طرف چلا گیا ہے اور ایتھنزی بیڑے کو آبنائے میں شکست فاش مل چکی ہے۔ نئے ایتھنزی سپہ سالاروں نے بھی کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا اور آخر الامر ایتھنز کے صقالوی حلیفوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر کے

اپنے ہم وطنوں سے صلح کر لی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ۴۲۵ ق م میں گیلا میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت ہرموکراتیس نے کی جو سرقوسہ کا باشندہ تھا۔ صفحہ ۴۶۸
اسنے اس امر پر زور دیا کہ سسلی کے تمام یونانی ایک ہی قوم کے افراد ہیں اور ایتھنزی غیر ملکی ہیں۔ اس قرارداد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنزی افواج کو گھر واپس آنا پڑا اور ایتھنزیوں نے جدید سپہ سالاروں پر بھی مقدمہ قائم کر دیا۔

لیکن سقالویوں کا اتحاد دیرپا ثابت نہیں ہوا اور ایتھنز کو اس جزیرے کے معاملات میں دخل دینے کا ایک اور موقعہ مل گیا۔ لیون تی نی کے اشرافی گروہ اور سرقوسہ کے مابین ایک مفاہمہ ہو گیا جس کے بعد انھوں نے اپنے ہم وطنوں کو مغلوب کر کے اپنے شہر کا خرابہ کیا۔ اور خود سب کے سب اسے چھوڑ کر سرقوسہ چلے گئے۔ مگر وہ جلدی اس تبدیلی مسکن سے اکتا گئے اور سرقوسہ چھوڑ کر لیون تی نی کے قریب چلے گئے اور اس شہر کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ اس موقع کو ایتھنزیوں نے ہاتھ سے جانے نہ دیا اور ۴۲۲ ق م میں فایاکس کو دو جہاز لیکر سسلی روانہ کیا۔ جب فایاکس سسلی پہونچا تو اس نے دیکھا کہ گو سسلی کے بہت سے باشندے سرقوسہ کی سرکردگی سے عاری آ گئے ہیں مگر کوئی فرد بشر ایسا نہیں ہے جو ایتھنز کی مداخلت کا خواہاں ہو۔ بہرحال ۴۲۱ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان صلح ہو گئی اور بالفعل ایتھنز کے لیئے یہ ناممکن ہو گیا کہ سسلی کے معاملات میں مداخلت کرے۔

چھ سال گزر جانے پر ایتھنزیوں کو مداخلت کا پھر موقع مل گیا۔ اسپارٹی محالف ناقابل اعتبار ثابت ہوا۔ ایتھنزیوں میں ایک شخص ایسا تھا جو فطرتاً نہایت حوصلہ مند تھا مگر پیلوپونیز میں اسے سخت ناامیدی ہو چکی تھی۔ اسکی خواہش تھی کہ کہیں اور بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دے۔ ساتھ ہی ایتھنزیوں نے بھی یہ سمجھا کہ ان کو کافی قوت حاصل ہے بالآخر سسلی کی ایک چھوٹی سی بستی نے ایتھنز سے مدد چاہی اور اسے وہاں فوج کشی کا بہانہ مل گیا۔ سگستہ اور سلی نوس میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ جھگڑا ہوتا رہتا تھا اور چونکہ سلی نوس ایک دوریانی نوآبادی تھی اس لیئے سرقوسہ ہمیشہ اسکی پشت پناہی کیا کرتا تھا۔ دوسری طرف لیون تی نی کی طرح ایتھنز اور سگستہ

میں بھی مخالفہ تھا۔ اور جب اس کے اور سلی نوس کے درمیان نقیض پیدا ہو گئی اور قرطاجنہ سے خاطر خواہ جواب نہ ملا تو آخر الامر ایتھنز سے مدد کا خواستگار رہوا اور اس استدعا کی لیون تی نی نے بھی تائید کی سگستہ کے سفیروں نے یہ دعوی کیا کہ ایتھنزی فوج کا سامان خورد و نوش بہ آسانی پہونچا سکتے ہیں اور اپنے وسائل کے متعلق مبالغہ آمیز گفتگو کر کے ایتھنزی سفرا کو دھوکے میں ڈال دیا چنانچہ وہ ساٹھ تالنت لیکر واپس چلے گئے اور سگستہ کے موافق رپورٹ کر دی۔ ان اطلاعوں سے مطمئن ہو کر ایتھنزی جمعیت عوام نے یہ طے کیا کہ ایتھنز کو سگستہ اور لیون تی نی کا ساتھ دینا چاہیئے اور الکیبیادیس، لاماخوس اور نکیاس کو فوج کا سپہ سالار منتخب کیا الکیبیادیس تو اس مہم کے موافق تھا مگر نکیاس خلاف تھا اس نے عوام الناس کو ترغیب دی کہ وہ مہم کے تصفیے پر ایک مرتبہ پھر نظر ثانی کریں۔ مگر اس نظر ثانی کے بعد مہم کا دائرۂ عمل اور بھی وسیع ہو گیا اور یہ مہم پہلی مہمات سسلی سے کہیں زیادہ مقبول عام ہو گئی چنانچہ ایک سو جہازوں کا بیڑا تیار کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ احساس پذیر ایتھنزیوں کو اس سے پہلے کبھی اتنا جوش نہ آیا تھا۔ ان کی ہر قسم کی امیدیں اس مہم کے ساتھ وابستہ تھیں اور انھیں بلاد مغرب میں جو یونانی قوم کے لئے گویا ایک سونے کی کان تھے۔ ایک عظیم الشان سلطنت کے خواب نظر آنے لگے مگر ایک بعید الفہم واقعے کی وجہ سے اس مہم کی روانگی میں کچھ دیر لگ گئی[1]

صفحہ ۴۶۹

[1] ۔ ہرمیس کے بتوں کی قطع و برید کے متعلق اسناد:۔ طوسی ویدش ۔۶، ۲۷، ۲۹، ۶۰۔
پلوٹارک "الکیبیادیس"۔ ۱۸۔ غالباً یہاں پلوٹارک ایفوروس کا اتباع کرتا ہے۔
اندروکیدیس۔ "رازہائے مخفی" ۔۶ وغیرہ وغیرہ۔ کی تصانیف:۔
ڈروائے سن۔ " Rheim Mus " ۳، ۲، ۴۔ گیوتنر "سالیانہ لسانیات قدیمہ" ماٹھوائی تیسرا کلبرٹ۔ "اضافہ جات" صفحہ ۳۵ وغیرہ۔
ہمیں اس سے بحث نہیں کہ آخر ہرمیس کے بت کس نے توڑے اس لئے کہ یہ امر پایہ یقین کو نہیں پہونچا۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے عوامیوں نے پساندر اور اندروکیدیس کی سرکردگی میں اتحاد عمل کر لیا اور اس موقع کو غنیمت سمجھکر الکیبیادیس کو معزول کرا دیا۔ انہیں سے گو پساندر اسوقت تک بظاہر عمومی گروہ کا ایک فرد تھا مگر غالباً اس نے عدیدیوں کی طرفداری کرنا شروع

مئی ۱۵ء ق م میں ایک دن ہرمیس دیوتا کے تمام بت جو شہر کے اکثر حصوں میں نصب تھے ٹوٹے ہوئے اور مسخ شدہ حالت میں ملے۔ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ ایتھنزی مذہبی روایتوں کے کس درجہ پابند تھے۔ ہرمیس کے بتوں کا توڑنا ایک عظیم الشان مذہبی گناہ سمجھا جاتا تھا اور جب ملزموں کا پتا نہ چلا تو اُن کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یہ تو ناممکن تھا کہ ایک ہی شخص اتنا نقصان کر سکتے اگر بالفرض یہ کارروائی متعدد اشخاص نے کی تھی اور اُن کا سراغ نہ لگ سکا تو پھر ایتھنز میں کوئی چیز محفوظ نہ رہ سکتی تھی۔ یہ بہت ممکن تھا وہ لوگ جنھوں نے مذہب کی بے حرمتی کرنے کی اس قدر جرأت کی عمومیت اور مملکت کے خلاف اتنی ہی کامیابی کے ساتھ سازش کریں۔ ان ہی اسباب کی بنا پر ایک اعلان شائع ہوا کہ ہر شہری ان تمام جرائم اور اُن کا ارتکاب کرنے والوں سے اظہار نفرت کرے۔ اور ساتھ ہی ایک مجلس تحقیقات قائم ہوئی جس کا صدر پسانڈر تھا جو اُس وقت تو عمومی گروہ کا ایک فرد تھا مگر بعد میں عدیدیوں کا رہبر ہونیکی حیثیت سے بہت مشہور ہو گیا۔ یہ اطلاع موصول ہوئی کہ الکیبیا دیس نے اسرار مذہبی کا خانگی جلسوں میں مذاق اڑایا ہے اور بازاری افواہ نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ ہرمیس کے بتوں کی توہین کا اصل باعث وہی ہے اس لیئے اس کے خلاف عمومیت پسند اندروکلیس اور اعیانیت پسند تھسالوس ابن کیمون نے استغاثہ دائر کیا۔ حق یہ ہے کہ سچے عمومیوں اور راسخ الاعتقاد اعیانیوں دونوں کو اسی پر شبہ تھا۔ اُس نے سوچا کہ جس مہم کا وہ رہبر ہے وہ عوام الناس صفحہ ۴۲۷

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کر دی تھی اور آخر کار اُس نے عدیدیوں سے اپنے کو بالکل وابستہ کر دیا۔ ان دونوں کے ساتھ تھسالوس اور اس کا اعیانی فریق بھی الکیبیا دیس کی مخالفت میں بخوشی ساتھ ہو گیا۔ کہ ایک تو الکیبیا دیس نہایت بد دماغ تھا اور دوسرے اُس نے ہی پریکلوس کی جلاوطنی کے معاملے میں حصہ لیا تھا جسے عمومی کبھی فراموش نہ کر سکتے تھے۔

مفصلۂ ذیل کتابوں کا مقابلہ کیا جائے:۔

بیلوخ: "سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۶۰ فلپی: "تاریخ دور الکیبیا دیس کے مختلف پیرائے"۔

ان لوگوں کی جائداد کی ضبطی کے متعلق جن پر بتوں کے توڑنے کا الزام لگایا گیا تھا مفصلۂ ذیل معلومات حاصل ہوتی ہیں: ہکس ۵۵ = ڈٹن برگر ۳۰ تا ۳۹ و ۱۴۳۔ کیو ہلر رسالہ "ہرمیس" ۲۳ (۱۸۸۸ء) صفحہ ۱۲ جس کے تیسرے جزو میں الکیبیا دیس کی جائداد کا ذکر ہے۔

میں بہت مقبول ہے اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ اس میں مزید تعویق کی جائے۔ اور اگر ان الزاموں کی تحقیقات کی گئی جو اس کے خلاف عائد کیئے گئے ہیں تو غالباً وہ ان سے بری ہو جائیگا۔ اسی لیئے اُس نے خیال کیا کہ فوراً تحقیقات ہونے سے اسے یقیناً فائدہ ہوگا۔ اس کے برعکس اس کے مخالف محض اسی سبب سے تحقیقات کو معرض التوا میں ڈالنا چاہتے تھے۔ اور اُنھوں نے ان امور کو جو ہنوز الکبیادیس کے دل میں تھے ظاہر کر کے ان پر اور بھی زور دینا شروع کیا اور کہا کہ اگر فوراً تحقیقات کی گئی تو فوج کی روانگی میں دیر لگ جائیگی۔ آخرکار یہ ہی تحریک منظور ہوئی اور بیڑا روانہ ہو گیا۔[۵۲]

یہ پہلے سے طے ہو گیا تھا کہ بیڑا کوٹرکا ئرا میں مجتمع ہو اور اس قرارداد کے بموجب کل ایک سو چونتیس سہ طبقہ جہاز وہاں پہونچ گئے جن میں سے ایک سو ایتھنز کے تھے اور چونتیس حلیفوں نے بھیجے تھے ان جہازوں پر ۵۱ ہوپ لیت اور صرف ۳۰ سوار تھے سواروں کے لیئے ایک جہاز اور سامان رصد کے لیئے تیس جہاز مخصوص تھے۔ ان کے علاوہ باربرداری کے لیئے سو مزید کرایہ کی کشتیاں اور بہت سی تجارتی کشتیاں تھیں جنھیں ان کے مالکوں نے اپنے خرچ سے بیڑے کے ساتھ کر دیا تھا۔ ممکن ہے کہ جنگجوؤں کی تعداد چھتیس ہزار تک پہنچ گئی ہو شاید اس سے پہلے ایسا واقعہ شاید کبھی پیش نہیں آیا کہ ایتھنز نے اس قدر عظیم الشان فوج اور جہاز جمع کیئے ہوں۔

اس مہم کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایتھنز کی نہایت وسیع پیمانے پر بلاد مغربی میں

---

[۵۲] سنہ ۴۱۵ ق م تا سنہ ۴۱۳ ق م کی ایتھنز کی مہمات سسلی کے حالات کا ماخذ طوسی دیدس ہے جس کا چھٹا اور ساتواں مقالہ عام جغرافی حالات اور تاریخی مواد کے لیئے تحقیق اور راستی کا گویا ایک نمونہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ یہاں میں اپنی کتاب "قدیم سسلی کی تاریخ" کا ذکر کروں جہاں میں نے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور اپنی اور کاوالاری کی متفقہ تصنیف "سرقوسہ کا جغرافیہ باعتبار آثار قدیمہ" کا بیان کروں (پالرمو ۱۸۸۳ء) جسکی چار جلدیں اور اُن کے علاوہ نقشوں کی ایک جلد ہے۔ ان نقشوں کو ب' لوئیس نے جرمن جامہ پہنایا ہے اور اس کا نام "بلدیہ سرقوسہ بہ زمانہ قدیمہ" (اشتراس بورگ ۱۸۸۳ء) رکھا ہے اور اس کتابچہ میں میرے اکثر نقشوں کی نقل مندرج ہے۔ ۱۸۸۳ء میں کارلسروہ میں جو لسانیات کے علما کا جلسہ ہوا تھا

فتوحات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور گو محض نام کے لیئے یہ عظیم الشان فوج سگنتہ اور لیون تی نی کی مدد کے لیئے آئی تھی مگر سر قوسہ ہی دشمن کی قوت کا مرکز تھا۔ اسی وجہ سے یہ ضروری تھا کہ جیسے جیسے واقعات مختلف پیرایہ اختیار کرتے جائیں ویسے ہی سپہ سالار مختلف معاملات طے کرلیا کریں جب سگنتہ سے یہ خبر آئی کہ بجائے رقوم موعودہ کے انھیں صرف تیس تالنت ملینگے جن سے فوج کی تنخواہ اور دوسرے خرچ صرف ایک ہفتے کیلیئے چل سکینگے تو سپہ سالاروں نے ایک مجلس جنگ بمقام رھیگیوم منعقد کی کہ آیندہ کا پیش نامہ طے کریں۔ اس مجلس میں تینوں سپہ سالاروں میں اختلاف رائے پیدا ہوگیا۔ لاماخوس ایک کارگزار شخص تھا اُس نے یہ تحریک کی کہ سر قوسہ پر فوراً حملہ کردیا جاے۔ اس کے برعکس نکیاس نے کہا کہ سب سے پہلے ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ آخر اس جنگ کا اصل مقصد کیا ہے اور یہ صلاح دی کہ چونکہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ سگنتہ ناقابل اعتبار ہے اس لیئے کم سے کم لیون تی نی کے لیئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے اور اگر ہم اس کے لیئے کچھ نہ کرسکیں تو پھر گھر واپس جانا چاہیئے۔ مگر اس مہم کا روح رواں الکبیا دیس تھا اور اس نے یہ رائے دی کہ پہلے تو ہم مختلف بلدیات کو اپنا طرفدار بنالیں اور پھر سر قوسہ کے خلاف کوچ کریں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر سر قوسہ پر حملہ ہی ہوتا تھا تو لاماخوس کی صلاح سب سے بہتر تھی اس لیئے کہ سر قوسہ پر صرف ایک ہی طرح قبضہ کیا جاسکتا تھا۔ وہ یہ کہ اس کی رسد کا راستہ مسدود کرنے کے بعد اُسپر فوراً حملہ کردیا جائے تاکہ وہ مدافعت کا خاطر خواہ انتظام نہ کرسکے۔ الکبیا دیس کا مقصد صرف اس حالت میں سودمند ہوتا کہ سر قوسہ پر قبضے کا خیال ہی چھوڑ دیا جاتا اور اہم ساحلی بلدیات کو اپنی طرف کرکے فارقلیس کی مخصوص حکمت عملی کے مطابق محض بحری تفوق حاصل کرنے پر اکتفا کیا جاتا۔ مگر چونکہ الکبیا دیس کو یہ حکمت عملی ناپسند تھی اسلیئے

صفحہ ۴۲۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس میں میں نے ایتھنریوں کی پسپائی اور دریائے اسی نارس پر تباہی کے حال پر ایک مضمون پڑھا تھا۔ میں نے میدان جنگ اور اس کے مضافات کی ذاتی طور پر تحقیقات کی ہے اور اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اکثر ایوم لیپاس کو جو راستہ جاتا تھا وہ اور آج کل کا وادی شاہی نالہ یا نالہ کو لاتیریا ایک ہی چیز ہیں بہرحال اگر ناظرین اس موضوع کا حال تفصیل سے پڑھنا چاہیں تو تصانیف متذکرہ بالا میں بہت کچھ مواد ملجائیگا۔

اس کی تدبیر ناقص تھی۔ اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ اس میں تدبر کے جوخداداد جوہر ہیں اُن کے مظاہرے کا موقعہ مل جائے اور محض سرقوسہ پر حملہ کرنے سے اسے اسکا موقعہ بہت کم حاصل ہوتا۔ چونکہ وہ خود سپہ سالار اعظم تھا اور اس کی تدبیر اس کے دونوں ساتھیوں کے مقابلے میں گویا ایک درمیانی تدبیر تھی اس لیئے اسی تحریکات پر عمل درآمد ہوا لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ خود کتانا نے بھی جو ایک خالکیسی بلدیہ تھا ایتھنز کے ساتھ بخوشی اتحاد عمل نہیں کیا بلکہ ایتھنزیوں نے اسے اپنے ساتھ شامل ہونے پر مجبور کیا۔ اور قبل اسکے کہ ایتھنزیوں کی یہ کوشش بار آور ہو کہ شہر کا ماریناُنکا ساتھ دے ایتھنز سے الکیبیادیس کی طلبی کا حکم آگیا۔ بات یہ ہوئی کہ اس کے غیاب سے فائدہ اُٹھا کر اُس کے دشمنوں نے ہرمیس کے مجسموں کے توڑنے کا مقدمہ دائر کر دیا تھا اور وہ اب زیر سماعت تھا۔ اس میں ایک مخبر نے ایک بیان دیا جس سے عوام الناس کو بہت اشتعال ہوا اور جب اندوکی دیس نے اپنے بچاؤ میں ایک تقریر کی اور اس میں بہت سے لوگوں پر حملہ کیا تو ان سب کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ گو اس سے عامۃ الناس کے ہراس میں کچھ کمی ضرور ہوئی مگر وہ یہ چاہتے تھے کہ واقعات کی اصلیت سے آگاہ ہو جائیں اور یہ معلوم کر لیں کہ الکیبیادیس کے خلاف جو استغاثہ دائر ہوا ہے وہ کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے۔ اس لیئے سرکاری کشتی سالامینیا اسے لینے کیلئے سسلی روانہ کی گئی تاکہ اسے بازپرس کا موقعہ مل جائے۔ الکیبیادیس اس کشتی کے ساتھ ساتھ اپنے ہی جہاز میں چلا مگر تھوریئی پہونچنے پر آنکھ بچا کر فرار ہو گیا اور ایتھنزیوں نے فوراً اس کے خلاف بھی سزائے موت کا حکم صادر کر دیا۔ اُس نے اس حکم کا کئی مرتبہ ایتھنزیوں سے بدلا لیا مگر سب سے پہلا عوض یہ لیا کہ ایک جعلی مراسلے کے ذریعے سے مسانا پر اپنا اثر ڈال کر اس کو ایتھنز کی طرفداری سے باز رکھا اب جنگ کی رہنمائی کا کام کلیئیٹ نکیاس کے سپرد ہو گیا۔ اور اس نے حتی المقدور نہایت حزم و احتیاط سے کام کیا۔ وہ بیڑے کے ساتھ سسلی کے شمال و مغربی ساحل کیطرف چلا اور شہر ہی کارا پر قبضہ کر کے کچھ فوج کو بری اور کچھ کو بحری راستے سے لیکر واپس کتانا چلا آیا۔

ایتھنزی سرقوسیوں کے نشانۂ تضحیک بن گئے تھے۔ اور دشمن کے اس خاص

طرز خیال سے فائدہ اُٹھا کر ایتھنزیوں نے ایک چال چلی۔ اُنھوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اُن کے لشکر گاہ کی حسب دلخواہ حفاظت نہیں کی جاتی۔ یہ سنکر سرقوسیوں کا جی چاہا کہ کسی روز صبح کے وقت ایتھنزی پڑاؤ پر یک بیک حملہ کر دیں۔ ایتھنزیوں نے خفیہ طور سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ سرقوسی فلاں روز حملہ کرینگے اور جب سرقوسیوں کے ایتھنزی لشکر گاہ پہونچنے سے پہلے ہی انھوں اپنی تمام فوج سرقوسہ کے بندرگاہ پہونچا دی تھی اور دریائے اناپوس میں خندقیں کھود کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا۔ مگر یہ مقام شہر سے اتنا قریب نہ تھا کہ یہاں سے شہر کے چاروں طرف ایک فصیل بنائی جا سکے اور اس کے بغیر سرقوسہ کا قبضہ ناممکنات سے تھا۔ اسی وجہ سے ایک چھوٹی سی لڑائی میں کامیاب ہونے پر وہ پھر کتانا واپس چلے گئے۔

اب ۴۱۵ ق م کا موسم خزاں شروع ہو گیا تھا اسلیئے دونوں فریقوں نے لڑائی بند کر دی اور آیندہ سال کے لیئے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ سرقوسیوں نے اپنے استحکامات خشکی کی جانب وسیع کرنے شروع کیئے اور نئے سپاہ دار مقرر کیئے جنمیں سب سے ذی اختیار ہرموکراتیس تھا اور ساتھ ہی ہر طرف خصوصاً پیلوپونیز کی ریاستوں سے مدد کے لیئے استدعا کی۔ ایتھنزیوں نے یہ کوشش کی کہ کاماریناؔ اور مسانا کو اپنی طرف کر لیں مگر اس میں وہ ناکام ہوئے اور اُن کے بجائے صقالی قوم نے اُن سے اتحاد کر لیا۔ فریقین کی تدابیر میں سب سے موثر تدبیریں وہ تھیں جو اسپارٹا نے الکیبیاڈیس کی تحریک سے اختیار کیں۔ الکیبیاڈیس نے اب اپنی خدمات کلیتہً اسپارٹا کے سامنے پیش کر دیں اور اسطرح اسپارٹا کی مدد کے لیئے ایک ایسا شخص آ گیا جو ایتھنز کی کمزوریوں سے بخوبی واقف ہونیکے علاوہ نہایت بیدار مغز بھی تھا۔ اور ایسے آدمی کی اسپارٹا کو ابتدا سے ہی اشد ضرورت تھی۔ اسپارٹا نے الکیبیاڈیس کے کہنے سے اٹیکا کے شہر دیکیلیا پر قبضہ کر کے اسے قلعہ بند کر دیا اور وہاں اپنا ایک لشکر متعین کر دیا جو ایتھنز کے لیئے گویا ایک وبال جان ہو گیا اس کے ساتھ ہی انھوں نے ایک سپہ سالار گی لپوس کو سرقوسہ روانہ کیا جسکی خدمات سرقوسیوں کے لیئے نہایت ضروری تھیں اس لیئے کہ وہ اکثر اپنے سرداروں کی اطاعت سے گریز کیا کرتے تھے۔ غرض یہ ہے کہ الکیبیاڈیس نے مذکورۂ بالا دو امور کی اسپارٹیوں کو

صفحہ ۴۷۳

ہدایت کرکے اپنی مادر وطن کی تباہی اور بربادی کا بیج بو دیا۔

اسی زمانے میں ارسطوفانیس نے اپنا ناٹک جس کا نام "طائران" تھا ایتھنیوں کے سامنے پیش کیا جسمیں اُس نے ایسے پرندوں کی تصویر کھینچی جو دنیا کو الٹ دینے کی قابلیت رکھتے تھے اور ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ دیوتاؤں اور انسانوں سے اپنی خدمت کرائیں[1]۔ ۴۱۴ ق م میں ایتھنیوں نے سرقوسہ کے خلاف چند نہایت موثر اور پرزور تدبیریں اختیار کیں۔ وہ نہایت خموشی کے ساتھ اس خلیج کے کنارے پر جو شہر کے شمال میں واقع تھی یعنی اس سطح مرتفع کے دامن میں اتر گئے جہاں سے شہر کا حصہ مغرب کی طرف چلا جاتا ہے اور اس پر قبضہ کرلیا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں سے شہر کی ناکہ بندی ہوسکتی تھی۔ بلاشبہ سرقوسیوں کو یہ چاہیئے تھا کہ اس حدب پر جس کا نام اپی پولائے تھا ایتھنیوں کا قبضہ نہ ہونے دیں۔ اس کے چاروں طرف نہایت ڈھلواں پہاڑیاں اور چٹانیں تھیں اور اس کی بہت آسانی سے حفاظت ہوسکتی تھی۔ مگر سرقوسی اتنے بے پروا تھے کہ انھیں ان مقامات کے مستحکم کرنے کا اسوقت خیال پیدا ہوا جب موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ بہرحال یہاں ایتھنیوں نے اپنے آپ کو قلعہ بند کرلیا۔ پہلے تو انھوں نے اس سطح مرتفع کے شمالی کنارے پر قلعہ لبدالوم تعمیر کیا کہ سمندر کے راستے پر قابو پا سکیں۔ اس کے بعد اس سطح کے وسط میں ایک اور مدور قلعہ بنایا اور اس قلعہ کے جنوب میں بڑے بندرگاہ کی طرف اور شمال میں کھلے سمندر کی جانب فصیلوں کا ایک سلسلہ تعمیر کرنا شروع کیا۔ انکا اصل مقصد یہ تھا کہ سرقوسہ مغربی حصۂ ملک سے بالکل علیحدہ کردیا جائے صفحہ ۴۰۲
چونکہ ایتھنز کو بحری تفوق حاصل تھا اسلیئے فصیلیں مکمل ہوجانے کی صورت میں تو آخر کار سرقوسہ کو ہتھیار رکھ دینے پڑینگے بدیں وجوہ سرقوسی تو یہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح فصیل مکمل نہ ہو اور ایتھنزیوں کی یہ خواہش تھی کہ جسقدر جلد یہ بن جائے اتنا ہی اچھا ہے یہ ممکن تھا کہ جب ایتھنزی اس دیوار کی تعمیر میں مشغول ہوں اسوقت سرقوسی اُن پر حملہ

[1] میرا خیال ہے کہ "طائران" نہ تو ہجو یہ ہے اور نہ اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی خاص سیاسی واقعے کی تعریف و توصیف کی جائے بلکہ دراصل وہ اس احساس کا شاعرانہ مظاہرہ ہے جو اس زمانے میں ہر ایک ایتھنزی کو تھا۔ وہ یہ کہ ایتھنزیوں کو کوئی نہ کوئی عظیم الشان اور لاثانی کارنمایاں انجام دینا چاہیئے۔

کردیں۔ مگر اس کے لیئے جرأت اور ہمت درکار تھی لہذا انھوں نے ایک اور طریقہ اختیار کیا یعنی ایک دیوار تیار کی جو سرقوسہ کی شہر پناہ سے شروع ہو کر اس جگہ تک چلی گئی جہاں تک اتیخضری فصیل کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ اور یہ ناممکن ہوگیا کہ اتیخضری اب اپنی فصیل کو مکمل کر سکیں۔ اسطرح ایک فصیل تو مکمل ہوگئی اس لیئے کہ سرقوسیوں کی طرح اتیخضریوں کو بھی اس کی جرأت نہ ہوئی کہ جب دشمن اپنے کام میں مصروف ہو تو اُسپر حملہ کر دیں لیکن دیوار مکمل ہو جانے کے بعد ایک ترکیب چلکر اس پر قبضہ کر لیا۔ اب سرقوسیوں نے ایک اور استحکام دیوار اراضی پر تعمیر کرنا شروع کیا جو اپی پولائے اور بندرگاہ کے درمیان تھی۔ مگر چونکہ اس زمین میں دلدل ہی دلدل تھی اس لیئے وہ صرف ایک خندق ہی کھود کر رہ گئے اور فصیل بنانا ناممکن ہوگیا۔ اتیخضریوں نے اس پر بھی حملہ کر دیا اور اسے لے لیا مگر اس لڑائی میں لاماخوس کے مارے جانے سے اُنھیں ناقابل تلافی نقصان اُٹھانا پڑا۔ اس لیئے کہ لاماخوس سپہ سالاروں میں سب سے زبردست فوجی مبصر تھا اور اپنی زندگی میں اس نے بہت سی مہمات نہایت ہوشیاری سے سر کی تھیں۔ اس کے مارے جانے کے بعد مہم کی سرکردگی نکیاس کے سپرد ہوئی مگر چونکہ اس کے خصائل میں سستی اور لیت ولعل کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لیئے اس مہم میں سخت ناکامی ہوئی اور آخر کار اتیخضری فوج کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ کچھ عرصے تک معاملات اتیخضریوں کے موافق رونما ہوتے رہے اور سرقوسیوں کی ہمت جواب دینے لگی۔ نکیاس کو چاہیئے تھا کہ پوری فصیل فوراً تیار کر لیتا۔ مگر بجائے شمالی کنارے کے ختم کر دینے کے اُس نے اس کی تعمیر ہی روک دی اور جنوب کی طرف دوسری فصیل بنا دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گی لپوس شمال کے کھلے ہوئے راستے میں ہو کر نکل آیا اور سرقوسہ پہنچ گیا۔ اس کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اسے اتیخضری ملاح گرفتار نہ کر لیں۔ اس لیئے براہ راست سرقوسہ جانے کے بجائے وہ جزیرے کے شمال میں ہمرا پر اُتر گیا اور بری راستے سے سیدھا محصور شہر کو چلا آیا۔ اسپارٹی دوریانی اقوام کے قدیمی رہبر تھے چنانچہ اس کے آنے سے نہ صرف سرقوسیوں کے دل بڑھ گئے بلکہ اسنے انکو فوجی تعلیم و تربیت بھی دینی شروع کر دی۔ سب سے پہلے گی لپوس نے اتیخضریوں کو کھلے میدان میں شکست دی جس سے اُن کے استحکامات کی تکمیل ناممکن ہوگئی۔ اس کے بعد جب

صفحہ ۴۰۵

اُس نے لبدالوم پر بھی قبضہ کرلیا تو سرقوسیوں کے دل اس قدر بڑھ گئے کہ اُنھوں نے خاص ایتھنزی بیڑے پر حملہ کرنے کا تہیہ کرکے اس مقصد کے لیئے جہاز آراستہ کرنے شروع کردیئے اب صورت حال گویا یہ تھی کہ سرقوسی جو ہر چہار طرف سے محصور تھے ایسے لشکر پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے تھے جس کی بحری قوت و اقتدار کا چار دانگ عالم میں شہرہ تھا۔ نکیاس نے آگے بڑھکر جزیرہ نمائے پلے میریوم پر قبضہ کرلیا جو اورتی گیا کے مقابل واقع ہے اور بڑے بندرگاہ کے راستے کی حفاظت کرتا ہے۔ مگر گی لپوس نے اس چال کا یہ جواب دیا کہ ایک تیسری فصیل تعمیر کی جس کا مقصد یہ تھا کہ ایپی پولائے کا شمالی نصف حصہ اس جنوبی حصے سے جس پر ایتھنزیوں نے قبضہ کرلیا تھا بالکل علٰحدہ ہوجائے تاکہ ایتھنزی مدد و رسد کسی طرح تیار نہ کرسکیں۔

اب سرقوسیوں کا پلہ قطعی طور بھاری ہوچکا تھا مگر ایتھنزی اپنی دُھن میں برابر لگے ہی رہے۔ نکیاس کی خواہش تو یہ تھی کہ ایتھنز واپس جانا چاہیئے مگر اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ جبتک ایتھنز سے اجازت نہ آجائے اُس وقت تک واپسی کا ارادہ بھی کرے۔ اور جب ۴۱۴ء ق م کا خوش گوار موسم ختم ہوا تو اس نے محض اس پر اکتفا کیا کہ صورت حال کا مفصل بیان لکھ کر ایتھنز روانہ کردے اس میں یہ بھی صاف صاف لکھ دیا کہ یا تو ایتھنزی اس مہم سے دست بردار ہوجائیں ورنہ ایک نئی بڑی اور بحری فوج روانہ کریں۔ اور ان سے یہ التجا کی چونکہ اس کی تندرستی اچھی نہیں ہے اسلیئے ایتھنز واپس جانے کی اجازت دی جائے۔ اس کی یہ آرزو تو پوری نہ ہوئی۔ مگر ایتھنز نے ایک نئی فوج آراستہ کرکے یوری مدون اور دیموس تھنیس کو اس کی مدد کے لیئے روانہ کیا۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ بیڑا پہنچیں نکیاس کو سرقوسی ایک نہایت زبردست شکست دیچکے تھے۔ ۴۱۳ء ق م میں سرقوسیوں نے ایتھنزی بیڑے پر حملہ کردیا جس میں اُنھیں گونہ کامیابی ہوئی اور ایتھنزیوں کو سخت شکست ہوئی سرقوسیوں نے پلے میریوم کے استحکامات پر بھی قبضہ کرلیا اور اس سے نہ صرف اُنھیں وہاں کا تمام سامان جنگ مل گیا بلکہ یہ ممکن ہوگیا کہ وہ بڑے بندرگاہ کے راستے کی جہاں ایتھنزی بیڑا پڑا ہوا تھا ناکہ بندی کرکے ایتھنزی بازگشت کو روک دیں۔ اب انھوں نے ایتھنزی بیڑے پر پھر حملے کرنے شروع کردیئے اور ایک معرکے میں ۷۰ ایتھنزی ۴۱۳ء

سہ طبقہ جہازوں کو ۸۰ سرقوسی جہازوں نے شکست دیکر انھیں ایک بحری مورچے کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور کردیا۔ اب ایتھنزی اس بندرگاہ سے نہیں نکل سکتے تھے اور اگر انھیں ایتھنز سے مدد نہ پہنچتی تو اُن کا دہین کام تمام ہوجاتا۔

مگر عین وقت پر کمک پہنچ گئی اور ڈیموس تھنیس ۷۳ سہ طبقہ جہاز پانچ ہزار ہوپ لیت اور بہت سے ہلکے ہتیاروں والے سپاہیوں کو لیکر آگیا۔ وہ فوجی کرتب اور چالوں کا استاد تھا اور اُس نے پہنچتے ہی یہ سوچا کہ موقعہ کھونا نہیں چاہئے اور فوراً وہ استحکام لے لینے چاہئیں جنکی مدد سے خاص سرقوسہ پر قبضہ ہوسکے۔ جو حدب سرقوسہ کے مغربی جانب پھیلا ہوا تھا اس پر پہلے ہی سے نکیاس نے قبضہ کرلیا تھا اور گی لپوس نے اس کے وار پار ایک دیوار بناکر ایتھنزیوں کو حدب کے جنوبی حصے میں گویا نظر بند کرکے شمالی حصے کو اندرون ملک کے ساتھ رسل ورسائل کیلئے کھول دیا تھا۔ اس دیوار پر براہ راست حملہ کرنا ایتھنزیوں کی دور اندیشانہ روایات کے منافی تھا اس لئے اس کی ضرورت تھی کہ جتے المقدور یک بیک حملہ کرکے اسے لے لیا جائے۔ اور یہ صرف ایک ہی طرح سے ممکن تھا یعنی یہ کہ رات کے وقت اس کے پیچھے آکر دشمن کو شہر کی طرف دھکیل کر جسقدر جلد ہوسکے دیوار منہدم کردی جائے۔ یہ دیوار مثلث سطح مرتفع کے مغربی کنارے تک برابر چلی جاتی تھی اور ڈیموس تھنیس کی تدبیر یہ تھی کہ ایتھنزی رات کے وقت اس حدب کے دامن میں جاکر اس پر شمال کی طرف سے چڑھیں اور فصیل کے اندر کی جانب پہنچ جائیں۔ چونکہ اس مقام پر دشمن کو اُن کا انتظار نہیں ہوگا اس لئے وہ گھبرا جائینگے اور مغلوب ہوجائینگے۔ مگر جب اس طریق کار کو عمل میں لانے کی کوشش کی گئی تو خود حملہ آور سپاہ کو ہی شکست ہوئی۔ سرقوسی لشکر امید سے زیادہ ہوشیار نکلا اور چاند کی روشنی ناکافی ہونے کی وجہ سے ایتھنزی اس نئے مقام کا راستہ بھول گئے۔ بیوتیہ کی امدادی فوج نے اسے بڑھنے نہ دیا اور وہ چار و ناچار واپسی پر مجبور ہوگئے۔ یہ پسپائی بہت جلد شکست فاحش کی شکل میں تبدیل ہوگئی وہ چٹان پر سے گرادئے گئے اور صرف ایک ہی رات میں اُن کے قریب قریب دو ہزار پانچ سو آدمی کام آئے۔

اب ہر ذی شعور یہ اندازہ کرسکتا تھا کہ سرقوسہ کی تسخیر ممکن نہیں۔ اور

صرف یہ ایک ہی بات باقی رہ گئی تھی کہ ایتھنزی کسی نہ کسی طرح اپنے گھر واپس چلے جائیں۔ مگر نکیاس کی یہ رائے نہ تھی۔ اسے خوف تھا کہ اگر وہ ایتھنز گیا تو اسکی کارروائیوں کی عام تحقیقات کی جائیگی۔ اور اسے یہ بھی خیال ہوگیا تھا کہ ایتھنزیوں کی حالت کچھ ایسی زیادہ خراب نہیں ہے بلکہ سرقوسہ کی حالت نازک ہے اور شہر میں ایک گروہ ایسا پیدا ہوگیا ہے جو بلا تکلف شہر کو ایتھنزیوں کے حوالہ کردیگا۔ اس کا یہ خیال ایک حد تک درست تھا۔ مگر یہ فریق صرف اسی وقت میں سر اُٹھاتا جبکہ اس کو ایتھنزیوں کی صریح تفوق کا ثبوت مل جاتا حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ ایتھنزی قوت وجبروت کا خاتمہ ہو چلا تھا۔ بہرحال دیموس تھنیس کے کہنے سے نکیاس ایک مفاہمے پر راضی ہوگیا وہ یہ کہ تمام فوج کتانا چلی جائے اور وہاں پہنچ کر آیندہ کارروائی کے متعلق غور کیا جائے۔ مگر ۲۷ اگست ۴۱۳ ق م کو ایک چاند گہن پڑگیا اور چونکہ یہ بہت برا شگون تھا اس لئے نکیاس نے اپنی روانگی ۲۷ (۹×۳) روز کیلئے ملتوی کردی۔ ایتھنز کو شکست فاش دینے کے لئے سرقوسیوں کو ہرگز اتنی مدت درکار نہ تھی۔ اُن کے پاس صرف ۷۶ جہاز تھے۔ اُنھیں کو لیکر وہ ایتھنز کے ۸۶ جہازوں سے جنگ آزما ہوئے اور انھیں شکست دیدی۔ اس لڑائی میں خود دیوریمدون بھی کام آیا۔ اب سرقوسیوں نے بندرگاہ کے راستے کے سامنے بہت سے جہاز برابر برابر زنجیروں میں جکڑ کر کھڑے کردئے تاکہ بندرگاہ سے ایتھنزی باہر نہ نکلنے پائیں۔ اور جب ایتھنزیوں نے یہ کوشش کی کہ اس زنجیرے کو توڑ کر باہر نکل آئیں اس وقت فریقین میں آخری مرتبہ شدید جنگ ہوئی جس کے نتیجہ کے لئے سرقوسہ اور ایتھنز دونوں مملکتوں کے سپاہی نہایت بیچینی کے ساتھ منتظر تھے اس لئے کہ اگر ایتھنزیوں نے زنجیرہ توڑ ڈالا تو وہ فوراً اپنا لشکر جہازوں میں سوار کرکے کتانا یا ایتھنز چلے جائینگے وہ اس زنجیرہ کے توڑنے میں تو کامیاب ہوگئے مگر فتح کا سہرا سرقوسیوں کے ہی سر رہا کیونکہ بعض ایتھنزی جہاز تو فوراً گرفتار ہوگئے اور چند خشکی پر چڑھ کر تباہ ہوگئے۔ صفحہ ۴۷

اب دیموس تھنیس نے آخری کوشش کی کہ وہ اس پھندے سے عزت کے ساتھ نکل جائے ایتھنزی بیڑے میں ساٹھ کشتیاں باقی رہ گئی تھیں اور سرقوسیوں کے

پاس صرف پچاس ممکن تھا کہ اتیخفری ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کریں۔ اس تجویز پر خود نکیاس بھی راضی ہوگیا مگر ملاحوں نے لڑنے سے صاف انکار کردیا۔ اب جتنی کشتیاں باقی رہ گئی تھیں سب میں آگ لگادی گئی اور یہ قرار پایا کہ فوج بری راستے سے واپس جائے۔ اس کے برعکس سرقوسیوں کا اسی میں فائدہ تھا کہ دشمن کچھ دیر اپنی جگہ پڑا رہے تاکہ ایک ہی دن میں مختلف سڑکوں پر سپاہی متعین کردئے جائیں جو اُن کے پسپائی میں مزاحم ہوں۔ اسی لئے ہرموکراتیس نے ایسے لوگوں کو اتیخفری لشکرگاہ میں بھیجا جنھیں وہ اپنا دوست سمجھے ہوئے تھے اور انھوں نے اتیخفریوں سے کہا کہ آج تو سڑکوں پر سنتری کھڑے ہیں مگر راستے ایک آدھ روز میں کھل جائینگے ان چالبازوں کے کہنے کو کمبخت اتیخفریوں نے باور کرلیا اور اسی پر عمل کیا۔ صفحہ ۴۷۸

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بحری جنگ کے دوسرے روز اتیخفریوں نے واپسی کی تیاریاں شروع کردیں۔ سرقوسی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اتیخفری کتا نا کو جائینگے اسلئے انھوں نے اس طرف کی تمام سڑکوں پر قبضہ کرلیا لیکن اس کے برخلاف اتیخفری اندرون مُلک کی طرف بڑھے تاکہ وہ پہلے کسی ایسے شہر میں پہنچ جائیں جو اُنکا طرفدار ہو۔ سپاہیوں کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ چالیس ہزار آہستہ خرام نفوس گرمی کی شدت اکثر زخم خوردہ راستوں سے ناآشنا ہر قدم پر دشمن کے حملے غرض اُنکی کیفیت ناگفتہ بہ تھی بالفعل وہ یہ چاہتے تھے کہ سرقوسہ کے مغرب میں اندرون مُلک کیطرف جو پہاڑیاں ہیں وہاں کسی طرح سے پہنچ جائیں تاکہ وہ آزادی سے نقل وحرکت کرسکیں وہاں پہنچنے کیلئے وہ ایک گھاٹی سے گزر کر جہاں سطح مرتفع میں نکل آتے۔ مگر وہ اتنے آہستہ چل رہے تھے کہ سرقوسی ہر طرف اُن سے آگے نکل گئے۔ پہلے دن وہ صرف پانچ میل چلے لیکن اس کے بعد اُن کی رفتار اور بھی آہستہ ہوگئی جس نالے پر ہوکر وہ حدب پر چڑھنا چاہتے تھے وہ ایک چٹان پر ختم ہوجاتا تھا جس کا نام اکرایوم لیپاس تھا (اس لئے کہ اُسپر سے اکرائے کو راستہ جاتا تھا جس کا نام اب پالاتسولو ہے) مگر سرقوسی پہلے سے اس چٹان پر موجود تھے اور اتیخفری اُس پر قبضہ نہ کرسکے۔ اور جس راستے آئے تھے جب اسی راستے واپس ہونا چاہا تو قریب تھا کہ دشمن اُن کی راہ میں حائل ہوجائے اُنھیں گرفتار کرلے۔ مگر کسی نہ کسی طرح وہ ساحل پر ہوتے ہوئے کھلے میدان میں جانکلے

اور وہاں پہنچکر اس امید پر جنوبی سمت اختیار کی کہ انھیں کسی اور نالے کے راستے سے حدب پر چڑھنے کا موقعہ مل جائیگا انھوں نے اپنی فوج کیے دو ٹکڑے کردئے اگلے ٹکڑے کے ساتھ نکیاس تھا اور پچھلے کے ساتھ دیموس تھنیس۔ اس انتظامی تبدیلی کی وجہ سے کچھ دیر تک تو وہ دشمن کو دھوکا دیتے رہے۔ مگر سرقوسی وہاں بھی بہت جلد پہنچ گئے۔ اور پہلے تو انھوں نے دیموس تھنیس کو ایک باغیچہ میں جس کے چاروں طرف دیوار بنی ہوئی تھی گھیر لیا اور ہتیار رکھ دینے پر مجبور کیا پھر نکیاس کو چاروں طرف سے محصور کرلیا اور اسے دریائے اسی ناروس کے کنارے شکست دیکر گرفتار کرلیا۔ صفحہ ۴۷۹

سرقوسیوں نے نکیاس اور دیموس تھنیس کو تو فوراً قتل کردیا۔ اور باقی سپاہیوں کو وہ اپنے پتھر کی کانوں میں لیگئے جو قدرتی چٹانوں کے نشیب میں تھیں اور گو اُن میں اب تو کسی باغ کے طرح درخت اور سبزہ زار نظر آتا ہے مگر اسوقت پتے کا نشان بھی نہ تھا۔ یہ بیچارے چند ماہ گرمی اور جاڑے میں قسم قسم کی تکلیفیں اُٹھاکر آخرکار مرگئے۔ پسپائی کے وقت بعض ایتھنزی فرار ہوگئے تھے۔ ان میں سے کچھ تو گرفتار ہوگئے اور بعض کو بیچارے دیہاتیوں نے پناہ دی۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں اُن میں سے بعض ایتھنزیوں کی صرف اس وجہ سے آؤ بھگت ہوئی کہ انھیں یوریپدیس کے ناٹکوں کے چند فقرے حفظ یاد تھے اور سسلی میں اس کی نہایت قدر ہوتی تھی اور جو ایتھنزی سپاہی یوریپدیس سے بطور خود بھی واقف تھے وہ بہرصورت اچھے برتاؤ کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ حتےٰ کہ زمانہ مابعد میں اگر کسی ایسے ایتھنزی کا ایتھنز میں ذکر آتا جس نے اس مہم میں حصہ لیا تھا اور جو گم ہوگیا تھا تو لوگ کہتے کہ یا تو وہ مرگیا ورنہ سسلی میں تعلیم دیتا ہوگا۔

یہ شکست بالکل ویسی ہی تھی جیسی ایتھنزیوں کو مصر میں مل چکی تھی لیکن فرق یہ تھا کہ اب زمانہ بہت نازک ہوگیا تھا اور ایتھنز میں نہ تو کیمون کے سے سپہ سالار رہے تھے نہ فارقلیس کے سے مدبر۔ لوگوں کے خصائل بھی بدل گئے تھے اور تعلیمات جدیدہ نے انھیں کم ہمت اور نامرد بنا دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس میں شبہ نہیں کہ خاص ایتھنزی قوم پر اس مصیبت کی بہت کم ذمہ داری عائد

ہوتی ہے۔ غالباً فوج نے اپنا فرض ادا کیا۔ مگر سپہ داروں میں سے صرف لاماخوس ہی ایسا تھا جس کے متعلق ادائے فرض کا حکم لگایا جا سکے۔ اور نکیاس نے صرف پسپائی کے وقت استقلال اور بلند پائگی کا ثبوت دیا تھا۔

ایتھنز چند روز پیشتر تو اس خواب کے نشے میں مخمور تھے کہ وہ دنیا جہاں پر حکومت کرینگے مگر اب اس خواب کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر سسلی مغلوب ہو جاتی تو سلطنت ایتھنز اس قدر وسیع ہو جاتی کہ اس پر ایک حکومت عمومیہ کا اقتدار قائم رہنا نہایت مشکل ہو جاتا۔ اسلئے کہ صرف ان ہی جمہوریتوں میں جنمیں اعیانی عنصر برسر اقتدار ہوتا ہے (جیسے وینس اور روما) بڑی بڑی سلطنتوں پر حکومت کرنے کی قابلیت ہوتی ہے۔ مگر اب یہ سوال باقی نہیں رہا تھا کہ ایتھنز کی سلطنت کو کس حد تک وسعت دی جائے۔ مسئلہ زیر بحث صرف یہ تھا کہ کہیں ایسا تو نہ ہو کہ خود ایتھنز کا ہی خاتمہ ہو جائے۔ صفحہ ۴۸۰

نوٹ باب ۲۷

اس باب کے مواد کے لئے صرف طوسی ویدش کی سند ہی تسلیم کی جا سکتی ہے۔ سسلی کے پہلے حملے کے لئے مفصلہ ذیل کتب کا مطالعہ کیا جائے:-

طوسی ویدش۔ (۳) ۸۶، ۸۸، ۹۰، ۹۹، ۱۰۳، ۱۱۵، ۱۱۶۔ (۴) ۱، ۴، ۲۵، ۵۸ تا ۶۵۔ ہولم: تاریخ سسلی ۲، ۴ وغیرہ اور ۴، ۴۔ گ، م کو لمبا "سسلی پر ایتھنز کا پہلا حملہ" پالرمو ۱۸۸۸ء فایاکس کی روانگی کے لئے طوسی ویدش ۵، ۴۵ اور ہولم: تاریخ سسلی ۲، ۴۰۵ کا مطالعہ کیا جائے۔

ایتھنز اور لیون تی نی اور رھیگوم کے عہدنامے ڈٹن برگر ۲۳ و ۲۴ میں ملینگے اور ایتھنز اور سگستہ کے صلحنامے کا بیان طوسی ویدش ۲، ۶ دیا ہوا ہے۔ ایک اٹیکائی تجویز عوام کے ایک حصے سے جسے کیوہلر نے "روئداد المانی انجمن آثار قدیمہ ایتھنز" ۴، ۲۹ وغیرہ میں شائع کیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہی سے ان دونوں میں اچھے تعلقات تھے۔ بہرحال ۴۵۴ء اس قدر قابل وثوق نہیں ہے جیسے کرتیوس فرض کر لیتا ہے (تاریخ یونان ۲ (۶)، ۸۳۷)

صفحہ ۴۸۲

باب ۲۸

جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام

ایتھنزیوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہوگئی اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ انھیں سسلی میں شکست فاش مل چکی تھی مگر سب سے زیادہ زک انھیں شہر کے اندرونی حالات سے پہنچی کیونکہ جب اسپارٹیوں نے الکیبادیس کے اشارے سے ایتھنز کے خلاف تگ و دو شروع کی تو اس کی وجہ سے انھوں نے نقصان عظیم اٹھایا۔

الکیبادیس نے ایتھنز کے راستے سے فرار ہونے کے بعد چند روز تھوریئی میں قیام کیا اور وہاں سے شہر کی لیتے ہوتا ہوا سیدھا اسپارٹا چلا گیا۔ اس کے غیاب میں ایتھنزیوں نے اس کے لئے سزائے موت کا حکم صادر کر دیا۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ وہ اسپارٹا کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہے اس لئے اسپارٹی اس عیار اور ہوشیار غدار سے کام نکالنے کا موقع پا کر نہایت خوش ہوئے اسی کے کہنے سے انھوں نے گی لیوس کو سسلی روانہ کیا اور اٹیکائی شہر دیکیلیا پر قبضہ کر کے اسے قلعہ بند کر لیا جس سے ایتھنز اور یوبیہ کے راستے کی گویا کنجی اُن کے قبضے میں آگئی۔ مگر اس کے لئے ایک بہانے کی ضرورت تھی اور اسپارٹیوں کو ۴۱۳ ق م میں وہ بہانا بھی مل گیا۔ ہوا یہ کہ اسپارٹیوں نے آرگوس کے ملک پر حملہ کر کے جنگ از سر نو شروع کر دی۔ ایتھنزی فوراً آرگوس کی مدد کے لئے آئے اور صرف اسی پر قناعت نہ کی بلکہ خاص لقونیہ کے ایک حصے کو بھی تاراج کر دیا۔ ایتھنز کا یہ رویہ حالت امن کے قطعاً منافی تھا۔ اب اسپارٹا کا ضمیر بالکل صاف ہو گیا اور انھوں نے یہ اطمینان تمام دیکیلیا کو قلعہ بند کر لیا۔ اس لشکر گاہ کے ذریعے سے اسپارٹیوں نے ایتھنز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ ایک تو اس سے اراضی کی کاشت میں رخنہ پڑ گیا اور غلاموں کی ایک بڑی تعداد دشمن سے جا ملی (یہاں تک کہ جنگ کے اختتام پر بیس ہزار غلاموں کا پتہ نہ نکلا کہ کیا ہوئے) لیکن سب سے

بڑی بات یہ ہے کہ ایتھنز اور یوبیہ میں خشکی کا راستہ بند ہوگیا اور اب صرف بحری راستہ باقی رہ گیا۔

صفحہ ۴۸۳ مگر یہ واقعات رفتہ رفتہ ظہور میں آئے اور سب سے پہلے تو ایتھنز کو مالی نقصانات ہی برداشت کرنا پڑے۔ حکومت کو روپیہ کی اس قدر ضرورت تھی کہ ایتھنزیوں کو وصول زر کی نوعیت میں تبدیلی کرنی پڑی اور انھوں نے بجائے خراج کے تمام بحری تجارتی اشیاء پر پانچ فیصدی محصول عائد کیا اس تبدیلی کا مقصد صرف یہ ہی نہ تھا کہ سلطنت کے مالی مشکلات میں کمی ہو جائے بلکہ اس میں ایک خاص سیاسی مصلحت بھی مضمر تھی وہ یہ کہ اس نئے محصول کا بار ایتھنزیوں اور اس کے حلیفوں دونوں پر پڑتا تھا اس لئے کہ حلیفوں کی شکایت ایک حد تک رفع ہوگئی تھی۔ اس زمانے میں ایتھنز کے شہریوں کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ سلطنت ایتھنز کے انتظام میں ذرا نرمی پیدا ہو جائے تو ایونیائیوں اور ایتھنزیوں کے باہمی تعلقات مضبوط ہو جائینگے۔ مگر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کا صحیح طریقہ بتاتا۔[1] حقیقت یہ ہے کہ جب ستمبر ۴۶۳ ق م میں یونان میں یہ خبر وحشت اثر پہنچی کہ ایتھنزی فوج کے مسلی میں ٹکڑے اڑ گئے تو اس وقت ایتھنزیوں کو معلوم ہوا کہ ان کا مستقبل نہایت تاریک ہے جس سے اُن کے دشمنوں کی (جن میں سے اول نمبر خود اس کے حلیفوں کا تھا) جان میں جان آگئی، جبتک ایتھنز کیطرف سے خوف لگا ہوا تھا اس وقت تک کسی کی مجال نہ تھی کہ چوں بھی کرے۔ اب اُنھیں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اُس کے اقتدار کا خاتمہ ہوگیا ہے چنانچہ اس موقع سے فائدہ اُٹھاکر اسپارٹیوں نے خاص شہر ایتھنز پر حملہ کر دیا۔ بادشاہ اگیس نے ویکلیا میں ایک طرح کی خود مختار حکومت قائم کرلی تھی اُس نے یہاں سے یہ کوشش کی کہ

[1] طوسی ویدش (۴، ۲۸) کا بیان ہے کہ یہ ایک بحری محصول تھا اور اُس کی مقدار "ہر چیز کی قیمت کا بیسواں حصہ" (۵ فیصدی) تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف درآمد پر عائد کیا جاتا تھا مگر گلبرٹ کا خیال ہے کہ یہ برآمد پر بھی لگایا جاتا ہوگا۔ اس کی عام نگرانی اور اس کے وصول کرنے کی ذمہ داری دس ناظموں (پورستائے) کے سپرد تھی (بیلوخ کا مضمون Rh. Mus. ۱۸۸۴ء ص ۲۴۹) ارسطوفانیس نے اپنے

مشرقی یونان سے روپیہ اور سپاہی جمع کرے۔ اسی زمانے میں اسپارٹیوں نے ایک متفقہ بیڑے کی تعمیر کا ارادہ کیا اور یہ قرار پایا کہ اس کے لئے ایک سو جہاز ہوں جن میں سے بیوتیہ اور اسپارٹا ۲۵، ۲۵ اور کورنتھ، فوکس اور لوکرس ۱۵، ۱۵ جہاز مہیا کرے اس سے بھی زیادہ اندیشہ ناک یہ امر تھا کہ ایتھنزی لیگ کے اراکین نے یکے بعد دیگرے بغاوت کرنی شروع کردی مشکل یہ پڑی کہ گو ایتھنز نے حکومت کی باگ ذرا ڈھیلی کردی تھی مگر لیگ کے اراکین میں ہرگز اتنی قابلیت نہیں تھی کہ وہ بطور خود کوئی کارنمایاں انجام دیسکیں لیکن اب اسپارٹا کے پاس بھی ایک بیڑا تھا اور یوبیہ اور لیسبوس نے اگیس سے اور خیوس اور ارتھرائے نے براہ راست اسپارٹا سے مدد کی درخواست کی۔ مگر ساموس متواتر وفادار رہا اور ایتھنزیوں نے اسی جزیرے کو اپنی جملہ فوجی کارروائیوں کا مرکز بنایا مگر جس بات سے ایتھنز کو سب سے بڑی زک ملی وہ یہ تھی کہ ایران نے اسپارٹا کی روپیہ کے ذریعے سے مدد کی اور سارڈس کے صوبہ دار تسافرنز نے اپنے قائم مقام اسپارٹا روانہ کرکے اُنکے ذریعے اس درخواست کی تائید کی جو خیوسیوں نے اسپارٹا سے کی تھی۔ ان سفیروں کی وساطت سے اس نے یہ بھی کہلوایا کہ میرے نام پائے تخت سے ایک فرمان صادر ہوا ہے جس میں مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ ساحلی بلدیات کا خراج جو قریب قریب ستر برس سے ادا نہیں ہوا اب وصول کرنا چاہیئے اور ساتھ ہی یہ امید ظاہر کی کہ پیلوپونیزی امورگیس (ولد پسوتھنیس) کی بغاوت کو فرو کرنے میں اس کی مدد کرینگے۔ بعینہ اسی طرح مگارا اور کیرکوس کے باشندوں صفحہ ۴۴۸

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ناٹک لی ستراتا (۵۸۲ وغیرہ) میں ایتھنزیوں اور ایونیائیوں کے باہمی اتحاد کا حوالہ دیا ہے اور بیلوخ (سیاسیات اٹیکا صـ۶۷) اس کی یہ تاویل کرتا ہے کہ اس زمانے میں یہ تحریک عام تھی کہ حقوق شہریت تمام حلیفوں کو دیدئے جائیں اور یہی مورخ Rh. Mus. ۱۸۸۵ء (صـ۴۴) میں اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ نوعیت محاصل کی تبدیلی سلطنت ایتھنز کے اجزا کے باہمی اتفاق وارتباط میں بہت کچھ ممد ومعاون ہوئی۔ اگر اتحاد محض تسادی محاصل سے ممکن ہوتا تو یہ نظریہ یقیناً صائب ہوتا۔

کے کہنے سے فرنا بازو نے بھی جو داسکیلیون کا صوبہ دار تھا یہ کوشش کی کہ اسپارٹا کو اپنی طرف کرکے ہیلیسپونٹ کے بلدیات کو اپنے اثر میں لے آئے۔ غرض یہ ہے کہ معاملات مسلی کا یہ نتیجہ ہوا کہ یکایک ہر ایک شخص اسپارٹا سے اتحاد عمل کرنے کا متمنی ہوگیا اور اسپارٹا نے ان وسائل کو غنیمت جانکر ان سے کام نکالنا چاہا۔ اسپارٹا کو اس کا مطلق خیال نہ تھا کہ یونانی بلدیات کا سلطنت ایران کے اقتدار میں آجانا جذبہ وطنیت کے بالکل منافی ہے۔ وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ ہمیشہ تو مداخلت ممکن نہیں لہذا کسی خاص موقعہ پر ایسے معاملے میں مداخلت کی جائے جس میں اسے سب سے زیادہ فائدہ پہونچنے کی امید ہو۔ اسپارٹا کو ایک ایسے مدبر کی ضرورت تھی جو موقعہ محل کا اندازہ کرکے اس سے استفادہ حاصل کرسکے مگر ایسا مدبر اسپارٹا میں کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ اب ایجیاڈیس نے اپنی چالاکی اور تجربے کا تمام وزن اسپارٹا کے پلڑے میں ڈال دیا اور اس کے اور ایران کے باہمی تعلقات مضبوط کرنے میں ممد و معاون ہوکر اس عظیم الشان شکست کی تیاری کی جو اس کے مادر وطن کو ۳۹۴ ق م میں نصیب ہونے والی تھی۔ غرض یہ ہے کہ ایجیاڈیس نے اسپارٹیوں کو یہ صلاح دی کہ وہ تسافرنز اور خیوسیوں کا ساتھ دیں[1]

بہرحال ابتدا میں (یعنی ۳۹۷ ق م میں) واقعات نہایت آہستہ آہستہ رونما ہوئے۔ پیلوپونیزی بیڑا خلیج کورنتھ میں تھا اور وہاں سے خیوس جانے کیلئے کنکریائے چلا۔ مگر چونکہ اسی زمانے میں خاکنائے کورنتھ کا میلہ ہونے والا تھا اسلئے

[1] نام نہاد جنگ آرکی داموس کے اختتام پر اسپارٹا نے براسی داس کی سرکردگی میں ایتھنزی لیگ پر تھریس میں زخم کاری لگانے کی کوشش کی اور مقدونیوں سے کام نکالا۔ جب اُن کے پاس بیڑا بھی ہوگیا تو انھوں نے جنگ دیکلیا میں ایشیائی بلدیات پر حملہ کرنا چاہا۔ اب اسپارٹی مدبروں کے نزدیک ایرانیوں کا وہی رتبہ تھا جو کسی زمانے میں مقدونیوں کا تھا اور چونکہ مقدونیہ کی بیب خالی تھی اور ایرانیوں کے پاس روپیہ تھا اس لئے ایرانی محالفہ زیادہ کامیاب ثابت ہوا۔ اس کے علاوہ ایتھنزیوں کے لئے ایشائی ساحل کے بلدیات خصوصاً ہیلیسپونٹ کے شہروں کی اہمیت تھریس کے حلیفوں سے زیادہ تھی۔ تسافرنز اور ارتابازو کے پیام و سلام سے پردکاس کے واقعات کی یاد تازہ ہوتی ہے اور نتیجہ نکالا جاسکتا ہے

کورنتھیوں کی یہ خواہش تھی کہ جنگ چند روز کے لئے اور ملتوی رہے۔ ایتھنزیوں نے ضمانت کی طور پر چند خیوسی جہاز اپنے قبضے میں کر لئے تھے۔ اور جب انھیں آنبائے کے میلے کے موقع پر دشمن کا ارادہ معلوم ہوا تو انھوں نے اسپارٹی بیڑے کو جو صفحہ ۴۸۵ اُس وقت تک کنکریائے میں جمع تھا آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اسپارٹی اب یہ چاہتے تھے کہ مزید جنگی کارروائی سے باز رہیں مگر الکبیا دیس کے کہنے سے انھوں نے خالکدیوس کو ایونیہ روانہ کیا اور اس کے ذریعے سے خیوس، اریتھرائے کلازومے نائے اور تیوس سے بغاوت کرا دی۔ اس کے بعد خود الکبیا دیس ایشیا گیا اور وہاں پہنچ کر اتھنز کی قدیم ترین نوآبادی یعنی ملطہ کو بھی بغاوت پر آمادہ کر دیا اب ایران اور اسپارٹا نے ایک عہدنامے پر دستخط کئے جس میں اسپارٹا نے یہ تسلیم کر لیا کہ ایشیائے کوچک کے ساحل اور جزیروں کے شہر ایران کے مملوکہ ہیں۔ اسپارٹا اور اتھنز کے درمیان چند چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں جن میں موخرالذکر کو شکست ہوئی اور ان امور سے متاثر ہو کر لیسبوس نے بھی باغی ہو گیا مگر اس کے بدلے میں جزیرۂ تیوس پر اتھنزیوں نے از سر نو قبضہ کر لیا۔ ساموس میں بھی عدیدی حکومت کے زوال اور عمومیت کے فروغ سے اتھنز کے اقتدار کو ترقی ہوئی اور اب ساموس ہی بلاد شرقی میں اتھنز کی قوت و جبروت کا مرکز بن گیا۔[۵۳] اُدھر خیوس کے باشندوں نے اپنے جدید حلیفوں کی وفاداری کا یہ ثبوت دیا کہ تھیمنا اور متی لنہ میں اتھنز کے خلاف ریشہ دوانی کر کے انھیں بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور جب نکدموئی امیر البحر اعظم

تتمہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کہ ایرانی مقدونیوں سے زیادہ قابل اعتبار تھے۔ الکبیا دیس نے اسپارٹیوں کو یہ صلاح دی کہ ہیلیس پونت پر حملہ کرنے کی بجائے تھریس لے لیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ یہ چاہتا تھا اتھنز کو نیچا دیکھنا پڑے مگر اس کی یہ خواہش نہ تھی کہ اس کا بالکل ہی خاتمہ ہو جائے۔ اگر ہمارا مفروضہ صحیح ہے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اُس نے تسافرنز اور ایونیہ کو اسپارٹا کا آلہ مشق اس لئے قرار دیا تھا کہ اتھنزی ہیلیس پونت کے برعکس ایونیہ اور کاریہ میں بہت قوی تھے جہاں تک مجھے علم ہے کسی اور مورخ نے اس خیال کا اظہار نہیں کیا۔

۵۳ طوسی ویدش ۸ ۲۱۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تعریف و توصیف جو اتھنزیوں نے ایک قرارداد عوام (مجموعہ نوشتہائے قدیم ۱ ۵۶) میں ساموسیوں کی کی تھی اسکا اصل سبب اسی زمانے کے واقعات ہیں۔

استیوخوس آکرایرے سوس پر قابض ہوگیا تو انھیں بہت اطمینان ہوا۔ مگر اتھنیوں نے دیومیدوں اور لیون کی ماتحتی میں خیوسیوں پر حملہ کر کے انھیں بہت نقصان پہنچایا اور خیوسی ہی وہ لوگ تھے جن کا ملک جنگ ایران کے بعد کبھی برباد اور ویران نہ ہوا تھا۔[۵]

ستمبر ۴۱۲ ق م میں اتھنیوں اُن کے حلیفوں اور آرگوسیوں کی ایک بہت بڑی تعداد ۴۸ سہ طبقہ کشتیوں میں بیٹھ کر جن میں تین ہزار ہوپ لیت سپاہی تھے آخر کار ایونیہ پہنچ گئی۔ اُنھوں نے ملطیوں کو ایک بڑی جنگ میں شکست دی اور قریب تھا کہ وہ خاص شہر ملطہ کا محاصرہ کرلیں مگر اسی وقت ۵۵ پیلوپونیزی جہاز جو تھری منیس کی سرکردگی میں تھے یکایک دکھائی دئے۔ اس پر اتھنیوں سپہ سالار فری نخوس محاصرے کا خیال چھوڑ کر اپنے ساتھیوں اور آرگوسیوں کی رائے کے خلاف جزیرۂ سامو س چلا گیا اور آرگوسی برافروختہ ہو کر اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔ اس کے بعد چند غیر اہم واقعات پیش آئے۔ مثلاً پیلوپونیزیوں نے یاسوس پر قبضہ کرلیا اور وہاں بہت سا مال غنیمت حاصل کرلیا اور امورگیس کو

[۵] طوسی دیدس (۸، ۲۴) اپنے مخصوص طرز سے خیوس کی بغاوت پر رائے زنی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بغاوت سے باغیوں کو نقصان ہی نقصان پہنچا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے خیوسیوں کی عقل و دانش کا ثبوت ملتا ہے مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جبتک اتھنیوں کے اقتدار میں اس قدر کمی نہ ہوگئی کہ وہ خود مایوس ہو گئے اور جبتک خیوسیوں کے دوستوں کی تعداد بڑھ نہیں گئی اسوقت تک خیوسیوں نے علم بغاوت بلند نہیں کیا۔ اس سے طوسی دیدس یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ ان پر کم عقلی کا الزام عائد نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں حق و ناحق کا مسئلہ ہی نہیں تھا خیوسیوں اور لسبوسیوں دونوں کا نقطۂ نظر ایک ہی تھا۔ اور جب لسبوسیوں پر ایسا ہی وقت پڑا تھا تو انھوں نے صرف اپنا ہی فائدہ سوچا تھا۔ اس میں ایسے تعجب کی کونسی بات ہے یہ ضرور قابل لحاظ ہے کہ طوسی دیدس اسے اپنا فرض سمجھتا ہے کہ خیوسیوں کا ساتھ دے اور اس رائے کی تردید کرے انھوں نے بغاوت کر کے اپنی حماقت کا ثبوت دیا تھا طوسی دیدس عام طور پر محض تفصیل واقعات پر قناعت کیا کرتا ہے اور ایسے بھی عام طور پر تاریخ یونان میں باغی حلیفوں کی جانب داری بالکل بے محل معلوم ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان غالباً کسی تقریر کی

صفحہ ۴۸۶

منحر کر کے شہنشاہ ایران کے حوالہ کر دیا۔[۵] لیکن اب پیلوپونیزیوں کے معاملات میں تقیض پیدا ہو چلے تھے۔ اُن کے اور تسافرنز کے درمیان اس امر پر کہ بادشاہ کتنا روپیہ ادا کرے اختلاف پیدا ہو گیا اور پیلوپونیزی مطالبات کی سرتوسی ہرمو کراتیس نے نہایت زور و شور سے تائید کی۔ آخر الامر تسافرنز اور پیلوپونیزیوں نے ایک اور عہد نامے پر دستخط کئے جو ایک حد تک موخر الذکر کے منشا کے مطابق تھا مگر مشکل یہ تھی کہ خود پیلوپونیزیوں میں بھی اختلافات رونما ہو رہے تھے۔ اور اُن کی فوج میں کوئی ایسا سپہ سالار نہ تھا جسے اعلےٰ ترین اختیارات حاصل ہوں۔ اس دوران میں ایتھنزیوں نے خیوس کو بہت دبایا۔ لسطہ پر چند تاختیں بھی کیں مگر اُن کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ کنیدوس کے مقام پر ایک جنگ کی اور حتے المقدور یہ کوشش کی کہ تمام ساحلی علاقے پر اپنا اقتدار قائم رکھیں۔ مگر ستائیس نئے پیلوپونیزی جہازوں کا ایک بیڑا موقع پر نمودار ہوا اور بیس ایتھنزی جہازوں کے ساتھ سیمے کے قریب ان سے برسرپیکار ہو گیا لیکن یہ لڑائی فیصلہ کن ثابت نہیں ہوئی۔ اور پیلوپونیزیوں نے جزیرۂ رھوڈس کے شہروں کو بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ اب ایتھنزیوں کے لئے جنوبی محاذ میں کوئی خاص کام باقی نہیں رہا تھا اور اُنھوں نے جزیرۂ ساموس میں اپنی فوجیں مجتمع کر دیں۔

یہ ممکن تھا کہ کچھ عرصے تک واقعات اسی طرح رونما ہوتے رہتے اور ایتھنزیوں کے وسائل رفتہ رفتہ کم ہوتے جانے کی وجہ سے ایتھنز روز بروز کمزور ہوتا جاتا۔ مگر اس زمانے میں الکبیادیس نے جو ایتھنز کی بدقسمتی کا موجب تھا اپنا طریق بالکل بدل دیا۔[۵۶]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بنیاد ہے۔ اگر طوسی دیدش اپنی کتاب کے آٹھویں مقالے پر نظر ثانی کرتا تو یہ تقریر غالباً کسی خیوسی کی زبان سے ادا کراتا اور یہ اچھا بھی معلوم ہوتا۔

۵ دیکھئے "ہفتہ وار جریدہ لسانیات"۔ برلن ۱۸۸۸ء ص ۲۶) کا خیال ہے کہ "کتبہ لسیہ" (م شمڈٹ: "کمبتہ جات لسیہ کتبہ ۱۲ ... ۱۷۴) کا موضوع یہی مہم ہے۔ فرانسیسی عالم امبرٹ نے اس نوشتے میں امورگیس اور دیکے نے فرنا بازو اور تیخہ کے نام کا انکشاف کیا ہے۔

۵۶ طوسی دیدش ۸، ۴۵۔ ہرلسٹ: "الکبیادیس کی واپسی"، ہامبرگ ۱۸۹۳ء۔ نکولائی:

اُس نے خود اسپارٹا پر ایک وار کیا اور شاہ آگس کی بیوی تمایا سے ناجائز تعلقات پیدا کر کے بادشاہ کو اپنا دشمن بنا کر بر سر عام اپنی اس کارگزاری پر فخر کیا! یہ ایک فطری امر تھا کہ گو کچھ دنوں کے لئے اس کا اثر شاہ آگس کے اثر پر غالب ہو مگر رفتہ رفتہ آگس ہی کا اقتدار اس غیر ملکی کے اقتدار پر حاوی ہو جائے۔ اور ابتدا میں تو الکیبا دیس نے حتے المقدور بہترین صلاح دیکر ایران اور اسپارٹا کے درمیان عہدنامہ کرا دیا تھا مگر اب اُس کی ذات اسپارٹا کے لئے بار گراں ہو گئی تھی۔ اسے یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے چنانچہ وہ پیلوپونیزی لشکرگاہ سے چلکر تسافرنز کے پاس پہنچا اور جیسے اس سے پیشتر اُس نے اسپارٹیوں کو رام کر لیا تھا ویسے ہی اب تسافرنز کا دوست بن گیا۔ اسے پیلوپونیزیوں کی امدادی رقوم کم کرنے کے طریقے بتائے اور کہا کہ ایرانیوں کو چاہیئے کہ بجائے اسپارٹا کے ایتھنیوں کی طرفداری کریں اس لئے کہ ایتھنیوں کو ایشیائی یونانیوں کے آزاد کرانے کی خواہش اتنی نہیں ہے جتنی اسپارٹیوں کو بلکہ اُن کی توجہ تو صرف بحری امور کی طرف ہے غرض یہ ہے کہ اُس نے ایرانیوں کے دلمیں یہ شبہ پیدا کر دیا کہ اسپارٹیوں میں یونانی حب وطن کا جذبہ موجود ہے۔ تسافرنز نے الکیبا دیس کی صلاح کو فوراً مان لیا یا اور پیلوپونیزیوں کو جو امداد ملتی تھی اس کی مقدار کم کر دی۔ اصل میں ان تمام سازشوں کا صرف ایک مقصد تھا وہ یہ کہ الکیبا دیس کو ایتھنز میں خوش آمدید کہا جائے۔ وہ نہ تو پوسانیاس کی وضع کا آدمی تھا نہ تمسطاکلیس کی طرز کا۔ وہ سابق الذکر کیطرح شخصی اقتدار قائم کرنا نہیں چاہتا تھا نہ موخر الذکر کی طرح اس میں یہ قابلیت تھی کہ نہایت ٹھنڈے دل سے ہر امر واقعہ کے حسن و قبح پر غور کرے۔ اسکی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنی باقیماندہ زندگی ایتھنز ہی میں گذار دے اور اُس نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا تھا کہ وہ ایک مرتبہ پھر یونان کے پایہ تخت کو جائیگا جو اسکا وطن مالوف تھا اور جس سے اسے دلی محبت تھی۔ اس نے ایتھنز کو یہ دکھا دیا تھا کہ وہ اُسے صفحہ ۴۸۷

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ "تسافرنز کا تدبر" برنسبرگ ۱۸۶۳ء گلبرٹ صفحہ ۳۰۰۔ واٹن باخ "ایتھنز کا فریق چارصد" برلن ۱۸۴۲ء) بھی بظاہر یہ ہی فرض کرتا ہے کہ الکیبا دیس نے عدیدیوں کو ایک جال میں پھنسا دیا۔

نقصان پہنچا سکتا ہے اور اب وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس میں اپنے مادر بلد کی خدمات انجام دینے کی قابلیت بھی ہے۔ گو اس کی دلی آرزو یہ ہی تھی کہ ایتھنزی اسے واپس بلالیں مگر جو کچھ بھی گذر چکا تھا اسے ملحوظ رکھ کر یہ نہایت مشکل نظر آتا تھا اس لئے اس نے اپنی واپسی کے لئے نہایت پیچیدہ راستہ اختیار کیا۔ اس کا یہ خیال بالکل درست تھا کہ وہ اسوقت تک ایتھنز میں مستقل اقتدار قائم نہیں کر سکتا جبتک وہ خارجی طور پر ایتھنز کو مامون و مصئون نہ کردے اور اندرونی معاملات میں عمومیت کا اصول رواج نہ پاجائے۔ اول الذکر معاملے کو تو تسافرنز سے معاہدہ کرکے ایک حد تک طے کیا جاسکتا تھا لیکن اگر دوسرا منصوبہ بھی اسی کے ذریعے سے پورا ہونیکی کوئی امید تھی تو وہ صرف یہ کہ ایتھنز میں انقلابات ہوں اس لئے کہ وہاں جو شخص اس وقت سرگروہ عموم تھا وہ اس کا دشمن اندرو کلیس تھا اس وقت عموم کو خطرہ کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اگر حکومت عمومیہ کا زوال ہوجائے اور پھر اس کے (یعنی الکبیادیس کے) ذریعے سے اصول عمومیت کو از سر نو اقتدار حاصل ہوجائے تو پھر اس کے خوش آیند مستقبل میں شبہ ہی نہیں ہوسکتا۔ الکبیادیس کو اتنا صبر کہاں تھا کہ کوئی اور شخص حکومت عمومیہ کو نیچا دکھائے اور اس نے یہ ٹھان لیا کہ وہ خود ہی اسے برباد کردیگا۔ اور اگر برباد کرنے کے بعد وہ خود ہی اسے دوبارہ قائم کرنے میں کامیاب ہو تو اس کا مقصد حاصل ہوجائیگا۔

ایتھنز کے اندرونی معاملات کی حالت اس درجہ ناقص تھی کہ اس طرز عمل کا بھی جو سراسر بے اصولی پر مبنی تھا کامیابی کا تھوڑا بہت موقعہ ضرور تھا۔ عمومی دستور کی ابتدا کو جسکی بنیاد کلس تھنیس نے رکھی تھی ایک صدی گزر چکی تھی لیکن ہر دو میں ایتھنز میں ایسے لوگ ضرور پیدا ہوجاتے تھے جو اس کی مخالفت میں اپنی تمام تر قوت صرف کردیتے اور جب صریح اختلاف ناممکن ہوجاتا تو کم سے کم دل ہی دل میں اس سے متنفر رہتے اور اس امید میں اپنی جان گنواتے کہ کبھی نہ کبھی اس کا ازالہ ہوجائیگا جو طرز عمل عامۃ الناس نے ہرمیس کے بتوں کے توڑے جانے پر اختیار کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں خود اس فریق کی موجودگی کا علم تھا اور اسکے برعکس عوام الناس کے متعلق عدیدی گروہ کی جو رائے تھی وہ اس رسالے سے صفحہ ۴۸۸

معلوم ہوتی ہے جو "مملکت ایتھنز" کے موضوع پر ہے اور جس پر ہم اس سے پیشتر بحث کر چکے ہیں۔ اس میں "عمومیت پسند" اور "بد اطوار" کے ایک ہی معنے قرار دئے گئے ہیں اور گو بہت سے عدیدی اس قسم کی فقرہ بازی کو محض لایعنی سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ان سے تو تھیوگنس* کے زمانے میں بھی کوئی خاص مطلب نہیں نکل سکتا تھا پھر بھی ایسے ایتھنزی اسوقت بھی موجود تھے جو اپنے آپ کو خوبصورت اور خوب سیرت کہلانے کہلانے یہ سمجھنے لگے تھے کہ انھیں درحقیقت کلیون اور ہی پر بولوس پر تفوق حاصل ہے۔[۵] لیکن یہ عدیدی سب کے سب اعیان میں سے نہ تھے ایتھنز میں اعیانی گھرانوں کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی اور خود عدیدیوں کا رہبر فری نخوس بھی اعلےٰ طبقے کے کسی خاندان کا رکن نہ تھا۔ غرض یہ ہے کہ امرا اور اُن کے دوست عدیدی تھے اور اُن کے دوستوں کا یہ کام تھا کہ وہ انھیں ایسی باتیں بتائیں جو اُن کے دماغ میں بھی نہ آتی تھیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا یہ خیال تھا کہ چونکہ دستور کے مطابق ہر کس و ناکس کو یہ حق ہے کہ اپنی رائے کا اظہار کرے اور حکومت میں حصہ لے اس لیئے امور عامہ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے اور ایسے لوگوں کی تعداد جنھیں حکومت میں حصہ لینے کا اختیار ہے کم کرنی چاہیئے اور آئندہ صرف وہی اُس کے اہل سمجھے جائیں جو قدیم خاندانوں کے افراد ہوں ورنہ خود صاحب مقدور ہوں۔ اُن کی یہ رائے نہیں تھی کہ یہی لوگ زیادہ عقلمند یا تعلیم یافتہ ہیں بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ چونکہ امور عامہ کے اخراجات کا بیشتر حصہ دولتمند ہی برداشت کرتے تھے اس لیئے باقی افراد سے ان کا سیاسی اثر زیادہ ہونا چاہیئے تعلیم کا تو کوئی سوال ہی نہیں تھا اسلیئے کہ تقریباً تمام ایتھنزی شہریوں کو ایک ہی تعلیم ملتی تھی اور اس کا سب سے بڑا منبع

* ایتھنز کا ایک عدیدی مرثیہ گو۔ سنہ ۴۰۵ ق م میں پیدا ہوا۔ (مترجم)

[۵] اس قسم کی تنگ خیالی کی مثالیں خود طوسی و یدش میں بھی پائی جاتی ہیں۔ وہ کلیون کو پسند نہیں کرتا ہی پر بولوس کو (۸، ۳، ۷) وہ "بدبخت" کا خطاب دیتا ہے اور اس پر "بدمعاشی" کا الزام لگاتا ہے اس کے برعکس وہ فری نخوس کی تعریف کرتا ہے۔ خوش قسمتی سے اسنے ہی پر بولوس کی بدمعاشی کی کوئی مثال پیش نہیں کی بلکہ فری نخوس کی چالاکی کی ہی مثال دی ہے اور ان امور کو پیش نظر رکھ کر ہم ان دونوں کے خصائل کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں۔

اور مرکز نانک تھا جس سے ہر کس و ناکس مستفید ہوتا تھا[۵۸] اور اسی امر پر رسالہ "مملکت ایتھنز" نے بھی بہت زور دیا ہے۔ مگر کیا یہ واقعہ نہ تھا کہ غریب طبقہ جات آبادی بیکار رہنے کی بجائے مملکت کی خدمت فوج میں اور جہازوں پر نہایت تندہی سے انجام دیتے تھے دوسرے کیا امرا کو عمومیت پسند ایتھنز میں اپنی خدمات کا کوئی معاوضہ نہ ملتا تھا اور کیا وہ اعزاز جو ایتھنز میں انکا ہوتا تھا یا وہ اثر جو حلفاء ایتھنز میں ان کا تھا قابل لحاظ نہ تھا؟ بلاشبہ بہ نسبت معمولی ملاحوں کے اکثر تریارخوں یعنی ناخداؤں کو مختلف جزیروں میں کہیں زیادہ فواید حاصل ہوتے ہونگے اور انھیں مختلف قراردادوں میں اپنا حال بڑھکر اور اعزازی تپائیوں پر اپنا نام کندہ دیکھ کر گونہ اطمینان ہوتا ہوگا۔ اس کے علاوہ دولتمند فرقے کو جو فوائد حاصل ہوتے تھے وہ سب اسی سلطنت ایتھنز کی بدولت تھے جس کی بنیاد عمومیت کے اصولوں پر تھی اور عمومیت ہی ایک حد تک اُس کی پشت پناہ تھی۔ اور پھر حکومت عمومیہ میں بھی آخر افراد ہی عوام کے رہبر ہوتے تھے اور دولتمندوں کو صرف اسکی ضرورت تھی کہ فن تقریر میں مہارت کلی حاصل کرلیں پھر وہ بہ آسانی عوام کے رہبر بن سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ امید کرنا کہ دولت مند طبقہ ان سب باتوں کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوگا قطعاً بیکار تھا۔ اسکے افراد کے دماغ اس پریشان خیال سے بھرے ہوئے تھے کہ اُن کی بات کا حکومت پر کماحقہٗ اثر نہیں ہے اور اُن کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے یہ اثر پیدا ہو جائے اسی لیے اُنھوں نے ایسی خفیہ انجمنیں بنائیں جنکے ارکان کو حلف لینا پڑتا تھا۔ اور پھر اُن کے مقاصد کو وسعت دیکر یہ طے کیا کہ یہ انجمنیں صرف انتخابوں کے موقع پر ہی کارآمد نہ ہونگی

صفحہ ۴۸۹

۵۸ کرتیوس (تاریخ یونان" ۳ (۲) ۵۹۲) کا یہ بیان ہے کہ عمومی رہبر مثلاً ہی پریولوس ذرہ بھر بھی تعلیم یافتہ نہ تھے اور نہ وہ ان شعبوں میں جنھیں ایتھنز مجموعی طور پر "موزیکے" یعنی فنون لطیفہ کہتے تھے ذی استعداد تھے بلکہ علوم و فنون کی ابتدائی تعلیم سے بھی وہ کلیتاً بے بہرہ تھے اسکے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایتھنز ہی ایک ایسی جگہ تھی جہاں امیر اور غریب کی تعلیم میں بہت کم فرق پایا جاتا ہے۔ یہ امر رویہ اور سروریہ کے مثال سے بخوبی واضح ہو جائیگا جن سے بلا کسی امتیاز کے ہر گروہ کو دونوں طرح کی وہی غذا ملتی یعنی اس سے بہترین تعلیم بھی ممکن ہوگئی اور ایسی تعلیم بھی جسے بازاری کہا جاسکتا ہے۔ قدیم زمانے میں آج کل کی طرح دو طرح کے ادبیات و فنون یعنے

بلکہ دستوری تبدیلیوں کے لیئے بھی راستہ صاف کریگی۔[۹]

ان لوگوں کا یہ قول کہ عمومیت ناکام ثابت ہوئی ہے ایک حد تک حق بجانب تھا۔ سسلی میں جو شکست فاش اتھنیوں کو ہوئی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ لشکر کو پہلے سے غور و خوض کئے بغیر روانہ کر دیا گیا۔ اور کم سے کم وہاں کی ناکامی کو اس کوتاہی کی طرف منسوب تو ضرور کیا جا سکتا تھا۔ اسی وجہ سے آیندہ کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ پورے غور و فکر کے بغیر کسی اہم کام کی ابتدا نہ کی جائے۔ بظاہر وہ ابتدائی مباحثے جو ہمیشہ مجلس میں ہوا کرتے تھے ناکافی تھے۔ اس لیئے سسلی کی شکست کے بعد چند معمر اشخاص جن کی تعداد غالباً دس تھی اس کام کے لیئے مقرر ہوئے کہ ہر قرارداد سے پہلے اس پر کافی غور و خوض کر لیں اور یہ ہی غالباً وہی پروبولوئی تھے جنکا ذکر اور جگہ بھی آیا ہے۔[۱۰] لیکن اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ یہ اصلاح ناکافی ہے اور حکومت کے سدھار کی صرف ایک ترکیب ہے کہ جمعیت کا نظام تبدیل کر دیا جائے۔ اب مسئلہ زیر بحث صرف یہ رہ گیا تھا کہ طرز حکومت میں کب کیا تبدیلیاں کی جائیں۔

عمومیت پر ایک اعتراض ضرور کیا جا سکتا تھا وہ یہ کہ بعض مرتبہ اس کے عہد میں بہ نسبت اصولوں کے افراد کی خاطر زیادہ ملحوظ رہتی تھی۔ اور پچھلی جلاوطنی کے واقعات ہماری یاد میں اسوقت تک تازہ ہیں۔ کیا عوام الناس کو یہ چاہیئے تھا کہ وہ ہی پریولوس کو جو عمومی اصول کا پکا حامی تھا خود پسند الکیبا دیس اور اعیانیت پرست نیکیاس کی قربانگاہ پر چڑھا دیتے؟

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ایک متمدن اور دوسرے غیر متمدن گروہوں کے لیئے مروج نہیں تھے یعنی لبرل تعلیم محض طبقہ امرا تک ہی محدود نہ تھی۔ اور جب ہم طوسی ویدش، ارسطوفانیس، افلاطون، اور تھیوپومپوس کے تعصبات کی رعایت کرتے ہیں اور کلیون ہی پریولوس اور دیگر عمومیت پسندوں کو نیکیاس جیسے شخص سے کم تعلیم یافتہ سمجھتے ہیں تو یقیناً ہم غلطی نہیں کرتے۔ اسی سلسلے میں باب ۲۳ کا پہلا حاشیہ دیکھا جائے۔

[۹] طوسی ویدش ۸، ۴۵۔ و "فلیشر" عدیدی گروہ اور اتھنز کی انجمنیں" بازل ۱۸۳۲ء (یہ مکتوبات مختصر ہیں از سر نو طبع ہوا ہے)

[۱۰] طوسی ویدش (۱، ۸) میں لفظ "پروبولوئی" استعمال نہیں کیا گیا۔ اغلباً دیودوروس (۱۲، ۷۵)

الکیبا دیس نے ۳۹۱ء ق م میں احساس عامہ کی اس کیفیت اور اتیخفر کی صورت واقعات سے فائدہ اُٹھایا۔ اُس نے عدیدی سپہ سالاروں اور افسروں سے جو ساموس میں مقیم تھے یہ کہلوایا کہ وہ اتیخفر اور تسافرنز کا باہمی محالفہ کرا دیگا اور چونکہ اسوقت اسپارٹا ایران ہی سے روپیہ لیکر اپنا بیڑا آراستہ کرسکتا ہے اس لیئے اتیخفر کے بچنے کی صرف یہی آخری صورت باقی رہ گئی ہے۔ ساتھ ہی اُس نے یہ بھی کہا کہ تسافرنز اتیخفر کی موجودہ حکومت سے تعلقات پیدا کرنا پسند نہ کریگا اس لئے اتیخفر میں بجائے حکومت عمومیہ کے حکومت عدیدیہ قائم ہوجانی چاہیئے۔ عدیدی گروہ میں صرف ایک شخص ایسا تھا جو الکیبا دیس کی طرف سے مشتبہ تھا اور وہ فری نخوس تھا جو الکیبا دیس ہی کی طرح چالاک اور نتائج سے لاپروا تھا۔ اُس نے یہ جواب دیا کہ اتیخفر کی طرز حکومت سے ایرانیوں کو کیا تعلق؟ حلیف تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے اتیخفر کی بیڑیاں توڑ ڈالیں اس لیئے اتیخفر میں خواہ عدیدیت غالب ہو یا عمومیت حلیفوں پر اس کا کیا اثر پڑسکتا ہے؟ مگر فری نخوس کی یہ بات باقی ماندہ عدیدی سرداروں نے نہیں سُنی اور چونکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح الکیبا دیس کی تدبیروں کو شکست ہو اس لیئے اُس نے اسپارٹی کمان دار استیوخوس کو ان تمام باتوں کی خبر دیدی[۱]۔ اگرچہ فری نخوس نے یہ مخبری اپنے ملک کی مصلحت کے خلاف کی تھی لیکن اس سے زیادہ حماقت استیوخوس سے سرزد ہوئی کہ اُس نے یہ اطلاع ہو بہو تسافرنز اور الکیبا دیس کو کردی۔ اب ان سازشوں سے بازی جتنے کے لیئے فری نخوس ایک قدم اور آگے کو بڑھا کر استیوخوس سے کہا کہ وہ چاہے تو جزیرہ ساموس اسپارٹا کے قبضے میں آسکتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ استیوخوس نے صفحہ ۴۹۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اُن کی طرف اشارہ کرتا ہے مگر اسے ۴۲۱ء ق م کا تعین کرنے میں غلطی ہوئی ہے بیکرا، ۲۹۸+ اُن کا ذکر ارسطوفانیس کے ناٹک "لی سستراتا" میں بھی ہے اس کے متعلق گلبرٹ ص۲۵۹ وغیرہ کا مقابلہ کیا جائے۔ ہمیں دو پردبولوئی یعنی ہاگنون اور سوفوکلیس کا علم ہے۔ مگر موخرالذکر شاعر سوفوکلیس نہیں ہے۔

[۱] طوسی ویدش ۸، ۵۔ فری نخوس کے لئے گلبرٹ: "اضافہ جات" ص۲۹۷ دیکھنا چاہیئے ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۵، ۵۔

اُس کی اطلاع بھی الکبیا دیس اور تسافرنز سے کردی۔ اُس نے یہ سوچا کہ اگر فوج میں اس کی یہ حرکات مشہور ہوگئیں تو وہ یہ جواب دیسکتا ہے کہ یہ تہمت صرف ایک بہادر محب وطن کے خصائل آلودہ کرنے اور اُس کی زندگی برباد کرنے کی غرض سے لگائی گئی ہے۔ اب ایتھنی افسروں کا ایک وفد پساندر کی سرکردگی میں (جو کسی زمانے میں عمومی اصولوں کا پابند تھا) ایتھنز چلا تاکہ وہاں پہونچکر ایتھنز کے دستور میں ایسی تبدیلیاں کردے۔ جن کے بعد الکبیا دیس ایتھنز واپس جاسکے۔ یہ تو انھیں معلوم تھا کہ سختی اور ظلم وستم سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ مگر ممکن ہے کہ عوام الناس خفیہ اور ناجائز تدبیروں سے قابو میں آجائیں انجمنوں نے اپنا ہولناک دور حکومت خوب ترتیب دے رکھا تھا انھوں نے تمام ذی اثر لوگوں کے پاس یہ اطلاع بھیجی کہ اُن کے اراکین کسی قسم کی سختی سے گریز نہیں کرینگے۔ اور چونکہ فوج کا بہترین حصہ ساموس میں مقیم تھا اس لیئے لوگ ان دھمکیوں سے ڈر گئے اور ایک تحریک کو (جسے لوگ اچھا نہیں تو بُرا بھی نہ سمجھتے تھے) منظور کرلیا۔ وہ یہ کہ پساندر وغیرہ تسافرنز اور الکبیا دیس کے ساتھ گفت وشنید کے لیئے ایشیا جائیں لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ الکبیا دیس نے تسافرنز کی طرف سے اس قسم کے مطالبات پیش کیئے جن سے گفت وشنود کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا یعنی اول تو ایتھنز ایونیہ، جزائر اور باقی سب کچھ ایران کے حوالہ کردے اور دوسرے شہنشاہ ایران کو یہ حق حاصل ہوجائے کہ جس سمندر میں چاہے اپنے جہاز بھیج سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کے سفیروں نے معلوم کرلیا کہ انھیں بیوقوف بنایا گیا ہے اور ساموس واپس آگئے۔ اُدھر تسافرنز اور اسپارٹا کے مابین ایک اور معاہدے پر دستخط ہوگئے۔ اس طرح سازشوں کے تماشے کا پہلا پردہ گرتا ہے جسے الکبیا دیس نے کمال چالاکی اور عیاری سے تماشا گاہ یونان میں پیش کیا تھا۔

جنگ برابر جاری رہی اور اسمیں تھوڑا بہت فائدہ پیلوپونیزیوں کو ہی ہوتا رہا مثلاً بیوتیوں نے چال چلکر اوروپس پر قبضہ کرلیا۔ ایتھنزیوں اور خیوسیوں میں

صفحہ ۴۹۲

۱۲ پساندر کے لیئے گلبرٹ صفحہ ۲۵۴ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۳ تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ سسلی میں بھی اسی قسم کا دور تخویف کاکورا اور مافیا کی سرکردگی میں آغاز ہوا تھا۔

ایک بحری لڑائی ہوئی مگر اس میں اتیھری غالب نہ ہو سکے اور ابی دوس اور لمپساکوس اتیھز سے منحرف ہو گئے (گو استروم بیلی دیس نے لمپساکوس پر از سر نو قبضہ کر لیا)۔ اس دوران میں اتیھز کے اندرونی واقعات کی ہیئت برابر تبدیل ہوتی رہی۔ عدیدیوں نے یہ سوچ لیا تھا کہ اگر الکبیادیس سے انھیں کوئی مدد نہیں ملی تو خود وہ بغیر اس کی مدد کے کام نکال لینگے۔ اور اگرچہ وہ بار بار یہی بہانہ کرتے تھے کہ محاصل ادا کرتے کرتے انکی جیبیں اور اُن کے خزانے خالی ہو گئے ہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ انقلاب کے راستے کی طرف اسقدر تیزی سے قدم اُٹھا رہے تھے کہ منھ موڑنے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا تھا اور اس کے لئے جو رقم درکار تھی اس کی کچھ نہ کچھ سبیل ہو ہی گئی تھی۔ لیساندر اسی مقصد کے لیئے اتیھز واپس گیا اور وہ مع بعض دیگر رہبروں کے حلیفوں کے بلدیات کو گیا تاکہ انھیں بھی اپنی طرف ملانے کی کوشش کرے۔ یہاں طوسی دیدیس نے طعنہ آمیز نہج میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے کہ عدیدیت قائم ہوتے ہی تھاسوس اتیھز سے باغی ہو گیا۔ فری نخوس کا خیال ٹھیک نکلا۔ اتیھز میں انقلاب کا تمام مسالہ موجود تھا۔ یوں تو اب بھی مجلس اور جمعیت کا انعقاد ہوتا تھا مگر اس میں صرف سازشیوں کی تحریکیں منظور کی جاتی تھیں اور جو شخص انکا سد راہ ہوتا تھا وہ موت کی سزا کا مستحق گردانا جاتا تھا۔ سب سے پہلے تو سرابنوہ اندروکلیس کی جان لیگئی اسکے بعد اور بہت سے لوگوں کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس سے عوام الناس پر اس قدر خوف غالب ہوا کہ پھر کسی شخص کو عدیدیوں کے حکم سے سرتابی کرنے کی ہمت نہ ہوئی بلکہ لوگ زبان پر اُن کی شکایت لانے سے گریز کرنے لگے اس لیئے کہ وہ ہمیشہ اس سے ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں خود مخاطب تو سازشیوں ہی سے نہ ہو۔ غرض یہ ہے کہ پساندر نے اصول عدیدیت کو [illegible] طرز سے منسوخ کیا۔ اول تو اُس نے عامۃ الناس کو یہ ترغیب دی کہ وہ

[illegible] ہوٹزر: "تاریخ انجمن ہائے سیاسیہ" لائپزگ ۱۸۴۰ء۔ شائیبے: "جنگ پلوپونیز کے اختتام پر عدیدی انقلاب"۔ لائپزگ ۱۸۴۱ء

واٹن باخ: "اتیھز کا فرقہ چارصد"۔ برلن ۱۸۴۲ء۔

تھاسوس کی بغاوت کا ذکر طوسی دیدیس ۸، ۶۴ میں درج ہے۔ اور ۸، ۶۶ میں اس افسوسناک حالت کا تذکرہ ہے جو عدیدیوں کے اتیھز کی کر دی تھی۔

مجوزہ اصلاحات کی تنظیم دس شہریوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے سپرد کرے۔ جب ان دسوں نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا تو اس وقت عامتہ الناس کو شہر سے باہر کولونوس میں بلا کر ان سے اتمام حجت کے لیئے ایک تجویز منظور کرائی کہ ہر شخص کو تحریکات پیش کرنے کا اختیار رہے اور اس کے بعد مفصلہ ذیل تحریکات پیش کر کے منظور کرالیں: (۱) تمام تنخواہ دار عہدوں کو تخفیف کر دیا جائے (۲) پانچ اشخاص کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ ایک مجلس مقرر کریں جس کے اراکین کی تعداد سو ہو۔ (۳) ان سو میں سے ہر شخص تین مزید شہریوں کو نامزد کرے۔ (۴) یہ چار سو ملکر حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیں اور جب انکا جی چاہے ایک اور مجلس عظمے جس میں پانچ ہزار دولتمند شہری ہوں طلب کریں اور اس سے رائے لیں۔ اس تحریک کی منظوری حاصل کرانے کا سہرا تو پسانڈر کے سر رہا مگر اس کا اصل محرک ایک شخص انتی فون تھا جو پیشہ ور تقریر نویس تھا اور اس کی لکھی ہوئی تقریریں لوگ عدالتوں یا جمعیت میں پڑھ کر سنایا کرتے تھے لیکن ہنوز انتی فون نے پبلک معاملات میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا وہ ایک ذی حیثیت شہری تھا اور گو عامتہ الناس کی نظروں میں وہ مشتبہ تھا مگر خود طوسی ویدش اعتراف کرتا ہے کہ وہ قابلیت میں کسی سے کم نہ تھا۔[۱۵] اس کے دو ساتھی سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ ایک تو فری نخوس جو طبقہ ادنے کا فرد تھا اور طبعاً جالباز اور بے اصول تھا اور

صفحہ ۴۹۳

---

۱۵ انتی فون کے لیئے طوسی ویدش ۸، ۶۸۔ بلاس: "اتیکھری تقریر بازی" جلد ۱ صفحہ ۳۰۴ بلاس کا خیال ہے کہ طوسی ویدش کے اس فقرے میں جو لفظ Δρετή ("البیت") ہے اس کے معنے محض کام کرنے کی قابلیت سے زیادہ ہیں۔ آج کل ہم اس انقلابی کو جو محض قتل و غارت کے ذرائع سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو "نیک بخت" کا لقب نہیں دینگے۔ انتی فون اُن اصول پرستوں میں سے تھا جو عمل کے وقت وسائل کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ اور بعض مرتبہ تو روس پی ایرکو بھی "نیک بخت" کا لقب دیا جاتا ہے۔ انتی فون کے لیئے ہرمان ۱۶۶ اور گلبرٹ: "اضافہ جات صفحہ ۳۰۸ کا مطالعہ کیا جائے ۲۔

تھرامینس کے لیئے پوہلگ: "جزیدہ لسانیات" صفحہ ۲۲۷ وغیرہ اور گلبرٹ صفحہ ۳۱۱ کا مطالعہ کیا جائے۔ کرتیوس ("تاریخ یونان" ۲ (۶) ۳۴۷) بیلوخ ("سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۶۷) ہامی

دوسرا جو پروبولوس ہاگنون کا بیٹا تھرامنیس تھا جو طوسی دیدش کے بیان کے مطابق فن تقریر میں یکتا اور نہایت ذی فہم و ذی شعور واقع ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ وہ ہمیشہ اس کے لئے تیار رہتا تھا کہ اگر بالفرض وہ اپنے سیاسی گروہ سے ناراض ہو جائے تو فوراً دوسرے فریق سے جا کر مل جائے۔ بہر حال یہ سب سازشی اس ایوان کو گئے جہاں مجلس پنج صد نشست کر رہی تھی اور وہاں پہنچکر ہر رکن کو مشاہرہ ادا کرنے کے بعد مجلس کے برخاستگی کا حکم دیدیا جس کی بعد تمام اراکین اپنے گھر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے چند سربرآوردہ عمومیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور بعض کو جلا وطن کر دیا۔ ملک میں امن کی خواہش پیدا ہو چلی تھی اور ہمیں اس احساس کا پتہ ارسطوفانیس کے ناٹک لی سترا تا سے معلوم ہوتا ہے (جو ۴۱۱ ق م میں لکھا گیا) اور اس ناٹک نویس نے خود اس جذبہ امن پسندی کو تقویت دی۔ اسی لئے اتیخفر کے نئے حاکموں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شاہ آگس سے گفت و شنود شروع کر دئے لیکن چونکہ آگس کا تنہا مقصد تسخیر اتیخفر تھا اس لئے اسپارٹن ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اب اتیخفری حکومت نے اپنے سفرا اسپارٹا کو روانہ کئے اور ایک وفد کو ساموس اس لئے روانہ کیا کہ جو اتیخفری فوج وہاں مقیم ہے وہ موجودہ انقلابی حکومت کو تسلیم کرے لیکن خود انھیں اس وفد کی کامیابی کی مشکلات کا اچھی طرح سے اندازہ تھا۔ طوسی دیدش کہتا ہے کہ جو اتیخفری ساموس میں مقیم تھے وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (یونان کی معاشرتی زندگی) اور بعض دیگر مورخوں کا خیال ہے کہ ارسطاطالیس کے اس اقتباس کا جو پلوٹارک "نکیاس" میں دیا ہوا ہے یہ مطلب نہیں کہ تین بہترین شہریوں ہی سے ایک تھرامنیس بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تحریروں سے ہماری طبیعتوں پر بھی اثر پڑتا ہے۔ مگر دراصل ایک یونانی لفظ Bέλτιστος کے معنے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ارسطاطالیس کہتا ہے کہ تین "اعیانیت پسندوں" Bέλτιστοι "عوام الناس کا بہت خیال تھا اور یہ تین طوسی دیدش، نکیاس اور تھرامنیس تھے۔ لیکن تھرامنیس کا رتبہ دوسروں سے گرا ہوا تھا اس لئے کہ ایک تو اس پر کم نسبی کا الزام لگایا جاتا تھا (یعنی وہ صحیح معنے میں Bέλτιστος نہ تھا) اور اس کے علاوہ وہ متلون مزاج بھی تھا۔ غرض یہ ہے کہ اس فقرے سے تو تھرامنیس کی برائی ہی معلوم ہوتی ہے۔

سب ادنے درجے کے ملاح تھے یعنی وہ لوگ اتنے دولتمند نہ تھے کہ اُنھیں عدیدی انقلاب سے کوئی خاص دلچسپی ہو۔ مگر خود ساموسی شہریوں میں سے تین سو عدیدیوں سے بڑھکر پہلے تو اپنے اتیخفری آقاؤں کی یہ خدمت کی کہ اس ہی پر بولوس کو جسے اتیخفر سے جلا وطن کردیا گیا تھا اور جسے طوسی دیدش "بد اطوار" کا لقب دیتا ہے جان سے مار ڈالا۔ اس کے بعد ساموس کی حکومت عمومیہ پر دار کیا۔ مگر عموم ساموس نے اتیخفری لشکر کے عمومیوں اور خاصکر ناخدا تھراسی بولوس اور ہوپ لیت تھراسی لوس سے (جو سرکاری کشتی پارالوس میں تھا جس کے ملاح نہایت سخت عمومیت پسند تھے) مخالفہ کرلیا۔ ان سب نے ملکر سازشیوں کو بنچا دکھایا۔ اور ان میں سے بعض کو تو قتل کردیا اور بعض کو جزیرے سے نکال دیا۔ یہ جہاز پارالوس یہ خبریں لیکر اتیخفر گیا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں عدیدی انقلاب ہوچکا تھا اور اُس کے ناخدا کائے ریاس کو عدیدیوں نے گرفتار کرلیا۔ مگر وہ بہت جلد فرار ہوکر ساموس واپس چلا گیا اور اس جدید انقلاب کی کیفیت وہاں کے لوگوں کو سنائی۔ اس پر تھراسی بولوس اور تھراسی لوس نے اپنے ہم وطنوں کو مخاطب کرکے کہا کہ ہم سب کو اتفاق اور اتحاد کرلینا چاہیئے اور اتیخفریوں اور ساموسیوں دونوں نے قسم کھائی کہ وہ اسپارٹا اور عدیدی گروہ کی مخالفت کرینگے۔ اور یہ اعلان کرنیکے بعد کہ اُنھیں جمہوریہ اتیخفر کے جملہ حقوق حاصل ہیں نئے سپہ سالاروں کا تقرر کیا جن میں تھرامنیس اور تھراسی بولوس بھی تھے ساتھ ہی اپنی اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ الکیبا دیس کو ضرور واپس بلالینا چاہیئے یہ بظاہر نہایت تعجب آمیز امر ہے کہ جو شخص حال ہی میں عدیدیت کا روپ بھرے ہوئے تھا اسے اب رہبر عموم کی حیثیت سے خوش آمدید کہا جاتا ہے لیکن ہمیں یہ فرض کرلینا پڑیگا کہ ہر شخص کو یہ یقین ہوچلا تھا کہ اتیخفر میں الکیبا دیس کے بغیر کسی بات کا ٹھیک نہیں ہے اور سب یہ سمجھنے لگے تھے کہ اُس کے پاس ایران کے دولت کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ساموس کے لشکر نے جس سے اتیخفری بیڑا (بسرکردگی ہرودم بی کیدیس) بھی آملا تھا یہ طے کیا کہ الکیبا دیس کو ساموس آنے کی دعوت دی جائے۔

صفحہ ۴۹۴

الکیبا دیس یہ باتیں سنکر آگیا اور سپاہیوں سے کہا کہ عمومیت کے اصول کو

فوراً قائم کرنے کے خیال کو اپنے دل سے محو کر دیں اور درحقیقت یہ ہی رائے صائب اور صحیح بھی تھی۔ اس کے بعد وہ تسافرنز کے پاس گیا تاکہ اسے اتیخفر کا ساتھ دینے پر تیار کرے۔ مگر ہنوز وہ ساموس ہی میں تھا کہ چارسو کی مجلس کے سفیر یہ کوشش کرنیکے لیئے آئے کہ فوج کی طرف سے عدیدیت پسندی کا اعلان کر دیا جائے۔ مگر اس کے برعکس فوج نے یہ اعلان کر دیا کہ عمومیت کے اصول کے قیام کا وقت آگیا ہے۔

صفحہ ۴۹۵ اس دوران میں اسپارٹیوں کو ایشیا میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ انکے اور فرنا بازو کے درمیان ایک مفاہمہ ہوگیا۔ کلیارخوس ہلیسپونت گیا مگر وہ صرف بائی زنطہ پر ہی قبضہ کر سکا۔ ظاہر ہے کہ اس مختصر کامیابی پر اسپارٹی کسی طرح قناعت نہ کر سکتے تھے اس لیئے استیوخوس کے خلاف اسپارٹی بیڑے میں سخت بے اطمینانی پھیل گئی اور سرقوسیوں اور تھوریٔی کے باشندوں نے اسے کھلی کھلی باتیں سنائیں الغرض میندارووس نے استیوخوس کو امیر البحر اعظم کے عہدے سے علیحدہ کر دیا اور واپسی میں اس کے ساتھ سرقوسی رہبر ہرموکراتیس ملطہ کے بعض سفرا جو تسافرنز سے بیزار تھے اور خود تسافرنز کا ایک فرستادہ باہمی شکایات کا دفتر پھیلانے کیلئے اسپارٹا گئے۔ تسافرنز نے جسے ہر شخص اسپارٹا کا دوست سمجھے ہوئے تھا اپنا حق دوستی پورے طور پر ادا نہیں کیا۔ اسپندوس کے قریب ۷۴ فنیقی کشتیاں پڑی ہوئی تھیں جن سے وہ کام لے سکتا تھا اور اسپارٹی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کشتیوں سے اُن کی مدد کی جائیگی لیکن گو تسافرنز اسپندوس گیا مگر اُس نے ان کشتیوں کا ملاحظہ تک نہیں کیا۔ اب چونکہ الکیبیادیس اپنے ہم وطنوں کو یہ دکھانا چاہتا تھا کہ ایرانی اسے بہت مانتے ہیں اس لیئے خود بھی اسپندوس کے قریب مقام فاسلس پہنچ گیا۔

جب عدیدیوں نے دیکھا کہ اُن کے سفیر بیکار گئے اور بیکار ہی واپس آگئے تو انھیں سخت ناامیدی ہوئی اور ان میں سے جو سب سے زیادہ عیار تھے مثلاً تھرامنیس اور ارسطوقراطیس وہ عدیدی گروہ سے علیحدہ ہوگئے مگر بہت سے مثلاً فری نخوس، ارسطارخوس اور انتی فون برابر اپنے قدیم اصول پر ہی قائم رہے اور اسے تیونیا کو جو پرنی اوس کے مغربی کنارے پر واقع تھا قلعہ بند کر لیا تاکہ

جسوقت چارمیں پیلوپونیزی بیڑے کو بندرگاہ میں راہ دیدیں اُس کے بعد فری نخوس اور انتی فون مع چند دیگر عدیدیوں کے پیلوپونیزیوں کی عملی مدد حاصل کرنے کیلئے اسپارٹا گئے۔ اب تھرامنیس بالکلیہ اُن کے خلاف ہوگیا اور اپنے قدیم ساتھیوں کے مقاصد کی صحیح ترجمانی کرکے یہ ظاہر کیا کہ جو اسپارٹی بیڑا القونوی ساحل پر مجتمع ہورہا ہے وہ دراصل پرئی اوس کے لیئے ہے۔ اب نازک وقت آپہنچا تھا۔ مگر ایسے اتھنیوں کی تعداد جو اپنے پیارے وطن کو اسپارٹا کے قبضے میں دیکھنا چاہتے تھے زیادہ نہ تھی اور آخر میں عدیدیوں کو اپنے ہی اسلحہ سے ہزیمت پہنچی۔ جب فری نخوس صفحہ ۴۹۶ اسپارٹا سے واپس آیا تو کسی نے اسے ایوان مجلس سے چند قدم کے فاصلے پر برسربازار قتل کردیا اور لطف یہ ہے کہ قاتل کم ازکم کچھ عرصہ تک لاپتہ رہا۔[۱۱۲] اس کے بعد جو ہوپ لیت اے تیونیا کی قلعہ بندی میں مصروف تھے اُنھوں نے بھی اپنا کام چھوڑدیا اور اپنے سردار الک سیکلیس کو گرفتار کرلیا۔

اب تھرامنیس اُنکے پاس گیا اور ان سے کہا کہ بغاوت کا وقت آگیا ہے اس کے کہنے سے اُنھوں نے اے تیونیا کا قلعہ مسمار کردیا اور خود پرئی اوس سے شہر میں آکر بازار کے قریب اناکیوم کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا۔ آخرکار ان میں اور مجلس چارصد میں یہ طے پایا کہ دیونی سوس کے تماشہ گاہ میں باہمی گفتگوئے مصالحت کا آغاز ہو۔ مگر یہ گفت وشنود شروع ہی ہوئی تھی کہ بیالیس پیلوپونیزی جہاز جن کا ذکر اتنے دن سے سننے میں آرہا تھا آخرکار سالامس پہنچ گئے۔ جس کی وجہ سے اتھنزی آبادی تو سب کی سب پرئی اوس واپس آگئی اور جہاز راس سونیوم کا چکر لگا کر اور وپس چلے گئے۔ اتھنزیوں نے بھی چھتیس جہاز جمع کیئے اور اُنھیں لیکر وہ پیلوپونیزی بیڑے سے جنگ آزما ہوگئے۔ مگر اس لڑائی میں اُن کے بائیس جہاز بالکل بیکار ہوگئے

---

[۱۱۲] طوسی دیدیش ۸، ۹۲۔ مقابلہ کیا جائے Lyo. Leocr ۱۱۲۔ پلوٹارک (الکیبا دیس ۲۵) ہرمون کا نام لیتا ہے۔ مگر وہ غالباً طوسی دیدیش کے مذکورہ بالا فقرے کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ سیاس کہتا ہے (۸، ۱۳) کہ کالیدون کا باشندہ تھراسی بولوس فری نخوس کا قاتل تھا۔ مگر طوسی دیدیش اس سے لاعلم تھا۔ قاتل کو جو انعام دیا گیا اسکے لیئے ہکس ۵۶ = ڈٹن برگر ۴۳ کا مطالعہ کیا جائے۔

اس جنگ میں اریتریہ نے دشمن کو مدد دی تھی۔ اب سوائے اوریوس کی نوآبادی کے باقی تمام جزیرۂ یوبیہ نے علم بغاوت بلند کر دیا اور اس طرح اتھنریوں سے زیادہ اسپارٹیوں کو یوبیہ آنے جانے میں آسانی ہوگئی۔ اگر اسپارٹیوں میں ذرا زیادہ جان ہوتی تو وہ اسی وقت خاص اتھنز کو بھی مغلوب کر لیتے مگر طوسی ویدش سچ کہتا ہے کہ ان میں سرتوسیوں کے برابر بھی دم نہیں تھا۔

جمعیت عوام کا جلسہ حسب معمول پنکس میں ہوا اور اسمیں اتھنریوں نے حکومت کی باگ ان پانچ ہزار کے ہاتھ میں دیدی جنھیں چار سو کی مجلس نے کبھی طلب نہیں کیا تھا۔ ان پانچ ہزار میں وہ سب شہری شامل تھے جو خود اپنے خرچ سے ہوپ لیت فوج کے اسلحہ خرید سکتے تھے اور اس طرح سولن کے بنائے ہوئے صرف تین طبقوں کے پاس حقوق شہریت باقی رہ گئے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف عہدوں کی تنخواہیں بند کر دی گئیں اور چند مقنن نظام حکومت کی تفصیل تیار کرنے کیلئے مقرر کیے گئے۔ طوسی ویدش کی یہ رائے کہ اس کی زندگی میں اس دستور سے بہتر کوئی دستور مرتب نہیں ہوا[۱۷] ممکن ہے کہ جہانتک محض اصول کا تعلق ہے یہ صحیح ہو مگر عملاً حقیقت سے بہت دور تھی اور یہ دستور صرف اسی وقت تک نافذ رہ سکا جبتک اتھنری بیڑے کے ملاح کہیں اور مصروف رہے۔ اس تحریک کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ ارسطارخوس نے جو مجلس چارصد کا ایک رہبر تھا سرحدی قلعہ اوئے نوئے کو اسپارٹیوں کے قبضے میں دیدیا اور وہاں جو لشکر متعین تھا اس سے یہ کہدیا کہ خود اتھنریوں ہی نے قلعہ کو بیوتیوں کے سپرد کر دیا ہے۔ مگر چند روز کے بعد خود ارسطارخوس کو کسی نے اتھنز میں مار ڈالا[۱۸]۔ پساندر، الک سکلیس اور بعض دیگر عدیدی دیکیلیا کو بھاگ گئے، آر کے بطلیموس، اونوماکلیس اور انتی فون پر یہ جرم عائد کیا گیا کہ انھوں نے اسپارٹی سفارت میں حصہ لیا تھا۔ اور غداری کا مقدمہ قائم کیا گیا

صفحہ ۴۹۷

[۱۷] طوسی ویدش ۸، ۹۷۔ دستور کے قیام کے لیئے فیشر "جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام میں اتھنز کے دستور کے متعلق تحقیقات" بازل ۱۸۴۴ء (مکتوبات مختصر جلد ۱) اور "نوموتھے ٹائی" یا مقننوں کے لیئے گلبرٹ صفحہ ۳۲۲ کا مطالعہ کیا جائے۔

[۱۸] ارسطارخوس کے اختتام کے لیئے Lyc. Leocr ۱۱۵ دیکھا جائے۔

جس میں تھرامنیس نے اپنے قدیم دوستوں کے خلاف تقریر بازی کے جوہر دکھائے ان میں سے اونوماکلیس تو بھاگ گیا باقی دونوں کی گردن اڑادی گئی۔[۱۹]

جنگ اب فرنا بازو کے ملک یعنی شمالی ایشیائے کوچک میں جاری تھی اور یہ اتیخفر کے لیئے خاص اہمیت رکھتی تھی اس لیئے کہ اس نواح میں سب سے زیادہ مابہ النزاع مسئلہ غلے کی درآمد کا تھا۔ سب سے پہلے میندارووس ہیلیسپونت کی طرف چلا۔ تھراسی بولوس اور تھراسی لوس کا ارادہ تھا کہ وہ دردانیال پر اسکی مزاحمت کرینگے۔ مگر ایرے سوس کے محاصرے کی وجہ سے وہ لسبوس سے نہ جاسکے اور میندارووس آخرکار ہیلیسپونت میں داخل ہوگیا۔ اب چند اتیخفری جہازوں نے جو ستوس کے قریب پڑے ہوئے تھے یہ کوشش کی کہ وہ ایکبن بھاگ جائیں مگر ان میں سے چار کو پیلوپونیزیوں نے گرفتار کرلیا۔ اب میندارووس ابی دوس کی طرف چلدیا اور اتیخفری اپنے جہازوں میں بیٹھ کر ایرے سوس سے ایلانیوس گئے جو تھریسی خرسونیز کے جنوبی گوشے میں واقع ہے۔ اس طرح اسپارٹیوں نے ایشیائی ساحل اور اتیخفریوں نے یورپی ساحل کے ایک حصے پر قبضہ کرلیا۔ اس کے پانچ روز کے بعد چھبیس اتیخفری اور چھیاسی پیلوپونیزی کشتیوں کے درمیان راس کینوسیما کے قریب لڑائی ہوئی جس میں اتیخفریوں کو ہی فتح ہوئی اور اس لڑائی کے وجہ سے کیزیکوس جو چند روز کیلئے باغی ہوگیا تھا پھر اتیخفر سے جا ملا علاوہ ازیں اتیخفریوں کا ایشیائی ساحل کے بلدیہ پاریوم پر بھی قبضہ ہوگیا۔[۲۰] تسافرنز نے ان واقعات کو جو اس کے مدمقابل

[۱۹] انتی فون کے اختتام کے لیئے طوسی دیدش ۸، ۶۸۔ اور پلوٹارک "انتی فون" کا مطالعہ کیا جائے اور اس کا بلاس جلد اسے مقابلہ کیا جائے۔

[۲۰] اس زمانے میں ایشیائی بلدیات کبھی ایک کے قبضے میں آجاتے تھے کبھی دوسرے کے۔ اور ہم پورے طور سے حقیقت حال کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ اس کے لیئے کیزیکوس اور تھاسوس کی مثال کافی ہے۔ جنگ کا حال طوسی دیدش ۸، ۳۰ تا ۱۰۷ میں دیا ہوا ہے اور ۸، ۹۰ میں طوسی دیدش تسافرنز کے ایفی سوس کے سفر کا حال بیان کرکے اپنی کتاب ختم کردیتا ہے۔ اس کے بعد فوراً زینوفون کی کتاب "ہیلے نیکا" شروع ہوتی ہے۔ اب واقعات کا تعین نہایت مشکل ہوجاتا ہے۔ مجھے بیلوخ سے اختلاف ہے اور اس کے برعکس میں بوائٹن باخ "(تمہید تاریخ زینوفون" برلن صفحہ وغیرہ) کا اتباع

صفحہ ۴۹۸ فرنا بازو کی حدود میں پیش آرہے تھے اتنی اہمیت دی کہ وہ بذات خود ایک مرتبہ پھر میدان عمل کے قریب آگیا اور ایفی سوس کی راہ لی۔ اُدھر اتیخفری ایک اور لڑائی میں جو ابی دوس کے قریب ہوئی تھی کامیاب ہوئے جس میں ایک طرف الکیبا دیس اور دوسرے جانب فرنا بازو نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ آخر کار تسافرنز نے محض اس خوف سے الکیبا دیس کو گرفتار کرلیا کہ مبادا کہیں اتیخفریوں کا پلہ بہت بھاری نہ ہوجائے۔ مگر یہ چالاک سربراہ بہت جلد فرار ہوگیا (۳۹۱ ق م) اب اتیخفریوں نے ایک نہایت عمدہ بیڑا جس میں چھیاسی جہاز تھے جمع کیا اور ان پیلوپونیزیوں کے خلاف قسمت آزمائی کی جو امیرالبحر میندار وس کی زیر کمان کیزیکوس میں پڑے ہوئے تھے اور جنکی بروقت مدد کے لیئے فرنا بازو بالکل تیار تھا۔ اُن کے بیڑے پر جس میں ساٹھ جہاز تھے تھراسی بولوس اور تھرانیس نے یک بیک حملہ کردیا اور علاوہ سرقوسی جہازوں کے ان سب کو گرفتار کرلیا۔ ان باقی ماندہ سرقوسی جہازوں میں بھی ملاحوں نے آگ لگادی۔ اس جنگ میں نہ صرف خود اسپارٹی امیرالبحر میندار وس ہی کام آیا بلکہ اتیخفر کو اور بھی فوائد حاصل ہوئے۔ مثلاً کیزیکوس پر تھوس یہانتک کہ خود تھاسوس میں بھی اتیخفری علم اڑنے لگا۔ اور گو بائی زنطہ دشمن سے ملا رہا مگر اتیخفری اب بھی مقابل کے ساحل پر قابض رہے بلکہ اُنھوں نے کرڈ گیری کی ایک چوکی کریسوپس میں قائم کی اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جتنے جہاز بحر اسود سے آئیں وہ سب اپنے مال غنیمت کا دسواں حصہ ادا کریں۔ واضح ہو کہ یہ محصول اسی محصول کے مشابہ تھا جسکا ہم نے اس باب کے ابتدا میں ذکر کیا ہے چونکہ اتیخفر کے حلیفوں نے خراج دینا بند کردیا تھا اس لیئے ہر ممکن طریقے پر اتیخفری کماندار کا روپیہ وصول کرتے اور اب اُنکے فرائض میں سب سے اہم فرض یہی وصول زر رہ گیا تھا۔[۵۲۱] جس سے اُن کی مخالفت کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کیا ہے۔ زینوفون نے تین سال کا جو حوالہ دیا ہے (۴۰۷ء) وہ اہم ہے اور اس سے غالباً وہ مدت مراد ہے جس میں سفیر محبوس رہا ہوگا۔ مگر بیلوخ کی ترتیب واقعات اس سے مختلف ہے۔ اب صرف چند مشکلات باقی رہتی ہیں (مثلاً امیرالبحری کی مدت) لیکن اُنھیں نظر انداز کردینا چاہیئے۔

۵۲۱ جنگ کیزیکوس۔ زینوفون: تاریخ ۱، ۱، ۱۴۔ وغیرہ مفصلہ ذیل وہ مشہور مراسلہ تھا جو اسپارٹا

آگ اور بھی بھڑک اٹھی اسپارٹے میں پیلوپونیزیوں کی حالت ایتھنزیوں سے بہتر تھی ایرانی انھیں برابر مالی امداد دیے چلے جاتے تھے۔ اور اب فرنا بازوز نے انھیں کوہ ایڈا پر سے بہت سی لکڑی دیدی جس سے انھوں نے متعدد جہاز تعمیر کر لیئے۔ ایتھنز کو جو فتوحات حاصل ہوئیں وہ بالکل بے کار تھیں جب کہ لکڈمونیوں کے پاس ناقابل اختتام مالی اور جہازی وسائل موجود تھے۔

ظاہر ہے کہ پیلوپونیزی کسی طویل عرصے تک ایرانیوں پر تکیہ نہ کر سکتے تھے وہ یہ سوچنے لگے کہ جنگ کا خاتمہ ہو جانا ہی شاید بہتر ہوگا۔ شاہ آگس نے ایتھنز کے خلاف علم بلند کیا تھا مگر وہ بھی ایتھنز کو مغلوب نہیں کر سکا۔ اور اب اسپارٹیوں نے یہ طے کیا کہ جنگ کے پہلے کی صورت حال کے مطابق ایتھنز سے صلح کر لی جائے۔ صفحہ ۴۹۹

لیکن ایتھنزیوں نے سرغموم کلیوفون کے کہنے سے اس تحریک کو مسترد کر دیا[۱] اور اوائل ۴۱۸ ق م میں تھراسی بولوس نے ایشیا میں کچھ پیش قدمی کی یعنی کولوفون پر قبضہ کر لیا اور ملطہ کو شکست دی۔ مگر وہ ایفی سوس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ ادھر یورپ میں اکائیہ نے اسپارٹی نوآبادی ہرقلیہ ترا خی نی اے پر قبضہ کر لیا۔

لیکن ان سب باتوں سے زیادہ اہم یہ سوال تھا کہ اس جنگ میں ایران کیا روش اختیار کرے گا اس لیئے کہ سب جانتے تھے کہ ایتھنز میں ہرگز اتنی سکت نہیں کہ اسپارٹا اور ایران دونوں کا مقابلہ کر سکے۔ جب ابتدا میں جنگ ایشیا میں پھیلی تھی تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ روانہ کیا گیا تھا۔ "بدقسمتی نے دکھا رہی ہے مینداروس راہی عدم ہوا" فاتے پے فاتے ہو رہے ہیں سخت مصیبت کا سامنا ہے" (زینوفون آ ۱ ۲۴)۔

[۱] اسپارٹا کی تحریک صلح کا ذکر دیودوروس ۱۲، ۵۲ میں ہے اور اسی کی بنا پر نیپوس: "الکیبادیس" ۵ اور جسٹن ۵، ۴ میں بھی کچھ تذکرہ ہے۔ مگر زینوفون میں اس کا پتہ نہیں اس کے لیئے گلبرٹ صفحہ ۳۳۶ اور بیلوخ صفحہ ۷۶ کا مطالعہ کیا جائے اور گروٹ ۸، ۴۰۴ سے مقابلہ کیا جائے جس میں کلیوفون کے مخصوص طرز عمل کی داد دی گئی ہے۔ دیودوروس نے کلیوفون کی مخالفت کی ہے اور اسپارٹے میں تھیوپومپوس کا اتباع کیا ہے۔ کلیوفون پر سرودیہ نویسوں نے بھی آوازے کسے اور کہا کہ وہ عموماً پست ہے۔ لی سیاس (۱۹، ۴۸) کی رائے ہے کہ کلیوفون ایک ذی عزت شخص تھا۔ لایئے: "کلیوفون ساکن ایتھنز" جریدہ تاریخ

ایران نے اپنے صوبہ داروں کو پورا اختیار دیدیا تھا کہ جو طرز عمل چاہیں اختیار کریں۔ مگر جیسے جیسے دن گذرتے گئے ویسے ہی اس کی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ صوبہ دار ایک مخصوص مرکزی طرز عمل کے پابند کردئے جائیں تاکہ وہ ایک دوسرے کا کاٹ نہ کریں اور اپنی عادت کے مطابق ایک دوسرے کی نقصان رسانی کے درپے نہ ہوں۔ تسافرنز اور ارتابازوں کی حکمت عملی کے متواتر مدوجزر سے کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا مگر ہم یہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جب تسافرنز نے چند روز تک بظاہر اتھنیوں کا ساتھ دیا تو فرنابازو نے بھی ان سے یہ وعدہ کرلیا کہ وہ انھیں بیس تالنت دیگا اور اتھنی سفیروں کے ساتھ اپنے ایک ہرقہ کو سوس بھیجیگا اور کالکیدون کو ہدایت کردیگا کہ وہ جملہ محاصل اتھنز کو ہی ادا کرے (۴۱۱ء ۴۱۰ء ق م)۔ سوس کے سفر میں اتھنیوں کے ساتھ ارگوسی ہی شامل نہ تھے بلکہ ہرموکراتیس بھی تھا جو صرف اس لیئے جارہا تھا کہ وہاں پہنچ کر اتھنز کے خلاف زہر پھیلائے۔ غرض یہ ہے کہ جو یونانی اپنے گھروں پر ایک دوسرے کی دشمنی میں ہمیشہ کمربستہ رہتے تھے وہ سلطنت ایران میں کمال اطمینان اور امن وامان سے سفر کررہے تھے اسی زمانے میں اتھنیوں کو ایک بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ شہر بائی زنطہ میں اسپارٹی کلیارخوس سپہ سالار تھا۔ جب وہ روپیہ اور جہاز مہیا کرنے کے لیئے فرنابازو کے پاس گیا تو اس کے غیاب میں اتھنیوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا اور شہریوں کو بھوکا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (پیرس) جلد دوم ۱۔ ۵ کا مقابلہ کیا جائے۔ فیشر اور دیگر مورخ جو اس کا اتباع کرتے ہیں ڈیوفانتوس کی تجویز عوام کی تاریخ کا تعین جس میں اصول عمومیت برقرار رکھنے کے حلف کا ذکر ہے ۴۱۰ء ق م کرتے ہیں اور اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ غالباً اس سال تک عمومیت کا اصول مسلمہ ہوگیا ہوگا۔ اس کے لیئے ڈروائے سن: "ڈیوفانتوس وغیرہ"۔ برلن ۱۸۷۳ء اور گلبرٹ صفحہ ۳۴۲ کا مطالعہ کیا جائے۔ مگر کوئی قدیم مورخ مکمل عمومیت کے احیاء کا قطعی طور پر تذکرہ نہیں کرتا۔ اسی زمانے میں "چند کمشنروں" اور اُن کے "معتمدوں" نے چند اور قوانین مرتب کیئے ("مجموعہ نوشتہائے قدیمہ" ۵۷، ۵۸، ۶۱۔ موخرالذکر۔ مکس ۵۹۰ = ڈٹن برگر ۴۵ = شیول "عمال غیر معمولی" (کتابچہ بیاد گارتھیوڈور مومسن) برلن ۱۸۷۷ء صفحہ ۴۵۱ وغیرہ۔

مارکر انھیں مطیع ہونے پر مجبور کیا۔ اسپارٹا کیلئے یہ نقصان عظیم الشان تھا۔ مگر اسے ایک اور محاذ سے اطمینان بخش خبر موصول ہوی۔ وہ یہ کہ پیلوس اور نسیہ سے اتیخفریوں نے اپنی فوج ہٹالی۔[۲۳]

صفحہ ۵۰۰ قسمت کبھی اسپارٹیوں کی یاوری کرتی تھی کبھی اتیخفریوں کی۔ اور اگر ایران قطعی طور پر اسپارٹا کا طرفدار نہ ہو جاتا تو اتیخفر کو اب بھی اپنے آپ کو بچا لینے کا موقعہ حاصل تھا۔ لیکن فرنا بازو نے اتیخفری سفرا کے سوس روانہ کرنے میں حتے المقدور دیر کی چنانچہ وہ ابھی گوردیون ہی میں تھے کہ اسپارٹی سفرا سوس سے آبھی گئے اور میدان تدبر میں بازی جیتنے کا سہرا ان ہی کے سر رہا۔ شہنشاہ داریوش کا بیٹا کورش "ان تمام قوموں کا جو میدان کستولس میں مجتمع تھیں" (یعنی لدیہ، افروجیہ، اور کاپادوسیہ کا) صوبہ دار مقرر ہو کر آیا تھا۔ اسے پایہ تخت سے یہ حکم ملا کہ وہ اسپارٹا کی ہی مدد کرے یہ خبر سنکر فرنا بازو نے اتیخفری سفیروں کو آگے بڑھنے سے باز رکھا اور وہ جہاں تھے وہیں تین سال متواتر نظر بند رہے۔ اس کے بعد تسافرنز اور فرنا بازو کے باہمی مناقشے ختم ہو گئے اور ساتھ ہی الکبیادیس کا اثر بھی مفقود ہو گیا۔ شاہزادہ کورش اسپارٹا پر ہمیشہ نظر عنایت رکھتا تھا اور اب اس کی ایک ایسے اسپارٹی سے ملاقات ہو گئی جو اس سے خوب کام نکالنا چاہتا تھا۔

یہ عجیب و غریب بات ہے کہ عین اس موقع پر جب اتیخفریوں کی قسمت پلٹا کھا رہی تھی یعنی ۴۰۸ ق م میں الکبیادیس اتیخفر واپس آجاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جب اسے اپنا قدم ایشیا سے ہل جانے کا یقین ہو گیا اس وقت وہ اپنے قدیم وطن کی طرف رجوع ہوا۔ اس کا طرز عمل ہمیشہ یہ ہی رہا تھا اور اُس نے اسی طرح اتیخفر سے اسپارٹا میں اور اسپارٹا سے ایشیا میں جا کر پناہ لی تھی۔ اُس نے یہ سمجھ لیا کہ کورش قطعی طور پر اسپارٹا کا طرفدار ہو گیا ہے اور یہ کوشش کرنا کہ وہ اسپارٹا سے منھ موڑ لے بالکل بے سود ہے۔ مگر یہ ممکن تھا کہ تسافرنز یا ارتا بازو کو پھنسایا جائے۔ غرض یہ ہے

[۲۳] بائی زنطہ پر اتیخفریوں کا قبضہ۔ زینوفون "تاریخ" ۱، ۳، ۹۔ اس کی وجہ سے اسپارٹی اناکسی لاؤس پر اسپارٹا میں مقدمہ قائم کیا گیا مگر آخر کار اسے رہا کر دیا گیا۔ پیلوس اور ہرقلیہ کا بیان زینوفون ۱، ۳، ۱۸ میں اور نسیہ کا دیودوروس ۱۳، ۶۴، ۶۵ میں ہے۔

اس کے لیئے اب بھی ایتھنز میں کوئی نہ کوئی جائے پناہ نکل سکتی تھی اور جب وہ آیا تو خالی ہاتھ نہیں آیا۔ اول تو اُس نے خلیج سیرا موس سے جو کاریہ میں ہے ایک سو تالنت کی معتدبہ رقم جمع کی اور پاروس اور اسپارٹی سلح خانہ گیتھیوم میں ایتھنزی قوت وجبروت کا مظاہرہ کرکے ایتھنز کی طرف چلدیا۔ ایتھنز پہنچنے پر وہ کونون اور تھراسی بولوس کے ساتھ استراتی گوس مقرر ہوا۔ واضح ہو کہ کونون پہلی مرتبہ تماشہ گاہ تاریخ پر نمودار ہوا اور تھراسی بولوس وہی تھا جس نے تھریس اور تھاسوس میں (جو ایتھنز سے باغی ہوگیا تھا) ایتھنزی اقتدار کو قائم رکھا۔ اور اس کی سیادت برقرار رکھی تھی۔ جس روز الکیبا دیس پر ئی اوس میں داخل ہوا وہ پلین تے ریا تیوہار کا دن تھا جو ماہ تھارگیلیون (یعنی مئی) میں آتا تھا۔ اس دن کا شگون یونانی ہمیشہ بُرا سمجھتے تھے اسی لیئے اسرز اتھنیا دیبی کے اس بت کے چہرے پر جو قلعہ میں استادہ تھا نقاب ڈال دی جاتی تھی اور تمام اہم کاروبار بند کردیئے جاتے تھے۔ الکیبا دیس کو برابر یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ ایتھنز پہنچتے ہی اس کے دشمن اس پر وار کرینگے۔ مگر امید کے خلاف اس کی ہر ایک تدبیر کارگر ہوئی۔ اُس نے وہ خدمات جو اس کے تفویض کیئے گئے تھے نہایت عمدہ طور سے پورے کیئے اور جب بوئے درومیون (یعنی ستمبر) کے مہینہ میں وہ ایک مقدس جلوس کے آگے آگے فوج کے ایک بدرقہ کے ساتھ الیوسس جارہا تھا تو اسکا شہریوں پر نہایت اچھا اثر پڑا۔ اس اثر کے کئی اسباب تھے۔ ایک تو یہ کہ عرصہ دراز سے پیلوپونیزی خاص سرزمین اٹیکا میں پڑے ہوئے تھے اسلیئے طوعاً وکرہاً یہ جلوس سمندر کے راستے سے جایا کرتا تھا۔ اور جب الکیبا دیس اس جلوس کو نہایت کامیابی سے خشکی کے راستے لے گیا تو لوگوں نے خیال کیا کہ ضرور یہ خبر کہ اُس نے اتھنیا دیبی کو ناراض کردیا ہے غلط ہوگی۔ دوسرے اُس کی حرکات سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ خود شاہ آگس اس سے خوفزدہ ہے۔ غرض یہ ہے کہ کچھ عرصے کے بعد صفحہ ۵۰۱

۳۳ تھاسوس میں ایتھنز کے از سر نو اقتدار کا حال زینوفون ۱، ۴، ۹ میں دیا ہوا ہے اور اس سے بیشتر کے واقعات ۱، ۱، ۳۲ سے معلوم ہوسکتے ہیں۔

الکیبا دیس کے واپسی کا ذکر زینوفون ۱، ۴، ۱۲۔ مگر دیو دورس (۱۳، ۶۸) نے ان ہی واقعات کے بیان کرنے میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔ اس ضمن میں پلوٹارک

وہ ایک سو جہاز آراستہ کرکے آخری مرتبہ ایتھنز سے چلدیا اور اندروس ہوکر جزیرۂ ساموس کی راہ لی۔

۴۱۱ء ق م میں اسپارٹی امیر البحر لیساندر جو ایک نہایت ہی قابل سپہ سالار اور زیرک مدبر تھا ایشیا پہنچا اور پہنچتے ہی شاہزادہ کورش کے پاس جاکر اس سے دوستی پیدا کرلی۔ کورش نے اس کے ساتھ مشرقی انداز سے گفتگو کی اور کہا کہ میرے باپ نے مجھے پانچ سو تالنت اسپارٹیوں کی خدمت کے لیئے دئے ہیں لیکن اگر یہ رقم ناکافی ہوئی تو میں اپنے خانگی اخراجات کی مد سے اسپارٹیوں پر روپیہ خرچ کرونگا بلکہ ضرورت ہوئی تو وہ گنگا جمنی تخت جس پر میں اسوقت بیٹھا ہوا ہوں توڑکر اسپارٹیوں کی نذر کردونگا۔ مگر جب عمل کا وقت آیا تو اُس نے ایک درہم کی سی قلیل رقم بھی جس کی ہر ایک سپاہی کو روزانہ ضرورت پڑتی تھی نہ دی اور بالآخر اپنے یار غار لیساندر کی گویا رعایت کرکے صرف چار اوبول فیکس دینے پر راضی ہوا لیکن باوجود ان تمام باتوں کے ایک فاش غلطی سرزد ہوجانیکی وجہ سے ایتھنزیوں ہی کو شکست ہوئی اور یہ موقعہ اس قدر نازک تھا کہ ایتھنزیوں سے ایک بھی چھوٹی سے چھوٹی غلطی نہ ہونی چاہیئے تھی۔ بہرحال الکیبیادیس کی غیر موجودگی میں اسکے ماتحت ان طاکوس نے حکام بالادست کی حکم عدولی کرکے پیلوپونیزی بیڑے پر جو ایفی سوس کے شمال میں پڑا ہوا تھا حملہ کیا۔ لیکن وہ پسپا ہوگیا اور اسے پندرہ جہازوں کا نقصان اٹھانا پڑا ۴۰۷ء ق م میں ایتھنز میں ایک شخص تھراسی بولوس نے اپنی تقریروں میں اس شکست کا ذمہ دار الکیبیادیس کو ٹھہرایا جس کی وجہ سے لوگوں نے اسے دوبارہ سپہ سالار مقرر نہیں کیا۔[۲۵] اور اپنی جان کے خوف سے وہ ایتھنز واپس آنیکے بجائے تھریسی خرسونیز

صفحہ ۵۰۲

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ "الکیبیادیس" ۴۲۴ تا ۴۰۴ کا مقابلہ کیا جائے۔ اسمیں جو کچھ مبالغہ آمیزی ہے وہ اصل میں تھیوپومپوس اور دوروس سے اخذ کیگئی ہے۔ گلبرٹ کا خیال ہے کہ ایک لکدمونی سفارت جو ایتھنز کو اسپران جنگ کے آزاد کرنے کے لیئے گئی تھی اور جسکی توثیق اندروتیون کے ایک جزو سے ہوتی ہے جو حال میں دریافت ہوا ہے دراصل اس زمانے کی ہے جب الکیبیادیس ایتھنز میں ہی تھا۔

[۲۵] یہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ الکیبیادیس کو معزول کیا گیا یا محض دوبارہ منتخب نہیں کیا گیا

چلا گیا جہاں اُس نے اپنے لیئے ایک قلعہ بنا رکھا تھا۔ اس کے بعد تمام واقعات اتیخفر کے خلاف رونما ہوتے رہے۔ اور اتیخفریوں نے جوش میں آکر اپنے اعلےٰ ترین سپہ سالاروں کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا اور اُن کی بجائے عیاروں اور بے عقلوں پر بھروسہ کیا جس کی وجہ سے بالآخر اُنھیں زیر ہونا پڑا۔

سنہ ۶۰۴ ق م میں لیساندر کی جگہ کالیکراتی دیس سپہ سالار اعظم مقرر ہوا۔ یہ ایک نہایت مضبوط طبیعت کا آدمی تھا۔ اور اس میں ایک خاص خصلت ایسی تھی جو اُس زمانے میں کسی اور میں شاذ و نادر ہی پائی جاتی تھی یعنی یہ کہ اُس کو حقیقی معنے میں جذبۂ "یونانیت" کا احساس تھا۔ وہ یہ برداشت نہ کر سکتا تھا کہ وہ ایرانیوں کے سامنے امداد موعودہ کے لیئے ہاتھ پھیلائے اور شاہزادے کے برآمدوں میں از راہ خوشامد ٹہلا کرے۔ چنانچہ اُس نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ اسپارٹا واپس پہونچکر اتیخفر سے کوئی نہ کوئی مفاہمہ کرنے کی کوشش کریگا۔ اسکی جنگی کارروائی کا آغاز نہایت اعلےٰ درجے کے کارناموں سے ہوا۔ اول تو اُس نے ملطہ سے روپیہ وصول کیا اس کے بعد میتھنا پر قبضہ کر کے کونون کو متی لنہ کے بندرگاہ میں پناہ لینے پر مجبور کیا اور ایک سو ستر جہاز لیکر کونون کے ستر جہازوں کو شکست دی جنمیں سے تیس تو گرفتار کیئے باقیوں کا شہر کی فصیل تک تعاقب کیا جہاں انھیں چند روزہ قیام و آرام کا موقعہ مل گیا۔ اسی طرح کالیکراتی دیس نے دیومیدون کے بارہ جہازوں میں سے دس گرفتار کر لیئے۔ مگر متی لنہ کی ناکہ بندی کچھ زیادہ سخت نہ تھی جس کے باعث ایک اتیخفری کشتی بندرگاہ سے نکل گئی اور اتیخفر جا کر شہریوں کو کونون کی کیفیت سے آگاہ کر دیا۔ اب اتیخفریوں نے اپنی قوت مجتمع کرنی شروع کی۔ اُنھوں نے تیس دن میں ایک سو دس جہاز آراستہ کیئے۔ اور شہر کے ان تمام آزاد اور غلام باشندوں کو جن کی عمر جنگی خدمت کے قابل تھی جہازوں پر بٹھا کر روانہ کیا۔ ساموس پہونچنے پر وہاں کے دس اور باقی حلفا کے پاس سے تیس جہاز مزید آگئے اور جب متی لنہ پہونچے تو اُن کے پاس ڈیڑھ سو سے زیادہ جہاز تھے۔ اب کالیکراتی دیس نے

صفحہ ۵۰۳

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ گلبرٹ (صفحہ ۳۶۶) یہ فرض کر لیتا ہے کہ اس پر کلیوفون نے جو رہبر عموم تھا غداری کا الزام لگایا گیا ہوگا۔

پچاس جہاز تو کونون کی نگرانی کرنے کے لیئے چھوڑ دیئے اور ایک سو بیس کو لے کر اتیخفریوں کا تعاقب کر کے ان سے جزائر آرگینوسائے کے قریب جنگ آزما ہوا۔ اس لڑائی میں اتیخفریوں کو کامل فتح ہوئی اسپارٹیوں کے ستر اور اتیخفریوں کے صرف پچیس جہاز برباد ہوئے اور خود کالیکراتی دیس بھی کام آیا اس لڑائی کے بعد اتیخفری سپہ سالاروں نے تھرائینس اور تھراسی بولوس کو کھلے سمندر میں اس کام کے لیئے روانہ کیا کہ تباہ شدہ اتیخفری کشتیوں کے جو لوگ بچ گئے تھے انھیں اپنے ساتھ لیں اور مردوں کی نعشوں کو ایک جگہ اکٹھا کریں۔ مگر سوء اتفاق سے کشتیوں کو ایک طوفان نے آگھیرا اور وہ ان احکام کی تعمیل نہ کر سکے۔ بہر حال اب کونون آزاد تھا اور وہ آپ نکل کر فتحمند بیڑے کی طرف چلدیا (ستمبر ۴۰۶ ق م)

اس شاندار فتح کے بعد اتیخفریں جو کارروائی ہوئی وہ نہایت مکروہ اور نفرت انگیز تھی۔[۵۵] یعنی جن سپہ سالاروں حسن خدمات کا اتیخفریوں کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے تھا اور جنھوں نے مادر وطن کو دشمن کے چنگل سے نکالا تھا انھیں معزول کر کے اُن پر مقدمہ قائم کر دیا اُن میں سے ایرامی نڈیس پر تو تغلب کا الزام لگایا گیا اور باقی سب پر مجموعی طور سے یہ جرم قائم کیا گیا کہ انھوں نے مصیبت زدوں کی تکالیف دور کرنے کی کوشش نہیں کی اور مُردوں کی نعشیں بچا نہیں کیں لیکن اگر یہ جرم اُن سے سرزد ہوا بھی تھا تو اس کا سب سے بڑا ذمہ دار خود تھرامنیس تھا چنانچہ اُسے یہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں اس سے جواب نہ طلب کیا جائے۔ باقی سپہ سالار تو اس کی طرح ہوشیار تھے

[۵۵] ان سپہ سالاروں کے خلاف جو آرگی نوسائے کے لڑائی کے موقع پر اتیخفری بیڑے کے کمانڈر تھے جو کارروائی ہوئی اس کا ذکر زینوفون ۱ ۷ میں ہے۔ دیودورس (۱۳ ۷۰-۱۰۲) نے اس لڑائی کی تفصیل بیان کی ہے اس میں لفاظی بھری ہوئی ہے۔ اور باب ۷۰ میں کیے کا جو ذکر ہے اس کی وجہ سے میرا خیال ہے کہ اُس نے ایفوروس کا اتباع کیا ہوگا۔ آج کل کے مورخوں میں سے ہر بسبٹ: "جنگ آرگی نوسائے" (ہامبرگ ۱۸۵۵ء) کا مطالعہ کیا جائے۔ گروٹ کا خیال ہے کہ اتیخفری سپہ سالاروں نے تباہ شدہ جہازوں کے ملاحوں کے تلاش میں کافی سرگرمی نہیں دکھائی اس میں شبہ نہیں کہ سپہ سالاروں کا رویہ اس قدر متقیانہ نہ تھا جتنا نکیاس کا جس کا تذکرہ پلوٹارک: نکیاس ۶ میں درج ہے۔ مگر اسی اتفاق اور بے پرواہی

اور نہ ان میں بدی کا مادّہ اس قدر بھرا ہوا تھا کہ اس پر اور تھراسی بولوس پر الزام رکھیں اس لیئے انھوں نے جواب دیا کہ طوفان کی وجہ سے مصیبت زدوں کو بچانا بالکل ناممکن ہوگیا تھا اس لیئے کوئی بھی مورد الزام نہیں ہے۔ اس کے برعکس تھرامنیس اور اس کے فریق نے لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے معمولی طریقے اختیار کیئے اور ایک شخص کالکسے نوس نے مجلس کی طرف سے یہ مطالبہ کیا کہ سپہ سالاروں کو سزا دینے کے مسئلے پر رائے لی جائے۔ یہ طریقہ بالکل خلاف قانون تھا۔ دستور کے مطابق ہر شخص کو اختیار تھا کہ جب اس پر کوئی اتہام عائد کیا جائے تو وہ جواب دہی کرے۔ اور یوری بطلیموس نے کالکسے نوس پر یہ الزام لگایا کہ اُسنے اس قانون کی خلاف ورزی کی ہے جس کے بموجب اس قسم کی تحریک پر محض سرسری طور پر رائے لینا ناجائز ہے مگر عوام الناس کا جوش اس قدر بڑھ گیا تھا کہ انھوں نے فوری رائے زنی کا مطالبہ کیا اور گو حکیم سقراط نے جو پری تانیس میں سے ایک تھا یہ کہدیا کہ وہ اس کارروائی میں کوئی حصہ نہیں لینا چاہتا مگر اسکے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کی وجہ سے تو نکیاس نے سرقوسہ کی مہم میں اتیخری فوج کا قلع قمع کرادیا۔ اتیخریوں کے طرز کارروائی کی داد ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ اور سقراط کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک قانونی غلطی کی ہوگی۔ بلاشبہ اتیخریوں کو یہ اختیار تھا کہ وہ اس امر کا تصفیہ کریں کہ اتیخری سپہ سالاروں کو تباہ شدہ کشتیوں کے ملاحوں کو بچانے سے گریز کرنے کی سزا ملنی چاہیئے یا نہیں۔ وہ یقیناً اس کے مختار تھے کہ جتنا چاہیں مذہبی احکام کی تعمیل میں سختی کریں۔ مگر ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ سپہ سالاروں نے تو اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کوتاہی کی مگر تھرامنیس نے نہیں کی۔ بلکہ جو کچھ تھرامنیس نے دیگر مواقع پر کیا ہے اس سے یہ ہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ وہ ہی اس کا مرتکب تھا۔ اول تو وہ جارحو کا تقرر کراتا ہے اور پھر اُن کے زوال کا باعث ہوکر اُن کے مواخذے کے درپے ہوتا ہے اس کے بعد وہ یہی برتاؤ "تیس" کے ساتھ کرتا ہے۔ جب وہ اپنی آخری کوشش میں ناکام ہوا یعنی خود اپنی حفاظت نہ کرسکا اس سے پہلے ہی سے لوگوں نے اسے "کوتھورنوس" کا لقب دیا تھا جو ایسا جوتا ہوتا ہے جو دونوں پاؤں میں آجاتا ہے۔ اس سے یہ مراد تھی کہ وہ جدھر کی ہوا دیکھتا اسی طرف منھ کرلیتا۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھا جائے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اُسنے

باقی ماندہ ساتھیوں میں اتنی جرأت نہ تھی اسلیئے اُنھوں نے عوام کے حکم کی تعمیل کی۔
اب یوری بطلیموس نے یہ تحریک کی کہ کانونوس والی قرارداد کے مطابق
صفحہ ۵۰۴ سپہ سالاروں کے علٰحدہ علٰحدہ مقدمے ہونے چاہئیں لیکن یہ تحریک بھی نامنظور ہوئی
اور اس کی بجائے کالکسے نوس کی تحریک منظور ہوگئی نتیجہ یہ ہوا کہ جو سپہ سالار اتیخفر
میں موجود تھے یعنی فارقلیس ولد اسپازیہ، دیومیدون، اراسی ندیس، تھراسی بولوس
لسیاس اور ارسطقراطیس یہ سب گیارہ عمال اعلےٰ کے حوالہ کردیئے گئے اور
ان سب نے زہر کا پیالہ پیکر اپنی اپنی جان دی۔

سپہ سالاروں کی دردناک سزایابی سے اس انتہائی پستی کا اندازہ ہوتا ہے
جو اس زمانے کے ایتھنزیوں کی عادات میں پیدا ہوگئی تھی۔ اگر محض اخلاقی نقطۂ نظر
سے دیکھا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مذہبی اور انسانی فرائض منصبی کی کوتاہی پر
سزائے موت دی جاسکتی ہے۔ مگر یہ ممکن تھا کہ جو کچھ کارروائی کیجائے وہ قانون اور
آئین کے مطابق ہو خصوصاً جب ملزم ایسے لوگ تھے جنھوں نے حال ہی میں مُلک کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ محض اپنے کو بچانے کی غرض سے دوسروں پر الزام لگایا تھا۔
تھرامنیس نے اس کی کبھی تردید نہیں کی کہ اس کے پاس مصیبت زدہ ملاحوں کو بچانے کے
احکام آگئے تھے۔ اور جب اُس نے ان احکام کی تعمیل نہیں کی تو وہ ضرور سزا کا مستوجب
تھا۔ بلوخ (سیاسیات اٹیکا ص۸۷) کی یہ خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے تھرامنیس کے
سر سے الزام ہٹائے اور وہ کہتا ہے کہ سپہ سالاروں کو یہ ہرگز نہ چاہیئے تھا کہ اتنا اہم کام
"ماتحت افسروں" کے سپرد کردیتے (؟) ممکن ہے کہ یہ رائے درست ہو۔ مگر اس سے یہ
لازم نہیں آتا کہ اول تو تھرامنیس حکم عدولی کرے اور پھر اپنے افسران بالادست کو
سزائے موت دلوادے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شخص پر بالآخر الزام لگایا گیا اور جس کی
فضیحت کی گئی وہ تھرامنیس نہیں بلکہ کالکسے نوس تھا۔ مگر اس سے تھرامنیس کی برأت
ثابت نہیں ہوتی۔ اتیخفری خیالات کے بموجب کالکسے نوس محرک تھا اور اُسی کے سر
ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اصل میں تھرامنیس نے یہ چالاکی کی تھی کہ خود تو پیچھے رہا اور
دوسروں کو آگے بڑھا دیا۔

ظاہر ہے کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس مواخذے میں کوئی حدیدی سازش مضمر تھی۔

ایک عظیم الشان خطرے سے نجات دی تھی۔ ایسی حالت میں قانون کی خلاف ورزی کرنا نہ صرف انسانیت کے خلاف ہے بلکہ دور اندیشی کے بھی منافی ہے۔ اور اس سے ایتھنز میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ آئندہ سپہ سالاروں کا نقطۂ نظر یہ نہیں ہوگا کہ وہ فتح حاصل کرلیں بلکہ ان کا واحد نصب العین یہ ہوگا کہ سیاسی ہیجان پیدا کرنیوالوں کے انبوہ کثیر کو خوش رکھیں۔ اگر ایتھنزی مذہب پرستی کو مقدم اور حفاظت وطن کو موخر سمجھنے لگے تھے تو پھر ملک کا کہیں ٹھکانہ باقی نہ تھا۔ مذہب کی مبالغہ آمیز قدر و منزلت کے علاوہ اس کارروائی کے دو اسباب اور بھی تھے اول تو لوگوں کی طبیعت میں اسی قسم کا جوش پیدا ہوگیا تھا جیسا کسی مریض کی طبیعت میں پیدا ہوجاتا ہے یعنی انھیں ہر کام میں مشکلات ہی مشکلات نظر آتی تھیں اور بجائے اس کے کہ وہ کسی خاص شخص کے حکم کا اتباع کریں جس کی انھیں اشد ضرورت تھی وہ عدیدی سازشوں کی وجہ سے متواتر خوف و ہراس کی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ دوسرے یہ کہ تھرامینس کا طرز عمل صریحاً وطنیت کے خلاف تھا اور اگر ہم اس کی زندگی کے تمام کارناموں پر نظر ڈالیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچینگے کہ وہ سخت قابل گرفت تھا۔

مگر ایتھنز میں اس قدر تنومندی اور قوت اب بھی باقی تھی کہ اُن واقعات کے بعد بھی اس کے زوال کے لئے کچھ عرصہ درکار ہوا۔[۱] اس کے برعکس پیلوپونیزیوں کو جنھوں نے ایتیونیکوس کی ماتحتی میں بمقام خیوس اجتماع کیا تھا بہت سی مشکلات کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مگر آخر وہ کون فریق تھا جو مذہبی ارکان بربہت زور دیتا تھا۔ اور تھرامینس کس گروہ کا رہبر تھا ان سوالوں کا صرف ایک ہی جواب ہوسکتا ہے۔

حال کے زمانے میں ہرونیوس کی یونانی کتاب "جنگ آرگے نوسائے میں (جس کے اقتباس لانڈویر نے دئے ہیں) یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ الزام صرف یہ تھا کہ مُردوں کی تدفین" میں کوتاہی کی گئی۔ اس میں شُبہ نہیں کہ اُسے ایتھنزی ایک مذہبی گناہ تصور کرتے تھے۔

[۱] جیسے جنگ کی زکوس کے بعد اسپارٹیوں نے حالات ماقبل جنگ کی بنا پر صلح کرنی چاہی تھی ویسے ہی اب آرگی نوسائے کی لڑائی کے بعد بھی صلح کرنی چاہی۔ مگر کلیوفون کی رائے کے مطابق ایتھنزیوں نے پھر انکار کردیا۔ ارسطوفانیس اپنے ناٹک "غوکان" میں

سامنا تھا اسلئے کہ نہ تو اُن کے پاس روپیہ تھا نہ سامان خورونوش۔ اُنھوں نے مختلف واقعات اور حالات کا یہ نتیجہ نکالا کہ لیساندر کے بغیر چارہ کار نہیں اب انھوں نے اسے بلانے کیلئے اسپارٹا کو لکھا۔ اسپارٹیوں نے اسے فوراً بھیجدیا لیکن چونکہ وہ قانوناً صفحہ ۵۰۵
امیر البحر کے عہدے پر دوسری مرتبہ فائز نہیں ہوسکتا تھا اس لیئے اسے صرف نائب امیر البحر (ایپیتولیوس) بنا کر بیڑے کی کمان کا حکم دیدیا گیا۔ (دیکھئے قسم) لیساندر نے پہلے تو کورش سے روپیہ وصول کیا اور پھر ایشیائے کوچک کے جنوب میں ایک مہم سر کرنے کے بعد سلیسیونت پہنچا جہاں اتھنری پڑے ہوئے تھے۔ اور لیساکوس پر قبضہ کرلیا۔ اس پر اتھنریوں نے اپنا بیڑا جس میں ایک سو اسی جہاز تھے مقابل کے ساحل پر بمقام ائی گوس پوتامی کھڑا کردیا اور یہاں لیساندر کی ترکیبوں اور اتھنری سپہ سالاروں کی حماقت سے لڑائی چھڑ گئی۔ کئی روز تک تو باوجود اتھنریوں کے للکارنے کے لیساندر چپ چاپ پڑا رہا۔ گو الکبیادیس اتھنری لشکر کے قریب ہی تھا اور اُس نے اُنھیں حقیقت حال سے آگاہ بھی کردیا تھا نیز اُن کے لشکر میں کونون جیسا قابل شخص بھی موجود تھا مگر باقی ماندہ سپاہ دار سخت ناقابل تھے اور منجملہ اُن کے کم سے کم ایک تو ضرور ملک فروش تھا۔ اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ اسپارٹی اُن سے ڈر گئے۔ پانچویں روز اتھنریوں نے پھر اسپارٹیوں کو للکارا اور پھر اسپارٹیوں کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اب وہ ائی گوس پوتامی واپس چلے گئے اور سامان خورونوش جمع کرنے کے لیئے اپنی کئی جماعتیں بنا کر دیہات میں پھیل کر بیڑے کی طرف سے بالکل لاپرواہ ہوگئے۔ اب لیساندر نے یک بیک اتھنریوں پر ایسا حملہ کیا کہ اُنھیں جنگ کے لیئے باترتیب صفیں بھی بنانے کا بھی موقعہ نہ ملا اور بیڑے کو پاش پاش کردیا۔ کونون صرف آٹھ اتھنری جہازوں کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ دوسروں کے ساتھ کلیوفون پر بھی حملہ کرتا ہے۔ گروٹ کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ نیز کوس اور آرگے نوسائے کی لڑائیوں میں خلط مبحث ہوگیا ہو اور اسپارٹیوں کی کوشش کا اسے یقین نہیں۔ جس سال آرگے نوسائے کی جنگ لڑی گئی ہے اس سال میں اتھنر کو اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ ارسطاطالیس کہتا ہے کہ اتھنیا کے مجسمے تک بگھلا دیئے گئے۔ اور یقین ہے کہ اس زمانے میں پورستائے کو جنکا ذکر اس سے پہلے آچکا ہے بہت کام کرنا پڑا ہوگا۔

بچاسکا اور فرار ہوکر ایواغورس حاکم قبرس کے مُلک میں چلا گیا۔ پارالوس بھی ان جہازوں میں سے تھا جو بچ گئے تھے اور وہی یہ خبر بدلیکر اتھنز پہونچا۔ لیساندر نے ان سب اتھنزیوں کی جنھیں اُس نے گرفتار کیا تھا گردن ماردی مگر مادئی مانتوس بظاہر اس لیئے بچ گیا کہ اُس نے اپنے ساتھیوں کی اس تحریک کی مخالفت کی تھی کہ پیلوپونیزی قیدیوں کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں لیکن[۱] غلب یہ ہے کہ اسکے اور لیساندر کے درمیان کسی نہ کسی قسم کا غدارانہ معاہدہ ضرور ہوگیا ہوگا۔ اب اتھنز کا خاتمہ ہوچلا تھا۔ نہ تو اس کے پاس جہاز رہے تھے نہ جہاز تعمیر کرنے کے ذرائع۔ مگر اسپارٹی اپنے مخالف شہروں کو تسخیر کرنے کے اصل راز سے واقف نہ تھے اسلیئے باوجود اتھنزیوں کی ان تمام کمزوریوں کے لیساندر نے براہ راست اتھنز پر حملہ کرنے کے بجائے یہ طے کیا کہ اتھنز کو بھوکا مارے اور اس طرح انھیں ہتھیار ڈال دینے پر مجبور کردے۔ پہلے تو اُس نے ساموس کے علاوہ اتھنز کے قدیم حلیفوں کو جو اس وقت تک اس کے طرفدار تھے (مثلاً بائی زنطہ اور کالکدون) اطاعت پر مجبور کیا۔ اور کئی ہزار اتھنزیوں کو جن میں سے اکثر کلیروخ تھے اتھنز روانہ کردیا تاکہ وہاں کے بھوکے باشندوں میں مزید اضافہ ہو۔ اُس نے حکومت اسپارٹا اور شاہ آگس سے جو دیکیلیا میں تھا یہ کہلوا بھیجا کہ وہ دو سو جہاز لیکر پیرئی اوس کی ناکہ بندی کیلئے آرہا ہے اس لیئے مناسب ہے کہ ساتھ ہی بری طرف سے بھی اتھنز پر پوری قوت سے حملہ کردیا جائے۔ بالآخر یہی ہوا اور پیلوپونیزیوں نے شہر کے پیلون دروازے کے باہر باغیچہ اکاڈمی میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اُدھر لیساندر نے پہلے تو میلوس اور ائگینا کے باقی ماندہ باشندوں کو اُنکی مملوکات واپس دیں اور پھر خود پیرئی اوس کے

صفحہ ۵۰۶

[۱] طوسی ویدس ۷، ۷۶۔ لیساندر اور سرتوسیوں کی تدبیر میں کچھ فرق نہیں سوائے اسکے کہ ایک کا دائرہ دوسرے سے ذرا زیادہ وسیع ہے جنگ ائی گوس پوتامی کا ذکر زینوفون ۲، ۱، ۲۰ وغیرہ میں ہے۔ لیسیاس کی اکیسویں تقریر میں تین اور مفرور جہازوں کا ذکر ہے اس لیئے ایسے جہازوں کی تعداد ۱۲ ہوجاتی ہے۔ غداری کے متعلق گروٹ (۴) (۲) ۱۸۱ کا بھی یہی خیال ہے کہ غالباً لیساندر نے رشوت دی ہوگی۔ جنگ کے بعد کے واقعات کے لیئے دیکھئے لوکن باخ "جنگ ائی گوس پوتامی سے تیس کی حکومت تک کے واقعات" آشتراس بورگ ۱۸۷۵ء۔

مقابل نمودار ہوا۔

اب عدیدیوں کو اپنا کام ختم کرنا باقی تھا۔ اور چونکہ اتیخفر کا مسلح انبوہ اب بھی ہر شخص کی موت و زیست کا مختار تھا اور عدیدیوں کو یہ خوف تھا کہ اگر ذرا بھی قبل از وقت حرکت کی تو بس اُن کی جانیں سلامت نہیں اس لیئے اُنھیں اپنا کام مکمل کرنے میں بڑی دقت پیش آئی سب سے پہلے تو عمومیت پسند کلیوفون کی گردن ماری گئی[۲۹] جس سے لوگوں پر بڑا اثر پڑا اور عوام نے شاہ آگس سے کہلوایا کہ اگر اُن کی فصیلیں اور پرئی اوس صحیح و سالم اُن کے پاس رہیں تو وہ اسپارٹی لیگ میں بخوشی شامل ہو جائینگے۔ اسپر آگس نے جواب دیا کہ مناسب ہے کہ وہ اپنے سفیروں کو اسپارٹا ہی روانہ کریں۔ مگر جب سفیر بھیجے گئے تو اُنھیں سیلاسیا پر روک دیا گیا اور یہ پیام دیا گیا کہ اُن کی تحریکیں ایسی ہونی چاہئیں کہ انھیں خود اسپارٹا منظور کرے۔ لیکن اتیخفری اپنی فصیلیں مسمار کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ساتھ ہی اُنھیں یہ بھی خوف تھا کہ مبادا ان سے نہ صرف فصیلوں کی مسماری کا بلکہ ان سے بھی سخت شرائط کا مطالبہ کیا جائے۔ اس لیئے ان میں اشتباہ اور بے چینی کے آثار نمایاں ہو گئے اور اُن کی یہ خواہش ہوئی کہ اُنھیں اسپارٹا کے مطالبوں کا علم ہو جائے تاکہ اُنھیں اطمینان نصیب ہو۔ اب تھرامنیس نے کہا کہ اگر اتیخفری چاہیں تو وہ اسپارٹا کی خواہشات دریافت کر سکتا ہے۔ چنانچہ اسے روانہ کر دیا گیا اور وہ اپنے مقصد کی انجام دہی کیلئے تین ماہ متواتر لیساندر کے پاس رہا اور اس دوران میں کوئی اطلاع اتیخفر روانہ نہیں کی۔ آخر جب راستہ دیکھتے دیکھتے اتیخفریوں کی حالت اور زیادہ پست ہو گئی تو اُس نے اُنھیں اطلاع دی کہ اُس کا اسپارٹا جانا نہایت ضروری ہے اس لیئے کہ وہ شرائط جو اتیخفر پر عائد کیئے جائینگے وہیں طے ہونگے۔ بالآخر وہ اسپارٹا روانہ ہو گیا۔ وہاں کورنتھ اور تھبز نے یہ رائے دی کہ اتیخفر بالکل مسمار کر دیا جائے مگر اسپارٹا نے جواب دیا کہ وہ بلد یہ جس نے یونان کی آزادی کے لیئے یہ اتنی جد و جہد کی ہے اسے برباد کرنا

صفحہ ۵۰۷

[۲۹] زنیوفون (۱، ۷، ۳۵) کے نزدیک کلیون اپنے ساتھیوں کے ایک جلسے میں مقتول ہوا لیساس کا بیان ہے کہ اسے باضابطہ سزائے موت دی گئی۔ اتیخفری فصیلیں ۱۶ مر میونی کیون (اواخر ماہ اپریل) کو مسمار ہوئیں۔ پلوٹارک: "لیساس" ۱۵۔

ہرگز مناسب نہیں۔ آخر کار یہ طے پایا کہ ایتھنزی اپنی طویل دیواریں اور پرئی اوس کے استحکامات مسمار کردیں، سوائے بارہ جہازوں کے باقی سب اسپارٹا کے حوالے کردیں، جلا وطنوں کو واپس آنے کی اجازت دیدیں اور بری اور بحری اطاعت قبول کریں۔ تھرامنیس نے ایتھنزیوں کو ان شرائط کی اطلاع کردی اور ایتھنزیوں نے انھیں منظور کرلیا۔ چنانچہ لیساندر ۱۶ ر میونی کیون (اپریل) کو پرئی اوس میں داخل ہوا اور اسی روز ایتھنزیوں اور اس کے دشمنوں نے بانسری کی لے پر طویل دیواریں منہدم کرنا شروع کردیں۔ اس سماں سے متاثر ہوکر اسپارٹیوں سے نہ رہا گیا اور انھوں نے یہ نعرہ لگایا کہ "اب یونان کی آزادی کا دور شروع ہوگیا"۔

اسپارٹیوں نے ایتھنز کے ساتھ ایک حد تک اعتدال آمیز سلوک کیا اور اسے اسپارٹی لشکر کو شہر میں رکھنے کے لیئے بھی مجبور نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے ماتحت علاقے تو سب غائب ہوگئے لیکن اگر اس کی طویل دیواریں مسمار نہ ہوئی ہوتیں تو اس کا کوئی ذاتی نقصان نہ ہوتا۔ مگر اس ترحم آمیز سلوک سے اس کا اصل سبب یہ بھی ظاہر ہوتا ہے عدیدیوں نے اس شرط پر شہر کو اسپارٹیوں کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ شہر انھی کے قبضے میں رہے گا تاکہ وہ اپنے مقاصد کے حصول کیلیئے جو چاہیں کریں۔ یہ واقعہ کسی خاص نوشتے سے ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر ہم جنگ تناگرا، مجسمہ جات، ہرمیس کی قطع و برید، چارسو کی حکومت کے واقعات، فری نخوس کی تدابیر، آرگی نوسائے کی جنگ کے بعد تھرامنیس کی روش، آئی گوس پوتامی میں ایک مخصوص سپہ سالار کے ساتھ سلوک اور تھرامنیس کا لیساندر کے پاس بھیجا جانا، ان سب واقعات پر غور کریں تو اس نتیجے پر پہونچینگے کہ ایتھنز کے زوال کا باعث صرف عدیدی گروہ ہی تھا جس کی نہ صرف دیرینہ آرزو بر آئی بلکہ یہ موقعہ بھی مل گیا کہ خود اس کو اور اہل اسپارٹا کو اقتدار حاصل ہوجائے۔ بلاشبہ ان واقعات سے خود ایتھنزیوں پر بھی حرف آتا ہے۔ لیکن اگر وہ ناقابل تکمیل باتوں کی خواہش نہ کرتے یا محض دیوتاؤں کی ناراضی کے خیال سے عقلمندانہ راستے سے گریز نہ کرتے تو پھر وہ ایتھنزی کہلائے جانے کے مستحق بھی نہ ہوتے۔

صفحہ ۵۰۸

نوٹ باب ۲۸

اسناد

۴۱۱ء ق م کے موسم سرما تک کے واقعات کے لیئے طوسی دیدش کا آٹھواں مقالہ اتنا ہی مستند سمجھنا چاہیئے جتنے اس کی کتاب کے باقی ماندہ مقالے اس لیئے کہ اگر طوسی دیدش نظر ثانی پر اس کی مزید تزئین کرتا تو اس سے اس کے معتبر ہونے میں کوئی اضافہ نہ ہو جاتا۔ اور موسم سرما ۴۱۱ء ق م سے زینوفون: "ہیلینیکا" ("تاریخ یونان") کتاب اول ودوم باب اول و دوم کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ جہاں تک اس تاریخ کے استناد کا سوال ہے میں ل برائٹن باخ سے کلیتہً متفق ہوں اور اُن کی دلیلوں کا حوالہ دینا کافی سمجھتا ہوں جو اُنھوں نے "ہیلینیکا" کی دوسری اشاعت کی تمہید میں بیان کی ہیں (برلن، وائیڈمان۔ ۱۸۸۴ء) میں زینوفون کے بیان میں کہیں اصول عمومیت کی مخالفت نہیں پاتا اس لیئے واحد ہمعصر تاریخی سند کے اعتبار سے میں اس کی بہت قدر کرتا ہوں۔ اس کے بعد دیو دورس (۱۳، ۴۴ وغیرہ) اور پلوٹارک ("لیساندر" اور "الکیبیادیس") کا رتبہ ہے۔ دیو دورس کے لیئے فولکوارڈسن: "تحقیقات" وغیرہ تتمہ ۳ اور برائٹن باخ کی تمہید کا (جس کا ابھی حوالہ دیا گیا ہے) (صفحہ وغیرہ) مطالعہ کیا جائے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۴۱۱ء ق م سے ۴۰۴ء ق م تک کے واقعات کا مأخذ (۱۳، ۴۲ تا ۱۴، ۱۰۱) بہت بڑی حد تک تھیوپومپوس اور ۴۰۴ء ق م سے ۳۹۴ء ق م (۱۴، ۱۱ تا ۱۳) تک کے لیئے غالباً ایفورس ہے۔ تھیوپومپوس پر اس کے استاد ایسوکراتیس کے منظور نظر الکیبیادیس کی جانبداری کا شبہ کیا جاتا ہے اور دیوروس کسی جدید یا مفید معلومات کا اضافہ نہیں کرتا۔ پلوٹارک کی "الکیبیادیس" کے لیئے ہمارے پاس فریکے کی تصنیف (لائپزگ ۱۸۶۹ء) اور "لیساندر" کے لیئے شٹیڈے فیلٹ: "مأخذ

سوانح عمری لیساندر مرتبۂ پلوٹارک" بون ۱۹۰۶ء ہیں اور برائٹن باخ کی پلوٹارک کے حسن وقبح کی تنقید عام طور پر عمدہ ہے (صہ ۷ وغیرہ) پلوٹارک نے جو اس زمانے اور طرز معاشرت کی تصویر کھینچی ہے اس سے ہماری معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔

اس دور کی سنویت جس کا حال زینوفون بیان کرتا ہے غیر متعین ہے اس لیئے کہ وہ خود صحت کی پابندی نہیں کرتا۔ حال کے نقادوں کی دو متضاد رائیں ہیں۔ اور بیلوخ اور اُس کے ہم خیال مورخ ہر واقعہ کو برائٹن باخ (صہ ۸۰ تا صہ ۸۴) سے ایک سال بعد کا بتاتے ہیں مگر میں برائٹن باخ سے متفق ہوں۔ جنگ آئی گوس پوٹامی کے بعد کے واقعات کے لیئے لیسیاس کی بعض تقریروں کی بھی ایک حد تک سند ہے مگر انھیں غیر جانبدارانہ نہیں خیال کرنا چاہیئے۔ (برائٹن باخ صہ ۶۸)۔

صفحہ ۵۱۶

باب ۲۹

جزیرۂ سسلی کے حالات

سنہ ۴۱۳ ق م سے سنہ ۴۰۴ ق م تک

جو حالات بلاد مغرب میں رونما ہو رہے تھے وہ سسلی کی مہم کے بعد مشرقی ممالک میں پیش آنے والے واقعات کے بالکل مطابق تھے۔

اہل سرقوسہ نے اپنی فتح یابی کے بعد اپنے دستور کو از سر نو ترتیب دینے کا تہیہ کر لیا اور یہ کام دیوکلیس کے سپرد کیا جس نے پچھلی جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ انھوں نے اعیانی سرگروہ ہرموکراتیس کو شہر بدر کر کے باشندوں سے یہ قرارداد منظور کرائی کہ آیندہ جملہ عہدے قرعہ اندازی سے پر کیے جائینگے مگر کچھ ہی عرصہ گذرنے پایا تھا کہ قرطاجنہ سے جنگ چھڑ گئی جس کی وجہ سے نہ صرف تمام امور تہ و بالا ہو گئے بلکہ عمومیت کا دور دورہ بھی ختم ہو گیا۔ اس جنگ کے اسباب مفصلۂ ذیل تھے:۔

سگستا اور سلی نوس میں حسب معمول پھر جھگڑے چھڑ گئے۔ اتیخفر کے اقتدار کا تو خاتمہ ہو ہی چکا تھا اب صرف قرطاجنہ ہی ایسا ملک رہ گیا تھا جس کے سامنے سگستا دست استدعا پھیلا سکتا تھا۔ خود قرطاجنیوں کا نصب العین یہ تھا کہ سسلی کے یونانیوں کی قوت و اقتدار کو حد سے نہ بڑھنے دیا جائے اور انھیں یہ خوف تھا کہ اگر سسلی نوس کے باشندوں نے سگستا پر قبضہ کر لیا تو اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوگا کہ جزیرے کے مغربی حصے میں بھی یونانی برسر اقتدار ہو جائیں گے اس کے علاوہ قرطاجنیوں نے ابھی یونانیوں سے اس شکست کا بدلا نہیں لیا تھا جو انھیں سنہ ۴۸۰ ق م میں ہوئی تھی۔ انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ بیرونی اقوام کے نزدیک اتیخفر بلاد یونان کا گویا قائم مقام ہے اس لیئے اس کی عظیم الشان شکست سے تمام یونانیوں کو نیچا دیکھنا پڑا ہے۔ بہرحال جس طرح اسپارٹا کے کہنے سے ایرانیوں نے

مشرقی یونان کے امور میں ثالث بالخیر بن کر ان تمام نقصانات کا ازالہ کر دیا تھا
صفحہ ۵۱۷ جو انھیں کیمون اور ثمسطاکلیس کے زمانے میں برداشت کرنے پڑے تھے بعینہ
اسی طرح اب مغربی یونان میں وقت آگیا تھا کہ وہ اقوام جنھیں یونانی وحشی کے
نام سے پکارتے تھے اپنی قوت و جبروت کا سکہ بٹھا دیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ
جسطرح سنہ ۴۸۰ ق م میں ایرانیوں اور قرطاجنیوں نے بہ یک وقت یونانیوں پر
حملہ کر دیا تھا ویسے ہی اب بھی ان دونوں نے ایک ساتھ یونانی معاملات میں
مداخلت کی۔

گو قرطاجنیوں نے نہایت زور و شور سے تیاریاں شروع کیں مگر بالفعل انھوں نے
اپنی پوری قوت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سگستا کے باشندوں نے سرقوسہ سے بھی
مدد کی التجا کی تھی اور خود قرطاجنہ نے سگستا اور سلی نوس کے جھگڑوں کا
تصفیہ کرانے کے لیئے اُسی کو دعوت دی تھی مگر بجائے اس کے کہ سرقوسی کسی قسم
کی مداخلت کریں انھوں نے یہ لایعنی طریقہ اختیار کیا کہ ایک طرف تو سلی نوس
سے اچھے تعلقات جاری رکھیں اور دوسری طرف قرطاجنہ اور سرقوسہ کے باہمی
تعلقات بھی خراب نہ ہونے پائیں۔ اس سے ان کا یہ مقصد تھا کہ جب سلی نوس
اور قرطاجنہ میں جنگ ہو تو وہ عام یونانی طرز عمل کے مطابق سلی نوس کی مدد بھی
کر سکیں اور ساتھ ہی قرطاجنہ سے بھی برسرپیکار نہ ہوں۔ مگر یہ بعید از قیاس تھا
کہ قرطاجنی یونانی قانون بین الاقوام کی ان باریکیوں کی زیادہ پروا کرتے۔

ابتدا میں قرطاجنیوں نے سگستا کو تھوڑی سی مدد دی۔ مگر اس کا یہی نتیجہ
نکلا کہ باشندگان سلی نوس کے غیظ و غضب کی آگ اور بھی مشتعل ہو گئی۔ آخر ۴۰۹ ق م
میں قرطاجنہ کی عظیم الشان جنگی تیاریاں تکمیل کو پہونچ گئیں اور کم سے کم ایک لاکھ
سپاہیوں کی ایک فوج سامان جنگ ساتھ لیکر ساٹھ جنگی جہازوں اور پندرہ سو
بار برداری کی کشتیوں میں سسلی روانہ ہوئی۔ یہ جمعیت شاہ ہنی بعل کے زیر کمان تھی جو
اسی ہملکار کا پوتا تھا جو جنگ ہمرا کے موقعہ پر سنہ ۴۸۰ ق م میں مارا گیا تھا۔ قرطاجنیوں
نے جزیرے میں قدم رکھتے ہی سلی نوس پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے فصیل کو توڑ کر راہ نکالنے کے
تمام جنگی طریقے ختم کر دیئے اور آخر صرف نو روز کے محاصرے کے بعد شہر پر قابض ہو گئے

یونانیوں کو انسانوں کی جانوں کا بہت خیال رہتا تھا اور ہم اس سے واقف نہیں کہ انھوں نے کبھی کسی شہر پر یلغار کر کے قبضہ کیا ہو۔ مگر مشرقی اقوام کے نزدیک کسی متنفس کی کوئی حقیقت نہ تھی اور خصوصاً جب لڑنے والے سپاہی محض اجرتی ہوں (مثلاً اس حملے کے وقت جس کا اس وقت ذکر کیا جا رہا ہے) تو وہ انھیں بلا تامل قربانی چڑھا دیتے تھے۔ الغرض قرطاجنیوں نے سسلی نوس کو تاراج کر کے اس میں آگ لگا دی اور شہر کے بت خانوں کو اس قدر نقصان پہونچایا کہ ان میں سے جنکی دیواریں کھڑی بھی رہ گئیں وہ زمانہ آئندہ میں زلزلوں کی وجہ سے خود بخود منہدم ہو گئیں۔ صفحہ ۵۱۸

اس کے بعد قرطاجنی فوج ہمیرا کی طرف روانہ ہوئی۔ اگرچہ قرطاجنیوں کو اس شہر سے کوئی خاص خصومت نہ تھی مگر ان کا اصلی نصب العین یہ تھا کہ سسلی سے یونانیوں کی بیخ و بن اکھاڑ کر پھینک دیں۔ جب انھوں نے سلی نوس پر حملہ کیا تھا تو حلیفوں کے پاس سے ٹھیک وقت پر کمک نہیں پہنچ سکی تھی۔ اب ہمیرا کے حملے کے موقع پر کمک تو پہنچ گئی مگر یہ ناکافی تھی۔ یعنی دیوکلیس صرف چار ہزار سرقوسیوں کو لیکر آگیا اور سرقوسی بیڑا ابھی جو ایشیائی ساحل پر گشت کر رہا تھا شامل ہو گیا۔ مگر جب یونانیوں اور قرطاجنیوں میں جنگ ہوئی تو یونانیوں کو ہی ہزیمت ہوئی اور یہ سنکر کہ قرطاجنی ہمیرا چھوڑ کر خاص سرقوسہ پر حملہ کرنے والے ہیں سرقوسیوں نے واپس ہو کر اپنے شہر کی راہ لی۔ لیکن قبل اس کے کہ آخری سرقوسی سپاہی جائے قرطاجنیوں نے ہسپانوی اجیر سپاہیوں کی مدد سے شہر ہمیرا پر قبضہ کر کے بہت سے شہریوں کو گرفتار کر لیا اور شہر کو بالکل تاراج کر دیا۔ یونانی قاعدے کے بموجب مرد تو فوراً تہ تیغ کر دیئے گئے عورتیں اور بچے غلام بنا دیئے گئے اور سسلی کا ایک حصہ دولت قرطاجنہ کے ماتحت ہو گیا۔

اس وقت تک سسلی کے یونانی قرطاجنہ کے حملے کی مدافعت میں کچھ زیادہ زور بھی نہ دکھانے پائے تھے کہ ہر موکراتیس بھی آپہونچا۔ اسوقت تک حکومت سرقوسہ نے اُس نئی جلاوطنی کا حکم منسوخ نہیں کیا تھا اور اب وہ فرنابازو سے کچھ روپیہ لیکر سسلی آیا اور قرطاجنیوں کے خلاف (جن کے لشکر کا بیشتر حصہ

قرطاجنہ واپس چلا گیا تھا) بطور خود لڑنے لگا۔ یونانیوں اور قرطاجنیوں کے باہمی تعلقات ویسے ہی تھے جیسے ایرانیوں اور یونانیوں کے اور دونوں میدانوں میں بعض جانباز یونانیوں نے تقریباً خود مختارانہ انداز سے دشمنوں کے ساتھ جنگ آزمائی شروع کر دی تھی۔ اسی طرح ہرموکراتیس نے سلی نوس کے ایک حصے پر قبضہ کر کے اسے قلعہ بند کر لیا اور ان سرقوسیوں کی لاشیں جنھیں ہمرا کی فصیل کے سامنے چھوڑ دیا گیا تھا اپنے ہمراہ لیکر اس امید پر سرقوسہ آیا کہ شاید اس کارگزاری کے معاوضے میں اسے اپنے وطن مالوف کو واپس آنے کی اجازت ملجائے۔ (واضح ہو کہ یونانیوں کے اس قسم کے احساسات کا اندازہ جنگ آرگے نوسائے کے بعد کی کارروائی سے بخوبی کیا جا سکتا ہے جو ان واقعات کے دو سال بعد یعنی ۴۰۷ ق م میں ہوگی)۔ مگر ہرموکراتیس کو اس تدبیر سے بھی کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ اور جب وہ جلاوطنی کی مزید تکالیف برداشت نہ کر سکا تو اس نے اپنی قسمت کا دارومدار ایک آخری داؤ پر رکھ کر خاص شہر سرقوسہ پر حملہ آور ہوا۔ مگر جب وہ شہر کے بڑے چوک میں پہنچا تو وہاں شہریوں نے اُس کی مع اس کے اکثر ساتھیوں کے گردن ماردی۔ صفحہ ۵۱۹

اب قرطاجنیوں نے اپنی جنگی کارروائیاں پھر جاری کیں اور جزیرے کے شمالی حصے میں اپنے قدم جمانے کے لیئے ایک نیا شہر تھرمے آباد کیا (جسے اب ترمینی امیریزے کہتے ہیں)۔ اس شہر نے بہت ترقی کی مگر رفتہ رفتہ اس میں یونانیت کا عنصر غالب ہوگیا۔ اُنھوں نے جنوب میں بھی اپنی فتوحات جاری رکھیں اور اکراگاس پر جو سرقوسہ کے بعد سب سے متمول اور طاقتور شہر تھا حملہ کر دیا۔ اکراگاس قرطاجنہ جیسے قوی اور نڈر دشمن کے حملے کی مدافعت کے لیئے تیار نہ تھا وہاں کے باشندے دولت کی افراط کی وجہ سے اس قدر عیش پرست ہوگئے تھے کہ ان کے متعلق جو قصے زبان زد عام تھے وہ باشندگان سیبارس کے قصوں سے بھی ایک قدم آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اکراگاس کا سب سے مشہور باشندہ گیلیاس یا تیلیاس تھا اور اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ جو بے یار و مددگار شخص شہر میں داخل ہوتا اسے وہ کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور پیش کرتا۔ اسکے گوداموں میں

تین سو حوض تھے اور ہر حوض میں ایک سو امفورائے یعنی نو سو گیلن (قریب ۸۲ من) شراب آتی تھی۔ گویا ان میں کل دو لاکھ ستر ہزار گیلن (قریب ساڑھے چوبیس ہزار من) شراب ہر وقت موجود رہتی تھی۔ جب اس شہر کے ایک اور باشندے نے جس کا نام انتیس تھینس تھا اس کی لڑکی سے شادی کی تو اس نے تمام شہریوں کو دعوت دی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی برات میں آٹھ سو گاڑیاں تھیں اور جب برات روانہ ہوئی تو شہر کے مختلف موقعوں پر اور تمام قربان گاہوں پر آگ جلا کر اور روشنی کی گئی۔

اکراگاس کے استحکامات نہایت عمدہ حالت میں تھے اور قرطاجنیوں کو اس جگہ سلی نوس یا ہمرا سے زیادہ مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اکراگاس کا رقبہ بہت وسیع تھا اس لیئے اس کا محاصرہ بھی کوئی آسان کام نہ تھا اور یہاں کے باشندوں کو تیاری کرنے کا بھی کافی موقعہ مل گیا تھا۔ قرطاجنی ایک ہزار بار برداری کی کشتیوں پر کم سے کم ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں کو لائے مگر پہلے ہی ہلّے میں انھیں پسپا ہونا پڑا یعنی چالیس سرقوسی جنگی جہازوں نے اتنے ہی قرطاجنی جہازوں کو ایرکس کے قریب شکست دی۔ اکراگاس کا اپنا کوئی بیڑا نہ تھا اور جب سرقوسیوں نے پچاس اور قرطاجنی جہاز آتے ہوئے دیکھے تو انھوں نے بحری مدافعت کا خیال بالکل ترک کر دیا۔ قرطاجنیوں نے اول تو اکراگاس کی فصیل شق کرنے کی کوشش کی مگر اس میں انھیں کامیابی نہیں ہوئی۔ اسی دوران میں ان کے لشکر میں وبا پھیل گئی اور اسی میں سپہ سالار ہنی بعل بھی راہی عدم ہو گیا۔ ہنی بعل کے بعد اسکے رشتے کا بھائی ہملکون افواج قرطاجنہ کا سپہ سالار مقرر ہوا مگر اس کے آتے ہی دافنے یوس کی سرکردگی میں سرقوسی کمک آگئی اور اس نے قرطاجنیوں کو ایک ابتدائی مقابلے میں شکست دی۔ لیکن یہ شکست فیصلہ کن ثابت نہیں ہوئی اس لیئے کہ عین وقت پر اکراگاس والوں کی ہمت اور جرأت نے ساتھ چھوڑ دیا اور وہ حسب قرارداد شہر سے نکل کر یلغار نہیں کی اور محاصرہ برابر جاری رہا۔ اب مشکل یہ آپڑی کہ قرطاجنی لشکر گاہ میں قحط کے آثار نمودار ہوئے اور ظاہر ہے کہ جس لشکر میں اجیر سپاہیوں پر دارومدار ہو وہاں مال غنیمت کے حصول کی خواہش کے بعد اگر

صفحہ ۵۲۰

کسی چیز کی اہمیت ہو سکتی ہے تو وہ صرف سامان خورونوش ہے۔ جہاں یہ ختم ہوا اور سپاہی لازمی طور پر مضطرب ہو گئے۔ الغرض قحط پڑنا تھا کہ قرطاجنیوں پر ایک عام مایوسی سی چھا گئی۔ مگر عین وقت پر ہملکون نے یہ سُنکر کہ بہت سی سرقوسی کشتیاں سامان خورونوش لئے ہوئے اکراگاس جا رہی ہیں اُن پر حملہ کیا اور اُنھیں گرفتار کر لیا۔ اب صورت حال بالکل پلٹ گئی۔ یعنی بجائے قرطاجنی لشکر گاہ کے اکراگاس میں قحط پڑ گیا اور ہملکون کو یہ موقعہ مل گیا کہ جو اجیر سپاہی اکراگاس میں تھے اُنھیں ورغلانے کی ترکیبیں اختیار کرے کمپانیہ کے سپاہی تو پندرہ تالنت کے عوض حکومت سے منحرف ہو گئے۔ اور جب پندرہ مزید تالنت سے اسپارٹی ڈیکی پوس کی مٹھی گرم کی گئی تو اُس نے یقین کے ساتھ کہا کہ شہر میں ہرگز اتنا سامان خورونوش نہیں کہ کامیابی کے ساتھ مدافعت کی جا سکے۔ اور اول تو ایک ہی اسپارٹی کئی ہزار کمپانیوں کے برابر تھا مگر اُس نے اطالوی سپاہیوں کو بھی ترغیب دی کہ وہ بھی اکراگاس سے چلے جائیں اور اُس کے بعد صقالویوں نے بھی یہ محسوس کیا کہ کھانے پینے کی اشیاء کی کمی کی وجہ سے مدافعت بے سود ہے اور وہ بھی شہر چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ یہ سب کچھ تو بہ آسانی سمجھ میں آسکتا ہے مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خود اکراگاس کے باشندوں نے مزید مدافعت کا خیال چھوڑ دیا تو ہم انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ تاریخ یونان قدیم میں بزدلی کی جتنی مثالیں ہیں ملتی ہیں یہ ان سب سے بڑھی ہوئی ہے اور اس میں شُبہ نہیں اکراگاس کے قرطاجنہ کی ماتحتی قبول کر لینے سے دنیا کو ہرگز زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ شہر کے جو باشندے معمر یا بیمار تھے وہ شہر ہی میں چھوڑ دیئے گئے اس لئے کہ ان کی وجہ سے تندرست لوگوں کی تیز روی میں خلل پیدا ہو جانیکا اندیشہ تھا گیلیاس مستثنیات سے تھا۔ جب اُس نے یہ دیکھا کہ اتھینا کا بت خانہ جس میں اُس نے پناہ لی ہے اُس کا مامن نہیں بن سکتا تو اس میں آگ لگا دی اور خود بھی اسی میں بھسم ہو گیا۔ آخر کار قرطاجنیوں نے شہر پر قبضہ کر لیا اور اسے تباہ و برباد کرنے اور بے شمار مال غنیمت لے جانے میں کسر نہیں چھوڑی۔ صفحہ ۵۲۱

اکراگاس والوں کی عقلیں زائل ہونے کا صرف ایک عذر پیش کیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ دیگر صقالوی یونانیوں نے بھی کچھ زیادہ جرأت اور ہمت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جس بلدیہ کا رویہ بہترین تھا وہ سرقوسہ تھا۔ مگر یہاں کے باشندے بھی اپنے سپہ سالار دنکی

خدمات کے جو اُنھوں نے اس جنگ میں انجام دی تھیں کچھ زیادہ معترف نہ تھے سرقوسہ اپنے آپ کو تمام جزیرے کا پشت پناہ سمجھتا تھا اور وہ اپنے زعم میں حق بجانب بھی تھا وہاں کے باشندے جزیرے کی حفاظت کے گویا ذمہ دار تھے۔ اب مسئلۂ زیر بحث یہ تھا کہ سرقوسہ آئندہ کیا امر اختیار کریگا۔ اتھنزیوں کو وہ ضرور شکست دیچکا تھا مگر حال کے نقصانات کا ذمہ دار سوائے اس کے کون ہوسکتا تھا؟ بلاشبہہ اس شکست کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس کے سپہ سالار نااہل اور کماندار ناقابل لایہ والوگ تھے کم سے کم عوام الناس کی رائے یہی تھی اور اس کا اعلان ایک نوجوان دیونی سیوس نے کیا جو کسی زمانے میں ہرموکراتیس کا دوست اور ساتھی تھا۔ اُس نے جمعیت عوام کے سامنے آکر کہا کہ غلطی اصل میں انتخاب کے وقت ہوئی یعنی سپہ سالاروں کے تقرر کے وقت قابلیت کا لحاظ نہیں کیا گیا بلکہ انھیں محض عالی نسبی کی وجہ سے مقرر کردیا گیا تھا۔ اور اُس نے خود اپنا مع چند اور اشخاص کے انتخاب کرایا۔ مگر اسے اپنے ساتھیوں پر بھی کامل اعتماد نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ ان سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ اس کی یہ تحریک بھی منظور ہوگئی کہ جو لوگ جلاوطن کیے گئے ہیں وہ واپس بلالیئے جائیں۔ اس کے بعد اُس نے شہریوں کو یہ ترغیب دی کہ وہ اسے گیلا بھیجدیں جس پر اگراگاس کے بعد قرطاجنہ نے حملہ کردیا تھا اور جہاں دیمیی پوس (جس کے ناقابل اعتبار ہونے میں شبہ نہ تھا) یونانی افواج کا کماندار تھا۔ گیلا پہنچکر دیونی سیوس نے پہلے تو اعیانی حکمرانوں کو معزول کیا پھر اُن کی املاک ضبط کیں اور انکی قیمتوں سے اجیر سپاہیوں کو (جنھیں اس وقت تک کچھ نہیں ملا تھا) تنخواہیں بے باق کیں اسکے بعد وہ یک بیک سرقوسہ واپس آیا اور وہاں پہنچکر عوام الناس کے سامنے اپنے ساتھیوں پر غداری کا الزام لگاکر انھیں بھی معزول کردیا اور اپنا انتخاب بطور واحد سپہ سالار افواج کے کرالیا۔ بعد اس کے یہ قرارداد بھی منظور کرلی کہ سپاہیوں کا مشاہرہ دوگنا کردیا جائے۔

اس طرح دیونی سیوس کو ایک خود سر حکمران کا اقتدار تو حاصل ہوگیا مگر اس وقت تک اس کے ماتحت اپنی ذاتی حفاظت کے لیئے کوئی فوجی رسالہ نہ تھا۔ اور اس کے حصول کے لیئے اُس نے ازمنۂ قدیمہ کے قاعدے کے مطابق ایک چال چلی صفحہ ۴۲۲

وہ لیون تی نی میں فوجی قواعد کرا رہا تھا۔ رات کے وقت وہ دفعتہً اپنے خیمے سے یہ چلاتا ہوا باہر نکل آیا کہ مجھے کسی شخص نے قتل کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کہکر شہر کے قلعے میں پناہ لی۔ دوسرے ہی دن سرقوسی لشکر نے (جو اس مقام پر اپنے ہم وطنوں کے گویا قائم مقام تھے) اس کے لیئے چھ سو کا ایک محافظ دستہ منظور کیا جس کے سپاہیوں کی تعداد دیونی سیوس نے بڑھا کر... اکر دی اور اس کو لیکر نہایت تزک و احتشام سے سرقوسہ میں داخل ہوا۔ اس طرح دیونی سیوس سرقوسہ کا خود سر حاکم ہوگیا اور وہاں کے باشندوں نے اس کی حکومت صرف اس لیئے تسلیم کرلی کہ وہ اسے اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر صقالوی یونانیوں کو ایک قابل رہنما کی ضرورت بھی تھی قرطاجنیوں کی ظفرمندی کے تین اسباب تھے۔ ایک تو ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ جو کچھ وہ کرتے تھے بالکل نڈر ہو کر کرتے تھے۔ دوسرے وہ اپنی تمام تر توجہ اس خاص امر کی طرف منعطف کر دیتے تھے جو انھیں بروقت اہم معلوم ہوتا اور اسی پر اپنی تمام کوششیں صرف کر دیتے۔ تیسرے اُن کی حرکات نہایت مستعجلانہ ہوتی تھیں اور وہ کسی بات کی نسبت نہایت جلد تصفیہ کر لیتے تھے۔ ایسے دشمن کا مقابلہ کوئی مجلس ہرگز نہ کر سکتی تھی بلکہ اس کے برعکس یہ ضروری تھا کہ جنگ کا تمام انتظام ایک فرد واحد کے سپرد کر دیا جائے۔ اگر کوئی ایسا شخص مل جاتا جو آزادی پسند عقلمند صاحب رائے اور ہر دلعزیز ہوتا تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا تھا لیکن جب ایسا شخص ناپید تھا اور ساتھ ہی شہر کو دشمن کی دست برد سے بچانا بھی ناگزیر تھا تو پھر سرقوسیوں کو چار ناچار ایسے حکمراں پر قناعت کرنی پڑی جس کی خود غرضی میں کسی کو کلام نہ تھا۔ دیونی سیوس اسی طرز کا آدمی تھا۔ اور لوگوں کی جو امیدیں اسکے ساتھ وابستہ تھیں اس نے انھی کے مطابق اپنے فرائض منصبی کو انجام دیا۔

اس خود سر کی ابتدائی کارروائیاں قابل اطمینان نہیں ثابت ہوئیں۔ موسم بہار ۴۰۵ ق م میں ہملکون نے تباہ شدہ اکراگاس سے نکل کر گیلا کا محاصرہ شروع کر دیا۔ یہاں کے شہریوں کو یہ امید تھی کہ دیونی سیوس آکر اُن کی ضرور مدد کرے گا اس لیئے انھوں نے ابتدا میں قرطاجنی حملے کی خوب مدافعت کی۔ دیونی سیوس نے مدد ضرور کی مگر اس مہم میں یونانیوں کو امید کے مطابق کامیابی نہیں ہوئی۔ ان کا

خیال تھا کہ گیلاکی مغرب میں جو قرطاجنی لشکر گاہ ہے اسپر پانچ طرف سے یک بیک حملہ کر دیا جائے۔ یعنی پیدل فوج کے تین حصے مشرق کی جانب سے جائیں ایک ساحل کے متوازی راستے سے دوسرا شہر میں ہو کر اور تیسرا شہر کے شمال کی طرف سے۔ اور صفحہ ۵۲۳
یہ مع سوارے اور بیڑے کے بہ یک وقت قرطاجنی فرودگاہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیں۔ لیکن اس قسم کے حملوں میں مشکل یہ پیش آتی ہے کہ مختلف حملوں کا جو وقت مقرر کر دیا جاتا ہے اس میں دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور بالآخر ناکامی کا منھ دیکھنا پڑتا ہے۔ یہی اس مرتبہ بھی ہوا قرطاجنیوں نے یونانی فوج کو یکے بعد دیگرے شکست دیدی۔ دیونی سیوس یہ نہیں چاہتا تھا کہ جب باقی تمام رسالوں کو شکست ملنے کے بعد وہ خود کسی خطرے کا سامنا کرے اس لئے جس رسالے کا وہ سپہ دار تھا اس نے لڑنے سے کلیتہً گریز کیا اور گیلا کا تخلیہ کر کے وہاں کے تمام باشندوں کو اپنے ہمراہ لیکر خالی شہر کو قرطاجنیوں کے لئے چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے کہ سپہ سالار دنکی معمولی سے معمولی جماعت بھی یہ کارروائی کر سکتی تھی اور شہریوں کی آزادی کو اسطرح قربان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسی وجہ سے سرقوسیوں نے دیونی سیوس پر غداری کا الزام لگایا مگر یہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ اُس نے غداری کی ہو اسلئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ ایک فوجی افسر ہمیشہ فتح کو شکست پر ترجیح دیتا ہے۔

اس لڑائی کے بعد دیونی سیوس نے کاماریناکے شہریوں کو بھی سرقوسہ روانہ کر دیا اور خود بھی ادھر ہی کی راہ لی۔ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ جزیرے کی تمام یونانی قوت کو ایک جگہ مجتمع کر دیا جائے۔ مگر سرقوسہ میں اس کے بہت سے دشمن تھے اور اُنھوں نے ایک سازش کر کے اس کی حکومت کا قریب قریب خاتمہ کر دیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ فوج کے سوارے میں اعیانی خاندانوں کے جو نوجوان افراد شامل تھے اُنھوں نے جبراً سرقوسہ میں داخل ہو کر دیونی سیوس کا خزانہ لوٹ کر اُس کی بیوی پر اس قدر سختیاں کیں کہ وہ بیچاری جانبر نہ ہو سکی۔ اور بظاہر یہ معلوم ہونے لگا کہ دیونی سیوس کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر وہ نہایت تیزی سے داخل ہوا اور اپنے دشمنوں کو بڑے چوک میں شکست فاش دیکر ایک مرتبہ پھر شہر کا مالک بن گیا۔

اگر بالفرض دیونی سیوس نے کبھی نرمی سے حکومت کرنے کا ارادہ کیا بھی ہو تو اب اس کا کوئی موقعہ باقی نہ تھا۔ شہری اس سے سخت متنفر تھے اور اسکی جنگی قابلیت کے بھی کچھ زیادہ معترف نہیں تھے۔ مگر وہ اس کی جس خصلت سے خوفزدہ رہتے تھے وہ یہ تھی کہ جب وہ کچھ کرنا چاہتا تو نتائج کی مطلق پروا نہ کرتا۔ چنانچہ اس نے اپنی حکومت نہایت سختی کے ساتھ برقرار رکھی۔ بلکہ اس کے عہد میں کبھی کبھی جو نرمی کا برتاؤ ہوا ہے وہ خاص خاص مصلحتوں کی بنا پر صرف بروقت روا رکھی گئی تھی۔

صفحہ ۵۲ اب ہنکون کے لیئے سرقوسہ کا راستہ کھلا ہوا تھا۔ مگر بدقسمتی سے اس کی فوج میں وبا پھیل گئی جس کی وجہ سے اس میں کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگے اور بالآخر مندرجۂ ذیل شرائط دیونی سیوس نے پیش کیئے جنھیں قرطاجنی سپہ سالار نے منظور کر لیا۔ (۱) جزیرے کا مغربی حصہ جو قدیم زمانے سے قرطاجنیوں کا چلا آتا تھا اُن ہی کی ملک رہے اور سکانی قوم جو مغربی سمت میں آباد تھی اُنھیں اپنا حاکم تسلیم کرلے۔ (۲) سلی نوس اکراگاس گیلا کامارینا اور ہمرا کے شہریوں کو اپنے اپنے بلدیات میں واپس آنے کی اجازت دی جائے مگر اس شرط پر کہ وہ قرطاجنیوں کو خراج ادا کیا کریں۔ (۳) بلدیہ لیون تی نی اور صقالی قوم خود مختار رہیں (۴) سرقوسہ دیونی سیوس کے ماتحت رہے۔ اس معاہدے کے بعد قرطاجنی جن کے لشکر کا نصف حصہ وبا کی نذر ہو چکا تھا افریقہ واپس چلے گئے۔

یہ تمام واقعات ۴۰۳ء میں یعنی اسی سال جب اتینھز نے اسپارٹا کی اطاعت قبول کرلی پیش آئے۔

مشرقی اور مغربی یونان کے واقعات کی یکسانی بالکل ظاہر ہے۔ ایرانی اور قرطاجنی دونوں وہ کر دکھاتے ہیں جو اُن سے ۴۸۰ء ق م میں نہیں ہو سکا تھا۔ ایرانی تو اپنے بعض مقاصد میں اور قرطاجنی کل مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ یعنی ایرانی تو ایونیائی شہروں سے خراج وصول کر لیتے ہیں اور بجز سرقوسہ کے سسلی کے تمام بہترین شہر قرطاجنیوں کے فرماں بردار بن جاتے ہیں۔ اتینھز اور سرقوسہ دونوں میں ایرانیوں اور قرطاجنیوں کی مدد سے شخصی حکومت کا دور دورہ شروع ہوتا ہے۔ لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ بلاد مشرقی کے خطرات اور اندرونی پیچیدگیاں بلاد مغربی سے زیادہ تھیں

مشرق میں تو ایرانیوں کی قوت کا دارومدار اس پر تھا کہ یونانیوں میں (جو فطرتاً ایرانیوں سے کہیں زیادہ تنومند تھے) کسی قسم کا باہمی اتحاد و اتفاق نہیں تھا۔ مگر مغرب میں قرطاجنیوں کو جو فتح ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں کے یونانی طبعاً کمزور اور کم ہمت تھے۔ اور گو یہ ممکن تھا کہ ان میں باہم کبھی نہ کبھی اتحاد و اتفاق ہو جائے مگر ان میں جو فطری ناتوانائی اور کمزوری تھی اس کا کسی طرح سے ازالہ نہیں ہو سکتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرق میں تو پھر ایک مرتبہ آزادی کا دور دورہ شروع ہو گیا اور یونانی بلدیات نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مگر مغرب میں یونانی تہذیب و تمدن کی پشت پناہی محض خود سر حکمرانوں اور اجیر سپاہیوں نے کی اور آزادی کے مختصر مگر درخشاں مناظر جو سسلی میں نظر آتے ہیں وہ دراصل مشرقی یونان ہی کے اثرات کا کرشمہ ہیں۔ صفحہ ۵۲۵

اب ہم پھر مشرق کی طرف رجوع ہوتے ہیں جہاں آخر کار اس بڑے تنازع کا خاتمہ ہو گیا جس نے عرصۂ دراز تک یونانیوں کو دو مختلف گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

نوٹ

اسناد:- دیودورس ۱۲، ۳، ۴، ۴۴ (سنہ ۴۱۰ ق م) ۵۴-۶۴ (سنہ ۴۰۹ ق م) ۷۹ (سنہ ۴۰۸ ق م)، ۸۰-۹۶ (سنہ ۴۰۶ ق م)، ۱۰۸-۱۱۴ (سنہ ۴۰۵ ق م)۔ مقابلہ کیا جائے۔ ہولم: "تاریخ سسلی" جلد ۲، ۷۷-۱۰۱ اور ۱۴۷-۱۴۳۰ اور میلتزر: "تاریخ قرطاجنہ" جلد ۱۔ برلن ۱۸۷۹ء صفحہ ۴۵۶ تا صفحہ ۴۸۰ و صفحہ ۵۰۹ تا صفحہ ۵۱۱۔ جغرافی مسائل کے لیئے (جہاں تک سرقوسہ کا تعلق ہے "جغرافیۂ آثار قدیمۂ سرقوسہ" (اس کتاب کے باب ۲۷ کا حاشیہ دیکھا جائے) + اس امر کا بہترین ثبوت کہ شہر گیلا موجودہ تیرانووا کے قریب آباد تھا اور شوبرٹ کی یہ رائے کہ وہ رکاتا کے قریب تھا (تاریخ اگاتھوکلیس) غلط ہے، یہ ہے کہ تیرانووا کے قدیم قبرستان میں (جہاں اسوقت تک ظروف گلی برآمد ہوتے رہتے ہیں) کئی خصوصیات ایسی ہیں جو صرف گیلا کے قبرستان ہی میں ممکن ہیں۔

صفحہ ۵۲۶

باب ۳۰

تیس خودسروں کا دور دورہ
اور
اتھنز میں اصول عمومیت کا احیاء

جن واقعات کا پچھلے باب میں ذکر کیا گیا ہے اُن کے بعد لیساندر کو ایک اور کامیابی ہوئی یعنی اس نے جزیرۂ ساموس کو اسپارٹا کا مطیع کر لیا۔ اور ساموسیوں کو اجازت دیدی کہ جس قدر کپڑے اپنی اپنی کمروں پر لاد سکیں لاد کر لے جائیں باقی تمام مال واسباب شہر میں چھوڑ جائیں۔ اور جب وہ چلے گئے تو قدیم شہری یعنی عددی گروہ کے اراکین بہ اطمینان تمام شہر میں داخل ہو گئے۔ اب لیساندر فاتحانہ حیثیت سے بصد تزک واحتشام اسپارٹا واپس ہوا اور اتھنزی جہازوں کا سامان زیبائش پرئی اوس کی باقی ماندہ کشتیاں (علاوہ بارہ کشتیوں کے جو اتھنز کے قبضے میں چھوڑی گئی تھیں) اور چار سو ستر تالنت جو ایران کی امدادی رقوم سے بچ انداز ہوئے تھے اپنے ساتھ لایا۔ یہ زمانہ اسپارٹا کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ لیساندر نے ڈیلفی میں اپنی فتح کی یادگار قائم کی اور اس میں اپنا مجسمہ اور دیگر فتح مند سپہ سالاروں کے بت نصب کرائے۔ بلاشبہہ اس کی جیسی قدر ومنزلت ہوئی وہ اس سے پہلے کسی اور کی نہیں کی گئی تھی لوگوں نے اس کے اعزاز میں قصائد اور بھجن مرتب کیے اور ایتھنس کے بت خانے میں اس کے مجسمے نصب کیے گئے۔ ساموسیوں نے اوپلیا کے عظیم الشان مندر کو اس کے مجسموں سے مزین کیا اور ہیرا* کے قدیم تہوار کا نام بدل کر لیساندریا رکھ دیا۔[1] الغرض اسپارٹا میں لیساندر کی وہی قدر ومنزلت ہوئی جو کسی دیوتا کی ہوتی ہے اور اگر وہ اس کے بعد مرگیا اور خود نما ہو گیا تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ اس قسم کے واقعات سے اس تبدیلی کا حال معلوم ہوتا ہے جو تعلیم جدیدہ کی وجہ سے یونانیوں کے قدیم اخلاق میں پیدا ہو گئی تھی۔ لیساندر کا ہیرا کے صفحہ ۵۲۷

* ہیرا۔ یونان کی ایک دیبی کا نام جو زیوس دیوتا کی بہن بھی تھی اور منکوحہ بھی!

[1] پلوسانیاس۔ ۶، ۳، ۶

جگہ لے لینا اس انسانی پرستش کی پہلی مثال ہے جو مقدونوی دور میں عام ہوگئی اور سلطنت روما کے عروج کے زمانے میں جس کے نہایت مضر اور خراب اثرات پیدا ہوئے۔ لیساندر کی صرف پوجا ہی نہیں کی گئی بلکہ عرصۂ دراز تک وہ اپنے حکام کے ذریعے سے ایتھری لیگ کے تمام بلدیات میں متصرف ہوگیا اور اگر پوسانیاس کی طرح ان تمام حوصلہ افزائیوں سے اس کا سر پھرا تو اس سے اس کی طبیعت کی مضبوطی اور استقلال کا پتا چلتا ہے۔

اکثر بلدیات میں جو کسی زمانے میں ایتھنز کے محکوم رہ چکے تھے لیساندر نے حکومت کے انتظام کے لیئے دس دس آدمیوں کی جماعتیں (دیکی آرخیائے) مقرر کیں مگر ایتھنز کی انتظامی جماعت میں تیس ارکان رکھے جن کا فرض یہ تھا کہ وہ "بلدیہ کے قوانین کی فہرست بنائیں تاکہ اسی کے مطابق شہر کا انتظام کیا جائے"۔ جن اشخاص سے ہم واقف ہو چکے ہیں ان میں سے ایک شخص یعنی تھرامنیس اس جماعت کا رکن تھا۔ مگر اس سے زیادہ اہمیت کریتیاس نامی ایک اور رکن کو حاصل تھی۔[۲] جو مدونتی خاندان کا ایک فرد اور سولن کا عزیز تھا۔ اس نے گورگیاس کے سامنے زانوئے تعلم خم کیا تھا اور سقراط کا بھی ہم جلیس تھا۔ غرض یہ ہے کہ ان اسباب کی بنا پر کسی شخص کو اس کی تہذیب اور شائستگی میں شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے پیشتر بھی اس نے عمومی فریق کی طرفداری فری نخوس کی مخالفت اور الکبیادیس کی واپسی پر زور دینے سے عمومی گروہ کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی تھی اور بحیثیت شاعر فلسفی اور خطیب کے اس کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی تھی۔ جب اسپارٹا کو ان تیس عمال

[۲] کریتیاس کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنی ہو تو بلاس: "یونانی علم فصاحت" جلد اور شلائی خر: "کریتیاس" دیکھی جائیں۔ اس کا خاندان لبرل خیالات کا حامی تھا اور کسی زمانے میں اس نے اپنی قابلیت اسی فریق کے لیئے وقف کر دی تھی۔ اس نے "تیس کے تقرر کے بعد جو مخصوص روش اختیار کی وہ اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ ..... تھا وہ اپنی صنف کے دیگر افراد کی طرح چاہتا تھا کہ لوگوں سے اپنے خیالات کی نہایت سختی کے ساتھ تعمیل کرائے۔ اور چونکہ وہ اپنے زمانے کے علم و حکمت کے جملہ مسائل پر حاوی تھا اسلیئے اس کے کام میں بہت سہولت اور آسانی پیدا ہوگئی۔

کے تقرر کے بعد اتینفر کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو شاہ آگس بھی ویکیلیا سے چلا گیا اور یہ تیس گویا اتینفر کے شخصی حکمراں ہوگئے۔

لیکن اس نئی جماعت نے قوانین وغیرہ بنانے کی تکلیف مطلق گوارا نہیں کی بلکہ اس کے بجائے اتینفر پر براہ راست حکومت شروع کردی اور اُس کے لیئے مجلس خاص اور دیگر اعضائے حکومت کا تقرر کردیا۔ اُن کے بعض ابتدائی قواعد کی عوام الناس نے تائید کی مثلاً پیشہ ور مخبروں کو سزائے موت دیئے جانیکے احکامات مگر اُنھوں نے لیساندر سے استدعا کی کہ وہ کچھ سپاہی اتینفر بھیجدے اور چند روز میں یہ سپاہی ہارموست (صوبہ دار) کالی بیوس کی ماتحتی میں اتینفر پہنچ گئے اس طرح خاص اتینفر میں ایک اسپارٹی لشکر متعین ہوگیا جسکی مدد سے تیس عمال کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا کہ ان میں اور خود سر حکمرانوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔ ان تمام کارروائیوں سے یہ ظاہر ہوگیا کہ وہ عامۃ الناس کی رائے کے مطابق حکومت نہیں کرنی چاہتے۔ چنانچہ ان کی کارروائیاں بالکل خود سرانہ ہوگئیں۔ مثلاً انھوں نے ان لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کیا جن سے وہ خوفزدہ تھے۔ لیکن خود انمیں باہمی اختلاف کے آثار بہت جلد نمایاں ہوگئے۔ تھرامنیس تو یہ چاہتا تھا کہ اتینفر پر اعتدال کے ساتھ حکومت کی جائے۔ مگر کریتیاس کی یہ خواہش تھی کہ ایسے موقع پر سختی ہی مناسب ہے اور عوام الناس کو جبراً مطیع رکھنا چاہیئے۔ ہمیں اس طرز عمل سے انتی فون کی پالیسی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ اصول پرست اکثر عملی سیاسوں سے زیادہ بے رحم اور ظالم ہوتے ہیں اس لیئے کہ کارگزار اہل سیاست کو اپنے تجربے اور بنی نوع انسان کے باہمی تعلقات سے واقف ہونے کی بنا پر یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ محض نظریات سے منطقی نتائج کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ تھرامنیس کی مخالفت کا یہ اثر ہوا کہ سیاسی اقتدار کی بنیاد وسیع تر ہوگئی اور تین ہزار شہریوں کو یہ استحقاق دیدیا گیا کہ وہ ہتھیار باندھ سکتے ہیں اور اُن کے خلاف سزائے موت کا حکم سرسری طور پر نہیں لگایا جاسکتا۔ تھرامنیس نے تین ہزار کی تعداد کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ تعداد محض خود ساختہ ہے۔ مگر جب وہ چار سو کی مجلس کا رکن تھا تو اُس نے بھی بجلسہ اسی طرح پانچ ہزار شہریوں کو مخصوص استحقاقات دے رکھے تھے اور جب

صفحہ ۵۲۸

یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان استحقاقات کی اُس وقت مطلق پروانہ کی جاتی تھی (مثلاً چار سو کی حکومت اور تیس کے عہد میں) تو اس میں شبہہ نہیں کہ یہ تعداد بھی بالکل خود ساختہ تھی۔ اس ظاہری رعایت کے بعد خود سروں کی حکومت بد سے بدتر ہوگئی اور اُنھوں نے یہ وتیرہ اختیار کیا کہ مرفہ الحال شہریوں اور میٹیکوئی یعنی غیر ملکی باشندوں کو پکڑ کر قتل کرا دیتے تاکہ ان کے مال و متاع پر قبضہ ہو سکے۔ اب کری تیاس اور تھرامنیس میں علانیہ مخالفت ہونے لگی۔ اور جب تھرامنیس سے استفسار کیا گیا کہ کس کس کو قتل کرنا مناسب ہے تو اُس نے رائے دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ کام تو پیشہ ور مخبروں کے کام سے بھی زیادہ کریہہ ہے اس لیئے کہ مخبر تو صرف روپیہ لے لیتے ہیں مگر اپنے شکار کی جان نہیں لیتے۔ اب کری تیاس نے وہی کیا جو سب اصول پرست کرتے ہیں یعنی وہ نہایت استقلال کے ساتھ اس رائے پر قائم ہوگیا کہ تھرامنیس ہی بہترین طرز حکومت کے حصول میں سدّ راہ ہے اس لیئے اس کا فوراً کام تمام کر دینا چاہیئے غرض یہ ہے کہ مجلس خاص منعقد ہوئی اور چیدہ چیدہ نوجوان مسلح سپاہی کھڑے کر دیئے گئے صفحہ ۵۲۹
تاکہ ضرورت کے وقت کام آئیں۔ کری تیاس نے تھرامنیس پر یہ الزام لگایا کہ جیسے اس نے مجلس چار صد کی رکنیت کے زمانے میں اپنے ساتھیوں کے خلاف چال چلی تھی اور آرگی نوسائے کے موقع پر اس سے ایک نہایت مکروہ حرکت سرزد ہوئی تھی اسی طرح اس مرتبہ بھی اُس نے اپنے ساتھیوں کو دغا دی ہے۔ اور مجلس کے روبرو اسکے لیئے سزائے موت کا مطالبہ کیا۔ تھرامنیس نے اپنی صفائی میں یہ کہا کہ جن لوگوں سے اس کے فریق کو نقصان پہنچا ہے ان میں وہ شامل نہیں ہے بلکہ وہ لوگ ہیں جنھیں معصوموں کو گزند پہنچانے میں مطلق عار نہیں۔ اور اُس نے نکیاس کے بیٹے نکے راتوس کی مثال پیش کر کے دریافت کیا کہ آخر وہ سزائے موت کا کسطرح مستحق گردانا جا سکتا ہے جب کری تیاس نے یہ دیکھا کہ تھرامنیس کے دلائل کا مجلس خاص پر اثر پڑ رہا ہے تو اس نے آخری داؤں چلا یعنی کھلم کھلا زبردستی اور زیادتی کرنا شروع کی۔ اُس نے اپنے ہم خیالوں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ تسلیم کر لیا کہ تین ہزار مستحق باشندگان ایتھنز میں سے کسی کو سزائے موت دینی ہو تو مجلس خاص کی رائے لینا ضروری ہے۔ مگر ساتھ ہی تھرامنیس اس قاعدے سے مستثنےٰ ہو جائیگا اس لیئے کہ اسے تین ہزار حقدار شہریوں کے

زمرے سے نکالے دیا جاتا ہے منطقی لحاظ سے تو اس استدلال میں کسی قسم کا سقم نہیں تھا اور مجلس خاص کے اراکین میں سے کسی نے نہ تو اس کی شمہ بھر مخالفت کی اور نہ کوئی صدائے احتجاج بلند کی۔ صورت واقعات کا اندازہ کر کے تھرامنیس فوراً قربان گاہ پر چڑھ گیا تاکہ دشمنوں کے حملوں سے مامون و مصئون رہے۔ اور اپنے حملہ آوروں کی طرف دیکھ کر چلایا کہ تم خود اپنی خیر مناؤ۔ مگر کسی فرد نے اسکی جانب داری نہ کی اور گیارہ مشہور جلادوں نے آکر تھرامنیس کو قربانگاہ سے جبراً نیچے اتار دیا۔ جب وہ اسے شارع عام میں ہو کر کشاں کشاں لیئے جا رہے تھے تو اُس نے چیخنا چلانا شروع کیا جس پر سائی روس نے جو جلادوں کا افسر تھا اس سے فہائش کی اور کہا کہ تم چپ نہیں رہو گے تو یاد رکھو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ اس پر تھرامنیس فوراً بول اٹھا کہ کیوں صاحب اگر میں چپ رہوں تو کیا یہ میرے حق میں اچھا ہوگا؟ اُس نے آخر وقت تک اپنی خوش طبعی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور جب وہ زہر کا پیالہ پی چکا اور اس میں کچھ گاد باقی رہ گیا تو اُس نے اسے زمین پر ایسے پھینک دیا جیسے "کوتابوس" کی بازی میں پھینکتے ہیں۔ اور کہا کہ لو یہ شریف طبیعت کری تیاس کا جام صحت ہے۔

صفحہ ۵۳۰ افسوس کہ اس کی زندگی کے ابتدائی دور میں اس کا رویہ قابل اطمینان نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے آخری زمانے میں اس کے ساتھ ہمیں اور بھی زیادہ ہمدردی ہوتی خاصکر اس لیئے کہ خود اس کا فریق ہی اس کی موت کا باعث ہوا۔ قانونی نقطۂ نظر سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی موت کے لیئے کسی آئین کی پابندی نہیں کی گئی۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ جس اقتدار کی رو سے تین ہزار مخصوص شہریوں کو استحقاقات دیئے گئے تھے اسی کی رو سے وہ واپس بھی لیئے جا سکتے تھے۔ تھرامنیس کے ساتھ بجنسہ ویسا ہی برتاؤ کیا گیا جیسا ۹۱-۱۷۹۰ء کے بعض انقلابیوں کے ساتھ کیا گیا جو اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ جس خونریزی میں خود انھوں نے حصہ لیا ہے وہ جب ان کا جی چاہیگا بند ہو جائیگی۔ کری تیاس کی روش بالکل روبس پی ایر جیسی تھی جس کی رائے تھی کہ جب اصول معرض خطر میں ہو تو افراد کی زندگی کو اہمیت دینا محض جذبہ پرستی ہے اور جب ملک کے لیئے نازک زمانہ آجائے تو اس قسم کے جذبہ پرست نہایت

* ایک قسم کا کھیل جو اکثر شرابخانوں میں کھیلا جاتا تھا اور یونان میں بہت مقبول تھا۔ [مترجم]

خطرناک ہوتے ہیں اس لیئے انھیں سیاسی بساط سے فوراً علٰحدہ کر دینا چاہیئے۔ یہ ہی **واں تون** کا انجام بھی ہوا جس کی صدائے احتجاج کو صاحب اقتدار افراد نے اسی طرح خاموش کر دیا جیسے **تھرامنیس** کی آواز کو۔ اور **تھرامنیس** کی طرح اس کی سزا میں بھی قانون اور آئین کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ مگر ذاتی خصائل کے اعتبار سے **واں تون** اور **تھرامنیس** میں بہت فرق ہے۔ **واں تون** کی طبیعت سریع الاثر تھی، **تھرامنیس** انانیت اور چالبازی میں ڈوبا ہوا تھا۔ مگر **کری تیاس** اور **روبس پی ایر** میں بہت سے خصائل یکساں پائے جاتے ہیں۔ دونوں اصول پرست تھے۔ دونوں میں تعصب کا مادہ بھرا ہوا تھا اور دونوں بے رحم اور سفاک تھے۔

تھرامنیس کے انتقال کے بعد **اتینز** کا ہول انگیز زمانہ بالکل اسی طرح جاری رہا جیسے **واں تون** کے بعد فرانسیسی دورِ انقلاب اور جو لوگ تین ہزار ممتاز شہریوں میں نہ تھے انھیں شہر بدر کر کے ان کا تمام مال و متاع ضبط کر لیا گیا۔ انھیں سے اکثر **پرائی اوس** ہوتے ہوئے **مگارا** اور **تھیبز** بھاگ گئے۔

اُن میں سے ایک **تھراسی بولوس** بھی تھا جو اپنے ستر ہم خیالوں کو لیکر **تھیبز** سے چلا اور آگے بڑھ کر کوہ **پارناسوس** کے چھوٹے سے قلعہ موسومہ **فیلے** پر قابض ہو گیا جہاں بہت سے چشمے اور درے باہم ملتے ہیں اور جو **بیوتیہ** کے راستے میں واقع ہونیکی وجہ سے نہایت اہم ہے۔ **فیلے** رفتہ رفتہ تیس خودسروں کے دشمنوں کا مقامِ اجتماع ہو گیا صفحہ ۵۳۱
اور اب تیس خودسروں اور **اتینز** کے تین ہزار ذی استحقاق شہریوں نے ایک فوج لیکر اس پر چڑھائی کی۔ مگر انھیں پسپا ہونا پڑا۔ اس کے بعد انھوں نے چاہا کہ فصیل بندی کے ذریعے سے اس پر قبضہ کر لیں۔ مگر **فیلے** سطح سمندر سے اکیس سو فیٹ بلند ہے اور وہاں اتفاقاً برف باری ہو گئی جس کی وجہ سے ان بہادر سپاہیوں نے سردی میں ٹھٹھرنے کے بجائے **اتینز** میں گرم رہنا زیادہ پسند کیا۔ انھوں نے **لقونوی** اجیر سپاہی اور سوار کی دو رسالے اس قلعے پر حملہ کرنے کے لیئے روانہ کیئے اور اس لشکر نے **فیلے** سے پندرہ **سٹاڈیا** (قریب دو میل) کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔ **تھراسی بولوس** قلعے سے نکلا اور ان پر یک بیک حملہ کر کے ایک سو بیس سے زیادہ ہوپ لیت اور تین سواروں کو قتل کر دیا۔ اب تیس خودسروں کے پیٹ میں پانی ہو گیا اور انھیں وہ زمانہ نظر آنے لگا

جب وہ خاص ایتھنز میں بھی محفوظ و مامون نہ رہ سکینگے۔ اُن کے پاس ایسا کوئی قلعہ باقی نہ رہا تھا جہاں بیٹھ کر وہ ایتھنز کی حفاظت کر سکیں اور انھوں نے خیال کیا کہ ایلیوسس پر قبضہ کر لینا مناسب ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیئے وہ ایلیوسس پہنچے اور چال چلکر وہاں کے قریب تین سو باشندوں کو گرفتار کرنے کے بعد ایتھنز کے اودیون میں عام رائے لیکر اُنھیں سزائے موت کا حکم سُنا دیا۔ غرض یہ ہے کہ کری تیاس اور اس کے ساتھیوں کو ایک قلعہ تو مل گیا مگر اُن کی قسمت میں یہ نہیں لکھا تھا کہ اس قلعے سے انھیں کسی قسم کا فائدہ پہنچے۔

اس دوران میں تھراسی بولوس کے ساتھیوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی جن کی مدد سے اُس نے خاص پرائی اوس پر قبضہ کر لیا۔ اب تیس خودسروں کا یہ فرض ہو گیا کہ وہ دشمن کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں ورنہ خطرہ تھا کہ ان کا نام لیوا ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ تھراسی بولوس شہر کے مشرق میں میونی کیا کے حدب پر قابض تھا اور اسی کے دامن میں یعنی ہیوداموس کے بازار میں تیس خودسروں نے اپنے ساتھیونکو جمع کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر عمومیوں کو میونی کیا کی سطح مرتفع سے نکالنا تھا تو یہ ضروری تھا کہ اس پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا جائے۔ اس کا راستہ نہایت تنگ تھا اور خودسروں کی فوجی جدول میں پچاس سپاہی برابر برابر اور عمومیت پسندوں کی جدول میں صرف دس دس سپاہی تھے۔ مگر مدافعت کرنے والوں کو یہ فائدہ ضرور تھا کہ ان کا موقعہ عدیدیوں کے موقع سے بہتر تھا۔ جنگ شروع ہونے سے پیشتر تھراسی بولوس نے اپنے سپاہیوں کو یہ یاد دلایا کہ ان کا مقصد نیک ہے اسی لیئے اس وقت تک دیوتاؤں کا سلوک نہایت مہربانی آمیز رہا ہے۔ نجومیوں نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ فتح کا سہرا عمومیوں کے سر رہیگا مگر تھراسی بولوس لڑائی میں کام آجائیگا۔ یہ پیشین گوئی سچ نکلی۔ اسطرح کہ لڑائی شروع ہوتے ہی تھراسی بولوس اپنی فوج سے نکل کر دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا چلا گیا اور وہیں لڑتا لڑتا مارا گیا۔ مگر بالآخر عمومیوں کو ہی فتح ہوئی۔ ساتھ ہی خود کری تیاس بھی جنگ میں کام آیا۔ تھراسی بولوس کے طرفداروں میں رازہائے مخفی کا واقف کار کلیوکریتوس تھا۔ اس کی آواز نہایت زبردست اور پراثر تھی اور اُس نے ایک موثر تقریر میں شہر سے نکل آنے والوں اور عدیدی فوج کے سپاہیوں سے کہا کہ

صفحہ ۵۳۲

آپ ہرگز ان خودسروں کی اطاعت نہ کریں جنھوں نے بہ نسبت اسپارٹیوں کی دہ سالہ حکومت کے ایک سال میں زیادہ خون کیئے ہیں۔ ساتھ ہی آپکو یقین ہونا چاہیئے کہ جن لوگوں کو ہم نے ابھی جان سے مارا ہے اُن کی موت کا ماتم ہم بھی اتنا ہی کرتے ہیں جتنا آپ۔ اگر ہم اِن دونوں تقریروں کا **طوسی دیدش** کی تقاریر سے مقابلہ کریں تو ہمیں ان میں کہیں زیادہ تازگی ملے گی اور ان کے لہجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود مقرر کو اپنے نکات کا یقین تھا۔ یہاں محض ذہنی دلائل و استدلال اور فائدہ اور نقصان کا ٹھنڈے دل سے موازنہ کرنے اور اپنی ہوشیاری پر فخر کرنے کے بجائے جو کچھ نکل رہا ہے دل سے نکل رہا ہے۔ ہمیں اُن کے مطالعے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ جس طرح باد و باراں کے طوفان کے بعد ہوا بالکل صاف ہو جاتی ہے اسی طرح **ایتھنز** اور **یونان** کے مصائب و آلام کے بعد وہاں کی زندگی میں ایک شگفتگی پیدا ہو گئی ہے۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ وہ لوگ جو اس دور میں ممتاز و نمایاں ہیں ایسے نہیں ہیں کہ اُنھوں نے فن خطابت سیکھا ہو نہ کری **تیاس** یا **انتی فون** جیسے دستور ساز ہیں جنھوں نے مصنوعی دساتیر ترتیب دیئے۔ بلکہ وہی اشخاص سب سے زیادہ ممتاز ہیں جنھوں نے عدیدیوں کی منافقانہ بدمعاشیوں کی قلعی کھول دی۔ اور ہر چیز کو اپنی قدیم بنیاد پر یعنی اس اصول پر کہ عامۃ الناس پر خود عامۃ الناس ہی حکومت کرنے کے اہل ہیں مستحکم کر دیا۔

اب تیس خودسروں کی حکومت کا خاتمہ ہو چلا تھا۔ کری **تیاس** اپنے فریق کی گویا جان تھا۔ اور جو معتدل عدیدی تھے اُنھوں نے اپنے گروہ کے ساتھ رہنا پسند نہیں کیا اور اس سے کنارہ کشی کر کے اُنھیں معزول کر دیا اور دس عاملوں کی ایک نئی جماعت کا انتخاب کر کے اس کا تقرر کر دیا۔ اب خودسروں کو اس کے سوائے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تھا کہ وہ اپنے **ایلیوسس** کے قلعے میں چلے جائیں۔ مگر دس کی نئی جماعت چاہتی تھی کہ یہ ثابت کر دے کہ اُن کا انتخاب بالکل بے کار نہیں ہوا۔ اُنھوں نے **تھراسی بولوس** کے خلاف جنگ جاری رکھی جس میں سوارے نے بڑی بڑی زیادتیاں کیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ **اسپارٹا** نے بھی ان کی امداد میں ایک لشکر بھیجدیا۔ اُنھوں نے خود **لیساندر** کو ایتھنز کا صوبہ دار (**ہارموست**) مقرر کیا اور اسکے بھائی **لیبس** کو امیر البحر اعظم بنا کر چالیس جہاز ساتھ کیئے اور ایتھنز میں مامور کیا۔ اگر ایتھنز

میں ایسے ذی اقتدار لوگ نہ ہوتے جن کی ہرگز یہ خواہش نہ تھی کہ لیساندر کا اقتدار لامتناہی طور سے بڑھ جائے تو وہ یقیناً پرئی اوس کو بھی عمومیوں سے لے لیتا۔ اب شاہ پوسانیاس اٹیکا پہنچا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ اتھنیوں سے ایک معاہدہ کرلے تاکہ لیساندر کی قوت و اقتدار میں فرق آجائے۔ اور اب وہ اسپارٹیوں کی طرف سے مامور ہوکر اٹیکا گیا اور جب خود بادشاہ ہی پہنچ گیا تو لیساندر کو اس کی اطاعت کرنا پڑی مگر خود اسپارٹا کے قدیم حلیف سمجھنے لگے تھے کہ ہر اسپارٹی کامیابی سے محض لیساندر کی ذات کو فروغ ہوگا اور خود تھیبز اور کورنتھ کے باشندوں نے جو کسی زمانے میں اتھنیز کے جانی دشمن تھے اب پوسانیاس کی ماتحتی میں اٹیکا میں داخل ہونے سے صاف انکار کردیا۔ مگر پوسانیاس نے ترکیبیں چلکر تمام معاملات بہت جلد ہموار کردیئے۔ اول تو اسے عمومیوں نے شکست دی اور لڑائی میں چند اہل نسب اسپارٹی بھی کام آئے۔ مگر وہ نچلا نہیں بیٹھا اور دوبارہ عمومیوں سے برسرپیکار ہوکر انھیں شکست دیدی۔ اب گویا اس نے اسپارٹا کا نام اور عزت قائم رکھ لی تھی اور دونوں گروہوں یعنی اتھنیز کے عدیدیوں اور پرئی اوس کے عمومیوں نے یہ طے کیا کہ معاملات سلجھانے کے لیئے وہ اپنے اپنے سفیر اسپارٹا روانہ کریں۔ کچھ عرصے کے بعد اسپارٹا سے پندرہ آدمیوں کی ایک کمیشن اتھنیز آئی اور اس نے یہ فیصلہ سنایا کہ علاوہ تیس خودسروں[۱] عمال اور ان دس افسروں کے جنھوں نے کچھ عرصے تک تیس خودسروں کی ماتحتی میں پرئی اوس کا انتظام کیا تھا باقی عدیدی اتھنیز آسکتے ہیں[۲] اور جو لوگ خوف کی وجہ سے اتھنیز میں رہنا پسند نہ کریں وہ ایلیوسس جاکر رہ سکتے ہیں اسطرح گویا اسپارٹیوں نے تیس عمال کی پشت سے اپنا دست امداد اٹھالیا۔ اب پوسانیاس نے اپنی فوج کو برخاست کرایا اور پرئی اوس میں جو شہری تھے وہ مسلح حالت میں اتھنیز میں داخل ہوئے اور قلعے کے اتھینا کے بت پر جرثھاوے[۳] چڑھائے جب وہ قلعے سے اتر آئے تو تھراسی بولوس جس نے اتھنیز کو قعر مذلت سے بچایا تھا ان کے سامنے ایک تقریر کی اور عدیدیوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ جتنا طاقتور وہ اپنے آپ کو خیال کرتے تھے اتنے نہیں نکلے اور عموم نے انھیں نیچا

---

[۱] ان دس کے لیئے دیکھو زینوفون: "ہلینیکا" ۲، ۳، ۴، ۱۹۔ اور پلوٹارک: "لیساس" ۱۵۔

[۲] پلوٹارک glor.Ath کے مطابق یہ واقعہ ۱۲ بوئے درومیوں (۲۱ ستمبر ۴۰۳ ق م) کو پیش آیا

دکھایا اس نے انھیں یہ بھی یاد دلایا کہ اسپارٹیوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ کٹ کھنے کتوں کی طرح انھیں زنجیروں سے جکڑ دیا۔ اس کے بعد وہ عمومیوں کی طرف مخاطب ہوا اور ان سے اپنے حلف پر قائم رہنے کی فہمائش کی۔ اب قدیم عمومی دستور کا احیاء کیا گیا۔ مگر جب نئے حکمرانوں نے سنا کہ ایلیوسس کا عدیدی گروہ اجیر سپاہی مجتمع کر رہا ہے تو وہ لشکر لیکر ایلیوسس کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچکر ان سرداروں کو جو گفت و شنود کے لیئے آئے تھے قتل کر کے باقی عدیدیوں کو ایتھنز ساتھ لے آئے۔ زینوفون کا بیان ہے کہ عموم نے قسم کھائی کہ وہ ہرگز کینہ پروری نہیں کریں گے اور اس کے زمانے تک فریقین ایتھنز میں ہی رہنے سہنے لگے اور عموم اپنے حلف پر برابر قائم رہے۔

یہ اعلان معافی پانچویں صدی ق م کی تاریخ کے اندوہناک حالات کا نہایت مناسب اختتام ہے اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ زینوفون خود بھی عمومی اصول کا پابند نہیں ہے تو اس کے آخری فقروں سے عمومی خصائل کی عمدگی کا مزید ثبوت مل جاتا ہے[۵]۔

تمت

---

[۵] زینوفون: "ہیلینیکا" ۲، ۴، ۳۸-۴۳۔ نام نہاد اعلان معافی کے لیئے لیوی، برٹ "سنہ ۴۰۳ ق م کی معافی" (۱۸۹۱ء) کا مطالعہ سود مند ہوگا۔ اس اعلان کی متعدد مرتبہ توثیق اور توسیع ہوئی۔

فہرست اصطلاحات و الفاظ جدید تاریخ یونان قدیم جلد ۲ - باب ۱ تا اختتام کتاب

تاریخ کی اصطلاحیں (خصوصاً تاریخ یونان کی)

Ai Poleis	بلدیات
Antiquities	قدیمیات
Arsenal	سلاح خانہ
Chronology	سنویات۔ سنوبیت
Graphe paranomon	تجویز خلاف آئین
He Arche he Athenaion	سلطنت ایتھنز
He Athenaion Symmachia	محالفۂ ایتھنز
Lakkoplautos	امیر معدنیات
Leitourgia	امور عامہ
Memoirs	تذکرہ
Mythology	وثنیات
Nomophylakes	محافظان قوانین
Nomothetai	مقننہ
Novus homo	نو دولتا
Oracle	کاہن۔ کہانت
Ostracism	اخراج۔ دیس نکالا
Pentecontaetia	خمسینی
Philology	لسانیات
Prostates tou demon	رہبر عموم

Psephisma	تجویز عوام
Satrap	شہریار
Scholiast	حاشیہ نویس
Syggrapheis	مامور۔ کمشنر
Topography	توصیف البلدان
Trireme	سہ طبقہ جہاز
Tutelar divinity	مربّی دیوتا
Tyranny	خودسری۔
Tyrants	خودسر

سیاسیات اور تاریخ

Aristocracy	اشرافیہ۔ اعیانیہ
Assembly	جمعیت
Chief magistrate	عامل اعلیٰ
Conservative	قدامت پسند
Coup	حکمت عملی
Coup d'etat	سیاسی حکمت عملی
Demagogue	سرانبوہ
Democracy	عمومیت
Ephor	ایفور
Impeachment	مواخذہ
Inaction	لاعملی
Liberal	جدت پسند
Noble	نبیل
Non-interference	عدم مداخلت

Oligarchy	عدیدیت
Programme	پیش نام
Radical	استیصالی - انتہائی جدت پسند
Right of veto	حق امتناع
Status quo ante	حالت ماقبل
Synnoikisnos	اتحاد
The Executive	جماعت عاملہ
The Judiciary	محکمہ عدلیہ
The Legislative	جماعت مقننہ
Ultimatum	پیام آخری

جمالیات اور فلسفہ وغیرہ

Actor	ایکٹر
Antithesis	تخلیط۔ تضاد
Aqueduct	کاریز
Arcade	چھتہ
Architect	میر عمارت
Atom	جوہر
Back ground	پس منظر
Balustrade	صراحی دار منڈیر
Battlement	فصیل
Becoming	حدوث
Being	ہستی
Choregus	سنگت گرو
Chorus	سنگت

Comedy	سرورِیہ
Convexity	اُلخداب
Cornice	گردنہ
Deus ex machina	مروانِ غیب،
Diversified elements	عناصرِ متبائنہ
Drainage conduit	بدررو
Dramatis personae	سانگی
Epigram	چٹکلا
Epodos	ٹیپ۔بند
Final end of existence	مسئلہ اختتامِ وجود
Frieze	حاشیہ
Groove	نالی
Harmony of Subject-matter	تناسبِ مضامین
Hero	سورما
Hexameter	مسدس الوزن بحر
Idealism	مثالیت۔تصوریت
Intellect	عقل
Internal unity	اندرونی ربط
Loggia	کمانچہ
Low relief	ہلکی بنت
Lyric poetry	مزامیری نظم
Mantle	بالاپوش
Member of a chorus	سنگیتیا
Metope	سقفی حاشیہ
Molecules	سالمات

Mythology	دیومالا
Naos	حرم بتکدہ
Natural history	تاریخ موالید
Natural philosophy	فلسفہ طبیعی
Oblique	ترچھا
Ode	غزل
Opisthodomos	ظہری کمرہ
Optimist	رجائی
Painting	نقاشی
Parapet	کنگورہ
Part (in a play)	روپ
Pediment	سرشلث
Pessimist	قنوطی
Piece (drama)	کھیل
Plastic art	فن پیکر تراشی
Plot	بندش
Poikile	ایوان پرقلموں
Portico	رواق پیش گاہ
Primary element	عنصر اولیں
Primary matter	مادۂ اولیں
Process of Separation and Conjunction	عمل افتراق واتصال
Pronaos	صدر دروازہ
Propylaea	صدر دروازہ
Prow	اگرہ بھاگ
Relief	منبت کاری

Rhetoric	بلاغت
Rhythm	لے
Satyric drama	ہجویہ
Sculpture	سنگتراشی
Side scene	پہلو منظر
Stage	اسٹیج۔تماشہ گاہ
Substructure	بنیاد۔نیو۔
Symmetry	تناسب
Technique	اسلوب
Tetralogy	چوناٹکا
The dramatic Unities	روابط تمثیلی
Topographical map	تفصیلی نقشہ
Tragedy	درمیہ
Trimeter	مثلث اوزن بحر
Triology	تریناٹکا
Vacuum	خلا۔

فہرستِ اعلام تاریخ یونان قدیم

جلد ۲ باب ، ۔ الخ

(ابجد وار)

Athens	ایتھنز
Athenian	ایتھنزی
Aristides	ارسطیدش
Abronichus	ابرونخوس
Acropolis	اکروپولس
Artabazus	ارتابازو
Argilus	ارگیلوس
Agariste	اگاریستی
Artemis Aristobule	آرٹیمس ارسطوبولی
Automatia	اوتوماتیا
Argos	آرگوس
Alcibiades	الکیبیادیس
Amphictionic	
Argive	آرگوسی
Aenianae	اینیانے
Aleuadae	خاندان الیوائی الیواوائے

Arcadia	آرکیڈیا
Arcadian	آرکیڈیائی
Alpinice	الپی نیکی
Aeschylus	ائس خیلوس
Apollo	اپولو
Apsephion	اپسی فیون
Ariomandes	اریوماندیس
Areopagus	اریوپاگوس
Aegina	ائی گینا
Amphipolis	امفی پولس
Androcide	اندروکیدیس
Antigonus Gonatas	انٹی گوس گوناٹاس
Aetolian chalcis	ایتولیائی خالکس
Amyrtaeus	امیرتائیوس
Adgacn	ایجین

Achaia	اکائیہ
Artemisium	ارتی میزیوم
Agamemnon	اگامیمنون
Atreus	اتریوس
Aegyptus	ائی گپتوس
Artemis	ارتے مس
Aristophanes	ارسطوفانیس
Aeolian	ایولیائی
Aenus	ائے نوس
Areia	آریا
Aiax	آیاکس
Alcamenes	الکامینس
Ageladae	خاندانِ اگیلائی۔ اگے لاوائے
Antalcidas	انتالکداس
Artabazus	ارتابازو
Amorgis	امورگیس
Abdemon	ابدے مون
Aspasia	اسپازیا
Anticles	انتکلیس
Artemon	ارتے مون
Amyntas	امینتاس
Anthemus	انتھے موس
Autissa	انتسا
Alcidas	الکداس
Amphissaeans	امفتائی

Ambraciots	امبریسیائی
Agrae	اگرائے
Anactorium	انکتوریوم
Aenus	ائے نوس
Antandrus	انتاندروس
Asine	ازینے
Aeginetans	ائی گینائی
Arrhibaeus	ارہی بائیوس
Angilians	انگیلوسی
Agesilaus	اگے سی لوس
Argilus	آرگیلوس
Acanthus	اکانتھوس
Atalante	اتالانتے
Amyclaeum	امیکلائیوم
Adramyttium	ادرامی تیوم
Alexander	اسکندر
Alciphron	الکیفرون
Acthalia (Elba)	اکے تھالیا (البا)
Antiochus	انطاکوس
Achilles	اکیلیس
Abdera	ابدیرا
Acragas	اکراگاس
Aeschylus	ائس خیلوس
Acrothous	اکروتھوس
Assos	اسوس
Astyra	استیرا

Apoikiai	اپوئے کیائے
Amisus	امسوس
Ai-Poleis	بلدیات
Aphyta	افیتا
Astypalaea	استی پالیا
Appolonia	اپولونیا
Archaeanactidae	آرکائیاناکتی دائے
Athenais	اتھینائس
Arcas	آرکاس
Achais	اکائیس
Amphrodisias	امفرودیسیاس
Ambracia	امبریسیہ
Actium	اکتیوم
Aristaeus	ارسٹائیوس
Adeimantus	اوئی مانتوس
Alcibiades	الکی بیادیس
Archidamus	ارکی داموس
Agesander	اگے ساندر
Andocidas	اندوکیداس
Antirrhium	انتی رہیوم
Anteuor	انتے نور
Alcestis	الکس تس
Andromache	اندروماخ
Aulid	آؤلید
Anaxagoras	اناسی غورس
Acharnians	اکارنیائی

Aleman	الکمان
Alcamenes	الکامینس
Acrae	اکرائے
Assinarus	اسی ناروس
Acraeum	اکرائیوم
Agis	آگس
Amorges	امورگیس
Aspendus	اسپندوس
Aristocrates	ارسطقراطیس
Antiphon	انتی فون
Archeptolemus	آرکے بطلیموس
Arginusae	آرگے نوسائے
Aegospotami	ائی گوس پوتامی
Acragantines	اکراگاسی
Agathocles	اگاتھوکلیس
Admetus	اتھینے خالکیوئکس
Athene-chalcioicus	
Artaxerxes	اردشیر
Aristotle	ارسطاطالیس
Aristodecus	ارسطودیکوس
Archidamus	آرکی داموس

Bacchus	باکہوس
Boeotian	بیوتی

Bacchylides	باکی لیدیس
Byzantium	بائی زنطہ
Busolt	بوسولٹ
Boges	بوگیس
Bisanthe	بزانتھے
Boeotis	بیوتس
Botiaeans	بوتیائی
Bolbe	بولبے
Boea	بوئیا
Boedromion	بوئے دریمون
Brea	بریا
Bion	بیون
Bosporus	بوسفورس
Brasidas	برسی داس
Cyrene	سرنہ
Chersonese	خرسونیز
Cecryphalia	کیکری فالیا
Cephisus	کیفی سوس
Cleombrotus	کلیومبروتوس
Citium	کتیوم
Cilicia	کیلیکیہ۔ سلیسیہ
Callias	کالیاس
Craterus	کراتیروس
Chalidonian Islands	جزائر خالیدونیہ

Cyprus	قبرس
Colonae	کولوناء
Clearchus	کلیارخس
Cyrus	کورش
Caiadas	کیادس
Cimon	کیمون
Cleisthenes	کلس تھنیس
Chachrylion	خاک ریلیون
Corcyra	کورکیرا۔ کورکائرا
Craterus	کراتیروس
Chalcidians	کالکسی
Cleopompus	کلیوپومپس
Cnemus	کنیموس
Cydonia	کیدونیہ
Cyme	کیمے
Calynthus	کالینتھوس
Cylippus	کی لپوس
Croton	کروتون
Ceos	کیوس
Corax	کوراکس
Chionides	خیوندیس
Cratinus	کراتنوس
Charoades	خاروادیس
Cyllene	کیلینے
Chians	خیوسی

Cenchrae	کنکرائے
Clazomenae	کلازومے نائے
Cnidus	کنیدوس
Cebrene	کبرینے
Caryanda	کاریاندا
Calydna	کالیدنا
Cos	کوس
Carthathus	کارتھاتھوس
Casus	کاسوس
Chios	خیوس
Cleruchiai	کلیروخیاں
Cyclades	سائی کلاڈیس۔کیکلاڈیس
Camirus	کامیروس
Calleratides	کالکراٹی ویس
Chrysopolis	کری سوپولس
Caunus	کاؤنوس
Ctesias	کتیسیاس
Charondas	خارونداس
Crotoniates	کروتونی
Cephallenia	کیفالے نیہ
Chimerium	کیمیریوم
Corcyreans	کورکائری
Cleon	کلیون
Cresthonia	کریستھونیا
Cresus	کریسوس
Caria	کاریہ
Colophon	کولوفون
Cytinium	کیتینیوم
Chaeronia	کئے رونیا
Coronea	کورونیہ
Cerdylion	کردی لیون
Clearidas	کلیاریداس
Coryphasia	کوریہ فازیہ
Cynuria	کینوریا
Clinias	کلنیاس
Carneus	کارنیوس
Cynossema	کینوسیما
Cleophon	کلیوفون
Castolian Plain	میدان کستولوس
Cappadocia	کاپادوسیہ
Conon	کونون
Callixenus	کالکسے نوس
Cannonus	کانونوس
Chalcedon	کالکیدون
Camora	کامورا
Callibius	کالیبیوس
Corinth	کورنتھ
Camillus	کاملوس
Crassus	کراسوس
Coriolanus	کوریولانوس

Chersonese	خرسونیز
Choephorae	خوئے فوراے
Crocsus	کرسیوس
Cinesias	کنے سیاس
Cyclops	کیکلوپس
Choerilus	خوئے ریلوس
Calamis	کالامس
Callimachus	کالی ماکوس
Cynegirus	کینے گیروس
Ceanaenia	کیانے نیا

Demosthenes	دیموس تھنیس
Dorian (Race)	دوریانی
Dipaea	دپائیا
Drabesius	درابسکوس
Daduchus	دادوخوس
Doriscus	دورسکوس
Dolopian	دولوپی
Dionysus	دیونی سوس
Demaratus	دیماراتوس
Dascylium	داسکی لیوم
Dorcis	دورکس
Diacrii	دیاکری
Dipylon	دپیلون
Denomenes	دینومینیس

Discobulus	دسکوبولوس
Dorie	دوریانی
Didymaean	دیدیمائیائی
Democritus	دمقراطیس
Danaides	دانائیدیس
Draehmae	درہم
Derdas	درداس
Diotinus	دیونی نوس
Doris	دورس
Dionysias	دیونی سیاس
Deceleans	دیکیلیائی
Dracontides	دراکون تدیس
Drepanum	درے پانوم
Diodotus	دیو دوتوس
Dorians (Citizen & Doris)	دوری
Delium	دیلیوم
Decelea	دیکیلیا
Dolonia	دولونیا
Diopeithes	دیوپی تھیس
Diomedon	دیومیدون
Dexippus	دیکسی پوس
Demetrius	دیمیتریوس
Diodorus	دیودوروس

Ephorus	ایفوروس
Epidorus	اپی دوروس

Eurymedon	یوری مدون
Euboea	یوبیہ
Erethrae	ایریتھرائے
Eleusis	ایلیوسیس
Euphorion	یوفوریون
Eumenides	یومنیدیس
Ephesus	ایفی سوس
Empedocies	امپی دوکلیس
Eleatics	ایلیاتی
Elpinice	ایلپی نیکے
Eleuthrae	ایلیوتھرائے
Emphronius	ایمفرونیوس
Eteocles	اتیوکلیس
Euripides	یوریپدیس
Eion	ایون
Erechteis	ایریکتائس
Epirus	ایپائرس
Ephialtees	ایفیالتیس
Essos	ایسوس
Erai	ایرائے
Eleusinium	ایلیوزینیوم
Enea Hodoi	اینیا ہودوئے
Evagoras	ایواغورس
Eubois	یوبوئس
Elea	ایلیا

Epidamnians	ایپی دامنوسی
Eleans	ایلیسی۔ایلیائی
Epidemiurgus	ایپی دیمیورگوس
Eresus	ایرے سوس
Eurylochus	یوری لوکس
Epaminondas	ایپامنونداس
Eucles	اقلیس
Edonians	ایدونیائی
Epidaurians	ایپی دورسی
Etruria	اترووریہ
Electra	ایلکترا
Eurpides	یورپدیس
Eupolis	یوپولس
Ecclesia Zusae	اکلیزیا سوزائے
Epicharmus	ایپی خارموس
Ketionia	ایتیونیا
Eresus	ایرے سوس
Erasinides	ایراسی نیدیس
Egesteans	ایگستائی
Eryx	ایرکس
Elis	ایلس
Epilecus	ایپی لیکوس
Eubocaus	یوبیائی

Gargara	گارگارا

Grynenm	گری نیوم
Glaucon	گلاؤکون
Gorgias	گورگیاس
Gela	گیلا
Gylippus	گی لپوس
Gordium	گوردیوم
Gytheum	گی تھیوم
Gelias	گیلیاس
Gerania	گیرانیا
Gongylus	گونگی لوس
Gambreum	گامبریوم
Hippocrates	بقراط
Hipparchus	ہپارخوس
Hydros	ہیدروس
Hoplites	ہوپلیت
Hegesipylae	ہیگے سپی لائے
Hermae	ہرمیس کے بت
Heraclitus	ہرقلیطوس
Hesiod	ہسیود
Hecataeus	ہکاتائیوس
Heracles	ہرقل
Hellespont	ہیلیسپونت
Hermione	ہرمیونے
Halisarna	ہالی سرنا
Helot	ہیلوت
Hieron	ہیئے رون
Herodotus	ہیروڈوٹس
Heliaea	ہیلیائیا
Heliastae	ہیلیاستائے
Hanseatie	ہنسیائی
Hyele (Elea)	ہیئے لے۔(ایلیا)
Heraclea	ہرقلیہ
Hippolytus	ہپولیتوس
Helena	ہیلینا
Hermocrates	ہرموکراتیس
Hermocopidae	ہرموکوپی دائے
Hetairiae	ہتیائریا
Hagnon	ہاگنون
Himera	ہمرا
Himilcon	ہملکون
Halieis	ہالی آئس
Hetiomaridas	ہتیوماریداس
Haliacmon	ہالیاکمون
He Athenaion Symmachia	ہے آتھے نائیون سیومافیہ
He arche he Athenaion	ہے آرخے ہے آتھے نائیون
Heireioi	ہائی رئی اوئی
Heraclea Pontice	ہرقلیہ پونتیکے

Halys	ہالیس
Heroa	ہیروا
Hippodamos	ہپوڈاموس
Hermione	ہرمیونے
Hera	ہیرا
Hylleia	ہی لئی یا
Heraeum	ہیرائیوم
Helus	ہیلوس
Hyperbolus	ہی پربولوس
Idyros	اِدی روس
Ionia	ایونیہ
Inarus	انا روس
Isodice	اسوڈکے
Icaria	اکاریہ
Ionian	ایونیائی
Isagoras	اِساغورس
Ilissus	اِلیسوس
Italia	اطالیہ
Icarus	اکاروس
Iasus	یاسوس
Isocrates	ایسوکراتیس۔ ایسقراطیس
Ias	یاس
Istone	اِستونے
Imbrians	امبریائی
Ionian Sea	بحر ایونیہ
Iaphygians	یاپی گی۔ یاپی گیائی
Iphigenia in Tauris	افی گے نیا ان تاورس
Ion	یون
Ida	اِدا
Idomenus	ادومے نوس
Ithone	اتھونے
Lacedaemonus	لاکے ڈیمونوس
Lycia	لِسیہ
Lesbians	لِسبوسی
Lycurgus	لی کرگوس
Lycomid	لیکومی
Leotichides	لیوتی خدیس
Leohotas	لیوہوتاس
Lampsacus	لمپساکوس
Laius	لایوس
Ladas	لاداس
Laodice	لاؤڈکے
Loesilike	لوئے سیلیکے
Lacedemonians	لاکے ڈیمونی
Lyros	لیروس
Lamachus	لاماخوس
Laos	لاؤس

Lycophron	لیکوفرون
Lampadodromy	لمپادودروی
Lampon	لامپون
Leucimne	لیوکمنے
Leucadians	لیوکاسی
Lysicle	لیسکلیس
Leeytus	لیکی توس
Lyncus	لنکوس
Lynceslae	لنکوی
Lysander	لیساندر
Lepreum	لپریوم
Leucas	لیوکاس
Leontini	لیونتی نی
Lysistrata	لی سستراتا
Leucippus	لیوکیپوس
Laches	لاخیس
Lebados	لیبے دوس
Lydia	لدیہ
Lucian	لوسیین
Libys	لیبیس
Lucullus	لوکولوس
Locrians	لوکرسی
Lepas	لیپاس
Myron	میرون
Molossians	مولوسی
Myus	میوس
Magnesia	مگنیشیہ
Maeander	میاندر
Marathon	ماراتھون
Mende	میندے
Marsyas	مارسیاس
Micon	میکون
Mnesitheides	منے سی تھائیدیس
Megabazus	میگابازو
Megabyzus	میگابیزو
Memphis	ممفس
Myronides	میرونیدیس
Mycenae	میکے نائے
Megara	مگارا
Messenia	میسینیا
Miletus	ملطہ
Mardonius	مہرنوش
Myrina	میرینا
Miltiades	ملتیادیس
Megacles	مگاکلیس
Megaclid	متعلق خاندان مگاکلیس
Moronea	مورونیہ
Mylasa	میلاسا
Myndus	میندوس
Medimnos	مدمنوس

Milesians	ملطی
Melesippus	میلے سپوس
Melesander Mygdonin	میلے ساندر
Methymna	مے تھمنا
Mytelena	متی لنہ
Menedaeus	مینے دایوس
Methone	میتھونے
Malea	مالیہ
Mantinea	مین تی نیہ
Mesapii	میسا پی
Metapontum	میتا پونتوم
Magna graecia	یونان عظمیٰ
Magnes	مگنیس
Mindarus	مندا روس
Mefia	میفیا
Munychia	موئی کیا
Medontid	مدونتی خاندان
Mycenaeans	باشندگان میکے نائی
Menelaus	منے لاؤس
Mycale	میکالے
Magnetes	مگنے تیس
Milesias	ملے سیاس

Nisaea	نسیہ
Notium	نوتیوم

Nisyros	نسی روس
Nymphaeum	نمفیوم
Nymphodorus	نمفودوروس
Nesiotis	نسیوتس
Nestor	نسطور
Nicias	نکیاس
Niceratus	نکے راتوس
Nicostratus	نکوستراتوس
Neapolis	نیاپولس
Nola	نولا
Nicomedes	نکومدیس
Nepos	نیپوس
Naxos	ناکسوس
Naxian	ناکسوسی
Naupactus	نوپاکتوس

Oeniadae	اوئے نیا دائے
Oenophyta	اوئے نوفیتہ
Onatas	اوناتاس
Oedipus	ایدی پوس
Oenoniaus	اوئے نونیائی
Olynthus	اولنتھوس
Olophyrus	اولوفیروس
Oetaeans	اِیتائی
Opuntian Locrians	اوپنتی لوکرسی

Orestae	اورستائے
Odrysians	اودریسی
Olympias	اولمپیاس
Oropus	اوروپس
Ozolian	اوزولی
Locrians	لوکرسی
Orchomenus	اورخومینوس
Oeneum	اوئے نیوم
Olpae	اولپائے
Olorus	اولوروس
Oeta	ایتا
Onatas	اوناتاس
Onomacles	اونوماکلیس
Pharsalus	فارسالوس
Pegae	پے گائے
Phoenicians	فنیقی
Phaselis	فاسے لِس
Prosopitis	پروسوپائی تِس
Pausiris	پاؤسرس
Psammetichius	پسامیٹیق
Pamphylia	پمفیلیہ
Polynices	پولی نکس
Pindar	پنڈار
Phrynichus	فرینخوس
Phoenissae	فنیقیان
Plataea	پلاٹیہ
Prometheus	پرومے تھیوس
Phineus	فی نیوس
Pythagoras	فیثا غورس
Polygnotus	پولیگنوتوس
Paionios	پایونیوس
Poikile	پوئے کیلے
Panaeus	پانائیوس
Petroclus	پیتروکلوس
Phigalaia	فگالیا
Polops	پیلوپس
Peirothous	پی رتھوئس
Philoctetes	فلوکتے تیس
Phalerum	فالیروم
Pylagorae	پیلاگورائے
Perbaebi	پربے بی
Perioici	پیرئوئکی
Protagoras	پروتاغورس
Pola	پولا
Phlius	فلیوس
Phyle	فیولے۔فیلے
Paralus	پارالوس
Proschium	پروسکیوم
Ptychia	پتی کیا

Parali	پارالی
Phlya	فلیہ
Persia	فارس
Polemarch	پولمارخ
Phoros	فورس
Pontus	پونتوس
Peloponnesus	پیلوپونیز
Peloponnesiaus	پیلوپونیزی
Piraeus	پرائی اوس
Pansanias	پیوسانیاس
Pergamum	پرکاموم
Palaegambreum	پالئے گامبریوم
Pydna	پیدنا
Potidea	پوتی دیہ
Pallone	پالے نے
Phocians	فوکسی
Prasiae	پرازی آئے
Perdiccas	پردی کاس
Pyrrha	پرہا
Paches	پاکیس
Pagoudas	پاگوناس
Pleistolas	پلیئس
Poseidonia	پوسیئیدونیہ
Prodicus	پرودیکوس
Phidias	فدیاس

Parnes	پارنیس
Plaistoanax	پلیئستوانا کس
Pythia	فشیہ
Ptelium	پتے لیوم
Pytho	فیشو
Parmenides	پارمنے دیس
Polus	پولوس
Prytanis	پری تانس
Priene	پری اے نے
Pissuthnes	پسوتھنیس
Phormion	فورمیون
Polycrates	پولیکراتیس
Proxenos	پروکسی نوس
Phaedon	فائے دون
Paros	پاروس
Polyaenus	پولی آئے نوس
Phanodemus	فانودے موس
Pisidia	پسی دیا
Pherendates	فیرنداتیس
Phaselis	فاسے لس
Pericles	پارقلیس
Peisistratidae	پی سیستراتوسی
Pediaei	پے دیائی ای
Piesistratus	پی سیستراتوس

Plato	افلاطون
Perinthos	پرنتھوس
Proconnesus	پروکونے سوس
Percote	پرکوتے
Pedasus	پیدایوس
Panticapeum	پانتی کاپیوم
Phtiotae	فتیائی
Achaeans	اکائیائی
Pelargicon	پیلارگیکون
Pelasgicon	پیلاسگی کون
Paeonians	پایونیائی
Philip	فیلقوس
Philochorus	فیلوخوروس
Plutus	پلوتوس
Pindar	پندار
Phaeax	فایاکس
Plemmyrium	پلے میریوم
Phrygia	افروجیہ
Pharsalus	فارسالوس
Polycletus	پولیکلے توس
Rhodope	رھوڈوب
Rhamphius	رہامفیوس
Rhium	رہیوم
Rhoetium	رہیتیوم
Rhegium	رہیگیوم
Rhodhanus	رھوڈانوس
Strategoi	استرلتے گوء
Susa	سوس
Sybaris	سیبارس
Syria	شام
Sparta	اسپارٹا
Spartiate	اسپارٹی
Stesimbrotus	استسمبروتوس
Sestos	سستوس
Samian	سامو سی
Syracuse	سرقوسہ
Sicyon	سکیون
Saronic gulf	خلیج سارون
Scyros	اسکی روس
Scyrians	اسکی روسی
Sophocles	سوفوکلیس
Strymon	استری مون
Sicyonians	سکیونی
Simonidis	سمونڈیس
Salamis	سالامس
Sosandra	سوساندرا
Scidros	سکدروس
Scione	سکونے

Siugus	سنگوس
Stagirus	ستاگیروس
Sigeum	سگیوم
Scamander	سکاماندر
Syme	سیمے
Sinope	اسنوف
Sporades	سپورادیس
Samothrace	ساموتھریس
Stater	استاتر
Sparadocus	سپارادوکوس
Sitalces	ستالکیس
Scythia	اسکیشیہ
Scythians	اسکیشی
Scyles	سکیلیس
Spartocus	اسپارتوکوس
Spartocidae	اسپارتوکسی
Sybota	سیبوتا
Stratus	استراتوس
Seuthes	سیوتھیس
Salathus	سالیتھوس
Sphacteria	اسفاکتیریہ
Scandia	سکاندیا
Siphae	سفائے
Sollium	سولیوم
Sermybians	سرمی بیائی

Strabo	سترابو
Samnites	سامنی
Sybarites	سیبارسی
Sophron	سوفرون
Susarion	سوساریون
Sappho	سافو
Selymbria	سلیمبریا
Strombichides	سترومبکی دیس
Segesta	سگستہ
Selinuntiaus	سلی نوسی
Sicani	سکانی
Salamis	سالامس

Troizene	تروائے زین
Tolmides	تولمیدیس
Tamyros	تامیروس
Tyre	صور
Teucriclae	تیوکریائی
Tissaphernes	تسافرنز
Teuthrania	تیوتھرانیا
Talent	تالنت
Theopompus	تھیوپومپوس
Taenarum	تے نارم

Thessaly	تھسلی
Thessalian	تھسالوی
Tegea	تگیہ
Tiryns	ترنز
Tirynthians	ترنثری
Taenarian	تے نا ری
Poseidon	پوسئیدون
Theseus	تھے سیوس
Thracian	تھریسی
Tithraustes	تتھراوس تیس
Themistocles	تمسٹاکلیس
Thucydides	تھوسی ڈیڈس
Thrace	تھریس
Troad	ٹرک ٹروائے
Tanagra	تناگرہ
Tissamenus	تسامینوس
Thespis	تھس پس
Thasos	تھاسوس
Tarentum	تارنتم
Tarentines	تارنتی
Thrasyllulus	تھراسی لوس
Tyrrtenion Sea	بحر تیرینیہ
Thrasybulus	تھراسی بولوس
Taras	تارنتم۔ تاراس
Temesa	تیمسا
Thesmophoriazusae	تھس مورفیا سوذائے
Thessalos	تھسالوس
Teos	تیوس

Timaea	تماا
Thargelion	تھارگیلیون
Tellias	تیلیاس
Tragia	تراگیا
Tropolemus	ترے پولیمس
Thasos-Thasian	تھاسوس۔ تھاسوی
Torone	تورونے
Timesilaus	تے سی لاؤس
Thurii	تھوریئی
Tzetze	تسے تسیز
Thuria	تھوریا
Thurina	تھورینیا
Trals	ترائس
Therme	تھرمی
Toutcaplus	تیوتیاپلوس
Thrya	تھریا
Xenocritus	زینوکریتوس
Xenophon	زینوفون
Xenarchus	زینارخوس
Xenophanes	زینوفانیس
Xanthippus	زانتھی پوس
Zeugetai	زیوگے تائی
Zopyrus	زوپیروس
Zacynthians	زاکنتھوسی
Zacynthos	زاکنتھوس
Zeno	زینو
Zeus	زیوس

وہ کتابیں وغیرہ جن کا حوالہ تاریخ یونان قدیم جلد ۲ باب ۷ میں دیا ہوا ہے

1 Vischer: "Kimon" Basel, 1847.

(۱) فیشر: "کیمون":۔ بازل۔ سنہ ۱۸۴۷ء (جرمن)

2. "Kl. Schriften" I, Leipzig, 1877.

(۲) "مکتوبات مختصر":۔ جلد ۱۔ لائپزگ۔ سنہ ۱۸۷۷ء

3. Onoken: "Athen und Hellas," Leipzig, 1865.

(۳) اونکن: "ایتھنز و یونان" لائپزگ۔ سنہ ۱۸۶۵ء (جرمن)

4. Cox: "History of Greece," London 1874.

(۴) کوکس: "تاریخ یونان" لندن۔ سنہ ۱۸۷۴ء (انگریزی)

5. Cox: "Lives of Greek Statesmen," London 1886.

(۵) کوکس: "یونانی مدبروں کی سوانح عمریاں" لندن۔ سنہ ۱۸۸۶ء۔ (انگریزی)

6. P. Monceaux: "Les Proxenies grecques." Paris, 1886.

(۶) پ مونسو: "یونانی پراکسی نوسیان" پیرس۔ سنہ ۱۸۸۶ء۔ (فرانسیسی)

7. L Holzapfel: "Untersuchungen uber die Darstellung der griechischen Geschichte Von 489-413" Lpz, -1879.

(۷) ل ہولستاپفل: "تحقیقات متعلق تواریخ یونان از سنہ ۴۸۹ ق م تا سنہ ۴۱۳ ق م" لائپزگ۔ سنہ ۱۸۷۹ء (جرمن)

8 Fricke: Unters. uber die Quellen des Plut, im

(۸) فریکے: "تحقیقات ماخذہائے پلوٹارک۔ متعلق نکیاس و الکبیادیس"

Nikias und Alkib: Leipz 1869. (لائپزگ ۔ ۱۸۶۹ء (جرمن)

9. Schmidt: "Zeitalter des Pericles" (۹) اشمٹ "دور فار قلیس" (جرمن)

10. K. W. Kruger: Historisch-Philologische Studien I, 1837. (۱۰) ک ڈبلیو گر: تاریخی اور لسانیاتی مطالعات" ۱۸۳۷ء (جرمن)

11. A. Schafer: "De rerum post bellum Pers. usque ad trienn foedus in Graecia gestar. temporibus"; Lips: 1865 (۱۱) شیفر: "واقعات جنگ ایران من ابتدائے لیگ سہ سالہ" لائپزگ ۔ ۱۸۶۵ء ۔ (لاطینی)

12. W. Pierson: "Die Thukydid. Darstellung der Pentecontaetia" 1869 (۱۲) پیرسن: "طوسی ویدش کا بیان خمسینی کی متعلق" ۱۸۶۹ء (جرمن)

13. Unger: 'Diodors. Quellen 1881-2. (۱۳) انگر: "ماخذ دیودورس" ۱۸۸۱-۲ء (جرمن)

14. Volquardsen: "Untersuchungen uber die Quellen des Diodors," Kiel; 1868. (۱۴) فولکوارڈسن: "تحقیقات متعلق ماخذ دیودورس" کیل ۔ ۱۸۶۸ء (جرمن)

15. A. Bauer: Pl. Them' fur Quellenkrit., Leipzig, 1884. (۱۵) باؤر: "تنقید ماخذ سوانح عمری تمسطا کلیس مولفہ پلوٹارک" ۱۸۸۴ء ۔ (جرمن)

16. Ruhl: "Die Quellen Plut. (۱۶) ریول: "پلوٹارک کی سوانح عمری

im Leben des Kimon marb., 1867.	کیمون کے مآخذ" ماربرگ ۱۸۶۷ء (جرمن)
17. "Die. Qu. des Plut Perikles"	(۱۷) "سوانح عمری کیمون مولفہ پلوٹارک کے مآخذ (جرمن)
18 Sauppe: Abh. der Gott. Ges des Wiss." 1867.	(۱۸) مضامین ساوپے ("کارروائی انجمن علمیہ گیوٹنگن") ۱۸۶۷ء (جرمن)
19. C. I. A = "Corpus unscriptionum Atticarum".	(۱۹) "مجموعہ نوشتہائے آئیکا" (لاطینی و یونانی)
20. Pohlmann: "Gesch. Griechenlands" (muller's Handbuch der Klass. Alter thumswiss).	(۲۰) پیولمان: "تاریخ یونان" (سلسلہ کتب علوم قدیمہ مجموعہ میولر) (جرمن)
21 Finck: "De Themistoclis Aetate, &c,", 1849.	(۲۱) فنک: دور فار قلیس وغیرہ ۱۸۴۹ء۔ (لاطینی)
22. Schomann "Griech Alt."	(۲۲) شیومان: "یونان قدیم"۔ (جرمن)
23. Busolt: "Gr. G."	(۲۳) بوسولٹ: "تاریخ یونان"
24. Holzapfel "Beitrage Z Griech. Gesch."	(۲۴) ہولتساپفل: "تاریخ یونان کے متعلق مزید معلومات۔
25 Fabricius: "Theben" Freiburg, 1890.	(۲۵) فبریکیوس: "تھیبز" (جرمن) فرائبرگ ۱۸۹۰ء
26. A. Holm: "Lange Fehde" (in articles dedicated to E. Curtius).	(۲۶) اڈولف ہولم: "تنازعۂ طویل" (مضامین جو اے کرتیوس کے نام پر معنون کئے گئے) (جرمن)
27 Wachsmuth." Die Stadt	(۲۷) واخسموت: "شہر ایتھنز

Athen" بزمانۂ قدیم" سنہ ۱۸۷۴ء (جرمن)

28. Weidemann: "Geschichte Aegyptens" (۲۸) وائیڈے مان: "تاریخ مصر" (جرمن)

29. Schömann: "Die solonische Heliaea und der Staats streich des Ephialtes" Jahrb. F. Kl. Phil. (۲۹) شیومان:- سولن کی ہیلیانیہ اور ایفیالتیس کی حکمت عملی" "جریدۂ لسانیات" (جرمن)

30. Dahlmann. "Forschungen auf dem Gebeite der Geschichte"-Alt-1822. (۳۰) ڈالمان "تحقیقات متعلق اقلیم تاریخ" التونا۔ سنہ ۱۸۲۲ء (جرمن)

31. A. Motte "Lapaix de cimon" Gand, 1880 (۳۱) اے موت "صلح نامہ کیمون" گینٹ سنہ ۱۸۸۰ء (فرانسیسی)

32. L. Holzapfel "Athen und Persian. Von 465-412 V. Christ" (Beitr. Z. griech Gesch., Berlin, Calvary, 1888.) (۳۲) ایل ہولتسا پفل: "ایتھنز اور ایران کے باہمی تعلقات از سنہ ۴۶۵ ق م تا سنہ ۴۱۲ ق م اضافہ جات بہ تاریخ یونان" برلن۔ کالواری۔ سنہ ۱۸۸۸ء)

33. Noldeke: "Aufs. zur pers. Gesch,,, Lpz., 1887. (۳۳) نیولدکے: "مضامین متعلق تاریخ ایران" لائپزگ۔ سنہ ۱۸۸۷ء (جرمن)

34. Andoc: "De pace," &c. (۳۴) اندوکلیس: "حالات متعلق صلح" (لاطینی)

35. K. Sittl: "G. D. Gr. L" (۳۵) کسٹل: "تاریخ ادبیات یونان" (جرمن)

36. Merriam: Report of the American School of (۳۶) میریام: "روئداد مدرسۂ امریکانی در ایتھنز" (انگریزی)

Athens.

37. Schuster: "Heraclit von Ephesus" (Actasoc. Phil. Lips) 1873.

(۳۷) شوستر: "ہراقلیطس ساکن الفی سوس" (روئداد انجمن فلسفہ - لائپزگ - ۱۸۷۳ء (جرمن)

38. Bywater "Her. Eph Reliquiae" London 1877.

(۳۸) بائی واٹر: "آثار ہراقلیطس ساکن الفی سوس" لندن ۱۸۷۷ء لاطینی

39. E. Pfleiderer: "Die Philosophie des Heracht im Lichteder mysterienidee" Berlin 1886

(۳۹) ایفلائی ڈرر: "فلسفہ ہراقلیطس مخفی اسرار کی روشنی میں" برلن ۱۸۸۶ء (جرمن)

40. Brunn: "Beschreibung der Glyptotheck Konig Ludwigs I in Munchen"

(۴۰) برون: "شاہ لڈوک کے مجموعہ مجسمات میونخ کے حالات" (جرمن)

41. K. Lange: "Die Composition der Aeginetan," 1878.

(۴۱) ک، لانگے: "ائی گینا کے مجسموں کی ترکیب ۱۸۷۸ء (جرمن)

42. Friedrichs-Wolters: "Die Gyps - abgusse antiker Bildwerke", Berlin, 1885.

(۴۲) فریدرش دولیٹرز: "قدیم سنگ تراشی میں پلاستر کا کام" برلن ۱۸۸۵ء (جرمن)

43. Löschke "Die westlische Giebelgruppe am Zeus-tempel Zo Olympia," Dorpat, 1887.

(۴۳) لیوشکے: "اولمپیا کے مندر کے غربی مجموعے کا سر شلت" دوربت ۱۸۸۷ء (جرمن)

44 Benndorf: "Metopen von Selinunt" Berl., 1873.

(۴۴) بین ڈورف: "سلی نوس کے سقفی حاشیے کے مجسمے" برلن ۱۸۷۳ء (جرمن)

45. Waldstein "Journal of Hellenic Studies," 1880. & 1881.

(۴۵) والڈسٹین: "رسالۂ مطالعاتِ یونان" ۱۸۸۰ء-۱۸۸۱ء (انگریزی)

46. Ulrichs: "Archaologische Analekten" Würzb. 1885.

(۴۶) اُلرخس: "تحلیلِ آثارِ قدیم" ورتسبرگ ۱۸۸۵ء (جرمن)

47. Brunn: "Paionios und die nordgriechische Kunst" munchener Sitzungsberichte, 1876.

(۴۷) برن: "پایونیوس اور شمالی یونان کے فنونِ لطیفہ" (رپورٹ اجلاسہائے میونخ ۱۸۷۶ء) (جرمن)

48. Von Rohden Art. & "Vasenkunde" (in Baumeisters' "Denkmaler").

(۴۸) فون روڈن: "برتن بنانیکا فن" (بئیومیسٹر کا مجموعہ) (جرمن)

49. Klein: Archaeolog-epugraphische mitthellungen aus Oesterreich Ungarn—XI.

(۴۹) کلائن: "اطلاع متعلق آثارِ قدیم دنوشتہ جات آسٹریا ہنگری" جلد ۱۱ (جرمن)

50. Egelhaaf analekten zu Geschichte, Stut., 1886

(۵۰) ایگل ہاف: "تجزیہ تاریخ" شٹٹگارٹ ۱۸۸۶ء (جرمن)

51 Busolt "Zum Perikl. Plan einer hellen, national Versammlung"

(۵۱) بوسولٹ: "تحریک فار قلیس بنا بر اتحاد اقوامِ یونان" (جرمن)

52 Milchhofers; Art. "Athen" (in Baumeister's "Denkmaler")

(۵۲) ملش ہوفر "ایتھنز" (بئیومیسٹر: مجموعہ یادگارہائے) (جرمن)

53. Foucart Bull. de corresp. Hellenique IV. 225	(۵۳) فوکارٹ: "رسالہ امور یونانی" ۴، ۲۲۵ (فرانسیسی)
54. G. Busolt "Der Argeiische Sonderbund (Forschungen Zur griech. Geschichte Breslau 1880)	(۵۴) گ، بوسولٹ: "آرگوس کی وفاقیت منفصلہ" ("تاریخ یونان میں مزید اضافے" بریزلاؤ سنہ ۱۸۸۰ء)۔ (جرمن)
55 W Hertzberg "Alkibiades, der Staatsman und Feld. heir" Halle, 1853	(۵۵) گ، ف، ہرٹسبرگ: "الکبیادیس مدبر و سپہ سالار" ہالے۔ سنہ ۱۸۵۳ء (جرمن)
56 W Vischer: "Alkibiades und Lysandros" (Kl. Sch, I)	(۵۶) فیشر: "الکبیادیس و لیساندروس" (بیاض مختلف جلدا) (جرمن)
57 Muller-Strubing: Die Strategie des Demosthenes in 14 jahre despelop Krieges—N Rheiu mus	(۵۷) میولر اشٹریوبنگ: "دیموس تھنیس کی نقل و حرکت جنگ پیلوپونیز کے چودہ سال میں" (جرمن)
58. Zurborg: "Der letzte Ostrakismos" Hermes, 12 & 13.	(۵۸) تسوربورگ: "آخری اوسترا کزم" ہرمیس ۱۲ و ۱۳ (جرمن)
59. Zeeliger: Der Ostrakism des Hyperbolas" N. Jahrb F. Phil. Bd 115	(۵۹) زے لیگر: "وہی پر ابولوس کا اوسترا کزم" جریدہ لسانیات جلد ۱۱۵ (جرمن)
60. Kubiki: De Phaeacis contra Alcib tesful contentione" Glatz, 1881.	(۶۰) کوبیکی: "فایاکس اور الکبیادیس کی جلاوطنی کا مسئلہ" گلاتس سنہ ۱۸۸۱ء (لاطینی)

61. Valeton: "De Ostracismo" (mnemosyne, 1888).

(۶۱) والے تون: "اوستراکزم" ("منے موسینے" ۱۸۸۸ء) (لاطینی)

62. Classen: "Thuk"

(۶۲) کلاسن: "طوسی دیدش" (جرمن)

63. Plutarch's Lives.

(۶۳) پلوٹارک: "سوانح عمریاں" (انگریزی)

64. Thucydides, works

(۶۴) "کلیات" سی دیدش" (یونانی)

65. G. M. Columba, "La prima spedizione Ateniese in Sicilia" Pal 1887.

(۶۵) گ م، کولمبا: "سسلی پر ایتھنز کا پہلا حملہ" پالرمو ۱۸۸۷ء (اطالوی)

66. Kohler: Mitth. des deutscher archaolog, Inst. in Athen, 4. 29

(۶۶) کیوہلر: "روئداد المانی انجمن آثار قدیم ایتھنز" ۴، ۲۹ (جرمن)

67. Andoc De myster.

(۶۷) اندوکیدیس: "رازہائے مخفی" (لاطینی)

68. Goetz 8th Supplementary volume of Jahrbuch F. Klass Phil

(۶۸) گیوتز: "سالیانہ لسانیات قدیم" آٹھواں تتمہ (جرمن)

69. Philippi: "Ueber einige zuge aus der Geschichtes des Alkibiades" Histor. Zeitschrift, 1887.

(۶۹) فلپی: "تاریخ دور الکبیادیس کے مختلف پہلوؤں" جریدہ تاریخ ۱۸۸۷ء (جرمن)

70 Topografia archaeologica di Siracusa da S. Cavallari, Pal 1883, 4 vols

(۷۰) کاوالاری: "سرقوسہ کا جغرافیہ باعتبار آثار قدیم" (۴ جلد) پالرمو ۱۸۸۳ء (اطالوی)

71. Lupus: "Die Stadt Syrakus in Alterthum," Strassburg, 1887.

(۷۱) لوپس: "بلدیہ سرقوسہ بزمانۂ قدیم" اشتراس بورگ ۱۸۸۷ء (جرمن)

72. Xenophon: "Hellenica" With L. Breitenbach's introduction Berlin (Weidem 1884)

(۷۲) زینوفون: "ہیلینیکا" (مع مقدمہ برائٹن باخ) برلن (وائیڈمان سنہ ۱۸۸۴ء (یونانی جرمن)

73. Stedefoldt "De Lysandri Plutarchei fontibus" Bonn

(۷۳) شٹیڈے فیلڈ: ماخذ سوانح عمری لیساندر مرتبہ پلوٹارک (لاطینی)

74. Aristophanes: "Lysistrata"

(۷۴) ارسطوفانیس: "لی سستراتا" (یونانی)

75. Deeke: Berl. Phil. Woch. 1886 No. 26.

(۷۵) دیکے: ہفتہ وار جریدہ لسانیات برلن سنہ ۱۸۸۶ء نمبر ۲۶

76. Herbst: "Rukkehr des Alcibiades" Hamburg. 1843

(۷۶) ہربسٹ: "الکبیادیس کی واپسی" ہامبرگ سنہ ۱۸۴۳ء (جرمن)

77. Nicolai: "Politik des Tissapheines" Bernberg 1863.

(۷۷) نکولائی "تسافرنیز کا تدبر" برن برگ سنہ ۱۸۶۳ء (جرمن)

78 Wattenbach: "De Quadringen – forum Athenis factione" Berol. 1842.

(۷۸) واٹن باخ: "ایتھنز کا فریق چارضہ برلن سنہ ۱۸۴۲ء (لاطینی)

79. Vischer: "De Obgarische Partei und die Hetairia in Athen" Bas. 1836 (rep. in Kl. Schr)

(۷۹) فیشر: "عدیدی گروہ اور ایتھنز کی انجمنیں" بازل سنہ ۱۸۳۶ء (جرمن)

80. Buttner: Geschichte der politischer Hetairia in Athen, Leipz., 1840.

(۸۰) بیوٹنر: "تاریخ انجمن ہائے سیاسیہ ایتھنز" لائپزگ سنہ ۱۸۴۰ء (جرمن)

81. Scheibe: "Die Oligarische Umwalzung zu Athen am Ende des pelop Krieges" Leipz., 1841.

(۸۱) شائی بے: "جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر عدیدی انقلاب" لائپزگ ۱۸۴۱ء (جرمن)

82. Blass: "Die attische Beredsamkeit" 2nd ed Leipzig, 1887.

(۸۲) بلاس: "ایٹکا کا علم الترغیب" لائپزگ ۱۸۸۷ء (جرمن)

83. Lyc Leocr

(۸۳) لیکیاس: "لیوکراتیس" (لاطینی)

84. Vischer. "Untersuchungen uber die Verf Athens in dem letzten Jahren des pelop: Krieges" Bas 1844. (Kl Schr 1.)

(۸۴) فیشر: "جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام میں ایتھنز کے دستور کے متعلق تحقیقات" بازل ۱۸۴۴ء (جرمن)

85. Nep: "Alcib:"

(۸۵) نیپوس: "الکبیادیس (یونانی)

86. Grote: History of Greece

(۸۶) گروٹ: "تاریخ یونان" (انگریزی)

87. Lallier: "Cleophon d' Athenes" (Revue Historique-2 me annee) 1. 5.

(۸۷) لالئے: "کلیوفون ساکن ایتھنز" (جریدہ تاریخ۔ سال دوم۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۵) (فرانسیسی)

88 Hidromenos: "He dike tou en Argenousais Strategon"-Kerk

(۸۸) ہدرومینوس: "جنگ آرگے نوسائے" (یونانی)

89 Aristophanes: The Frogs

(۸۹) ارسطوفانیس: "غوکان" (یونانی)

90 Luckenbach: "De ordine rerum a pugna apud Aegosp commissa usque

(۹۰) لوکن باخ: "جنگ آئی گوسپوتامی سے تیس کی حکومت کے واقعات

ad XXX viros institutos gestarum;" Strassburg, Diss, 1875

(اشتراس بورگ ۱۸۷۵ء (لاطینی)

91. Zielinski: "Die Gliederung der altattischen Komodie" Leipzig 1885

(۹۱) زیلنسکی: "ترتیب سروریہ اٹیکا" لائپزگ ۱۸۸۵ء (جرمن)

92. Denis: "La comedie grecque;" Paris, 1886

(۹۲) دنی: "سروریہ یونان" پیرس ۱۸۸۶ء (فرانسیسی)

93. Vischer: "Uber die Benutzung der alten Komodie als geschichtliche Quelle" Bas, 1840

(۹۳) فیشر: "قدیم یونانی سروریہ کا اثر" بازل ۱۸۴۰ء (جرمن)

94. G. Gilbert: "Beitrage zur innern Geschichte Athens in Zeitalter des pelop-Krieges" Leipz, 1877.

(۹۴) گ گلبرٹ: "اضافہ جات بہ تاریخ اتھنز بہ زمانہ جنگ پیلو پونیز" لائپزگ ۱۸۷۷ء (جرمن)

95. Beloch: "Die altische Politik Seit Pericles," Leipzig 1889

(۹۵) بیلوخ: "سیاسیات اٹیکا بعہد فار قلیس" لائپزگ ۱۸۸۹ء (جرمن)

96. Muller-Strubing: "Aristophanes uud die historische Kritik" Leipzig, 1873.

(۹۶) میولر شٹروبنگ: "ارسطوفانیس اور تنقید تاریخی" لائپزگ ۱۸۷۳ء (جرمن)

97. G. Julius: "De Nicia demagogo et belli duce" Ultr 1858.

(۹۷) گ یولیوس: "نیکیاس سرانبوہ و سپہ سالار افواج" اوٹرخٹ ۱۸۵۸ء (لاطینی)

98. Antoine: "Cleon." (Rev. histor. 3-6)

(۹۸) آں توآں: "کلیون" (جریدہ تاریخی ۳-۶) (فرانسیسی)

99 Emminger: "Kleon" 1882

(۹۹) ایمنگر: "کلیون" ۱۸۸۲ء (جرمن)

100. W. Herbst: "Der Abfall mytilenes von Athen" Kolu, 1861.

(۱۰۰) وہربسٹ: "بغاوت متی لنہ" کولون ۱۸۶۱ء (جرمن)

101. Müller-Strubing: "Thukydeische Forschungen" Vienna, 1881

(۱۰۱) میولر شٹریوبنگ: "تحقیقات متعلق طوسی دیدش" وائنا ۱۸۸۱ء (جرمن)

102. Müller-Strubing: "Die Glaubwrdigkeit des Thukydides gepruft au seiner Darstellung der Belagerung von Plataea" (Jahrb F. Phil., 131. pp. 289-348)

(۱۰۲) میولر شٹریوبنگ: "محاصرہ پلاٹیہ کے حالات اور ان کی صحت کا اندازہ" جریدہ لسانیات جلد ۱۳۱ صفحہ ۲۸۹ تا صفحہ ۳۴۸۔

103. St. Schubert: "Abh.uber Plutarchs Quellen im Eumenes" (Jahrbuch F. Phil. IX. Supp. vol.)

(۱۰۳) شوبرٹ: مضمون متعلق پلوٹارک (جریدہ فلسفہ تتمہ ۹ صفحہ ۷۷۰) (جرمن)

104. Szanto: Wiener Studien. Bd, 6.

(۱۰۴) چانتو: "مطالعات وائنا" جلد ۶ (جرمن)

105. M. Str,: "Die Korkyraeschen Handel bei Thuk." (N. Jahrb. F. Phil. Bd. 133).

(۱۰۵) میولر شٹریوبنگ: "تنازعات کورکائرا کے متعلق طوسی دیدش کا بیان" (جریدہ لسانیات جلد ۱۳۳) (جرمن)

(۱۰۶) اُلرخ: "امفی لوکی آرگوس کا میدان" ہامبرگ سنہ ۱۸۶۳ء (جرمن)
106. Ullrich: "Der Kampf um Amphilochien, Hamburg" 1863.

(۱۰۷) کیوہلر: "نوشتہ جات و تحقیقات دربارۂ تاریخ و فاقیۂ دیلوس و اٹیکا" انجمن علمیہ برلن سنہ ۱۸۶۹ء
107. Köhler: Urk. und Unters zur Gesch. des delisch-attischen Bundes, Abh. der Berl. Akadem 1869.

(۱۰۸) باؤئر: "تاریخ فن حرب" (۱) میولر: "بیاض علوم قدیمہ" ۴، ۲۹۸ (جرمن)
108. Bauer. Kriegsalterthum-er "(Müllers Handbuch) 4, 298.

(۱۰۹) اونکن: مضمون جریدہ تاریخ جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۹ وغیرہ (جرمن)
109. Onken: "Histor Zeitschrift" 10' 289

(۱۱۰) پیوپل مان: "براسی داس" زیگ برگ سنہ ۱۸۶۳ء (جرمن)
110. Pöppelmann: "Brasidas" Hegburg. 1863.

(۱۱۱) ڈروائے سن: "دیموفانتوس" برلن سنہ ۱۸۷۳ء (جرمن)
111. Droysen: "De Demophanti &c. populiscitis", Berol 1873

(۱۱۲) "کتابچہ بیادگار تھیوڈور مومسن" برلن سنہ ۱۸۷۷ء (جرمن)
112 "Com. in hon. Th. Mommseni," Berol, 1877.

(۱۱۳) اوزنر: "جریدہ سالیانہ لسانیات قدیمہ" سنہ ۱۸۷۱ صفحہ ۳۱۱ وغیرہ (جرمن)
113. Usener: Jahrb. f. Kl. Phil., 1871, p. 311 sq

(۱۱۴) پلوٹارک: "لیسیاس"
114. Plutarch: Lysias.

(۱۱۵) شلائی خر: "کریتیاس" (جرمن)
115. Schleicher: "Kritias,"

(۱۱۶) لیوبرٹ: "سنہ ۴۰۳ ق م کی ایتھنز کی
116. Luebbert: De amnestia

a ccccliii a chr. ah Athen, decreta, 1881, (جرمن) کی عام معافی" ۱۸۸۱ء

117. A. Holm: "Gesch. Siciliens im Alterthum" (۱۱۷) اے ہولم: "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیم" (جرمن)

118. Meltzer: "Gesch. der Karthager" Berlin, 1879. (۱۱۸) میلتزر: "تاریخ اہالیان قرطاجنہ" برلن ۱۸۷۹ء (جرمن)

119. Topografia archaeologia di Siracusa. (۱۱۹) "جغرافیہ آثار قدیمہ سرقوسہ" (اطالوی)

120. Theopompus: Phillipian History. (۱۲۰) تھیوپومپوس: "تاریخ فیلقوسی" (یونانی)

121 Filleul: Histoire du Siecle de Pericles 2 Vols Paris, 1873 (German by Dohler Leipz, 1874.) (۱۲۱) فلیول: تاریخ دور فارقلیس۔ دو جلد۔ پیرس ۱۸۷۳ء (جرمن ترجمہ۔ دیولر۔ لائپزگ ۱۸۷۴ء)

122. W. Lloyd: The Age of Pericles 2 Vols London 1875. (۱۲۲) ولائڈ:۔ "دور فارقلیس" دو جلد۔ لندن ۱۸۷۵ء (انگریزی)

123. Von Willamowitz Moellendorff: Von des attischen Reiches Herrlichkeit (Philol. Untersuchungen- Bd I). (۱۲۳) فون ولامووتز میولینڈورف: "شہنشاہی ایتھکا" (فلسفیانہ تحقیقات جلد ۱) ۔ (جرمن)

124. H. Delbruck: Die Strategie der Pericles erlantart durch die Strategie (۱۲۴) دیلبریوک: اصول جنگ فارقلیس کا حال اوس کا مقابلہ فریڈرک اعظم کے اصول جنگ سے (پروشوی

Friedrichs der Grossen, (Preussiche Jahrbucher Bd. 64, Heft 3-4)

کتب سالانہ۔ جلد ۶۴ حصہ ۳ و ۴)۔ (جرمن)

125. Von Pflugk-Harttung: Pericles als Feldherr, Stutt., 1884.

(۱۲۵) پفلگ ہارٹنگ: "فارقلیس بطور سپہ سالار کے" شٹٹگارٹ ۱۸۸۴ء (جرمن)

126. Duncker: Ein angeblisches Gesetz des Pericles, Berl. Akad. Sitzungsber.,

(۱۲۶) ڈنکر: "فارقلیس کا ایک نام نہاد قانون" (برلن اکاڈمی کی رپورٹ) (جرمن)

127. Duncker: Gesch. D. Alt

(۱۲۷) ڈنکر: "تاریخ قدیمہ" (جرمن)

128. Beloch: Die Bevolk. der griechrom. Welt, Leipz 1886.

(۱۲۸) بیلوخ: "یونانی اور رومن دنیا کی آبادی" لائپزگ ۱۸۸۶ء (جرمن)

129. Haussoulier: La vie municipale en Attique, Par., 1884.

(۱۲۹) ہوسولئے: "اٹیکا میں بلدی زندگی" پیرس ۱۸۸۴ء (فرانسسی)

130. Gilbert: Staatsalt 1.

(۱۳۰) گلبرٹ: "آئین یونان قدیم جلد ۱

131. Curtius: G. G.

(۱۳۱) کرٹیس: "تاریخ یونان" (جرمن)

132. Von Willamowitz. Moellendorff: Phil. Unters.

(۱۳۲) فون ولاموویتز میولینڈورف: "تحقیقات متعلق لسانیات" (جرمن)

133. Ovette Besnault: Les Strateges atheniens, Par., 1884.

(۱۳۳) اوویت بینو: "ایتھنزی اسٹراتے گو" پیرس ۱۸۸۴ء (فرانسسی)

134. Boeckh: Staatshaush: der Athener.

(۱۳۴) بوئخ: "مالیات ایتھنز" (جرمن)

135. Thumser: Uber die Attischen metoken (Wiener Studien)	(۱۳۵) طمنر: "غیر ملکیان اٹیکا" ("مطالعہ جات وائینا") (جرمن)
136. Aristophanes: Pax.	(۱۳۶) ارسطوفانیس: "صلح" (یونانی وغیرہ)
137. Kirchhoff: Tributpflichtigkeit der attischen Klern-chen, Abh. der Berl Akad., 1873.	(۱۳۷) کرشہوف: "کلیروخیان اور طریق تحصیل خراج" (مضامین انجمن علمیہ برلن۔ سنہ ۱۸۷۳ء) (جرمن)
138. Foucart: Mem. Sur les colonies Atheniennes an 5e Siecle (mem pres, par divers savants a l' Academie des Inscriptions, 1878) I. 9	(۱۳۸) فوکارٹ: "پانچویں صدی ق م کی ایتھنزی نوآبادیاں" (فرانسیسی)
139. Krafft: Die Polit. Verhaltn d Thrak, cherson, 560-413.	(۱۳۹) کرافٹ: "تھریسی خرسونیز کے سیاسی حالات سنہ ۵۶۰ ق م سے سنہ ۴۱۳ ق م (جرمن)
140. Kirchhoff: Der delisch-attische Bund im ersten Dezennium seines Bestehens, Hermes II, I Seq.	(۱۴۰) کرشہوف: "دیلوسی اٹیکائی وفاقیہ اپنے حیات کے پہلے دس سال میں" ہرمیس ۱۱/۱ وغیرہ (جرمن)
141. Kirchhoff: Tributlisten der jahre Ol. 85,2-87,1, Abh. des Berl. Akad., 1872.	(۱۴۱) کرشہوف: "فہرستہائے خراج اولمپیاد ۸۵/۲ تا ۸۷/۱" انجمن علمیہ برلن سنہ ۱۸۷۲ء (جرمن)

142. Lex: Die Entstehrung des delisch-attischen Bundes (Verh. des Philologenvers in Wiesbaden 1877).	(۱۴۲) لیوز: "آغاز و فاقیت ڈیلوس واٹیکا" ویسباڈن ۔ ۱۸۷۷ء (جرمن)
143. Stahl: De Soc. Ath. judic. Munster, 1881.	(۱۴۳) شٹال: "وفاقیہ ایتھنز" منسٹر ۱۸۸۱ء (جرمن)
144. Girard: conditions des allies, &c, Par. 1883.	(۱۴۴) ژیرو: "شرائط حلفا" وغیرہ پیرس ۱۸۸۳ء (فرانسیسی)
145. Greenwall: The Election coin of cyzicus, London 1887.	(۱۴۵) گرین وال: "کیزکوس کے الکٹروں کے سکے" لندن ۱۸۸۷ء (انگریزی)
146. Lenormant: La monnai dans l' antiquite.	(۱۴۶) لے نورمان: "سکہ جات قدیمہ"
147. Head: Historia numorum, Oxford, 1887.	(۱۴۷) ہیڈ: "تاریخ سکہ جات" آکسفرڈ ۱۸۸۷ء (لاطینی)
148. Boetticher: "Akropolis"	(۱۴۸) بیوتی شر: "اکروپولس" (جرمن)
149. Demosthenes: Aristocr	(۱۴۹) ڈیموس تھنیس: "اعیانیات"
150. Thirion: De civit quae a Graecis in chers. Taur. etc., Nancy, 1884.	(۱۵۰) تھریون: "کریمیہ میں یونانی نوآبادیاں" نانسی ۱۸۸۴ء (لاطینی)
151. Droysen: Athen und der Westen, Berl., 1882.	(۱۵۱) ڈروئے سن: "ایتھنز اور دیار مغربی" برلن ۔ ۱۸۸۲ء (جرمن)
152. Schiller: De rebus Thuriorum, Gott., 1838.	(۱۵۲) شیلر: "معاملات تھوریئی" (گیوٹنگن ۱۸۳۸ء) (لاطینی)

153. Th Müller: De Thurior-um republica, Gott, 1888

(۱۵۳) ت، میولر: "جمہوریہ تھوریئی" (گیوٹنگن ۱۸۳۸ء) (جرمن)

154. Bursian: Geographie Griechenland, 1862.

(۱۵۴) برسیان: "جغرافیہ یونان" ۱۸۶۲ء (جرمن)

155. Lolling: Topographical map of Athens (Muller Handbuch der Klass Alterthumswiss Bund. 3)

(۱۵۵) لولینگ: "ایتھنز کا تفصیلی نقشہ" ("میولر: "بیاض قدیمیات" جلد ۳) (انگریزی)

156. Baedeker: Griechenland. 1888.

(۱۵۶) بیڈیکر: "رہنمائے یونان" ۱۸۸۸ء (جرمن)

157. Boeticher: Die Akropolis von Athen, Berl., 1888.

(۱۵۷) بیوٹی شر: "ایتھنز کا اکروپولس" برلن ۱۸۸۸ء (جرمن)

158. P. Graef: "Theseion" (Baumeister's Denk-maler)

(۱۵۸) پ، گریف: مضمون "تھے سائیون" (مجموعہ بئو، میئسٹر) (جرمن)

159. L. de Ronchand: "Phidias." Paris, 1861.

(۱۵۹) ل، دے رونشو: "فدیاس" پیرس ۱۸۶۱ء (فرانسیسی)

160. Petersen: "Die Kunst des Phidias" Berlin 1873

(۱۶۰) پیٹرسن: صنعت فدیاس برلن ۱۸۷۳ء (جرمن)

161. Waldstein: Essays on the art of Phidias, London 1885.

(۱۶۱) والڈشٹائن: "فدیاس کی صنعت پر سبقت" لندن ۱۸۸۵ء (جرمن)

162. Colignon: "Phidias," Paris 1885.

(۱۶۲) کولی نیون: "فدیاس" پیرس ۱۸۸۵ء (فرانسیسی)

163. Muller-Struhing: Die

(۱۶۳) میولر سٹرہنگ

Legende von Tode des Phidias, 1882. (۱۶۳) "روایات بابت وفات فدیاس" سنہ ۱۸۸۲ء (جرمن)

164. Loescheke: Phidias' Tod (Histor. Untersuchungen, dedicated to A. Schaefer, Bonn 1883). (۱۶۴) "وفات فدیاس" (بون سنہ ۱۸۸۳ء) (جرمن)

165 Michaelis: Der Parthenon Leipzig, 1871. (۱۶۵) میکائلس: "پارتھے نون" لائپزگ سنہ ۱۸۷۱ء (جرمن)

166 Von Wilamowitz-Moellandorff: Phil. Untersuchungen. (۱۶۶) فون ولامووتز میولینڈورف: "تحقیقات لسانیات" (جرمن)

167 Petersen: Athen. Mittheilungen des Archaeb. Instituts–1885. (۱۶۷) پیٹرسن: "رسالہ انجمن آثار قدیمہ ایتھنز" سنہ ۱۸۸۵ء (جرمن)

168. Durm: Zeitshrift fur bild Kunst. (۱۶۸) ڈرم: "جریدہ فن مصوری" (جرمن)

169. R Bohn: "Die propylaen" Berl. 1882. (۱۶۹) ربون: "پروپی لیا" (جرمن)

170. Kaupert: Supplement, to No. 18 of Berliner Philologische Wdchenschrift. 1887. (۱۷۰) کاوپرٹ: "ہفتہ وار جریدہ" لسانیات ایتھنز" ۱۸ کا ضمیمہ سنہ ۱۸۸۷ء (جرمن)

171. E. Ziller: Mitth des 6 arch. Inst. 2,107. (۱۷۱) ای ٹسلر: روئداد ہائے انجمن تعمیرات ۲،۱۰۷ وغیرہ (جرمن)

172. L. Schmidt: Ethik der (۱۷۲) ل شمڈٹ: "اخلاق اہل یونان"

alten Griechen. قدیم" (جرمن)

173. Goethe : Ital. Reise. (۱۷۳) گیوٹے: "سفر اطالیہ" (جرمن)

174. A. Muller: Lehrbuch der Griech. Buhnenalter-thumer, Freiburg, 1886. (۱۷۴) اے میولر: "تاریخ تماشہ گاہ یونان" فریبرگ ۱۸۸۶ء (جرمن)

175. Hermann De Hippodamo Milesio Marb. 1841. (۱۷۵) ہرمان: "ہپوداموس ملطی" ماربرگ ۱۸۴۱ء (لاطینی)

176. Hirschfeld: Hippodamos von Milet. (۱۷۶) ہرش فیلڈ: "ہپوداموس ساکن ملطہ" (جرمن)

177. Windelband: Gesch. der alten Phil (I. Muller). (۱۷۷) ونڈل بانڈ: "تاریخ لسانیات قدیمہ" (مجموعہ اے میولر) (جرمن)

178. Schvarcz: Die Demokratie, Leipz. 1883. (۱۷۸) شوارکس: "عمومیت" لائپزگ ۱۸۸۳ء (جرمن)

179. Plass: Urs. des archidam Krieges; Stade, 1858. (۱۷۹) پلاس: "اسباب جنگ آرکی داموس" شٹاڈے ۱۸۵۸ء - (جرمن)

180. Ullrich: Das megarische Psephisma, Hamb., 1838. (۱۸۰) اُلرخ: "مگاری پسے فزما" ہامبرگ ۱۸۳۸ء (جرمن)

181. Hertzberg. Gesch. von Hellas und Rom. Berl., 1879. (۱۸۱) ہرٹسبرگ: "تاریخ یونان و روما" برلن ۱۸۷۹ء (جرمن)

182. Aristop.: Ach. (۱۸۲) ارسطوفانیس: "اکارنیان" (یونانی)

183. H. Landwehr: Die Forsehung uber die Griech Geschichte, (The Philologus vol 47, 1.) (۱۸۳) ایچ لانڈویر: "تحقیقات متعلق تاریخ یونان" حصہ ۲ - (رسالہ فلولوگس جلد ۴۷ صفحہ ۱ (جرمن)

184. A. Bauer: Thukydides und H. Muller-Strubing 1887.

(۱۸۴) اے باؤئر: "طوسی دیدلش ومیولر شٹریو بنگ" ۱۸۸۷ء (جرمن)

185. Fricke: Untersuchungen uber die Quellen des Plutarch in Nikias und Alkebiades.

(۱۸۵) "تحقیقات ماخذ پلوٹارک در تذکرہ ہائے الکبیاس و الکبیادیس" لائپزگ ۱۸۶۹ء (جرمن)

186. Hicks: A manual of Greek Historical Inscriptions, 1882.

(۱۸۶) ہکس: "کتابچہ نوشتجات تاریخ یونان" ۱۸۸۲ء (انگریزی)

187. Foucart: Les Victoire en or de l' Acro-pole (Bull. de corresp. hellenique X11 293 ff.)

(۱۸۷) فوکارٹ: "مجسمات فتح در اکروپولس" ("جریدہ معاملات یونان" جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۳ وغیرہ) (فرانسیسی)

188. Aristophanes: "Babylonians".

(۱۸۸) ارسطوفانیس: "اہالیان بابل" (یونانی)

189. Aristophanes: "Acharnians".

(۱۸۹) ارسطوفانیس: "اکارنیان" (یونانی)

190. Aristophanes: "Clouds"

(۱۹۰) ارسطوفانیس: "سحاب" (یونانی)

191. Lenormant: "Grande Grèce"

(۱۹۱) لنارمان: "یونان عظمیٰ" (فرانسیسی)

192. Lenormant: A Travers l' Apulie"

(۱۹۲) لنارمان: "سفرنامہ اپولیہ" (فرانسیسی)

193. Volkmann: Die Rhetorik der Griechen und Romer,

(۱۹۳) فولکمان: "یونانیوں اور رومیوں کا علم البیان" لائپزگ

Leipzig 1885. سنہ ۱۸۸۵ء (جرمن)

194. Zeller: "Die Philosophie der Griechen". (۱۹۴) زیلر: "فلسفۂ یونان"

195. Geel: "Hist. Crit. Sophistarum". (۱۹۵) گیل: "سوفسطائیوں کی تاریخ" (لاطینی)

196. Baumhauer: "Quam vim Sophistae habverunt" Utr., 1844. (۱۹۶) باؤم ہاؤر: "سوفسطائیوں کا اثر"۔ اوٹرخٹ سنہ ۱۸۴۴ء (لاطینی)

197. Martha: Les Sacerdotes athenieus, Paris, 1882. (۱۹۷) مارتھا: "ایتھنزی پجاری" پیرس سنہ ۱۸۸۲ء (فرانسیسی)

198. Herbst: "Die Schlacht bei den Arginusen" Hamburg 1853. (۱۹۸) ہربسٹ: "جنگ آرگے نوسائے" ہامبرگ سنہ ۱۸۵۳ء (جرمن)

199. Stedefeldt: De Lysandri Plutarchei fontibius— Boun, 1867. (۱۹۹) شٹیڈے فیلٹ: "ماخذ سوانح عمری لیساندر مرتبۂ پلوٹارک"۔ بون۔ سنہ ۱۸۶۷ء (لاطینی)

200 Meltzer: Gesch. des Karthager. (۲۰۰) میلتزر "تاریخ قرطاجنہ" (جرمن)

201. Schleicher: Kritias. (۲۰۱) شلائی خر "کرتیاس" (جرمن)

202 Xenophon, Hellenica (۲۰۲) زینوفون۔ ہے لینیکا (یونانی)

غلط نامہ تاریخ یونان قدیم جلد ۲ باب الخ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱	۳	یونانی	یونان کی
۲	۱۲	کرنے	کرنے
״	۱۴	کرٹیس	کرٹیوس
۳	۱۱	کرنے کا علم بھی تھا	کرنا جانتے بھی تھے
״	۱۹	اجتناج	احتجاج
״	۲۰	بگی نسطا کلیس	لکنی نسطا کلیس
۴	۶	جائے	جائے
۵	آخری	۴۷-۶	۴۷-۶
۶	۴	دورسکس	دورکس
۷	۵	اسیس	جسیس
״	۱۵	کپیاداس	کپیاداس
۸	۱۲	گیسا	گیسا
״	۱۳	شائر	شائد
״	آخری	میں اعلیٰ	میں ایسے اعلیٰ
۹	۳	کے	نے
۱۰	۱۳	پی وبالی ای	پے ویالی ای
״	״	لیموں	کبھوں
״	۱۸	خاست	جانب ※
״	۲۱	تھیوپومپس	تھیوپومپوس
۱۲	۶	اسنے	اسوقت اسے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۲	۱۲	سائیبرس	سیبارس
״	۱۹	ارسطوبوئے	ارسطوبولے
۱۴	۱۳ غیرہ	لمپاکوس	لمپساکوس
״	۲۳	زد	رو
״	۲۶	+	ث
۱۵	۱۵	ہوگئی	ہوگی
״	۲۱	(Arist)	ارسطوفانیس کے
״	״		ناٹک "سواران"
۱۶	۱۱	ایفیالیتس	ایفیالتیس
۱۸	۱۹	باضابطہ	سرکاری
۱۹	۱۲	اسنادیں	اسناد
۲۰	۵ و ۶	اسنادوں	اسناد
״	۱۳	وھیاتی	وھیانی
۲۱	۷	نھنی	تھی
״	۱۴	الکبیادیس	الکبیادیس"
۲۳	۷	سچ	صحیح
۲۶	آخری	ہے :-	ہے (الف، تو
۲۷	۱	(الف)	※
۳۲	۳	اوئیناداے	اوئیناداے
״	۹	دیکھی	دیکھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۲	۱۸	(ف) اور (ص)	(ف) اور (ص)
〃	〃	(ث)	(ث)
〃	۱۹	(خ)	(خ)
۳۳	۲۰	فیس	فے بیوس
〃	۲۳	کورپولانس	کوریولانس
۳۴	۱۴	کلفت	کلفت
۳۵	۷	ارسطیدیش	ارشطیدیس
〃	۱۴	جملے	لفظ
۳۶	۴	آیون	ایون
〃	۱۹	یورسمیدون	یوریمدون
〃	۲۰	ہیں	ہے
۳۷	۲۰	لیاس	فدیاس
〃	۲۱	اسپاسیہ ایرانا کہ عورت	اسپازیہ ایرانی عورت
۴۱	۹	آیسریخ	ایریخ
〃	۱۶	برپا	بڑیا
〃	۱۸	ہستیا پیا	ہستیا یا
〃	۱۹	ڈنبرگر	ڈنبرگر
۴۲	۴ وغیرہ	کالپاس	کالیاس
〃	۸	واد وفس	واد وخوس
۴۴	۶	ہوگا	ہوگا
〃	۲۲ وغیرہ	پرد کسینوس	پرد کسی نوس
۴۶	۲	ملتیادیس	ملتیادیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۶	۶	نیپوس	نیپوس
〃	۱۳	پھیوپومپس	تھیوپومپوس
〃	۱۸	قیرس	قبرس
〃	۲۲	ملک میں کے قبرس	قبرس میں کے ملک
۴۸	۱	ویلفی	ویلفی
۴۹	۹	ہیومار پداس	ہیتومار یداس
〃	۱۰	۵۱	۵۱
۵۰	۱	۵۱	۵۲
〃	۴	کی اہمیت کی کمیتی	کا نیم مکمل
〃	۷	ڈھیلی ڈھالی	اتحاد
〃	۷	سوائے اسکے	لیکن
〃	۹	۵۱	۵۲
〃	۱۰	ہیوقیہ	ہیوتیہ
〃	۱۳	فطیوطی ائی نپانی	فطیوطی ائی نیانی
۵۱	۱۱ وغیرہ	لیوتی خدیس	لیوتی خدیس
〃	۱۲	الیوداے	الیوداے
〃	〃	〃	۵۳
〃	〃	۵۲	۵۴
〃	〃	۳	۵۵
〃	〃	۵۱	۵۶
۵۲	〃	۲	۵۷
〃	〃	۳	۵۸

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۲	۷	ہو	تھا
//	۱۳	کو.... برباد کرنے	نے.... برباد کروئے
۵۳	//	۱ ۵۲	۹ ۱۵
۵۴	//	۱ ۵۲	۱۱ ۱۵
//	۱۷	ملا ہوا	آمادہ
۵۵	//	۱ ۵۲	۱۳ ۱۵
//	۵	نٹو پاکٹس	نٹو پاکنوس
//	۱۱	اسلئے تو بغاوتیں	اسلئے بغاوتیں
//	۱۲	شکیروس	سکیروس
۵۶	//	۱ ۵۲ ۳	۱۵ ۱۶ ۱۷
//	۱۷	پن گھٹ	جل نگر
۵۷	//	۱ ۵۲	۱۸ ۱۹
//	۲۳	کیمون	کیمون
۵۸	۶	ایجنٹن	ایجین
//	۸	لسپہ	لسیہ
//	۱۹	ہولتا پیل	ہولتا پفل
//	//	۱	۲۰
۵۹	۱۱	کارنتھر	کورنتھ
۶۰	//	۱	۵
//	۱	پیگا کے	پیگائے کو
۶۱	۵	دریائے	ویار
//	۱۷	کیکری فاپیا	کیکری فایا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۶۲	۶	کہتے	کہتے
//	۷	ہائی ائس	ہائی ائس
//	//	۱	۱۵
//	۲۱	میروندیس کی مہم کا	مصر کی مہم کا
۶۳	۱	میگارا ائیہ	میگارا اور ائیہ
//	۱۲	نکومولیس	نکومیدیس
//	۱۵ اوغیرہ	گیرا پنا	گیرانیا
۶۴	//	۱ ۵۲	۱۷ ۱۸
//	۷	کرشہوف	کرشنوف
//	۱۵	سنے سنی تھا بڈلیس	منے سی تھا ئیدیس
//	//	کی آرخنی میں۔	کی آرخنی میں
//		اینی اولمپیا	(یعنی اولمپیہ
۶۵	۲	طرابس.... برکہ	طرابلس.... برقہ
۶۸	۳	شرفائی	اعیانی
//	۹	م	کم
//	۲۰	فالیپرم	فالیرم
۷۱	۲۲	انفوں	اُنھوں
۷۲	۷	اسے	*
۷۳	۸	نکل گیا	نکل جاتا ہے
//	۱۱	اور عظیم الشان	اور گزشتہ عظیم الشان
۷۵	۱۴	حط	خط
//	۱۵	لئے	لئے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۷۶	۴	کنے سپاس	کنے سیاس
۷۷	۱۶	خوئے ئیس	خوئے ریوس
۷۸	۹	فرباری	فریاری
۷۹	۱۷	جوٹکے	چوناٹکے
//	۲۲	ہفت خلاف	ہفت اشخاص خلاف
۸۰	۸	سمندر کا دیوتا	"سمندر کا دیوتا"
		گلاڈکوس	گلاڈکوس"
۸۱	۲۲	شوشتر	شوشستر
۸۲	۲۲	لیبلوپونیز	پیلوپونیز
۸۵	آخری	ورنس برگ	ورٹس برگ
۸۶	//	۸۴۰	۸۴۵
۸۹	۱	گی	کی
//	۷	پوٹیلے	پوٹے کیلے
۹۰	۱	پوٹکیلے	//
۹۱	۷	۴۵۰-۴۵۰	۴۹۰-۴۵۰
//	آخری	دیوڈورس	دیودوروس
۹۲	۲	دلالوں	دلدلوں
۹۴	۱۷	نیولائے	نیولڈکے
۹۵	۲۲	بٹا آئے	بٹا لگے
۹۶	۷	جرم	حرج
۹۷	۹	کلپوں	کلیوں
۹۹	۱۲ وغیرہ	بیوطیہ	بیوطیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۹۹	۱۷	پہلے تو یوبیہ	پہلے یوبیہ
//	۲۴	ایلیپوس	ایلیوس
۱۰۰	۱۳	اسپارٹا	اسپارٹا
۱۰۳	۱۲	ہری اینے	پری اینے
۱۰۵	۱۵	کراکر اور ملط	کراکر ملط
۱۰۹	۱۲	(۱۰)	۱۰
۱۱۱	۳	اثنینہ	ایتھنز
//	آخری	ناموں کی	ناموں کا
۱۱۲	۱۵	فارطیس	فارقلیس
۱۱۳	۱۰	ہوتی تھی	ہوتی تھیں
//	۲۱	ارپوپاگس	اریوپاگوس
//	۲۲	ہیلپاستائے	ہیلیاستائے
۱۱۴	۱۸	//	//
۱۱۶	۱۸	بیسا غورث	ایسا غورث
//	۲۳	فارتلیس	فارقلیس
۱۱۷	۲۳	پرہی	پری
۱۱۸	۱۹	تھیوفراسنفوس	تھیوفراسنتوس
//	آخری	مولسو	مونسو
۱۱۹	۱۷	اس	یہ ہر ایک
//	۲۳	اتھوتھے تیس	اتھلوتھے تیس
۱۲۰	۱۶	کو	کے
//	۱۹	میں	بن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۲۱	۹	لیگ کی	لیگ کے خراج کے علاوہ ایتھنز کی
//	۲۱	میولرشتر یونگ	میولرشتریونگ
۱۲۲	۷	ہیلیپاشتائے	ہیلیاشتائے
//	آخری	احرت	اجرت
۱۲۴	آخری	(Gesety)	(Gesetz)
۱۲۵	۷	الکبادیس	الکبیادیس
۱۲۷	۷	سیوماخیا	سیوماخیا
//	۴	کارناسوس	کارنیاسوس
//	//	لیگڈاموس	لیگڈاموس
۱۲۹	۱۱	ناسوس	ناکسوس
//	۲۰	ہو۔ اوراس	ہو۔ اس
۱۳۰	۱۴	واسکلیون	واسکلیون
//	۱۵	لمپساکوس	لمپساکوس
//	۱۶	کیبرینے	کیرینے
//	۲۴	کیبیدوس	لیبیدوس
۱۳۱	۲۴	فلسفہ	لسانیات
۱۳۲	۹	شکیونے	سکیونے
//	۲۱	صرفات	×
۱۳۴	۱	اور اسکے معاوضے	معاوضے میں
//		میں روپے	وہ روپے
۱۳۵	۷	تھا + اور یہ امر	تھا۔ یہ امر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۳۶	۱۴	جائے لیگ	جائے کہ لیگ
۱۳۷	۲۲	گیورٹنگس	گیوٹنگن
۱۳۸	۲۰	اکاڈمی	اکاڈمی
//	۲۴	جرم نہ صرف ایتھنز سے سرزد ہوا	جرم صرف ایتھنز سے سرزد نہیں ہوا
۱۳۹	۲۱	شکوپاوے	شکوپادے
۱۴۰	۱۰	اور غالبا	اور غالباً
۱۴۱	۵	ایتھنز لانے	ایتھنز آنے
۱۴۲	۳	ویکلوگارس	ایکلوگارس
//	۱۵	آلہیہ	آلہ
//	۱۹ وغیرہ	فرزارخوے	فرزیرارخوے
//	۱۷	تجسات	تحقیقات
۱۴۳	۹	یہ توعیاں	یہ عیاں
//	۲۱	ایتھنز کا کوئی.... نہیں ہوسکتا	۲
۱۴۴	۲	ہاکی کارناسوس	ہالی کارناسوس
//	۱۴	اپوٹکیائے	اپوکیائے
//	۱۷	خراج	خراج"
۱۴۶	۳	تھریسی	تھریسی
//	۴	بزمانہ فارنلیس	بزمانہ فارقلیس"
//	۹	ڈنگر	ڈنگر
//	آخری	محاصل سے چھ گنے تھے	محاصل سے بہت کم تھے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۴۷	۶	ایتھنزی	ایتھنزیوں
״	۱۶ وغیرہ	مشارکت	وفاقیت
۱۴۸	۱۶	فیفقی	فنیقی
۱۵۰	۱۸	سکپونے	سکیونے
״	۲۰	کریا اور یہی	کریا۔ یہی
۱۵۱	۶	نہیں۔	نہیں آتا۔
״	۹	آرکیریون	آرگیریون
۱۵۲	۲۴	لیپاکوس	لیپساکوس
۱۵۳ ۱۵۴	۱۳ ۳	سکیپ سس	سکیپسس
۱۵۴	آخری	گارونر	گارڈنر
۱۵۵	۱۱	گھرے	گہرے
۱۵۸	۱	باب ٹھارہ	اٹھارھواں باب
״	۱۸	پیوتیہ	بیوتیہ
۱۵۹	۱۴	دیر پانہ تھا	دیر پا ثابت نہ ہوا
״	۱۸	متفقیت	وفاقیت
۱۶۰	۱۹	مشارکتی	عہدیتی
״	۲۳	متفقیت کا رکنیت	رکنیت
۱۶۳	۱۹	دیمارخوں	دیمارخوں
۱۶۶	۹	مقابل ہوں	مقابل نہ ہوں
״	۱۸	صفحہ ۴۱۸	باب ۱۷
۱۶۷ ۱۶۹	۱۹ ۱۶	پروکاس	پروکاس
۱۶۹	۳ وغیرہ	اسکیشیہ	اشکیشیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۷۰	۲۲	اشراقیات	اعیانیات
۱۷۴	۲۴	اتھنز	ایتھنز
۱۷۵	آخری	دوڑ کے ہیں"	دوڑ" کے ہیں
۱۸۴	۲۱	گورس	گوارس
۱۸۶	۲۰	میں تسلیم	میں بعض جگہ تسلیم
״	۲۳	زوس	زوس
״	آخری	کیا۔	کیا ہے
۱۸۸	۱۸	کورکیرا	کورکائرا
״	۲۰	(Cortsor)	(Controv)
۱۸۹	۱۳	اوتریکوئی	اوتری کولی
۱۹۰	۱۱	سادھی	سادی
۱۹۴	۲۳	چاہیئے لینورموں	چاہیئے لینورموں
۱۹۵	۱۰	میولینڈوف	میولینڈورف
״	آخری	جزبدہٗ	جریدہٗ
۲۰۰	۱۲	تھی + اور	تھی اور
۲۰۸	۵	لگے اور فار قلیس	لگے۔ فار قلیس
۲۱۰	۱۴	تراخی نئے	تراخی ینے
۲۱۳	۲۳	فریئیرک	فرالی برگ
۲۱۶	۱۱	پروتا غورث	پروتاغورس
۲۱۷	۸	عوادل	عوادل
۲۱۸	۲۱	ماتریرگ	مارُبرگ
۲۲۰	۶	نہیں معلوم	نہ معلوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۲۲	۵	چارسالہ	×
۲۲۴	۱	اسمیروس	سمرنس
//	۴	اسکثیموں	اسکیثیوں
//	۶	اسکثیسہ	یسثیوں
//	۱۶	دیمارا توس	دیمارا توس
۲۲۹	۸	رہیگا اور لطف	رہیگا۔ لطف
۲۳۰	۴	تھی اور وہ	تھی وہ
۲۳۲	۱۳	فوج	قوم
//	۲۱	مرتبہ	مرتبہ
۲۳۴	۱۲	پولیگنوٹس	پولیگنوتس
۲۳۵	۱۵	اپی دامنوس	اپی دامنوسی
۲۳۶	۱۰	دیدی اور جس	دیدی جس
۲۳۷	۲	اسی	اِسکی
//	۲۲	۱۸۶۸	۱۸۵۸
۲۳۸	۱۳	مشارکت	وفاقیت
۲۳۹	۶	اناکتوریوں	اناکتوریون
۲۴۱	۴	ورغلانا	ورغلایا
۲۴۲	۱۹	لڑرہے تھے	لڑتے رہے
۲۴۵	۱۸	نہیں ہوتا	نہ ہو
۲۴۶	۲۴	جب ایکمرتبہ یہ قرار پاگیا	اگر ایک مرتبہ یہ قرار پاجائے
۲۴۷	۳	اب	بہرحال اب
//	۱۰	یہ تھا	یہ پیدا ہوا
۲۴۹	۲۲	متذکرۂ	متذکرہ
۲۵۱	۲۲	قریباً	تقریباً
۲۵۶	۳	سے مکانات	سے بعض مکانات
۲۵۷	۱۵	اور عام	عام
//	۱۹	اکاٹیائی	اکائیائی
//	۲۴	بیوگاس	لیوکاس
//	۲۵	لوکس	لوکرس
۲۵۸	۱۳	مشارکت	×
۲۶۰	۴	نوڑ دشمن	×
۲۶۱	۲۱	پھر	معاً
۲۶۲	۱۰	×	×
۲۶۳	۱۹	ہیں اور	×
۲۶۴	۲۳	اور	×
۲۶۵	۳	ہوگی	ہوتی
//	۱۱	اور واپس	واپس
۲۶۶	۱	کلیسر وخیاں	کلیسر وخیاں
//	۲۱	نہیں کیا ہوگا	کیا ہوگا
۲۶۸	۵	ہمیں	ہم ہی
۲۷۰	۱۴	۳۲۱ء بنیادی	۳۲۱ء و ۳۲۳ء بنیادی
۲۷۱	۱۴	اور اس سفارت	اس سفارت
۲۷۳	۱۷	ہیں	رہیں
۲۷۵	۱۶	اب	×

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۸۱	۱	منتظم	منظم
۲۸۳	۲۱	فطرتی	فطری
۲۸۴	۱۷	تیمیزا	اثرتی میزیا
۲۸۵	۱۲	پی سسٹرٹوس	پی سیسٹراتوس
״	۱۴	گوکس	کوکس
۲۸۷	۸	اوٹرفٹ	اوٹرخٹ
״	۱۳	مگر	×
۲۸۸	۱۱	فرینی نوس	فری نخوس
״	۱۷	بالکل	×
۲۹۳	۲۱	اور	×
۲۹۵	۲۲	ہولتسا پفل (صفحہ	ہولٹشاپفل (Rh. mus) N.F. ۳۷، صفحہ
۲۹۷	۲۰	اور ۲۲۵	۲۲۵
	۲۱	اور صرف	صرف
۲۹۹	۱۰	کردیا اور	کرکے
۳۰۰	۵	اب	اسکے بعد
۳۰۳	۷	ایتیوں	ایتیوں
۳۰۴	۱۹	ائی گیئوم	ائی گی نیوم
۳۰۶	۳	اور	×
۳۰۷	۶	سمجھا اور	سمجھ کر
۳۰۹	۲	مگر	×

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۱۶ ۳۱۷	۲	ویوس تھنیس	دیموس تھنیس
۳۱۸	۱۸	اور	جسکی وجہ سے
۳۲۱	۱	اویول	اوبول
״	۱۸	بوسولٹ	بوسولٹ
۳۲۷	۱۲	ایتھنزی... سپر ہو گئے	ایتھنزیوں کے سینہ سپر ہونے کے
			دو اسباب تھے
۳۳۲	۶	انگاری	انکاری
۳۳۳	۱۰	تدبیر	تدبّر
۳۳۷	۱۹	فیتوتس	رفینوتس
۳۴۲	۸	ی	ای
״	۱۲	گفت وشنید ہو جاتی ہے۔	اتحاد عمل ہو جاتا ہے۔
۳۴۳	آخری	اور	×
۳۴۴	۱۹	ہو گیا	ہو گیا
״	״	لیپریوم	لیپریوم
۳۵۳	۹	مگر	بہرحال
۳۵۷	۱۵	کے بعد کیا	کے فوراً بعد کیا گیا
۳۵۸	۷	مشارکت	وفاقیت
۳۶۳	آخری	یونان	یُونان
۳۶۴	۲	دوریانی اور	دوریانی اور
۳۶۶	۳	اور	اِسکے برعکس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷۰	۱۱	اور	—
″	۱۷	دولیترا	دولیثرا
۳۷۱	۲۱	زارکنتھوس	زانکنتھوس
″	آخری	ہیں دسپنا	ہثریا دسپنا
۳۷۲	۱۱	(۱۱	(جلد۲)
۳۷۳	۱۰	حکمت عملی و اخلاقیات	عملی اخلاقیات
۳۷۴	۷	مجموعے	مجموعے میں
۳۷۶	۱۳	پرودیکوس	پرودیکوس
۳۷۷	۱۶	ہے	ہے
۳۷۹	۷	سوفسطائی	سوفسطائی″
″	۱۲	ناٹک	ناٹک
۳۸۱	۲۱	گوزگیاس	گوزگیاس
۳۸۳	ابتدا	بست و پنجم	بست و ششم
۳۸۴	۱۹	سانٹفک	سانٹیفک
۳۸۵	۲۰	ہیس جتنی	ہیس جتنی
۳۸۷	۸	اپی دوکلیس	اپی دوکلیس
۳۸۸	۸	لقابل	تقابل
۳۸۹	۷	پنلوپونیز	پیلوپونیز
۳۹۱	۱۶	جو باتوں	جو″ باتوں
۳۹۲	۱۹	ہولی۔(۱۳۹-۱۴۵)	ہولی (۱۳۹-۱۴۵)
۴۰۰	۱۲	(۱۳)	۱۳
۴۰۱	۱۱	قوام	اقوام
″	۱۸	اسن	اِس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰۱	۲۰	″ہے کوبا میں″	″ہے کوبا″ میں
۴۰۲	۹	ایون	اُیون″
″	″	رہیوس	رھیوس
″	۲۱	ان	اسلئے ان
۴۰۳	۱	میں	ہی
″	۵	عذر	بہانہ
۴۰۶	۲۱	سوفسطائیہ	سوفسطائیت
۴۰۸	۳	تو پھر	پھر بھی
۴۱۳	۱	زنخت	تحت
۴۲۵	۲۳	کا وادی سیاپنی نا″ تو	کا″ وادی سیاپنی نا″ تو
۴۳۲	۷	کی	کے
۴۳۶	۱۴	گی یوس	گی پوس
۴۴۰	۲۰	ایس	اِس
۴۴۱	۲۲	کرے انھوں نے	کرے کہ انھوں نے
۴۴۲	۲۱	مکتبہ	کتبہ
۴۴۴	۲۳	ہرمئیں	ہرمیس
۴۴۹	۱۱	اور پھر	پھر
۴۴۹	۲۲	اور پولیس	اور دیس
۴۵۲	۲۱	″عوام الناس	کو″عوام الناس″
۴۵۸	۲۲	امیر البحری	عہدۂ امیر البحر
۴۶۰	۲۳	۴۵	۴۵)
۴۶۲	۱۶	کرہا″	کرہا
۴۶۳	۱۰	گی سی	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۶۸	۱۸	آرگے نوسائے	آرگے نوسائے
۴۶۹	۲	اب اُنھوں نے	اور
״	۵	- (۴۰۵ ق م)	(۴۰۵ ق م) -
۴۷۰	۱۷	باغنچہ	باغیچۂ
۴۷۷	۱۱	سسلی نوس	سلی نوس
۴۸۰	۱۰	اور	×
۴۸۴	۲	منفز	متنفر
۴۸۷	۲۱	کہ ..... تھا	کہ وہ غدّار تھا
۴۹۰	۹	اس پر تھرامینس	تھرامینس
۴۹۱	۴	واں توں	واں توں
۴۹۳	۱۹	اب	×
۴۹۴	۳	پہونچتا ہے	پہونچا
״	۱۱	اب	×